وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

اصحابِ بدرؓ

جلد 5

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اصحابِؓ بدر

جلد پنجم

(*The Guiding Stars of Badr* - Vol. 5)

(Urdu)

by

Hazrat Mirza Masroor Ahmad,
Khalifatul-Masih V (may Allah be his Helper)

First published in the UK, 2024

© Islam International Publications Ltd.

Published by:
Islam International Publications Limited
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey UK, GU9 9PS

For further information, please visit www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-505-7

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
i	پیش لفظ	xi
ii	دیباچہ	xiii
164	حضرت شماس بن عثمانؓ	1
165	حضرت صالح شقرانؓ	3
166	حضرت صفوان بن وہب بن ربیعہؓ (شہید)	6
167	حضرت صہیب بن سنانؓ	7
168	حضرت ضحاک بن حارثہؓ	13
169	حضرت ضحاک بن عبد عمروؓ	13
170	حضرت ضمرہ بن عمرو الجہنیؓ	13
171	حضرت طفیل بن حارثؓ	14
172	حضرت طفیل بن مالک بن خنساءؓ	14
173	حضرت طفیل بن نعمانؓ	15
174	حضرت طلحہ بن عبید اللہ ﷺ	15
175	حضرت طلیب بن عمیرؓ	35
176	حضرت ظہیر بن رافعؓ	37
177	حضرت عاصم بن ثابتؓ	38

178	حضرت عاصم بن عدیؓ	43
179	حضرت عاصم بن قیسؓ	47
180	حضرت عاقل بن بکیرؓ (شہید)	48
181	حضرت عامر بن امیہؓ	49
182	حضرت عامر بن بکیرؓ	50
183	حضرت عامر بن ربیعہؓ	50
184	حضرت عامر بن سلمہؓ / عمرو بن سلمہؓ	56
185	حضرت عامر بن فُہیرہؓ	56
186	حضرت عامر بن مخلدؓ	69
187	حضرت عائذ بن ماعصؓ	69
188	حضرت عباد بن بشرؓ	69
189	حضرت عبّاد بن قیسؓ	80
190	حضرت عبادہ بن خشخاشؓ	80
191	حضرت عبادہ بن صامتؓ	81
192	حضرت عبد اللہ بن الربیعؓ	96
193	حضرت عبد اللہ بن ثعلبہؓ	97
194	حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ	97
195	حضرت عبد اللہ بن جحشؓ	105
196	حضرت عبد اللہ بن جدؓ	117
197	حضرت عبد اللہ بن حمّیرؓ	118
198	حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ	120
199	حضرت عبد اللہ بن سراقہؓ	129

200	حضرت عبد اللہ بن سلمہ بن مالکؓ	130
201	حضرت عبد اللہ بن سہلؓ	130
202	حضرت عبد اللہ بن سہیلؓ	133
203	حضرت عبد اللہ بن طارقؓ	135
204	حضرت عبد اللہ بن عبد الاسدؓ	138
205	حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول	146
206	حضرت عبد اللہ بن عبد منافؓ	162
207	حضرت عبد اللہ بن عبسؓ	163
208	حضرت عبد اللہ بن عرفطہؓ	163
209	حضرت عبد اللہ بن عمیرؓ	163
210	حضرت عبد اللہ بن قیسؓ	164
211	حضرت عبد اللہ بن قیس بن صخرؓ	164
212	حضرت عبد اللہ بن کعبؓ	165
213	حضرت عبد اللہ بن مخرمہؓ	165
214	حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ	167
215	حضرت عبد اللہ بن نعمان بن بلدمہؓ	169
216	حضرت عبد ربہ بن حق بن اوسؓ	169
217	حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ	169
218	حضرت عبد اللہ بن زید بن ثعلبہؓ	189
219	حضرت عبد اللہ بن عمروؓ	195
220	حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ	205
221	حضرت عبس بن عامر بن عدیؓ	225

222	حضرت عبید بن ابو عبید انصاریؓ	225
223	حضرت عبید بن التیہانؓ	226
224	حضرت عبید بن اوسؓ	227
225	حضرت عبید بن زیدؓ	227
226	حضرت عبیدہ بن الحارثؓ (شہید)	228
227	حضرت عتبان بن مالکؓ	232
228	حضرت عتبہ بن ربیعہؓ	235
229	حضرت عتبہ بن عبد اللہؓ	238
230	حضرت عتبہ بن غزوانؓ	238
231	حضرت عتبہ بن مسعود ہذلیؓ	249
232	حضرت عثمان بن مظعونؓ	253
233	حضرت عدی بن ابی الزغباءؓ	271
234	حضرت عصمہ بن حصینؓ	272
235	حضرت عصیمہ انصاریؓ	273
236	حضرت عطیۃ بن نویرۃؓ	273
237	حضرت عقبہ بن عامرؓ	273
238	حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہؓ	278
239	حضرت عقبہ بن وہبؓ	279
240	حضرت عکاشہ بن محصنؓ	280
241	حضرت عمار بن یاسرؓ	286
242	حضرت عمارۃ بن حزمؓ	308
243	حضرت عمرو بن ابی سرحؓ	311

244	حضرت عمرو بن ایاسؓ	311
245	حضرت عمرو بن ثعلبہ انصاریؓ	312
246	حضرت عمرو بن حارثؓ	312
247	حضرت عمرو بن سراقہ بن المعتمرؓ	313
248	حضرت عمرو بن عوفؓ / حضرت عمیر بن عوفؓ	314
249	حضرت عمرو بن معاذ بن نعمانؓ	315
250	حضرت عمرو بن معبدؓ	316
251	حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ (شہید)	316
252	حضرت عمیر بن حمامؓ (شہید)	318
253	حضرت عمیر بن عامرؓ	319
254	حضرت عنترہ مولیٰ سلیمؓ	320
255	حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ انصاریؓ (شہید)	320
256	حضرت عویم بن ساعدہؓ	321
257	حضرت عیاض بن زہیرؓ	324
258	حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ	324
259	حضرت قدامہ بن مظعونؓ	334
260	حضرت قطبہ بن عامرؓ	336
261	حضرت قیس بن ابی صعصعہؓ	338
262	حضرت قیس بن السکن انصاریؓ	340
263	حضرت قیس بن محصنؓ	341
264	حضرت کعب بن زیدؓ	341
265	حضرت مالک بن ابو خولیؓ	342

266	حضرت مالک بن دخشمؓ	342
267	حضرت مالک بن عمروؓ	347
268	حضرت مالک بن قدامہؓ	348
269	حضرت مالک بن مسعودؓ	348
270	حضرت مالک بن نمیلہؓ	348
271	حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ (شہید)	349
272	حضرت مجذر بن زیادؓ	350
273	حضرت محرز بن عامر بن مالکؓ	352
274	حضرت محرز بن نضلہؓ	353
275	حضرت محمد بن مسلمہؓ	359
276	حضرت مدلج بن عمروؓ (آپ کا ایک نام مدلاج بھی بیان ہوا ہے)	379
277	حضرت مرارہ بن ربیع انصاریؓ	380
278	حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ	381
279	حضرت مسطح بن اثاثہؓ (ان کا اصل نام عوف تھا)	382
280	حضرت مسعود بن خلدہؓ	394
281	حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمروؓ	395
282	حضرت مسعود بن سعدؓ	395
283	حضرت مصعب بن عمیرؓ	396
284	حضرت مظہر بن رافعؓ	410
285	حضرت معاذ بن جبلؓ	412
286	حضرت معاذ بن حارث بن رفاعہؓ	436
287	حضرت معاذ بن ماعصؓ	442

288	حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ	443
289	حضرت معبد بن عبادؓ	447
290	حضرت معتب بن عبیدؓ	447
291	حضرت معتب بن عوفؓ	449
292	حضرت معتب بن قشیرؓ	450
293	حضرت معمر بن حارثؓ	450
294	حضرت معن بن عدی انصاریؓ	451
295	حضرت معوّذ بن حارث بن رفاعہؓ (شہید)	459
296	حضرت معوذ بن عمرو بن جموحؓ	461
297	حضرت مقداد بن عمرو الکندیؓ / حضرت مقداد بن اسودؓ	462
298	حضرت ملیل بن وبرہؓ	476
299	حضرت منذر بن عمرو بن خنیسؓ	476
300	حضرت منذر بن قدامہؓ	480
301	حضرت منذر بن محمدؓ	480
302	حضرت مہجعؓ (حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام) (شہید)	482
303	حضرت نحّاب بن ثعلبہؓ	483
304	حضرت نصر بن حارثؓ	483
305	حضرت نعمان بن سنانؓ	484
306	حضرت نعمان بن عبد عمروؓ	484
307	حضرت نعمان بن عصرؓ	488
308	حضرت نعمان بن مالکؓ	488
309	حضرت نعیمان بن عمروؓ	491

310	حضرت نوفل بن عبد اللہ بن نضلہؓ	494
311	حضرت ہلال بن امیہ انصاریؓ	494
312	حضرت واقد بن عبد اللہؓ	510
313	حضرت ودیعہ بن عمروؓ	511
314	حضرت ورقہ بن ایاسؓ	512
315	حضرت وہب بن ابی سرحؓ	512
316	حضرت وہب بن سعد بن ابی سرحؓ	513
317	حضرت یزید بن ثابتؓ	515
318	حضرت یزید بن حارثؓ (شہید)	517
319	حضرت یزید بن رقیشؓ	518
320	حضرت یزید بن منذرؓ	523

پیش لفظ

جنگ بدر کو تاریخ اسلام میں ایک نمایاں اہمیت اور فضیلت حاصل ہے۔ قرآن کریم نے اس دن کو "یوم الفرقان" کہہ کر اس کی تاریخی فضیلت کو دوام بخشا اور اس فضیلت اور عظمت کا تاج اپنے وفاشعار جاں نثار بدری صحابہؓ کے سروں پر سجاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَكُونَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ اور تمہیں یہ کیا خبر کہ اللہ نے آسمان سے اہل بدر کو جھانک کر دیکھا اور فرمایا کہ تم جو کچھ کرتے رہو میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔ (بخاری) اس جنگ میں شامل ہونے والے 313 صحابہؓ خود بھی اپنے آخری سانسوں تک اس سعادت اور اعزاز پر خدا کا شکر بجالاتے ہوئے فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مشہور مستشرق ولیم میور صاحب لکھتے ہیں:

"بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص جب اسّی سال کی عمر میں فوت ہونے لگے تو انہوں نے کہا کہ مجھے وہ چوغہ لا کر دو جو میں نے بدر کے دن پہنا تھا اور جسے میں نے آج کے دن کے لئے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی سعد تھے جو بدر کے زمانہ میں بالکل نوجوان تھے اور جن کے ہاتھ پر بعد میں ایران فتح ہوا اور جو کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کے عزت و فخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں اور جنگِ بدر والے دن کے لباس کو وہ اپنے واسطے سب خلعتوں سے بڑھ کر خلعت سمجھتے تھے اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ اسی لباس میں لپیٹ کر ان کو قبر میں اتارا جاوے۔"

(بحوالہ سیرت خاتم النبیین صفحہ 373)

یہ خوش نصیب صحابہ کون کون تھے ؟ رہتی دنیا تک آسمان پر چمکنے والے یہ چاند ستارے کون تھے ؟؟ ان کے نام، ان کے والدین کے نام ان کے سوانح کیا تھے اور ان کی سیرت کے نمایاں کام اور کارنامے کیا کیا تھے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے

خطبات میں بڑی تفصیل سے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ گویا کہ ان صحابہؓ کی سوانح اور سیرت کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔

سیرت صحابہؓ کا یہ تاریخی بیان حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 4 مئی 2018ء کو شروع فرمایا اور پھر یہ تابناک علمی اور تحقیقی مواد خدا کے اس پیارے مقدس وجود کے لب مبارک سے ادا ہوتا رہا۔ آخری خطبہ 24 فروری 2023ء کو ارشاد فرماتے ہوئے کل 173 خطبات میں یہ ذکر مکمل ہوا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر خطبات دینے کا سلسلہ شروع فرمایا جو ابھی تک جاری و ساری ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام خطبات جلد اول میں پیش کئے جائیں گے،

اس سے قبل جلد 2 اور 3 خلفائے راشدین اور جلد 4 میں بدری صحابہ کی سیرت و سوانح پیش کی جا چکی ہیں۔ اس جلد میں بھی حروف تہجی کے اعتبار سے بدری صحابہ نمبر 164 تا 320 کے حالات پیش خدمت ہیں۔

اس علمی و تحقیقی کام میں معاونت کرنے والے تمام افراد اور دفاتر خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزاء عطا فرمائے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

منیر الدین شمس

جولائی ۲۰۲۴ء

ایڈیشنل وکیل التصنیف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

تبرک تحریر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے اخلاص وفا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف میں کیا خوب فرمایا ہے مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاہَدُوا اللّٰہَ عَلَیۡہِ ۚ فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَہٗ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ (الاحزاب:24) مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس وعدے کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ سو اُن میں سے بعض اپنی جانیں دے چکے اور بعض جانیں دینے کو تیار بیٹھے ہیں۔" پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "صحابہ کی تعریف میں قرآن شریف سے آیات اکٹھی کی جائیں تو اس سے بڑھ کر کوئی اسوۂ حسنہ نہیں۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 431 تا 433) اور ان آیات میں صحابہ کی نیکیوں کے اور قربانیوں کے جو نمونے بیان ہوئے ہیں وہ ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہیں۔

چند سال قبل جب میں نے صحابہ کے حالات بیان کرنے شروع کئے تو ان میں بدری صحابہ بھی تھے اور چند دوسرے صحابہ کا بھی ذکر ہوا۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ پہلے صرف بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ کا ذکر کروں۔ کیونکہ ان کا ایک خاص مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک سلسلہ وار خطبات میں مجھے ان پاک طینت عشاقِ رسول اللہ ﷺ کا ذکرِ خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

غزوہ بدر کے صحابہ وہ لوگ تھے جو غریب اور کمزور ہونے کے باوجود دین کی

حفاظت کرنے والوں میں صف اوّل میں تھے۔ وہ کبھی دشمن کی طاقت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا تمام تر توکل اللہ تعالیٰ کی ذات پر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا اور محبت کا عہد کیا تو اس کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اپنے عہد وفا کو نبھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی جنت کی بشارت دی اور ان سے راضی ہونے کا اعلان فرمایا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "یہی وہ جنگ ہے جس کا نام قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرقان رکھا ہے اور یہی وہ جنگ ہے جس میں عرب کے وہ سردار جو اس دعویٰ کے ساتھ گھر سے چلے تھے کہ اسلام کا نام ہمیشہ کے لئے مٹا دیں گے خود مٹ گئے اور ایسے مٹے کہ آج ان کا نام لیوا کوئی باقی نہیں۔"

(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، انوار العلوم جلد1 صفحہ610)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب اور ملفوظات میں دو بدری اَدوار کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اب اس چودھویں صدی میں وہی حالت ہو رہی ہے جو بدر کے موقع پر ہو گئی تھی جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ** (آل عمران:124)۔ اس آیت میں بھی دراصل ایک پیشگوئی مرکوز تھی یعنی جب چودھویں صدی میں اسلام ضعیف اور ناتوان ہو جائے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اس وعدہ حفاظت کے موافق اس کی نصرت کرے گا۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد20 صفحہ280)

پھر آپؑ فرماتے ہیں "اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے بدر ہی میں مدد کی تھی اور وہ مدد اَذِلَّةٌ کی مدد تھی جس وقت تین سو تیرہ آدمی صرف میدان میں آئے تھے اور کل تین لکڑی کی تلواریں تھیں اور ان تین سو تیرہ میں زیادہ تر چھوٹے بچے تھے۔ اس سے زیادہ کمزوری کی حالت کیا ہوگی اور دوسری طرف ایک بڑی بھاری جمعیت تھی اور وہ سب کے سب چیدہ چیدہ جنگ آزمودہ اور بڑے بڑے جوان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ظاہری سامان کچھ نہ تھا۔ اس وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ لَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا۔ یعنی اے اللہ! اگر آج تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ سنو! میں بھی یقیناً اسی طرح کہتا ہوں کہ آج وہی بدر والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ایک جماعت تیار کر رہا ہے۔ وہی بدر اور اَذِلَّۃٌ کا لفظ موجود ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 190-191)

غزوۂ بدر تاریخِ اسلام کا نہایت اہم واقعہ ہے۔ احبابِ جماعت کو چاہیئے کہ اس حوالہ سے میرے خطبات کے اس مجموعے کو ضرور پڑھیں تاکہ یہ ایمان افروز واقعات ہمیشہ آپ کے ذہنوں میں مستحضر رہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام بھی ہے جو تذکرہ میں یوں درج ہے: "آج رات حضرتؑ نے خواب بیان فرمایا **کسی نے کہا کہ جنگ بدر کا قصہ مت بھولو۔**" (تذکرہ ص668)

اللہ تعالیٰ ہم میں خاص طور پر بدر کی اہمیت کا ادراک پیدا فرمائے اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی آمد کو سمجھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسلمان امت بھی اس واقعہ بدر کی حقیقت کو سمجھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آئے ہوئے مسیح موعود کو پہچانے تاکہ مسلمان دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کے قابل بن جائیں۔ آمین

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

عالمگیر جماعت احمدیہ

25 اپریل 2024ء

164

حضرت شماس بن عثمان ؓ

نام و نسب

حضرت شماس بن عثمان۔ عثمان بن شرید ان کے والد تھے۔ غزوہ اُحد 3 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا نام عثمان اور شماس لقب تھا اور اس لقب سے آپ مشہور ہوئے۔ بنو مخزوم میں سے تھے اور اسلام کے آغاز میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔[1]

وجہ تسمیہ

ابن ہشام نے حضرت شماس بن عثمان کے نام شمّاس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شماس رضی اللہ عنہ کا نام عثمان ہے اور شماس کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کا ایک مذہبی لیڈر جس کو شماس کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں مکہ آیا۔ وہ عیسائی لیڈر بہت خوبصورت تھا۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر مکہ کے لوگ متعجب ہوئے۔ عتبہ بن ربیعہ جو عثمان کے ماموں تھے انہوں نے کہا کہ میں اس شماس سے زیادہ ایک حسین لڑکا تم کو دکھاتا ہوں اور پھر اپنے بھانجے عثمان کو لا کر دکھایا۔ اس وقت سے لوگ عثمان کو شماس کہنے لگے۔ حضرت شماس کا نام شماس ہونے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ کا نام شماس آپ کے چہرے کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے تھا گویا کہ آپ سورج کی مانند ہیں۔ پس اس وجہ سے شماس نام آپ کے اصل نام پر حاوی ہو گیا۔[2]

حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت، مؤاخات

حضرت شماس بن عثمان اور آپ کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہ بن عبد شمس حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل تھیں۔ حضرت شماس کی والدہ شَیبہ اور عُتبہ (سرداران مکہ جو غزوہ بدر میں مارے گئے تھے) کی بہن تھیں۔ حضرت شماس بن عثمان نے حبشہ سے واپسی پر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت شماس بن عثمان نے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد حضرت مبشر بن عبد منذر کے ہاں قیام کیا۔ سعید بن مُسَیَّب کہتے ہیں کہ حضرت شماس بن عثمان غزوہ اُحد میں شہید ہونے تک حضرت مبشر بن عبد المنذر کے ہاں مقیم رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت شماس بن عثمان اور حضرت حنظلہ بن ابی عامر کے درمیان مؤاخات قائم کروائی۔ حضرت شماس کے بیٹے کا نام حضرت عبد اللہ تھا اور آپ کی اہلیہ اُمّ حبیب بنت سعید تھیں۔ ابتدائی ہجرت کرنے والی مسلمان خواتین میں سے تھیں۔[3]

جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری سے حفاظت کرنے والے

حضرت شماس بن عثمان غزوہ بدر اور اُحد میں شامل ہوئے۔ آپ غزوہ اُحد میں بہت جانفشانی سے لڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شماس بن عثمان کو ڈھال کی مانند پایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں جس طرف بھی نظر اٹھاتے شماس کو وہیں پاتے جو جنگ اُحد میں اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی جب آپ پر حملہ ہوا اور پتھر آ کے لگا۔ حضرت شماس نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنالیا تھا یہاں تک کہ آپ شدید زخمی ہو گئے اور آپ کو اسی حالت میں مدینہ اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ آپ کو حضرت عائشہ کے ہاں لے جایا گیا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ کیا میرے چچازاد بھائی کو میرے سوا کسی اور کے ہاں لے جایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت اُمّ سلمہ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ۔ پس آپ کو وہیں لے جایا گیا اور آپ نے انہی کے گھر وفات پائی۔ وہاں اُحد سے زخمی ہو کے آئے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شماس کو مقام اُحد میں لے جا کر انہی کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ جب جنگ کے بعد آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تھا تو وہاں ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے تھے اور اس دوران کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں، انتہائی کمزوری کی حالت تھی بلکہ بیہوشی کی حالت تھی۔ حضرت شماسؓ کی وفات 34 سال کی عمر میں ہوئی۔[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مثالی محبت

حضرت شماسؓ بن عثمان کے بارے میں تاریخ نے ایسا واقعہ محفوظ کیا ہے جو ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک مثال بن گیا اور اسلام کی خاطر قربانی کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی بھی مثال ہے۔ جنگ احد میں جہاں حضرت طلحہؓ کی عشق و محبت کی داستان کا ذکر ملتا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے رکھا کہ کوئی تیر آپ کو نہ لگے وہاں حضرت شماس نے بھی بڑا عظیم کردار ادا کیا ہے۔ حضرت شماس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہر حملہ اپنے اوپر لیا۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شماس کے بارے میں فرمایا کہ شماس کو اگر میں کسی چیز سے تشبیہ دوں تو ڈھال سے تشبیہ دوں گا کہ وہ احد کے میدان میں میرے لئے ایک ڈھال ہی تو بن گیا تھا۔** وہ میرے آگے پیچھے دائیں اور بائیں حفاظت کرتے ہوئے آخر دم تک لڑتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف نظر ڈالتے آپؐ فرماتے ہیں شماس انتہائی بہادری سے وہاں مجھے لڑتے ہوئے نظر آتا۔ جب دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے میں کامیاب ہو گیا اور آپ کو غشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ آپ گر گئے۔ تب بھی شماس ہی ڈھال بن کر آگے کھڑے رہے یہاں تک کہ خود شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں انہیں مدینہ لایا گیا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کے بیٹے ہیں میں ان کی قریبی ہوں، رشتہ دار ہوں اس لئے میرے گھر میں ان کی تیمارداری اور علاج وغیرہ ہونا چاہئے۔ لیکن زخموں کی شدت کی وجہ سے ڈیڑھ دو

دن بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شماس کو بھی اس کے کپڑوں میں ہی دفن کیا جائے جس طرح باقی شہداء کو کیا گیا ہے۔[5]

165

حضرت صالح شُقرانؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و تدفین میں شمولیت کی سعادت پانے والے

حضرت صالح شُقران۔ ان کا نام صالح تھا اور لقب شُقران تھا اور اسی سے آپ معروف تھے۔
حضرت صالح شُقران حضرت عبد اللہ بن عوف کے حبشی نژاد غلام تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی خدمت گزاری کے لئے پسند فرمایا اور حضرت عبد الرحمٰن کو قیمت دے کر ان سے خرید لیا اور بعض روایات کے مطابق حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے ان کو بلا معاوضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا تھا۔[6]

حضرت صالح شُقران غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ چونکہ اس وقت مملوک تھے آزاد نہیں تھے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ مقرر نہ فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صالح شُقران کو قیدیوں کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت صالح شُقران جن لوگوں کے قیدیوں کی نگرانی کرتے تھے وہ بدلہ میں خود معاوضہ دیتے تھے۔ چنانچہ ان کو مالِ غنیمت سے زیادہ مال حاصل ہوا۔[7]

مالِ غنیمت میں تو حصہ نہیں ملا لیکن اس نگرانی کی وجہ سے مالِ غنیمت سے زیادہ مال ان کو ملا۔ غزوۂ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا تھا۔[8]

حضرت جعفر بن محمد صادق کہتے ہیں کہ **حضرت شُقران اہل صُفّہ میں سے تھے۔**[9]

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تدفین میں شرکت کی سعادت

ان لوگوں میں سے تھے جو ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت شُقران کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل اور تدفین میں بھی شامل تھے۔[10]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قمیص میں ہی غسل دیا گیا اور آپ کی قبر میں حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قُثَم بن عباس اور حضرت شُقران اور حضرت اوس بن خَوَلِی داخل ہوئے۔[11]

حضرت شُقران اس بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ہی قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نیچے مخملی چادر بچھائی تھی۔[12]
صحیح مسلم کی روایت کے مطابق وہ سرخ رنگ کی مخملی چادر تھی۔[13]
یہ وہ چادر تھی کہ آنحضرت ﷺ اس کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شُقران بیان کرتے تھے کہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا اس کو اوڑھے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس چادر کو اوڑھتے اور بچھایا بھی کرتے تھے۔[14]
غزوہ مُریسیع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت شُقران کو قیدیوں اور اہل مُریسیع کے کیمپوں سے جو مال و متاع اور اسلحہ اور جانور وغیرہ ملے تھے ان پر نگران مقرر فرمایا تھا۔[15]
اس لحاظ سے بڑے قابل اعتماد، قابل اعتبار تھے۔ نگرانی کیا کرتے تھے۔
ان کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت شُقران کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن شُقران کو حضرت ابوموسیٰ اشعری کی طرف روانہ کیا اور لکھا کہ میں تمہاری طرف ایک صالح آدمی عبدالرحمٰن بن صالح شُقران کو بھیج رہا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔
رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کے والد کے مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے سلوک کرنا۔[16]

یہ وہ مقام تھا جو اسلام نے غلاموں کو بھی دیا کہ نہ صرف غلامی سے آزاد کیا بلکہ ان کی اولادیں بھی قابل احترام ٹھہریں۔

وفات

ایک روایت ہے کہ حضرت شُقران نے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی اور آپ کا ایک گھر بصرہ میں بھی تھا۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں آپ کی وفات ہوئی۔[17]
بعض کے نزدیک حضرت شُقرانؓ اور حضرت ام ایمنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد کی طرف سے ورثہ میں ملے تھے۔[18] غلام تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما دیا تھا۔[19]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن اشخاص کو غسل دینے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت صالح شُقرانؓ بھی تھے نیز ان کے علاوہ آٹھ اہل بیت اَور بھی تھے۔[20]

مسند امام احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ حضرت صالح کو ایک سعادت اَور حاصل ہے۔ وہی جو غسل کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب غسل دیا جا رہا تھا تو اس وقت جو اصحاب پانی انڈیل رہے تھے ان میں حضرت صالح شقرانؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ جب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل

دینے کے لیے اکٹھے ہوئے تو گھر میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ ہی تھے۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قُثَم بن عباسؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت صالح شقرانؓ، آپؐ کے آزاد کردہ غلام۔ اسی دوران گھر کے دروازے پر کھڑے بنو عوف بن خزرج کے حضرت اوس بن خَوْلِی انصاریؓ جو بدر میں شامل تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو پکار کر کہا اے علی! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہمارا حصہ بھی رکھنا۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا: اندر آ جاؤ۔ چنانچہ وہ بھی داخل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے موقع پر موجود تھے مگر انہوں نے غسل دینے میں شرکت نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے سہارا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض آپ پر ہی تھی اور حضرت عباسؓ، فضل اور قُثَم حضرت علیؓ کے ساتھ پہلو مبارک بدل رہے تھے اور حضرت اسامہؓ اور صالح شقرانؓ پانی ڈال رہے تھے اور حضرت علیؓ آپؐ کو غسل دینے لگے۔[21]

علامہ بلاذریؒ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت شقرانؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بن شُقران کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف روانہ کیا اور لکھا کہ

میں تمہاری طرف ایک صالح آدمی عبدالرحمٰن بن صالح شُقران، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، کو بھیج رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے والد کے مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے سلوک کرنا۔[22]

ایک روایت ہے کہ علامہ بَغْوِی کہتے ہیں کہ حضرت شُقرانؓ نے مدینہ میں رہائش اختیار کی تھی اور آپؓ کا ایک گھر بصرہ میں بھی تھا۔[23]

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ کی وفات ہوئی۔[24]

ان کے خاندان کا آخری فرد ہارون الرشید کے عہد میں مدینہ میں فوت ہوا۔ اسی طرح بصرہ میں بھی ان کے خاندان کا ایک شخص رہتا تھا۔ مصعب کہتے ہیں کہ اس کی نسل آگے چلی یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں۔[25]

حضرت صالح شقرانؓ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گدھے پر سوار خیبر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ اشارے سے نماز ادا فرما رہے تھے۔[26] یعنی سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہے کہ سواری پر نماز ادا کی جا سکتی ہے کہ نہیں؟[27]

166

حضرت صفوان بن وھب بن ربیعہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت صَفْوَان ؓ جن کے والد کا نام وَھْب بن رَبِیْعہ تھا۔ حضرت صفوانؓ کی کنیت ابو عمرو ہے اور آپؓ قبیلہ بَنُو حَارِث بن فِہْر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام وَھْب بن رَبِیْعہ تھا۔ ان کا نام ایک روایت میں اُھَیْب بھی آیا ہے۔ ان کی والدہ کا نام دَعْد بنتِ جَحْدَم تھا جو کہ بَیْضَاء کے نام سے مشہور تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت صَفْوَان کو ابن بَیْضَاء بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ حضرت سَھْل ؓ اور حضرت سُھَیْل ؓ کے بھائی تھے۔ یہ دونوں بھائی ان سَھْل ؓ اور سُھَیْل ؓ کے علاوہ ہیں جن سے نبی کریم ﷺ نے مسجد نبویؐ کی زمین خریدی تھی۔ یہ وہ نہیں ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت صَفْوَان ؓ کی مؤاخات حضرت رَافِع بن مُعَلّٰی ؓ سے کروائی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ کی مؤاخات حضرت رَافِع بن عَجْلَان ؓ سے کروائی گئی۔

وفات

ان کی وفات کے متعلق بھی مختلف رائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت صَفْوَان ؓ کو غزوۂ بدر میں طُعَیْمَہ بن عَدِی نے شہید کیا تھا اور ایک روایت کے مطابق آپؓ غزوۂ بدر میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ آپؓ نے غزوۂ بدر سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔

حضرت صَفْوَان ؓ کے بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ غزوۂ بدر کے بعد واپس مکہ لوٹ گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد دوبارہ ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ یہ بھی روایت ملتی ہے کہ آپؓ فتح مکہ تک وہیں رہے یعنی مکہ میں رہے۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سَرِیَّہ عَبْدُاللہ بن جَحْش میں اَبْوَا کی طرف شامل کر کے بھجوایا تھا۔ بعض روایات میں آپ کی وفات کا سال 18 ہجری اور 30 ہجری اور 38 ہجری بیان کیا گیا ہے۔[28] بہر حال یہ ہر جگہ ثابت ہے کہ آپؓ بدری صحابی تھے۔[29]

(167)

حضرت صہیب بن سنانؓ

اسلام لانے میں سبقت رکھنے والے چار......صُہَیبؓ روم میں سبقت رکھنے والا

نام و نسب

حضرت صُہَیب بن سنانؓ ہے۔ حضرت صُہَیب کے والد کا نام سِنَان بن مالک اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت قَعِید تھا۔ حضرت صُہَیب کا وطن موصَل تھا۔ حضرت صُہَیب کے والد یا چچا کسریٰ کی طرف سے اُبُلَّہ کے عامل تھے۔ اُبُلَّہ دَجلہ کے کنارے ایک شہر ہے جو بعد میں بَصرہ کہلایا۔ رومیوں نے اس علاقے پر حملہ کیا تو انہوں نے حضرت صُہَیب کو قیدی بنالیا جبکہ وہ ابھی کم عمر تھے۔ ابو القاسم مغربی کے مطابق حضرت صُہَیبؓ کا نام عُمَیرہ تھا، رومیوں نے صُہَیب نام رکھ دیا۔[30]

حضرت صُہَیب کا رنگ نہایت سرخ تھا۔ قد نہ لمبا تھا اور نہ ہی چھوٹا اور سر پر گھنے بال تھے۔[31]

حضرت صُہَیبؓ نے رومیوں میں پرورش پائی۔ ان کی زبان میں لکنت تھی۔ کَلب نے انہیں رومیوں سے خرید لیا (یہ ایک اَور شخص تھا) اور انہیں لے کر مکہ آگیا۔ پھر عبداللہ بن جُدعَان نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت صُہَیب عبداللہ بن جدعان کی وفات تک اس کے ساتھ مکے میں رہے یہاں تک کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت ہوگئی۔ ایک روایت کے مطابق حضرت صُہَیب کی اولاد کہتی ہے کہ حضرت صُہَیب جب عقل و شعور کی عمر کو پہنچے تو روم سے بھاگ کر مکے آگئے اور عبداللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے اور ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے۔[32]

قبولیت اسلام کے بعد تکالیف و مظالم سہنے والے

حضرت مصلح موعودؓ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ "ایک غلام صُہَیب تھے جو روم سے پکڑے ہوئے آئے تھے۔ یہ عبداللہ بن جُدعان کے غلام تھے جنہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ بھی رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے اور آپؐ کے لیے انہوں نے کئی قسم کی تکالیف اٹھائیں۔"[33]

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بات اس ضمن میں بیان فرمائی کہ قرآن کریم میں جو ہے کہ کفار کہتے ہیں کہ یہ قرآن آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دوسروں یا غلاموں کی مدد سے بنالیا ہے تو اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ یہ غلام تو مسلمان ہونے کی وجہ سے مصائب اور ظلموں کا نشانہ بنے تو کیا انہوں نے یعنی ان غلاموں نے

ان تکلیفوں کو اپنے اوپر وارد کرنے کے لیے، سہیڑنے کے لیے آنحضرت ﷺ کی مدد کی تھی اور پھر نہ صرف یہ کہ چھپ کے مدد کی یہ ظاہر بھی ہوا اور پھر نہایت ثابت قدمی سے مصائب اور ظلم برداشت بھی کیے تو اس بات کو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ یہ انتہائی بودا اعتراض ہے۔ یہ تو ان مومنین کا، ان لوگوں کا جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان تھا جس نے انہیں ثابت قدم رکھا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اسلام سیکھا اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان لائے تو بہرحال اس ضمن میں یہ بیان تھا۔[34]

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں صُہَیبؓ سے دارِ ارقم کے دروازے پر ملا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ میں نے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ صُہَیبؓ نے مجھ سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپؐ کا کلام سنوں۔ حضرت صُہَیبؓ نے کہا کہ مَیں بھی یہی چاہتا ہوں۔ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا جس پر ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم سارا دن وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم نے شام کی۔ پھر ہم وہاں سے چھپتے ہوئے نکلے۔ حضرت عمارؓ اور حضرت صُہَیبؓ نے تیس سے زائد افراد کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔[35]

اسلام لانے میں سبقت رکھنے والے چار.........

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام لانے میں سبقت رکھنے والے چار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں عرب میں سبقت رکھنے والا ہوں۔ صُہَیبؓ روم میں سبقت رکھنے والا ہے۔ سلمانؓ اہلِ فارس میں سبقت رکھنے والا ہے۔ اور بلالؓ حبش میں سبقت رکھنے والا ہے۔[36]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اپنے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ پر شریعت اتری تھی اور ابو بکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صُہَیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ پس رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے چچا ابو طالب کے ذریعہ محفوظ رکھا اور ابو بکر کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ سے محفوظ رکھا۔ اس بارے میں گذشتہ خطبے میں مَیں وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ راوی کا خیال ہے ورنہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی ان ظلموں کا نشانہ بننا پڑا تھا۔ گو شروع میں کچھ بچت ہوئی لیکن پھر بننا پڑا۔ بہرحال راوی کہتا ہے کہ باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ لیا اور لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں دھوپ میں جلاتے تھے۔ پس ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے ان کے ساتھ جس بات پر وہ چاہتے تھے موافقت نہ کر لی ہو سوائے بلالؓ کے کیونکہ ان پر اپنا نفس اللہ کی خاطر بے حیثیت ہو گیا تھا اور وہ اپنی قوم کے لیے بھی بے حیثیت تھے۔ وہ ان کو پکڑتے اور لڑکوں کے سپرد کر دیتے اور انہیں مکے کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور بلالؓ اَحد، اَحد کہتے جاتے تھے۔[37]

بہر حال سختیاں تو ان سب نے برداشت کی تھیں جیسا کہ مَیں نے کہا اور ہر ایک نے اپنے ایمان پر ثابت قدمی کا اظہار کیا لیکن بہر حال حضرت بلالؓ کے بارے میں جو روایت ہے وہ یہی ہے کہ آپؓ کو بہت زیادہ ظلموں کا نشانہ بنایا گیا۔

پھر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت صُہَیب ؓ ان مومنین میں سے تھے جنہیں کمزور سمجھا جاتا تھا اور جنہیں مکے میں اللہ کی راہ میں اذیّت دی جاتی تھی۔[38] تکلیفوں سے ان کو بھی بہت زیادہ گزرنا پڑا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمار بن یاسرؓ کو اتنی تکلیف دی جاتی کہ انہیں معلوم نہ ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہی حالت حضرت صُہیبؓ، حضرت ابو فائدؓ، حضرت عامر بن فُہَیرہ ؓ اور دیگر اصحاب کی تھی۔ ان اصحاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (النحل:111)[39]

پھر تیرا رب یقیناً ان لوگوں کو جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ فتنہ میں مبتلا کیے گئے پھر انہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مدینہ ہجرت کرنے والوں میں سے سب سے آخر پر........

ایک روایت کے مطابق مدینے کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سے جو سب سے آخر پر آئے وہ حضرت علیؓ اور حضرت صُہَیب بن سنانؓ تھے۔ یہ نصف ربیع الاوّل کا واقعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ قُبا میں قیام پذیر تھے ابھی مدینہ کے لیے روانہ نہیں ہوئے تھے۔[40]

ایک نفع مند سودا جس کا قرآن نے ذکر کیا

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہَیب ؓ جب ہجرتِ مدینہ کے لیے نکلے تو مشرکین کے ایک گروہ نے آپؓ کا تعاقب کیا تو اپنی سواری سے اترے اور ترکش میں جو کچھ تھا وہ نکال لیا اور کہا اے قریش کے گروہ! تم جانتے ہو کہ میں تمہارے ماہر تیر اندازوں میں سے ہوں۔ اللہ کی قسم! تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ جتنے تیر میرے پاس ہیں وہ سب تمہیں مار نہ لوں۔ پھر مَیں اپنی تلوار سے تمہیں ماروں گا یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہے۔ لہٰذا تم لوگ جو چاہو کرو اگر میرا مال چاہتے ہو تو میں تمہیں اپنے مال کے بارے میں بتا دیتا ہوں کہ میرا مال کہاں ہے اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت صُہیبؓ نے بتا دیا اور جب وہ، حضرت صُہیبؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سودے نے ابو یحییٰ کو فائدہ پہنچایا۔ سودا نفع مند ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرۃ:208)[41]

اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صُہَیب مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپؐ قبا میں تھے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ یعنی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بھی تھے۔ اس وقت ان سب کے سامنے تازہ کھجوریں تھیں جو حضرت کلثوم بن ھِدْم ؓ لائے تھے۔ راستے میں حضرت صُہَیب ؓ کو آشوب چشم ہو گیا تھا، آنکھوں کی تکلیف ہو گئی تھی اور انہیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ سفر کی وجہ سے تھکان بھی تھی۔ حضرت صُہیبؓ کھجوریں کھانے کے لیے لپکے تو حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہؐ! صُہَیب کی طرف دیکھیں اسے آشوب چشم ہے اور وہ کھجوریں کھا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقاً فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو جبکہ تمہیں آشوبِ چشم ہے۔ آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بہ رہی ہیں۔ حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا میں اپنی آنکھ کے اس حصہ سے کھا رہا ہوں جو ٹھیک ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

پھر حضرت صُہَیبؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہجرت میں مجھے ساتھ لے کر جائیں گے مگر آپ چلے آئے اور مجھے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے مجھے ساتھ لے کر جانے کا وعدہ کیا تھا تاہم آپؐ بھی تشریف لے آئے اور مجھے چھوڑ آئے۔ قریش نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے محبوس کر دیا اور میں نے اپنی جان اور اپنے گھر والوں کو اپنے مال کے عوض خریدا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا نفع مند ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرۃ:208) اور لوگوں میں سے ایسا بھی ہے جو اپنی جان اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بیچ ڈالتا ہے اور اللہ بندوں کے حق میں بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت صُہَیبؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میں نے ایک مُدّ، تقریباً آدھا کلو آٹا زادِ راہ کے طور پر لیا تھا۔ اسے میں نے اَبواء مقام پر گوندھا تھا یہاں تک کہ مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔[42] اس سفر میں صرف اتنا کھایا۔ یہی خوراک تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ "صُہَیب ؓ ایک مالدار آدمی تھے۔ یہ تجارت کرتے تھے اور مکہ کے باحیثیت آدمیوں میں سمجھے جاتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ مالدار بھی تھے اور آزاد بھی ہو چکے تھے۔" اب تو غلام نہیں رہے تھے "قریش ان کو مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تو آپؐ کے بعد صُہَیبؓ نے بھی چاہا کہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں مگر مکہ کے لوگوں نے ان کو روکا اور کہا کہ جو دولت تم نے مکہ میں کمائی ہے تم اسے مکہ سے باہر کس طرح لے جا سکتے ہو؟ ہم تمہیں مکہ سے جانے نہیں دیں گے۔ صُہَیبؓ نے کہا اگر میں یہ سب کی سب دولت چھوڑ دوں تو کیا پھر تم مجھے جانے دو گے؟ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور آپؓ اپنی ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر کے خالی ہاتھ مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا صُہیبؓ! تمہارا یہ سودا سب پہلے سودوں سے نفع مند رہا۔ یعنی پہلے اسباب کے مقابلہ میں تم روپیہ حاصل کیا کرتے تھے مگر اب روپیہ کے مقابلہ میں تم نے ایمان حاصل کر لیا۔"[43]

مؤاخات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صُہیبؓ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان کے اور حضرت حارث بن صِمَّہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت صُہیبؓ غزوۂ بدر، اُحد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔[44]

اے ابو بکرؓ! شاید تم نے انہیں غصہ دلا دیا ہے!

حضرت عَائِذ بن عَمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ، حضرت صُہَیب ؓ اور حضرت بلالؓ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ابوسفیان بن حَرْب کا گزر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تلواریں ابھی اللہ کے دشمن کی گردن پر نہیں چلیں۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا تم قریش کے سرکردہ اور سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکرؓ! شاید تم نے انہیں غصہ دلا دیا ہے۔ اگر تم نے انہیں غصہ دلایا ہے تو تم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو غصہ دلایا ہے۔ پس حضرت ابو بکرؓ ان لوگوں کے پاس واپس گئے اور کہا کہ اے ہمارے بھائیو! شاید تم ناراض ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں اے ابو بکرؓ! اللہ آپؓ سے مغفرت فرمائے۔[45]

ہر غزوہ میں شامل

حضرت صُہَیبؓ بیان کرتے ہیں کہ جس معرکے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوئے مَیں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی بیعت لی میں اس میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی سریہ روانہ فرمایا مَیں اس میں شامل تھا اور آپؐ جس غزوے کے لیے بھی روانہ ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل تھا۔ مَیں آپؐ کے دائیں طرف ہوتا یا بائیں طرف۔ لوگ جب سامنے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں لوگوں کے آگے ہوتا۔ جب لوگ پیچھے سے خطرہ محسوس کرتے تو میں ان کے پیچھے ہوتا۔ اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کے اور اپنے درمیان نہیں ہونے دیا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔[46]

حضرت صُہَیبؓ بڑھاپے میں لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کے دلچسپ واقعات سنایا کرتے تھے۔[47]

حضرت عمرؓ کی حضرت صہیبؓ سے محبت

حضرت صُہَیب ؓ کی زبان میں عجمیت تھی یعنی عربوں والی فصاحت نہیں تھی۔ زَید بن اسلم اپنے

والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ وہ حضرت صُھَیب ؓ کے ایک باغ میں داخل ہوئے جو عالیہ مقام میں تھا۔ حضرت صُہَیبؓ نے جب حضرت عمرؓ کو دیکھا تو کہا یَنَّاس یَنَّاس حضرت عمرؓ کو لگا کہ اَلنَّاس کہہ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ یہ لوگوں کو کیوں بلا رہا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ وہ اپنے غلام کو بلا رہے ہیں جس کا نام یُحَنِّس ہے۔ زبان میں گرہ کی وجہ سے وہ اسے ایسا کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر وہاں باتیں ہوئیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے صُھَیب! تین باتوں کے علاوہ میں تم میں کوئی عیب نہیں دیکھتا۔ اگر وہ تم میں نہ ہوتیں تو میں تم پر کسی کو فضیلت نہ دیتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو جبکہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ اور تم اپنی کنیت ابو یحيٰ بتاتے ہو جو ایک نبیؑ کا نام ہے۔ اور تم اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ حضرت صُھیب ؓ نے جواب میں کہا جہاں تک میرے مال فضول خرچ کرنے کا تعلق ہے تو میں اسے وہیں خرچ کرتا ہوں جہاں خرچ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ فضول نہیں کرتا۔ جہاں تک میری کنیت کا تعلق ہے تو وہ آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ابو یحيٰ رکھی تھی اور میں اس کو ہرگز ترک نہیں کروں گا۔ اور جہاں تک میرے عرب کی طرف منسوب ہونے کا تعلق ہے تو رومیوں نے مجھے کم سنی میں قیدی بنا لیا تھا اس لیے میں نے ان کی زبان سیکھ لی۔ مَیں قبیلہ نَمِرْ بن قَاسِط سے تعلق رکھتا ہوں۔

حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صُھَیب ؓ پڑھائیں

حضرت عمرؓ حضرت صُہَیبؓ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے بارے میں اعلیٰ گمان رکھتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے وصیت کی کہ میری نماز جنازہ صُہَیبؓ پڑھائیں گے اور تین روز تک مسلمانوں کی امامت کروائیں گے یہاں تک کہ اہل شوریٰ اُس پر متفق ہو جائیں جس نے خلیفہ بننا ہے۔

وفات

حضرت صُہَیبؓ کی وفات ماہ شوال 38/ ہجری میں ہوئی، بعض کے مطابق 39/ ہجری میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت حضرت صُہَیبؓ کی عمر تہتر برس تھی، بعض روایات کے مطابق ستر برس تھی۔ آپؓ مدینہ میں دفن ہوئے۔[48]

168

حضرت ضحاک بن حارثہؓ

حضرت ضَحَّاک ؓ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام حَارِثہ اور والدہ کا نام ھِنْد بنت مالِک تھا۔ حضرت ضَحَّاک ؓ ستّر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ آپؓ نے غزوۂ بدر میں بھی شرکت کی۔ آپؓ کے بیٹے کا نام یزید تھا جو کہ آپ کی اہلیہ اُمَامَہ بنت مُحَرِّث کے بطن سے پیدا ہوئے۔[49]

169

حضرت ضحاک بن عبد عمروؓ

ان کا تعلق بنو دِیْنار بن نَجَّار سے تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبدِ عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام سُمَیْراء بنت قَیْس تھا۔ آپؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت نعمان بن عبد عمرو ؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت نعمانؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی۔ آپ کے تیسرے بھائی قُطْبَہ بن عَبد عَمرو واقعہ بئر معونہ کے روز شہید ہوئے تھے۔[50]

170

حضرت ضمرہ بن عمرو جُھَنی ؓ

حضرت ضَمْرَہ ؓ کے والد کا نام عَمْرو بن عَدِی تھا اور بعض آپؓ کے والد کا نام بِشْر بھی بیان کرتے ہیں۔ آپؓ قبیلہ بنو طَرِیْف کے حلیف تھے جبکہ بعض کے نزدیک قبیلہ بنو ساعدہ کے حلیف تھے جو کہ سَعْد بن عُبَادہ کا قبیلہ تھا۔ حلیف یعنی ان کا آپس میں ایک معاہدہ تھا کہ جب بھی کسی کو ضرورت پڑے گی ایک دوسرے کی مدد کی تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ علامہ ابن اَثِیْر اُسد الغابہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ بنو طَرِیْف بنو سَاعِدہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ حضرت ضَمْرَہ غزوۂ

بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں آپؓ شہید ہوئے۔ [51]

(171)

حضرت طفیل بن حارثؓ

اپنے ایک بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

حضرت طُفیل بن حارث کا تعلق قریش سے تھا اور آپ کی والدہ کا نام سُخَیْلَہ بنت خُزَاعِی تھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت طُفَیل بن حارث اور حضرت مُنْذِر بن محمد کے ساتھ یا بعض دیگر روایات کے مطابق حضرت سُفیان بن نَسْر سے آپ کی مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

حضرت طُفَیل بن حارث اپنے بھائی حضرت عُبَیدہ اور حُصَین کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ اسی طرح آپ نے غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شامل ہونے کی توفیق پائی۔ ان کی وفات بتّیس ہجری میں ستر سال کی عمر میں ہوئی۔ [52]

(172)

حضرت طفیل بن مالک بن خنساءؓ

حضرت طُفَیل ؓ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عُبَید بن عَدِی سے تھا۔ حضرت طُفَیل ؓ کی والدہ کا نام اَسْمَاء بنت القَیْن تھا۔ حضرت طفیل ؓ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ آپ کی شادی اِدَام بنت قُرْط سے ہوئی جن سے آپؓ کے دو بیٹے عبداللہ اور رَبِیع پیدا ہوئے۔ [53]

(173)

حضرت طفیل بن نعمانؓ

حضرت طُفَیل کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپؓ کی والدہ خَنْسَاء بنت رِئَاب تھیں جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت طفیلؓ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام رُبَیِّع تھا۔ آپؓ بیعت عَقَبہ اور غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت طفیلؓ نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی اور اس روز آپؓ کو تیرہ زخم آئے تھے۔

غزوہ خندق میں شہادت

حضرت طفیل بن نعمانؓ غزوۂ خندق میں بھی شامل ہوئے اور اسی غزوہ میں شہادت کا رتبہ بھی حاصل کیا۔ وَحْشِی بن حَرْب نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ بعد میں وحشی آنحضور ﷺ پر ایمان لے آیا تھا۔ وحشی کہا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حمزہؓ اور حضرت طفیل بن نعمانؓ کو میرے ہاتھوں عزت بخشی لیکن مجھے ان کے ہاتھوں سے ذلیل نہیں کیا۔ یعنی میں کفر کی حالت میں قتل نہیں کیا گیا۔[54]

(174)

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت طلحہؓ کا تعلق قبیلہ بنو تَیْم بن مُرّہ سے تھا۔ ان کے والد کا نام عبید اللہ بن عثمان اور والدہ کا نام صَعْبَہ تھا جو عبد اللہ بن عِماد حضرمی کی بیٹی اور حضرت عَلَاء بن حضرمی کی بہن تھیں۔ حضرت طلحہؓ کی کنیت ابو محمد تھی۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِی کے والد کا نام عبد اللہ بن عماد حضرمی تھا۔ حضرت عَلَاء حضر موت سے تعلق رکھتے تھے اور حَرب بن امیہ کے حلیف تھے۔

آنحضور ﷺ نے ان کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ یہ تا وفات بحرین کے حاکم رہے۔ ان کی وفات

14 ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ ان کا ایک بھائی عامر بن حضرمی بدر کے دن کفر کی حالت میں مارا گیا اور دوسرا بھائی عمرو بن حضرمی مشرکوں میں سے پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اس کا مال پہلا تھا جو بطور خُمس کے اسلام میں آیا۔[55]

ساتویں پشت میں حضرت طلحہؓ کا نسب نامہ مُرّہ بن کعب پر جا کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے اور چوتھی پشت میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ۔ ان کے والد عبید اللہ نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا لیکن والدہ نے لمبی زندگی پائی اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لا کر صحابیہ ہونے کا شرف پایا۔ ہجرت سے قبل یہ اسلام لے آئی تھیں۔[56]

جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے لیکن مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہوئے مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔ ان کی جنگ بدر میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنی روانگی سے دس روز پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کو قافلے کی خبر رسانی کے لیے بھیجا۔ دونوں روانہ ہو کر حَوْرَاء پہنچے تو وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ قافلہ ان کے پاس سے گزرا۔ حَوْرَاء بحیرۂ احمر پر واقع ایک پڑاؤ ہے جہاں سے حجاز اور شام کے درمیان چلنے والے قافلے گزرتے تھے۔ بہر حال رسول اللہ ﷺ کو حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ کے واپس آنے سے پہلے ہی یہ خبر معلوم ہو گئی۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو بلایا اور قریش کے قافلے کے قصد سے روانہ ہوئے مگر قافلہ ایک دوسرے راستے یعنی ساحل کے راستے سے تیزی سے نکل گیا۔ اس کا پہلے بھی ایک جگہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور قافلہ والے تلاش کرنے والوں سے بچنے کے لیے دن رات چلتے رہے۔ یہ قافلہ کافروں کا، مکے والوں کا تھا۔ حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ مدینے کے ارادے سے روانہ ہوئے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو قافلے کی خبر دیں۔ ان دونوں کو آپؐ کی غزوۂ بدر کے لیے روانگی کا علم نہیں تھا۔ وہ مدینہ اس دن پہنچے جس دن رسول اللہ ﷺ نے بدر میں قریش کے لشکر سے جنگ کی۔ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینے سے روانہ ہوئے اور آپؐ کی بدر سے واپسی پر تُرْبَان میں ملے۔ تُرْبَان بھی مدینے سے انیس میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے جس میں کثرت سے میٹھے پانی کے کنویں ہیں۔ غزوۂ بدر کے لیے جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا تھا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مالِ غنیمت میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے۔ **پس وہ دونوں بدر میں شاملین ہی قرار دیے گئے۔**[57]

عشرہ مبشرہ میں سے ایک

حضرت طلحہؓ غزوۂ احد اور باقی دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے موقعے پر بھی

موجود تھے۔ یہ ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان آٹھ لوگوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ان پانچ لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ سے اسلام قبول کیا تھا۔ **یہ حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوریٰ کمیٹی کے چھ ممبران میں سے ایک تھے۔** یہ وہ احباب تھے جن سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے۔[58]

قبول اسلام کا واقعہ

یزید بن رُوْمَان روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دونوں حضرت زبیر بن عوامؓ کے پیچھے نکلے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور ان دونوں کو قرآن پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا اور ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے شرف کا وعدہ کیا۔ اس پر آپ دونوں یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لے آئے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں حال ہی میں ملک شام سے واپس آیا ہوں جب واپسی پر مَعَان، یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو مؤتہ سے پہلے واقع ہے۔ غزوۂ مؤتہ کے موقع پر اس جگہ پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ رومیوں کا دولاکھ کا لشکر مسلمانوں کے لیے تیار ہے تو صحابہؓ یہاں دو دن ٹھہرے رہے۔ بہرحال یہ کہتے ہیں کہ میں جب واپسی پر مَعَان اور زَرْقَاء، یہ بھی مقام مَعَان کے ساتھ واقع ہے، کے درمیان پہنچا اور ہمارا وہاں پڑاؤ تھا۔ ہم سوئے ہوئے تھے کہ ایک منادی کرنے والے نے یہ اعلان کیا کہ اے سونے والو! جاگو کہ احمدؐ مکے میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر ہم وہاں سے واپس پہنچے تو آپؐ کے بارے میں سنا۔[59]

ملک شام کے ایک راہب کا کہنا کہ احمد ﷺ ظاہر ہو گیا ہے

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بُصریٰ (جو ملکِ شام کا ایک عظیم شہر ہے۔ آنحضرت ﷺ اپنے چچا کے ہمراہ تجارتی سفر کے دوران اس شہر میں قیام فرما ہوئے تھے تو کہتے ہیں کہ میں بُصریٰ) کے بازار میں موجود تھا کہ ایک راہب اپنے صَوْمَعَہ یعنی یہودیوں کی عبادت گاہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ قافلے والوں سے پوچھو کہ ان میں کوئی شخص اہلِ حرم میں سے بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں! میں ہوں۔ اس نے پوچھا کیا احمدؐ ظاہر ہو گیا ہے؟ تو حضرت طلحہؓ نے کہا کہ کون احمد؟ اس نے کہا عبد اللہ بن عبد المطلب کا بیٹا۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں وہ ظاہر ہو گا اور وہ آخری نبی ہو گا۔ ان کے ظاہر ہونے کی جگہ حرم ہے اور ان کی ہجرت گاہ کھجور کے باغ اور پتھریلی اور شور اور کلر والی زمین کی طرف ہو گی۔ تم انہیں چھوڑ نہ دینا۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ اس نے جو کچھ کہا وہ میرے دل میں بیٹھ گیا۔ میں تیزی کے ساتھ روانہ ہوا اور مکے آ گیا۔ دریافت کیا کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں محمد بن عبد اللہ امین، مکہ

والے آپؐ کو امین کہا کرتے تھے، امین نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ، حضرت ابو بکرؓ کی کنیت تھی انہوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ کہتے ہیں میں روانہ ہوا اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تم نے ان صاحب کی پیروی کی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ تم بھی ان کے پاس چلو اور ان کی پیروی کرو کیونکہ وہ حق کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو راہب کی گفتگو بیان کی۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت طلحہؓ کو ساتھ لے کر نکلے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کو حاضر کیا۔ حضرت طلحہؓ نے اسلام قبول کیا اور جو کچھ راہب نے کہا تھا اس کی رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ اس سے خوش ہوئے۔[60]

حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ایک رسی سے باندھ دیا

تاریخ کی ایک کتاب طبقات الکبریٰ میں اس کا ذکر ہے۔ جب حضرت طلحہؓ اسلام لائے تو نوفل بن خُوَیْلَد بن عَدَوِیَّہ نے انہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو ایک رسی سے باندھ دیا۔ اس لیے انہیں اور حضرت ابو بکرؓ کو قَرِیْنَیْن یعنی دو ساتھی بھی کہتے تھے۔ نوفل قریش میں اپنی سختی کی وجہ سے مشہور تھا۔ ان کو باندھنے والوں میں ان کا بھائی یعنی حضرت طلحہؓ کا بھائی عثمان بن عبید اللہ بھی تھا۔ باندھا اس لیے تھا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیں اور اسلام سے باز آ جائیں۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! عَدَوِیَّہ کے شر سے انہیں بچا۔[61]

حضرت مسعود بن خراشؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بہت سارے لوگ ایک نوجوان کا پیچھا کر رہے ہیں جس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ طلحہ بن عبید اللہؓ بے دین ہو گیا ہے اور ان کی والدہ صَعْبَہ ان کے پیچھے پیچھے غصے میں ان کو گالیاں دیے جا رہی تھی۔[62]

مدینہ کی طرف ہجرت

عبد اللہ بن سعد نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے کی طرف ہجرت کرتے ہوئے خَرَّارْ، یہ بھی ایک وادی ہے جو حجاز کے قریب واقع ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مدینے کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ بہر حال جب یہ خَرَّارْ مقام سے روانہ ہوئے تو صبح کے وقت حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ملے جو شام سے قافلے کے ہمراہ آئے تھے۔ **انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کو شامی کپڑے پہنائے** اور رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دی کہ اہل مدینہ بہت دیر سے منتظر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چلنے میں تیزی اختیار فرمائی اور حضرت طلحہؓ مکے چلے گئے۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینے پہنچ گئے۔[63]

مکہ اور پھر مدینہ میں مؤاخات

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے مکے میں جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل

ان دونوں کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی اور جب مسلمان ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

ایک دوسرے قول کے مطابق ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی اور ایک تیسری روایت یہ ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ جب حضرت طلحہؓ نے مدینے ہجرت کی تو وہ حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے مکان پر ٹھہرے۔[64]

مالی قربانیاں اور نبی اکرم ﷺ کا انہیں فیاض قرار دینا

حضرت طلحہؓ کی بعض مالی قربانیوں کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے انہیں فیاض قرار دیا تھا۔ بہت فیاض ہیں۔ چنانچہ غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک چشمے پر سے ہوا تو آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس کنویں کا نام بَیْسَانْ ہے اور یہ نمکین ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں اس کا نام نُعْمَان ہے اور یہ میٹھا اور پاک ہے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اس کو خریدا اور وقف کر دیا۔ اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ جب حضرت طلحہؓ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور یہ واقعہ بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا طلحہ! تم تو بڑے فیاض ہو۔ **پس ان کو 'طلحہ فیاض' کے نام سے پکارا جانے لگا۔**

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد طلحہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ **رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن حضرت طلحہ کا نام طَلْحَۃُ الْخَیْر** رکھا۔ غزوۂ تبوک اور غزوۂ ذی قرد کے موقعے پر طَلْحَۃُ الْفَیَّاض رکھا اور غزوۂ حنین کے روز طَلْحَۃُ الْجُود رکھا۔ اس کا مطلب بھی فیاضی ہے، سخاوت ہے۔[65]

سَائِب بن یزید سے مروی ہے کہ میں سفر و حضر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہمراہ رہا مگر مجھے عام طور پر روپے اور کپڑے اور کھانے پر طلحہؓ سے زیادہ سخی کوئی نہیں نظر آیا۔[66]

رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی۔ جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ ثابت قدم رہے اور وہ اپنی جان پر کھیل کر آپ ﷺ کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ بیعت کرنے والے لوگوں میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت ابودُجانہؓ شامل تھے۔[67]

جنگ احد کے دن آنحضرت ﷺ کو بچاتے ہوئے تیر اپنے ہاتھوں پر لینے والے

حضرت طلحہؓ احد کے دن حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اس روز رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ثابت قدم رہے اور آپؐ سے موت پر بیعت کی۔ مالک بن زُہَیر نے رسول اللہ ﷺ کو تیر مارا تو حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو اپنے ہاتھ سے بچایا۔ تیر ان کی چھوٹی انگلی میں لگا جس سے وہ بے کار ہو گئی۔ جس وقت انہیں تیر لگا، جو پہلا تیر لگا تو تکلیف سے ان کی

'سی' کی آواز نکلی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ بسم اللہ کہتے تو اس طرح جنت میں داخل ہوتے کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے۔ بہرحال اس روز، تاریخ کی ایک کتاب میں آگے لکھا ہے کہ جنگِ احد کے اس روز حضرت طلحہؓ کے سر میں ایک مشرک نے دو دفعہ چوٹ پہنچائی۔ ایک مرتبہ جبکہ وہ اس کی طرف آ رہے تھے۔ دوسری دفعہ جبکہ وہ اس سے رخ پھیر رہے تھے۔ اس سے کافی خون بہا۔[68]

حضرت طلحہ کا ہاتھ جو رسول اللہ ﷺ کو تیروں سے بچاتے ہوئے شل ہو گیا تھا

اسی واقعہ کی اور تفصیل سیرۃ الحلبیہ میں ایک روایت میں اس طرح بھی ہے کہ قیس بن ابوحازمؒ کہتے ہیں کہ میں نے احد کے دن حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ہاتھ کا حال دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کو تیروں سے بچاتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اس میں نیزہ لگا تھا اور اس سے اتنا خون بہا کہ کمزوری سے بیہوش ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالے یہاں تک کہ ان کو ہوش آیا۔ ہوش آنے پر انہوں نے فوراً پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے کہا وہ خیریت سے ہیں اور انہوں نے ہی مجھے آپؐ کی طرف بھیجا ہے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَہٗ جَلَلٌ کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں۔ ہر مصیبت آپ ﷺ کے بعد چھوٹی ہے۔[69]

اسی جنگ کے واقعے کی ایک روایت ایک تاریخ میں اس طرح ملتی ہے کہ حضرت زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ احد کے دن دو زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ نے چٹان پر چڑھنا چاہا مگر زرہوں کے وزن کی وجہ سے اور سر اور چہرے پر چوٹ سے خون بہنے کی وجہ سے، (آپؐ زخمی ہوئے تھے اس کے بعد کا یہ واقعہ ہے) آپ ﷺ کو کمزوری ہو گئی تھی تو چٹان پہ چڑھ نہ سکے۔ **آپ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو نیچے بٹھایا اور ان کے اوپر پیر رکھ کر چٹان پر چڑھے۔** حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔[70]

اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ان کی لنگڑاہٹ دور ہو گئی

پھر ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت طلحہؓ کی ایک ٹانگ میں لنگڑاہٹ تھی جس کی وجہ سے وہ صحیح چال کے ساتھ چل نہیں سکتے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اٹھایا تو وہ بہت کوشش کر کے اپنی چال اور اپنے قدم ٹھیک رکھ رہے تھے تا کہ لنگڑاہٹ کی وجہ سے آنحضرتؐ کو تکلیف نہ ہو۔ **اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ان کی لنگڑاہٹ دور ہو گئی۔**[71]

عائشہ اور ام اسحاق جو حضرت طلحہؓ کی بیٹیاں تھیں، ان دونوں نے بیان کیا کہ احد کے دن ہمارے والد کو چوبیس زخم لگے جن میں سے ایک چوکور زخم سر میں تھا اور پاؤں کی رَگ کٹ گئی تھی۔ انگلی شَل ہو گئی تھی اور باقی زخم جسم پر تھے۔ ان پر غشی کا غلبہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے آپؐ کا چہرہ بھی زخمی تھا۔ آپؐ پر بھی غشی کا غلبہ تھا۔ حضرت طلحہؓ آپؐ کو اٹھا کر، اپنی پیٹھ پر اس طرح الٹے قدموں پیچھے ہٹے کہ جب کبھی مشرکین میں سے کوئی ملتا تو وہ اس سے لڑتے یہاں تک کہ

آپؐ کو گھاٹی میں لے گئے اور سہارے سے بٹھا دیا۔ یہ طبقات الکبریٰ کا حوالہ ہے۔[72]

غزوۂ احد اور جانباز اور وفادار صحابی...... حضرت مصلح موعودؓ کا بیان

غزوۂ احد کے دن جب خالد بن ولید نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے جو تفصیل مختلف روایتوں سے لے کے بیان فرمائی ہے، وہ جو پچھلے واقعات گزر چکے ہیں ان کی مزید تفصیل ہے۔ وہ حضرت طلحہؓ کی ثابت قدمی اور قربانی کے معیار کا ایک عجیب نظارہ پیش کرتی ہے۔ پہلے بھی اسی سے جو دیکھ چکے ہیں، سن چکے ہیں اسی سے یہ معیار نظر آرہا ہے لیکن بہر حال اس کی تفصیل کچھ اور اس طرح ہے جو آپؓ نے بیان فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ "چند صحابہؓ دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ تیس تھی۔ کفار نے شدت کے ساتھ اس مقام پر حملہ کیا جہاں رسول کریم ﷺ کھڑے تھے۔ یکے بعد دیگرے صحابہؓ آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مارے جانے لگے۔ علاوہ شمشیر زنوں کے تیر انداز اونچے ٹیلوں پر کھڑے ہو کر رسول کریم ﷺ کی طرف بے تحاشہ تیر مارتے تھے۔" یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن اس وقت بے تحاشا تیر مارتے تھے۔ "اس وقت طلحہؓ نے جو قریش میں سے تھے اور مکہ کے مہاجرین میں شامل تھے، یہ دیکھتے ہوئے کہ دشمن سب کے سب تیر رسول اللہ ﷺ کے منہ کی طرف پھینک رہا ہے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے منہ کے آگے کھڑا کر دیا۔ تیر کے بعد تیر جو نشانہ پر گرتا تھا وہ طلحہؓ کے ہاتھ پر گرتا تھا مگر جانباز اور وفادار صحابیؓ اپنے ہاتھ کو کوئی حرکت نہیں دیتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے اور طلحہؓ کا ہاتھ زخموں کی شدت کی وجہ سے بالکل بے کار ہو گیا اور صرف ایک ہی ہاتھ ان کا باقی رہ گیا۔ سالہا سال بعد اسلام کی چوتھی خلافت کے زمانہ میں جب مسلمانوں میں خانہ جنگی واقع ہوئی تو کسی دشمن نے طعنہ کے طور پر طلحہؓ کو کہاٹُنڈا۔ اس پر ایک دوسرے صحابیؓ نے کہاہاں ٹُنڈا ہی ہے **مگر کیسا مبارک ٹُنڈا ہے۔ تمہیں معلوم ہے طلحہ کا یہ ہاتھ رسول کریم ﷺ کے منہ کی حفاظت میں ٹُنڈا ہوا تھا۔ احد کی جنگ کے بعد کسی شخص نے طلحہؓ سے پوچھا کہ جب تیر آپؓ کے ہاتھ پر گرتے تھے تو کیا آپؓ کو درد نہیں ہوتی تھی اور کیا آپؓ کے منہ سے اُف نہیں نکلتی تھی؟ طلحہؓ نے جواب دیا۔ درد بھی ہوتی تھی اور اُف بھی نکلنا چاہتی تھی لیکن میں اُف کرتا نہیں تھا تا ایسا نہ ہو کہ اُف کرتے وقت میرا ہاتھ ہِل جائے اور تیر رسول اللہ ﷺ کے منہ پر آگرے۔**"[73]

ستر زخم کھانے پر بھی آنحضرت ﷺ کے زخموں کا فکر

غزوۂ حمراء الاسد کے موقعے پر تعاقب میں روانہ ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ کو حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ ملے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: طلحہ تمہارے ہتھیار کہاں ہیں؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کیا کہ قریب ہی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لائے حالانکہ اس وقت طلحہؓ کے صرف سینے پر ہی احد کی جنگ کے نو زخم تھے۔ ان کے جسم پر کل ملا کر ستر سے اوپر زخم تھے۔ حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے زخموں کی نسبت آنحضرت ﷺ کے زخموں کے متعلق زیادہ فکر مند تھا۔

آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ تم نے دشمن کو کہاں دیکھا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ نشیبی علاقے میں۔ آپؐ نے فرمایا یہی میرا بھی خیال تھا جہاں تک ان کا یعنی قریش کا تعلق ہے تو **آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مکے کو ہمارے ہاتھوں سے فتح کر دے گا۔**[74]

ایک مہم پر بھیجا جانا

غزوۂ تبوک کے موقعے پر آنحضرت ﷺ کو خبر ملی کہ بعض منافقین سُوَیْلِم یہودی کے گھر جمع ہو رہے ہیں اور اس کا گھر جَاسُوم مقام کے قریب تھا۔ جاسوم کو بِئْرِ جَاسِم بھی کہتے ہیں۔ یہ شام کی سمت میں رَاتِج کے نواح میں ابو ھَیْثَم بن تَیِّهَان کا کنواں تھا اور اس کا پانی بہت عمدہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا پانی پیا تھا۔ بہر حال وہ اس کے گھر جمع ہو رہے تھے اور وہ منافق ان لوگوں کو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو بعض اصحاب کی معیت میں اس کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سُوَیْلِم کے گھر کو آگ لگا دی جائے۔ حضرت طلحہؓ نے ایسا ہی کیا۔ ضَحَّاك بن خلیفہ گھر کے عقب سے بھاگنے لگا۔ اس دوران اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے باقی اصحاب فرار ہو گئے۔[75]

طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے دو ہمسائے

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے دو ہمسائے ہوں گے۔[76]

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں میں سے ایک حضرت کعب بن مالکؓ بھی تھے۔ ان کا بائیکاٹ ہوا۔ چالیس روز کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور معافی کا اعلان ہوا اور یہ مسجد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے آگے بڑھ کر حضرت کعبؓ سے مصافحہ کیا۔ ان کو مبارک باد دی۔ سوائے حضرت طلحہؓ کے مجلس سے کوئی نہ اٹھا تھا۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت طلحہؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔[77]

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نو لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی یہی گواہی دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔ کہا گیا یہ کیسے ممکن ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حراء پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ ٹھہر ارہ اے حِراء! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید کے علاوہ کوئی اور نہیں۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت سعیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں۔ یہ نو لوگ تھے۔ پوچھا گیا دسویں کون ہیں؟ تو انہوں نے تھوڑی دیر توقف کیا اور پھر حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا کہ وہ مَیں ہوں۔[78]

حضرت سعید بن جبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت عبد الرحمٰنؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کا مقام ایسا تھا کہ میدانِ جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے لڑتے تھے اور نماز میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔[79]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہؓ کو دیکھ لے۔

حضرت موسیٰ بن طلحہؓ اور حضرت عیسیٰ بن طلحہؓ اپنے والد حضرت طَلْحہ بن عُبَیْدُاللہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحابِ رسول ﷺ کہتے تھے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں یہ پوچھتا ہوا حاضر ہوا کہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ یعنی وہ جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا، سے کون مراد ہے؟ اعرابی نے جب آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر اس نے پوچھا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے پوچھا مگر پھر بھی، تیسری دفعہ بھی آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ یعنی حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ پھر میں مسجد کے دروازے سے سامنے آیا۔ میں نے اس وقت سبز لباس پہنا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے، حضرت طلحہؓ کو دیکھا تو فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے جو پوچھتا تھا کہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ سے کون مراد ہے؟ اعرابی نے کہا یا رسول اللہؐ! میں حاضر ہوں۔ حضرت طلحہؓ کہتے ہیں آپؐ نے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا دیکھو یہ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ کا مصداق ہے۔[80]

عبد الرحمٰن بن عثمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے ساتھ تھے۔ ہم لوگوں نے احرام باندھ رکھا تھا۔ کوئی شخص ہمارے پاس ایک پرندہ بطور ہدیہ کے لایا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے اسے کھا لیا اور کچھ لوگوں نے اجتناب کیا۔ جب حضرت طلحہؓ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں سے موافقت اختیار کی جنہوں نے اسے کھا لیا تھا اور فرمایا کہ ہم نے بھی حالتِ احرام میں دوسرے کا شکار نبی ﷺ کی موجودگی میں کھا لیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے جسم پر دو کپڑے دیکھے جو سرخ مٹی میں رنگے ہوئے تھے حالانکہ وہ احرام میں تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے طلحہ! ان دونوں کپڑوں کا کیا حال ہے یعنی یہ رنگے کیوں ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین! میں نے تو انہیں مٹی میں رنگا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے صحابہ کی جماعت! تم امام ہو۔ لوگ تمہاری اقتدا کریں گے۔ اگر کوئی جاہل تمہارے جسم پر یہ دونوں کپڑے دیکھے گا تو کہے گا کہ طلحہؓ رنگین کپڑے پہنتے ہیں

حالانکہ وہ حالت احرام میں ہیں۔ اعتراض کرے گا کہ سفید کی بجائے رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں چاہے جس چیز میں بھی تم نے مرضی رنگا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا احرام باندھنے والے کے لیے سب سے اچھا لباس سفید ہے۔ اس لیے لوگوں کو شبہ میں نہ ڈالو۔

سات لاکھ درہم ایک رات میں خدا کی راہ میں تقسیم کر دیئے

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے اپنی ایک زمین حضرت عثمان بن عفانؓ کو سات لاکھ درہم میں فروخت کی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ رقم ادا کر دی۔

جب حضرت طلحہؓ یہ رقم اپنے گھر لے آئے تو انہوں نے کہا کہ اگر کسی شخص کے پاس رات بھر اس قدر رقم پڑی رہے تو کیا معلوم اس شخص کے متعلق رات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم نازل ہو جائے۔ زندگی موت کا کچھ پتا نہیں۔

چنانچہ حضرت طلحہؓ نے وہ رات اس طرح بسر کی کہ ان کے قاصد اس مال کو لے کر مستحقین کو دینے کے لیے مدینے کی گلیوں میں پھرتے رہے یہاں تک کہ جب صبح ہو گئی تو اس رقم میں سے ان کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا۔[81]

ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ حضرت عثمانؓ سے اس وقت ملے جبکہ آپؓ مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ آپؓ کے پچاس ہزار درہم میرے پاس تھے وہ میں نے حاصل کر لیے ہیں۔ آپؓ انہیں وصول کرنے کے لئے کسی شخص کو میری طرف بھیج دیں۔ یعنی کسی وقت لیے تھے اب انتظام ہو گیا اب وہ وصول کر لیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ آپؓ کی مروت کی وجہ سے وہ ہم نے آپؓ کو ہبہ کر دیے ہیں۔[82]

جنگ جمل میں شہادت

حضرت طلحہؓ کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی تھی۔ اس بارے میں روایت ہے۔ قیس بن ابوحازم سے مروی ہے کہ مَروان بن حَکم نے جنگِ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے گھٹنے میں تیر مارا تو رگ میں سے خون بہنے لگا۔ جب اسے ہاتھ سے پکڑتے تھے تو خون رک جاتا اور جب چھوڑ دیتے تو بہنے لگتا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اللہ کی قسم! اب تک ہمارے پاس ان لوگوں کے تیر نہیں آئے۔ پھر کہا زخم کو چھوڑ دو کیونکہ یہ تیر اللہ نے بھیجا ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ جنگِ جمل کے دن 10 جمادی الثانی 36 ہجری میں شہید کیے گئے تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 64 سال تھی۔ ایک روایت کے مطابق 62 سال عمر تھی۔[83]

حضرت طلحہؓ........ کی برائی کرنے والے کا عبرتناک انجام

سعید بن مُسَیّب سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی برائی

بیان کر رہا تھا۔ حضرت سعد بن مالکؓ یعنی حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کو برا بھلا نہ کہو۔ وہ نہ مانا۔ حضرت سعدؓ اٹھے اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد اس کے دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر یہ باتیں جو یہ کہہ رہا ہے تیری ناراضگی کا باعث ہیں تو اس پر میری آنکھوں کے سامنے کوئی بلا نازل فرما دے اور اس کو لوگوں کے لیے باعث عبرت بنا دے۔ پس وہ شخص نکلا تو اس کا سامنا ایک ایسے اونٹ سے ہوا جو لوگوں کو چیرتا ہوا آ رہا تھا۔ اس اونٹ نے اس شخص کو ایک پتھریلے میدان میں جا پکڑا اور اس شخص کو اپنے سینے اور زمین کے درمیان رکھا اور اسے پیس کر مار ڈالا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ اے ابو اسحاق! آپ کو مبارک ہو۔ آپ کی دعا قبول ہو گئی۔[84]

خواب میں آکر کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو

علی بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت طلحہؓ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو۔ مجھے پانی بہت تکلیف دیتا ہے۔ اسی طرح پھر دوبارہ انہیں خواب میں دیکھا۔ غرض متواتر تین بار دیکھا تو وہ شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور ان سے اپنی خواب بیان کی۔ لوگوں نے جا کر انہیں دیکھا تو ان کا وہ حصہ جو زمین سے ملا ہوا تھا پانی کی تری سے سبز ہو گیا تھا۔ پس لوگوں نے حضرت طلحہؓ کو اس قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا۔ راوی کہتے تھے کہ گویا میں اب بھی اس کافور کو دیکھ رہا ہوں جو ان کی دونوں آنکھوں میں لگا ہوا تھا۔ اس میں بالکل تغیر نہ آیا تھا۔ صرف ان کے بالوں میں کچھ فرق آ گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے۔ لوگوں نے حضرت ابوبَکْرہ ؓ کے گھر میں سے ایک گھر دس ہزار درہم پر خریدا اور اس میں حضرت طلحہؓ کو دفن کر دیا۔[85]

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو عراق کی زمینوں سے چار اور پانچ لاکھ دینار مالیت کا غلہ ہوتا تھا۔ اور علاقہ سَرَاۃ جو جزیرہ نما عرب کے مغربی طرف شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا پہاڑی سلسلہ ہے اس کو جبل السّراء بھی کہتے ہیں وہاں سے کم از کم دس ہزار دینار کی مالیت کا غلہ ہوتا تھا۔ ان کی دیگر زمینوں سے بھی غلہ حاصل ہوتا تھا۔ بنو تَیم کا کوئی مفلس ایسا نہ تھا کہ انہوں نے اس کی اور اس کے عیال کی حاجت روائی نہ کی ہو۔ ان کی بیواؤں کا نکاح نہ کرایا ہو۔ ان کے تنگ دستوں کو خادم نہ دیا ہو یعنی خدمت کرنے کے لیے تنگ دستوں کی بھی مدد کی۔ اور ان کے مقروضوں کا قرض نہ ادا کیا ہو، سب کے قرض بھی ادا کیا کرتے تھے۔ نیز ہر سال جب انہیں غلے سے آمدنی آتی تو حضرت عائشہؓ کو دس ہزار درہم بھیجتے۔[86]

حضرت معاویہ نے موسیٰ بن طلحہ سے پوچھا کہ ابو محمد یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے کتنا مال چھوڑا؟ انہوں نے کہا کہ بائیس لاکھ درہم اور دو لاکھ دینار۔ ان کا سارا مال غلے سے حاصل ہوتا تھا جو کئی مختلف زمینوں سے آمد ہوتی تھی۔[87] ان کی شہادت جنگِ جمل میں ہوئی۔[88]

جنگ جمل اور اس ضمن میں بعض سوالات کا جواب

حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کی بابت ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس حوالے سے صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ تفصیل لکھی گئی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب تھا تو لوگوں نے کہا امیر المومنین وصیت کر دیں۔ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں۔ انہوں نے فرمایا میں اس خلافت کا حق دار ان چند لوگوں سے بڑھ کر اَور کسی کو نہیں پاتا کہ رسول اللہ ﷺ ایسی حالت میں فوت ہوئے کہ آپؐ ان سے راضی تھے اور انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے پھر حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام لیا اور کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ تمہارے ساتھ شریک رہے گا لیکن اس خلافت میں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔ گویا یہ بات عبداللہ کو تسلی دینے کے لیے کہی ہے۔ اگر خلافت سعد کو مل گئی تو پھر وہی خلیفہ ہو۔ ورنہ جو بھی تم میں سے امیر بنایا جائے وہ سعد سے مدد لیتا رہے کیونکہ میں نے اس کو اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ کوئی خیانت کی تھی۔ نیز فرمایا میں اُس خلیفہ کو جو میرے بعد ہو گا پہلے مہاجرین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق ان کے لیے ادا کریں اور ان کی عزت کا خیال رکھیں۔ اور میں انصار کے متعلق بھی عمدہ سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے اپنے گھروں میں ایمان کو جگہ دی۔ جو ان میں سے کام کرنے والا ہو اسے قبول کیا جائے۔ اور میں سارے شہر کے باشندوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنے کی اس کو وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے پشت پناہ ہیں اور مال کے محصل ہیں اور دشمن کے کُڑھنے کا موجب ہیں۔ اور یہ کہ ان کی رضامندی سے ان سے وہی لیا جائے جو ان کی ضرورتوں سے بچ جائے۔ اور میں اس کو بدوی عربوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ عربوں کی جڑ ہیں اور اسلام کا مادہ ہیں اور یہ کہ ان کے ایسے مالوں سے لیا جائے جو ان کے کام کے نہ ہوں۔ اور پھر انہی کے محتاجوں کو دے دیا جائے۔ اور میں اس کو اللہ کے ذمے اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے کرتا ہوں۔ جن لوگوں سے عہد لیا گیا ہو ان کا عہد ان کے لیے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لیے ان سے مدافعت کی جائے اور ان سے بھی اتنا ہی لیا جائے جتنا ان کی طاقت ہو۔

جب آپؓ فوت ہو گئے تو ہم ان کو لے کر نکلے اور پیدل چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم کہا اور کہا عمر بن خطابؓ اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ ان کو اندر لے گئے اور وہاں ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھ دیے گئے۔ جب ان کی تدفین سے فراغت ہوئی تو وہ آدمی جمع ہوئے جن کا نام حضرت عمرؓ نے لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اپنا معاملہ اپنے میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دو۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت علیؓ کو دیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عثمانؓ کو دیا اور حضرت سعدؓ نے کہا میں نے اپنا اختیار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا آپ دونوں میں سے جو بھی اس امر سے دستبردار ہو گا ہم اسی کے حوالے اس معاملے کو کر دیں گے اور اللہ اور اسلام اس کا نگران ہوں۔ اور وہ ان میں سے اسی کو تجویز کرے گا جو اس کے نزدیک افضل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے

نزدیک افضل ہے۔ اس بات نے دونوں بزرگوں کو خاموش کر دیا یعنی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کیا آپ اس معاملے کو میرے سپرد کرتے ہیں اور اللہ میرا نگران ہے کہ جو آپ میں سے افضل ہے اس کو تجویز کرنے کے متعلق کوئی بھی کمی نہیں کروں گا۔ ان دونوں نے کہا اچھا۔ پھر عبدالرحمٰنؓ ان دونوں میں سے ایک کا ہاتھ پکڑ کے الگ لے گئے اور کہنے لگے آپ کا آنحضرت ﷺ سے رشتہ کا تعلق ہے اور اسلام میں بھی وہ مقام ہے جو آپ بھی جانتے ہیں۔ اللہ آپ کا نگران ہے۔ بتائیں اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو کیا آپ ضرور انصاف کریں گے؟ اور اگر میں عثمان کو امیر بناؤں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور ان کا حکم مانیں گے؟ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ دوسرے کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی ویسے ہی کہا۔ جب انہوں نے پختہ عہد لے لیا تو کہنے لگے عثمان آپ اپنا ہاتھ اٹھائیں اور انہوں نے ان سے بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی ان سے بیعت کی اور گھر والے اندر آ گئے اور انہوں نے بھی ان سے بیعت کی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[89]

حضرت مصلح موعودؓ **انتخاب خلافت حضرت عثمان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے** اس واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپؓ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں گے۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بھی آپؓ نے اس مشورے میں شامل کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مقداد بن اسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دیتے رہیں اور فرمایا کہ جس پر کثرتِ رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبداللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلے پر وہ راضی نہ ہوں تو جس طرف عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ آخر پانچوں اصحابؓ نے مشورہ کیا۔ کیونکہ طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہ تھے مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فیصلے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینے کے گھر گھر گئے اور

مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے؟ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔[90]

یہ تاریخوں کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ کا بیان ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت طلحہؓ حضرت عمرؓ کی وصیت کے وقت حاضر نہ تھے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت حاضر ہوئے جب مشاورت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ایک روایت کے مطابق جسے زیادہ درست قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کے بعد حاضر ہوئے تھے۔[91]

بہر حال حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور پھر یہ نظام معمول پر آنے لگا۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو تمام لوگ حضرت علیؓ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے جن میں صحابہؓ اور اس کے علاوہ تابعین بھی شامل تھے۔ وہ سب یہی کہہ رہے تھے کہ علیؓ امیر المومنین ہیں یہاں تک کہ وہ آپؓ کے گھر حاضر ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ پس آپؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے کیونکہ آپؓ اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے بلکہ یہ اصحابِ بدر کا کام ہے جس کے بارے میں اصحابِ بدر راضی ہوں تو وہ خلیفہ ہو گا۔ پس وہ سب اصحابِ بدر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر انہوں نے عرض کی ہم کسی کو آپؓ سے زیادہ اس کا حق دار نہیں دیکھتے۔ پس اپنا ہاتھ بڑھائیں کہ ہم آپؓ کی بیعت کریں۔ آپؓ نے فرمایا طلحہؓ اور زبیرؓ کہاں ہیں؟ سب سے پہلے آپؓ کی زبانی بیعت حضرت طلحہؓ نے کی اور دستی بیعت حضرت سعدؓ نے کی۔ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو مسجد گئے اور منبر پر چڑھے۔ سب سے پہلا شخص جو آپؓ کے پاس اوپر آیا اور انہوں نے بیعت کی وہ حضرت طلحہؓ تھے۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور باقی اصحابؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی۔[92]

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا نہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ یہ ذکر آپ اپنی ایک تقریر میں کر رہے ہیں جہاں خواجہ کمال الدین صاحب کے بعض اعتراضوں کے جواب میں آپؓ نے یہ ذکر فرمایا اور یہ ذکر بیان کرنا انتہائی ضروری ہے اس لیے میں بیان کر رہا ہوں۔ آپؓ، حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

"طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کے بیعت نہ کرنے سے آپ حجت نہ پکڑیں۔" یعنی خواجہ صاحب کو کہہ رہے ہیں۔ "ان کو انکارِ خلافت نہ تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا سوال تھا۔ پھر میں آپ کو بتاؤں جس نے آپ سے کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی وہ غلط کہتا ہے۔ حضرت عائشہؓ تو اپنی غلطی کا اقرار کر کے مدینہ جا بیٹھیں اور طلحہؓ اور زبیرؓ نہیں فوت ہوئے جب تک بیعت نہ کر لی۔ چنانچہ چند حوالہ جات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔" خصائص کبریٰ کی جلد ثانی کا حوالہ ہے۔ حاکم نے روایت کی ہے۔ عربی حصہ ہے وہ میں چھوڑتا ہوں۔ ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔

"حاکم نے روایت کی ہے کہ ثور بن مجزاء نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں واقعہ جمل کے دن حضرت طلحہؓ کے پاس سے گزرا۔ اس وقت ان کی نزع کی حالت قریب تھی۔ مجھ سے پوچھنے لگے کہ تم کون سے گروہ میں سے ہو؟ میں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی جماعت میں سے ہوں تو کہنے لگے اچھا اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔" چنانچہ انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی" اور پھر جان بحق تسلیم کر گئے۔ میں نے آ کر حضرت علیؓ سے تمام واقعہ عرض کر دیا۔ آپؓ سن کر کہنے لگے۔ اللہ اکبر! خدا کے رسولؐ کی بات کیا سچی ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ طلحہ میری بیعت کے بغیر جنت میں نہ جائے۔

آپؓ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔" ...... حضرت عائشہؓ کے پاس ایک دفعہ واقعہ جمل مذکور ہوا تو کہنے لگیں کیا لوگ واقعہ جمل کا ذکر کرتے ہیں؟ کسی ایک نے کہا جی۔ اسی کا ذکر ہے۔ کہنے لگیں کہ کاش جس طرح اَور لوگ اس روز بیٹھے رہے میں بھی بیٹھی رہتی۔ اس بات کی تمنا مجھے اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس بچے جنتی جن میں سے ہر بچہ عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام جیسا ہوتا۔" پھر اگلی بات جو ہے وہ یہ ہے "...اور طلحہؓ اور زبیر عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں جن کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کا سچا ہونا یقینی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ انہوں نے خروج سے رجوع اور توبہ کر لی۔"[93] یہ حوالہ بھی حضرت مصلح موعودؓ نے دیا۔

جنگ جمل دراصل مخالفین اور منافقین کی بھڑکائی ہوئی آگ سے ہوئی

حضرت عثمانؓ کی شہادت، حضرت علیؓ کی بیعت اور جنگِ جمل کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: "قاتلوں کے گروہ مختلف جہات میں پھیل گئے تھے اور اپنے آپ کو الزام سے بچانے کے لیے دوسروں پر الزام لگاتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے مسلمانوں سے بیعت لے لی ہے تو ان کو آپ پر الزام لگانے کا عمدہ موقعہ مل گیا اور یہ بات درست بھی تھی کہ آپؓ "یعنی حضرت علیؓ" کے اردگرد حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے کچھ لوگ جمع بھی ہو گئے تھے۔ اس لیے ان "مخالفین کو منافقین" کو الزام لگانے کا عمدہ موقعہ حاصل تھا۔ چنانچہ ان میں سے جو جماعت مکہ کی طرف گئی تھی۔ اس نے حضرت عائشہؓ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جہاد کا اعلان کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا اور صحابہؓ کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت اس شرط پر کر لی تھی کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے جلد سے جلد بدلہ لیں گے۔ انہوں نے "یعنی ان دونوں نے " جلدی کے جو معنی سمجھے تھے۔ وہ حضرت علیؓ کے نزدیک خلافِ مصلحت تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پہلے تمام صوبوں کا انتظام ہو جائے۔ پھر قاتلوں کو سزا دینے کی طرف توجہ کی جائے کیونکہ اوّل مقدم اسلام کی حفاظت ہے۔ قاتلوں کے معاملہ میں دیر ہونے سے کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح قاتلوں کی تعیین میں بھی اختلاف تھا۔ جو لوگ نہایت افسردہ شکلیں بنا کر سب سے پہلے حضرت علیؓ کے پاس پہنچ گئے تھے اور اسلام میں تفرقہ ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے ان کی نسبت حضرت علیؓ کو بالطبع شبہ نہ ہوتا تھا کہ یہ لوگ فساد کے بانی ہیں۔

دوسرے لوگ ان پر شبہ کرتے تھے۔ اس اختلاف کی وجہ سے طلحہؓ اور زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت علیؓ اپنے عہد سے پھرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک شرط پر بیعت کی تھی اور وہ شرط ان کے خیال میں حضرت علیؓ نے پوری نہ کی تھی اس لیے وہ شرعاً اپنے آپ کو بیعت سے آزاد خیال کرتے تھے۔ جب حضرت عائشہؓ کا اعلان ان کو پہنچا تو وہ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔" یعنی حضرت عائشہؓ کے ساتھ "اور سب مل کر بصرہ کی طرف چلے گئے۔ بصرہ میں گورنر نے لوگوں کو آپ کے ساتھ ملنے سے باز رکھا لیکن جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ نے صرف اکراہ سے اور ایک شرط سے مقید کر کے حضرت علیؓ کی بیعت کی ہے تو اکثر لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ کو اس لشکر کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک لشکر تیار کیا اور بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بصرہ پہنچ کر آپ نے ایک آدمی کو حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ کی طرف بھیجا۔ وہ آدمی پہلے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپؓ کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ صرف اصلاح ہے اس کے بعد اس شخص نے طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلوایا اور ان سے پوچھا کہ آپؓ بھی اسی لیے جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔" جو وجہ بتائی تھی۔ "اس شخص نے جواب دیا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح ہے تو اس کا یہ طریق نہیں جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اس کا نتیجہ تو فساد ہے۔ اِس وقت ملک کی ایسی حالت ہے کہ اگر ایک شخص کو آپ قتل کریں گے تو ہزار اس کی تائید میں کھڑے ہو جائیں گے اور اس کا مقابلہ کریں گے تو اَور بھی زیادہ لوگ ان کی مدد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔ پس اصلاح یہ ہے کہ پہلے ملک کو اتحاد کی رسی میں باندھا جائے پھر شریروں کو سزا دی جائے ورنہ اس بدامنی میں کسی کو سزا دینا ملک میں اور فتنہ ڈلوانا ہے۔ حکومت پہلے قائم ہو جائے تو وہ سزا دے گی۔ یہ بات سن کر انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ کا یہی عندیہ ہے تو وہ آ جائیں ہم ان کے ساتھ ملنے کو تیار ہیں۔ اس پر اس شخص نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی اور طرفین کے قائمقام ایک دوسرے کو ملے اور فیصلہ ہو گیا کہ جنگ کرنا درست نہیں صلح ہونی چاہیے۔

جب یہ خبر سبائیوں کو (یعنی جو عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگ اور قاتلین حضرت عثمانؓ تھے) پہنچی تو ان کو سخت گھبراہٹ ہوئی۔ اور خفیہ خفیہ ان کی ایک جماعت مشورہ کے لیے اکٹھی ہوئی۔ انہوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلمانوں میں صلح ہو جانی ہمارے لیے سخت مضر ہو گی کیونکہ اسی وقت تک ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کی سزا سے بچ سکتے ہیں جب تک کہ مسلمان آپس میں لڑتے رہیں گے۔ **اگر صلح ہو گئی اور امن ہو گیا تو ہمارا ٹھکانہ کہیں نہیں۔ اس لیے جس طرح سے ہو صلح نہ ہونے دو۔** اتنے میں حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے اور آپؓ کے پہنچنے کے دوسرے دن آپؓ کی اور حضرت زبیرؓ کی ملاقات ہوئی۔ وقتِ ملاقات حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے میرے لڑنے کے لیے تو لشکر تیار کیا ہے مگر کیا خدا کے حضور میں پیش کرنے کے لیے کوئی عذر بھی تیار کیا ہے؟ آپ لوگ کیوں اپنے ہاتھوں سے اس اسلام کے تباہ کرنے کے درپے ہوئے ہیں جس کی خدمت سخت جانکاہیوں سے کی تھی۔ کیا میں آپ لوگوں کا بھائی نہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ پہلے تو ایک دوسرے کا خون حرام سمجھا جاتا تھا لیکن اب حلال ہو گیا۔ اگر کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہوتی تو بھی بات تھی جب کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو پھر یہ مقابلہ کیوں ہے؟ اس پر

حضرت طلحہؓ نے کہا وہ بھی حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے۔ "اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا جو حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھے "کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے قتل پر لوگوں کو اکسایا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک ہونے والوں پر لعنت کرتا ہوں۔ پھر حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ کیا تم کو یاد نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم تُو علیؓ سے جنگ کرے گا اور تُو ظالم ہو گا۔ یہ سن کر حضرت زبیرؓ اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے اور قسم کھائی کہ وہ حضرت علیؓ سے ہرگز جنگ نہیں کریں گے اور اقرار کیا کہ انہوں نے اجتہاد میں غلطی کی۔ جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو سب کو اطمینان ہو گیا کہ اب جنگ نہ ہو گی بلکہ صلح ہو جائے گی لیکن مفسدوں کو سخت گھبراہٹ ہونے لگی اور جب رات ہوئی تو انہوں نے صلح کو روکنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ ان میں سے جو حضرت علیؓ کے ساتھ تھے انہوں نے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر پر رات کے وقت شب خون مار دیا اور جو اُن کے لشکر میں تھے انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر پر شب خون مار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شور پڑ گیا اور ہر فریق نے خیال کیا کہ دوسرے فریق نے اس سے دھوکا کیا **حالانکہ اصل میں یہ صرف سبائیوں کا ایک منصوبہ تھا۔**

جب جنگ شروع ہو گئی تو حضرت علیؓ نے آواز دی کہ کوئی شخص حضرت عائشہؓ کو اطلاع دے۔ شاید ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور کر دے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ آگے کیا گیا لیکن نتیجہ اَور بھی خطرناک نکلا۔ مفسدوں نے یہ دیکھ کر کہ ہماری تدبیر پھر الٹی پڑنے لگی۔ حضرت عائشہؓ کے اونٹ پر تیر مارنے شروع کیے۔ **حضرت عائشہؓ نے زور زور سے پکارنا شروع کیا کہ اے لوگو! جنگ کو ترک کرو۔** اور خدا اور یومِ حساب کو یاد کرو لیکن مفسد باز نہ آئے اور برابر آپؓ کے اونٹ پر تیر مارتے چلے گئے۔ چونکہ اہلِ بصرہ اس لشکر کے ساتھ تھے جو حضرت عائشہؓ کے ارد گرد جمع ہوا تھا۔ ان کو یہ بات دیکھ کر سخت طیش آیا اور امّ المومنین کی یہ گستاخی دیکھ کر ان کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی اور تلواریں کھینچ کر لشکر مخالف پر حملہ آور ہو گئے۔ اور اب یہ حال ہو گیا کہ حضرت عائشہؓ کا اونٹ جنگ کا مرکز بن گیا۔ صحابہ اور بڑے بڑے بہادر اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ایک کے بعد ایک قتل ہونا شروع ہوا لیکن اونٹ کی باگ انہوں نے نہ چھوڑی۔ حضرت زبیرؓ تو جنگ میں شامل ہی نہ ہوئے اور ایک طرف نکل گئے مگر ایک شقی نے ان کے پیچھے سے جا کر اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت طلحہؓ عین میدانِ جنگ میں ان مفسدوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب جنگ تیز ہو گئی تو یہ دیکھ کر کہ اس وقت تک جنگ ختم نہ ہو گی جب تک حضرت عائشہؓ کو درمیان سے ہٹایا نہ جائے بعض لوگوں نے آپ کے اونٹ کے پاؤں کاٹ دیے اور ہودج اتار کر زمین پر رکھ دیا۔ تب کہیں جا کر جنگ ختم ہوئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت علیؓ کا چہرہ مارے رنج کے سرخ ہو گیا لیکن یہ جو کچھ ہوا اس سے چارہ بھی نہ تھا۔ جنگ کے ختم ہونے پر جب مقتولین میں حضرت طلحہؓ کی نعش ملی تو حضرت علیؓ نے سخت افسوس کیا۔

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لڑائی میں صحابہؓ کا ہرگز کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ

شرارت بھی قاتلانِ عثمانؓ کی ہی تھی اور یہ کہ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ حضرت علیؓ کی بیعت ہی میں فوت ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت علیؓ کا ساتھ دینے کا اقرار کر لیا تھا لیکن بعض شریروں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ان کے قاتلوں پر لعنت بھی کی۔"[94]

جنگِ جمل اور حضرت طلحہؓ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ فرماتے ہیں کہ: انبیاء جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے ابتدائی ایام میں جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہی بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت سعیدؓ وہ لوگ تھے جو بڑے سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو آرام زیادہ میسر آتا تھا بلکہ ان کے بڑے سمجھے جانے کی وجہ یہ تھی کہ دین کی خاطر انہوں نے دوسروں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کی تھیں۔ حضرت طلحہؓ رسول کریم ﷺ کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے مارنے والوں سے ہمیں بدلہ لینا چاہیے تو اس گروہ کے لیڈر حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ تھے لیکن دوسرے گروہ نے کہا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ چکا ہے۔ آدمی مرا ہی کرتے ہیں۔ سرِدست ہمیں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کرنا چاہیے تا کہ اسلام کی شوکت اور اس کی عظمت قائم ہو۔ بعد میں ہم ان لوگوں سے بدلے لے لیں گے۔ اس گروہ کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے الزام لگایا کہ علیؓ ان لوگوں کو پناہ دینا چاہتے ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے اور حضرت علیؓ نے الزام لگایا کہ ان لوگوں کو اپنی ذاتی غرضیں زیادہ مقدم ہیں۔ اسلام کا فائدہ ان کو مدّ نظر نہیں۔ گویا اختلاف اپنی انتہائی صورت تک پہنچ گیا اور پھر آپس میں جنگ بھی شروع ہوئی۔ ایسی جنگ جس میں حضرت عائشہؓ نے لشکر کی کمان کی۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے کہ شروع میں مخالفین میں شامل تھے۔ پھر حضرت زبیرؓ تو حضرت علیؓ کی بات سن کر علیحدہ ہو گئے تھے اور دوسرے بھی صلح کرنا چاہتے تھے لیکن پھر مخالفین جو تھے انہوں نے، اور جو منافقین تھے یا جو فتنہ پرداز تھے انہوں نے پھر فتنہ ڈالا لیکن بہرحال دو گروہ تھے یہ اور لڑائی میں شامل تھے اور دونوں فریق میں جنگ جاری تھی تو ایک صحابی حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا طلحہ تمہیں یاد ہے کہ فلاں موقع پر میں اور تم رسول کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا طلحہؓ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم اَور لشکر میں ہو گے اور علیؓ اَور لشکر میں ہو گا اور علیؓ حق پر ہو گا اور تم غلطی پر ہو گے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے کہا ہاں! مجھے یہ بات یاد آ گئی ہے اور پھر اُسی وقت لشکر سے نکل کر چلے گئے۔ جب وہ لڑائی چھوڑ کر جا رہے تھے تا کہ رسول کریم ﷺ کی بات پوری کی جائے تو ایک

بدبخت انسان جو حضرت علیؓ کے لشکر کا سپاہی تھا اس نے پیچھے سے جا کر آپؓ کو خنجر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت علیؓ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو حضرت طلحہؓ کا قاتل تھا وہ اس خیال سے کہ مجھے بہت بڑا انعام ملے گا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت علیؓ کو کہا کہ اے امیر المومنین! آپ کو آپ کے دشمن کے مارے جانے کی خبر دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کون دشمن؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں نے طلحہؓ کو مار دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اے شخص! مَیں بھی تجھے رسول کریم ﷺ کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کہ تُو دوزخ میں ڈالا جائے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا تھا جبکہ طلحہؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور مَیں بھی بیٹھا ہوا تھا کہ اے طلحہ! تُو ایک دفعہ حق وانصاف کی خاطر ذلت برداشت کرے گا اور تجھے ایک شخص مار ڈالے گا مگر خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔

اس لڑائی میں جب حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے لشکر کی صفیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہوئیں تو حضرت طلحہؓ اپنی تائید میں دلائل بیان کرنے لگے۔ یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ایک صحابی نے انہیں حدیث یاد دلائی تھی اور وہ جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ دلائل بیان کر ہی رہے تھے کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں سے ایک شخص نے کہا او ٹنڈے چپ کر۔ حضرت طلحہؓ کا ایک ہاتھ بالکل شل تھا وہ کام نہیں کرتا تھا۔ جب اس نے کہا او ٹُنڈے چپ کر۔ تو حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ تم نے کہا تو یہ ہے کہ ٹُنڈے چپ کر مگر تمہیں پتا بھی ہے کہ میں ٹنڈا کس طرح ہوا ہوں۔ اُحد کی جنگ میں جب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ صرف بارہ آدمی رہ گئے تو تین ہزار کافروں کے لشکر نے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور انہوں نے اس خیال سے چاروں طرف سے رسول کریم ﷺ پر تیر برسانے شروع کر دیے کہ اگر آپؐ مارے گئے تو تمام کام ختم ہو جائے گا۔ اس وقت کفار کے لشکر کے ہر سپاہی کی کمان محمد رسول اللہ ﷺ کے منہ کی طرف تیر پھینکتی تھی۔ تب میں نے اپنا ہاتھ رسول کریم ﷺ کے منہ کے آگے کر دیا اور کفار کے لشکر کے سارے تیر میرے اس ہاتھ پر پڑتے رہے یہاں تک کہ میرا ہاتھ بالکل بیکار ہو کر ٹُنڈا ہو گیا مگر میں نے رسول کریم ﷺ کے منہ کے آگے سے اپنا ہاتھ نہیں ہٹایا۔[95]

جنگِ جمل کے موقع پر ایک اَور جگہ حضرت طلحہؓ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ وہ ٹنڈا مارا گیا۔ ایک صحابیؓ نے جو اس بات کو سن رہے تھے کہا کمبخت تجھے معلوم ہے کہ وہ ٹنڈا کیسے ٹنڈا ہوا! جنگِ احد کے موقع پر جب ایک غلط فہمی کی وجہ سے صحابہؓ کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ گیا اور کفار کو یہ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ صرف چند افراد کے ساتھ میدانِ جنگ میں رہ گئے ہیں تو قریباً تین ہزار کافروں کا لشکر آپؐ پر چاروں طرف سے امڈ آیا اور سینکڑوں تیر اندازوں نے کمانیں اٹھالیں اور اپنے تیروں کا نشانہ رسول کریم ﷺ کے منہ کو بنالیا تا کہ تیروں کی بوچھاڑ سے اس کو چھید ڈالیں۔ اس وقت وہ شخص جس نے رسول کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو کھڑا کیا وہ طلحہؓ تھا۔ طلحہؓ نے اپنا ہاتھ رسول کریم ﷺ کے آگے کھڑا کر دیا اور ہر تیر جو گرتا تھا

بجائے آپؐ کے چہرے پر پڑنے کے طلحہ کے ہاتھ پر پڑتا تھا۔ اس طرح تیر پڑتے گئے یہاں تک کہ زخم معمولی زخم نہ رہے اور زخموں کی کثرت کی وجہ سے طلحہ کے ہاتھ کے پٹھے مارے گئے اور ان کا ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ تو جس کو تم حقارت کے ساتھ ٹُنڈا کہتے ہو اس کا ٹنڈا ہونا ایسی نعمت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس برکت کے لیے ترس رہا ہے۔[96]

رِبْعِیْ بِنْ حِرَاشْ سے مروی ہے کہ میں حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ عمران بن طلحہ آئے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو سلام کیا۔ حضرت علیؓ نے ان کو کہا مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ مَرْحَبًا۔ عمران بن طلحہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے مَرْحَبًا کہتے ہیں حالانکہ آپؓ نے میرے والد کو قتل کیا اور میرا مال لے لیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ تمہارا مال تو بیت المال میں الگ پڑا ہوا ہے۔ صبح کو اپنا مال لے جانا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا میں نے اسے اپنے تصرف میں اس لیے لے لیا تھا کہ لوگ اسے اُچک نہ لیں۔ لے نہ جائیں کہیں اور جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہارے والد کو قتل کر دیا تو میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ (الحجر:48) اور ہم ان کے دلوں سے جو بھی کینے ہیں نکال باہر کریں گے، بھائی بھائی بنتے ہوئے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔[97]

محمد انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ جمل کے روز ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا طلحہؓ کے قاتل کو اندر آنے کی اجازت دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ اس قاتل کو دوزخ کی خبر سنا دو۔[98]

حضرت طلحہ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا اظہار افسوس و تعزیت

حضرت طلحہؓ جب شہید ہوئے اور حضرت علیؓ نے ان کو مقتول دیکھا تو ان کے، حضرت طلحہؓ کے چہرے پر سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا اے ابو محمد! یہ بات مجھ پر بہت شاق ہے کہ میں تجھ کو آسمان کے تاروں کے نیچے خاک آلودہ دیکھوں۔ پھر حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ میں اللہ کے حضور اپنے عیوب اور دکھوں کی فریاد کرتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہؓ کے لیے دعائے رحمت کی اور فرمایا کہ کاش میں اس دن سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔ حضرت علیؓ اور ان کے ساتھی بہت روئے۔ حضرت علی نے ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا:

فَتًى كَانَ يُدْنِيْهِ الْغِنٰى مِنْ صَدِيْقِهٖ   اِذَا مَا هُوَ اسْتَغْنٰى وَيُبْعِدُهُ الْفَقْرُ

وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو دولت مندی اور غنی ہونے کی حالت میں دوستوں سے مل جل کر رہتا تھا اور محتاجی کے وقت ان سے کنارہ کشی کرتا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اس شعر کے مصداق تو ابو محمد طلحہ بن عبید اللہؓ تھے۔ اللہ ان پر رحم کرے۔[99]

175

حضرت طلیب بن عمیرؓ

نام و کنیت

ان کی کنیت ابو عَدِی تھی۔ ان کی والدہ کا نام اَرْوٰی تھا جو عبد المطلب کی بیٹی تھیں، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ آپؓ کی کنیت ابوعدی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا اور آپؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔

قبول اسلام اور والدہ کو بھی قبول اسلام کی کامیاب دعوت

آپؓ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں تھے۔[100]

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت طُلَیب بن عُمَیر دار ارقم میں ایمان لائے تھے۔ پھر آپؓ وہاں سے نکل کر اپنی والدہ کے پاس گئے اور نہیں کہا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کر لی ہے اور اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا ہوں۔ آپؓ کی والدہ نے کہا کہ تمہاری مدد اور تعاون کے زیادہ حقدار تمہارے ماموں کے بیٹے ہی ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے تائید کی۔ بڑا اچھا کیا تم ایمان لے آئے۔ پھر کہنے لگیں کہ خدا کی قسم! اگر ہم عورتوں میں بھی مردوں جیسی طاقت ہوتی تو ہم بھی ان کی پیروی ضرور کرتیں اور ان کی حمایت اور دفاع کرتیں۔ حضرت طُلَیب نے اپنی والدہ سے کہا پھر آپ اسلام قبول کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیوں نہیں کر لیتیں؟ اب یہ جذبات ہیں آپ کے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے بھائی حمزہؓ بھی تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنی بہنوں کا رویہ دیکھ لوں پھر میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گی۔ حضرت طُلَیب کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے کہتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جائیں اور انہیں سلام کہیں اور ان کی تصدیق کریں اور گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر آپ کی والدہ کہنے لگیں کہ میں بھی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی زبان کے ساتھ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا کرتی تھیں اور اپنے بیٹے کو بھی آپؐ کی مدد اور اطاعت کا کہا کرتی تھیں۔[101]

اسلام میں سب سے پہلے جس نے کسی مشرک کو دین کی راہ میں زخمی کیا

ان کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے کسی مشرک کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی وجہ سے زخمی کیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ عوف بن صبرۃ سہمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضرت طُلَیب نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی

اور اسے مار کر زخمی کر دیا۔ کسی نے ان کے ماں اروی کو شکایت کی کہ آپ دیکھتی نہیں کہ آپ کے بیٹے نے کیا کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ

اِنَّ طُلَيْبًا نَصَرَ ابْنَ خَالِهِ وَاسَاهُ فِي ذِي دَمِهِ وَمَالِهِ

یعنی طُلَیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی ہے۔ اس نے اپنے خون اور اپنے مال کے ذریعہ اس کی غم خواری کی ہے۔ بعض کے مطابق آپؓ نے جس شخص کو مارا تھا اس کا نام اَبُو اِھَاب بن عَزِیْز دَارمی تھا اور بعض روایات کے مطابق وہ شخص جس کو حضرت طُلَیب ؓ نے زخمی کیا تھا وہ ابولہب یا ابوجہل تھا۔ ایک روایت کے مطابق جب آپؓ کے حملہ کرنے کے متعلق آپؓ کی والدہ سے شکایت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ طُلَیب ؓ کی زندگی کا سب سے بہترین دن وہی ہے جس دن وہ اپنے ماموں کے بیٹے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے ساتھ آیا ہے۔[102]

حبشہ کی طرف ہجرت

حضرت طُلَیب ؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں شامل تھے۔ لیکن جب حبشہ میں قریش کے مسلمان ہونے کی افواہ پہنچی تو کچھ مسلمان واپس مکہ تشریف لے آئے۔ حضرت طُلَیب ؓ بھی ان میں شامل تھے۔[103]

ہجرت حبشہ ثانیہ

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے خیال میں تو بعض مؤرخین ہیں، سب نہیں (جنہوں نے بیان کیا ہے) کہ ابھی ان مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اڑتی ہوئی افواہ پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکہ بالکل امن میں آ گیا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ سوچے سمجھے بغیر واپس آ گئے اور پھر پتا لگا کہ خبر جھوٹی ہے۔ اس کی تفصیل میں چند ہفتوں پہلے خطبوں میں بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال واپس آئے تو پتا لگا۔ جب حقیقت پتا لگی تو کچھ نے وہاں مکہ کے رئیسوں کی پناہ لی، سرداروں کی پناہ لی اور کچھ واپس چلے گئے کیونکہ وہ تو بالکل جھوٹ تھا اور کیوں یہ افواہ ہوئی تھی اس کا بیان میں پہلے بھی کر چکا ہوں اس لیے یہاں بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

بہرحال جب وہ صحابہ اس وجہ سے واپس چلے گئے تھے کہ قریش کے ظلم اور ایذا رسانی جو تھی وہ روز بروز بڑھ رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر اور مسلمان بھی خفیہ طور پر آہستہ آہستہ ہجرت کر رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مہاجرین حبشہ کی تعداد 101 تک پہنچ گئی تھی جن میں اٹھارہ خواتین بھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت تھوڑے مسلمان رہ گئے تھے۔

اس واپس آنے کے بعد جو دوبارہ ہجرت کی اور اس کے بعد بھی جو مسلمان ہجرت کر کے گئے اسی ہجرت کو مؤرخین ہجرت حبشہ ثانیہ کہتے ہیں۔[104]

ہجرت مدینہ و مؤاخات

حضرت طُلَیب ؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے حضرت عَبدُاللہ بن سَلَمَہ عجلانی کے ہاں قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت طُلَیب ؓ اور حضرت منذر بن عمروؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ حضرت طُلَیب ؓ نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور آپؓ کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔

شہادت

آپؓ جنگ اَجْنَادَیْن میں شامل ہوئے جو جمادی الاولیٰ 13 ہجری میں ہوئی اور اسی جنگ کے دوران 35 سال کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ اَجْنَادَیْن شام میں واقع ایک علاقے کا نام ہے جہاں 13 ہجری میں مسلمانوں اور اہل روم کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے مطابق آپؓ جنگ یرموک میں شہید ہوئے تھے۔[105]

(176)

حضرت ظہیر بن رافعؓ

دو بھائی جو جنگ بدر میں شامل ہوئے

ظہیر بن رافعؓ۔ پہلے صحابی حضرت مظہر کا جو ذکر آیا تھا، یہ ان کے بھائی تھے۔ حضرت ظُہَیر انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو حَارِثَہ بن حارِث سے تعلق رکھتے تھے۔[106]

حضرت ظُہَیر بن رَافِع کے بیٹے کا نام اُسَیْد تھا جنہیں صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ حضرت ظُہَیر، رافع بن خَدِیج کے چچا تھے، حضرت رافع کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ حضرت ظُہَیر کی بیوی کا نام فاطمہ بنت بِشر تھا جو بنو عَدِی بن غَنَم سے تھیں۔[107]

حضرت مُظَہِّر بن رَافِع، حضرت ظُہَیر کے سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔[108]

جو کہتے ہیں کہ نہیں یہاں یہ کہہ رہے ہیں اور اکثر تاریخیں یہ کہتی ہیں کہ دونوں بھائی شامل ہوئے تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ اور تمام غزوات میں شمولیت

حضرت ظُہَیر بیعت عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔[109]

زمین بٹائی پر دینے کی ممانعت

حضرت رافع بن خَدِیج اپنے چچا حضرت ظُھَیر بن رافع سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ظُھَیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک ایسی بات سے منع فرمایا جو ہمارے لیے فائدہ مند تھی۔ میں نے کہا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی بجا تھا۔ ظُھَیر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا۔ آپؐ نے پوچھا تم اپنے کھیتوں کو کیا کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم انہیں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں۔ زمینیں ہیں جو ہم اس شرط پر ٹھیکے پر دے دیتے ہیں کہ جو نالیوں کے قریب پیداوار ہو وہ ہم لیں گے یعنی جو پانی کے قریب جگہ ہے وہاں اچھی فصل ہو گی وہ ہم لیں گے اور کھجور اور جَو میں چند وسق کے حساب سے لیں گے۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع اڑھائی کلو کے قریب ہوتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے یہ سن کے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ تم خود اس میں کاشت کرو یا ان میں کاشت کراؤ یا انہیں خالی رہنے دو۔ حضرت رافعؓ کہتے تھے کہ میں نے کہا میں نے سن لیا اور اب ایسا ہی ہو گا۔[110] اس کے بعد ہم خود کاشت کیا کرتے تھے یا ایسے طریقے سے لیتے تھے جہاں حق دار کو اس کا حق بھی مل جائے۔[111]

(177)

حضرت عاصم بن ثابتؓ

آنحضرت ﷺ کے نامزد تیر اندازوں میں سے ایک

حضرت عاصم بن ثابتؓ آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تھے۔ ان کے والد تھے ثابت بن قیس اور ان کی والدہ کا نام شَمُوس بنت ابو عامر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت عبد اللہ بن جحش کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

غزوہ اُحد کے موقع پر جب کفار کے اچانک شدید حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو حضرت عاصم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے موت پر بیعت کی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے نامزد تیر اندازوں میں یہ شامل تھے۔[112]

ان کا تعلق قبیلہ اَوس سے تھا۔ جنگ بدر میں بھی شریک تھے۔[113]

عاصم کے بتائے ہوئے طریق پر جنگ کرو

آنحضرت ﷺ نے بدر والے دن صحابہ سے پوچھا کہ جب تم دشمن کے مدّمقابل آؤ گے تو ان سے کیسے لڑو گے؟ حضرت عاصم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کوئی قوم اتنی قریب آجائے گی کہ ان تک تیر پہنچ سکیں تو ان پر تیر برسائے جائیں گے۔ پھر جب وہ ہمارے اور قریب آجائیں کہ ان تک پتھر

پہنچ سکیں تو ان پر پتھر پھینکتے جائیں گے۔ پھر آپ نے تین پتھر ایک ہاتھ میں اٹھائے اور دو دو سرے میں اور پھر کہا کہ جب وہ ہمارے اتنے قریب آ جائیں کہ ہمارے نیزے ان تک پہنچ سکیں تو ان کے ساتھ نیزہ بازی کی جائے گی۔ پھر جب نیزے بھی ٹوٹ جائیں گے تو انہیں تلواروں کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح جنگ لڑی جاتی ہے۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوئی قتال کرے جنگ کرے تو عاصم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جنگ کرے۔[114]

آنحضرت ﷺ کی جنگوں کا دفاع ایک غیر مسلم مصنف کی زبان سے

اس زمانے میں تو تیر اور نیزے اور تلواریں ہی تھیں جن سے جنگ کی جاتی تھی اور یہی جنگ کا طریق تھا بلکہ پتھر بھی استعمال کئے جاتے تھے۔ آجکل کی طرح نہیں کہ معصوم شہریوں پر بمباری کر کے معصوموں اور بچوں کو بھی مار دیا جائے۔ ایک غیر مسلم نے کتاب لکھی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ تم محمد ﷺ پر الزام لگاتے ہو کہ انہوں نے جنگیں کیں مگر ان کی جنگوں میں تو چند سو یا ہزار لوگ مرے ہوں گے اور تم جو اپنے آپ کو ترقی یافتہ اور انسانیت کے ہمدرد سمجھتے ہو تم نے صرف ایک جنگ میں (اس نے جنگ عظیم دوم کا حوالہ دیا کہ) سات کروڑ سے زیادہ لوگوں کو مار دیا جن میں اکثریت عام شہریوں کی تھی۔ لیکن آج بدقسمتی سے مسلمان بھی ان لوگوں سے ہی مدد لے رہے ہیں اور بلا امتیاز مسلمان مسلمانوں کا قتل کر رہے ہیں بجائے اس کے کہ وہ طریق کہ جب دشمن حملہ کرے اور دشمن قریب آئے تو اس سے جنگ کرنے کے جو مختلف طریقے ہیں۔ (اس پر عمل کریں) یہ خود حملہ کر رہے ہیں اور معصوموں کو مار رہے ہیں۔

عاصم بن ثابت......... نے بھی تلوار زنی میں کمال دکھایا ہے

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُحد والے دن اپنی تلوار کے ساتھ واپس آئے جو کثرتِ قتال کی وجہ سے مڑ چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اس قابل ستائش تلوار کو رکھو۔ یہ میدان جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ بات سنی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے آج کمال کی تلوار زنی کی ہے تو سہل بن حُنَیف اور ابو دُجانہ اور عاصم بن ثابت اور حارث بن صِمَّہ نے بھی تلوار زنی میں کمال دکھایا ہے۔[115]

جنگ بدر کے ایک قیدی کو اس لئے چھوڑ دیا کہ اس نے اپنی بیٹیوں کا واسطہ دیا

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں میں سے ابو عَزَّہ عمرو بن عبد اللہ جو کہ ایک شاعر تھا، پر احسان کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ میری پانچ بیٹیاں ہیں اور میرے علاوہ ان کا کوئی نہیں ہے۔ پس آپ مجھے ان کی وجہ سے بطور صدقہ آزاد کر دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس پر ابو عَزَّہ نے کہا کہ میں آپ سے پختہ عہد کرتا ہوں کہ میں آئندہ نہ تو آپ سے جنگ کروں گا اور نہ ہی کسی کی جنگ کے لئے معاونت کروں گا۔ اس بات پر آپ نے

اسے واپس بھجوا دیا اور بغیر کسی معاوضہ کے چھوڑ دیا۔ جب قریش اُحد کی طرف نکلنے لگے تو صفوان بن اُمیّہ آیا اور اس نے اسے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ نکلو۔ اس نے کہا کہ میں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ عہد کیا ہے کہ میں کبھی بھی آپ سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی جنگ کے لئے معاونت کروں گا۔ انہوں نے صرف مجھ پر یہ احسان کیا ہے اور میرے علاوہ کسی پر یہ احسان نہیں کیا۔ تو صفوان نے اسے ضمانت دی کہ اگر وہ قتل کر دیا گیا تو اس کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں بنا لے گا اور وہ زندہ رہا تو اسے مال کثیر دے گا جس سے صرف اس کا عیال ہی کھائے گا۔ (اسے لالچ دیا کہ تم فکر نہ کرو۔ جنگ میں ہمارا ساتھ دو۔ اگر جنگ میں قتل ہو گئے تو تمہاری بیٹیوں کو بھی بیٹیوں کی طرح رکھوں گا اور اگر بچ گئے تو بہت زیادہ مال دوں گا) اس پر ابو عَزّۃ عرب کو بلانے اور اکٹھا کرنے نکلا۔ (یہی نہیں کہ خود شامل ہوا بلکہ دوسرے قبائل کو، دوسرے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے نکلا) پھر قریش کے ساتھ جنگ احد کے لئے بھی نکلا اور دوبارہ پھر جنگ میں قید کیا گیا۔ اس کے علاوہ قریش میں سے کسی کو قید نہیں کیا گیا تھا۔ جب پکڑا گیا تو پوچھا گیا کہ تم نے تو عہد کیا تھا۔ اس نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں مجبوراً نکلا ہوں اور میری بیٹیاں ہیں۔ پس مجھ پر احسان کر۔ (دوبارہ وہی بات کی کہ میری بیٹیاں ہیں۔ مجھ پر احسان کرو۔ پہلے تو احسان کرتے ہوئے یہ چھوڑا گیا تھا اور پھر جنگ کے لئے نکلا تھا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا وہ عہد کہاں گیا جو تم نے میرے ساتھ کیا تھا۔ ہر گز نہیں۔ (اب یہ نہیں ہو سکتا) اللہ کی قسم! اب تم مکہ میں یہ نہیں کہتے پھرو گے کہ میں نے دو دفعہ محمد کو (نعوذ باللہ) دھوکہ دیا اور بیوقوف بنایا۔ ایک اور روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ پھر آپ نے حکم دیتے ہوئے عاصم بن ثابت کو کہا کہ اس کو قتل کر دو۔ پس عاصم آگے بڑھے اور اس کی گردن اڑا دی۔[116]

اتنے ظلم کے بعد، ایسی عہد شکنی کرنے کے بعد جب سزا دی جاتی ہے تو پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اعتراض کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے ظلم کیا۔ اب ہالینڈ کا سیاستدان وِلڈر (Wilder) جو ہے آجکل آپ کی ذات پر بڑے بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ اگر اس دنیا میں اپنے ملک میں بھی وہ ایسے معافی کے نمونے دکھائیں تو پھر سمجھ آئے گی کہ واقعی وہ کسی حد تک اعتراض میں جائز ہیں۔ **لیکن ایسی مثالیں وہ کبھی پیش نہیں کر سکتے۔**

واقعہ رجیع اور حضرت عاصم کا ذکر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ صفر چار ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جاکر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپؐ کو اطلاع دیں۔ لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپؐ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ خواہش معلوم کر کے خوش ہوئے اور

وہی پارٹی جو خبر رسانی کے لئے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنو لَحْیَان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانہ سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جاوے اور بنو لَحْیَان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قارہ کے یہ غدار لوگ عسْفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنو لَحْیَان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آرہے ہیں تم "ان کو قتل کرنے کے لئے" آجاؤ جس پر قبیلہ بنو لَحْیَان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں ان کو آدبایا۔" دس آدمی جو مسلمان تھے وہ" دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلہ پر چڑھ کر مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ۔ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے۔ اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! تو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ غرض عاصم اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔"[117]

عاصم بن ثابتؓ کی نعش کی خدائی حفاظت

آپ مزید یہ لکھتے ہیں کہ "اسی واقعہ رجیع کے ضمن میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ جب قریش مکہ کو یہ اطلاع ملی کہ جو لوگ بنو لَحْیَان کے ہاتھ سے رجیع میں شہید ہوئے تھے ان میں عاصم بن ثابت بھی تھے تو چونکہ عاصم نے بدر کے موقعہ پر قریش کے ایک بڑے رئیس کو قتل کیا تھا اس لئے انہوں نے رجیع کی طرف خاص آدمی روانہ کئے اور ان آدمیوں کو تاکید کی کہ عاصم کا سر یا جسم کا کوئی عضو کاٹ کر اپنے ساتھ لائیں تا کہ انہیں تسلی ہو اور ان کا جذبہ انتقام تسکین پائے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کو عاصم نے قتل کیا تھا اس کی ماں "سُلَافَه بنت سعد" نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی۔

لیکن خدائی تصرف ایسا ہوا کہ یہ لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنبوروں "بھڑوں" اور شہد کی مکھیوں کے جھنڈ عاصم کی لاش پر ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور کسی طرح سے وہاں سے اٹھنے میں نہیں آتے۔ ان لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ زنبور اور مکھیاں وہاں سے اڑ جائیں مگر کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر یہ لوگ خائب و خاسر واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد جلد ہی بارش کا ایک طوفان آیا اور عاصم کی لاش کو وہاں سے بہا کر کہیں کا کہیں لے گیا۔ **لکھا ہے کہ عاصم نے مسلمان ہونے پر یہ عہد کیا تھا**

کہ آئندہ وہ ہر قسم کی مشرکانہ چیز سے قطعی پرہیز کریں گے حتّٰی کہ مشرک کے ساتھ چھوئیں گے بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب ان کی شہادت اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ خدا بھی اپنے بندوں کے جذبات کی کتنی پاسداری فرماتا ہے۔ موت کے بعد بھی اس نے عاصم کے عہد کو پورا کروایا اور مشرکین کے مس سے انہیں محفوظ رکھا۔"[118]

آپؓ کو حَمِیُّ الدَّبْرِ بھی کہا جاتا ہے یعنی جسے بھڑوں یا شہد کی مکھیوں کے ذریعہ بچایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد بھی بھڑوں کے ذریعہ آپ کی حفاظت کی۔

حضرت عاصم اور ان کے اصحاب کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مہینہ بھر نماز فجر میں قنوت فرمایا جس میں رِعل، ذَکْوَان اور بنو لَحْیَان پر لعنت کرتے رہے۔[119]

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عاصمؓ دشمن کے مقابلے میں تیر برساتے جاتے اور ساتھ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے کہ:

اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَیٰوۃُ بَاطِلُ وَکُلُّ مَا قَضَی الْاِلٰہُ نَازِلُ

بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَیْہِ اٰیِلُ

یعنی موت برحق ہے اور زندگی بیکار ہے اور خدا کسی انسان کے بارے میں جو فیصلہ کرے وہی نازل ہونے والا ہے اور اس انسان کو بھی اس فیصلہ کو قبول کرنا ہوگا۔ جب حضرت عاصم کے تیر ختم ہو گئے تو وہ نیزے سے لڑنے لگے۔ نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار نکال لی اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔[120]

حضرت عاصمؓ کے ایک بیٹے محمد تھے جو کہ ہند بنت مالک کے بطن سے تھے۔[121]

جنگِ احد میں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے ان کے بارے میں ایک آیت کی تشریح میں حضرت خلیفہ رابعؒ نے بھی بیان کیا ہے کہ حضرت امام رازی چودہ آدمیوں کے متعلق قطعی شہادت پیش کرتے ہیں کہ نام بنام وہ لوگ موجود تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ کسی حالت میں نہیں چھوڑا۔ ان کے ناموں میں جو نام درج ہیں ان میں مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ... شیعہ یہی کہتے ہیں صرف حضرت علیؓ تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ تھے۔ انصار میں سے خباب بن منذرؓ، حضرت ابودُجانہؓ، حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت حارث بن صِمّہؓ، ہیں شاید حضرت سَہل بن حُنَیفؓ اور اسی طرح اُسَید بن حُضَیرؓ بھی۔ حضرت سعد بن معاذؓ وغیرہ بھی تھے۔ یہ بھی ذکر آتا ہے کہ آٹھ وہ تھے جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی۔ تین مہاجرین میں سے تھے اور پانچ انصار میں سے تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت چونکہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے خدام کی ضرورت تھی اس لئے آٹھ کے آٹھ جنہوں نے موت پر قسم کھائی تھی ان میں سے ایک بھی شہید نہیں ہوا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ان کی غیر معمولی طور پر حفاظت کا نظارہ تھا۔[122]

(178)

حضرت عاصم بن عدیؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عاصمؓ کے والد کا نام عدی تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عجلان بن حارثہ سے تھا جو قبیلہ بنو زید بن مالک کا حلیف تھا۔ حضرت عاصمؓ بنو عجلان کے سردار اور حضرت معن بن عدیؓ کے بھائی تھے۔

حضرت عاصمؓ کی کنیت ابو بکر بیان کی جاتی ہے جبکہ بعض کے نزدیک ان کی کنیت ابو عبداللہ، ابو عمر اور ابو عمرو بھی تھی۔ حضرت عاصمؓ میانہ قد کے تھے اور بالوں پہ مہندی لگایا کرتے تھے۔ حضرت عاصمؓ کے بیٹے کا نام اَبُو الْبَدَّاح تھا۔[123]

حضرت عاصمؓ کی بیٹی کا نام سہلہ تھا جس کی شادی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے ساتھ ہوئی اور ان کے اس شادی سے چار بچے تھے تین بیٹے: معن، عمر، زید اور ایک بیٹی امۃ الرحمٰن صغریٰ۔[124]

مدینہ کے بالائی حصہ کا امیر مقرر ہونا اور اصحاب بدر میں شمار کیا جانا

آنحضرت ﷺ جب بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت عاصم بن عدیؓ کو قبا اور مدینہ کے بالائی حصہ "عالیہ" پر امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ روحاء مقام سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصمؓ کو مدینہ کے بالائی حصے عالیہ پر امیر مقرر کرتے ہوئے واپس بھیج دیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عاصمؓ کو واپس بھجوایا لیکن آپؓ کو اصحابِ بدر میں شمار کیا اور ان کے لیے اموالِ غنیمت میں سے بھی حصہ مقرر فرمایا۔[125]

سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے کہ "مدینہ سے نکلتے ہوئے آپؐ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ مگر جب آپؐ روحاء کے قریب پہنچے جو مدینہ سے 36 میل کے فاصلہ پر ہے تو غالباً اس خیال سے کہ عبداللہ ایک نابینا آدمی ہیں اور لشکر قریش کی آمد آمد کی خبر کا تقاضا ہے کہ آپؐ کے پیچھے مدینہ کا انتظام مضبوط رہے آپؐ نے ابولبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر مقرر کر کے واپس بھجوا دیا اور عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق حکم دیا کہ وہ صرف امام الصلوٰۃ رہیں۔ مگر انتظامی کام ابولبابہ سرانجام دیں۔ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قباء کے لیے آپؐ نے عاصم بن عدی کو الگ امیر مقرر فرمایا۔"[126]

تمام غزوات میں شرکت اور 120 سال کی عمر میں وفات

حضرت عاصمؓ غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عاصمؓ نے 45 ہجری میں حضرت معاویہؓ کے دورِ حکومت میں مدینے میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 115 سال تھی۔ بعض کے نزدیک انہوں نے 120 سال کی عمر میں وفات پائی۔ جب حضرت عاصمؓ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے گھر والوں نے رونا شروع کیا اس پر انہوں نے کہا کہ مجھ پر نہ روؤ کیونکہ میں نے تو اپنی عمر گزار لی۔[127] اور بہت لمبی عمر گزار لی۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر مالی قربانی

رسول کریم ﷺ نے جب صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ ﷺ نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال اور سواری مہیا کرنے کی تحریک بھی فرمائی اور اس پر مختلف لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق قربانی پیش کی۔ اسی موقعے پر حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ کے آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نصف چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس موقعے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اَوقیہ دیے۔ ایک اَوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا عثمان بن عفانؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اس موقعے پر عورتوں نے بھی اپنے زیورات پیش کیے۔ اسی موقعے پر حضرت عاصم بن عدیؓ، جن کا ذکر ہو رہا ہے انہوں نے ستر وَسق کھجوریں پیش کیں۔ ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع تقریباً اڑھائی سیر کا ہوتا ہے، یا اڑھائی کلو کا تو اس طرح کھجوروں کا کل وزن 262 من بنتا ہے۔[128]

ایک من تقریباً چالیس سیر کا پاکستان کا وزن ہے یا انتالیس کلو کا یا اڑتیس کلو کا ہوتا ہے۔ بہر حال حضرت عاصمؓ نے بھی اس موقعے پر جو اُن کے پاس کھجوریں تھیں وہ پیش کیں اور بڑی مقدار میں پیش کیں۔

مسجد ضرار اور اس کو گرانے کا خدائی حکم

حضرت عاصم بن عدیؓ ان صحابہ میں سے تھے جنہیں آنحضرت ﷺ نے مسجد ضرار گرانے کا حکم دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بنو عمرو بن عوف نے مسجد قبا بنائی اور آنحضرت ﷺ کی

طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں اور اس میں نماز پڑھیں۔ جب بنو غنم بن عوف کے کچھ لوگوں نے اس مسجد کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی ایک مسجد بناتے ہیں جیسے بنو عمرو نے بنائی ہے تو ان کو ابو عامر و فاسق جو بڑا مخالف تھا۔ یہ فتنہ پیدا کرنے والا تھا۔ اس نے کہا کہ تم بھی ایک مسجد بناؤ اور حتی الوسع اس میں اسلحہ بھی جمع کرو۔ اس کی نیت یہ تھی کہ اس کو فتنے کا مرکز بنایا جائے۔ کہنے لگا کہ میں روم کے بادشاہ قیصر کے پاس جارہا ہوں اور وہاں سے ایک رومی لشکر لاؤں گا۔ پھر محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے نکال دوں گا۔

جب مسجد مکمل ہوگئی تو ان کے لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے یہ مسجد بیماروں اور معذوروں کی آسانی کے لیے بنائی ہے کہ وہ زیادہ دور نماز پڑھنے نہیں جاسکتے اور ساتھ ہی آپؐ سے یہ بھی درخواست کی کہ اس مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر کی تیاری میں مصروف ہوں۔ سفر پہ جارہے تھے، ان شاء اللہ جب ہم واپس آئیں گے تو میں نماز پڑھاؤں گا۔ یہ غزوۂ تبوک کا سفر تھا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر نبی کریم ﷺ نے مدینے سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ ذی اَوان، اس کے اور مدینہ کے درمیان ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے وہاں قیام فرمایا تو آپؐ کو مسجد ضرار کے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی جس کا قرآن شریف میں سورۂ توبہ میں ذکر ہے کہ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفۡرًا وَّ تَفۡرِیۡقًۢا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ اِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَ لَیَحۡلِفُنَّ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّا الۡحُسۡنٰی ؕ وَ اللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ (توبہ:107) اور وہ لوگ جنہوں نے تکلیف پہنچانے اور کفر پھیلانے اور مومنوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ایسے شخص کو کمین گاہ مہیا کرنے کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے پہلے ہی لڑائی کر رہا ہے ایک مسجد بنائی ہے ضرور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم بھلائی کے سوا کچھ نہیں چاہتے تھے جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

آپ ﷺ نے اس کے بعد مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو بلایا اور ان کو مسجد ضرار گرانے کا حکم دیا۔ کچھ روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت عاصم بن عدی اور عمرو بن سکن اور وحشی، جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور سوید بن عباس کو بھی آنحضرت ﷺ نے اس مقصد کے لیے بھیجا۔ شرح زرقانی میں یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے دو افراد کو بھجوایا ہو پھر مزید چار افراد ان کی اعانت کے لیے بھجوائے ہوں۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد ضرار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا کہ اسے گرادیں اور آگ لگادیں۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ تیزی سے قبیلہ بنو سالم پہنچے جو کہ حضرت مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک بن دخشمؓ نے حضرت معنؓ سے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دو یہاں تک کہ میں گھر سے آگ لے آؤں۔ چنانچہ وہ گھر سے کھجور کی سوکھی ٹہنی کو آگ لگا کر لے آئے۔ پھر وہ مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد ضرار کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر اسے آگ لگا دی اور اس کو زمین بوس کر دیا۔ یہ کچھ حصہ میں نے پہلے حضرت مالک بن دخشم کے ضمن میں بیان کیا تھا۔ بہرحال اس وقت اس مسجد کے بنانے والے وہاں موجود تھے لیکن آگ لگنے کے بعد وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ جب

نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہ مسجد والی جگہ عاصم بن عدی کو دینی چاہی کہ وہ اس جگہ کو اپنا گھر بنالیں (جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے) لیکن عاصم بن عدیؓ نے کہا کہ میں جگہ نہیں لوں گا۔ اس لیے معذرت کی کہ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو نازل کرنا تھا کر دیا یعنی کہ یہ تو ایسی جگہ بنی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کی عمارت وہاں پسند نہیں آئی تھی اس لیے میں نہیں چاہتا۔ آپ ﷺ نے اسے پھر ثابت بن اقرم کو دے دیا کیونکہ ان کے پاس کوئی گھر نہیں ہے۔ ہاں عاصم بن عدیؓ نے کہا کہ میرے پاس گھر بھی ہے اور مجھے انقباض بھی ہو رہا ہے۔ معذرت چاہتا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اسے ثابت بن اقرم کو دے دیں اور وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس گھر نہیں۔ وہ یہاں اپنا گھر بنالیں گے۔ پس رسول کریم ﷺ نے وہ مسجد، مسجد ضرار والی وہ جگہ جو تھی ثابت بن اقرم کو دے دی۔

ابنِ اسحاق کے مطابق مسجد ضرار بنانے والے منافقین کے نام یہ ہیں۔ خِذام بن خالد، معتب بن قشیر، ابو حبیبۃ بن أزعر، عباد بن حُنیف، جاریہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے مُجَمِّع بن جاریہ اور زید بن جاریہ، نُفیل بن حَرْث، بَحْزَج بن عثمان، ودیعہ۔ تو بہر حال یہ لوگ تھے جو ابو عامر رہب جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے فاسق رکھا تھا اس کے ساتھ یہ سب ملے ہوئے تھے۔[129]

حضرت مسیح موعودؑ اور جامع مسجد دہلی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دفعہ دہلی کے سفر پر جب گئے تو دہلی کی جامع مسجد کو دیکھ کر فرمایا بڑی خوبصورت مسجد ہے لیکن فرمایا کہ **"مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔"**

فرمایا کہ "ورنہ یہ سب مساجد ویران پڑی ہوئی ہیں۔" اس زمانے میں بہت ساری مساجد تھیں، ویران تھیں۔ "رسول کریم ﷺ کی مسجد چھوٹی سی تھی۔" آپؑ نے فرمایا" کھجور کی چھڑیوں سے اس کی چھت بنائی گئی" شروع میں "اور بارش کے وقت (مسجد کی) چھت میں سے پانی ٹپکتا تھا۔"

فرمایا کہ "مسجد کی رونق نمازیوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں دنیاداروں نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے گرادی گئی۔ اس مسجد کا نام مسجد ضرار تھا۔ یعنی ضرر رساں۔ اس مسجد کی زمین خاک کے ساتھ ملادی گئی تھی۔ مسجدوں کے واسطے حکم ہے۔" آپؑ نے فرمایا کہ مسجدوں کے واسطے یہ حکم ہے "کہ تقویٰ کے واسطے بنائی جائیں۔"[130]

پس یہ ہے مسجد کی اصل حقیقت۔ آج کل مسلمانوں کے ایک طبقے کا مسجدوں کی آبادی کی طرف بھی رجحان ہوا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ رجحان بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اگر کچھ موقع پیدا ہوا، جرأت پیدا ہوئی یا عبادت کی طرف توجہ ہوئی یا ظاہری عبادت کی طرف توجہ ہوئی تو یہ بھی آپؑ کے دعوے کے بعد ہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بڑی توجہ سے مسجدیں بناتے ہیں اور مسجدیں بھی بڑی خوبصورت بناتے ہیں اور آج کل خاص طور پر پاکستان وغیرہ میں ان کی آبادی کی طرف بھی بعض لوگوں نے توجہ کی ہے لیکن یہ تقویٰ سے خالی مسجدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد

ضرار کو گرانے کا جو حکم فرمایا تھا اس کے آگے آیات میں یہ بھی بڑا واضح فرمایا تھا کہ مسجد وہی حقیقی ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو لیکن ان غیر احمدی علماء نے اپنی دانست میں تقویٰ صرف اسی بات کو سمجھ لیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مسجدوں میں کھڑے ہو کے ہرزہ سرائی کی جائے۔ گندی اور غلیظ زبان آپؑ کے متعلق استعمال کی جائے، جماعت کو گالیاں دی جائیں اور پھر صرف یہی نہیں ہے بلکہ آئے دن یہ واقعات ہوتے ہیں کہ ان مسجدوں کی امامت اور فرقوں کے اختلاف کی وجہ سے آپس میں بھی ان کی گالم گلوچ رہتی ہے۔ اب تو اکثر واقعات وائرل ہوتے رہتے ہیں کہ مسجدوں میں دنگا فساد ہو رہا ہے یا ایک دوسرے کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ پس یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ ان میں تقویٰ کی کمی ہے اور ان کی مساجد میں مسجد کا حقیقی جو حق ہے وہ ادا نہیں ہو رہا اور ان کے عمل جو ہیں ان سے ہم احمدیوں کو بھی سبق لینا چاہیے اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری مسجدیں تقویٰ کی بنیاد پر ہوں۔ پس ہم تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے ان مسجدوں کو آباد کرنے کے لیے آئیں۔ پس یہی اصل حقیقت ہے۔ اگر یہ قائم رہے گی اور جب تک قائم رہے گی اس وقت تک ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے بھی وارث بنتے رہیں گے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ۔لِمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ:

"یہ ابوعامر کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی تھا۔ اس کے مکروں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ رسول کریمؐ اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان ادھر بھی آجایا کریں اور اس طرح مسلمانوں کی جماعت کو توڑ لوں گا۔ اس ابوعامر نے اپنا ایک رؤیا بھی مشتہر کر رکھا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریمؐ وَحِیۡدًا طَرِیۡدًا شَرِیۡدًا۔ "کہ دھتکارے ہوئے (نعوذ باللہ) تن تنہا" فوت ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے "اس کی یہ بات سن کر" فرمایا کہ خواب سچا ہے۔" یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ اس لیے سچا ہے کہ "اس نے اپنی حالت دیکھی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔" آپؐ نے نام نہیں لیا اور اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ نام نہ لینے میں اصل میں "یہ بلاغت ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا انجام بھی یہی ہو گا۔" [131]

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی ایسے ہی دشمنوں کے انجام ہوتے چلے آرہے ہیں۔[132]

179

حضرت عاصم بن قیسؓ

حضرت عاصم بن قیسؓ۔ حضرت عاصم بن قیسؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ ثَعۡلَبہ بن عمرو سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔[133]

180

حضرت عاقل بن بکیرؓ

چار بھائی جنہوں نے اکٹھے اسلام قبول کیا، اکٹھے ہجرت کی اور چاروں بدر میں شامل

نام و نسب

حضرت عاقلؓ کا تعلق قبیلہ بنو سعد بن لیث سے تھا۔[134]

حضرت عاقلؓ کا پہلا نام غَافِل تھا لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عاقل رکھ دیا۔ آپؓ کے والد کا نام تاریخ و سیرت کی زیادہ تر کتب میں بُکَیر آیا ہے تاہم چند کتابوں میں ابوبُکَیر بھی لکھا ہے۔ آپؓ کے والد بُکَیر زمانہ جاہلیت میں حضرت عمرؓ کے جدِّ امجد نُفَیل بن عَبْدُ الْعُزّٰی کے حلیف تھے۔ اسی طرح بُکَیر اور ان کے سارے بیٹے بنو نُفَیل کے حلیف تھے۔

ابتدائی قبول اسلام

حضرت عاقلؓ، حضرت عامرؓ، حضرت اِیاسؓ، اور حضرت خالدؓ یہ چاروں بھائی بُکَیر کے بیٹے تھے۔ انہوں نے اکٹھے دارِ ارقم میں اسلام قبول کیا اور یہ سب دارِ ارقم میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔

سارا خاندان مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والا

حضرت عاقلؓ، حضرت خالدؓ، حضرت عامرؓ اور حضرت اِیاسؓ ہجرت کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنے تمام مرد وزن کو اکٹھا کر کے ہجرت کی۔ سب عورتیں بچے وغیرہ سب نے اکٹھے ہجرت کی۔ یوں ان کے گھروں میں کوئی مکہ میں پیچھے باقی نہیں رہا، یہاں تک کہ ان کے دروازے بند کر دیے گئے۔ ان سب لوگوں نے حضرت رِفَاعہ بن عَبْدُ الْمُنْذِر ؓ کے ہاں مدینہ میں قیام کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاقلؓ اور حضرت مُبَشِّر بن عَبْدُ الْمُنْذِر ؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمائی، بھائی چارہ قائم فرمایا، بھائی بھائی بنایا۔ آپ دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ ایک قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاقلؓ اور حضرت مُجَذَّر بن زِیَاد کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ حضرت عاقل غزوۂ بدر کے روز 34 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ آپؓ کو مالک بن زُہَیر جُشَمِی نے شہید کیا تھا۔[135]

چار بھائی جو جنگ بدر میں شامل ہوئے

ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت اِیاسؓ اور ان کے بھائیوں حضرت عاقلؓ، حضرت خالدؓ اور

حضرت عامرؓ کے علاوہ کوئی بھی چار ایسے بھائی معلوم نہیں جو غزوۂ بدر میں اکٹھے شریک ہوئے ہوں۔[136]

حضرت بلالؓ کی شادی.........

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ ابوبُکَیر کے لڑکے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ یعنی یہ جو چاروں بھائی تھے ان میں سے کچھ بھائی یا چاروں ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی بہن کے رشتے کے لیے حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلالؓ سے رشتہ کے متعلق ان سے پوچھا۔ تسلی نہیں تھی تو چلے گئے۔ وہ لوگ دوسری مرتبہ پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیں۔ آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس بات پر وہ پھر چلے گئے۔ پھر وہ لوگ تیسری مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہماری بہن کا فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دیجیے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلالؓ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ پھر مزید فرمایا کہ ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے؟ اس پر ان لوگوں نے حضرت بلالؓ سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔[137]

181

حضرت عامر بن امیہؓ

حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "عامر کیا خوب شخص تھا۔"

ایک صحابی حضرت عامر بن امیہ ہیں۔ حضرت ہشام بن عامر کے والد تھے۔ بدر میں شامل تھے اور احد میں شہید ہوئے۔ قبیلہ بنو عدی بن نجار میں سے تھے۔[138]

حضرت ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ سے احد کے شہداء کو دفنانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وسیع قبر کھودو اور دو یا تین کو ایک قبر میں اتار دو۔

فرمایا کہ جس کو قرآن زیادہ آتا ہو اس کو پہلے اتارو۔ حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میرے والد عامر بن امیہ کو دو آدمیوں سے پہلے قبر میں اتارا گیا۔[139]

حضرت عامر کے بیٹے ہشام بن عامر ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کہ عامر کیا خوب شخص تھا۔ لیکن آپ کی پھر نسل نہیں چلی۔[140]

(182)

حضرت عامر بن بکیرؓ

چار بھائی جو جنگ بدر میں شامل ہوئے

پھر حضرت عامر بن بُکَیْر تھے۔ حضرت عامر بن بُکَیْر کا تعلق قبیلہ بنو سعد سے تھا۔ حضرت عامر غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت ایاس بن بُکَیْر، حضرت عاقل بن بُکَیْر اور حضرت خالد بن بُکَیْر غزوہ بدر میں شامل ہوئے اور یہ سب بعد کے غزوات میں بھی شامل ہوئے۔ ان سب بھائیوں نے دارارقم میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عامر بن بُکَیْر جنگ یمامہ والے دن شہید ہوئے۔[141]

(183)

حضرت عامر بن ربیعہؓ

ان کا خاندان حضرت عمر کے والد خطاب کا حلیف تھا جنہوں نے حضرت عامر کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پہلے عامر بن خطاب کے نام سے مشہور تھے لیکن جب قرآن کریم نے ہر ایک کو اپنے اصلی آباء کی طرف انتساب کا حکم دیا تو اس کے بعد عامر بن خطاب کے بجائے اپنے نسبی والد ربیعہ کی نسبت سے عامر بن ربیعہ پکارے جانے لگے۔

بچے adopt کرنے والوں کے لئے ایک رہنما اصول

یہاں ان لوگوں کے لئے اس بات کی وضاحت ہوگئی ہے جو اپنے رشتہ داروں کے، عزیزوں کے بچے adopt کرتے ہیں اور بڑے ہونے تک ان کو یہی نہیں پتہ ہوتا کہ ان کا اصل والد کون ہے اور شناختی کارڈ وغیرہ سرکاری کاغذات وغیرہ پر بھی اصل والد کے نام کے بجائے اس والد کا نام ہوتا ہے جس نے ان کو adopt کیا ہوتا ہے۔ اور پھر بعد میں اس وجہ سے بعض مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر لوگ خطوط لکھتے ہیں کہ اس طرح کر دیا جائے، اس طرح کر دیا جائے۔ اس لئے ہمیشہ قرآنی حکم کے مطابق عمل کرنا چاہئے سوائے ان بچوں کے جو اداروں کی طرف سے ملتے ہیں یا لئے جاتے ہیں adopt کئے جاتے ہیں اور ان کے والدین کے بارے میں بتایا نہیں جاتا۔ بہر حال اس وضاحت کے بعد آگے ان کے بارے میں بیان کرتا ہوں۔

ابتدائی اسلام قبول کرنے والے

یہ جو بیان ہوا تھا کہ ان کے حلیف تھے اس حلیفانہ تعلق کے باعث حضرت عمر اور حضرت عامر میں آخر وقت تک دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ یہ بالکل ابتداء میں ایمان لے آئے تھے۔ جب ایمان لائے اس وقت تک رسول کریم ﷺ ابھی دارِ ارقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔[142]

ان کی اہلیہ کو سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والی عورت کا اعزاز حاصل ہے

حضرت عامر اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حَثْمَہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پھر اس کے بعد مکہ لوٹ آئے۔ وہاں سے اپنی بیوی کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت عامر بن ربیعہ کی اہلیہ کو سب سے پہلے مدینہ ہجرت کرنے والی عورت کا اعزاز حاصل ہے۔

تمام غزوات میں شامل

آپ بدر اور تمام غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں ہوئی۔ آپ قبیلہ عَنْز سے تھے۔

حضرت عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ انہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص تم میں سے جنازہ کو دیکھے اور اس کے ساتھ جانا نہ چاہے تو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ وہ جنازہ اسے پیچھے چھوڑ دے یا رکھ دیا جائے۔

عبد اللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک رات نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ حضرت عثمان کی بابت اختلاف کر رہے تھے۔ اس وقت فتنہ کا آغاز ہو گیا تھا اور حضرت عثمان پر طعن کرتے تھے تو کہتے ہیں کہ نماز کے بعد وہ سو گئے تو خواب میں انہوں نے دیکھا کہ انہیں کہا گیا کہ اٹھ اور اللہ سے دعا مانگ کہ تجھے اس فتنہ سے نجات دے جس سے اس نے اپنے نیک بندوں کو نجات دی ہے۔ چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہ اٹھے اور انہوں نے نماز پڑھی اور بعد اس کے اسی حوالے سے دعا مانگی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بیمار ہو گئے اور پھر وہ خود گھر سے نہیں نکلے۔ ان کا جنازہ ہی نکلا۔[143] اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فتنہ سے بچنے کی یہ صورت بنائی۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں طواف کے دوران رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھا رسول کریم ﷺ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے دیں میں ٹھیک کر دیتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ ترجیح دینا ہے اور میں ترجیح دیئے جانے کو پسند نہیں کرتا۔[144]

اس حد تک آنحضرت ﷺ اس بات پر particular تھے کہ اپنے کام خود کرنے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی یہ حالت تھی ان چمکتے ہوئے ستاروں کی

ایک شخص حضرت عامر بن ربیعہ کا مہمان بنا انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور ﷺ سے سفارش کی بات کی۔ وہ آدمی حضور ﷺ کے پاس سے حضرت عامر کے پاس آیا اور کہا میں نے حضور ﷺ سے ایک ایسی وادی بطور جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ نے مجھے وہ عطا فرما دی ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑہ آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کے لئے ہو۔ حضرت عامر نے کہا کہ مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ

اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَهُمۡ فِيۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ (الانبیاء:2)[145]

کہ لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آگیا ہے اور وہ باوجود اس کے غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی یہ حالت تھی ان چمکتے ہوئے ستاروں کی۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے تھے۔

اگر تمہیں ان کا عہد نصیب ہو جائے تو میرا اسلام پیش کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ زید بن عمرو نے کہا میں نے اپنی قوم کی مخالفت کی۔ ملّت ابراہیمی کی اتباع کی۔ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک نبی کے ظہور کا انتظار تھا جن کا اسم گرامی احمد ہو گا۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ میں انہیں پا نہ سکوں گا۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ میں تمہیں ان کی ایسی علامات بتاتا ہوں کہ وہ تمہارے لئے مخفی نہیں رہیں گے۔ وہ نہ طویل قامت ہیں، نہ ہی پست قامت۔ ان کے بال نہ کثیر ہوں گے، نہ قلیل۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہر وقت رہے گی۔ ان کے کندھوں کے مابین مہر نبوت ہو گی۔ ان کا نام احمد ہو گا۔ یہ شہر مکّہ ان کی جائے ولادت اور بعثت کی جگہ ہو گی۔ پھر ان کی قوم انہیں یہاں سے نکال دے گی۔ وہ ان کے پیغام کو ناپسند کرے گی۔ پھر وہ یثرب کی طرف ہجرت کریں گے۔ پھر ان کا امر غالب آجائے گا۔ ان کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا۔ میں نے دین ابراہیمی کی تلاش میں سارے شہر چھان مارے ہیں۔ میں نے یہودیوں، عیسائیوں اور آتش پرستوں سب سے پوچھا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ دین تمہارے پیچھے ہے۔ انہوں نے مجھے وہی علامات بتائیں جو میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضرت عامر نے کہا جب رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو مَیں نے آپ ﷺ کو زید کے بارے میں بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے وہ اپنا دامن گھسیٹ رہا تھا۔[146]

یہ جو روایت ہے کہ نبی نہیں آئے گا۔ اس سے یہ بھی مراد نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمّتی نبی کی جو پیشگوئی کی تھی وہ غلط ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی آخری شرعی نبی ہیں اور کوئی نئی شریعت نہیں آئے گی اور جو بھی آنے والا آئے گا آپ کی غلامی میں ہی آئے گا۔ یہی ہمیں احادیث سے اور قرآن کریم سے بھی پتہ لگتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے حضرت عامر کی حضرت یزید بن مُنْذِر سے مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[147]

حضرت عامر بن ربیعہؓ نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چند دن بعد وفات پائی۔[148]

آپؓ کے والد کا نام ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ تھا۔ آپؓ سے بعض روایات بھی ملتی ہیں۔ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اپنی والدہ حضرت ام عبد اللہ لیلیٰ بنت ابو حَثْمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ہم حبشہ کی طرف کوچ کرنے والے تھے اور عامر بن ربیعہ ہمارے کسی کام کے سلسلہ میں کہیں گئے ہوئے تھے کہ حضرت عمرؓ جو کہ ابھی حالتِ شرک میں تھے وہاں آ نکلے اور میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور ہمیں ان سے سخت تکلیف اور سختیاں پہنچی تھیں۔

حضرت عمرؓ نے مجھ سے کہا۔ اے امّ عبد اللہ! کیا روانگی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! ہم اللہ کی زمین میں جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی پیدا کر دے۔ تم لوگوں نے ہمیں بہت دکھ دیا ہے اور ہم پر بہت سختیاں کی ہیں۔ اس پر **حضرت عمرؓ نے ان سے کہا۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو!**

وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز میں وہ رقّت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ وہاں سے چلے گئے اور ان کو ہمارے کوچ کرنے نے غمگین کر دیا تھا۔

وہ کہتی ہیں کہ اتنے میں حضرت عامرؓ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو میں نے ان سے کہا اے ابو عبد اللہ! کیا آپ نے ابھی عمر اور ان کی رقّت اور دکھ کو دیکھا۔ بتایا ہو گا انہوں نے۔

حضرت عامرؓ نے جواب دیا کہ کیا تُو اس کے مسلمان ہونے کی خواہشمند ہے؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت عامرؓ نے کہا۔ خطاب کا گدھا مسلمان ہو سکتا ہے مگر وہ شخص جس کو تُو نے ابھی دیکھا ہے یعنی حضرت عمرؓ وہ اسلام نہیں لا سکتا۔

حضرت لَیلیٰ کہتی ہیں کہ حضرت عامرؓ نے یہ بات اُس ناامیدی کی وجہ سے کہی تھی جو ان کو حضرت عمرؓ کے اسلام کی مخالفت اور سختی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔[149]

حضرت عبد اللہ بن عامر بن ربیعہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سَریہ نخلہ جس کا نام سریہ عبد اللہ بن جحش بھی ہے، یہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے اس پر روانہ فرمایا اور ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے اور وہ ہلکے پیٹ والے اور لمبے قد والے تھے۔ راستے میں ان کو شدید بھوک لگی جس کی وجہ سے وہ دہرے ہو گئے اور ہمارے ساتھ چلنے کی استطاعت نہ رکھ سکے اور گر پڑے۔ بھوک کی یہ حالت تھی۔ ہم نے ایک پتھر کا

ٹکڑا لے کر ان کے پیٹ پر رکھ کر ان کی کمر کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر وہ ہمارے ساتھ چل پڑے۔ ہم ایک عرب قبیلے کے پاس پہنچے جنہوں نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد آپؓ چل پڑے اور کہا کہ

میں سمجھتا تھا کہ انسان کی ٹانگیں اس کے پیٹ کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں حالانکہ اصل میں انسان کا پیٹ اس کی ٹانگوں کو اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ [150]

جب بھوک کی حالت ہو، فاقہ زدگی ہو، کمزوری ہو پھر انسان چل بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعے پر حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت سَہْلِ بن حُنَیفؓ کو جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ [151]

8ہجری میں جنگِ ذاتُ السَّلَاسِل میں حضرت عامر بن ربیعہؓ بھی شامل تھے اور اس میں آپؓ کے بازو پر تیر لگا جس کی وجہ سے آپؓ زخمی ہو گئے۔ [152]

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے استفسار فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپؐ سو رہے تھے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپؐ کو جگائیں۔ اس پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو۔ مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلایا کرو

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صفیں بنوائیں اور اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ [153] وہیں قبر کے اوپر۔

عبداللہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ نے بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی سریہ میں روانہ فرماتے تھے تو ہمارے پاس زادِ راہ صرف کھجور کا ایک تھیلا ہوتا تھا۔ امیرِ لشکر ہمارے درمیان ایک مٹھی بھر کھجور تقسیم کر دیتے تھے اور آہستہ آہستہ ایک ایک کھجور کی نوبت آجاتی تھی پھر آہستہ آہستہ وہ بھی ختم ہونے لگتی تھی تو سفر میں پھر ایک کھجور ایک آدمی کو ملا کرتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا۔ ابا جان! ایک کھجور کیا کفایت کرتی ہو گی؟ اس سے پیٹ کیا بھرتا ہو گا؟ انہوں نے کہا پیارے بیٹے! ایسا نہ کہو کیونکہ اس کی اہمیت ہمیں اس وقت معلوم ہوتی جب ہمارے پاس وہ بھی نہ ہوتی تھی۔ [154] یہ تو جو فاقے میں ہو اس سے پوچھو کہ ایک کھجور کی بھی کیا اہمیت ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خیبر کے علاقے سے یہود کو نکال دیا تو وادیٔ قریٰ کی زمینیں آپؓ نے جن لوگوں میں تقسیم فرمائیں ان میں حضرت عامر بن ربیعہ بھی تھے۔ [155]

حضرت عمرؓ جب جَابِیَہ تشریف لے گئے، یہ دمشق کے مضافات کی ایک بستی ہے، تو حضرت عامرؓ

آپؓ کے ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق اس میں حضرت عمرؓ کا جھنڈا حضرت عامرؓ کے پاس تھا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ جب حج پر تشریف لے گئے تو انہوں نے حضرت عامرؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔[156] امیر مقامی مقرر فرمایا۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ کی وفات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور بعض کے مطابق 32/ہجری میں ہوئی جبکہ بعض کے نزدیک 33/ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک 36/ہجری میں اور بعض کے نزدیک 37/ہجری میں ہوئی۔ علامہ ابن عساکر کے نزدیک 32/ہجری والی روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔[157]

آپؓ کی وفات کے بارے میں روایت میں یہ بھی بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپؓ اپنے گھر میں رہا کرتے تھے یہاں تک کہ لوگوں کو آپؓ کے بارے میں کوئی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ جب آپؓ کا جنازہ گھر سے نکلا۔[158]

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے بنو فزارہ کی ایک عورت سے دو جوتے حق مہر پر نکاح کر لیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو جائز قرار دیا۔ یعنی یہ معمولی سا جو حق مہر تھا وہ مقرر کیا تو وہ بھی جائز ہے۔[159]

عبداللہ بن عامر اپنے والد حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے سفر میں اپنی اونٹنی کی پیٹھ پر رات کو نفل پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرف منہ کیے ہوئے تھے جس طرف اونٹنی آپؐ کو لیے جا رہی تھی۔[160]

سفر میں جدھر بھی سواری کا منہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر میں تھا۔ ہم ایک مقام پر اترے تو ایک شخص نے پتھر اکٹھے کیے اور نماز کے لیے جگہ بنائی اور اس میں نماز پڑھی۔ صبح معلوم ہوا کہ ہمارا رخ غیر قبلہ کی طرف تھا۔ قبلے سے الٹا تھا۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم نے رات کو قبلے سے ہٹ کر نماز پڑھی ہے۔ اس پر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ:116) کہ اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔ پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو وہیں خدا کا جلوہ پاؤ گے۔[161] یعنی اگر غلط فہمی سے ہو گیا تو کوئی ہرج نہیں ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے ویسے پڑھ کر سنائی ہو۔ ضروری نہیں ہے کہ اس وقت نازل ہوئی ہو۔ بہر حال یہ روایت حلیۃ الاولیاء کی ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجتا ہے۔ پس اب تمہاری مرضی ہے کہ مجھ پر کم درود بھیجو یا زیادہ درود بھیجو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بندہ مجھ پر سلامتی کی دعا کرتا ہے تو جب تک وہ اسی حالت میں ہوتا ہے فرشتے اس پر سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ پس بندے کے اختیار میں ہے چاہے تو زیادہ مرتبہ سلامتی کی دعا کرے اور چاہے تو کم۔[162]

184

حضرت عامر بن سلمہؓ/ حضرت عمرو بن سلمہؓ

حضرت عامر بن سلمہؓ کو عمرو بن سلمہؓ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَلِی سے تھا۔ بلی عرب کے ایک قدیم قبیلہ قُضَاعہ کی ایک شاخ ہے جو یمن کے علاقے میں واقع ہے۔ اسی نسبت سے انہیں عامر بن سلمہ بَلَوِی ؓ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت عامر انصار کے حلیف تھے۔ حضرت عامر بن سلمہؓ کو غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[163]

185

حضرت عامر بن فُہَیْرَہ ؓ

”اسلام کی تاریخ کے بعض اہم واقعات میں بھی ان کا کردار ہے“

آج میں حضرت عامر بن فُہَیْرَہ کا ذکر کروں گا اور ان کا کافی لمبا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ اسلام کی تاریخ کے بعض اہم واقعات میں بھی ان کا کردار ہے۔ انہیں ان کا حصہ بننے کی توفیق ملی۔ اور وہ واقعات ایسے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

نام و نسب و کنیت

ان کی کنیت ابو عمرو تھی اور قبیلہ اَزْد سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اخیافی بھائی طُفَیل بن عبد اللہ بن سَخْبَرَہ کے غلام تھے۔ یہ بھی سیاہ فام غلام تھے۔ اخیافی بھائی وہ ہوتے ہیں جو ماں کی طرف سے بھائی ہوں۔ باپ مختلف تھے۔

ابتدائی اسلام قبول کرنے اور اسلام کی خاطر تکالیف اٹھانے والے

آپ اسلام لانے والے سابقین میں شامل تھے۔ پہلے اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں جانے سے قبل اسلام لا چکے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد کافروں کی طرف سے آپ کو بڑی تکالیف پہنچائی گئیں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

غار ثور میں قیام کے وقت یہ وہاں بکریاں چرایا کرتے

ہجرت مدینہ کے وقت جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں تھے تو آپؓ حضرت ابوبکر کی بکریاں چراتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انہیں حکم دیا تھا کہ بکریاں ہمارے پاس لے آیا کرنا۔ پس آپ سارا دن بکریاں چراتے تھے اور شام کو حضرت ابوبکر کی بکریاں غار ثور کے قریب لے جاتے تھے۔ تو آپ دونوں اصحاب خود بکریوں کا دودھ دوہ لیتے تھے یعنی آنحضرت ﷺ اور ابوبکرؓ۔ جب عبداللہ بن ابی بکر ان دونوں یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے پاس جاتے تھے تو حضرت عامر بن فُھَیْرَہ ان کے پیچھے پیچھے جاتے تھے تا کہ ان کے قدموں کے نشان مٹ جائیں۔ پتہ نہ لگے کہ حضرت ابوبکر کے بیٹے کہاں جا رہے ہیں، کفار کو کسی قسم کا شک نہ پڑے۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت

جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر غار ثور سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو اس وقت حضرت عامر بن فُھَیْرَہ نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابوبکر نے ان کو اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا۔ اس وقت ان کو راستہ دکھانے والا بَنُو الدِّیْل کا ایک مشرک شخص تھا۔[164]

مؤاخات اور شہادت

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد حضرت عامر بن فُھَیْرَہ اور حضرت حارث بن اوس بن مُعَاذ کے درمیان مؤاخات قائم کروائی تھی۔ حضرت عامر بن فُھَیْرَہ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور بئرِ معونہ کے موقع پر چالیس سال کی عمر میں ان کی شہادت ہوئی۔[165]

حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت سے قبل سات ایسے غلاموں کو آزاد کروایا تھا جن کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف دی جاتی تھی جن میں سے ایک حضرت بلالؓ تھے اور حضرت عامر بن فُھَیْرَہ بھی شامل تھے۔[166]

ہجرت مدینہ اور حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ کچھ تفصیل

ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ابوبکر کے گھر ٹھیک دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے، یعنی اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی کہنے والے نے

حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے ہیں۔ آپؐ ایسے وقت آئے کہ جس میں آپؐ ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! خدا کی قسم آپؐ جو اس وقت تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی بڑا کام ہے۔ کہتی تھیں اتنے میں رسول اللہ ﷺ پہنچ گئے اور جب آپؐ پہنچے تو اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ابو بکر نے اجازت دی۔ آپؐ اندر آئے۔ نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر سے کہا جو تمہارے پاس ہیں انہیں باہر بھیج دو۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! گھر میں تو صرف آپؐ ہی کے گھر والے ہیں یعنی عائشہؓ اور ان کی والدہ اُمّ رومان۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم بھی میرے ساتھ چلو۔ پھر حضرت ابو بکر نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! ساتھ چلنا ہے تو پھر میری ان دو سواری کی اونٹنیوں میں سے ایک آپؐ لے لیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں قیمتاً لوں گا۔ حضرت عائشہ کہتی تھیں چنانچہ ہم نے جلدی سے دونوں کا سامان تیار کر دیا اور ہم نے ان کے لئے توشہ تیار کر کے چمڑے کے تھیلے میں ڈال دیا۔ حضرت ابو بکر کی بیٹی حضرت اسماء نے اپنے کمر بند سے ایک ٹکڑہ کاٹ کر تھیلے کے منہ کو اس سے باندھا اس لئے ان کا نام ذَاتُ النِّطَاق ہو گیا۔

کہتی تھیں کہ پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر ثور پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے اور اس میں تین راتیں چھپے رہے۔ حضرت عبد اللہ بن ابو بکر ان دونوں کے پاس جا کر رات ٹھہرتے اور اس وقت وہ چالاک اور ہوشیار جوان تھے یعنی کہ اچھی ہوش و حواس میں تھے اور اندھیرے میں ہی ان کے پاس سے چلے آتے تھے۔ صبح صبح اندھیرے منہ ہی واپس آجاتے تھے اور مکہ میں قریش کے ساتھ ہی صبح کرتے تھے جیسے وہیں رات گزاری ہے۔ جو تدبیر بھی ان کے متعلق یعنی کفار کے متعلق سنتے وہ اس کو اچھی طرح سمجھ لیتے اور جب اندھیرا ہو جاتا تو غار میں پہنچ کر ان کو بتا دیتے۔ مکہ میں جو سارا دن رہتے تھے تو کفار کے جو بھی منصوبے تھے وہ شام کو آپ کو بتایا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فُہَیرَہ بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک دودھیل بکری ان کے پاس چراتا رہتا اور جب عشاء کے وقت سے کچھ گھڑی گزر جاتی تو وہ بکری ان کے پاس لے آتا اور وہ دونوں تازہ دودھ پی کر رات گزارتے۔ اور یہ دودھ ان دونوں کی دودھیل بکری کا ہوتا۔ عامر بن فُہَیرَہ رات کے پچھلے پہر گلّے میں چلا جاتا اور بکریوں کو آواز دینا شروع کر دیتا۔ تین رات تک وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ اور رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر نے بنو دیل کے قبیلے کے ایک شخص کو راستہ بتانے کے لئے اجرت پر رکھ لیا تھا اور وہ بنو عبد بن عدی سے تھا۔ بہت ہی واقف کار راستہ بتانے کا ماہر تھا۔ اس شخص نے عاص بن وائل کے خاندان کے ساتھ معاہدہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ ڈبویا تھا اور وہ کفار قریش ہی کے مذہب پر تھا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر دونوں نے اس پر اعتبار کیا۔ گو وہ کافر تھا اور قریش کا ہی زیادہ پروردہ بھی تھا لیکن بہر حال آپؐ نے اس پہ اعتبار کیا اور اپنی سواری کی

اونٹنیاں اس کے سپرد کر دیں اور اس سے یہی وعدہ ٹھہرایا کہ وہ تین دن کے بعد صبح کے وقت ان کی اونٹنیاں لے کر غار ثور پر پہنچے گا۔ عامر بن فُھَیرَہ اور رہبر ان دونوں کے ساتھ چلے۔ وہ رہبر ان تینوں کو سمندر کے کنارے کے راستے سے لے کر چلا گیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[167]

ہجرت مدینہ اور سراقہ کا تعاقب

سراقہ بن مالک بن جُعْشَم کہتے تھے کہ ہمارے پاس کفار قریش کے ایلچی آئے جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دیت مقرر کرنے لگے اس شخص کے لئے جو ان کو قتل کرے یا قید کرے۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنو مُدلِج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک شخص سامنے سے آیا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ کس طرح پکڑا جائے یا قتل کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ پر، حضورؐ پر کس طرح حملہ کیا جائے۔ کہتے ہیں یہ باتیں ہماری مجلس میں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص آیا اور آکر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا اور ہم بیٹھے تھے۔ کہنے لگا: سُرَاقہ! مَیں نے ابھی سمندر کے کنارے کی طرف کچھ سائے دیکھے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہی محمد ﷺ اور اس کے ساتھی ہیں۔ سُراقہ کہتے تھے کہ مَیں نے شناخت کر لیا کہ وہی ہیں مگر مَیں نے اسے کہا کہ وہ ہرگز نہیں ہیں بلکہ تم نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے گئے تھے اور اس کی بات ٹال دی۔ پھر میں اس مجلس میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ سُرَاقہ کو اس وقت لالچ بھی تھا کہ کہیں یہ نہ پیچھے چلا جائے اور پھر یہ انعام کا حق دار ٹھہر جائے۔ تو کہتے ہیں بہرحال میں نے ٹال دیا اور کچھ دیر کے بعد اٹھا اور گھر گیا اور اپنی لونڈی سے کہا کہ میری گھوڑی نکالو۔ وہ ٹیلے کے پرے ہی رہے۔

یعنی پیچھے جو ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا اس کی طرف میری گھوڑی لے جاؤ، اور وہیں رکھو۔ وہاں اس کو میرے لئے تھامے رکھو۔ چنانچہ میں نے اپنا نیزہ لیا اور اس کو لے کر گھر کے پیچھے کی طرف سے نکلا۔ مَیں نے نیزے کے بھال کو زمین پر رکھا اور اس کے اوپر کے حصے کو نیچے جھکایا اور اس طرح اپنی گھوڑی کے پاس پہنچا اور اس پر سوار ہو گیا۔ یعنی گھوڑی پر سوار ہونے کے لئے اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ نیزہ کا سہارا لیا اور گھوڑی پر سوار ہو گیا۔ میں نے اس کو چمکایا یعنی تھوڑی سی اس کو تھپکی دی اور اس کو دوڑایا اور وہ سرپٹ دوڑتی ہوئی مجھے لے گئی یہاں تک کہ جب ان کے قریب پہنچا یعنی آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچا تو میری گھوڑی نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ میں اس سے گر پڑا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ترکش کی طرف ہاتھ جھکا کر میں نے اس سے تیر نکالا اور اس سے فال لی کہ آیا ان کو نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں یعنی جو میرا قتل کا یا پکڑنے کا ارادہ ہے وہ میں کر سکوں گا یا نہیں۔ کہتا ہے کہ پس وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی فال میرے خلاف نکلی۔ یہی کہ میں نہیں پکڑ سکتا۔

کہتا ہے میں پھر اپنی گھوڑی پر سوار ہو گیا اور پانسے کے خلاف عمل کیا یا جو بھی فال نکلی تھی اس کے

خلاف عمل کیا۔ گھوڑی پھر سرپٹ دوڑتے ہوئے مجھے لئے جارہی تھی اور اتنا نزدیک ہو گیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سن لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے اور حضرت ابو بکر کثرت سے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد کیا ہوا، جب میں قریب پہنچا تو میری گھوڑی کی اگلی ٹانگیں زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئیں اور میں گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑی کو ڈانٹا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اپنی ٹانگیں زمین سے نکال نہ سکتی تھی۔ آخر جب وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور بڑا زور لگا کر سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کی دونوں ٹانگوں سے گرد اٹھ کر فضا میں دھوئیں کی طرح پھیل گئی۔ یعنی اتنی دھنسی ہوئی تھی کہ نکالتے ہوئے زور لگایا تو مٹی جو باہر نکلی وہ اتنی زیادہ تھی کہ لگتا تھا کہ غبار چھا گیا ہے۔ کہتا ہے اب میں نے دوبارہ تیروں سے فال لی تو وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا یعنی وہ جو میں چاہتا تھا اس کے خلاف فال نکلی یعنی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو نہیں پا سکتا۔ تب میں نے انہیں آواز دی کہ تم امن میں ہو۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دے کر کہا کہ اب آپ امن میں ہیں اور پھر وہ ٹھہر گئے۔ یعنی اب میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ میری بدنیت نہیں ہے۔ کہتے ہیں اب میں اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر ان کے پاس آیا۔ جب نیت ٹھیک ہو گئی تو گھوڑی بھی چل پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی یا وہ لوگ بھی کچھ دیر پیچھے آئے یا ٹھہر گئے۔ کہتا ہے کہ ان تک پہنچنے میں مجھے جو روکیں پیش آئیں ان کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بول بالا ہو گا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کے متعلق دیت مقرر کی ہے اور مَیں نے ان کو وہ سب چیزیں بتائیں جو کچھ کہ لوگ ان سے کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یعنی کفار کے جو بھی بد ارادے تھے اس کی ساری تفصیل بتا دی۔ اور پھر میں نے ان کے سامنے زاد اور سامان پیش کیا۔ میں نے کہا کہ یہ سامان ہے۔ آپ سفر میں جارہے ہیں تو سفر کا کھانے پینے کا کچھ سامان پیش کیا مگر انہوں نے مجھ سے نہ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا کہ نہیں۔ انہیں ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی مجھ سے کوئی اور فرمائش کی سوائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ ہمارے سفر کے متعلق حال پوشیدہ رکھنا یعنی کسی کو بتانا نہ کہ کس راستے سے ہم جارہے ہیں۔ کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی اور اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، کہ آپ میرے لئے امن کی ایک تحریر لکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فُہَیرَہ، یہی جو حبشی غلام تھے اور آزاد تھے سے فرمایا کہ تحریر لکھ دو اور اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ کا سفید کپڑوں کا ہدیہ پیش کرنا

ابن شہاب کی روایت ہے کہ عروۃ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں حضرت زبیرؓ سے ملے جو مسلمانوں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے تجارت کر کے واپس آرہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے اور مدینہ میں مسلمانوں نے سن لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل پڑے ہیں۔ اس لئے وہ ہر صبح حَرَّۃ میدان تک جایا کرتے تھے اور وہاں آپؐ کا انتظار

کرتے تھے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں لوٹا دیتی تھی۔ یعنی دوپہر تک انتظار کرتے تھے، شدید سورج جب چڑھ جاتا تھا تو پھر گرمی کی وجہ سے واپس چلے جاتے تھے۔ وہ اس انتظار میں تھے کہ کب آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچیں۔ کہتے ہیں ایک دن ان کا بہت دیر انتظار کرنے کے بعد جو لوٹے اور اپنے گھروں پر جب پہنچے تو ایک یہودی شخص اپنے ایک محل پر کچھ دیکھنے کے لئے چڑھا تو اس نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سراب ان سے آہستہ آہستہ ہٹ رہا تھا۔ یعنی دور سے ایک ہیولہ نظر آتا تھا لیکن آہستہ آہستہ شکلیں واضح ہوتی گئیں۔ یہودی سے رہا نہ گیا اور بے اختیار بلند آواز سے بول اٹھا۔ اے عرب کے لوگو! مدینہ والوں کو آواز دی کہ یہ تمہارا وہ سردار ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ پتہ تھا اس کو کہ مسلمان روزانہ ایک جگہ جاتے ہیں اور انتظار میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

اہل مدینہ کا والہانہ پرجوش استقبال

یہ سنتے ہی مسلمان اٹھ کر اپنے ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حرۃ کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپؐ انہیں ساتھ لئے ہوئے اپنی داہنی طرف مڑے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں ان کے ساتھ اترے اور یہ دوشنبہ یعنی سوموار کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں سے ملنے کے لئے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے۔ اور انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا آئے اور حضرت ابو بکر کو سلام کرنے لگے یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ ﷺ پر پڑنے لگی۔ یعنی کافی دیر ہو گئی۔ دھوپ ذرا چڑھ گئی۔ جو ذرا سایہ تھا وہ پرے ہٹ گیا تو حضرت ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچانا اور رسول اللہ ﷺ بنو عمرو بن عوف کے محلے میں دس سے کچھ اوپر راتیں ٹھہرے اور وہ مسجد بنائی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور اس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی۔

پھر آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور لوگ آپؐ کے ساتھ پیدل چلنے لگے اور وہ اونٹنی مدینہ میں وہاں جا کر بیٹھی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے۔ ان دنوں وہاں چند مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ سہیل اور سہل کے کھجوریں سکھانے کی جگہ تھی۔ ایک کھلا میدان تھا جہاں یہ دو لڑکے اپنی فصل کی کھجوریں سکھایا کرتے تھے۔ جو دو یتیم بچے تھے۔ یہ بچے حضرت اسعد بن زُرَارَۃ کی پرورش میں تھے۔ جب آپؐ کی اونٹنی نے آپؐ کو وہاں بٹھا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو یہیں ہماری قیامگاہ ہو گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان دو لڑکوں کو بلایا اور ان سے اس جگہ کی قیمت دریافت کی تا اسے مسجد بنائیں تو ان دونوں نے کہا نہیں یا رسول اللہ! ہم آپؐ کو یہ زمین مفت دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ زمین مفت لینے سے انکار کیا اور اسے ان سے خریدا اور پھر مسجد بنائی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس مسجد کے بنانے کے لئے لوگوں کے ساتھ اینٹیں ڈھونے لگے اور جب اینٹیں ڈھو رہے تھے تو ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

کہ یہ بوجھ خیبر کے بوجھ جیسا نہیں بلکہ اے ہمارے رب! یہ بوجھ بہت بھلا اور پاکیزہ ہے۔ نیز فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَۃ   فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

کہ اے اللہ اصل ثواب تو آخرت کا ثواب ہے۔ اس لئے تُو انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔[168]

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس واقعہ ہجرت کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔ آپؓ نے اسے اپنے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے اس لئے تھوڑی سی یہ تفصیل بھی مَیں بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ:

"آخر مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ صرف چند غلام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ مکہ میں رہ گئے۔ جب مکہ کے لوگوں نے دیکھا کہ اب شکار ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو رؤساء پھر جمع ہوئے اور مشورے کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے۔ خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آپؐ کے قتل کی تاریخ آپؐ کی ہجرت کی تاریخ سے موافق پڑی۔ جب مکہ کے لوگ آپؐ کے گھر کے سامنے آپؐ کے قتل کے لئے جمع ہو رہے تھے تو آپؐ رات کی تاریکی میں ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔" ایک طرف کفار اکٹھے ہو رہے تھے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے جو آپؐ کی رہنمائی فرمائی تو اسی وقت آپ باہر نکل رہے تھے۔ "مکہ کے لوگ ضرور شبہ کرتے ہوں گے کہ ان کے ارادہ کی خبر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی مل چکی ہو گی مگر پھر بھی جب آپؐ ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے یہی سمجھا کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور بجائے آپؐ پر حملہ کرنے کے سمٹ سمٹ کر آپؐ سے چھپنے لگ گئے (کہ یہ نہ ہو کہ یہ جو کوئی اَور شخص تھا جا کے آنحضرت ﷺ کو خبر دے دے کہ ہم اکٹھے ہو رہے ہیں) تا کہ ان کے ارادوں کی محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" کو خبر نہ ہو جائے۔" اس لئے سمٹ رہے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ "اس رات سے پہلے دن ہی آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے کے لئے ابو بکرؓ کو بھی اطلاع دے دی گئی تھی۔ پس وہ بھی آپؐ کو مل گئے اور دونوں مل کر تھوڑی دیر میں مکہ سے روانہ ہو گئے اور مکہ سے تین چار میل پر ثور نامی پہاڑی کے سرے پر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔

کھوجی کا کھوج: یا تو محمد ﷺ اس غار میں ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے

جب مکہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ مکہ سے چلے گئے ہیں تو انہوں نے ایک فوج جمع کی اور آپؐ کا تعاقب کیا۔ ایک کھوجی انہوں نے اپنے ساتھ لیا جو آپؐ کا کھوج لگاتے ہوئے ثور پہاڑ پر پہنچا۔ وہاں اس نے اس غار کے پاس پہنچ کر جہاں آپؐ ابو بکرؓ کے ساتھ چھپے ہوئے تھے یقین کے ساتھ کہا کہ یا تو محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" اس غار میں ہے یا آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ اس کے اس اعلان کو سن کر حضرت ابو بکرؓ کا دل بیٹھنے لگا اور انہوں نے آہستہ سے رسول کریم ﷺ سے کہا دشمن سر پر آ پہنچا ہے اور اب کوئی دم میں" تھوڑی دیر میں" غار میں داخل ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ابو بکر ڈرو نہیں۔ خدا ہم دنوں کے ساتھ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں کہا یا رسول اللہ! میں

اپنی جان کے لئے نہیں ڈرتا کیونکہ میں تو ایک معمولی انسان ہوں۔ مارا گیا تو ایک آدمی ہی مارا جائے گا۔ یارسول اللہ! مجھے تو صرف یہ خوف تھا کہ اگر آپ کی جان کو کوئی گزند پہنچا تو دنیا میں سے روحانیت اور دین کا نام مٹ جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا کوئی پروا نہیں۔ یہاں ہم دو ہی نہیں ہیں تیسرا خدا تعالیٰ بھی ہمارے پاس ہے۔ چونکہ اب وقت آپہنچا تھا کہ خدا تعالیٰ اسلام کو بڑھائے اور ترقی دے اور مکہ والوں کے لئے مہلت کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مکہ والوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور انہوں نے کھوجی سے استہزاء شروع کر دیا اور کہا کہ کیا انہوں نے اس کھلی جگہ پر پناہ لینی تھی؟ یہ کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے اور پھر اس جگہ کثرت سے سانپ بچھو رہتے ہیں۔ یہاں کوئی عقلمند پناہ نہیں لے سکتا اور بغیر اس کے کہ غار میں جھانک کر دیکھتے کھوجی سے ہنسی کرتے ہوئے وہ واپس لوٹ گئے۔

اے مکہ کی بستی! تُو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر.........

دو دن اسی غار میں انتظار کرنے کے بعد پہلے سے طے کی ہوئی تجویز کے مطابق رات کے وقت غار کے پاس سواریاں پہنچائی گئیں اور دو تیز رفتار اونٹنیوں پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی روانہ ہوئے۔ ایک اونٹنی پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رستہ دکھانے والا آدمی سوار ہوا اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابو بکرؓ اور ان کے ملازم عامر بن فُہَیرَہ سوار ہوئے۔ مدینہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مکہ کی طرف کیا۔ اُس مقدس شہر پر جس میں آپؐ پیدا ہوئے، جس میں آپؐ مبعوث ہوئے اور جس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے آپؐ کے آباؤ اجداد رہتے چلے آئے تھے آپؐ نے آخری نظر ڈالی اور حسرت کے ساتھ شہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے مکہ کی بستی! تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے مگر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے بھی نہایت افسوس کے ساتھ کہا۔ ان لوگوں نے اپنے نبیؐ کو نکالا ہے اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے۔ جب مکہ والے آپ کی تلاش میں ناکام رہے تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ واپس لے آئے گا اس کو سو "100" اونٹنی انعام دی جائے گی اور اس اعلان کی خبر مکہ کے ارد گرد کے قبائل کو بھجوا دی گئی۔

سُرَاقہ! تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے

چنانچہ سُرَاقہ بن مالک ایک بدوی رئیس اس انعام کے لالچ میں آپؐ کے پیچھے روانہ ہوا۔ تلاش کرتے کرتے اس نے مدینہ کی سڑک پر آپؐ کو جا لیا۔ جب اس نے دو اونٹنیوں اور ان کے سواروں کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں تو اس نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے دوڑا دیا مگر راستہ میں گھوڑے نے زور سے ٹھوکر کھائی اور سُرَاقہ گر گیا۔ سُرَاقہ بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنا واقعہ خود اس طرح بیان کرتا ہے۔"[169]

اور پھر وہ ساری تفصیل جو سُرَاقہ کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکی ہے وہ آپؓ نے تحریر فرمائی ہے۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جب عامر بن فُہَیرَہ نے حضورؐ کے ارشاد پر امن کا پروانہ لکھ دیا اور

سُراقہ کو امن کا پروانہ دیا تو اس وقت جب سُراقہ لوٹنے لگا تو معاً اللہ تعالیٰ نے سُراقہ کے آئندہ حالات آپ ﷺ پر غیب سے ظاہر فرمادئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر غیب کے ذریعہ ظاہر فرمایا کہ آئندہ سُراقہ کے ساتھ کیا حالات ہونے ہیں اور ان کے مطابق آپؐ نے اسے فرمایا۔ سُراقہ! اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سُراقہ نے حیران ہو کر پوچھا، کسریٰ بن ھُرمُز شہنشاہِ ایران کے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں!

سراقہ کے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنائے گئے

آپؐ کی یہ پیشگوئی کوئی سولہ سترہ سال کے بعد جا کر لفظ بہ لفظ پوری ہوئی۔ سراقہ مسلمان ہو کر مدینہ آ گیا۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد پہلے حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی شان کو دیکھ کر ایرانیوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دئے اور بجائے اسلام کو کچلنے کے خود اسلام کے مقابلے میں کچلے گئے۔ "ایرانیوں نے حملے شروع کئے تھے۔" کسریٰ کا دارالامارۃ اسلامی فوجوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا اور ایران کے خزانے مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ جو مال اس ایرانی حکومت کا اسلامی فوجوں کے قبضے میں آیا اس میں وہ کڑے بھی تھے جو کسریٰ ایرانی دستور کے مطابق تخت پر بیٹھتے وقت پہنا کرتا تھا۔ سُراقہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے اس واقعہ کو جو رسول کریم ﷺ کی ہجرت کے وقت اسے پیش آیا تھا مسلمانوں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا کرتا تھا اور مسلمان اس بات سے آگاہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ سُراقہ! اُس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب اموال غنیمت لا کر رکھے گئے اور ان میں انہوں نے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو سب نقشہ حضرت عمرؓ کے سامنے، آپؓ کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ کمزوری اور ضعف کا وقت جب خدا کے رسول کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا تھا، وہ سُراقہ اور دوسرے آدمیوں کا آپؐ کے پیچھے اس لئے گھوڑے دوڑانا کہ آپ کو مار کر یا زندہ کسی صورت میں بھی مکہ والوں تک پہنچا دیں تو وہ سو اونٹوں کے مالک ہو جائیں گے اور اس وقت آپؐ کا سُراقہ سے کہنا کہ سُراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ کتنی بڑی پیشگوئی تھی۔ کتنا مصفّٰی غیب تھا۔ کتنی صاف غیب کی خبر تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے سامنے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو خدا کی قدرت ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ انہوں نے کہا سُراقہ کو بلاؤ۔ سُراقہ بلائے گئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسریٰ کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنیں۔ سُراقہ نے کہا۔ اے خدا کے رسولؐ کے خلیفہ! سونا پہننا تو مسلمانوں کے لئے منع ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں منع ہے۔ ٹھیک ہے مردوں کے لئے سونا پہننا منع ہے مگر ان موقعوں کے لئے نہیں۔ یہ وہ موقع نہیں ہے جہاں منع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو تمہارے ہاتھ میں سونے کے کنگن دکھائے تھے۔ یا تو تم یہ کنگن پہنو گے یا میں تمہیں سزا دوں گا کیونکہ اب تو یہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور اس کا باقی حصہ بھی تمہیں پورا کرنا ہو گا۔ سُراقہ کا اعتراض تو محض شریعت

کے مسئلے کی وجہ سے تھا ورنہ وہ خود بھی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ سُراقہ نے وہ کنگن اپنے ہاتھ میں پہن لئے اور مسلمانوں نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔[170]

بعض کتب کے مطابق سُراقہ بن مالک کو کسریٰ کے کنگن پہنائے جانے والے الفاظ آپؐ نے ہجرت کے موقع پر نہیں فرمائے تھے بلکہ جس وقت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حُنَین اور طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو جِعْرانہ کے مقام پر فرمائے۔[171]

لیکن عموماً روایت یہی ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے موقع پر ہی کہا تھا جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے۔

بعض صحابہؓ کا بیمار ہونا اور مکہ کی یاد

جب عامر بن فُھَیْرَہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں آ کر بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ ہجرت کر کے آئے تو آپ کے بعض صحابہ بیمار ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عامر بن فُھَیْرَہؓ، حضرت بلالؓ بھی بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ان کی عیادت کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو اجازت عطا فرما دی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ آپؓ کا کیا حال ہے تو انہوں نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ　　　وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

کہ ہر شخص جب اپنے گھر میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے صبح بخیر کہا جاتا ہے بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی نزدیک تر ہوتی ہے۔ یعنی کہ جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ موت تو ایک دن آنی ہی آنی ہے۔ پھر آپ نے حضرت عامر بن فُھَیْرَہ سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا کہ:

إِنِّيْ وَجَدْتُ الْمَوْتَ قَبْلَ ذَوْقِهِ　　　إِنَّ الْجَبَانَ حَتْفُهُ مِنْ فَوْقِهِ

کہ یقیناً مَیں نے موت کو اس کا ذائقہ چکھنے سے قبل ہی پا لیا ہے یقیناً بزدل کی موت اچانک آ جاتی ہے یعنی بہادر موت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے اور بزدل نے اس کے لئے تیاری نہیں کی ہوتی۔ پھر آپؓ نے حضرت بلالؓ سے ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

يَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً　　　بِفَجٍّ وَحَوْلِيْ إِذْخِرٌ وَجَلِيْلُ

کاش مجھے معلوم ہو کہ آیا میں کوئی رات وادیٔ مکہ میں بسر کروں گا اور میرے ارد گرد اِذْخِر اور جَلِیل "مکہ کے گھاس" ہوں۔

اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا.........

پھر آپؓ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور آپؐ کو ان اصحاب کے قول بتائے۔ بتایا کہ حضرت ابو بکر نے یہ کہا، عامر بن فُہَیْرَہ نے یہ کہا، حضرت بلال نے یہ کہا تو آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَبَّبْتَ اِلَیْنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِھَا وَفِیْ مُدِّھَا وَانْقُلْ وَبَاءَھَا اِلٰی مَھْیَعَۃَ۔

اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ تُو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا یا اس سے بھی بڑھ کر۔ اے اللہ ہمارے لئے اس کے صاع میں اور اس کے مدّ میں (یہ دو وزن کے پیمانے ہیں) برکت ڈال دے اور مدینہ کو ہمارے لئے صحت مند مقام بنا دے اور اس کی وباء کو مَھْیَعَہ مقام کی طرف منتقل کر دے یعنی ہم سے دور لے جا۔[172]

بئر معونہ میں شہادت

حضرت عامر بن فُہَیْرَہ بئرِ معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے۔ جب وہ لوگ بئرِ معونہ میں قتل کئے گئے اور حضرت عَمْرو بن اُمَیَّہ ضَمَرِیْ قید کئے گئے تو عَامِر بن طُفَیل نے ان سے پوچھا یہ کون ہے؟ اور اس نے ایک مقتول کی طرف اشارہ کیا تو عمرو بن امیہ نے جواب دیا کہ یہ عامر بن فُہَیْرَہ ہے۔ عَامِر بن طُفَیل نے کہا کہ میں نے دیکھا یعنی عامر بن فُہَیْرَہ کو دیکھا کہ وہ قتل کئے جانے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں یہاں تک کہ میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آسمان ان کے اور زمین کے درمیان ہے۔ پھر وہ زمین پر اتارے گئے۔ نبی کریم ﷺ کو ان کی خبر پہنچی اور آپ ﷺ نے ان کے قتل کئے جانے کی خبر صحابہ کو دی اور فرمایا تمہارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے ربّ سے دعا کی ہے کہ اے ہمارے ربّ! ہمارے متعلق ہمارے بھائیوں کو بتا کہ ہم تجھ سے خوش ہو گئے اور تُو ہم سے خوش ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بتا دیا۔[173]

یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔ غیر کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا دیا جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تھی۔

حضرت عامر بن فُہَیْرَہ کو کس نے شہید کیا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؓ کو عَامِر بن طُفَیل نے شہید کیا، جس نے یہ بات بیان کی ہے۔[174]

عامر بن طفیل نے ہی پوچھا تھا نہ کہ کس نے شہید کیا تھا۔ یہ دشمنوں میں سے تھا۔ اور جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو جَبَّار بن سَلْمِی نے شہید کیا تھا۔ بہرحال بئرِ معونہ کے وقت یہ شہید ہوئے تھے۔[175]

واقعہ بئر معونہ

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عامر بن فُہَیْرَہ کے شہادت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"چنانچہ دیکھ لو اسلام نے تلوار کے زور سے فتح نہیں پائی بلکہ اسلام نے اس اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ فتح پائی ہے جو دلوں میں اتر جاتی تھی اور اخلاق میں ایک اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا کر دیتی تھی۔ ایک صحابی کہتے ہیں میرے مسلمان ہونے کی وجہ محض یہ ہوئی کہ میں اس قوم میں مہمان ٹھہرا ہوا تھا جس نے غداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے ستر قاری شہید کر دئے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو کچھ تو اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور کچھ ان کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ چونکہ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا اور مسلمان بہت تھوڑے تھے اور وہ بھی نہتے اور بے سروسامان۔ اس لئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ

آخر میں صرف ایک صحابی رہ گئے جو ہجرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا نام عامر بن فُہَیرہ تھا۔ بہت سے لوگوں نے مل کر اُن کو پکڑ لیا اور ایک شخص نے زور سے نیزہ ان کے سینے میں مارا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ ان کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ کعبہ کے ربّ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا۔" یعنی حملہ کرنے والوں کے ساتھیوں میں سے وہی صحابی وہی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ "جب میں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا تو میں حیران ہوا اور میں نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے دور، اپنے بیوی بچوں سے دور اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوا اور نیزہ اس کے سینہ میں مارا گیا مگر اس نے مرتے ہوئے اگر کچھ کہا تو صرف یہ کہ" کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔ کیا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ چنانچہ میں نے بعض اور لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے اور اس کے منہ سے ایسا فقرہ کیوں نکلا؟ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ مسلمان لوگ واقعہ میں پاگل ہیں۔ جب یہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور انہوں نے کامیابی حاصل کر لی۔" یہ کہتے ہیں کہ "میری طبیعت پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان لوگوں کا مرکز جا کر دیکھوں گا اور خود ان لوگوں کے مذہب کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ میں مدینہ پہنچا اور مسلمان ہو گیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا کہ ایک شخص کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے اور وہ وطن سے کوسوں دور ہے۔ اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اس کے پاس نہیں اور اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ "جب یہ شخص اس حملے کے بعد مسلمان ہوا تھا تو" اس کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتا اور فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ کے الفاظ پر پہنچتا تو اس واقعہ کی ہیبت کی وجہ سے یکدم اس کا جسم کانپنے لگ جاتا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تو" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے زور سے نہیں۔"[176]

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عامر بن فُہَیرہ کی شہادت کے وقت آپؓ کے منہ سے جو الفاظ نکلے

ان میں فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اور فُزْتُ وَاللّٰہِ دونوں الفاظ ملتے ہیں۔ دونوں روایتیں ہیں اور یہ الفاظ اَور صحابہ کے منہ سے بھی نکلے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا بھی ذکر کیا ہے اور کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں کہ "ہمیں تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ جنگوں میں اس طرح جاتے تھے کہ ان کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ جنگ میں شہید ہونا ان کے لئے عین راحت اور خوشی کا موجب ہے۔ اگر ان کو لڑائی میں کوئی دکھ پہنچتا تھا تو وہ اس کو دکھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ سکھ خیال کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہؓ کے کثرت کے ساتھ اس قسم کے واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں کہ انہوں نے خدا کی راہ میں مارے جانے کو ہی اپنے لئے عین راحت محسوس کیا۔ مثلاً وہ حفاظ جو رسول کریم ﷺ نے وسط عرب کے ایک قبیلہ کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے تھے ان میں حَرَام بن مِلْحَان اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس عَامِر بن طُفَیل کے پاس گئے اور باقی صحابہؓ پیچھے رہے۔ شروع میں تو عَامِر بن طُفَیل اور ان کے ساتھیوں نے منافقانہ طور پر ان کی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے ایک خبیث کو اشارہ کیا اور اس نے اشارہ پاتے ہی حرام بن مِلْحَان پر پیچھے سے نیزے کا وار کیا اور وہ گر گئے۔ گرتے وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا کہ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔

یعنی مجھے کعبہ کے رب کی قَسم! مَیں نجات پا گیا۔ پھر ان شریروں نے باقی صحابہ کا محاصرہ کیا اور ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فُھَیْرَہ جو ہجرت کے سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے ان کے متعلق ذکر آتا ہے بلکہ خود ان کا قاتل جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ ہی یہ بیان کرتا تھا کہ جب میں نے عامر بن فُھَیْرَہ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا فُزْتُ وَاللّٰہِ۔ یعنی خدا کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ صحابہؓ کیلئے موت بجائے رنج کے خوشی کا موجب ہوتی تھی۔"[177]

پس بڑے خوش قسمت تھے وہ لوگ اور خاص طور پر عامر بن فُھَیْرَہ جن کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت کا موقع ملا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کا بھی موقع ملا اور پھر یہ کہ غارِ ثور میں آنحضرت ﷺ کو کھانا وغیرہ خوراک مہیا کرنے یا اس زمانے میں خوراک تو بکری کا وہ دودھ تھا، دودھ پہنچانے کے لئے ان کو مقرر کیا گیا اور یہ باقاعدگی سے تین دن وہاں بکری لے جاتے رہے اور بکری کا دودھ وہاں پہنچاتے رہے۔

پھر ان کو یہ بھی موقع ملا کہ سُرَاقہ کو امن کی تحریر انہوں نے لکھ کر دی جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر تھی۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کو ان کی شہادت کی خبر بھی ان کی دعا سے دُور بیٹھے ہوئے ملی۔ تو یہ وفا کے پتلے تھے جنہوں نے ہر موقع پر وفا دکھائی۔[178]

186

حضرت عامر بن مخلدؓ

حضرت عامر بن مخلد۔ ان کی والدہ کا نام عمارہ بنت خنساء تھا۔ ان کا تعلق خزرج کے قبیلے بنو مالک بن نجار سے تھا۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور احد کے دن یہ شہید ہوئے۔[179]

187

حضرت عائذ بن ماعصؓ

اپنے ایک اور بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

حضرت عائذ بن ماعص انصاری صحابی ہیں۔ ان کا نام عائذ بن ماعص تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی مؤاخات حضرت سُوَیبِط بن حرملہ سے کروائی۔ آپ اپنے بھائی حضرت معاذ بن ماعص کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

حضرت عائذ بن ماعص بئر معونہ اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے۔ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں 12 ہجری میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔[180]

188

حضرت عباد بن بشرؓ

نام و کنیت

جنگ یمامہ گیارہ ہجری میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ حضرت عباد بن بشر کی کنیت ابو بشر اور ابو ربیع ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عبدالاَشْہَل سے تھا۔ ان کی اولاد میں صرف ایک بیٹی تھی وہ بھی فوت ہو گئی۔

قبول اسلام

انہوں نے مدینہ میں حضرت مُصْعَب بن عُمَیر کے ہاتھ پر حضرت سعد بن مُعاذ اور حضرت اُسَید بن حُضَیر سے پہلے اسلام قبول کیا۔ مؤاخات مدینہ کے وقت آنحضرت ﷺ نے آپ کو حضرت اَبو حُذَیفہ بن عُتْبَہ کا بھائی بنایا۔

تمام غزوات میں شرکت

حضرت عباد بن بشر غزوہ بدر، اُحد، خندق اور تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ شامل ہوئے۔ آپ ان اصحاب میں شامل تھے جن کو آنحضور ﷺ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ [181]

یہود کے ایک مفسد اور باغی سردار کعب بن اشرف کا قتل اور اس کے اسباب

کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے مختلف تواریخ سے لے کے سیرۃ خاتم النبیین میں بھی لکھا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ:

بدر کی جنگ نے جس طرح مدینہ کے یہودیوں کی دلی عداوت کو ظاہر کر دیا تھا... بدر کی جنگ میں مدینہ کے یہودیوں کا خیال تھا کہ کفار جو ہیں یہ اب مسلمانوں کو ختم کر دیں گے۔ لیکن جنگ کا پانسا مسلمانوں کے حق میں پلٹا گیا۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اس وجہ سے یہودیوں کی عداوت بھی ظاہر ہوئی۔ مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ بنو قَیْنُقَاع کی جلاوطنی بھی دوسرے یہودیوں کو اصلاح کی طرف مائل نہ کر سکی اور وہ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں میں ترقی کرتے گئے۔ چنانچہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف بَنُو نَبہانْ کا ایک ہوشیار اور چلتا پرزہ آدمی تھا جس نے مدینہ میں آ کر بنو نضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کئے۔ ان کا حلیف بن گیا اور بالآخر اس نے اتنا اقتدار اور رسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بَنُو نَضِیر کے رئیس اعظم ابورافع بن اَبُو الحَقِیْق نے اپنی لڑکی اسے رشتہ میں دے دی۔ اسی لڑکی کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رتبہ حاصل کیا حتیٰ کہ بالآخر اسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے گویا اپنا سردار سمجھنے لگ گئے۔ کعب ایک وجیہ اور شکیل شخص ہونے کے علاوہ ایک قادر الکلام شاعر اور نہایت دولتمند آدمی تھا۔ ہمیشہ اپنی قوم کے علماء اور دوسرے ذی اثر لوگوں کو اپنی مالی فیاضی سے اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتا تھا۔ **مگر اخلاقی نقطہ نظر سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے کمال حاصل تھا۔** فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لئے اسے بڑا کمال حاصل تھا۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کَعْب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدے میں شرکت اختیار کی جو آنحضرت ﷺ اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن و امان اور مشترکہ

دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا۔ ظاہراً تو یہ معاہدہ کیا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض و عداوت کی آگ سلگنے لگ گئی **اور اس نے خفیہ چالوں اور مخفی ساز باز سے اسلام اور بانیٔ اسلام ﷺ کی مخالفت شروع کر دی۔** چنانچہ لکھا ہے کہ کعب ہر سال یہودی علماء و مشائخ کو بہت سی خیرات کر دیا کرتا تھا۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد یہ لوگ اپنے سالانہ وظائف لینے کے لئے اس کے پاس گئے تو اس نے باتوں باتوں میں ان کے پاس آنحضرت ﷺ کا ذکر شروع کر دیا اور ان سے آپ کے متعلق مذہبی کتب کی بناء پر رائے دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا کہ بظاہر تو یہ وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا تھا۔ کعب اس جواب پر بہت بگڑا اور ان سب کو بڑا سخت سست کہا اور رخصت کر دیا اور جو خیرات انہیں دیا کرتا تھا وہ نہ دی۔ یہودی علماء کی جب روزی بند ہو گئی تو کچھ عرصہ کے بعد پھر کعب کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں علامات کے سمجھنے میں غلطی لگ گئی تھی۔ ہم نے دوبارہ غور کیا ہے۔ دراصل محمد ﷺ وہ نبی نہیں ہیں جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اس جواب سے پھر کعب کا مطلب حل ہو گیا اور اس نے خوش ہو کر ان کو سالانہ خیرات دے دی۔ ابیہ لکھتے ہیں کہ خیر یہ تو ایک مذہبی مخالفت تھی جو گوناگوار صورت میں اختیار کی گئی لیکن قابل اعتراض نہیں ہو سکتی تھی۔ لوگ مذہبی مخالفت کرتے ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے اور نہ اس بناء پر کعب کو زیر الزام سمجھا جا سکتا تھا۔ یہ اس کے قتل کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ اس کو قتل کیا جائے لیکن وجہ کیا بنی۔ اس کے بعد کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی اور بالآخر **جنگ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا** جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔

مکہ پہنچ کر اسلام کو مٹانے کی قسمیں کھا کر سازشی منصوبے........

دراصل بدر سے پہلے کعب یہ سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کا یہ جوش ایمان ایک عارضی چیز ہے اور آہستہ آہستہ یہ سب لوگ خود بخود منتشر ہو کر اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ آئیں گے لیکن جب بدر کے موقع پر مسلمانوں کو غیر متوقع فتح نصیب ہوئی اور رؤسائے قریش اکثر مارے گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا۔ چنانچہ بدر کے بعد اس نے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ و برباد کرنے میں صرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس کے دلی بغض و حسد کا سب سے پہلا اظہار اس موقع پر ہوا جب بدر کی فتح کی خبر مدینہ پہنچی تو اس خبر کو سن کر کعب نے علی رؤوس الاشہاد یہ کہہ دیا کہ خبر بالکل جھوٹی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ محمد ﷺ کو قریش کے ایسے بڑے لشکر پر فتح حاصل ہو اور مکہ کے اتنے نامور رئیس خاک میں مل جائیں۔ اور اگر یہ خبر سچ ہے تو پھر اس زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ یہ کعب نے کہا۔ جب اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور کعب کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعی بدر کی فتح نے اسلام کو وہ استحکام دے دیا ہے جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ تھا تو وہ غیظ و غضب سے بھر گیا اور فوراً سفر کی تیاری کر کے اس نے مکہ کی راہ لی۔ وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو شعلہ بار کر دیا۔ ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی۔ ان کے

سینے جذبات انتقام وعداوت سے بھر دیئے۔ اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجہ کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیامیٹ نہ کر دیں گے اس وقت تک چین نہ لیں گے۔ **مکہ کے کافروں سے اس نے یہ عہد لیا۔ مکہ میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کر کے اس بدبخت نے دوسرے قبائل عرب کا رخ کیا اور قوم بہ قوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ پھر مدینہ میں واپس آ کر مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔** یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا حتی کہ خاندانِ نبوت کی مستورات کو بھی اپنے اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا۔

آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش

بالآخر اس نے آنحضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی اور آپ کو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ باندھا۔ مگر خدا کے فضل سے اس کی وقت پر اطلاع ہو گئی اور اس کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔ **جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریکِ جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازشِ قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو** آنحضرت ﷺ نے جو اس بین الاقوامی معاہدے کی رو سے جو آپ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد اہالیانِ مدینہ سے ہوا تھا آپ مدینہ کی جمہوری سلطنت کے صدر اور حاکم اعلیٰ تھے۔

ریاست مدینہ کے سربراہ کی طرف سے قتل کا فیصلہ

آپ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے اور اپنے بعض صحابیوں کو ارشاد فرمایا کہ اسے قتل کر دیا جاوے۔ لیکن چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینہ کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو مدینہ میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع ہو جانے کا احتمال تھا جس میں نامعلوم کتنا کشت و خون ہونا تھا اور آنحضرت ﷺ ہر ممکن اور جائز قربانی کر کے بین الاقوامی کشت و خون کو روکنا چاہتے تھے۔ جنگ نہیں چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر پورا سامنے لا کر قتل نہ کیا جاوے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اسے قتل کر دیں اور یہ ڈیوٹی آپ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہ کے سپرد فرمائی اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذ کے مشورہ سے کریں۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لئے تو کوئی بات کہنی ہو گی یعنی کوئی عذر وغیرہ بنانا پڑے گا جس کی مدد سے کعب کو اس کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ میں قتل کیا جا سکے۔ آپ نے ان عظیم الشان اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس موقع پر ایک خاموش سزا کے طریق کو چھوڑنے سے پیدا ہو سکتے تھے

فرمایا کہ اچھا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابونائلہ اور دو تین اور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے مکان پر پہنچے اور کعب کو اس کے اندرون خانہ سے بلا کر کہا کہ ہمارے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہم تنگ حال ہیں۔ کیا تم مہربانی کر کے ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو۔ یہ بات سن کر کعب خوشی سے کود پڑا۔ کہنے لگا واللہ ابھی کیا ہے وہ دن دور نہیں جب تم اس شخص سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دو گے۔ اس پہ محمد نے جواب دیا خیر ہم تو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اتباع اختیار کر چکے ہیں اور اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ اس سلسلہ کا انجام کیا ہوتا ہے مگر تم یہ بتاؤ کہ قرض دو گے یا نہیں۔ کعب نے کہا کہ ہاں مگر کوئی چیز رہن رکھو۔ محمد نے پوچھا کیا چیز؟ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ محمد نے غصہ کو دبا کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے جیسے آدمی کے پاس ہم اپنی عورتیں رہن رکھ دیں تمہارا تو اعتبار کوئی نہیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر بیٹے سہی۔ محمد نے جواب دیا یہ بھی ناممکن ہے کہ ہم اپنے بیٹے تمہارے پاس رکھوا دیں۔ ہم سارے عرب کا طعن اپنے سر پر نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر تم مہربانی کرو تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں۔ کعب راضی ہو گیا اور محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے آئے۔ جب رات ہوئی تو یہ پارٹی ہتھیار وغیرہ ساتھ لے کر کیونکہ اب وہ کھلے طور پر ہتھیار ساتھ لے جاسکتے تھے کعب کے مکان پر پہنچے اور اس کو گھر سے نکال کر باتیں کرتے کرتے ایک طرف لے آئے اور پھر تھوڑی دیر بعد چلتے چلتے اس کو قابو کر کے وہ صحابہ جو پہلے ہتھیار بند تھے انہوں نے تلوار چلائی اور اسے قتل کر دیا۔ بہرحال کعب قتل ہو کر گرا اور محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ کو اس قتل کی اطلاع دی۔

یہود مدینہ کا اپنے سردار کے قتل کو درست تسلیم کرنا اور از سرِ نو معاہدہ

جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آ گئے اور دوسرے دن صبح کے وقت یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔

آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کی باتیں سن کر فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ اور پھر آپ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی، تحریکِ جنگ اور فتنہ انگیزی اور فحش گوئی اور سازش قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ کم از کم آئندہ کے لئے ہی امن اور تعاون کے ساتھ رہو اور عداوت اور فتنہ و فساد کے بیج نہ بوؤ۔ چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لئے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن و امان کے ساتھ رہنے اور فتنہ و فساد کے طریقوں سے بچنے کا از سرِ نو وعدہ کیا۔[182]

یہ قتل جائز تھا.........

آپ ﷺ نے ان کی باتیں سن کر یہ نہیں فرمایا کہ مسلمانوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اس کے جرم گنوائے اور اس کا جو ظاہری نتیجہ نکلنا چاہئے تھا وہ بتایا کہ ان حرکتوں کے بعد اُسے قتل تو ہونا تھا اور یہود کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ آپ صحیح فرمارہے ہیں تبھی تو نیا معاہدہ کیا تا کہ اس قسم کے واقعات آئندہ نہ ہوں اور پھر پُرامن فضا آئندہ کے لئے قائم ہو جائے۔ یہ نہ ہو کہ اب یہودی بدلے لینے شروع کریں پھر مسلمان انہیں سزا دیں۔ اگر یہودی قتل کیا جانا غلط سمجھتے کہ نہیں اس طریقے سے غلط کیا گیا ہے تو خاموش نہ ہوتے بلکہ خون بہا کا مطالبہ کرتے۔ یہ مطالبہ تو انہوں نے نہیں کیا اور خاموشی دکھائی تو یہ تمام باتیں بتاتی ہیں کہ اس وقت کے قانون کے مطابق یہ قتل جائز تھا۔ کیونکہ جو فتنہ یہ پھیلا رہا تھا یہ قتل سے بھی بڑھ کر تھا اور یہی ایسے مجرم کی سزا تھی اور ہونی چاہئے تھی اور اس وقت کے رواج کے مطابق جب اس کو سزا دی گئی تو جیسا کہ میں نے کہا اس طرح سزا دی جاسکتی تھی۔ اس رواج کے مطابق اگر سزا دی جاسکتی تھی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اور یہودیوں کے رویے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے تو پھر اعتراض کی بھی گنجائش نہیں۔ اگر نہ دی جاسکتی ہوتی تو یہودی یقیناً سوال اٹھاتے کہ مقدمہ چلا کر اور پھر ظاہراً کھلے طور پر سزا کیوں نہیں دی گئی۔

پس یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اس کا یہ قتل بالکل جائز تھا اور یہ سزا تھی لیکن یہ بھی واضح ہونا چاہئے کہ آجکل کے شدت پسند گروہ ایسی باتوں سے غلط sense میں بات کرتے ہیں اور اسی طرح حکومتیں بھی اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کا قتل کرنا جائز ہے۔ اول تو فتنہ اس طرح پھیلایا نہیں جارہا۔ جن کو قتل کیا جاتا ہے وہ فتنہ پھیلانے والوں میں نہیں ہیں۔ دوسرے صرف وہاں مجرم کو سزا دی گئی تھی نہ اس کے خاندان کو نہ کسی اور کو۔ یہ لوگ جب قتل کرتے ہیں تو معصوموں کو قتل کر رہے ہیں۔ عورتوں کو قتل کر رہے ہیں۔ بچوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کئی لوگوں کو اپاہج کر رہے ہیں۔ بہر حال آجکل کے قاعدہ اور قانون کے مطابق یہ چیز جائز نہیں اور اُس وقت وہ سزا صحیح تھی اور واجب تھی اور حکومت نے اس کو دی تھی۔

صدقات وصول کرنے کا کام سپرد کرنا

آنحضرت ﷺ نے حضرت عَبَّاد بن بِشر کو بنو سُلَیم اور مُزَیْنَہ کے پاس صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت عباد بن بشر ان کے پاس دس دن مقیم رہے۔ وہاں سے واپسی پر بنو مُصْطَلِق سے صدقہ وصول کرنے گئے۔ وہاں بھی آپ کا قیام دس دن کا رہا۔ اس کے بعد آپ واپس مدینہ آ گئے۔ اسی طرح یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے حضرت عباد بن بشر کو غزوہ حنین کے مال غنیمت کا عامل مقرر فرمایا تھا اور غزوہ تبوک میں آپ کو اپنے پہرے کا نگران مقرر فرمایا تھا۔[183]

انصار کے تین افضل ترین صحابہ

آپ کا شمار فاضل صحابہ کرام میں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ انصار میں سے تین شخص

ایسے تھے کہ ان کے اوپر انصاری صحابہ میں سے کسی اور کو افضل شمار نہیں کیا جاسکتا اور وہ سب کے سب قبیلہ بنو عبدالاشہل میں سے تھے۔ وہ تین یہ تھے۔ حضرت سعد بن معاذ، حضرت اُسَید بن حُضَیر اور حضرت عباد بن بشر۔

حضرت عباد بن بشر سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ تم لوگ میرے شِعَارْ ہو۔ (یعنی وہ کپڑا جو سب کپڑوں سے نیچے ہوتا ہے اور بدن سے ملا رہتا ہے) اور باقی لوگ دِثَار ہیں۔ (یعنی وہ چادر جو اوپر اوڑھی جاتی ہے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اطمینان ہے کہ تمہاری طرف سے مجھے کوئی تکلیف دِہ بات نہیں پہنچے گی۔

جنگ یمامہ میں شہادت

حضرت عباد بن بشر جنگ یمامہ میں 45 سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

اللہ عباد پر رحم کرے......

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے گھر میں تہجد کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں آپ نے عباد بن بشر کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا عائشہ کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ عباد پر رحم کر۔

روشنی کے دو چراغ......

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے دو شخص ایک تاریک رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے۔ ان میں سے ایک حضرت عباد بن بشر تھے اور دوسرے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اُسَید بن حُضَیر تھے اور ان کے ساتھ دو چراغ جیسے تھے جو ان کے سامنے روشنی کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں جدا جدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا۔ (رات کو اندھیرے میں روشنی دکھانے کے لئے) آخر وہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گئے۔[184]

صلح حدیبیہ میں شمولیت

صلح حدیبیہ کے سفر میں بھی یہ شامل تھے۔ اس سفر کی تفصیل میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کچھ اوپر چودہ سو صحابیوں کی جمعیت کے ساتھ ذوقعدہ 6 ہجری کے شروع میں پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے روانہ ہوئے اور اس سفر میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہ آپ کے ہم رکاب تھیں۔ اور مدینہ کا امیر نُمَیلَہ بن عبداللہ کو اور امام الصلوٰۃ عبداللہ بن اُمّ مکتوم کو جو آنکھوں سے معذور تھے مقرر کیا گیا تھا۔ جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے جو مدینہ سے قریباً چھ میل کے فاصلے پر مکہ کے رستے پر واقع ہے تو آپ ﷺ نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد قربانی کے

اونٹوں کو جو تعداد میں ستّر تھے نشان لگائے جانے کا ارشاد فرمایا اور صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ حاجیوں کا مخصوص لباس یعنی جو احرام کہلاتا ہے وہ پہن لیں اور آپ نے خود بھی احرام باندھ لیا اور پھر قریش کے حالات کا علم حاصل کرنے کے لئے کہ آیا وہ کسی شرارت کا ارادہ تو نہیں رکھتے ایک خبر رساں بُسْر بن سُفیان نامی کو جو قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتا تھا جو مکہ کے قریب آباد تھے آگے بھجوا کر آہستہ آہستہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مزید احتیاط کے طور پر مسلمانوں کی بڑی جمعیت کے آگے آگے رہنے کے لئے عَبّاد بن بِشر کی کمان میں بیس سواروں کا ایک دستہ بھی متعین فرمایا۔ جب آپ چند روز کے سفر کے بعد عُسْفَانْ کے قریب پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو منزل کے راستے پر واقع ہے تو آپ کے خبر رساں نے واپس آ کر آپ کی خدمت میں اطلاع دی کہ قریش مکہ بہت جوش میں ہیں اور آپ کو روکنے کا پختہ عزم کئے ہوئے ہیں حتی کہ ان میں سے بعض نے اپنے جوش اور وحشت کے اظہار کے لئے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی ہیں اور جنگ کا پختہ عزم کر کے بہر صورت مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قریش نے اپنے چند جانباز سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی کمان میں جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے آگے بھجوا دیا ہے اور یہ کہ یہ دستہ اس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچا ہوا ہے اور اس دستہ میں عکرمہ بن ابوجہل بھی شامل ہے۔ یہ خبریں آپ کو دی گئیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ خبر سنی تو تصادم سے بچنے کی غرض سے صحابہ کو حکم دیا کہ مکہ کے معروف راستے کو چھوڑ کر دائیں جانب ہوتے ہوئے آگے بڑھیں۔ چنانچہ مسلمان ایک دشوار گزار اور کٹھن راستے پر پڑ کر سمندر کی جانب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔[185]

اور وہاں پہنچے۔ آگے پھر صلح حدیبیہ کا سارا واقعہ ہے تو عَبّاد بن بِشر بھی ان لوگوں میں شامل تھے جن کو ایک دستہ کا سوار بنا کر معلومات لینے کے لئے بھیجا۔ بہت قابلِ اعتبار قابلِ اعتماد صحابی تھے جن پہ آنحضرت ﷺ کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔

حضرت عَبّاد بن بِشر حدیبیہ کے موقع پر ہونے والی بیعت جس کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے اس میں شامل ہونے والے صحابہ کرام میں سے ہیں۔

تیروں کے زخم اور نماز میں محویت

غزوہ ذاتُ الرِّقَاع کا ایک واقعہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک رات ایک جگہ پر قیام فرمایا۔ اس وقت تیز ہوا چل رہی تھی آپ ﷺ ایک گھاٹی پر فروکش ہوئے تھے۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ کون ہے جو آج رات ہمارے لئے پہرہ دے گا۔ اس پر حضرت عبّاد بن بِشر ؓ اور حضرت عمار بن یاسر کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کا پہرہ دیں گے۔ اس کے بعد وہ دونوں گھاٹی کی چوٹی پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عباد بن بشر نے حضرت عمار بن یاسر سے کہا کہ ابتدائی رات میں پہرہ دے لوں گا اور ان کو کہا کہ تم جا کر سو جاؤ۔ اور آخر رات میں تم پہرہ دے دینا تا کہ مَیں سو جاؤں۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسر تو سو گئے اور حضرت عباد بن بشر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

ادھر نجد کے علاقے میں آنحضرت ﷺ نے وہاں اُن کی زیادتیوں کی وجہ سے عورتوں کو جو پکڑا تھا تو ان میں سے ایک عورت کا شوہر اس وقت غائب تھا۔ اگر وہ ہوتا تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہوتی لیکن بہر حال جب وہ واپس آیا تو اسے پتہ چلا کہ اس کی بیوی کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا ہے۔ اس نے اسی وقت قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا جب تک محمد ﷺ کو نقصان نہ پہنچالوں یا ان کے اصحاب کا خون نہ بہالوں۔ چنانچہ وہ پیچھا کرتا ہوا اس وادی کے قریب آیا جہاں آنحضرت ﷺ فروکش تھے۔ جب اس نے وادی کے درّہ پر حضرت عباد بن بشر کا سایہ دیکھا تو بولا کہ یہ دشمن کا پہریدار ہے۔ اس نے تیر کمان پر چڑھا کر چلا دیا جو حضرت عباد بن بشر کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ حضرت عباد بن بشر اس وقت نماز میں مصروف تھے۔ انہوں نے تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز جاری رکھی اس نے دوسرا تیر مارا۔ وہ بھی انہیں لگا۔ انہوں نے اس کو بھی نکال کے پھینک دیا۔ پھر جب تیسرا تیر مارا تو حضرت عباد بن بشر کا کافی خون بہہ نکلا۔ انہوں نے نماز مکمل کی اور حضرت عمار بن یاسر کو جگایا۔ جب حضرت عمار بن یاسر نے حضرت عباد بن بشر کو زخمی حالت میں دیکھا تو پوچھا کہ پہلے کیوں نہیں جگایا۔ تو کہنے لگے کہ میں نماز میں سورۃ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ میرا دل نہیں چاہا کہ میں نماز کو توڑوں۔ [186]

یہ تھی ان لوگوں کی عبادتوں کی حالت۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عَبّاد بن بِشر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے ابوسعید! میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میرے لئے کھول دیا گیا۔ پھر ڈھانک دیا گیا۔ کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ان شاء اللہ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ مَیں نے کہا اللہ کی قسم تُو نے بھلائی دیکھی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت عَبّاد بن بِشر انصار کو پکار رہے تھے کہ تم لوگ تلواروں کے میان توڑ ڈالو۔ اور لوگوں سے جدا ہو گئے۔ انہوں نے انصار میں سے چار سو آدمی چھانٹ لئے جن میں کوئی اور شامل نہ تھا جن کے آگے حضرت عَبّاد بن بِشر، حضرت ابو دُجَانہ اور حضرت بَرَاء بن مالِك تھے۔ یہ لوگ باب الحدیقہ تک پہنچے اور سخت جنگ کی۔ حضرت عَبّاد بن بِشر شہید ہوئے۔ میں نے ان کے چہرے پر تلوار کے اس قدر نشان دیکھے کہ صرف جسم کی علامت سے پہچان سکا۔ [187]

غزوہ خندق کے موقع پر بھی حضرت عَبَّاد بن بشرؓ کو بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔ چنانچہ حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مَیں خندق میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اور کسی جگہ بھی آپؐ سے الگ نہیں ہوئی۔ آپؐ خود بھی خندق کی نگرانی فرماتے تھے۔ ہم سخت سردی میں تھے میں آپؐ کو دیکھ رہی تھی کہ آپؐ اٹھے اور جس قدر اللہ نے چاہا آپؐ نے اپنے خیمے میں نماز پڑھی۔ پھر آپؐ باہر نکلے اور دیکھا۔ کچھ دیر کے لیے نظر دوڑائی پھر میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ تو مشرکوں

کے گھڑ سوار ہیں جو خندق کا چکر لگا رہے ہیں۔ انہیں کون دیکھے گا؟ پھر آپؐ نے آواز دی۔ اے عَبَّاد بن بِشْر! حضرت عَبَّادؓ نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی اَور بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ہوں۔ ہم آپؐ کے خیمے کے ارد گرد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاؤ اور خندق کا چکر لگاؤ۔ یہ ان مشرکین کے گھڑ سواروں میں سے کچھ گھڑ سوار ہیں جو تم پر چکر لگا رہے ہیں اور وہ خواہش رکھتے ہیں کہ تمہاری غفلت میں اچانک تم پر حملہ کر دیں۔ پھر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم سے ان کے شر کو دُور کر دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما اور ان کو مغلوب کر دے۔ تیرے علاوہ کوئی انہیں مغلوب نہیں کر سکتا۔

پھر حضرت عَبَّاد بن بِشْرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے اور دیکھا کہ ابوسفیان مشرکین کے چند گھڑ سواروں کے ساتھ تھا اور وہ خندق کی تنگ جگہ کا چکر لگا رہا تھا اور مسلمان جو اس کنارے پر وہاں بیٹھے تھے، ان کے بارے میں آگاہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے، مسلمانوں نے ان پر پتھر اور تیر برسائے۔ پھر ہم بھی ان کے ساتھ رک گئے اور ہم نے بھی ان پر تیر اندازی کی یہاں تک کہ ہم نے ان مشرکین کو تیر اندازی کرتے ہوئے اپنی جگہ سے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور وہ اپنے ٹھکانوں کی طرف لَوٹ گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور مَیں نے آپؐ کو نماز کی حالت میں پایا۔ پھر مَیں نے آپؐ کو اس واقعہ کے بارے میں آگاہ کیا۔ حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپؐ کی سانس کی آواز سنی اور آپؐ اس وقت تک نہ اٹھے یہاں تک کہ مَیں نے حضرت بلالؓ کو صبح کی اذان دیتے ہوئے سنا اور فجر کی سفیدی نظر آ گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ حضرت ام سَلَمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ **اللہ تعالیٰ عَبَّاد بن بِشْر پر رحم فرمائے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے ساتھ چمٹے رہے اور ہمیشہ اس کی حفاظت کرتے رہے۔**[188]

"حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ انصار میں سے تین اشخاص اپنی افضلیت میں جواب نہیں رکھتے تھے یعنی "حضرت "اُسَید بن الحُضَیر"، "حضرت "سَعد بن مُعَاذ اور "حضرت "عَبَّاد بن بِشْر۔"[189]

تحویلِ قبلہ کے متعلق روایت ہے۔ اس میں حضرت عَبَّاد بن بِشْر کا نام بھی آتا ہے۔

چنانچہ حضرت تُوَیْلَہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم بنو حارثہ میں ظہر یا عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور دو رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے آ کر ہمیں بتایا کہ قبلہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ پھر ہم نے جگہ تبدیل کر لی اور مرد عورتوں کی جگہ کی طرف منتقل ہو گئے اور عورتیں مردوں کی جگہ کی طرف۔ ایک روایت کے مطابق اس

اطلاع دینے والے آدمی کا نام حضرت عَبَّاد بن بِشْر بن قَیْظِی تھا جو کہ قبیلہ بنو حَارِثہ سے تعلق رکھتے تھے جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق یہ شخص عَبَّاد بن بِشْر بن وَقْش تھے جو بنو عبد الاشہل سے تعلق رکھتے تھے۔[190]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قریشِ مکہ کی طرف سے سُہَیل بن عمرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کی غرض سے آیا تو اس وقت بھی حضرت عَبَّاد بن بشر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوہے کی خَود پہنے کھڑے تھے اور آپ کے ساتھ ایک اَور صحابی حضرت سَلَمہ بن اسلم بھی تھے۔ دورانِ گفتگو جب سہیل کی آواز بلند ہوئی تو حضرت عَبَّاد بن بِشْر نے اسے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آواز دھیمی رکھو۔[191]

حضرت عَبَّاد بن بِشر ہر غزوے کے موقع پر پیش پیش رہے چنانچہ جب عُیَیْنَہ بن حِصْن فَزارِی، بنو غَطْفَان کے چند سواروں کے ساتھ غابہ پر حملہ آور ہوا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھیل اونٹنیاں چرا کرتی تھیں تو انہوں نے اونٹنیوں کی نگرانیوں پر متعین آدمی کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو ساتھ لے گئے۔ جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو گھڑ سوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ روایت میں ذکر ہے کہ انصار میں سے حضرت مِقْدَاد بنِ اَسْوَد رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے پہلے حضرت عَبَّاد بن بِشْر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔[192]

یہ مہم غزوہ ذی قرد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تفصیل صحیح بخاری میں بھی آئی ہے۔ یَزِید بنِ ابی عُبَید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: مَیں نے حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نماز فجر کی اذان سے پہلے مدینہ سے نکل کر غابہ کی طرف گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھیل اونٹنیاں ذی قرد مقام پر چَر رہی تھیں۔ کہتے تھے کہ عبد الرحمٰن بن عوف کا ایک لڑکا مجھے رستے میں ملا۔ کہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں لے گئے ہیں۔ میں نے کہا کون لے گئے ہیں؟ اس نے کہا غَطْفَان کے لوگ۔ کہتے تھے کہ یہ سنتے ہی میں نے یا صَبَاحَاہ کی آواز تین بار بلند کی اور ان کو پہنچا دی جو مدینہ کے دو پتھریلے میدانوں میں تھے۔ پھر اپنے سامنے بے تحاشا دوڑ پڑا یہاں تک کہ ان لٹیروں کو جا لیا اور وہ جانوروں کو پانی پلانے لگے تھے۔ میں نے انہیں تیروں کا نشانہ بنایا اور میں اچھا تیر انداز تھا اور یہ رجز کہتا جاتا تھا۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں آج کا دن وہ ہے جس میں معلوم ہو جائے گا کہ دودھ پلانے والیوں نے کسے دودھ پلایا ہے اور میں گرجتے ہوئے یہ رجزیہ شعر پڑھتا تھا یہاں تک کہ ان سے تمام دودھیل اونٹنیاں چھڑا لیں اور ان سے تیس چادریں بھی چھین لیں۔ کہتے تھے کہ میں اسی حال میں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے لوگوں سمیت آ پہنچے۔ مَیں نے کہا نبی اللہ! میں نے ان لوگوں کو پانی نہیں پینے دیا اور وہ پیاسے تھے۔ آپ ان کی طرف اس وقت دستہ بھیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: **اکوع کے بیٹے! تم نے ان پر قابو پالیا ہے اس لیے نرمی کرو۔**

حضرت اکوعؓ کہتے تھے پھر ہم لوٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھا لیا اور ہم اسی حالت میں مدینہ میں داخل ہوئے۔[193]

(189)

حضرت عبّاد بن قیسؓ

حضرت عَبَّاد بن قَیْس۔ ان کی وفات بھی 8 ہجری میں جنگ موتہ میں ہوئی۔ ان کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپ کا نام عُبَادہ بن قیس بن عَیْشہ بھی ملتا ہے۔ اسی طرح آپ کے دادا کا نام عَبسہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عَبَّاد حضرت ابو درداءؓ کے چچا تھے۔

حضرت عَبَّاد غزوہ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں آنحضور ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ صلح حدیبیہ میں بھی آپ شریک تھے اور جنگ موتہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔[194]

(190)

حضرت عبادہ بن خشخاشؓ

حضرت عُبَادہ ؓ بن خَشْخَاش ہے۔ حضرت عُبَادہ ؓ بن خَشْخَاش کا نام واقدی نے عَبْدَہ بن حَسْحَاس بیان کیا ہے جبکہ ابنِ مَنْدَہ نے آپ کا نام عُبَادہ ؓ بن خَشْخَاش عَنْبَرِی بیان کیا ہے۔ بہرحال ان کا تعلق قبیلہ بَلِّی سے تھا۔ حضرت مُجَذَّر بن ذِیَاد کے چچا زاد بھائی تھے اور ان کی والدہ کی طرف سے بھی بھائی تھے۔ آپ بَنُو سَالِم کے حلیف تھے۔[195]

حضرت عُبَادہ ؓ بن خَشْخَاش غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ آپؓ نے قیس بن سائِب کو غزوۂ بدر میں قید کیا تھا۔ حضرت عُبَادہ ؓ بن خَشْخَاش غزوۂ احد کے دن شہید ہوئے اور آپؓ کو حضرت نُعمان بن مالک اور حضرت مُجَذَّر بن زیاد کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا۔[196]

191

حضرت عبادہ بن صامتؓ

دو بھائی جو بدر میں شامل ہوئے

نام و نسب

یہ انصاری تھے۔ حضرت عُبادہؓ کے والد کا نام صَامِت بن قیس اور والدہ کا نام قرۃ العین بنت عُبادہ تھا۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں یہ شریک تھے۔

قواقل.........

انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو عوف بن خزرج کے سردار تھے جو قَوَاقِل کے نام سے مشہور تھے۔ قَوقَل نام کی جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ جب مدینے میں کسی سردار کے پاس کوئی شخص پناہ کا طلب گار ہوتا تو اس سے یہ کہا جاتا تھا کہ اس پہاڑ پر جیسے مرضی چڑھ۔ اب تُو امن میں ہے یعنی تجھے کوئی مشکل نہیں۔ جہاں جس طرح مرضی رہ یعنی تُو اس حالت میں لَوٹ جا کہ تُو فراخی محسوس کر اور اب کسی بھی چیز کا خوف نہ کھا۔ اور وہ لوگ جو پناہ دینے والے تھے وہ 'قَوَاقِلَہ' کے نام سے مشہور تھے۔

ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ ایسے سردار جب کسی کو پناہ دیتے تو اسے ایک تیر دے کر کہتے کہ اس تیر کو لے کر اب جہاں مرضی جاؤ۔ حضرت نعمانؓ کے دادا ثَعلَبہ بن دَعْد کو قوقل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح خزرج کے سردار غَنْم بن عوف کو بھی قَوقَل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عُبادہ بن صَامِت بھی قَوقَل کے لقب سے مشہور تھے۔ بنو سالِم، بنو غَنم اور بنو عوف بن خزرج کو بھی قَوَاقِلَہ کہا جاتا تھا۔ بنو عوف کے سردار حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ تھے۔[197]

حضرت عبادہؓ کے ایک بیٹے کا نام ولید تھا جس کی والدہ کا نام جمیلہ بنت ابو صَعْصَعَہ تھا۔ دوسرے بیٹے کا نام محمد تھا جس کی والدہ کا نام حضرت اُمِّ حَرَام بنت مِلْحَان تھا۔ حضرت اَوس بن صَامِتؓ حضرت عُبادہ کے بھائی تھے۔ حضرت اوسؓ بھی بدری صحابی تھے۔[198]

تمام غزوات میں شمولیت

جب حضرت ابو مرثد غنویؓ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عُبادہ کے ساتھ ان کی مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت عُبادہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک تھے۔

بیت المقدس میں وفات اور تدفین

حضرت عبادہؓ 34 ہجری میں رَمْلہ فلسطین میں فوت ہوئے۔ بعض کے مطابق بیت المقدس میں فوت ہوئے اور وہیں تدفین ہوئی اور ان کی قبر آج بھی معروف ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبادہؓ کی وفات قُبرُس میں ہوئی جبکہ وہ حضرت عمرؓ کی طرف سے اس پر والی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔ ان کا قد لمبا جسم فربہ اور بہت خوبصورت تھا۔ بعض کے مطابق ان کی وفات پینتالیس ہجری میں امیر معاویہ کے دور میں ہوئی مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے جس میں ان کی وفات جو ہے وہ 34 ہجری میں فلسطین میں ہوئی نہ کہ 45 ہجری۔[199]

حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ کی روایات کی تعداد ایک سو اکاسی [181] تک پہنچتی ہے۔ احادیث کی مختلف روایات ان سے ہیں جس کے روایت کرنے والے اکابر صحابہ اور تابعین ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت مِقْدَام بن مَعْدِی کَرِبْ ؓ وغیرہ ہیں۔[200]

بیعت عقبہ کی بیعت

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عُبادہؓ جنگِ بدر میں شامل ہوئے تھے اور عَقَبَہ کی رات یہ بھی سرداروں میں سے ایک سردار تھے کہ حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے بیان کیا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبکہ آپ ﷺ کے ارد گرد آپ ﷺ کے صحابہ کا ایک گروہ تھا فرمایا کہ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم کسی چیز کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔ نہ ہی چوری کرو گے اور نہ ہی اولاد کو قتل کرو گے اور تم دیدہ و دانستہ بہتان نہیں باندھو گے اور نہ معروف بات میں تم نافرمانی کرو گے۔ پس جس نے بھی تم میں سے یہ عہد پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا اور جس نے ان بدیوں میں سے کوئی بدی کی اور پھر دنیا میں اسے سزا مل گئی تو یہ سزا اس کے لیے کفارہ ہو گی اور جس نے ان بدیوں میں سے کوئی بدی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اللہ چاہے تو اس سے درگزر کرے اور چاہے تو اسے سزا دے۔ سو ہم نے ان باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[201]

آنحضرت ﷺ کی میزبان کے لئے بے چین......... عبادہ بن صامت!

ہجرت مدینہ کے وقت نبی کریم ﷺ نے جب قبا میں نماز جمعہ ادا فرمائی تو نماز جمعہ پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ مدینہ کی طرف جانے کے لیے اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی اور اس کو کوئی حرکت نہ دی۔ اونٹنی دائیں اور بائیں اس طرح دیکھنے لگی کہ جیسے وہ چلنے کے لیے کسی سمت اور کسی رخ کا فیصلہ کر رہی ہے کہ مَیں کدھر جاؤں۔ یہ کھڑی تھی، دائیں بائیں دیکھ رہی تھی اور آگے نہیں چل رہی تھی۔ یہ دیکھ کر بنو سالم کے لوگوں نے یعنی جن کے محلے میں آپ ﷺ نے

جمعہ کی نماز پڑھی تھی انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا۔ ان میں عِتْبَان بن مالِك اور نَوفَل بن عبد اللہ بن مالک اور عُبادہ بن صَامِت بھی تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے ہاں قیام فرمائیے۔ یہاں اس علاقے میں لوگوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور عزت و حفاظت بھی پوری ہو گی۔ ہم پوری طرح عزت بھی کریں گے، آپؐ کی حفاظت بھی کریں گے اور یہاں ہیں بھی ہم زیادہ مسلمان۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ یہاں دولت اور ثروت بھی ہے۔ ہمارے لوگ بڑے کشائش والے ہیں۔ پیسے ہمارے پاس ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمارے قبیلے میں اتریے، ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس ہتھیار بھی ہیں۔ نیز ہمارے پاس باغات اور زندگی کی ضروریات بھی ہیں۔ یعنی کہ حفاظت بھی ہم کر سکتے ہیں۔ مالی لحاظ سے بھی ہم بہتر ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ یارسولَ اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) جب کوئی خوف اور دہشت کا مارا ہوا عرب اس علاقے میں آجاتا ہے تو وہ ہمارے ہاں ہی آکر پناہ ڈھونڈتا ہے۔

آپ ﷺ نے ان کی ساری باتیں سن لیں۔ ان کے لیے خیر کے کلمات عطا فرمائے اور فرمایا تمہاری باتیں، تمہارا سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور فرمایا کہ اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ آج یہ مامور ہے۔ اس نے جہاں بھی جانا ہے، رکنا ہے، بیٹھنا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی جائے گی۔ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اونٹنی مامور ہے اس لیے اس کا رستہ چھوڑ دو۔ آپ مسکراتے ہوئے یہ فرما رہے تھے کہ جو بھی تم نے پیشکش کی ہے اللہ تم پر اپنی برکت نازل فرمائے۔ پھر اونٹنی وہاں سے چل پڑی۔[202]

عبادہ بن صامتؓ......... ایک ہزار کے برابر

فتحِ مصر کے متعلق "سیر الصحابہ" کا مصنف جو ہے لکھتا ہے کہ خلافتِ فاروقی میں مصر کے فتح ہونے میں دیر ہوئی تو حضرت عَمرو بن عاصؓ نے حضرت عمرؓ کو مزید مدد کے لیے خط لکھا۔ حضرت عمرؓ نے چار ہزار فوج روانہ کی جس میں سے ایک ہزار فوج کے افسر حضرت عبادہؓ تھے اور جواب میں لکھا کہ ان افسروں میں سے ہر شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ یہ مدد مصر پہنچی تو حضرت عَمرو بن عاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے ایک پُر اثر تقریر کی اور حضرت عُبادہؓ کو بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھ کو دیجیے اور خود انہوں نے، عَمرو بن عاصؓ نے، اپنے سر سے اپنا عمامہ اتارا اور نیزے پر لگا کر ان کے حوالے کیا کہ یہ سپہ سالار کا عَلَم ہے، سپہ سالار کا جھنڈا ہے اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔ خدا کی شان کہ اس کے بعد پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہو گیا۔[203]

حضرت عبادہ اور مختلف علاقوں کی فتوحات

حضرت ابو عُبَیدَہ بن جَرَّاحؓ فتح دمشق کے بعد حِمص آئے اور یہاں کے باشندوں نے ان سے صلح کر لی اس کے بعد انہوں نے حضرت عُبادہ بن صَامِت انصاریؓ کو حِمص پر نگران مقرر کیا اور خود حُمَاۃ کی طرف بڑھے۔ حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے بعد میں لَاذِقِیَّہ کی طرف کُوچ کیا جو ملکِ شام میں ساحلِ سمندر

پر واقع ایک شہر ہے۔ اس کے باشندوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔ وہاں ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے بغیر نہیں کھلتا تھا۔ حضرت عبادہؓ لشکر کو شہر سے دور لے گئے اور اسے ایسے گڑھے کھودنے کا حکم دیا جس میں ایک آدمی اور اس کا گھوڑا اچھی طرح چھپ جائیں۔ لمبی خندق کھودیں۔ مسلمانوں نے گڑھے کھودنے میں بڑی کوشش کی اور جب اس کام سے فارغ ہو چکے تو دن کی روشنی میں حِمص کی جانب واپس جانا ظاہر کیا اور جب رات چھا گئی تو یہ لوگ اپنی چھاؤنی اور اپنی خندقوں کی طرف واپس آ گئے جو کھودی تھیں۔ اہلِ لَاذِقِیَّہ دھوکے میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ جب دن چڑھا تو انہوں نے اپنا دروازہ کھولا اور اپنے مویشی لے کر نکلے۔ مسلمان دفعۃً نمودار ہوئے جنہیں دیکھ کر وہ لوگ دہل گئے۔ مسلمانوں نے ان پر چڑھائی کر دی اور دروازے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اس کو فتح کر لیا۔ حضرت عُبادہؓ قلعے میں داخل ہوئے۔ اس کی دیوار پر چڑھے اور اسی پر سے تکبیر کہی۔ لَاذِقِیَّہ کے نصاریٰ میں سے ایک قوم یَسِیْدُ کی طرف بھاگ گئی۔ پھر ان لوگوں نے اس پر امان چاہی کہ انہیں ان کی زمین کی طرف واپس آنے دیا جائے۔ پہلے تو ڈر کے چلے گئے لیکن پھر انہوں نے کہا کہ ہمیں امان دیں اور ہم واپس آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خراج کی ادائیگی پر زمین ان کے حوالے کر دی گئی کہ ایک حصہ آمد کا تم دو گے اور ان کو ان کی زمین واپس کر دی اور ان کی معبد گاہ ان کے لیے چھوڑ دی گئی۔ جہاں وہ عبادت کرتے تھے وہ بھی ان کو واپس کر دی گئی کہ ٹھیک ہے تم جس طرح چاہتے ہو اپنی عبادت کرو۔ مسلمانوں نے لَاذِقِیَّہ میں حضرت عُبادہؓ کے حکم سے ایک مسجد بنائی جو بعد میں وسیع کی گئی۔ حضرت عُبادہؓ اور مسلمان سمندر کے کنارے پہنچے اور بَلْدَۃ نام کا ایک شہر فتح کیا جو جَبَلَہ قلعہ سے دو فرسخ یعنی چھ میل کے فاصلے پر تھا۔

حضرت عُبادہؓ اور ان کے ساتھی مسلمانوں نے پھر کافی فتوحات کی ہیں۔ ان کے ذریعہ سے اَنطرطُوس فتح ہوا جو ملکِ شام میں سمندر کے کنارے واقع ایک شہر ہے۔ اسی طرح پھر ملک شام کے علاقے لَاذِقِیَّہ، جَبَلَہ، بَلْدَۃ اَنْطَرطُوس حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ کے ہاتھوں فتح ہوئے۔[204]

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عُبادہؓ کو بعض صدقات کا عامل بنایا اور انہیں نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم اونٹ کو اپنے اوپر لادے ہوئے ہو اور وہ بلبلاتا ہو یا گائے کو لادے ہوئے آؤ اور اس کی آواز نکل رہی ہو یا بکری کو لادے ہوئے آؤ اور وہ ممیاتی ہو یعنی کہیں خیانت نہ ہو جائے۔ ایسا نہ ہو کہ صدقات کی صحیح طرح حفاظت نہ کر سکو اور اس زمانے میں جو صدقات آتے تھے۔ زکوٰۃ میں یا صدقات میں اونٹ گائے بکریاں وغیرہ جو چیزیں آ رہی ہیں یہ نہ ہو کہ ان کی تقسیم کا اور ان کی حفاظت کا تم صحیح طرح حق نہ ادا کر سکو اور پھر قیامت کے دن وہی چیزیں تمہارے یہ بوجھ بن جائیں گی۔ حضرت عُبادہ بن صَامِتؓ نے یہ سن کے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو دو آدمیوں پر بھی عامل نہ بنوں گا۔

میری تو یہ حالت ہے کہ میں تو کسی کا کوئی بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے مجھے تو نہ ہی بنائیں تو ٹھیک ہے۔

صاحب علم

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے پانچ آدمیوں نے قرآن کو جمع کیا تھا جن کے نام یہ ہیں۔ حضرت مُعاذ بن جبلؓ، حضرت عُبادہ بن صامِتؓ، حضرت اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت ابو دَرْدَاءؓ۔[205]

حضرت یزید بن سفیانؓ نے فتح شام کے بعد حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہل شام کو ایسے معلم کی ضرورت ہے جو انہیں قرآن سکھائے اور دین کی سمجھ بوجھ دے تو حضرت عمرؓ نے حضرت مُعاذؓ، حضرت عُبادہؓ اور حضرت ابو دَرداءؓ کو بھیجا۔ حضرت عُبادہؓ نے جا کر فلسطین میں قیام کیا۔ جُنَادَہ سے مروی ہے کہ میں جب حضرت عُبادہؓ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے انہیں اس حالت میں پایا کہ انہیں اللہ کے دین کی خوب سمجھ تھی۔ یعنی بڑے صاحبِ علم تھے۔[206]

اللہ ایسی زمین کو خراب کر دے گا جس میں تمہارے جیسا کوئی اَور نہ ہوا

جب مسلمانوں نے ملکِ شام کو فتح کیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت عُبادہؓ اور ان کے ساتھ حضرت مُعاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو درداءؓ کو شام بھجوایا تا کہ وہاں لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں اور ان کو دین سکھائیں۔ حضرت عُبادہؓ نے حِمص میں قیام کیا اور حضرت ابو دَرداءؓ نے دمشق میں قیام کیا اور حضرت مُعاذؓ فلسطین کی طرف چلے گئے پھر کچھ دیر بعد حضرت عُبادہؓ بھی فلسطین چلے گئے۔ وہاں امیر معاویہ نے ایک معاملہ میں یعنی دین کے معاملے میں مخالفت کی جس کو حضرت عبادہؓ ناپسند کرتے تھے۔ کسی دینی مسئلے میں اختلاف تھا۔ امیر معاویہ نے ان سے اس پر سخت کلامی کی تو حضرت عبادہؓ نے کہا کہ میں ہر گز آپ کے ساتھ ایک سرزمین میں نہ رہوں گا۔ پھر وہ مدینے چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز ادھر لے آئی ہے۔ حضرت عبادہؓ نے حضرت عمرؓ کو ساری بات بتائی کہ اس طرح اختلاف ہوا تھا اور پھر انہوں نے میرے ساتھ بڑی سخت کلامی کی ہے۔ بہر حال اختلاف کی وجہ سے وہ واپس آ گئے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور اللہ ایسی زمین کو خراب کر دے گا جس میں تم یا تمہارے جیسا کوئی اَور نہ ہوا۔ یعنی صاحبِ علم لوگ، دین کا علم رکھنے والے آنحضرت ﷺ کے پرانے صحابہ میں سے لوگ ضرور ہونے چاہئیں۔ نہیں تو یہ اس زمین کی بدقسمتی ہے۔ اس لیے تمہارا واپس جانا ضروری ہے اور امیر معاویہ کو بھی یہ فرمان لکھ کر بھیجا کہ تمہیں ان یعنی حضرت عبادہؓ پر کوئی اختیار نہیں ہے۔[207]

بعض مسائل ہیں اگر یہ بیان کرتے ہیں یا بعض باتیں کہتے ہیں تو ان کے لیے سنا کرو اور یہ جو کہتے ہیں وہ ٹھیک کہتے ہیں۔[208]

خدا کی خاطر قبیلے سے الگ ہو گئے.........

تاریخ میں لکھا ہے کہ جب عبد اللہ بن اُبَی کے کہنے پر اس کے حلیف قبیلہ بنو قَیْنُقَاع نے

مسلمانوں سے جنگ کی تو حضرت عُبادہؓ بھی عبد اللہ بن اُبی کی طرح ان کے حلیف تھے لیکن اس جنگ کی حالت کی وجہ سے یہ اس قبیلے سے الگ ہو گئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر ان کے حلیف ہونے سے بَری ہو گئے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْھُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (المائدہ:52) کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ پکڑو۔ وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا وہ انہی کا ہو رہے گا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔[209]

کفار کو دوست نہ رکھنے کا اصل مفہوم

یہاں یہ واضح کر دوں کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کبھی بھی کسی عیسائی یا یہودی کو فائدہ پہنچانے والی بات نہیں کرنی۔ اُن سے تعلقات نہیں رکھنے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی جو تمہارے ساتھ جنگ کی حالت میں ہیں ان سے دوستیاں نہ کرو ورنہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اُن سے نیکی اور عدل سے نہیں روکتا جو تم سے جنگ نہیں کرتے یا جنہوں نے تمہیں گھروں سے نہیں نکالا چاہے وہ کافر ہیں یا یہود و نصاریٰ میں سے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (الممتحنہ:9) اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

پس یہاں جو واضح کیا گیا ہے، پہلی آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کمزوری اور خوف اور بزدلی کی وجہ سے غیر مسلموں سے تعلقات نہیں رکھنے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارا اللہ تعالیٰ پر توکّل ہونا چاہیے اور اپنی ایمانی حالت کو بہتر کرو گے تو خدا تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ ہو گا لیکن ہم آج کل دیکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں مدد کے لیے انہی غیر لوگوں کی گودوں میں گر رہی ہیں اور ان سے خوف زدہ بھی ہیں اور غیروں سے مدد لینے کی وجہ سے پھر نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہر ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان کے خلاف ہے۔ یہی لوگ پھر اسلام کی جڑیں کاٹنے والے بھی ہیں۔ بہرحال ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مسلمان حکومتوں کو بھی عقل دے۔

بنو قینقاع کی بغاوت اور ان کی جلاوطنی

بہرحال اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ بنو قینقاع نے جب جنگ کی تو اس کے بعد ان کا گھیراؤ کیا گیا۔ جنگ ہوئی اور انہوں نے شکست کھائی۔ سیرت خاتم النبیینؐ میں اس واقعہ کا مختلف تاریخوں سے لے کر جو ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ اس جنگ کے بعد جب بنو قینقاع کی شکست ہوئی تو ان کو جلاوطنی کا

حکم دیا گیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

جب جنگ بدر ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو باوجود ان کی قلت اور بے سروسامانی کے قریش کے ایک بڑے جرّار لشکر پر نمایاں فتح دی اور مکے کے بڑے بڑے عمائد خاک میں مل گئے تو مدینے کے یہودیوں کی مخفی آتش حسد جو تھی وہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا نوک جھونک شروع کر دی۔ مجلسوں میں برملا طور پر یہ کہنا شروع کر دیا کہ قریش کے لشکر کو شکست دینا کون سی بڑی بات تھی۔ ہمارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہو تو ہم بتا دیں کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک مجلس میں انہوں نے خود آنحضرت ﷺ کے منہ پر اسی قسم کے الفاظ کہے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جنگ بدر کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے ایک دن یہودیوں کو جمع کر کے ان کو نصیحت فرمائی اور اپنا دعویٰ پیش کر کے اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپ کی اس پُر امن اور ہمدردانہ تقریر کا رؤسائے یہود نے ان الفاظ میں جواب دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شاید چند قریش کو قتل کر کے مغرور ہو گئے ہو اور وہ لوگ لڑائی کے فن سے ناواقف تھے۔ اگر ہمارے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو تو تمہیں پتا لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ اور یہود نے صرف اس عام دھمکی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ لکھا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیے تھے۔ کیونکہ روایت آتی ہے کہ جب ان دنوں میں طلحہ بن برّاء جو ایک مخلص صحابی تھے فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں رات کو مروں تو نماز جنازہ کے لیے آنحضرت ﷺ کو اطلاع نہ دی جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ ﷺ پر یہود کی طرف سے کوئی حادثہ گزر جائے۔ یعنی آپؐ رات کے وقت جنازے کے لیے تشریف لائیں اور یہود کو آپؐ پر حملہ کرنے کا موقع ملے۔ **بہرحال جنگِ بدر کے بعد یہود نے کھلم کھلا شرارت شروع کر دی اور چونکہ مدینے کے یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس لیے سب سے پہلے ان ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مدینے کے یہودیوں میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے اس معاہدے کو توڑا جو ان کے اور آنحضرت ﷺ کے درمیان ہوا تھا اور بدر کے بعد انہوں نے بہت سرکشی شروع کر دی اور برملا طور پر بغض اور حسد کا اظہار کیا اور عہد و پیمان کو توڑ دیا۔**

پھر بھی یہود کی دلداری........

مگر باوجود اس قسم کی باتوں کے مسلمانوں نے اپنے آقا آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے ماتحت ہر طرح سے صبر سے کام لیا اور اپنی طرف سے کوئی پیش دستی نہیں ہونے دی بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ اس معاہدے کے بعد جو یہود کے ساتھ ہوا تھا آنحضرت ﷺ خاص طور پر یہود کی دلداری کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ یہودی نے حضرت موسیٰ کی تمام انبیاء پر فضیلت بیان کی۔ صحابی کو اس پر غصہ آیا اور اس نے یہودی کے ساتھ کچھ سختی کی اور آنحضرت ﷺ کو افضل الرسل بیان کیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع ہوئی تو آپؐ

ناراض ہوئے اور اس صحابی کو ملامت فرمائی، تنبیہ کی کہ تمہارا کیا کام ہے کہ تم خدا کے رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرتے پھرو اور پھر آپ نے موسیٰ کی ایک جزوی فضیلت بیان کر کے یہودی کی دلداری فرمائی۔

یہود کی شرارتیں

مگر باوجود اس دل دارانہ سلوک کے، نرمی کے سلوک کے، شفقت کے سلوک کے یہودی اپنی شرارت پر ترقی کرتے گئے اور بالآخر یہود کی طرف سے ہی جنگ کا باعث پیدا ہوا اور ان کی جو قلبی، دلی عداوت تھی ان کے سینوں میں سما نہ سکی۔ وہیں نہ رہ سکی بلکہ باہر نکل آئی اور یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک مسلمان خاتون بازار میں ایک یہودی کی دکان پر کچھ سودا خریدنے کے لیے گئی۔ بعض شریر یہودیوں نے جو اس وقت اس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اسے نہایت اوباشانہ طریقے پر چھیڑا اور خود دکان دار نے یہ شرارت کی کہ عورت کے تہ بند کے کونے کو اس کی بے خبری میں کسی کانٹے وغیرہ سے اس کی پیٹھ کے کپڑے سے ٹانک دیا۔ کوئی چیز، کوئی hook لگا ہوا ہو گا یا کانٹا ہو گا۔ کوئی چیز پڑی ہو گی اس سے اس کے کپڑے کو وہاں ٹانک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ عورت ان کے اوباشانہ طریق کو دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر لوٹنے لگی تو وہ ننگی ہو گئی، کپڑا اتر گیا۔ اس پر اس یہودی دکاندار اور اس کے ساتھیوں نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور ہنسنے لگ گئے۔ مسلمان خاتون نے شرم کے مارے ایک چیخ ماری اور مدد چاہی۔ اتفاق سے ایک مسلمان اس وقت قریب موجود تھا۔ وہ لپک کر موقعے پر پہنچا اور پھر وہاں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی۔

یہودی دکاندار مارا گیا۔ جس پر چاروں طرف سے اس مسلمان پر تلواریں برس پڑیں۔ انہوں نے حملہ کر دیا اور وہ غیور مسلمان وہیں ڈھیر ہو گیا۔ وہیں قتل ہو گیا، شہید ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس واقعے کا علم ہوا تو پھر ان کی بھی غیرتِ قومی بھڑکی۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دوسری طرف یہودی جو اس واقعہ کو لڑائی کا بہانہ بنانا چاہتے تھے ہجوم کر کے اکٹھے ہو گئے اور ایک بلوے کی صورت پیدا ہو گئی۔

یہود کا اعلان جنگ

آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے رؤسائے بنو قینقاع کو جمع کر کے کہا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔ تم ان شرارتوں سے باز آجاؤ اور خدا سے ڈرو۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اظہارِ افسوس کرتے، ندامت کرتے، شرمندگی کا احساس کرتے اور معافی طلب کرتے، مانگنے والے بنتے انہوں نے سامنے سے نہایت ہی تکبر سے متمردانہ جواب دیے اور پھر وہی دھمکی دہرائی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو۔ جب ہم سے مقابلہ ہو گا تو پتا لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔

بہر حال ناچار آپؐ صحابہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنو قینقاع کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب یہ آخری موقع تھا کہ وہ اپنے افعال پر پریشان ہوتے۔ جب آنحضرت ﷺ صحابہ کو لے کر گئے تو یہودیوں کو چاہیے تھا کہ جو کچھ انہوں نے زیادتی کی تھی، اس پر پریشان ہوتے اور صلح کی طرف

قدم بڑھاتے مگر وہ سامنے سے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ بہر حال جنگ کا اعلان ہو گیا اور اسلام اور یہودیت کی طاقتیں ایک دوسرے کے مقابل پر نکل آئیں۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق جنگ کا ایک طریق یہ بھی ہوتا تھا کہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور فریق مخالف قلعوں کا محاصرہ کر لیتا تھا۔ جو حملہ آور ہوتا تھا قلعے کا محاصرہ کر لیتا تھا۔ اُسے گھیر لیتا تھا۔ موقع موقع پر گاہے گاہے ایک دوسرے کے خلاف حملے ہوتے رہتے تھے۔ حتّٰی کہ یا تو محاصرہ کرنے والی فوج قلعے پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو کر محاصرہ اٹھالیتی تھی، جو گھیراؤ کیا ہوتا تھا وہ ختم کر دیتی تھی اور چلی جاتی تھی اور یہ پھر قلعے کے اندر کے جو لوگ ہوتے تھے، محصورین جو تھے ان کی فتح سمجھی جاتی تھی کہ ان کو فتح ہو گئی اور یا پھر یہ ہوتا تھا کہ محصورین، جو قلعے کے اندر تھے، جو محصور ہوئے ہوئے تھے وہ مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعے کا دروازہ کھول کر اپنے آپ کو فاتحین کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس موقعے پر بھی بنو قینقاع نے یہی طریق اختیار کیا اور اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔

یہود کی جلاوطنی........آنحضرت ﷺ کی طرف سے ایک نرم سزا

آنحضرت ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا، قلعے کو ارد گرد سے گھیر لیا اور پندرہ دن تک برابر محاصرہ جاری رہا۔ آخر جب بنو قینقاع کا سارا زور اور غرور ٹوٹ گیا تو انہوں نے اس شرط پر اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے مگر ان کی جانوں اور ان کے اہل وعیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شرط کو منظور فرمالیا کیونکہ گو موسوی شریعت کی رو سے یہ سب لوگ واجب القتل تھے۔ ایسی صورت میں تو تورات جو موسوی شریعت ہے یہی کہتی ہے کہ یہ لوگ قتل کر دیے جائیں اور معاہدے کی رو سے ان لوگوں پر موسوی شریعت کا فیصلہ ہی جاری ہونا چاہیے تھا مگر اس قوم کا یہ پہلا جرم تھا اور آنحضرت ﷺ کی رحیم و کریم طبیعت انتہائی سزا کی طرف جو ایک آخری علاج ہوتا ہے ابتدائی قدم پر مائل نہیں ہو سکتی تھی۔ ابتدا تھی لیکن دوسری طرف ایسے بدعہد اور معاند قبیلہ کا مدینہ میں رہنا بھی ایک مارِ آستین کے پالنے سے کم نہیں تھا یعنی بغل میں سانپ پالا ہوا ہے۔ آستین میں سانپ پالنے کے برابر تھا خصوصاً جب اوس اور خزرج کا ایک منافق گروہ پہلے سے مدینہ میں موجود تھا اور بیرونی جانب سے بھی تمام عرب کی مخالفت نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں آنحضرت ﷺ کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا کہ بنو قینقاع مدینے سے چلے جائیں۔ یہ سزا ان کے جرم کے مقابلے میں اور اس کے علاوہ اس زمانہ کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک بہت نرم سزا تھی اور دراصل اس میں صرف خود حفاظتی کا پہلو مدّ نظر تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مدینے کے لوگوں کی، مدینے کے مسلمانوں کی حفاظت ہو جائے ورنہ عرب کی خانہ بدوش اقوام کے نزدیک، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ یہ لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک تو نقل مکانی کوئی بڑی بات نہیں تھی، پھرتے رہتے تھے، ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتے رہتے تھے۔

عبادہ بن صامت کو نگران مقرر کیا جانا

خصوصاً جب کسی قبیلہ کی جائیدادیں زمینوں اور باغات کی صورت میں نہ ہوں جیسا کہ بنو قینقاع کی نہیں تھیں، ان کی جائیدادیں تو نہیں تھیں اور پھر سارے کے سارے قبیلے کو بڑے امن و امان کے ساتھ ایک جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کا موقع مل جائے۔ چنانچہ بنو قینقاع بڑے اطمینان کے ساتھ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ ان کی روانگی کے متعلق ضروری اہتمام اور نگرانی وغیرہ کا کام آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابی عُبادہ بن صامتؓ کے سپرد فرمایا، جو ان کے حلیفوں میں سے تھے جن کا ابھی ذکر ہو رہا ہے۔ چنانچہ عُبادہ بن صامتؓ چند منزل تک بنو قینقاع کے ساتھ گئے اور پھر انہیں حفاظت کے ساتھ آگے روانہ کر کے واپس لوٹ آئے۔ مالِ غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ صرف جنگی آلات تھے یا جو ان کا پیشہ تھا اس پہ مشتمل آلات تھے اور اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو مسلمانوں نے غنیمت میں لی ہو۔[210]

اس کے بارے میں سیرت الحلبیہ میں بھی کچھ تفصیل ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان یہود کو مدینے سے ہمیشہ کے لیے نکال کر جلاوطن کر دیا جائے۔ ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے سپرد فرمائی اور یہودیوں کو مدینے سے نکل جانے کے لیے تین دن کی مہلت دی۔ چنانچہ یہودی تین دن بعد مدینے کو خیرباد کہہ کر چلے گئے۔ اس سے پہلے یہودیوں نے حضرت عُبادہ بن صامتؓ سے درخواست کی تھی کہ ان کو تین دن کی جو مہلت دی گئی ہے اس میں کچھ اضافہ کر دیا جائے مگر حضرت عُبادہؓ نے کہا کہ نہیں۔ ایک منٹ بھی تمہیں مہلت نہیں دی جاسکتی، بڑھائی نہیں جاسکتی۔ پھر حضرت عُبادہؓ نے اپنی نگرانی میں ان کو جلاوطن کیا اور یہ لوگ ملک شام کی ایک بستی کے میدانوں میں جا بسے۔[211]

عبادہ بن صامت کی روایات

حضرت عُبادہ بن صامتؓ سے حدیثوں کی بہت ساری دوسری روایات بھی مروی ہیں۔ ایک روایت ان سے یہ ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں اس لیے مہاجرین میں سے کوئی آدمی جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے قرآن سکھانے کے لیے ہم میں سے کسی کے حوالے کر دیتے تھے کہ ان کو لے جاؤ اور قرآن سکھاؤ۔ دینی تعلیم بھی سکھاؤ۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو میرے سپرد کیا۔ وہ میرے ساتھ گھر میں رہتا تھا اور میں اسے اپنے گھر والوں کے کھانے میں شریک کرتا تھا، اسے قرآن پڑھاتا تھا۔ جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس جانے لگا تو اس نے خیال کیا کہ اس پر میرا حق بنتا ہے یعنی اس کے رہنے کی وجہ سے اور اتنی خدمت کی وجہ سے اور قرآن سکھانے کی وجہ سے اس کے اوپر میرا کچھ حق بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے اس نے مجھے ایک کمان ہدیۃً پیش کی۔ تیر کمان کی کمان تحفۃً پیش کی اور کہتے ہیں کہ وہ ایسی اعلیٰ قسم کی

کمان تھی کہ اس سے عمدہ لکڑی اور نرمی میں اس سے بہترین کمان میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ مَیں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے؟ اس طرح وہ مجھے کمان تحفہ دے کر گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ تمہارے کندھوں کے درمیان ایک انگارہ ہے جو تم نے لٹکایا ہے۔ یعنی یہ تحفہ جو تم لے رہے ہو وہ یہ اس لیے دے کے گیا ہے کہ تم نے اسے قرآن پڑھایا ہے اور اس طرح یہ تم نے آگ لی ہے جو اپنے کندھوں میں لٹکا رہے ہو۔[212]

قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانا.........

ایک اَور روایت بھی ہے کہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ نے بیان کیا کہ میں نے اہلِ صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے میرے پاس ہدیہ میں کمان بھیجی۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی مال تو ہے نہیں، کوئی ایسی نقد چیز تو ہے نہیں، سونا چاندی تو ہے نہیں، نہ کوئی کرنسی ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا۔ ایک کمان ہی ہے ناں، میرے کام آئے گی۔ اگر کبھی جہاد کا موقع ملا تو تیر اندازی کے کام آئے گی۔ اللہ کے رستے میں استعمال ہونی ہے۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم آگ کا طوق پہننا پسند کرتے ہو تو اسے قبول کر لو۔[213]

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ آگ کا ایک طوق تمہارے گلے میں پہنایا جائے تو ٹھیک ہے لے لو۔ یہ دونوں روایتیں جو ہیں ایک ہی طرح کی ہیں، مختلف جگہوں سے آئی ہوئی ہیں۔ شارحین نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ گویا کمان قرآن پڑھانے کی اجرت کے طور پر تھی جسے حضور ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ پس وہ لوگ جو انفرادی طور پر قرآن کریم پڑھانے کو ذریعہ آمد بنا لیتے ہیں ان کے لیے بھی اس میں رَہنمائی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی عیادت اور شہیدوں کی اقسام

حضرت راشد بن حُبَیْش سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لیے ان کے ہاں تشریف لائے جب کہ وہ بیمار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ عُبادہ بن صامتؓ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تھے وہاں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میری امت کے شہید کون لوگ ہیں؟ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عُبادہؓ نے ان سے کہا کہ مجھے سہارا دے کر بٹھا دو۔ چنانچہ لوگوں نے آپؓ کو بٹھایا تو حضرت عُبادہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے سوال کیا ہے کہ شہید کون لوگ ہیں؟ تو جو بہادری اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرنے والا اور ثواب کی نیت رکھنے والا ہو وہ شہید ہے۔ رسول

اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر صرف اتنا ہی ہے تو اس طرح تو پھر میری امت کے شہداء بہت تھوڑے رہ جائیں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ عزّوجلّ کے راستے میں قتل ہو جانا شہادت ہے۔ طاعون کی وجہ سے مر جانا بھی شہادت ہے۔ ایک وبا جو پھیلی ہے اس میں اگر مومن بھی کسی وجہ سے لپیٹ میں آجاتے ہیں اور وہ اچھے مومن ہیں تو وہ ایسی صورت میں شہادت ہے۔ پھر پانی میں غرق ہو جانا بھی شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مرنا بھی شہادت ہے اور آپؐ نے فرمایا کہ نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت کو اس کا بچہ اپنے ہاتھ سے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔[214]

یعنی ایسی عورت جو بچے کی پیدائش کے وقت خون بہنے کی وجہ سے مر جاتی ہے یا نفاس کی حالت میں جو چالیس دن تک رہتی ہے اس عرصے میں بھی بچے کی پیدائش کی وجہ سے اور اسی حالت میں کمزوری کی وجہ سے فوت ہو جاتی ہے تو فرمایا کہ اسے بھی اس کا بچہ کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔ یعنی بچہ اس کو جنت میں لے جانے کا باعث بن جائے گا۔

جو روایت میں نے بیان کی ہے۔ اس سے ملتی جلتی صحیح بخاری میں درج ایک روایت ملتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ شہید پانچ ہیں: طاعون سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا، ڈوب کر مرنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔[215]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طاعون ایک نشان کی صورت میں بتایا گیا تھا۔ اس کے لیے اب یہ نشانی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو ماننے والے لوگ ہیں، صحیح ایمان لانے والے ہیں ان کے اوپر اس کا حملہ نہیں ہو گا۔ اس لیے یہاں ایک بالکل اور صورت بن جاتی ہے لیکن عمومی طور پر اگر وبا پھیلی ہوئی ہے اور ایک مومن ہے اور کامل مومن ہے وہ اگر اس وجہ سے مرتا ہے تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ وہ شہید ہے۔

اسماعیل بن عُبید انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُبادہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! آپ اس وقت ہمارے ساتھ نہ تھے جب ہم لوگوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی تھی۔ ہم نے آپؐ سے چستی اور سستی ہر حال میں بات سننے اور ماننے اور خوش حالی اور تنگی میں خرچ کرنے پر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر، اللہ تبارک و تعالیٰ کے متعلق صحیح بات کہنے اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنے پر اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر ان کی مدد کرنے اور اپنی جانوں اور اپنے بیوی بچوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کرنے کی شرط پر بیعت کی تھی۔ یہ تمام، ساری باتیں ایسی تھیں جن پر ہم نے بیعت کی تھی جس کے عوض ہمارے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

پس یہ ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت جس پر ہم نے بیعت کی۔ جو اسے توڑتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ جو ان شرائط کو جس پر ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیعت کی پورا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس بیعت کی وجہ سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔

حضرت معاویہؓ نے ایک دفعہ حضرت عثمان غنیؓ کو خط لکھا کہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی وجہ سے شام اور اہلِ شام میرے خلاف شورش برپا کر رہے ہیں۔ اب یا تو آپ عُبادہؓ کو پاس بلا لیں یا پھر ان کے اور شام کے درمیان سے میں ہٹ جاتا ہوں یعنی میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ حضرت عثمانؓ نے لکھا کہ آپ حضرت عُبادہؓ کو سوار کروا کے مدینہ منورہ میں ان کے گھر کی طرف روانہ کر دیں۔ چنانچہ حضرت معاویہؓ نے انہیں روانہ کر دیا اور وہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضرت عُبادہؓ حضرت عثمانؓ کے پاس ان کے گھر چلے گئے جہاں سوائے ایک آدمی کے اگلے پچھلوں میں سے کوئی نہ تھا یعنی کہ جس نے صحابہ کو پایا تھا۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو مکان کے کونے میں بیٹھے ہوئے پایا۔ پھر آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے عُبادہ بن صامتؓ! آپ کا اور ہمارا کیا معاملہ ہے۔ تو حضرت عُبادہؓ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ تمہارے حکمران ہوں گے جو تمہیں ایسے کاموں کی پہچان کرائیں گے جنہیں تم ناپسند کرتے ہو گے اور ایسے کاموں کو ناپسند کروائیں گے جنہیں تم اچھا سمجھتے ہو گے۔ سو جو شخص اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔ پس تم اپنے رب کی حدود سے تجاوز نہ کرنا۔[216]

بعض مسائل ہیں جن میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور عُبادہ بن صامتؓ میں بھی اس طرح کے بعض ایسے مسائل پہ اختلاف رہتا تھا۔ گذشتہ خطبے میں بھی یہ ذکر ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا اور کیونکہ حضرت عُبادہ بن صامتؓ اولین صحابہ میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ سے براہِ راست انہوں نے یہ مسائل سنے ہوئے تھے اس لیے بڑے تحدی سے یہ ان کے اوپر عمل کرنے اور کروانے والے ہوتے تھے اور یہی کہا کرتے تھے کہ یہی صحیح ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب امیر معاویہ سے یہ اختلاف ہوا تو حضرت عمرؓ نے امیر معاویہ کو کہہ دیا کہ ان سے تم نے کوئی پوچھ گچھ نہیں کرنی۔ جو مسائل یہ بیان کرتے ہیں ان کو کرنے دیا کرو اور جب یہ مدینہ آئے تھے تو ان کو واپس بھیج دیا۔[217]

لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دوبارہ یہ بات ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے ان کو ان حالات کی وجہ سے واپس بلا لیا۔ بہرحال حضرت عُبادہؓ کا ایک مقام تھا۔ وہ بعض باتوں کی تشریح کر سکتے تھے۔ انہوں نے سمجھی ہوئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ سے براہِ راست سنی تھیں اور اس وجہ سے وہ اختلاف کرتے تھے اور بعض معاملات میں بتا بھی دیا کرتے تھے۔ مثلاً لین دین کا معاملہ ہے، بارٹر (barter) کا معاملہ ہے، تجارت کا معاملہ ہے۔ یہ وسیع مضمون ہے یہاں اس وقت بیان نہیں ہو سکتا، اس میں بھی ان کا اختلاف امیر معاویہؓ سے ہوا تھا۔ تو بہرحال ان کے پاس دلائل تھے اور انہوں نے اس کے مطابق اپنی تشریح کی۔ امیر معاویہؓ نے اپنی تشریح کی لیکن ہر ایک کا یہ کام نہیں ہے کہ اس طرح اختلاف کرتا پھرے جب تک قرآن اور حدیث کی واضح نص موجود نہ ہو۔ اور اس زمانے میں پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے جو بیان کیا ہے۔ اس میں بنیادی چیز جو ضروری ہے، یاد رکھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود جو ہیں ان سے تجاوز نہیں کرنا، ان کے اندر رہنا ہے۔ **بس یہی ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور پھر اطاعت کے دائرے کے اندر رہنا چاہیے۔**

عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں ولید سے ملا جو حضرت عُبادہ بن صامتؓ صحابی رسول ﷺ کے بیٹے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کے والد یعنی حضرت عُبادہؓ کی موت کے وقت وصیت کیا تھی تو انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے یعنی حضرت عُبادہؓ نے مجھے بلایا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے ڈر اور جان لے کہ تُو ہرگز اللہ کا تقویٰ اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ تُو اللہ پر ایمان نہ لائے۔ ایمان کامل ہونا چاہیے۔ اور ہر قسم کے خیر و شر کی تقدیر پر بھی ایمان نہ لائے۔ پس اگر تُو اس کے علاوہ کسی اعتقاد پر مرا تو تُو آگ میں داخل ہو گا۔[218]

حضرت ام حرام بنت ملحان اور نبی اکرم ﷺ کا ایک کشفی نظارہ اور اس کا پورا ہونا

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام حَرَام بنتِ مِلْحَان ؓ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے جو حضرت عُبادہ بن صامتؓ کی بیوی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ حضرت ام حرامؓ کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپؐ کو کھانا کھلایا اور آپؐ کا سر دیکھنے لگیں، جھسنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ اس کے بعد اسی حالت میں کہ سوئے ہوئے تھے آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرامؓ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ میری امّت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے نکلے ہوئے ہیں۔ وہ اس سمندر میں سوار ہیں گویا تختوں پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں یا فرمایا کہ ان بادشاہوں کی طرح ہیں جو تختوں پر بیٹھے ہوئے ہوں۔ بیان کرنے والے نے شک کیا کہ کون سا لفظ فرمایا تھا۔ بہرحال کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی ان میں سے کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حرامؓ کے لیے دعا کی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر رکھا اور سو گئے۔ پھر اس کے بعد آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ کہتی ہیں میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا میری امت میں سے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اللہ کی راہ میں جنگ کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ پھر آپؐ نے پہلی دفعہ والی جو بات تھی، جو پہلے بیان ہو چکی ہے وہ دہرائی۔ کہتی تھیں میں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تُو تو پہلے ہی ان لوگوں میں شریک ہو چکی ہے۔ چنانچہ حضرت ام حرامؓ معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندری سفر میں شامل ہوئیں اور جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی سواری سے گر کر فوت ہو گئیں۔[219]

آنحضرت ﷺ امّ حرامؓ کے گھر اس لیے جاتے تھے کہ آپؐ کا ایک محرم رشتہ تھا۔ یہ نہیں کہ ان کی بیوی تھیں ان کے گھر چلے گئے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ ام حرامؓ ملحان ابن خالد کی بیٹی ہیں۔ قبیلہ بنی نجار سے تعلق رکھتی تھیں۔ انسؓ کی خالہ تھیں اور ان کی والدہ امّ سُلیم کی بہن ہیں یہ دونوں یعنی امّ حرام اور امّ سلیم دودھ کے رشتے سے یا کسی نسبتی قرابت سے آنحضرت ﷺ کی خالہ تھیں۔[220]

امام نووی نے لکھا ہے کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ام حرامؓ آنحضرت ﷺ کی محرم تھیں۔ اس لیے آپ ﷺ بے تکلفی کے ساتھ دوپہر کو بعض دفعہ ان کے ہاں جاکر آرام فرمایا کرتے تھے۔ لیکن کیفیت محرمیت جو ہے اس میں اختلاف ہے، محرم تو تھیں یہ تو سب مانتے ہیں لیکن کس قسم، کس رشتے داری کی وجہ سے محرم تھیں اس میں بعض نے اختلاف کیا ہے۔[221]

بہرحال کسی نے کسی تعلق سے محرم کہا ہے اور کسی نے کسی تعلق سے۔

حضرت ام حرامؓ جب اسلام لائیں اور آنحضرت ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے زمانے میں انہوں نے اپنے خاوند عُبادہ بن صامتؓ کے ساتھ جو انصار میں سے تھے اور بڑے جلیل القدر صحابی تھے جن کا ذکر ہو رہا ہے ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں اور سرزمین روم میں پہنچ کر مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو ایک خواب رؤیا دیکھی تھی اس کے مطابق پھر ان کی شہادت بھی ہوئی۔

بخاری کی شرح عمدۃ القاری اور بخاری کی ایک اور شرح ارشاد الساری میں لکھا ہے کہ حضرت ام حرامؓ کی وفات 27 تا 28 ہجری میں ہوئی۔ بعض کے نزدیک ان کی وفات امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں ہوئی تھی۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے اور سیرت نگاروں نے اسی کو بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں یہ بحری جنگ ہوئی تھی جس میں حضرت ام حرامؓ کی وفات ہوئی تھی۔ معاویہؓ کے زمانے سے مراد حضرت معاویہؓ کا زمانہ حکومت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ وقت ہے جب حضرت معاویہؓ نے روم کے خلاف ایک بحری جنگ لڑی تھی اور اس جنگ میں حضرت امّ حرامؓ بھی اپنے شوہر حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے ساتھ شریک ہوئی تھیں اور اسی بحری جنگ سے واپسی پر حضرت ام حرامؓ کی وفات ہوئی تھی اور یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت کا ہے۔[222]

جُنَادہ بن ابو امیہ سے مروی ہے کہ جب ہم حضرت عُبادہؓ کے پاس گئے تو وہ بیمار تھے۔ ہم لوگوں نے کہا کہ اللہ آپ کو صحت دے۔ آپ کوئی حدیث بیان کریں جو آپ نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہو تاکہ اللہ آپ کو نفع پہنچائے۔ آپؓ نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپؐ کی بیعت کی۔ آپؐ نے جن باتوں کی بیعت ہم سے لی وہ باتیں یہ تھیں کہ ہم بیعت کرتے ہیں اس بات پر کہ ہم اپنی خوشی اور اپنے غم اور اپنی تنگ دستی اور خوش حالی اور اپنے اوپر ترجیح دیے جانے کی صورت میں سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور حکومت کے لیے حاکموں سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ حکومت کے لیے حاکموں سے جھگڑا نہیں

کریں گے لیکن اعلانیہ کفر پر جس پر اللہ کی طرف سے دلیل ہو۔[223]

سوائے اس کے کہ اعلانیہ کفر پر مجبور کیا جائے۔ واضح باتیں ہوں تو وہاں اَور بات ہے۔ اور وہ بھی اگر اختیارات ملتے ہیں تب۔

.........اس پر آگ حرام ہے

صُنَابِحِی روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عُبادہ بن صامتؓ کے پاس گیا جبکہ وہ موت کے قریب تھے۔ میں رو پڑا تو انہوں نے کہا ٹھہرو کیوں رو رہے ہو؟ خدا کی قسم! اگر مجھ سے گواہی طلب کی جائے تو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا اور اگر مجھے شفاعت کا حق دیا گیا تو میں تمہاری شفاعت کروں گا اور اگر مجھے طاقت ہوئی تو میں تجھے فائدہ پہنچاؤں گا۔

پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہر حدیث جو میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنی تھی جس میں تمہارے لیے بھلائی تھی وہ مَیں نے تمہارے سامنے بیان کر دی ہے سوائے ایک حدیث کے جو میں آج تمہیں بتاؤں گا جبکہ میں موت کی گرفت میں ہوں۔

کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی یعنی وہ مسلمان ہے۔[224]

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرمائے جنہوں نے ہمیں بعض ایسی باتیں پہنچائیں جو ہمارے لیے روحانی علم کے علاوہ عملی زندگی گزارنے کے لیے بھی ضروری تھیں۔[225]

192

حضرت عبداللہ بن ربیعؓ

حضرت عبداللہ بن اَلرَّبِیع انصاری کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن الربیع کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ بَنُو اَبْجَرْ سے تھا اور آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو تھا۔

آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور آپ کو غزوۂ بدر اور احد اور جنگ مؤتہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جنگ مؤتہ میں آپ نے شہادت کا رتبہ پایا۔[226]

193

حضرت عبد اللہ بن ثعلبہؓ

حضرت عبد اللہ بن ثَعْلَبَہ البَلَوِیؓ۔ یہ بھی انصاری ہیں۔ ان کا نام حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ تھا۔
آپ نے غزوہ بدر اور احد میں شرکت کی۔
غزوہ بدر میں اپنے بھائی حضرت بَحَّاث بن ثعلبہ کے ساتھ شامل ہوئے۔[227]

194

حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ

بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے والے

حضرت عبد اللہ بن جُبَیرؓ۔
آپؓ ان ستر انصار میں سے تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے اور آپ غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے اور غزوۂ اُحد میں آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔[228]

آنحضرت ﷺ کے داماد بدر کے قیدی

حضرت اَبُو الْعَاص جو آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت زینب کے شوہر تھے جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے تھے اور حضرت عبد اللہ بن جُبَیر نے انہیں قید کیا تھا۔[229]

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ: "آنحضرتؐ کے داماد ابو العاص بھی اسیران بدر میں سے تھے ان کے فدیہ میں ان کی زوجہ یعنی آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ نے جو ابھی تک مکہ میں تھیں کچھ چیزیں بھیجیں۔ اُن میں اُن کا ایک ہار بھی تھا۔ یہ ہار وہ تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں اپنی لڑکی زینبؓ کو دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس ہار کو دیکھا تو مرحومہ خدیجہؓ کی یاد دل میں تازہ ہو گئی اور آپؐ چشم پُر آب ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا اگر تم پسند کرو تو زینبؓ کا مال اسے واپس کر دو۔ صحابہ کو اشارہ کی دیر تھی زینبؓ کا مال فوراً واپس کر دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے نقد فدیہ کے قائمقام ابو العاص کے ساتھ یہ شرط مقرر کی کہ وہ مکہ میں جا کر زینبؓ کو مدینہ بھجوا دیں اور اس طرح ایک مؤمن روح دارِ کفر سے نجات پا گئی۔ کچھ عرصہ بعد ابو العاص

بھی مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر آئے اور اس طرح خاوند بیوی پھر اکٹھے ہو گئے۔"[230]

غزوۂ احد میں تیر اندازوں کے دستہ کے سپہ سالار

غزوہ اُحُد میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللہ بن جُبَیر کو ان پچاس تیر اندازوں کے دستے کا سالار مقرر فرمایا جسے آپؐ نے مسلمانوں کے عقب میں واقع درّے کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ باقی تفصیل تو عبداللہ بن حُمَیِّر کے واقعہ میں بیان ہو گئی ہے اور کچھ مزید یہ ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہی لکھی ہے کہ:

"آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اُحُد کے دامن میں ڈیرہ ڈال دیا ایسے طریق پر کہ اُحُد کی پہاڑی مسلمانوں کے پیچھے کی طرف آگئی اور مدینہ گویا سامنے رہا اور اس طرح آپؐ نے لشکر کا عقب محفوظ کر لیا...... آپؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ عبداللہ بن جُبَیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابی وہاں متعین فرما دیئے اور ان کو تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور دشمن پر تیر برساتے جائیں۔"[231]

جیسا کہ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس درے کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عبداللہ بن جُبَیر سے یہ تکرار سے فرمایا کہ دیکھو یہ درّہ کسی صورت میں خالی نہ رہے اور اگر فتح بھی ہو جائے، دشمن پسپا ہو کر دوڑ جائے تب بھی تم نے جگہ نہیں چھوڑنی اور مسلمانوں کو اگر شکست ہو جائے اور دشمن ہم پہ غالب آجائیں تب بھی تم نے نہیں چھوڑنی۔

حضرت بَرَاء بن عَازِب بیان کرتے ہیں کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جنگ اُحُد کے دن پیادہ فوج پر حضرت عبداللہ بن جُبَیر کو مقرر فرمایا اور یہ پچاس آدمی تھے اور ان سے فرمایا کہ اپنی اس جگہ سے نہ ہٹنا خواہ دیکھو کہ پرندے ہم پر جھپٹ رہے ہیں۔ اپنی جگہ پر رہنا تاوقتیکہ میں تمہیں نہ بلا بھیجوں اور اگر تم ہمیں اس حالت میں بھی دیکھو کہ لوگوں کو ہم نے شکست دے دی ہے اور انہیں ہم نے روند ڈالا ہے تب بھی یہاں سے نہ سرکنا جب تک کہ میں تمہیں نہ کہلا بھیجوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کو شکست دے کر بھگا دیا۔ حضرت براء کہتے تھے کہ بخدا میں نے مشرک عورتوں کو دیکھا کہ وہ بھاگ رہی تھیں اور وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں۔ (اس زمانے میں فوجوں کے ساتھ عورتیں بھی ان کے جذبات ابھارنے کے لئے جایا کرتی تھیں) ان کی پازیبیں اور پنڈلیاں ننگی ہو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھیوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ لوگو! چلو غنیمت حاصل کریں۔ تمہارے ساتھی غالب ہو گئے تم کیا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جُبَیر نے کہا کیا تم وہ بات بھول گئے ہو جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تم سے فرمائی تھی؟ انہوں نے یعنی ان لوگوں نے جو جگہ چھوڑنا چاہتے تھے کہا کہ بخدا ضرور ہم بھی ان لوگوں کے پاس پہنچیں گے اور غنیمت کا مال لیں گے۔ یہ باقی وہاں غنیمت کا مال لے رہے ہیں تو ہم بھی جائیں گے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ان کے منہ پھیر دیئے گئے اور شکست کھا کر بھاگتے ہوئے لوٹے یعنی پھر دشمن نے حملہ کیا اور یہ جو فتح ہے وہ

الٹی پڑ گئی۔ حضرت براء لکھتے ہیں کہ یہی وہ واقعہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جبکہ رسول تمہاری سب سے پچھلی جماعت میں کھڑا تمہیں بلا رہا تھا۔ آل عمران کی آیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارہ آدمیوں کے سوا اور کوئی نہ رہا اور کافروں نے ہم میں سے ستر آدمی شہید کئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جنگ بدر میں مشرکوں کے 140 آدمیوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ ستر قیدی اور ستر مقتول۔

ابوسفیان کا کہنا یہ معرکہ بدر کے معرکہ کا بدلہ ہے

ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا، (یہ سارا واقعہ جنگ اُحد کا ہی بیان ہو رہا ہے) کہ کیا ان لوگوں میں محمد ہے؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ کافروں کی جو شکست تھی وہ جب فتح میں بدل گئی ہے اور انہوں نے دوبارہ حملہ کر کے درے سے مسلمانوں کو زیر کر لیا۔ تب اس نے کہا کہ کیا تم میں محمد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے یعنی حضرت ابوبکر ہیں؟ پھر تین بار پوچھا کیا ان لوگوں میں ابن خطاب ہے یعنی حضرت عمر کے بارے میں پوچھا؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ پوچھنے پر یہی فرمایا تھا کہ جواب نہیں دینا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا کہ یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ تین ان کے لیڈر ہو سکتے تھے یہ تینوں تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لئے بہت کچھ باقی ہے۔

ابوسفیان بولا یہ معرکہ بدر کے معرکے کا بدلہ ہے اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے کبھی اس کی فتح اور کبھی اس کی فتح۔ تم ان لوگوں میں سے کچھ ایسے مردے پاؤ گے جن کے ناک کان کاٹے گئے ہیں یعنی مُثلہ کیا گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اس کا حکم نہیں دیا اور میں نے اسے برا بھی نہیں سمجھا۔ پھر اس کے بعد وہ یہ رَجزیہ فقرہ پڑھنے لگا۔ اُعْلُ ھُبَل۔ اُعْلُ ھُبَل۔ ھبل کی جے، ھبل کی جے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب اسے جواب نہیں دو گے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ آپؐ نے فرمایا تم کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ اللہ ہی سب سے بلند اور بڑی شان والا ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ عُزّٰی نامی بت ہمارا ہے اور تمہارا کوئی عُزّٰی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم اسے جواب نہیں دو گے۔ حضرت بَرَاء بن عَازِب کہتے ہیں کہ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں؟ آپ نے فرمایا کہو اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔[232]

جنگ احد اور ابوسفیان کا نعرہ.........

حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اس واقعہ پر کافی تفصیلی بحث کی ہے۔ اور غزوۂ احد پہ روشنی ڈالی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "وہ صحابہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تھے اور جو کفّار کے ریلے کی وجہ سے پیچھے

دھکیل دیئے گئے تھے کفار کے پیچھے ہٹتے ہی وہ پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ کے جسم مبارک کو انہوں نے اٹھایا اور ایک صحابی عُبَیْدَہ بن الجرّاح ؓ نے اپنے دانتوں سے آپ کے سر میں گھسی ہوئی کیل کو زور سے نکالا جس سے ان کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ہوش آگیا اور صحابہ ؓ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامن کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو مار دیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے۔ "کیونکہ مسلمان ابھی کمزور حالت میں تھے" اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اسلامی لشکر سے اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اُس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابوبکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوبکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے اُنہوں نے اُس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفّار کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ ھُبَل۔ اُعْلُ ھُبَل۔ ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔..." حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "وہی رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابوبکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفّار کا لشکر لَوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں۔ اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپ کی روح بیتاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے۔ اور اس طرح آپ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔" فرماتے ہیں کہ "اس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا" لیکن اس نعرے کو سن کے، یہ جوش دیکھ کر" وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اُسی کی خوشیاں مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔"[233]

جنگ احد میں مسلمانوں پر ایک سخت گھڑی

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں ایک آیت کی تشریح میں کہ:

"فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی جو لوگ اس رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آفت نہ پہنچ جائے یا وہ کسی دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں چنانچہ دیکھ لو" آپؓ فرماتے ہیں کہ دیکھ لو کہ "جنگ احد میں اس حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے اسلامی لشکر کو کتنا نقصان پہنچا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی درّہ کی حفاظت کے لئے پچاس سپاہی مقرر فرمائے تھے اور یہ درّہ اتنا اہم تھا کہ آپ نے اُن کے افسر عبد اللہ بن جُبَیر ؓ انصاری کو بلا کر فرمایا کہ خواہ ہم مارے جائیں یا جیت جائیں تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا۔

مگر جب کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب شروع کر دیا تو اس درّہ پر جو سپاہی مقرر تھے انہوں نے اپنے افسر سے کہا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے۔ اَب ہمارا یہاں ٹھہرنا بے کار ہے۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی جہاد میں شامل ہونے کا ثواب لے لیں۔ اُن کے افسر نے انہیں سمجھایا کہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خواہ فتح ہو یا شکست تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا۔ اس لئے مَیں تمہیں جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا کہ رسول کریم" ان کے باقی ساتھیوں نے یہ کہا کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ خواہ فتح ہو جائے پھر بھی تم نے نہیں ہلنا۔ آپ کا مقصد تو صرف تاکید کرنا تھا۔ اب جبکہ فتح ہو چکی ہے ہمارا یہاں کیا کام ہے۔ چنانچہ انہوں نے خدا کے رسول کے حکم پر" حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "انہوں نے خدا کے رسول کے حکم پر اپنی رائے کو فوقیت دیتے ہوئے اس درّہ کو چھوڑ دیا۔ صرف اُن کا افسر اور چند سپاہی" یعنی عبد اللہ بن جُبَیر اور چند سپاہی "باقی رہ گئے۔

جب کفّار کا لشکر مکہ کی طرف بھاگتا چلا جا رہا تھا تو اچانک خالد بن ولیدؓ نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو درّہ کو خالی پایا۔ انہوں نے عمرو بن العاص کو آواز دی یہ دونوں ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور کہا دیکھو کیسا اچھا موقعہ ہے آؤ ہم مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ دونوں جرنیلوں نے اپنے بھاگتے ہوئے دستوں کو سنبھالا اور اسلامی لشکر کا بازو کاٹتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ چند مسلمان جو وہاں موجود تھے اور جو دشمن کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے ان کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اسلامی لشکر پر پشت پر سے حملہ کر دیا۔ کفار کا یہ حملہ ایسا اچانک تھا کہ مسلمان جو فتح کی خوشی میں ادھر ادھر پھیل چکے تھے ان کے قدم جم نہ سکے۔ صرف چند صحابہؓ دوڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس تھی مگر یہ چند لوگ کب تک دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ آخر کفار کے ایک ریلے کی وجہ سے مسلمان سپاہی بھی پیچھے کی طرف دھکیلے گئے۔

آنحضرت ﷺ کا زخمی ہونا........

اور رسول کریم ﷺ میدان جنگ میں تن تنہا رہ گئے۔ اسی حالت میں آپ کے خَود پر ایک پتھر لگا جس کی وجہ سے خَود کے کیل آپ کے سر میں چبھ گئے اور آپ بیہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے" جو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ پھر ایک صحابی نے وہ کیل نکالے اور ان کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ "جو بعض شریروں نے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچانے کے لئے کھود کر ڈھانپ رکھے تھے۔" ایک گڑھا بنایا ہوا تھا اور اس پر گھاس پھوس رکھا ہوا تھا۔ پتہ نہیں لگ رہا تھا یہ گڑھا ہے۔ اُس میں آنحضرت ﷺ گرے۔ "اس کے بعد کچھ اور صحابہؓ شہید ہوئے اور ان کی لاشیں آپ کے جسم مبارک پر جا گریں اور لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ مگر وہ صحابہؓ جو کفار کے ریلے کی وجہ سے پیچھے دھکیل دئے گئے تھے کفار کے پیچھے ہٹتے ہی پھر رسول کریم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے آپ کو گڑھے میں سے باہر نکالا۔ تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم ﷺ کو ہوش آ گیا اور آپ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں اور آپ انہیں ساتھ لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔

جنگ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست کا چرکہ اور اس کی وجہ

اسلامی لشکر کو کفار پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک عارضی شکست کا چرکہ اس لئے لگا کہ ان میں سے چند آدمیوں نے "**اب یہ سننے والی بات ہے۔** آپؓ اب نتیجہ نکال رہے ہیں کہ اسلامی لشکر کو کفار پر فتح حاصل کرنے کے بعد ایک عارضی شکست کا چرکہ اس لئے لگا۔ اس لئے نقصان پہنچا کہ ان میں سے چند آدمیوں نے "رسول کریم ﷺ کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی اور آپ کی ہدایت پر عمل کرنے کی بجائے اپنے اجتہاد سے کام لینا شروع کر دیا۔ اگر وہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اسی طرح چلتے جس طرح نبض حرکتِ قلب کے پیچھے چلتی ہے۔ اگر وہ سمجھتے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک حکم کے نتیجہ میں اگر ساری دنیا کو بھی اپنی جانیں قربان کرنی پڑتی ہیں تو وہ ایک بے حقیقت شے ہیں۔ اگر وہ ذاتی اجتہاد سے کام لے کر اس پہاڑی درّہ کو نہ چھوڑتے جس پر رسول کریم ﷺ نے انہیں اس ہدایت کے ساتھ کھڑا کیا تھا کہ خواہ ہم فتح حاصل کریں یا مارے جائیں تم نے اس مقام سے نہیں ہلنا تو نہ دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کا موقع ملتا اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو کوئی نقصان پہنچتا۔" آپؓ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اس آیت میں مسلمانوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے احکام کی پوری اطاعت نہیں بجالاتے اور ذاتی اجتہادات کو آپ کے احکام پر مقدم سمجھتے ہیں۔" **اپنی ذاتی توجیہیں نکالتے ہیں یا خود ہی تشریحیں کرنے لگ جاتے ہیں یا حکموں کی تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ "انہیں ڈرنا چاہئے کہ اس کے نتیجہ میں کہیں اُن پر کوئی آفت نہ آجائے یا وہ کسی شدید عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ گویا بتایا کہ اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو** تمہارا کام یہ ہے کہ تم

ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھو اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جاؤ۔ جب تک یہ روح زندہ رہے گی مسلمان بھی زندہ رہیں گے اور جس دن یہ روح مٹ جائے گی اس دن اسلام تو پھر بھی زندہ رہے گا مگر خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان لوگوں کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گا جو محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے انحراف کرنے والے ہوں گے۔"[234]

کامل اطاعت ہی کامیابیوں کی ضمانت ہے

آج دیکھ لیں کہ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ان سے اٹھ گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ آنے والے مسیح و مہدی کو مان لینا، اُسے میرا اسلام پہنچانا اور اسے حَکَم اور عدل سمجھنا ان سب باتوں کی تاویلیں اب یہ لوگ کرنے لگ گئے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی یہ دیکھ لیں۔ **پس یہاں احمدیوں کے لئے بھی ایک سبق ہے،** ایک تنبیہ ہے کہ مسیح موعودؑ کو قبول کر کے پھر کامل اطاعت ہی کامیابیوں اور فتوحات کی ضمانت ہے۔ پس ہر ایک کو اپنی حالتوں کے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اس کے اطاعت کے معیار ہیں۔ یہاں پہلے بیان ہوا تھا کہ ابوسفیان کے ساتھ عکرمہ بن ابوجہل تھے۔ دوسرے ایک حوالے میں حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دوسرے صحابی عمرو بن عاص کا ذکر کیا کہ انہوں نے درّے پر حملہ کیا۔ بعض دوسری روایات میں دوسرے نام بھی ہیں۔ اس بارے میں ریسرچ سیل نے جو مزید تحقیق کی ہے وہاں بھی کتبِ سیرت میں خالد بن ولید کے ساتھ عکرمہ کے حملے کا ذکر ہی ملتا ہے۔[235]

لیکن یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ مشرکین نے اپنے لشکر کے گھڑ سواروں کو جن کی قیادت میں دیا تھا ان میں سے ایک عمرو بن عاص بھی تھے۔[236]

تو اس ضمن میں یہ کہتے ہیں کہ خالد بن ولید نے پہاڑ کے درّے پر خالی جگہ دیکھ کر گھڑ سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور عکرمہ بن ابوجہل ان کے پیچھے پیچھے آیا۔ یوں ان تینوں امور کو اگر ایک طرف سے دیکھا جائے تو پھر حضرت مصلح موعودؓ کے اس حوالے میں بھی اور باقی تاریخ کی کتابوں میں بھی اس طرح مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ چونکہ مشرکین کے گھڑ سواروں کے نگران حضرت عمرو بن عاص تھے اس لئے یہ بھی ساتھ ہوں گے۔ یعنی خالد بن ولید، عکرمہ اور عمرا بن العاص تینوں ساتھ ہوں گے۔ اور اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو پھر روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کی دردناک شہادت

حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل حملہ آور ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن جُبَیر نے تیر چلائے یہاں تک کہ آپ کے تیر ختم ہو گئے۔ پھر آپ نے نیزے سے مقابلہ کیا حتّٰی کہ آپ کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے اپنی تلوار سے لڑائی کی یہاں تک کہ آپ شہید ہو کر گرے۔ آپ کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا۔ جب آپ گر گئے تو دشمنوں نے آپ کو گھسیٹا اور آپ کی نعش کا بدترین مُثلہ کیا۔ آپ کے جسم کو نیزے سے اتنا چیرا کہ آپ

کی انتڑیاں بھی باہر نکل آئیں۔

حضرت خَوَّاتؓ بن جُبَیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی جب یہ حالت ہوئی تو اس وقت مسلمان وہاں گھوم کر پہنچ گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کہتے ہیں کہ میں اس مقام پر ہنسا جہاں کوئی نہیں ہنستا، (اپنی حالت بیان کر رہے ہیں) اور اس مقام پر اونگھا جہاں کوئی نہیں اونگھتا اور اس مقام پر میں نے بخل کیا جہاں کوئی بخل نہیں کرتا۔

یہ تینوں چیزیں ایسی حالت میں کسی انسان سے نہیں ہو سکتی۔ ان سے کہا گیا کہ یہ کیا کیفیت ہے؟ آپ نے یہ کیوں کیا؟ حضرت خَوَّاتؓ نے کہا کہ میں نے دونوں بازوؤں سے اور ابُوحَنَّہ نے دونوں پاؤں سے پکڑ کر حضرت عبداللہ کو اٹھایا۔ میں نے اپنے عمامے سے ان کا زخم باندھ دیا۔ جس وقت ہم انہیں اٹھائے ہوئے تھے مشرکین ایک طرف تھے۔ میرا عمامہ ان کے زخموں سے کھل کر نیچے گر پڑا اور حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی آنتیں باہر نکل پڑیں۔ میرا ساتھی گھبرا گیا اور اس خیال سے کہ دشمن قریب ہے اپنے پیچھے دیکھنے لگا۔ اس پر میں ہنس پڑا (کہ یہ اس وقت کیا کر رہا ہے) پھر ایک شخص اپنا نیزہ لے کر آگے بڑھا اور وہ اسے میرے حلق کے سامنے لا رہا تھا کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی اور نیزہ ہٹ گیا۔ (یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ایک مدد ہوئی۔ کہتے ہیں اونگھ کیوں آئی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی اونگھ آ گئی۔ اس حالت میں مَیں کر تو کچھ سکتا نہیں تھا۔ نیزہ میرے بالکل گلے کے قریب تھا لیکن پھر وہ نیزہ ہٹ گیا) اور جب میں حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے لئے قبر کھودنے لگا تو اس وقت میرے پاس میری کمان تھی۔ چٹان ہمارے لئے سخت ہو گئی تو ہم اس کی نعش کو لے کر وادی میں اترے اور میں نے اپنی کمان کے کنارے کے ساتھ قبر کھودی۔ کمان میں وَتر بندھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ میں اپنی وتر کو خراب نہیں کروں گا۔ پھر میں نے اسے کھول دیا اور کمان کے کنارے سے قبر کھود کر حضرت عبداللہ بن جُبَیر کو وہاں دفن کر دیا۔[237]

اللہ تعالیٰ نے جس طرح حضرت عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے ساتھیوں کو وفا کے ساتھ اور حکم کی روح کو سمجھنے والا بنایا تھا ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی طرح حکم کو سمجھنے والے اور کامل اطاعت کرنے والے ہوں اور اس طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔[238]

195

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی

نام و نسب

حضرت عبد اللہ بن جحش۔ آپ کی والدہ اُمَیمہ بنت عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں پھوپھی تھیں۔ اس طرح آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ ارقم میں جانے سے قبل ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔[239]

دارِ ارقم وہ مکان ہے یا مرکز ہے جو ایک نو مسلم اَرقم بن اَرقم کا مکان تھا اور مکہ سے ذرا سا باہر تھا۔ وہاں مسلمان جمع ہوتے تھے اور دین سیکھنے اور عبادت وغیرہ کرنے کے لئے ایک مرکز تھا اور اسی شہرت کی وجہ سے اس کا نام دار الاسلام کے نام سے بھی مشہور ہوا اور یہ مکہ میں تین سال تک مرکز رہا۔ وہیں خاموشی سے عبادت کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں لگا کرتی تھیں اور پھر جب حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو پھر کھل کر باہر نکلنا شروع کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس مرکز میں اسلام لانے والے آخری شخص تھے۔[240]

حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت

بہر حال یہ مرکز بننے سے پہلے ہی حضرت عبد اللہ بن جحش نے اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر روایت میں آتا ہے کہ مشرکین قریش کے دست ظلم سے آپ کا خاندان بھی محفوظ نہیں تھا۔ آپ نے اپنے دونوں بھائیوں حضرت ابو احمد اور عبید اللہ اور اپنی بہنوں حضرت زینب بنت جحش، حضرت اُمّ حبیبہ اور حمنہ بنت جحش کے ہمراہ دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے بھائی عبید اللہ حبشہ جا کر عیسائی ہو گئے تھے اور وہیں عیسائی ہونے کی حالت میں ان کی وفات ہوئی جبکہ ان کی بیوی حضرت اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان ابھی حبشہ میں ہی تھیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس وقت نکاح کر لیا۔[241]

ہجرت مدینہ

حضرت عبد اللہ بن جحش مدینہ ہجرت سے قبل مکہ آئے اور یہاں سے اپنے قبیلہ بنو غنم میں دُوْدَان کے تمام افراد کو (یہ سب کے سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے) ساتھ لے کر مدینہ پہنچے۔ انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے مکہ کو اس طرح خالی کر دیا تھا کہ محلہ کا محلہ بے رونق ہو گیا اور بہت سے مکانات

مقفّل ہو گئے۔[242]

یہی حالات آجکل پاکستان میں بھی بعض جگہ احمدیوں کے ساتھ ہیں۔ بعض گاؤں خالی ہو گئے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب بنو جحش بن رِئَاب نے مکہ سے ہجرت کی تو ابوسفیان بن حرب نے ان کے مکان کو عمرو بن علقمہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب یہ خبر مدینہ میں حضرت عبداللہ بن جحش کو پہنچی تو انہوں نے آنحضور ﷺ سے یہ بات عرض کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں ہے کہ خدا اس کے بدلہ میں تجھ کو جنت میں محل عنایت کرے۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں راضی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا پس وہ محل تیرے واسطے ہیں۔[243]

یعنی یہ مکانات جو تم نے چھوڑے ہیں ان کی جگہ تمہیں جنتوں میں جگہ ملے گی وہاں محل تیار ہوں گے۔

سریہ عبداللہ بن جحشؓ

حضرت عبداللہ بن جحش کو رسول کریم ﷺ نے ایک سریہ میں وادیٔ نخلہ کی طرف بھیجا جس کا ذکر کتب میں اس طرح ملتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ایک دن جب عشاء کی نماز ادا کر لی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو فرمایا کہ صبح کو اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آنا تمہیں ایک جگہ بھیجنا ہے۔ چنانچہ جس وقت حضور ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو اپنے تیر و ترکش، نیزہ اور ڈھال سمیت اپنے گھر کے دروازے پر انتظار کرتے ہوئے کھڑا پایا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت اُبَیّ بن کعب کو بلوایا اور انہیں ایک خط لکھنے کا حکم دیا جب وہ خط لکھا گیا تو حضرت عبداللہ بن جحش کو بلا کر اس خط کو ان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں اس جماعت کا نگران مقرر کرتا ہوں جو آپ کی قیادت میں بھیجا گیا تھا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ اس سے پہلے آپ نے اس جماعت پر حضرت عبیدہ بن حارث کو مقرر کیا تھا لیکن روانگی سے پہلے جب وہ رخصت ہونے کے لئے اپنے گھر گئے تو ان کے بچے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر رونے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو ان کی جگہ امیر بنا کر بھیجا اور **حضرت عبداللہ بن جحش کو بھیجتے وقت آنحضور ﷺ نے ان کا لقب امیر المومنین رکھا۔ سیرۃ الحلبیۃ میں یہ لکھا ہوا ہے۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن جحش وہ پہلے خوش نصیب صحابی تھے جن کا دور اسلام میں امیر المومنین لقب رکھا گیا۔**[244]

عمرو بن حضرمی کا قتل اور مشرکین کا حرمت والے مہینوں کی بابت ایک اعتراض

حضرت مصلح موعودؓ آیت یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ (البقرۃ:218) کی تفسیر میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

رسول کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورۃ تشریف لائے تو اس کے بعد بھی مکہ والوں کے جوش غضب میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ انہوں نے مدینہ والوں کو دھمکیاں دینی شروع کر دیں

کہ چونکہ تم نے ہمارے آدمیوں کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اس لئے اب تمہارے لئے ایک ہی راہ ہے کہ یا تو تم ان سب کو قتل کر دو یا مدینہ سے باہر نکال دو ورنہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پر حملہ کر دیں گے اور تم سب کو قتل کر کے تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔ اور پھر انہوں نے صرف دھمکیوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رسول کریم ﷺ کی ان ایام میں یہ کیفیت تھی کہ بسا اوقات آپ ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے۔ اسی طرح صحابہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کرتے تھے تا کہ رات کی تاریکی میں دشمن کہیں اچانک حملہ نہ کر دے۔ ان حالات میں رسول کریم ﷺ نے ایک طرف تو مدینہ کے قریب، قرب و جوار میں بسنے والے قبائل سے معاہدات کرنے شروع کر دیئے کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو تو وہ مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور دوسری طرف ان خبروں کی وجہ سے کہ قریش حملہ کی تیاری کر رہے ہیں آپ نے 2 ہجری میں حضرت عبداللہ بن جحش کو بارہ آدمیوں کے ساتھ نخلہ بھجوایا اور انہیں ایک خط دے کر ارشاد فرمایا کہ اسے دو دن کے بعد کھولا جائے۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے دو دن کے بعد کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ تم نخلہ میں قیام کرو اور قریش کے حالات کا پتہ لگا کر ہمیں اطلاع دو۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس دوران میں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ جو شام سے تجارت کا مال لے کر واپس آ رہا تھا وہاں سے گزرا۔ حضرت عبداللہ بن جحش نے ذاتی اجتہاد سے کام لے کر ان پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار میں سے ایک شخص عمرو بن الحَضرَمِی مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے اور مال غنیمت پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ جب انہوں نے مدینہ میں واپس آ کر رسول کریم ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں لڑائی کی اجازت نہیں دی تھی اور مال غنیمت کو بھی قبول کرنے سے آپ ﷺ نے انکار کر دیا۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ابھی رجب شروع نہیں ہوا حالانکہ رجب کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ وہ خیال کرتے رہے کہ ابھی تیس جمادی الثانی ہے۔ رجب کا آغاز نہیں ہوا۔ بہر حال عمرو بن الحَضرَمِی کا مسلمانوں کے ہاتھوں مارا جانا تھا کہ مشرکین نے اس بات پر شور مچانا شروع کر دیا کہ اب مسلمانوں کو ان مقدس مہینوں کی حرمت کا بھی پاس نہیں رہا جن میں ہر قسم کی جنگ بند رہتی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں اسی اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بیشک ان مہینوں میں لڑائی کرنا سخت ناپسندیدہ امر ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکا جائے اور خدا تعالیٰ کی توحید کا انکار کیا جائے اور مسجد حرام کی حرمت کو باطل کیا جائے اور اس کے باشندوں کو بغیر کسی جرم کے محض اس لئے کہ وہ خدائے واحد پر ایمان لائے تھے اپنے گھروں سے نکال دیا جائے۔ تمہیں ایک بات کا خیال تو آ گیا مگر تم نے یہ نہ سوچا کہ تم خود کتنے بڑے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہو اور خدا اور اس کے رسول کا

انکار کر کے اور مسجد حرام کی حرمت کو باطل کر کے اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال کر کتنے ناپسندیدہ افعال کے مرتکب ہوئے ہو۔ جب تم خود ان قبیح حرکات کے مرتکب ہو چکے ہو تو تم مسلمانوں کو کس منہ سے اعتراض کرتے ہو۔ ان سے تو صرف نادانستہ طور پر ایک غلطی ہوئی ہے۔ مگر تم تو جانتے بوجھتے ہوئے یہ سب کچھ کر رہے ہو۔[245]

سریہ عبداللہ بن جحش کے مثبت نتائج

بخاری کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے سریّہ عبداللہ بن جحش کے مثبت نتائج کا ذکر کرتے ہوئے اس کی وضاحت میں لکھا کہ "واقعات بتاتے ہیں کہ اس وفد کو جس غرض کے لئے روانہ کیا گیا تھا اس میں ان کو پوری کامیابی ہوئی اور انہوں نے قیدیوں کے ذریعہ سے قریش مکہ کے منصوبہ اور ان کی نقل و حرکت سے متعلق یقینی اطلاعات حاصل کیں۔ حَضْرَمِی کے قافلے کا واقعہ ایک ضمنی اور اتفاقی حادثہ تھا اور بعض مؤرخین نے جو اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس مہم کے بعض افراد کو مہاجرین کے غصب شدہ اموال کی تلافی کا خیال پیدا ہوا تھا، یہ رائے صحیح نہیں۔ بلکہ اس مہم کا اصل مقصد صرف یہ تھا کہ حَضْرَمِی والے قافلے کے ذریعہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں جانے والے قافلے کی غرض و غایت اور قریش مکہ کے منصوبہ جنگ کے بارہ میں یقینی معلومات حاصل ہو جائیں اور یہی کام بصیغہ راز ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس مختصر قافلے کو اپنے قبضہ میں لانے کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ یہ خیال بہت دُور کا ہے کہ وہ بھیجے تو گئے تھے قریش مکہ کی جنگی تیاریوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے لیکن انہوں نے قافلے کے لُوٹنے پر قناعت کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس واپس ہونے کو کافی سمجھ لیا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ بڑے پایہ کے صحابی تھے اور آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی۔ آپؐ نے ایک قابل اعتماد رازدار کو اس مہم کے لئے منتخب فرمایا۔ جب آنحضرت ﷺ کو قریش مکہ کی جنگی تیاریوں کے متعلق علم ہو گیا تو آپؐ نے بھی تیاری شروع کر دی اور اس تیاری میں پوری رازداری سے کام لیا۔"[246]

وہ لکھتے ہیں کہ بیشک مغازی میں ایسی روایتیں آتی ہیں یعنی جو جنگوں کی روایات ہیں ان میں یہ آتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اور آپ کے ساتھیوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن یہ ناراضگی اس لحاظ سے بجا تھی کہ ان کی مہم سے متعلق ایسی صورت پیدا ہو گئی تھی جو فتنہ کا موجب بن سکتی تھی۔ مگر بسا اوقات بعض امور جو بظاہر غلطیاں معلوم ہوتے ہیں منشائے الٰہی کے تحت صادر ہوتی ہیں اور بعض معمولی واقعات عظیم الشان نتائج پر منتج ہو جاتے ہیں۔ پس عین ممکن تھا کہ حضرت عبداللہ بن جحش کی مہم نہ بھیجی جاتی اور ان سے جو کچھ ہوا وہ نہ ہوتا اور ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے آنے والا قافلہ مکّہ میں بلاخطر پہنچ جاتا تو قریش اس قافلے سے فائدہ اٹھا کر بہت بڑی تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور

ہوتے جس کا مقابلہ کرنا قلیل التعداد بے سروسامان صحابہ کے لئے ناگوار صورت رکھتا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن جحش کے واقعہ سے مغرور سرداران قریش آگ بگولہ ہو گئے اور اس طیش اور غرور میں جلدی سے وہ ایک ہزار کے لگ بھگ مسلح افواج کے ساتھ اس زعم میں مقام بدر پر پہنچ گئے کہ وہ اپنے قافلے کو بچائیں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ وہیں ان کی موت مقدر ہے۔ اور دوسری طرف اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر صحابہ کرام کو یہ معلوم ہوتا کہ ایک مسلح فوج کے مقابلہ کے لئے انہیں لے جایا جا رہا ہے تو ان میں سے بعض تردّد میں پڑ جاتے۔ پس رازداری نے وہ کام کیا جو جنگ میں ایسے مورچے کام دیتے ہیں جنہیں آجکل جنگی اصطلاح میں اَوٹ کہا جاتا ہے یا camouflage بھی کہا جاتا ہے۔[247]

تاریخ میں لکھا ہے خدا اور رسول کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا۔ انہیں اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ چنانچہ ان کی یہ آرزو پوری ہوئی اور اَلْمُجَدَّعُ فِی اللّٰہِ (خدا کی راہ میں کان کٹا ہوا) ان کے نام کا امتیازی نشان ہو گیا۔[248]

شہادت سے قبل کی ایک مقبول دعا

حضرت عبداللہ بن جحش کے بارے میں مزید تفصیل کہ آپ کی دعا کس طرح قبول ہوتی تھی۔ آپ کی شہادت سے قبل کی دعا کی قبولیت کا ایک واقعہ مشہور ہے۔ اسحاق بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش نے میرے والد یعنی سعد سے غزوۂ اُحد کے دن کہا کہ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں چنانچہ دونوں ایک جانب ہو گئے۔ پہلے حضرت سعد نے دعا کی کہ اے اللہ جس وقت میں کل دشمنوں سے ملوں تو میرا مقابلہ ایسے شخص سے ہو جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو۔ پس میں اس سے لڑوں اور اس کو تیری راہ میں قتل کر دوں اور اس کے ہتھیاروں کو لے لوں۔ اس پر عبداللہ بن جحش نے آمین کہی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! کل میرے سامنے ایسا شخص آئے جو حملہ کرنے میں سخت ہو اور اس کا رعب غالب ہو اس سے میں تیری خاطر قتال کروں اور وہ مجھ سے قتال کرے۔ وہ غالب آ کر مجھے قتل کر دے اور مجھ کو پکڑ کر میری ناک کان کاٹ ڈالے۔ **پس جس وقت میں تیرے حضور حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! کس کی راہ میں تیری ناک اور تیرے دونوں کان کاٹے گئے۔ میں عرض کروں کہ تیری اور تیرے رسول ﷺ کی راہ میں۔ جواب میں تُو یہ کہے کہ تُو نے سچ کہا۔** حضرت سعد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ اس لئے کہ اخیر دن میں مَیں نے ان کی ناک اور دونوں کانوں کو دیکھا کہ ایک دھاگے میں معلّق تھے۔[249]

یعنی کٹے ہوئے تھے اور انہیں پرویا ہوا تھا۔ یہ ظالمانہ فعل ہے جو وہ کافر کرتے تھے اور یہی آجکل بھی بعض دفعہ بعض شدت پسند مسلمان اسلام کے نام پر کر رہے ہیں۔

صحابہ کا بھی اللہ تعالیٰ سے پیار کا یہ عجیب انداز ہے

حضرت مطلب بن عبد اللہ بن حَنْطَب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس روز اُحد کی جانب روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے راستہ میں مدینہ کے قریب ایک جگہ شیخین کے پاس رات قیام کیا جہاں حضرت اُمّ سلمہ ایک بُھنی ہوئی دستی لائیں جس میں سے آنحضورؐ نے نوش فرمایا۔ اسی طرح نبیذ لائیں اور آپ ﷺ نے نبیذ بھی پی۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایک طرح ہریرہ ٹائپ کی کوئی چیز تھی۔ پھر ایک شخص نے وہ نبیذ والا پیالہ لے لیا اور اس میں سے کچھ پیا۔ پھر وہ پیالہ حضرت عبد اللہ بن جحش نے لے لیا اور اس کو ختم کر دیا۔ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن جحش سے کہا کہ کچھ مجھے بھی دے دو۔ تمہیں معلوم ہے کہ کل صبح تم کہاں جاؤ گے؟ تو حضرت عبد اللہ بن جحش نے کہا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملنا کہ میں سیر اب ہوں۔ (یعنی اچھی طرح کھایا پیا ہو) اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اس سے پیاسا ہونے کی حالت میں ملوں۔[250]

صحابہ کا بھی اللہ تعالیٰ سے پیار کا یہ عجیب انداز ہے اور اس کے لئے ان کے تیاری کے بھی عجیب رنگ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن جحش اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ حضرت حمزہ حضرت عبد اللہ بن جحش کے ماموں تھے اور شہادت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔ رسول کریم ﷺ آپ کے ترکہ کے ولی بنے اور آپ ﷺ نے ان کے بیٹے کو خیبر میں مال خرید کر دیا۔[251]

حضرت عبد اللہ بن جحش کو صائب الرائے ہونے کی فضیلت بھی حاصل تھی۔ رسول کریم ﷺ نے بدر کے متعلق جن صحابہ سے مشورہ مانگا ان میں آپ بھی شامل تھے۔[252]

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی ہمشیرہ کا ایک واقعہ

حضرت مصلح موعودؓ غزوہ اُحد سے آنحضرت ﷺ کی واپسی پر حضرت عبد اللہ بن جحش کی ہمشیرہ کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جو تاریخ میں اس طرح آیا ہے یا آپ نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا کہ اس جنگ میں یعنی اُحد کی جنگ میں ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کس طرح بلند حوصلگی اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور دلجوئی کی۔ اس جنگ کے حالات سے پتا چلتا ہے کہ آپ اخلاق کے کتنے بلند ترین مقام پہ کھڑے تھے اور اس جنگ میں صحابہ کی عدیم المثال قربانیوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں اس وقت کی بات کر رہا ہوں جب آپ جنگ ختم ہونے پر مدینہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ کی عورتیں جو آپ کی شہادت کی خبر سن کر بیقرار تھیں۔ اب وہ آپ کی آمد کی خبر سن کر آپ کے استقبال کے لئے مدینہ سے باہر کچھ فاصلہ پر پہنچ گئی تھیں۔ ان میں آپ کی ایک سالی حمنہ بنت جحش بھی تھیں۔ ان کے تین نہایت قریبی رشتہ دار جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔

رسول کریم ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو فرمایا کہ اپنے مُردہ کا افسوس کرو۔ یہ عربی زبان کا ایک

محاورہ ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تمہارا عزیز مارا گیا ہے۔ حمنہ بنت جحش نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس مُردہ کا افسوس کروں۔ آپ نے فرمایا تمہارا ماموں حمزہ شہید ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت حمنہ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ ان کے مدارج بلند کرے وہ کیسی اچھی موت مرے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا اپنے ایک اور مرنے والے کا افسوس کر لو۔ حمنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کس کا؟ آپ نے فرمایا تمہارا بھائی عبد اللہ بن جحش بھی شہید ہو گیا ہے۔ حمنہ نے پھر اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور کہا الحمد للہ وہ تو بڑی اچھی موت مرے ہیں۔

آپ نے پھر فرمایا حمنہ! اپنے ایک اور مُردے کا بھی افسوس کرو۔ اس نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ کس کا؟ آپ نے فرمایا تیرا خاوند بھی شہید ہو گیا۔ یہ سن کر حمنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اس نے کہا ہائے افسوس۔

یہ دیکھ کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو عورت کو اپنے خاوند کے ساتھ کتنا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ جب میں نے حمنہ کو اس کے ماموں کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پڑھا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ جب میں نے اسے اس کے بھائی کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے پھر بھی اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہی پڑھا۔ لیکن جب میں نے اس کے خاوند کے شہید ہونے کی خبر دی تو اس نے ایک آہ بھر کر کہا کہ ہائے افسوس اور وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکی اور گھبرا گئی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا عورت کو ایسے وقت میں اپنے عزیز ترین رشتہ دار اور خونی رشتہ دار بھول جاتے ہیں لیکن اسے محبت کرنے والا خاوند یاد رہتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حمنہ سے پوچھا تم نے اپنے خاوند کی وفات کی خبر سن کر ہائے افسوس کیوں کہا تھا؟ حمنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اس کے بیٹے یاد آ گئے تھے کہ ان کی کون رکھوالی کرے گا۔ یہاں خاوند کی محبت اپنی جگہ۔ ایک محبت کرنے والا خاوند ہو تو بیوی یاد رکھتی ہے۔ لیکن اس کے بچوں کی فکر تھی۔ اس کا اظہار انہوں نے کیا۔

محبت کرنے والے خاوند بنیں اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں

اور اس میں آجکل کے مَردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی سبق ہے کہ محبت کرنے والے خاوند بنیں اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں۔ اور محبت کرنے والے خاوند بننے کے لئے بیوی اور بچوں کے حق ادا کرنے بھی ضروری ہیں جس کی آجکل بڑی شکایتیں ملتی ہیں کہ حق ادا نہیں ہو رہے۔ پھر آپ ﷺ نے بھی کیسا خوبصورت ارشاد فرمایا۔ آپ نے حمنہ کو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کی تمہارے خاوند سے بہتر خبر گیری کرنے والا کوئی شخص پیدا کرے۔ یعنی بچوں کی خبر گیری کرنے والا کوئی بہتر شخص پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ حمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت طلحہ کے ساتھ ہوئی اور ان کے ہاں محمد بن طلحہ پیدا ہوئے۔ مگر تاریخوں میں ذکر آتا ہے کہ حضرت طلحہ اپنے بیٹے محمد کے ساتھ اتنی محبت اور شفقت نہیں کرتے تھے جتنی کہ حمنہ کے پہلے بچوں کے ساتھ اور لوگ یہ کہتے تھے کہ کسی کے بچوں کو اتنی محبت سے پالنے والا طلحہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔[253]

آپ کا تعلق قبیلہ بنو اَسد سے تھا اور قبیلہ کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ آپ بنی عبد شمس کے حلیف تھے جبکہ بعض کے نزدیک حَرْب بن اُمَیَّہ کے حلیف تھے۔[254]

حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے قد و قامت کے بارے میں آتا ہے کہ نہ دراز قد تھے، نہ ہی پست قد تھے۔ آپ کے سر کے بال نہایت گھنے تھے۔[255]

ایک مہم کے موقع پر آپ کو امیر مقرر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا وہ آپ کی سخت جانی، مستقل مزاجی اور بے خوفی کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم پر ایک ایسے آدمی کو امیر مقرر کر کے بھیجوں گا جو اگرچہ تم سے زیادہ بہتر نہیں ہو گا لیکن بھوک اور پیاس کی برداشت میں تم سے زیادہ مضبوط ہو گا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی امارت میں مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ کی طرف گئے۔[256]

اس مہم میں کامیابی کے بعد جو مالِ غنیمت ملا اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس سریہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کے متعلق بعض کا **خیال ہے کہ یہ پہلا مالِ غنیمت ہے جس کو مسلمانوں نے حاصل کیا۔** حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس مال غنیمت کو پانچ حصوں میں منقسم کر کے بقیہ چار حصوں کو تقسیم کر دیا اور ایک کو بیت المال کے لیے رکھ لیا۔ یہ پہلا خُمس تھا جو اسلام میں اس دن مقرر ہوا۔[257]

امام شعبی سے روایت ہے کہ **اسلام میں سب سے پہلے جھنڈے کی ابتدا حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے کی۔ نیز سب سے پہلا مالِ غنیمت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کا حاصل کیا ہوا تقسیم کیا گیا۔**[258]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیینؐ میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کُرز بن جابر یہ مکہ کا ایک رئیس تھا جس نے قریش کے ایک دستہ کے ساتھ کمال ہوشیاری سے مدینہ کی چراگاہ پر جو شہر سے صرف تین میل کے فاصلے پر تھی اچانک چھاپہ مارا۔ (یہ اَور مہم ہے) اور مسلمانوں کے اونٹ وغیرہ ہانک کر لے گیا۔ اس کے اچانک حملے نے طبعاً مسلمانوں کو بہت متوحش کر دیا اور چونکہ رؤسائے قریش کی یہ دھمکی پہلے سے موجود تھی کہ ہم مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں گے، مسلمان سخت فکر مند ہوئے اور انہی خطرات کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات و سکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تاکہ اس کے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بروقت میسر ہو جاوے اور مدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔ (ہاں یہ جو پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ اسی مہم کے بارے میں آپ فرما رہے ہیں) پھر کہتے ہیں چنانچہ اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تاکہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے

میں آسانی ہو اور اس پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحشؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اس خیال سے کہ اس پارٹی کی غرض وغایت عامۃ المسلمین سے بھی مخفی رہے آپؐ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو بھی یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے بلکہ چلتے ہوئے اُس کے ہاتھ میں ایک سربمہر خط دے دیا اور فرمایا اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ گو یہ حوالہ پہلے کچھ حد تک بیان ہو چکا ہے لیکن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے حوالے سے نہیں بیان ہوا تھا۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جب تم مدینہ سے دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنا۔ چنانچہ عبد اللہ اور ان کے ساتھی اپنے آقا کے حکم کے ماتحت روانہ ہو گئے اور جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبد اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع لا کر دو اور چونکہ مکہ سے اس قدر قریب ہو کر خبر رسانی کرنے کا کام بڑا نازک تھا۔

آپؐ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھ دی کہ اِس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو اور واپس چلا آنا چاہے تو اسے واپس آنے کی اجازت دے دو۔

عبد اللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں جب مقام بُحْرَان میں پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عُتبہ بن غَزْوَان کا اونٹ کھو گیا اور وہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی صرف چھ کس کی رہ گئی۔ سعد بن ابی وقاص کے ضمن میں اس کا کچھ حصہ بیان ہوا تھا۔[259]

پھر لکھتے ہیں کہ مسٹر مارگولیس اس موقع پر لکھتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عتبہ نے جان بوجھ کر اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور اس بہانہ سے پیچھے رہ گئے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ان جاں نثارانِ اسلام پر جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اور جن میں سے ایک غزوہ بئرِ معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوا اور دوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کا فاتح بنا، اس قسم کا شبہ کرنا اور شبہ بھی محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ پھر لطف یہ ہے کہ مارگولیس صاحب اپنی کتاب میں دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ مَیں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہو کر لکھی ہے۔ بہر حال یہ جملہ معترضہ تھا۔ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت نخلہ پہنچی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئی اور ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال منڈوا دیے تا کہ راہگیر وغیرہ ان کو عمرہ کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں لیکن ابھی ان کو وہاں پہنچے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا

قافلہ بھی آن پہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جارہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہو گئیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خبر رسانی کے لیے بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی اور اب دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے

اور پھر طبعاً یہ اندیشہ بھی تھا کہ اب جو قریش کے ان قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی کا راز بھی مخفی نہ رہ سکے گا۔ ایک دقت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شہرِ حرام کا آخری ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ جُمَادَی الآخِر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جُمَادَی کا ہے یا رَجَبْ کا۔ لیکن دوسری طرف نخلہ کی وادی عین حرم کے علاقہ کی حد پر واقع تھی اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقہ میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔ غرض ان سب باتوں کو سوچ کر مسلمانوں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ قافلہ پر حملہ کر کے یا تو قافلہ والوں کو قید کر لیا جاوے اور یا مار دیا جاوے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفّار کا ایک آدمی جس کا نام عمرو بن حضرمی تھا مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے لیکن بدقسمتی سے چوتھا آدمی بھاگ کر نکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی۔ عبد اللہ بن جحش اور اُن کے ساتھی سامان غنیمت لے کر جلدی جلدی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

لکھتے ہیں کہ مسٹر مارگولیس اس موقع پر لکھتے ہیں کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دستہ دیدہ دانستہ اس نیت سے شہرِ حرام میں بھیجا تھا کہ چونکہ اس مہینہ میں قریش طبعاً غافل ہوں گے۔ مسلمانوں کو ان کے قافلوں کو لُوٹنے کا آسان اور یقینی موقع مل جائے گا لیکن ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مختصر پارٹی کو اتنے دُور دراز علاقہ میں کسی قافلہ کی غارت گری کے لیے نہیں بھیجا جا سکتا خصوصاً جبکہ دشمن کا ہیڈ کوارٹر اتنا قریب ہو اور پھر یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ پارٹی محض خبر رسانی کی غرض سے بھیجی گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہؓ نے قافلہ پر حملہ کیا تھا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ روایت ہے کہ

جب یہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے ماجرا کی اطلاع ہوئی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی۔ اور آپؐ نے مالِ غنیمت لینے سے انکار کر دیا۔

اس پر حضرت عبد اللہؓ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ

بس اب ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہؓ نے بھی ان کو سخت ملامت کی اور کہا کہ تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم نے شہر حرام میں لڑائی کی حالانکہ اس مہم میں تو تم کو مطلقاً لڑائی کا حکم نہیں تھا۔ دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شہر حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عمرو بن حضرمی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عتبہ بن ربیعہ رئیسِ مکہ کا حلیف بھی تھا اس لیے بھی اس واقعہ نے قریش کی آتش غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ جنگ بدر زیادہ تر قریش کی اسی تیاری اور جوشِ عداوت کا نتیجہ تھا۔ الغرض اس واقعہ پر مسلمانوں اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور بالآخر ذیل کی قرآنی وحی نازل ہو کر مسلمانوں کی تشفی کا موجب ہوئی۔ اور وہ یہ ہے کہ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا (البقرہ:218) یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہر حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تُو ان کو جواب دے کہ بے شک شہر حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن شہر حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شہر حرام اور مسجد حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقہ سے اس کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شہر حرام میں لڑنے کی نسبت بھی زیادہ بری ہیں اور یقیناً شہر حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کے لیے کیا جاوے۔ اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتیٰ کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ **تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈا کو اشہر حرام میں بھی برابر جاری رکھتے تھے بلکہ اشہر حرم کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے ادھر ادھر منتقل بھی کر دیا کرتے تھے جسے وہ نَسِیئی کے نام سے پکارتے تھے**

اور پھر آگے چل کر تو انہوں نے غضب ہی کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفّارِ مکہ اور ان کے ساتھیوں نے حرم کے علاقہ میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ کے خلاف تلوار چلائی۔ پھر جب مسلمان اس قبیلہ کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اس جواب سے مسلمانوں کی تو تسلی ہونی ہی تھی قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اور اس دوران میں اُن کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑوانے کے لیے مدینہ پہنچ گئے لیکن چونکہ ابھی تک

سعد بن ابی وقاص اور عتبہ واپس نہیں آئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق سخت خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو وہ قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن

ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ اور اسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپؐ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور بالآخر بئر معونہ میں شہید ہوا۔ اس کا نام حَکَم بن کَیسَان تھا۔[260]

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی تلوار غزوہ احد کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عُرجون یعنی کھجور کی ایک شاخ مرحمت فرمائی۔ پس وہ آپؐ کے ہاتھ میں تلوار کی طرح ہو گئی۔ اسی دن سے آپؓ عُرجُون کے لقب سے مشہور ہوئے۔[261]

ابو نعیم کہتے ہیں کہ **حضرت عبد اللہ بن جحش اپنے رب کی قسم اٹھانے والے اور محبتِ الٰہی کو قلب میں جگہ دینے والے اور سب سے پہلے اسلامی جھنڈا قائم کرنے والے تھے۔**[262]

امام شعبیؒ سے روایت ہے کہ میرے پاس بنی عامر اور بنی اسد کے دو آدمی آپس میں فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہوئے آئے۔ بنی عامر کے شخص نے بنی اسد کے شخص کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اسدی کہہ رہا تھا کہ میرا ہاتھ چھوڑ دو جبکہ عامری کہہ رہا تھا کہ خدا کی قسم! میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا تو امام شعبی کہتے ہیں کہ مَیں نے اسے کہا کہ اے بنی عامر کے بھائی! اس کو چھوڑ دو اور اسدی سے کہا کہ

تمہاری چھ خوبیاں ایسی ہیں جو پورے عرب میں کسی میں نہیں ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ نمبر ایک: کہ تم میں سے ایک خاتون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے کروا دیا اور ان دونوں کے درمیان سفیر حضرت جبرئیل تھے اور وہ خاتون حضرت زینب بنت جحشؓ تھیں اور یہ تمہاری قوم کے لیے فخر کی بات ہے۔ نمبر دو: تم میں سے ایک شخص تھا جو کہ جنتی تھا مگر پھر بھی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتا تھا اور وہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ تھے اور یہ تمہاری قوم کے لیے فخر کی بات ہے۔ نمبر تین: اور **اسلام میں سب سے پہلا عَلَم یعنی جھنڈا جو دیا گیا وہ بھی تم میں سے ایک شخص حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کو دیا گیا اور یہ تمہاری قوم کے لیے فخر کی بات ہے۔ نمبر چار: سب سے پہلا مالِ غنیمت جو اسلام میں تقسیم ہوا وہ عبد اللہ بن جحش کا مالِ غنیمت ہے۔**

نمبر پانچ: اور بیعتِ رضوان میں جس شخص نے سب سے پہلے بیعت کی وہ تمہاری قوم کا تھا وہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپؐ کی بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس بات پر میری بیعت کروگے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو آپؐ کے دل میں ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میرے دل میں کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا فتح یا شہادت۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت اَبُوسِنانؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد لوگ آتے اور کہتے کہ حضرت اَبُوسِنانؓ والی بیعت پر ہم بھی بیعت کرتے ہیں اور یہ تمہاری قوم کے لیے فخر کی بات ہے۔ نمبر چھ: اور جنگِ بدر کے دن سات مہاجرین تمہاری قوم کے تھے اور یہ تمہاری قوم کے لیے فخر کی بات ہے۔[263]

پھر ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ جب اُحُد کے دن شہید ہوئے تو حضرت زینب بنت خُزَیمہؓ آپ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خُزَیمہؓ سے شادی کرلی۔ آپؓ آٹھ ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دو تین ماہ رہیں اور ماہ ربیع الآخر کے آخر میں آپؓ کی وفات ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا جنازہ پڑھا اور جنت البقیع میں دفن کیا۔[264]

196

حضرت عبداللہ بن جدّؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عبداللہ بن جدّ۔ ان کے والد کا نام جدّ بن قیس تھا۔ ان کی کنیت ابو وَھْب تھی۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا جو انصار کا ایک قبیلہ تھا۔ حضرت معاذ بن جبل والدہ کی طرف سے آپؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن جدّ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔[265]

بہادر اور غیرت مند بیٹا

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جدّ کے والد ابو وہب سے کہا کہ ابو وہب کیا تم اس سال ہمارے ساتھ جنگ کے لئے نکلو گے؟ ابو وہب نے کہا کہ آپؐ مجھے اجازت دیں اور فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ مَیں نہیں جا سکتا۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے جو اس نے بہانہ کیا، عجیب بہانہ ہے کہ میری قوم جانتی ہے کہ مَیں عورتوں کا بہت دلدادہ ہوں۔ اگر میں بنو اصفر یعنی رومیوں کی عورتوں کو دیکھوں گا تو اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے اعراض کرتے ہوئے

اسے اجازت دے دی۔ ٹھیک ہے، بہانہ بنا رہے ہو، چھٹی دے دی، نہ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن جدّ کو یہ پتہ لگا تو اپنے والد کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی بات کا کیوں انکار کیا ہے؟ اللہ کی قسم آپ تو بنوسلمہ میں سب سے زیادہ مالدار ہیں اور آج موقع ہے کہ اس میں حصہ لیں۔ نہ آپ خود غزوہ کے لئے نکلتے ہیں نہ ہی کسی کو سواری مہیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے میرے بیٹے! اب یہاں بیٹے کے سامنے ایک اور بہانہ ہے اور وہی حقیقت ہے کہ میرے بیٹے میں کیوں اس گرمی اور تنگی کے موسم میں بنو اصفر کی طرف نکلوں۔ اللہ کی قسم میں تو خُربیٰ (جہاں بنوسلمہ کے گھر تھے) میں موجود اپنے گھر میں بھی ان کے خوف سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ رومیوں کا بڑا خوف تھا، ڈر تھا۔ یہ بزدل آدمی تھے۔ تو کیا میں ان کے خلاف جاؤں اور ان کے خلاف جنگ میں شامل ہوں۔ اے بیٹے اللہ کی قسم! میں تو گردش زمانہ سے خوب آگاہ ہوں۔ مجھے پتہ ہے حالات کیا ہوتے ہیں، آج کچھ ہیں کل کچھ ہیں۔ ان کی یہ باتیں سن کر حضرت عبداللہ اپنے والد سے سختی سے پیش آئے اور کہا کہ اللہ کی قسم آپ میں تو نفاق پایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے متعلق رسول اللہ ﷺ پر قرآن میں نازل کرے گا جسے سب پڑھ لیں گے، اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا کہ آپ منافقین میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ کے والد نے اس پر اپنا جوتا اتار کر ان کے منہ پر مارا۔ عبداللہ وہاں سے چلے گئے اور اپنے والد سے بات نہیں کی۔ [266]

جَدّ بن قیس جو حضرت عبداللہ کے والد تھے، ایک جگہ اُسد الغابہ میں لکھا ہے کہ ان کے بارے میں نفاق کا گمان کیا گیا ہے۔ یہ حدیبیہ میں شریک تھے مگر جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی تو اس وقت یہ بیعت میں بھی شامل نہیں ہوئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بعد میں انہوں نے توبہ کر لی تھی اور ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ [267]

197

حضرت عبداللہ بن حُمَیّرؓ

اپنے ایک بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شریک

حضرت عَبْدُاللہ بِن حُمَیِّر اَلْاَشْجَعِی۔ ان کا تعلق بنودُھْمَان سے ہے جو کہ انصار کے حلیف تھے آپ نے غزوۂ بدر میں اپنے بھائی حضرت خَارِجَہ کے ہمراہ شرکت کی اور آپ غزوۂ احد میں بھی شامل ہوئے۔ [268]

ان کی زوجہ کا نام حضرت ام ثابت بنت حارِثَہ ہے جو آنحضور ﷺ پر ایمان لائیں۔ [269]

جنگ احد میں درّے پر ڈٹے رہنے والے جانباز

حضرت عبد اللہ بن حُمَیّر ان چند اصحاب میں سے تھے جو غزوہ احد میں حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کے ساتھ درّے پر ڈٹے رہے۔ جب باقی صحابہ فتح کا نظارہ دیکھنے کے بعد مسلمانوں کی باقی جماعت سے ملنے کے لئے نیچے جانے لگے تو حضرت عبد اللہ بن حُمَیّر انہیں نصیحت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پھر اللہ اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنے کی نصیحت کی لیکن انہوں نے آپ کی بات نہ مانی اور چلے گئے یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن جُبَیر کے ساتھ درے پر دس سے زیادہ صحابہ نہ بچے۔ اتنے میں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے درّہ خالی دیکھ کر جو اصحاب وہاں باقی رہ گئے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قلیل جماعت نے ان پر تیر برسائے یہاں تک کہ وہ ان تک پہنچ گئے اور آن کی آن میں ان سب کو شہید کر دیا۔[270]

جنگ احد اور درّے پر متعین ایک دستہ

احد کے اس واقعہ کی مزید تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھی ہے۔ کہ "آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور احد کے دامن میں ڈیرہ ڈال دیا۔ ایسے طریق پر کہ احد کی پہاڑی مسلمانوں کے پیچھے کی طرف آگئی اور مدینہ گویا سامنے رہا اور اس طرح آپؐ نے لشکر کا عقب محفوظ کر لیا۔ عقب کی پہاڑی میں ایک درّہ تھا جہاں سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اُس کی حفاظت کا آپؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ عبد اللہ بن جُبَیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابی وہاں متعین فرما دیئے اور ان کو تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور دشمن پر تیر برساتے جائیں۔ آپؐ کو اس درّہ کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ **آپؐ نے عبد اللہ بن جُبَیر سے بہ تکرار فرمایا" یعنی بار بار فرمایا" کہ دیکھو یہ درہ کسی صورت میں خالی نہ رہے۔ حتّٰی کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی ہے اور دشمن پسپا ہو کر بھاگ نکلا ہے، تو پھر بھی تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے اور دشمن ہم پر غالب آگیا ہے تو پھر بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا** حتّٰی کہ ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ "اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تو پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا حتّٰی کہ تمہیں یہاں سے ہٹ آنے کا حکم جاوے۔" یعنی آپ کی طرف سے حکم جائے۔ "اس طرح اپنے عقب کو پوری طرح مضبوط کر کے آپؐ نے لشکر اسلامی کی صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے...... جب عبد اللہ بن جُبَیر کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے تو انہوں نے اپنے امیر عبد اللہ سے کہا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے اور مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم بھی لشکر کے ساتھ جا کر شامل ہو جائیں۔ عبد اللہ نے انہیں روکا اور آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تاکیدی ہدایت یاد دلائی مگر وہ فتح کی خوشی میں غافل ہو رہے تھے، اس لئے وہ باز نہ آئے۔ اور یہ کہتے ہوئے نیچے اتر گئے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا صرف یہ مطلب تھا کہ جب تک پورا اطمینان نہ ہو لے درّہ خالی

نہ چھوڑا جاوے اور اب چونکہ فتح ہو چکی ہے اس لئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور سوائے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے پانچ سات ساتھیوں کے درّہ کی حفاظت کے لئے کوئی نہ رہا۔ خالد بن ولید کی تیز آنکھ نے دور سے درّہ کی طرف دیکھا تو میدان صاف پایا جس پر اس نے اپنے سواروں کو جلدی جلدی جمع کر کے فوراً درّہ کا رخ کیا اور اس کے پیچھے پیچھے عکرمہ بن ابوجہل بھی رہے سہے دستہ کو ساتھ لے کر تیزی کے ساتھ وہاں پہنچا اور یہ دونوں دستے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے چند ساتھیوں کو ایک آن کی آن میں شہید کر کے اسلامی لشکر کے عقب میں اچانک حملہ آور ہو گئے۔"[271]

198

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ۔ حضرت عبداللہؓ کے والد کا نام رواحہ بن ثعلبہ تھا اور ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت واقد بن عمرو تھا جو انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث بن خزرج سے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بیعتِ عقبہ میں شریک تھے اور بنو حارث بن خزرج کے سردار تھے۔ ان کی کنیت ابو محمد تھی بعض نے ابو رواحہ اور ابو عمرو بھی بیان کی ہے۔[272]

نبی ﷺ کے کاتب

انصار کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت مقدادؓ میں مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ ابن سعد کے مطابق آپؓ نبی ﷺ کے کاتب بھی تھے۔[273]

تمام غزوات میں شامل

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ خیبر اور عمرۃ القضاء سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک رہے۔ آپؓ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ غزوۂ موتہ کے سرداروں میں سے ایک سردار آپؓ بھی تھے۔

بیٹھ جانے کی آواز سن کر وہیں بیٹھ گئے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ **خطبے کے دوران آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ سنتے ہی آپؓ مسجد سے**

باہر جس جگہ کھڑے تھے وہیں بیٹھ گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے فارغ ہوئے اور یہ خبر آپؐ کو پہنچی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا عَلٰى طَوَاعِيَةِ اللّٰهِ وَطَوَاعِيَةِ رَسُوْلِهٖ کہ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی خواہش میں اللہ تمہیں زیادہ بڑھائے۔ اسی طرح کا واقعہ کتبِ احادیث میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی ملتا ہے اور یہ واقعہ ان کے حوالے سے میں ایک خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔[274] عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بھی یہی روایت ہے۔ وہ بھی باہر بیٹھے تھے، جب سنا تو دروازے میں بیٹھ گئے اور پھر اسی طرح بیٹھے بیٹھے اندر آئے۔

اللہ ابن رواحہؓ پر رحم فرمائے اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جہاد میں سب سے پہلے گھر سے نکلتے اور سب کے بعد لَوٹتے تھے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں اُس دن سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کا ذکر نہ کروں۔ جب وہ سامنے سے آتے ہوئے مجھ سے ملتے تو میرے سینے پر ہاتھ رکھتے یعنی کہ ایسا تھا کہ ہر روز جب بھی وہ ملتے اور روزانہ ملتے تو تب بھی ان کی باتیں ایسی تھیں کہ ان کا ذکر ضروری ہے اور پھر آگے بیان کر رہے ہیں کہ جب بھی وہ سامنے سے آتے، مجھے ملنے کے لیے آتے یا مجھے ملتے تو عبد اللہ بن رواحہؓ میرے سینے پر ہاتھ رکھتے۔ حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں اور جب وہ جاتے ہوئے مجھے ملتے تو میرے کندھوں کے درمیان میں ہاتھ رکھتے اور مجھ سے کہتے کہ یَا عُوَیْمِرُ اِجْلِسْ فَلْنُؤْمِنْ سَاعَةً کہ اے عویمر! بیٹھو تھوڑی دیر ایمان تازہ کریں۔ پس ہم بیٹھتے اور اللہ کا ذکر کرتے جتنا اللہ چاہتا تھا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کہتے کہ اے عویمر یہ ایمان کی مجالس ہیں۔[275]

حضرت امام احمد کی کتاب 'کتاب الزہد' میں بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جب کسی ساتھی سے ملتے تو کہتے آؤ گھڑی بھر اپنے رب پر ایمان لانے کی یاد تازہ کر لیں۔ اسی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن رواحہؓ پر رحم فرمائے۔ اسے ایسی مجالس سے محبت ہے جس پر فرشتے فخر کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کے لئے تشریف لے جانا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کتنے ہی اچھے آدمی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو فتح خیبر کے بعد پھلوں اور فصل وغیرہ کا اندازہ لگانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ اتنے بیمار ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لیے آئے۔ فرمایا اے اللہ! اگر اس کی مقدر گھڑی، اس کی مقررہ گھڑی کا وقت ہو گیا ہے تو اس کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ یعنی اگر اس کی وفات کا وقت ہے تو آسانی پیدا کر دے اور اگر اس کا وقتِ موعود نہیں ہوا تو اسے شفا عطا فرما۔ اس دعا کے بعد حضرت عبد اللہؓ کے بخار میں کچھ کمی ہوئی، انہوں نے کمی محسوس کی تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ کہہ رہی تھی کہ ہائے میرا پہاڑ۔ ہائے میرا سہارا۔ جب میں بیمار تھا تو

مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ لوہے کا گرز اٹھائے کھڑا یہ کہہ رہا تھا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو؟ تو مَیں نے کہا ہاں۔ جس پر اس نے مجھے وہ گرز مارا۔

ایک اَور روایت اس بارے میں اس طرح ہے اور یہ زیادہ صحیح لگتی ہے۔ کہتے ہیں کہ فرشتے نے لوہے کا ایک گرز اٹھایا ہوا تھا اور وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم ایسے ہو جس طرح تمہاری ماں کہہ رہی ہے۔ کہ تم پہاڑ ہو اور میرے سہارے ہو؟ یہ تو شرک والی بات بنتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کہتے ہیں کہ اگر میں کہتا کہ ہاں میں ایسا ہوں تو وہ ضرور مجھے گرز مار دیتا۔[276]

بلند مرتبہ شاعر

آپؓ شاعر بھی تھے اور ان شاعروں میں سے تھے جو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے مخالفین کی بیہودہ گوئیوں کا جواب دیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند شعر یہ ہیں:

إِنِّيْ تَفَرَّسْتُ فِيْكَ الْخَيْرَ اَعْرِفُه وَاللهُ يَعْلَمُ أَنْ مَا خَانَنِيْ الْبَصَرُ

أَنْتَ النَّبِيُّ وَمَنْ يُحْرَمْ شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ أَزْرَىٰ بِهِ الْقَدَرُ

فَثَبَّتَ اللهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ تَثْبِيْتَ مُوْسٰى وَنَصْرًا كَالَّذِيْ نُصِرُوْا

کہ مَیں نے آپؐ کی ذاتِ مقدس میں یعنی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات میں بھلائی پہچان لی تھی اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے دھوکا نہیں کھایا۔ آپؐ نبی ہیں۔ قیامت کے دن جو شخص آپؐ کی شفاعت سے محروم کر دیا گیا بے شک قضاء و قدر نے اس کو بے وقعت کر دیا۔

پس اللہ ان خوبیوں پر ثبات بخشے جو اس نے آپؐ کو دی ہیں جس طرح موسیٰؑ کو ثابت قدم رکھا اور آپؐ کی مدد کرے جیسا کہ ان نبیوں کی مدد کی۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان اشعار کو سن کر فرمایا کہ اے ابن رواحہ! اللہ تم کو ثابت قدم رکھے۔ ہشام بن عروہ نے کہا ہے کہ اللہ نے ان کو اس دعا کی برکت سے خوب ثابت قدم رکھا حتی کہ آپؓ شہید ہوئے اور ان کے واسطے جنت کے دروازے کھول دیے گئے۔ اس میں شہید ہو کر داخل ہوئے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (الشعراء:225)

اور رہے شاعر تو محض بھٹکے ہوئے ہی ان کی پیروی کرتے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مَیں انہی میں سے ہوں۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (الشعراء:228)

سوائے ان کے جو ان میں سے ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ معجم الشعراء کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ زمانۂ جاہلیت میں بھی بہت قدر و منزلت رکھتے تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی ان کو بہت بلند مقام اور مرتبہ حاصل تھا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شان میں ایک شعر حضرت عبد اللہؓ نے ایسا کہا ہے کہ اسے آپؓ کا بہترین شعر کہا جا سکتا ہے۔ وہ شعر آپؐ کی دلی کیفیت کو خوب بیان کرتا ہے جس

میں حضرت عبد اللہؓ نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيْهِ اٰيَاتٌ مُبَيِّنَةٌ كَانَتْ بَدِيْهَتُهُ تُنَبِّيْكَ بِالْخَبَرِ

کہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات کے بارے میں کھلے کھلے نشانات اور روشن معجزات نہ بھی ہوتے تو آپ ﷺ کی ذات ہی حقیقتِ حال کی آگاہی کے لیے کافی ہے۔[277]

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ جاہلیت کے زمانہ میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے حالانکہ اس زمانے میں عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ غزوۂ بدر کے اختتام پر نبی کریم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو مدینے کی طرف اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو عَوالی کی جانب فتح کی نوید سنانے کے لیے بدر کے میدان سے روانہ فرمایا۔ عَوالی مدینہ کے بالائی جانب وہ علاقہ ہے جو چار میل سے لے کر آٹھ میل کے درمیان ہے۔ اس میں قباء کی بستی اور چند دیگر قبائل رہتے ہیں، اسے کہتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں اونٹ پر داخل ہوئے۔ آپؐ عصا سے حجرِ اسود کو بوسہ دے رہے تھے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے جو آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے اور یہ اشعار کہہ رہے تھے کہ

خَلُّوْا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهٖ نَحْنُ ضَرَبْنَاكُمْ عَلٰى تَأْوِيْلِهٖ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ

کہ اے کفار! آپؐ کے راستے سے ہٹ جاؤ ہم نے آپ ﷺ کے رجوع کرنے پر تمہیں ایسی مار ماری جو سروں کو مقام استراحت سے ہٹا دے۔

حضرت قیس بن ابو حازم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سے فرمایا کہ اترو اور ہمارے اونٹوں کو حرکت دو یعنی کچھ شعر کہہ کر اونٹوں کو تیز کرو جسے حُدی کہتے ہیں۔ عرض کی کہ یارسول اللہؐ! مَیں نے یہ کلام ترک کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سنو اور اطاعت کرو۔ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ یہ اشعار کہتے ہوئے اپنے اونٹ سے اترے کہ

يَا رَبِّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَأَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

إِنَّ الْكُفَّارَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

کہ اے پروردگار! اگر تُو نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے۔ نہ تو صدقہ و خیرات کرتے۔ نہ نماز پڑھتے۔ ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن کا مقابلہ کریں تو ہمارے قدم ثابت رکھ کیونکہ کفار ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ وکیع نے کہا کہ دوسرے راوی نے اتنا اور اضافہ کیا تھا کہ

وَإِنْ أَرَادُوْا فِتْنَةً أَبَيْنَا

کہ اگر وہ فتنہ و فساد برپا کرنا چاہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ یعنی اس فتنہ اور فساد کا سدّباب کرتے ہیں

اور اسے برپا نہیں ہونے دیتے۔ راوی نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ! ان پر رحمت کر۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ واجب ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ کی دعا ہی سے یہ رحمت تو واجب ہو گئی۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کے لیے اپنے بستر سے نہ اٹھ سکے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میری امت کے شہداء کون ہیں؟ لوگوں نے عرض کی۔ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے۔ فرمایا تب تو میری امت کے شہداء کم ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل ہونا شہادت ہے اور پیٹ کی بیماری سے فوت ہونا شہادت ہے اور پانی میں ڈوب کر فوت ہونا شہادت ہے اور وہ عورت جس کی زچگی میں وفات ہو جاتی ہے یہ سب شہادت کی اقسام ہیں۔[278]

جنگ مؤتہ میں سپہ سالار لشکر......

حضرت عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو سردار لشکر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابو طالبؓ ان کی جگہ پر ہوں۔ پھر اگر حضرت جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سردار بنیں۔ اگر عبداللہؓ بھی شہید ہوں تو مسلمان جس کو پسند کریں اس کو اپنا سردار بنا لیں۔ پس جب لشکر تیار ہو گیا اور اہلِ لشکر کوچ کرنے لگے تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سرداروں کو رخصت کیا اور ان کو سلامتی کی دعا دی۔ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سرداروں کو اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو رخصت کیا تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ بخدا مجھے دنیا کی محبت اور اس کی شدید خواہش اور شوق نہیں ہے بلکہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت پڑھتے سنا ہے کہ وَ اِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا (مریم:72) کہ اور تم میں سے کوئی نہیں مگر وہ ضرور اس میں جانے والا ہے یعنی دوزخ میں۔ یہ تیرے رب پر ایک طے شدہ فیصلے کے طور پر فرض ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ پل صراط چڑھنے اور پار اترنے میں میرا کیا حال ہو گا۔ اس سے پہلے کی آیت میں دوزخ کا ذکر ہے۔ اس لیے ان کو خوف پیدا ہوا تھا ورنہ دوسری آیات میں صاف ظاہر ہے کہ مومن اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے بارے میں یہ ذکر نہیں ہے۔ بہر حال مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تمہارے ہمراہ ہے۔ وہی تم کو ہم تک خیر و خوبی سے واپس لائے گا۔

تفسیر صغیر کے حاشیے میں لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں دونوں طرح ہے کہ ایک تو یہ مومنوں کے لیے نہیں ہے کافروں کے لیے ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور احادیث سے اس بارے میں تشریح بھی فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے جو تفسیر صغیر کے حاشیے میں بھی لکھا ہے کہ "قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخیں دو ہیں۔ ایک اس دنیا کی، ایک اگلے جہان کی۔ یہ جو فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص دوزخ میں جائے گا اس سے یہ مراد نہیں کہ مومن بھی دوزخ میں جائیں گے۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ مومن دوزخ کا حصہ اسی دنیا میں پا لیتے ہیں۔ یعنی کفار انہیں قسم قسم کی تکالیف دیتے ہیں۔ ورنہ مومن قرآن

مجید کی رو سے اگلے جہان میں دوزخ میں کبھی نہیں جائیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا یعنی مومن دوزخ سے اتنے دور رہیں گے کہ وہ اس کی آواز بھی نہیں سن سکیں گے۔ پس مومنوں کے دوزخ میں جانے سے مراد ان کا دنیا میں تکالیف اٹھانا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے بخار کو بھی ایک قسم کا دوزخ قرار دیا ہے۔ فرمایا اَلْحُمّٰی حَظُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ مِنَ النَّارِ یعنی بخار دوزخ کی آگ کا مومن کے لیے ایک حصہ ہے۔"[279]

بہر حال یہ اس کی تھوڑی سی وضاحت ہے اور جو رخصت کیا مسلمانوں نے، مومنوں نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے شر سے بچائے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اس وقت یہ اشعار پڑھے کہ:

لٰکِنَّنِیْ اَسْأَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ یَقْذِفُ الزَّبَدَا
اَوْ طَعْنَةً بِیَدَیْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْاَحْشَاءَ وَالْکَبِدَا
حَتّٰی یَقُوْلُوْا اِذَا مَرُّوْا عَلٰی جَدَثِیْ یَا اَرْشَدَ اللّٰهُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

لیکن میں خدائے رحمٰن سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تلواروں کا ایسا وار کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو کشادہ گھاؤ والا ہو اور تازہ خون نکالنے والا ہو جس میں جھاگ اٹھ رہی ہو اور نیزے کا ایسا حملہ جو پوری تیاری سے خون کے شدید پیاسے کے ہاتھوں سے کیا گیا ہو جو انتڑیوں اور جگر کے پار ہو جائے یہاں تک کہ جب لوگ میری قبر کے پاس سے گزریں تو کہیں کہ اے جنگ میں شامل ہونے والے! اللہ تیرا بھلا کرے اور اس خدا نے بھلا کر دیا ہو۔

پھر عبداللہ بن رواحہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کو رخصت کیا۔ لشکر نے کوچ کیا یہاں تک کہ معان مقام پر پڑاؤ کیا۔ معان ملک شام میں حجاز کی جانب بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عربی فوج کے ساتھ مآب مقام پر موجود ہے۔ مآب بھی ملکِ شام میں بلقاء کے نواح میں ایک شہر ہے۔ مسلمانوں نے دو دن معان میں قیام کیا اور آپس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی کو بھیج کر اپنے دشمن کی کثرت سے خبر دیں۔ یعنی کہ دشمن بہت بڑی تعداد میں ہے یا تو آپؐ ہماری مدد کریں گے یا کچھ اَور حکم دیں گے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے مسلمانوں کو جوش دلایا۔ چنانچہ وہ لوگ باوجود یکہ تین ہزار تھے آگے بڑھے اور رومیوں سے بلقاء کی ایک بستی مشارف کے قریب جا ملے۔ مشارف، ملک شام میں اس نام کی کئی بستیاں تھیں جس میں ایک حوران شہر کے پاس ہے، ایک دمشق کے قریب، ایک بلقاء کے قریب ہے۔ پھر مسلمان وہاں سے موتہ کی طرف ہٹ آئے۔[280]

پھر عبداللہ بن رواحہؓ........ بھی شہید ہوئے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شہید ہو جانے کی خبر لوگوں کو سنائی۔ قبل اس کے کہ ان تک اس کی کوئی خبر نہیں آئی تھی۔

آپؐ نے پہلے بتا دیا۔ آپؐ نے فرمایا زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ بھی شہید ہوئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا وہ بھی شہید ہوئے اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ فرمایا پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ آخر اللہ نے اس کے ذریعہ سے فتح دی۔[281]

جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تک حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ان کا حال بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور حضرت زیدؓ کے ذکر سے آغاز فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِزَيْدٍ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِزَيْدٍ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِزَيْدٍ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَعْفَرٍ وَلِعَبْدِ اللهِ ابْنِ رَوَاحَةَ۔ کہ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! زید کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! جعفر اور عبداللہ بن رواحہ کی مغفرت فرما۔[282]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مسجد میں بیٹھ گئے۔ آپؐ کے چہرے سے غم و حزن کا اظہار ہو رہا تھا۔[283]

جنگ مؤتہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا بیان

حضرت مصلح موعودؓ نے غزوۂ موتہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے۔ یہ پہلے حضرت زید کے ضمن میں بھی ذکر ہو چکا ہے[284] لیکن بہر حال تھوڑا سا حصہ دوبارہ پیش کرتا ہوں۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ:

"اس کا افسر آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے انہی زیدؓ کو مقرر کیا تھا مگر ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ مَیں اس وقت زید کو لشکر کا سردار بناتا ہوں۔ اگر زید لڑائی میں مارے جائیں تو ان کی جگہ جعفرؓ لشکر کی کمان کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کمان کریں۔ اگر وہ بھی مارے جائیں تو پھر جس پر مسلمان متفق ہوں وہ فوج کی کمان کرے۔ جس وقت آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت ایک یہودی بھی آپؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ مَیں آپؐ کو نبی تو نہیں مانتا لیکن اگر آپ سچے بھی ہوں تو ان تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کر نہیں آئے گا کیونکہ نبی کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔ وہ یہودی حضرت زیدؓ کے پاس گیا اور انہیں بتایا کہ اگر تمہارا رسول سچا ہے تو تم زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا میں زندہ آؤں گا یا نہیں آؤں گا اس کو تو اللہ ہی جانے مگر ہمارا رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ضرور سچا ہے۔" یعنی نہ مانتے ہوئے بھی یہودی اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ کی بات پوری ہو گی لیکن پھر بھی جنہوں نے نہیں ماننا ان لوگوں کی ہٹ دھرمی ہوتی ہے۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح پورا ہوا۔ پہلے حضرت زیدؓ شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لشکر کی کمان سنبھالی لیکن وہ بھی مارے گئے اور قریب تھا کہ لشکر میں انتشار

پیدا ہو جاتا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بعض مسلمانوں کے کہنے سے جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو فتح دی اور وہ خیریت سے لشکر کو واپس لے آئے۔"[285]

حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا اخلاص ووفا

یہ واقعہ جو مَیں اب بیان کرنے لگا ہوں، یہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لیکن اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے اخلاص و وفا اور آنحضرت ﷺ سے محبت کا اظہار اور اسلام سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے انہیں بتایا کہ نبی ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے نیچے فدک کے علاقے کی چادر تھی۔ آپؐ نے اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لیے بنو حارث بن خزرج قبیلہ میں تشریف لے گئے۔ یہ بدر کے واقعے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ ﷺ ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان اور مشرکین اور یہود ملے جلے بیٹھے تھے۔ ان میں عبد اللہ بن اُبَی بھی تھا اور اس مجلس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب مجلس میں سواری کی گرد پہنچی تو عبد اللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانک لی۔ پھر کہنے لگا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ نبی ﷺ نے انہیں السلام علیکم کہا پھر ٹھہرے اور سواری سے اترے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا اور ان پر قرآن پڑھا۔ عبد اللہ بن ابی کہنے لگا کہ اے شخص! یہ اچھی بات نہیں۔ جو تم کہتے ہو اگر وہ سچ ہے تو ہماری مجالس میں ہمیں تکلیف نہ دو اور اپنے ڈیرے کی طرف لوٹ جاؤ اور جو تمہارے پاس آئے اس کے پاس بیان کرو۔ **حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے فوراً عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ ہماری مجالس میں تشریف لایا کریں۔ ہم یہ پسند کرتے ہیں۔ اور اس وقت انہوں نے کوئی خوف نہیں کھایا اور کسی کی کوئی پروا نہیں کی۔** بعد میں وہاں جھگڑا بھی ہوا لیکن بہر حال ان کا اپنا ایک کردار تھا۔[286]

مہم کی نماز جمعہ سے زیادہ اہمیت ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مہم میں اصحاب کو بھیجا جس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی شامل تھے۔ جمعے کا دن تھا۔ مہم میں شامل باقی اصحاب تو روانہ ہو گئے انہوں نے کہا، عبد اللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ پیچھے رہ کر جمعے کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کر کے مَیں ان سے جا ملوں گا۔ پھر جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تجھے کس چیز نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہونے سے روک دیا؟ انہوں نے عرض کی کہ میری خواہش تھی کہ میں آپؐ کے ہمراہ نمازِ جمعہ ادا کروں پھر ان سے جا ملوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ زمین میں جو کچھ ہے اگر تم وہ سب خرچ کر ڈالو تو جو لوگ مہم پر روانہ ہو گئے ہیں تم ان کے فضل کو نہیں پا سکتے۔[287]

اس لیے فرمایا کہ جو مہم مَیں نے روانہ کی ہے اس کی اس وقت نماز جمعہ سے زیادہ اہمیت ہے۔

راستے میں تم لوگ پڑھ سکتے تھے۔

حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ رمضان کے مہینے میں شدید گرمی میں نکلے اور گرمی اتنی شدید تھی کہ ہم میں سے ہر کوئی سروں کو گرمی سے بچانے کے لیے ہاتھوں سے ڈھانپتا تھا اور **ہم میں کوئی روزہ دار نہیں تھا سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے۔**[288]

مسجد نبوی کی تعمیر اور عبداللہ بن رواحہ کے اشعار

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبویؐ کی تعمیر کا تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اسعد بن زرارہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصے میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار یعنی قریب نوّے روپے میں یہ زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبویؐ کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگِ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قباء کی مسجد میں ہوا تھا صحابہؓ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت ﷺ خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ بعض اوقات اینٹیں اٹھاتے ہوئے صحابہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ انصاری کا یہ شعر پڑھتے تھے:

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرَ　　　هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرَ

یعنی یہ بوجھ خیبر کے تجارتی مال کا بوجھ نہیں ہے جو جانوروں پر لد کر آیا کرتا ہے بلکہ اے ہمارے مولیٰ! یہ بوجھ تقویٰ اور طہارت کا بوجھ ہے جو ہم تیری رضا کے لیے اٹھاتے ہیں۔ اور کبھی کبھی صحابہ کام کرتے ہوئے عبداللہ بن رواحہؓ کا یہ شعر پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةْ　　　فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ

یعنی اے ہمارے اللہ! اصل اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے۔ پس تُو اپنے فضل سے انصار و مہاجرین پر اپنی رحمت نازل فرما۔ جب صحابہؓ یہ اشعار پڑھتے تھے تو بعض اوقات آنحضرت ﷺ بھی ان کی آواز کے ساتھ آواز ملا دیتے تھے اور اس طرح ایک لمبے عرصے کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوئی۔"[289]

199

حضرت عبد اللہ بن سراقہؓ

جنگ بدر میں شامل ہونے والے دو بھائی

نام و نسب

حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عدی سے تھا جو حضرت عمر بن خطابؓ کا قبیلہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ کا شجرۂ نسب پانچویں پشت پر ریاح نامی شخص پر جا کر حضرت عمرؓ سے اور دسویں پشت پر کعب نامی شخص پر جا کر نبی کریم ﷺ کے ساتھ اکٹھا ہو جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ کے والد کا نام سُراقہ بن مُعْتَمِر اور ان کی والدہ کا نام آمِنہ بنت عبد اللہ تھا۔ ان کی بہن کا نام زینب اور بھائی عمرو بن سُراقہ ؓ تھے۔ حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ کی بیوی کا نام اُمَیمہ بنت حارِث تھا۔ ان سے ان کا بیٹا عبد اللہ پیدا ہوا۔

سیرت نگاروں کی اکثریت نے ان کو جنگ بدر میں شریک ہونا بیان کیا ہے لیکن چند ایک نے کہا ہے کہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور غزوۂ احد اور بعد کے معرکوں میں شامل ہوئے تھے۔ بہرحال اکثریت کی رائے کے مطابق حضرت عبد اللہؓ اور ان کے بھائی عَمرو بن سراقہؓ کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت عبد اللہؓ کی نسل میں سے عَمرو یا عثمان بن عبد اللہ، زید اور ایوب بن عبد الرحمٰن کا ذکر ملتا ہے۔[290]

ہجرت مدینہ

عبد اللہ بن ابو بکر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سراقہؓ نے اپنے بھائی عمروؓ کے ہمراہ مکے سے مدینہ ہجرت کی اور دونوں نے حضرت رفاعہ بن عبد المنذرؓ کے ہاں قیام کیا۔[291]

حضرت عبد اللہ بن سراقہؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 35ھ ہجری میں وفات پائی۔[292]

حضرت عبد اللہ بن سُراقہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِالْمَاءِ۔ کہ سحری کیا کرو خواہ پانی ہی کیوں نہ ہو یعنی سحری کرنا لازمی قرار دیا۔[293]

200

حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالکؓ

پھر حضرت عبداللہ بن سلمہ بن مالک انصاری ہیں۔ آپ انصار کے قبیلہ بَلِیّ سے تعلق رکھتے تھے۔

غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ جب شہید ہوئے تو ان کو اور حضرت مجذّر بن ذیاد کو ایک ہی چادر میں لپیٹ کر اونٹ پر مدینہ لایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ کی والدہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ! میرا بیٹا غزوہ بدر میں شریک ہوا تھا اور غزوہ احد میں شہید ہو گیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے اپنے پاس لے آؤں، یعنی اس کی تدفین مدینہ میں ہو جائے، تا میں اس کی قربت سے مانوس ہو سکوں۔ اس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اجازت عنایت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن سلمہ جسیم اور بھاری وزن کے تھے اور حضرت مجذّر بن ذیاد دبلے پتلے تھے تاہم روایتوں میں یہ لکھا ہے کہ اونٹ پر دونوں کا وزن برابر رہا۔ اس پر لوگوں نے تعجب کیا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان دونوں کے اعمال نے انہیں برابر کر دیا ہے۔[294]

201

حضرت عبداللہ بن سہلؓ

نام و نسب

حضرت عبداللہ بن سہلؓ۔ حضرت عبداللہ بن سہلؓ کا تعلق قبیلہ بنی زَعُوْرَاء سے تھا جو کہ بنو عبدالاشہل کے حلیف تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ غسّانی تھے۔

حضرت عبداللہ کے دادا کا نام بعض نے زید اور بعض نے رافع بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام صَعْبَہ بنت تَیِّہَان تھا جو حضرت اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّہَان ؓ کی بہن تھیں۔

آپؓ حضرت رافع بن سہلؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ آپؓ کے بھائی حضرت رافعؓ آپؓ کے ہمراہ غزوۂ احد اور خندق میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہ غزوۂ خندق میں شہید ہوئے۔ بنو عُوَیف کے ایک شخص نے آپؓ کو تیر مار کر شہید کیا تھا۔[295]

بدر اور بیعت عقبہ میں شامل

مُغِیْرَہ بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ سے پوچھا کہ کیا آپؓ غزوۂ بدر میں شریک تھے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں اَور میں بیعتِ عقبہ میں بھی شامل تھا۔[296]

غزوہ حمراء الاسد میں شرکت

دو زخمی بھائی جو ایک دوسرے کو اپنی پیٹھ پر اٹھا کر اس میں شامل ہوئے

حضرت عبداللہ کے غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد، جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔[297] اس میں شامل ہونے کا ذکر بھی سیرت النبی ﷺ کی کتاب سبل الھدیٰ میں یوں ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہلؓ اور حضرت رافع بن سہلؓ دونوں بھائی جو قبیلہ بنو عبد الاشہل میں سے تھے جب وہ دونوں غزوۂ احد سے واپس آئے تو وہ شدید زخمی تھے۔ جنگ میں زخمی ہو گئے اور حضرت عبداللہ زیادہ زخمی تھے۔ جب ان دونوں بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کے حَمْرَاءُ الْاَسَد کی طرف جانے اور اس میں شمولیت کی بابت آپؐ کے حکم کے بارے میں سنا تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ بخدا اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ میں شرکت نہ کر سکے تو یہ ایک بہت بڑی محرومی ہو گی۔ زخمی حالت میں تھے لیکن اس کے باوجود بھی ایک جذبہ تھا۔ ایمان میں پختگی تھی۔ پھر کہنے لگے بخدا ہمارے پاس کوئی سواری بھی نہیں ہے جس پر ہم سوار ہوں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں کہ ہم کس طرح یہ کام کریں۔ حضرت عبداللہ نے کہا کہ آؤ میرے ساتھ ہم پیدل چلتے ہیں۔ حضرت رافعؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے تو زخموں کی وجہ سے چلنے کی سکت بھی نہیں ہے۔ آپؓ کے بھائی نے کہا کہ آؤ ہم آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں گرتے پڑتے چلنے لگے۔ حضرت رافعؓ نے کبھی کمزوری محسوس کی تو حضرت عبداللہ نے حضرت رافعؓ کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیا۔ کبھی وہ پیدل چلنے لگے۔ ایسی حالت تھی کہ دونوں ہی زخمی تھے لیکن جو بہتر تھے وہ زیادہ زخمی کو اپنی پیٹھ پر اٹھا لیتے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی طرف چلتے رہے۔ کمزوری کی وجہ سے بعض دفعہ ایسی حالت ہوتی تھی کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ عشاء کے وقت وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ اس وقت آگ جلا رہے تھے۔ ایک ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ رات کا وقت تھا تو آپ دونوں کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس رات آنحضرت ﷺ کے پہرے پر حضرت عبّاد بن بِشرؓ متعین تھے۔ جب یہ پہنچے وہاں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے، دونوں سے پوچھا کہ کس چیز نے تمہیں روکے رکھا تو ان دونوں نے اس کا سبب بتایا کہ کیا وجہ ہو گئی۔ **اس پر آپؐ نے ان دونوں کو دعائے خیر دیتے ہوئے فرمایا اگر تم دونوں کو لمبی عمر نصیب ہوئی تو تم دیکھو گے کہ تم لوگوں کو گھوڑے اور خچر اور اونٹ بطور سواریوں کے نصیب ہوں گے۔ ابھی تو تم گرتے پڑتے پیدل آئے ہو لیکن لمبی زندگی پاؤ گے تو یہ دیکھو گے کہ یہ سب سواریاں تمہیں میسر آ جائیں گی لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن وہ تمہارے لیے**

تم دونوں کے اس سفر سے بہتر نہیں ہوں گی جو تم نے پیدل گرتے پڑتے کیا ہے۔[298]

جو اِس کا ثواب ہے اور جو اِس کا اجر ملے گا اور جو اِس کی برکات ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔

غزوہ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل کہ یہ کیا تھا جس کے لیے یہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پیچھے گئے تھے اس کے بارے میں کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ نبی کریم اور آپؐ کے اصحابؓ کی غزوۂ احد سے واپسی اور غزوۂ حَمْرَاءُ الْاَسَد کی تفصیل اس طرح ہے کہ احد کی جنگ کے بعد مدینہ میں جو رات تھی ایک سخت خوف کی رات تھی کیونکہ باوجود اس کے کہ بظاہر لشکرِ قریش نے مکہ کی راہ لے لی تھی یہ اندیشہ تھا کہ یہ فعل مسلمانوں کو غافل کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ بظاہر تو احد کی جنگ میں وہ جیتے ہوئے تھے اور مکہ واپس لوٹ رہے تھے لیکن مسلمانوں کو یہ فکر تھی کہ کہیں یہ نہ ہو کہ یہ بھی کوئی چال ہو اور مدینے پر حملہ کرنے کے لیے پھر واپس لوٹ آئیں اور اچانک لوٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا اس رات کو مدینے میں اسی احتیاط کی وجہ سے، شک کی وجہ سے پہرے کا انتظام کیا گیا اور آنحضرت ﷺ کے مکان کا خصوصیت سے تمام رات صحابہ نے پہرہ دیا۔

صبح ہوئی تو پتا لگا کہ یہ اندیشہ محض خیالی نہیں تھا کیونکہ فجر کی نماز سے قبل آنحضرت ﷺ کو یہ اطلاع پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ٹھہر گیا ہے اور رؤسائے قریش میں یہ سرگرم بحث جاری ہے کہ اس فتح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ مدینے پر حملہ کر دیا جائے اور بعض قریش ایک دوسرے کو طعنہ دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کیا اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قابض ہوئے، قبضہ کیا بلکہ جب تم ان پر غالب آئے اور تمہیں یہ موقع ملا کہ تم ان کو ملیامیٹ کر دیتے تو تم انہیں یونہی چھوڑ کر واپس چلے آئے ہو تا کہ وہ پھر زور پکڑ جائیں۔ پس اب بھی موقع ہے کہ واپس چلو اور مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کی جڑ کاٹ دو۔ اس کے مقابل بعض دوسرے یہ بھی کہتے تھے کہ تمہیں ایک فتح حاصل ہوئی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو اور مکہ واپس لوٹ چلو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ شہرت بھی کھو بیٹھو جو تمہیں حاصل ہوئی ہے اور یہ فتح جو ہے وہ شکست کی صورت میں بدل جائے کیونکہ اب اگر تم لوگ واپس لَوٹے اور مدینے پر حملہ آور ہوئے تو یقیناً مسلمان جان توڑ کر لڑیں گے اور جو لوگ احد میں شامل نہیں ہوئے تھے وہ بھی میدان میں نکل آئیں گے۔ مگر بالآخر جوشیلے لوگوں کی رائے غالب آئی اور قریش مدینہ کی طرف واپس لوٹنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً اعلان فرمایا کہ مسلمان تیار ہو جائیں مگر ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ سوائے ان لوگوں کے جو احد میں شریک ہوئے تھے اَور کوئی شخص ہمارے ساتھ نہ نکلے۔ چنانچہ احد کے مجاہدین جن میں سے اکثر زخمی تھے (اور دو زخمیوں کا ذکر تو میں نے کر ہی دیا) اپنے زخموں کو باندھ کر اپنے آقا کے ساتھ ہو لیے اور لکھا ہے کہ اس موقعے پر مسلمان ایسی خوشی اور جوش کے ساتھ نکلے کہ جیسے کوئی فاتح لشکر فتح کے بعد دشمن کے تعاقب میں نکلتا ہے۔ آٹھ میل کا فاصلہ طے کر کے آپ ﷺ حَمْرَاءُ الْاَسَد میں پہنچے جہاں دو مسلمانوں کی نعشیں، لاشیں ان کو میدان میں پڑی ہوئی ملی تھیں۔ تحقیقات

پر معلوم ہوا کہ یہ وہ جاسوس تھے جو آنحضرت ﷺ نے قریش کے پیچھے روانہ کیے تھے مگر جنہیں قریش نے موقع پا کر قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان شہداء کو ایک قبر کھدوا کر اس میں اکٹھا دفن کروا دیا اور اب چونکہ شام ہو چکی تھی آپؐ نے وہیں ڈیرا ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میدان میں مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی جائے۔ وسیع جگہ پر آگیں جلا دی جائیں۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے حَمۡرَاء الۡاَسَد کے میدان میں پانچ سو آگیں شعلہ زن ہو گئیں جو ہر دُور سے دیکھنے والے کے دل کو مرعوب کرتی تھیں۔ بڑا رعب پڑنے لگ گیا۔ مختلف لوگ سمجھیں کہ یہ آبادی ہے اور بڑے بڑے مختلف کیمپ بنے ہوئے ہیں۔ غالباً اسی موقع پر قبیلہ خُزَاعَه کا ایک مشرک رئیس مَعۡبَد نامی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے احد کے مقتولین کے متعلق اظہارِ ہمدردی کی اور پھر اپنے راستے پر روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن جب وہ مقام رَوۡحَاء (یہ بھی ایک مقام ہے، جگہ ہے جو مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں) پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ قریش کا لشکر وہاں ڈیرا ڈالے پڑا ہے (جو بحث کر کے واپس مدینہ میں آ رہے تھے) اور مدینہ کی طرف واپس چلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مَعۡبَد فوراً ابوسفیان کے پاس گیا اور اسے جا کر کہنے لگا کہ تم کیا کرنے لگے ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے تو ابھی محمد ﷺ کے لشکر کو حَمۡرَاء الۡاَسَد میں چھوڑا ہے۔ میں انہیں وہاں چھوڑ کر آیا ہوں اور ایسا بارعب لشکر ہے جو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور احد کی ہزیمت کی ندامت، (جو جنگ ہاری ہے اس کی ندامت) میں ان کو اتنا جوش ہے کہ تمہیں دیکھتے ہی وہ بھسم کر دیں گے، کھا جائیں گے، ختم کر دیں گے۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر معبد کی ان باتوں سے ایسا رعب پڑا کہ وہ مدینے کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے فوراً مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کو لشکرِ قریش کے اس طرح بھاگ نکلنے کی اطلاع موصول ہوئی تو آپؐ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ یہ خدا کا رعب ہے جو اس نے کفار کے دلوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حَمۡرَاء الۡاَسَد میں دو تین دن اَور قیام فرمایا اور پھر پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد مدینے میں واپس تشریف لے آئے۔[299]

(202)

حضرت عبد اللہ بن سہیلؓ

نام و نسب

حضرت عبد اللہ کے والد کا نام سُہَیل بن عَمرو اور والدہ کا نام فَاخِتَه بنتِ عَامر تھا۔ ان کے بھائی کا نام ابو جَنۡدَل تھا۔ حضرت عبد اللہ اپنے بھائی ابو جَنۡدَل سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت عبد اللہ کی کنیت ابو سُہَیل تھی۔ حضرت عبد اللہ بن سُہَیل کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو عَامِر بن لُؤَیّ سے تھا۔

ہجرت حبشہ اور.........

تاریخ کی جو کتاب ہے اس میں ابن اسحاق نے مہاجرین حبشہ ثانیہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن سہیلؓ حبشہ سے لوٹے تو ان کے والد نے انہیں پکڑ کر ان کے دین سے ہٹا دیا یعنی زبردستی کی ان پہ۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ نے رجوع کا اظہار کیا اور آپؓ مشرکین کے ہمراہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے یعنی انہوں نے باپ کو کہا کہ ٹھیک ہے میں اس دین سے واپس آتا ہوں، اسلام سے توبہ کرتا ہوں۔ کہہ تو یہ دیا لیکن دل میں تسلی نہیں تھی۔ بہر حال مشرکین کے ساتھ بدر کی جنگ کے لیے آ گئے۔ حضرت عبداللہ اپنے والد سُہَیل بن عمرو کے ساتھ ان کے نفقہ اور انہی کی سواری میں سوار تھے۔ ان کے والد کو کسی قسم کا شک نہ تھا کہ اس نے اپنے دین کی طرف رجوع کر لیا ہے یعنی اسلام چھوڑ کے واپس آ گیا ہے۔ جب بدر کے مقام پر مسلمان اور مشرکین مقابلہ کے لیے آمنے سامنے ہوئے اور دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو حضرت عبداللہ بن سُہَیل مسلمانوں کی طرف پلٹ آئے اور لڑائی سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ یوں آپؓ بحالتِ اسلام غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ اس وقت ان کی عمر 27 سال تھی۔

حضرت عبداللہ کے ایسا کرنے کی وجہ سے ان کے والد سُہَیل بن عمرو کو شدید غصہ آیا۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔

فتح مکہ کے روز ان کے والد کو معافی اور امان دیا جانا

حضرت عبداللہؓ نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے اپنے والد کے واسطے امان لی یعنی کہ ان کو معاف کر دیں۔ پناہ میں لے لیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپؐ میرے والد کو امان دیں گے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ وہ اللہ کی امان کی وجہ سے امن میں ہے۔ ٹھیک ہے اسے چاہیے کہ وہ باہر آ جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارد گرد احباب سے فرمایا جو شخص سُہَیل بن عمرو کو دیکھے تو اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ میری زندگی کی قسم ہے کہ یقیناً سُہَیل عقل مند اور شریف آدمی ہے اور سُہَیل جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ حضرت عبداللہ بن سُہَیلؓ اٹھ کر اپنے والد کے پاس گئے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی گفتگو سے آگاہ کیا۔ سُہَیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! وہ بڑھاپے اور بچپن میں نیکوکار تھے۔ یوں حضرت عبداللہ کے والد سُہَیل نے اس موقعے پر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت سُہَیل امان والے واقعہ کے بعد کہتے تھے کہ اللہ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی رکھ دی ہے۔ حضرت عبداللہ جنگِ یمامہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور اسی جنگ میں بارہ ہجری میں دورِ خلافت حضرت ابو بکر صدیقؓ میں شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر 38 سال تھی۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ جب اپنے دورِ خلافت میں حج کے لیے مکہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن

سُہَیل ؓ کے والد حضرت سُہَیل بن عمرو مکہ میں حضرت ابو بکرؓ سے ملنے آئے تب حضرت ابو بکرؓ نے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ کی تعزیت کی۔ اس پر حضرت سُہَیل ؓ نے کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شہید اپنے اہل میں سے ستر افراد کی شفاعت کرے گا تو میں یہ امید رکھتا ہوں کہ میرا بیٹا مجھ سے قبل کسی اور سے آغاز نہ کرے گا یعنی میں جب مروں تو وہ میری بخشش کی سفارش کرے۔ اسی طرح دوسری رائے کے مطابق حضرت عبداللہ بحرین کے علاقہ جُوَاثَاء میں 88 سال کی عمر میں شہید ہوئے تھے۔ جَوَاثَاء بحرین میں عَبْدُالقَیْس کا قلعہ ہے جس کو عَلَاء بن حَضْرَمِی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں 12 ہجری میں فتح کیا تھا۔[300] بہرحال یہ دو روایتیں ہیں۔[301]

(203)

حضرت عبداللہ بن طارقؓ

جنگ بدر میں شامل ہونے والے دو بھائی

نام و نسب

حضرت عبداللہ بن طارقؓ۔ علامہ زُہری کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن طارق ظفریؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

عروہ نے ان کا نام عبداللہ بن طارق بَلَوِی لکھا ہے جو انصار کے حلیف تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن طارق بَلَوِی انصار کے قبیلہ بنو ظَفَر کے حلیف تھے۔ ابن ہشام کے مطابق آپ قبیلہ بَلِیّ میں سے تھے اور قبیلہ بنو عبد بن رِزَاح کے حلیف تھے۔

حضرت مُعَتِّبؓ بن عُبَید حضرت عبداللہ بن طارقؓ کے اخیافی بھائی تھے یعنی والدہ کی طرف سے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن طارقؓ کی والدہ بنو عُذْرَہ کی شاخ بنو کَاہِل سے تھیں۔

واقعہ رُجیع اور ان کی شہادت

حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت مُعَتِّب بن عُبَید ؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے اور واقعہ رجیع کے دن دونوں بھائیوں کو شہادت نصیب ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن طارقؓ ان چھ صحابہ، یا بعض روایات کے مطابق جس میں بخاری کی روایت بھی شامل ہے ان کی تعداد دس بتائی جاتی ہے، ان میں شامل تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے 3 ہجری کے آخر میں قبیلہ عَضَل اور قَارَہ کے چند آدمیوں کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ انہیں دین کے بارے میں کچھ سمجھ بوجھ دیں اور انہیں قرآن کریم اور اسلامی شریعت کی تعلیم دیں۔

جب یہ لوگ مقامِ رجیع تک پہنچے، جو حجاز میں ایک چشمہ ہے، جو قبیلہ ھُذَیل کی ملکیت تھا تو اس پر قبیلہ ھُذَیل کے لوگوں نے سرکشی اختیار کرتے ہوئے ان صحابہ کا محاصرہ کیا اور بغاوت کرتے ہوئے ان سے قِتال کیا، جنگ کی۔ ان میں سے سات صحابہ کے نام یہ ہیں: حضرت عاصم بن ثابتؓ، حضرت مَرْثَد بن اَبُو مَرْثَدؓ، حضرت خُبَیب بن عَدِی ؓ، حضرت خالد بن بُکَیر ؓ، حضرت زید بن دَثِنہ ؓ، حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت مُعَتِّب بن عُبَید ؓ۔ ان میں حضرت مرثدؓ، حضرت خالدؓ اور حضرت عاصمؓ اور حضرت مُعَتِّب عُبَید ؓ تو وہیں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت خُبیبؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ اور حضرت زیدؓ نے ہتھیار ڈال دیے تو کافروں نے انہیں قید کر لیا اور ان کو مکہ کی طرف لے کر چلنے لگے۔ جب وہ مقامِ ظَہْرَان (ظہران مکہ سے پانچ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے، وہاں) پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارقؓ نے رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور اپنی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر مشرکین ان سے پیچھے ہٹ گئے اور آپؓ کو پتھروں سے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ آپؓ شہید ہو گئے۔ اور آپؓ کی قبر ظَہْرَان میں ہے۔ واقعہ رَجیع ہجرت کے بعد 36ویں مہینے میں، جو صفر کا مہینہ ہے اس میں ہوا۔[302]

حضرت حسانؓ اپنے اشعار میں ان اصحاب کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

وَابْنُ الدَّثِنَةِ وَابْنُ طَارِقٍ مِنْهُمْ وَافَاهُ ثَمَّ حِمَامُهُ الْمَكْتُوْبُ

پھر یہ جو نظم ہے اس کا پہلا شعر ہے:

صَلَّى الْاِلٰهُ عَلَى الَّذِيْنَ تَتَابَعُوْا يَوْمَ الرَّجِيْعِ فَأُكْرِمُوْا وَأُثِيْبُوْا

پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابن دَثِنَہ ؓ اور حضرت ابن طارقؓ ان میں سے تھے وہیں موت ان سے جا ملی جہاں وہ ان کے لیے مقدر تھی۔ اور پھر جو پہلا شعر ان کی نظم کا تھا اس میں وہ کہتے ہیں کہ خدائے معبود نے ان پر رحمت نازل کی جو غزوۂ رجیع کے دن پے در پے شہید ہوئے۔ پس انہیں اعزاز بخشا گیا اور انہیں ثواب دیا گیا۔[303]

واقعہ رَجیع کا مختصر بیان

واقعہ رَجیع کے بارے میں کچھ صحابہ کے واقعات میں پہلے بھی میں بیان کر چکا ہوں۔[304] کچھ تو یہاں بھی یہ بیان ہو گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تفصیل لکھی ہے اس کا مزید خلاصہ بیان کرتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کو چاروں طرف سے کفار کے حملوں کی، ان کے منصوبوں کی بڑی خوفناک خبریں آ رہی تھیں اور جنگِ احد کی وجہ سے کفار جو تھے وہ بڑے دلیر بھی ہو رہے تھے، شوخ بھی ہو رہے تھے اور ان کی طرف سے خطرہ بہت زیادہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس بات پر آنحضرت ﷺ نے چار ہجری میں صفر کا جو اسلامی مہینہ ہے اس میں اپنے دس صحابیوں کی پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابتؓ کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں، دیکھیں کہ ان کے کیا ارادے ہیں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے پھر آپؐ کو اطلاع دیں۔ لیکن

ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اور ہمارے ساتھ آپؐ چند آدمی روانہ کریں جو ہمیں اسلام کے بارے میں بتائیں اور اسلام کی تعلیم دیں تا کہ ہم مسلمان ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خواہش معلوم کر کے وہی خبر رساں پارٹی جو مکہ کی طرف بھیجنے کے لیے تیار کی گئی تھی وہ وہاں کی بجائے ان کے ساتھ روانہ کر دی۔ لیکن جیسا کہ ثابت ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بَنُو لِحْیَان کے بھڑکانے پر مدینہ آئے تھے، ان کے کہنے پر مدینہ آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے کچھ مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بَنُو لِحْیَان نے اس خدمت کے معاوضے میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لیے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کیے تھے۔ جب عَضَل اور قَارَہ کے یہ غدّار لوگ عُسْفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بَنُو لِحْیَان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آرہے ہیں۔ تم بدلہ لینے کے لیے آجاؤ۔ جس پر قبیلہ بَنُو لِحْیَان کے دو سو نوجوان، جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے، مسلمانوں کے تعاقب میں نکلے۔ یعنی ان کے بلانے پہ وہاں آگئے اور مقام رجیع میں ان کا آمنے سامنے مقابلہ ہو گیا۔

دس مسلمان آدمی تھے بعض روایات میں سات ہے تو یہ لوگ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس لوگوں کا، دو سو سپاہیوں کا، دو سو کفار کا، مقابلہ کیا کر سکتے تھے؟ لیکن مسلمان! اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان مسلمانوں میں ایمانی جوش تھا اور ہتھیار ڈالنا تو ان کی سرشت میں نہیں تھا۔ انہوں نے فوری طور پر، یہ حکمتِ عملی اختیار کی کہ ایک قریبی ٹیلے پر چڑھ گئے تا کہ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ کفار نے، جن کے نزدیک دھوکا دینا کوئی ایسی معیوب بات نہیں تھی، ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے بڑا پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصمؓ نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے یہ جو عہد و پیمان ہیں ان پے کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے اور پھر حضرت عاصمؓ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے خدا! تُو ہماری حالت کو دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ بہر حال عاصمؓ اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا اور بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب سات صحابہ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عَدِیؓ اور زید بن دَثِنَہؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ باقی رہ گئے تو کفار نے، جن کی اصل خواہش یہ تھی کہ ان لوگوں کو زندہ پکڑ لیں، پھر آواز دی کہ اب بھی نیچے اتر آؤ اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے۔ اس دفعہ ان لوگوں نے ان کے وعدے پے یقین کر لیا اور ان کے اس جال میں آ کے نیچے اتر آئے مگر نیچے اترتے ہی کفار نے انہیں اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے باندھ دیا۔ اس پر خُبَیبؓ اور زیدؓ اور عبد اللہ بن طارقؓ، سے صبر نہ ہو سکا۔ انہوں نے پکار کے کہا یہ تمہاری بد عہدی ہے اور اب دوبارہ تم نے ہمارے ساتھ کی ہے اور آگے چل کے نامعلوم کیا کرو گے، ہمیں نہیں پتا۔ عبد اللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا جس پر کفار

تھوڑی دیر تک تو عبداللہ کو گھسیٹتے ہوئے اور زدوکوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا۔ (عبداللہ سے مراد عبداللہ بن طارقؓ ہیں) اس روایت میں یہ درج ہے کہ اس طرح ان کو لے گئے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ چھڑا لیے اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس پر انہوں نے پتھر مار کے شہید کر دیا۔ لیکن جو بھی تھا ان کو بہر حال یہاں شہید کر دیا گیا اور وہیں پھینک دیا۔ اب چونکہ ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا، قریش کو خوش کرنے کے لیے اور روپے کے لالچ سے خبیبؓ اور زیدؓ کو ساتھ لے کر یہ لوگ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبیبؓ کو تو حَارِث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبَیبؓ نے بدر کی جنگ میں حَارِث کو قتل کیا تھا اور زیدؓ کو صَفْوَان بن امیہ نے خرید لیا۔

یہ حضرت خبیبؓ ہی ہیں جن کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ جب یہ قید میں تھے تو جس گھر میں یہ تھے ان کافروں کا ایک بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس آگیا اور خبیبؓ نے اس کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس پر اس کی ماں بڑی پریشان تھی تو حضرت خبیبؓ نے اسے کہا کہ پریشان نہ ہو۔ اس کو میں کچھ نہیں کہوں گا حالانکہ اس وقت ان کے ہاتھ میں اُسترا تھا۔ اس استرے کی وجہ سے وہ ڈر گئی تھی وہاں۔ تو بہر حال یہ حضرت عبداللہ بن طارقؓ رجیع کے واقعہ میں اس طرح شہید ہوئے تھے کہ انہوں نے کافروں کے ساتھ آگے جانے سے انکار کر دیا تھا اور وہیں لڑے۔[305]

204

حضرت عبداللہ بن عبد الاسدؓ

آنحضرت ﷺ کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی

نام و نسب و کنیت

حضرت عبداللہ بن عبد الاسَد۔ ان کا نام عبداللہ تھا اور کنیت ابو سلمہ۔ آپ کی والدہ بَرَّہ بنت عبد المطلب تھیں اور آپ نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی اور نبی ﷺ اور حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ انہوں نے ابو لہب کی لونڈی ثُوَیبَہ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت اُمّ المومنین اُمِّ سلمہ پہلے آپ کے نکاح میں تھیں۔[306]

اس کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بھی سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ: "ابو سلمہؓ بن عبد الاسد تھے جو آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی تھے اور بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی وفات پر ان کی بیوہ اُمّ سلمہؓ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی شادی ہوئی۔"[307]

ابتدائی اسلام قبول کرنے والے

حضرت عبداللہ بن عبدالاسد اسلام میں سبقت کرنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ ابن اسحاق کے مطابق دس آدمیوں کے بعد آپ اسلام لائے۔ یعنی ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔[308]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوعبیدۃ بن حارث، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، حضرت ارقم بن ابو ارقم اور حضرت عثمان بن مظعون حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن مجید پڑھ کر سنایا جس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور یہ شہادت دی کہ آپ ﷺ ہدایت اور راستی پر ہیں۔

ہجرت حبشہ و مدینہ

حضرت عبداللہ بن عبدالاسد اپنی بیوی حضرت اُمِّ سلمہ کے ہمراہ پہلی ہجرت حبشہ میں شامل ہوئے۔ حبشہ سے واپس مکہ آنے کے بعد مدینہ ہجرت کی۔[309]

ایتھوپیا کی سعادت وخوش بختی

سیرت خاتم النبیین میں ان کی ہجرت حبشہ کا ذکر ملتا ہے کہ "جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ حبشہ کا ملک جسے انگریزی میں ایتھوپیا یا ابے سینیا کہتے ہیں براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقعہ ہے اور جائے وقوع کے لحاظ سے جنوبی عرب کے بالکل مقابل پر ہے اور درمیان میں بحر احمر کے سوا کوئی اور ملک حائل نہیں۔ اس زمانے میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا بلکہ اب تک بھی وہاں کا حکمران اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "ان ایام میں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں حبشہ کا دارالسلطنت اکسوم (AXSUN) تھا جو موجودہ شہر عدوا (ADOWA) کے قریب واقع ہے اور اب تک ایک مقدس شہر کی صورت میں آباد چلا آتا ہے۔ اکسوم ان دنوں میں ایک بڑی طاقتور حکومت کا مرکز تھا اور اس وقت کے نجاشی کا ذاتی نام اَصْحَمَہ تھا جو ایک عادل اور بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہر حال جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرت ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ جن جن سے ممکن ہو حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے فرمانے پر ماہ رجب 5 نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف کے نام یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام، ابو حذیفہ بن عتبہ، عثمان بن مظعون، مصعب بن عمیر، ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ حضرت اُمّ سلمہ۔ یہ

ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔

اوّل یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ جب یہ مہاجرین جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شُعَیبَہ پہنچے جو اس زمانے میں عرب کا ایک بندرگاہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ سب امن سے اس میں سوار ہو گئے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ قریش مکہ کو ان کی ہجرت کا علم ہوا تو سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہاتھ سے نکل گیا۔ (ان کا پیچھا کر رہے تھے کہ جانے نہیں دینا لیکن وہ چلے گئے) چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اس لئے خائب و خاسر واپس لَوٹے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔[310]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ نے (حبشہ سے واپس آنے کے بعد) حضرت ابو طالب سے پناہ طلب کی تو بنو مخزوم میں سے چند اشخاص ابو طالب کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ تم نے اپنے بھتیجے محمد ﷺ کو تو اپنی پناہ میں رکھا ہی ہوا ہے مگر ہمارے بھائی ابو سلمہ کو تم نے کیوں پناہ دی ہے؟ ابو طالب نے کہا اس نے مجھ سے پناہ طلب کی اور وہ میرا بھانجا بھی ہے اور اگر اپنے بھتیجے کو پناہ نہ دیتا تو بھانجے کو بھی پناہ نہ دیتا۔ ابو لہب نے بنو مخزوم کے لوگوں سے کہا کہ تم ہمیشہ ہمارے بزرگ ابو طالب کو آکر ستاتے ہو اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہو بخدا یا تو تم اس سے باز آجاؤ ورنہ ہم ہر ایک کام میں ان کے ساتھ شریک ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے ارادے کی تکمیل کر لے۔ اس پر ان لوگوں نے (ابو لہب کو مخاطب کرتے ہوئے) کہا کہ اے ابو عتبہ! جس چیز کو تو ناپسند کرتا ہے ہم بھی اس سے پیچھے ہٹتے ہیں۔ ابو لہب کیونکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف بنو مخزوم کا دوست تھا اور مددگار بھی تھا اس لئے وہ لوگ اس بات سے باز آ گئے کہ ان کو ابو سلمہ کے بارے میں کچھ زور دیں یا زیادتی کریں۔ ابو طالب کو ابو لہب سے موافقت کی بات سن کر (جب انہوں نے موافقت کی بات سنی کہ وہ میرے موافق بات کر رہا ہے اور دوسرے قبیلہ کو روک دیا ہے) امید بندھی کہ یہ بھی ہماری امداد پر آمادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے چند اشعار کہے جن میں ابو لہب کی تعریف کی اور رسول اللہ ﷺ کی امداد پر اسے ترغیب دلائی۔[311]

شوہر کی جدائی میں ایک سال گزارنے کے بعد چھوٹے بچے کے ساتھ تنہا ہجرت کے لئے سفر

لیکن بہر حال اس کا اثر کوئی نہیں ہوا اور مخالفت میں بڑھتا چلا گیا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب میرے خاوند حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ جانے کا قصد کیا تو اپنے اونٹ کو تیار کیا اور مجھے اور بیٹے سلمہ کو جو میری گود میں تھا اس پر سوار کروایا اور پھر چل پڑے۔

آگے جا کر بنو مخزوم کے چند لوگوں نے گھیر لیا اور کہا کہ اُمّ سلمہ ہماری لڑکی ہے ہم اس کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے کہ تم اسے لے کر شہر بہ شہر پھرتے رہو۔ حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں غرض یہ کہ ان لوگوں نے میرے خاوند کو مجھ سے چھین لیا۔ حضرت ابو سلمہ کے قبیلہ بنو عبد الاسد کے لوگ اس بات پر بہت خفا ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یہ لڑکا ابو سلمہ کا ہے اس کو ہم تمہارے پاس نہیں چھوڑیں گے چنانچہ وہ میرے بچے کو لے گئے۔ (لڑکی کو اس کے قبیلے نے رکھ لیا اور جو بچہ تھا وہ مرد کے قبیلے والے نے لے لیا) اور کہتی ہیں کہ میں بالکل تنہا رہ گئی۔ میں ایک سال تک اسی مصیبت میں گرفتار رہی کہ ہر روز اَبْطَح مقام پر جا کر مَیں روتی رہی۔ ایک روز میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک شخص نے مجھے وہاں روتے دیکھا تو اس کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے میری قوم بنو مُغِیرۃ سے جا کر کہا کہ تم اس مسکین عورت کو کیوں ستاتے ہو۔ تم نے اس کو اس کے خاوند اور بچے سے جدا کر دیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے مجھے کہہ دیا کہ اپنے خاوند کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میرے بیٹے کو بنی عبد الاسد نے واپس کر دیا۔ پھر میں نے اپنے اونٹ کو تیار کیا اور اپنے بچے کو ساتھ لے کر اس پر سوار ہوئی۔ جب میں مدینہ کو روانہ ہوئی تو کوئی بھی مددگار میرے ساتھ نہ تھا۔ جب مقام تنعیم میں پہنچی تو وہاں پر مجھے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابو طلحہ، (یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے سَن 6 ہجری میں اسلام قبول کیا تھا) ملے اور مجھے کہنے لگے کہ اے اُمّ سلمہ کدھر جا رہی ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں۔ حضرت عثمان نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! کوئی بھی نہیں۔ صرف میرا یہ بیٹا اور خدا میرے ساتھ ہے۔ عثمان نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس طرح تن تنہا میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ پھر انہوں نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی۔ حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ **اللہ کی قسم! میں نے عرب کے آدمیوں میں سے اتنا معزز شخص کوئی نہیں دیکھا۔** جب منزل پر پہنچتے تو اونٹ کو بٹھا کر الگ ہو جاتے۔ (مختلف جگہوں پہ پڑاؤ ڈالتے ہوئے جاتے تھے۔ جب ایک منزل پر پہنچتے تو اونٹ کو بٹھاتے اور الگ ہو جاتے) میں جس وقت اونٹ سے اترتی تو وہ اونٹ پر سے اس کا کجاوہ اتار کر اسے درخت سے باندھ دیتے اور علیحدہ درخت کے سائے میں جا کر سو جاتے۔ جب چلنے کا وقت ہوتا تو وہ اونٹ کو تیار کر دیتے اور پھر میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ نکیل پکڑ کر چل پڑتے یہاں تک کہ ہم اسی طرح مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عثمان بن ابو طلحہ نے جب قبا میں بنو عمرو بن عوف کے گاؤں کو دیکھا تو مجھ سے کہا کہ اے اُمّ سلمہ! تمہارے خاوند ابو سلمہ یہیں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تم خدا کی برکت کے ساتھ اس جگہ میں داخل ہو جاؤ اور پھر عثمان واپس مکّہ کو چلے گئے۔[312]

مدینہ کا امیر مقرر ہونا

ہجرت کے دوسرے سال جب رسول اللہ ﷺ غزوہ عُشَیْرَہ کے لئے نکلے تو ابو سلمہ کو مدینہ میں امیر مقرر فرمایا۔[313]

غزوۂ عُشیرہ اور تحریری معاہدہ صلح و امن

غزوہ عُشَیْرَہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ "جمادی الاولیٰ میں پھر قریش مکہ کی طرف سے کوئی خبر پا کر آپؐ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور اپنے پیچھے اپنے رضاعی بھائی ابو سلمہ بن عبد الاسد کو امیر مقرر فرمایا۔ اس غزوہ میں آپؐ کئی چکر کاٹتے ہوئے بالآخر ساحل سمندر کے قریب یَنْبُع کے مقام عُشَیْرَہ تک پہنچے۔ اور گو قریش کا مقابلہ نہیں ہوا مگر اس میں آپ نے قبیلہ بنو مُدْلِج کے ساتھ انہی شرائط پر جو بنو ضَمْرَہ کے ساتھ قرار پائی تھیں ایک معاہدہ طے فرمایا اور پھر واپس تشریف لے آئے۔"[314]

بنو ضَمْرَہ کے ساتھ یہ شرائط طے پائی تھیں کہ بنو ضَمْرَہ مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے اور جب آنحضرت ﷺ ان کو مسلمانوں کی مدد کے لئے بلائیں گے تو وہ فوراً آ جائیں گے۔ دوسری طرف آپ ﷺ نے مسلمانوں کی طرف سے یہ عہد کیا کہ مسلمان قبیلہ بنو ضَمْرَہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور بوقت ضرورت ان کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا اور فریقین کے اس پر دستخط ہوئے۔[315]

ایک مہم کی سربراہی اور وفات

پھر سیرۃ خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ "جنگ اُحد میں جو ہزیمت مسلمانوں کو پہنچی اس نے قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف سر اٹھانے پر آگے سے بھی زیادہ دلیر کر دیا۔ چنانچہ ابھی جنگ اُحد پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا اور صحابہ ابھی اپنے زخموں کے علاج سے بھی پوری طرح فارغ نہیں ہوئے تھے کہ محرم 4 ہجری میں اچانک آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں یہ اطلاع پہنچی کہ قبیلہ اسد کا رئیس طُلَیحہ بن خُوَیلد اور اس کا بھائی سلمہ بن خُوَیلد اپنے علاقہ کے لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی آنحضرت ﷺ نے جو اپنے ملک کے حالات کے ماتحت اس قسم کی خبروں کے خطرات کو خوب سمجھتے تھے فوراً ڈیڑھ سو صحابیوں کا ایک تیز رَو دستہ تیار کر کے اس پر ابو سلمہ بن عبد الاسد کو امیر مقرر فرمایا اور انہیں تاکید کی کہ یلغار کرتے ہوئے پہنچیں اور پیشتر اس کے کہ بنو اسد اپنی عداوت کو عملی جامہ پہنا سکیں انہیں منتشر کر دیں۔

چنانچہ ابو سلمہ نے تیزی مگر خاموشی کے ساتھ بڑھتے ہوئے وسط عرب کے مقام قَطَن میں بنو اسد "تک پہنچ گئے اور" انہیں جا لیا۔ لیکن کوئی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ بنو اسد کے لوگ مسلمانوں کو دیکھتے ہی اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ اور ابو سلمہ چند دن کی غیر حاضری کے بعد مدینہ میں واپس پہنچ گئے۔

اس سفر کی غیر معمولی مشقت سے ابو سلمہ کا وہ زخم جو انہیں اُحد میں آیا تھا اور اب بظاہر مندمل ہو چکا تھا پھر خراب ہو گیا اور باوجود علاج معالجہ کے بگڑتا ہی گیا اور بالآخر اسی بیماری میں اس مخلص اور پرانے صحابی نے جو آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے وفات پائی۔[316]

انہیں اَلْیَسِیْرَة کنوئیں کے پانی سے غسل دیا گیا جو عَالِیہ مقام پر بنو اُمَیّہ بن زید کی ملکیت میں تھا۔ اس کنوئیں کا نام جاہلیت میں العَبِیْر تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے بدل کر اَلْیَسِیْرَة رکھ دیا تھا۔ اور حضرت ابوسلمہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا۔[317]

حضرت امّ سلمہؓ کی ایک مقبول دعا

حضرت ابوسلمہ کی جب وفات ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے آپ کی کھلی آنکھوں کو بند کیا اور ان کی وفات کے بعد یہ دعا کی کہ اے اللہ! ابوسلمہ سے مغفرت کا سلوک فرما اور اس کے درجات ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر دے اور پیچھے رہ جانے والے اس کے پسماندگان میں خود اس کا قائمقام ہو جا۔ اے تمام جہانوں کے رب! اسے بخش دے اور ہمیں بھی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابوسلمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ دعا کی کہ اے خدا میرے اہل پر میرا جانشین بہترین شخص کو بنانا۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ سے نکاح کر لیا۔[318]

حضرت اُمّ سلمہ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسلمہ حضرت اُمّ سلمہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سنی ہے جو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کو جو بھی مصیبت پہنچے اس پر وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہہ کر یہ کہے کہ اے اللہ! مَیں اپنی اس مصیبت کا آپ کے ہاں سے ثواب طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اس کا بدل عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتا ہے۔ حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہ شہید ہوئے تو میں نے یہ دعا مانگی جبکہ میرا دل پسند نہیں کر رہا تھا کہ میں دعا مانگوں کہ اے اللہ! مجھے ان یعنی حضرت ابوسلمہ کا بدل عطا فرما۔ پھر میں نے کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ کیا وہ ایسے نہ تھے؟ کیا وہ ویسے نہ تھے؟ یعنی ایسی ایسی خوبیوں اور صفات حسنہ کے مالک تھے۔ پھر بھی میں یہ دعا پڑھتی رہی۔ جب حضرت اُمّ سلمہ کی عدت پوری ہوئی تو رسول کریم ﷺ کی طرف سے پیغام نکاح آیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ شادی کر لی۔[319]

آنحضرت ﷺ کی حضرت ام سلمہؓ سے شادی

شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا کہ اسی سال (4 ہجری) ماہ شوال میں آنحضرت ﷺ نے اُمّ سلمہ سے شادی فرمائی۔ اُمّ سلمہ قریش کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور اس سے پہلے ابوسلمہ بن عبد الاسد کے عقد میں تھیں جو ایک نہایت مخلص اور پرانے صحابی تھے اور اسی سال فوت ہوئے تھے۔ جب اُمّ سلمہ کی عدت (یعنی وہ میعاد جو اسلامی شریعت کی رو سے ایک بیوہ یا مطلقہ عورت پر گزرنی ضروری ہوتی ہے اور اس سے پہلے وہ نکاح نہیں کر سکتی وہ) گزر گئی تو چونکہ اُمّ سلمہ ایک نہایت سمجھدار اور باسلیقہ اور قابل خاتون تھیں اس

لئے حضرت ابو بکر کو ان کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ مگر اُمّ سلمہ نے انکار کیا۔ آخر آنحضرت ﷺ کو خود اپنے لئے ان کا خیال آیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُمّ سلمہ کی ذاتی خوبیوں کے علاوہ جن کی وجہ سے وہ ایک شارع نبی کی بیوی بننے کی اہل تھیں وہ ایک بہت بڑے پائے کے قدیم صحابی کی بیوہ تھیں اور پھر صاحب اولاد بھی تھیں جس کی وجہ سے ان کا کوئی خاص انتظام ہونا ضروری تھا۔ علاوہ ازیں چونکہ ابو سلمہ بن عبد الاسد آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کو ان کے پسماندگان کا خاص خیال تھا۔

بہرحال آنحضرت ﷺ نے اُمّ سلمہ کو اپنی طرف سے شادی کا پیغام بھیجا۔ پہلے تو اُمّ سلمہ نے اپنی بعض معذوریوں کی وجہ سے کچھ تامّل کیا اور یہ عذر بھی پیش کیا کہ میری عمر اب بہت زیادہ ہو گئی ہے اور مَیں اولاد کے قابل نہیں رہی۔ لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کی غرض اَور تھی اس لئے بالآخر وہ رضامند ہو گئیں اور ان کی طرف سے ان کے لڑکے نے ماں کا ولی ہو کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی شادی کر دی۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اُمّ سلمہ ایک خاص پائے کی خاتون تھیں اور نہایت فہیم اور ذکی ہونے کے علاوہ اخلاص و ایمان میں بھی ایک اعلیٰ مرتبہ رکھتی تھیں اور ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے ابتداءً حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ مدینہ کی ہجرت میں بھی وہ سب مستورات سے اوّل نمبر پر تھیں۔ حضرت اُم سلمہؓ پڑھنا بھی جانتی تھیں اور مسلمان مستورات کی تعلیم و تربیت میں انہوں نے خاص حصہ لیا۔ چنانچہ کتب حدیث میں بہت سی روایات اور احادیث ان سے مروی ہیں اور اس جہت سے ان کا درجہ ازواج النبی میں دوسرے نمبر پر اور کُل صحابہ (مرد و زن) میں بارہویں نمبر پر ہے۔[320]

ایک روایت میں ہے کہ محمد بن عُمارہ کہتے ہیں کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والوں میں سب سے پہلے ہمارے پاس حضرت ابو سَلَمہ بن عَبدالاَسَدؓ تشریف لائے۔ وہ دس محرم کو مدینہ آئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کو مدینہ میں تشریف لائے۔ وہ مہاجرین جو سب سے پہلے آئے اور بنو عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور جو مہاجرین آخر پر آئے ان کے درمیان دو مہینوں کا فرق ہے۔

حضرت ام سَلَمہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو سَلَمہؓ نے جب مدینہ ہجرت کی تو قبا میں حضرت مُبَشِّر بن عَبدِ المنذِرؓ کے ہاں ٹھہرے۔ ہجرت کی تو وہ قبا میں حضرت مُبَشِّر بن عَبدِ المنذِرؓ کے ہاں ٹھہرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سَلَمہ بن عبد الاَسَدؓ اور حضرت سَعْدِ بن خَیْثَمہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔[321]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ بنو طے کے ایک شخص نے جو کہ اپنی بھتیجی سے ملنے کے لیے مدینہ آیا تھا یہ خبر دی کہ خُوَیلد کے بیٹے طُلَیحہ اور سَلَمہ اپنی قوم اور اپنے حلیفوں میں گھوم رہے ہیں اور اپنی قوم اور ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکا کر جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں تو

آپ ﷺ نے حضرت اَبُوسَلَمہ یعنی حضرت عَبدُاللہ بن عَبدُالاَسَد کو بلا کر بنو اَسَد کی سرکوبی کے لیے ڈیڑھ سو مہاجرین اور انصار کی سرکردگی میں بھیجا اور ان کو لِوَاء یعنی ایک پرچم تیار کر کے دیا

اور جس شخص نے بنو اَسَد کے متعلق یہ اطلاع دی تھی اس کو بطور رہبر ساتھ بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسَلَمہؓ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تم آگے بڑھتے رہو یہاں تک کہ بنو اَسَد کے علاقے میں جا کر پڑاؤ ڈالو اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ تمہارا سامنا کریں تم ان پر حملہ کر دو۔ چنانچہ اس حکم پر حضرت ابوسَلَمہؓ نہایت تیزی کے ساتھ رات دن سفر کرتے ہوئے عام راستوں سے ہٹ کر چلے تا کہ بنو اَسَد کو ان کی پیش قدمی کی خبر ہونے سے پہلے وہ ان کے سر پر اچانک پہنچ جائیں۔ آخر چلتے چلتے وہ بنو اَسَد کے ایک چشمے پر پہنچ گئے اور انہوں نے مویشیوں کے باڑے پر حملہ کر دیا اور ان کے تین چرواہوں کو پکڑ لیا۔ باقی تمام لوگ جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت ابوسَلَمہؓ نے اپنے دستے کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ اپنے پاس رکھ کر باقی دو کو اِدھر اُدھر روانہ کر دیا۔ یہ لوگ کچھ اَور اونٹ اور بکریاں پکڑ لائے مگر کسی آدمی کو نہ پکڑ سکے۔ اس کے بعد حضرت ابوسَلَمہؓ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ یہ سیرت الحلبیہ کا حوالہ ہے۔[322]

عمرو بن ابوسَلَمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسَلَمہؓ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور ابو اُسَامہ جُشَمِی نے غزوہ احد میں انہیں زخمی کیا۔ اس نے حضرت ابوسَلَمہؓ کے بازو پر برچھی سے وار کیا۔ حضرت ابوسَلَمہؓ ایک ماہ تک اس زخم کا علاج کرتے رہے جو بظاہر اچھا بھی ہو گیا۔ زخم مندمل ہو گیا جس کی خرابی کو کوئی نہ پہچانتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پینتیسویں مہینے محرم میں انہیں ایک سریہ میں قَطَن میں بنو اَسَد کی طرف بھیجا۔ قَطَن کے متعلق کہتے ہیں یہ عُیَیْرہ (نجد) اور خیبر کے وسط میں ایک پہاڑی ہے جس کے شمال میں بنو اَسَد بن خزیمہ آباد تھے۔ بہرحال وہ دس سے زائد راتیں مدینہ سے باہر رہنے کے بعد واپس لوٹے تو ان کا زخم خراب ہو گیا اور وہ بیمار ہو گئے اور تین جمادی الآخر چار ہجری کو وفات پا گئے۔[323]

اَبُوقِلَابَہ سے مروی ہے کہ **نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسَلَمہ بن عبدالاَسَدؓ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ساتھ ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔**

راوی کہتے ہیں کہ اس پر وہاں عورتوں نے کچھ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رُک جاؤ۔ اپنی جانوں کے لیے خیر کے سوا اَور کوئی دعا نہ کیا کرو کیونکہ فرشتے میت کے پاس یا فرمایا میت کے اہل کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ وہ ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ لہٰذا اپنے لیے سوائے خیر کے اَور کوئی دعا نہ کرو۔ یہ رونا پیٹنا جو ہے ناں جس کو ہمارے ہاں سیاپے کرنا بھی کہتے ہیں وہ نہیں ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا: اے اللہ! ان کے لیے ان کی قبر کو کشادہ کر دے اور ان کے لیے اس میں روشنی کر دے۔ ان کے نور کو بڑھا دے اور ان کے گناہ کو معاف کر دے۔ اے اللہ! ان کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر۔ اور ان

کے پسماندگان میں تو ان کا قائمقام ہو جا۔ ہمیں اور ان کو بخش دے۔ اے رب العالمین! پھر فرمایا: جب روح نکلتی ہے تو نظر اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ کیا تم اس کی آنکھیں کھلی نہیں دیکھتے۔[324]

205

حضرت عبد اللہؓ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول

حضرت عبد اللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عوف سے تھا۔ یہ رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی بن سلول کے بیٹے تھے اور نہایت ہی مخلص اور جانثار اور فدائی صحابیٔ رسول ﷺ تھے۔ حضرت عبد اللہؓ کی والدہ کا نام خولہ بنت منذر تھا۔[325]

آنحضرت ﷺ کا نام تبدیل فرمانا

حضرت عبد اللہ کا نام جاہلیت کے زمانے میں حُباب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا نام بدل کر عبد اللہ رکھ دیا اور فرمایا حُباب شیطان کا نام ہے۔

سلول عبد اللہ بن اُبی رئیس المنافقین کی دادی کا نام تھا جس کا قبیلہ خزاعہ سے تعلق تھا۔ اُبی اپنی ماں کی نسبت سے مشہور تھا۔ اس لیے عبد اللہ بن ابی بن سلول کہلاتا تھا۔

ابو عامر راہب........ایک فاسق

عبد اللہ بن اُبی بن سلول ابو عامر راہب کی خالہ کا بیٹا تھا۔ ابو عامر ان لوگوں میں سے تھا جو نبی کریم ﷺ کی بعثت کا لوگوں میں ذکر کیا کرتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے اور اس نبی پر ایمان لانے کا اظہار کرتا تھا اور آپؐ کے ظہور کا لوگوں سے وعدہ کیا کرتا تھا کہ ظہور ہونے والا ہے۔ ابو عامر نے جاہلیت میں ٹاٹ پہن لیا تھا، بڑے موٹے کپڑے پہنتا تھا اور رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کر دیا تو پھر بجائے اس کے کہ جو تلقین کیا کرتا تھا اس کے الٹ ہو گیا اور حسد میں مبتلا ہو گیا، حسد کرنے لگا اور اس نے بغاوت کی اور اپنے کفر پر قائم رہا۔ مشرکین کے ساتھ بدر میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کے لیے نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھا۔[326]

حضرت عبد اللہ کی اولاد میں عبادہ، جلیحہ، خیثمہ اور خولی اور امامہ کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبد اللہ اسلام لائے اور ان کا اسلام بہت اچھا تھا۔ یہ جلیل القدر صحابہ میں شامل تھے۔

تمام غزوات میں شامل

حضرت عبد اللہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر، احد اور دیگر تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

حضرت عبداللہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت عبداللہ کو کاتبِ وحی ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔[327]

سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ احد میں حضرت عبداللہ کا ناک کٹ گیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کا ناک لگوانے کا ارشاد فرمایا جبکہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر حضرت عبداللہ کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے جس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ دانت والی روایت زیادہ مشہور ہے اور درست ہے۔[328] اور یہی درست لگتی ہے۔ بعض دفعہ بعض بیان کرنے والے مبالغہ کر لیتے ہیں یا بعض دفعہ صحیح پیغام آگے نہیں سمجھ سکتے تو ناک کی بات تو نہیں دانتوں کی بات ہی صحیح لگتی ہے کہ دانت ٹوٹ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سونے کے دانت لگوا لو اور وہی لگوایا کرتے تھے، اس زمانے میں بھی کراؤن (crown) چڑھایا کرتے تھے۔

غزوۂ بدر الموعد اور مدینہ کے امیر کا تقرر

غزوۂ احد میں ابوسفیان نے مسلمانوں کو چیلنج دیا تھا کہ اگلے سال ہم دوبارہ بدر کے میدان میں ملیں گے۔ اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تواریخ سے لے کے جو نتیجہ نکالا ہے وہ ہے کہ غزوۂ احد کے بعد میدان سے لوٹتے ہوئے ابوسفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہو گی اور آنحضرت ﷺ نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لیے دوسرے سال یعنی 4 ہجری میں جب شوال کے مہینے کا آخر آیا تو آنحضرت ﷺ ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینے سے نکلے اور آپ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کو امیر مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ کو مدینے کا امیر مقرر فرمایا جب آپ لشکر لے کر نکلے۔ دوسری طرف ابوسفیان بن حرب بھی دو ہزار قریش کے لشکر کے ساتھ مکے سے نکلا مگر باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جائے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے نعیم نامی ایک شخص کو جو ایک غیر جانب دار قبیلے سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے سے باز رکھو۔ چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا کر اس نے مدینہ میں

ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی حتّٰی کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوے میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لیے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے، اس کے خلاف نہیں چلیں گے خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے، تم لوگ ڈر رہے ہو، اکیلا بھی جانا پڑے تو میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا۔ لوگوں کا خوف یہ باتیں سن کر جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوسفیان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہونا

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابوسفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکّے سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدے پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آگے جا کر پھر مکہ لوٹ گیا اور اس کا قصہ یوں ہوا، کس طرح وہ لوٹا کہ جب ابوسفیان کو نعیم کی ناکامی کا علم ہوا، مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے جو آدمی بھیجا تھا جب یہ پتا لگ گیا کہ مسلمان تو نہیں ڈرے، وہ تو باہر آ گئے ہیں تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستے سے لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت زیادہ ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لیے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہو گی، حالات ٹھیک ہوں گے تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینے پر حملہ کریں گے۔

بہر حال اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں اس جگہ، اس میدان میں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلے لگا کرتا تھا تو ان دنوں میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کر کے نفع کمایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہاں تک کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جو ان کا اپنا سرمایا تھا اس تجارت کی وجہ سے وہ دوگنا ہو گیا جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کوچ کر کے مدینے واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکے میں واپس پہنچ کر دوبارہ مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ <u>یہ جو غزوہ ہے یہ **غزوہ بدرالموعد کہلاتا** ہے</u> جس کے لیے یہ لشکر نکلا تھا۔[329]

جنگ یمامہ میں شہادت

حضرت عبداللہ 12 ہجری میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تھے۔[330]

عبداللہ بن ابی بن سلول کی بے ادبی

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ کے والد عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بارے میں ایک روایت ہے۔ <u>**یہ روایتیں بھی میں بعض اس لیے بیان کر دیتا ہوں تا کہ تاریخ کا بھی پتا لگتا رہے**</u> جو براہِ راست

تعلق نہ بھی ہو۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے جس پر فدک کی بنی ہوئی چادر ڈالی ہوئی تھی اور آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ آپؐ حضرت سعد بن عبادہؓ کی عیادت کو جا رہے تھے جو بنو حارث بن خزرج کے محلے میں رہتے تھے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے۔ حضرت اسامہؓ کہتے تھے کہ چلتے چلتے آپؐ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ عبد اللہ بن اُبی ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا، جو منافقانہ اسلام لایا تھا وہ بھی ابھی نہیں تھا۔ اس مجلس میں کچھ مشرک بھی بیٹھے تھے اور کچھ یہودی بھی تھے، کچھ مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ سب ملے جلے لوگ تھے۔ مجلس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ جب اس جانور کی گرد مجلس پر پڑی تو عبد اللہ بن اُبی نے اپنی چادر سے اپنی ناک ڈھانکی اور کہنے لگا غالباً حضور ﷺ کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ ہم پر گرد نہ اڑاؤ۔ رسول اللہ ﷺ سلام کہنے کے بعد ٹھہرے اور جانور سے اترے۔ آپؐ نے انہیں اللہ کی طرف بلایا اور انہیں قرآن پڑھ کر سنایا۔ عبد اللہ بن اُبی بن سلول نے کہا اے شخص! جو بات تم کہتے ہو اس سے اچھی کوئی اَور بات نہیں۔ ٹھیک ہے تم کہتے ہو یا یہ مطلب تھا کہ تمہارے نزدیک اس سے اچھی کوئی اَور بات نہیں یا کوئی اَور اچھی بات نہیں تم کہہ سکتے؟ کئی مطلب اس کے ہو سکتے ہیں۔ بہرحال ترجمہ کرنے میں کس طرح کیا گیا ہے یہ تو اصل حوالے سے پتا لگ سکتا ہے۔ بہرحال اس نے یہ کہا اگر یہ سچ ہے کہ تمہاری اس بات سے کوئی اچھی بات نہیں تو ہماری مجلس میں آکر اس سے تکلیف نہ دیا کرو، اپنے ٹھکانے پر ہی واپس جاؤ اور پھر جو تمہارے پاس آئے اس سے بیان کیا کرو۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے یہ سن کر کہا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہماری ان مجلسوں ہی میں آپؐ آکر ہمیں پڑھ کر سنایا کریں۔ ہمیں تو یہ بات پسند ہے۔ اس پر مسلمان اور مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے مگر نبی کریم ﷺ نے ان کا جوش دبایا، دباتے رہے اور سمجھاتے رہے۔ آخر وہ رک گئے۔ پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ اپنے جانور پر سوار ہو کر چلے گئے یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس آئے۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ اے سعد! کیا تم نے نہیں سنا جو ابو حُباب نے آج مجھے کہا ہے؟ آپؐ کی مراد عبد اللہ بن اُبی سے تھی۔ آپؐ نے فرمایا اس نے مجھے یوں یوں کہا ہے، ساری بات بتائی۔

حضرت سعد بن عبادہؓ نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ اس کو معاف کر دیں اور اس سے درگزر کیجیے۔ اس ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اب وہ حق یہاں لے آیا ہے جس کو اس نے آپؐ پر نازل کیا ہے۔ اس بستی والوں نے تو یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس یعنی عبد اللہ بن اُبی کو سرداری کا تاج پہنا کر عمامہ اس کے سر پر باندھیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا کیا ہے یہ منظور نہ کیا تو وہ حسد کی آگ میں جل گیا۔ اس لیے اس نے وہ کچھ کہا جو آپؐ نے دیکھا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے اس سے درگزر

کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ مشرکوں اور اہل کتاب سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا درگزر کیا کرتے تھے اور ان کی ایذا دہی پر، تکلیفوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اللہ عزّ وجلّ نے فرمایا ہے کہ:

وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا (آل عمران:187) اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جنہوں نے شرک کیا بہت تکلیف دہ باتیں سنوگے اور اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا کہ: وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ (البقرۃ:110) اہل کتاب میں سے بہت سے ایسے ہیں جو چاہتے ہیں کہ کاش تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد ایک دفعہ پھر کفّار بنا دیں بوجہ اُس حسد کے جو ان کے اپنے دلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ پس تم اس وقت تک کہ اللہ اپنے حکم کو نازل فرمائے انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو اور اللہ یقیناً ہر ایک امر پر پورا پورا قادر ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عفو کو ہی مناسب سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دے دی۔

بدر کی فتح اور عبداللہ بن ابی بن سلول کا اسلام قبول کرنا

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقام پر اُن کا مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس لڑائی میں کفار قریش کے بڑے بڑے سرگرم مار ڈالے تو عبداللہ بن اُبی بن سلول اور جو اس کے ساتھ مشرک اور بت پرست تھے کہنے لگے اب تو یہ سلسلہ شان دار ہو گیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر قائم رہنے کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔[331]

اسلام بھی ان کا اسی طرح تھا کہ جب دیکھا کہ جنگِ بدر میں کامیاب ہو گئے ہیں تو خوف پیدا ہوا اور اسلام لے آئے۔ تو بہرحال یہ روایتیں جیسا کہ میں نے کہا ان کا براہِ راست تعلق نہیں بھی ہے تو بیان کرتا ہوں تا کہ اس حوالے سے تاریخ کا بھی پتا لگتا چلا جائے۔

غزوۂ احد کی تیاری اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحاب سے مشورہ

پھر اس عبداللہ بن اُبی بن سلول کے کردار کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بیان کی ہے۔

غزوہ احد کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملے کے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینے میں ہی ٹھہرا جاوے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جاوے۔ **اس مشورے پر عبداللہ بن اُبی بن سلول بھی شریک تھا** جو دراصل تو منافق تھا مگر بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہو چکا تھا اور یہ پہلا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشورے میں شرکت کی دعوت دی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

مشورے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا

اور فرمایا کہ آج رات کو مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے نیز میں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط زرہ کے اندر ڈالا ہے۔

اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔ صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ آپؐ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گائے کے ذبح ہونے سے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یا شاید خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملے کے مقابلے کے لیے ہمارا مدینے کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی آپ نے یہ تاویل فرمائی کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علَم بردار مراد ہے، جھنڈا اٹھانے والا جو ان شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ موجودہ صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ بعض بڑے صحابہؓ نے حالات کے اونچ نیچ کی وجہ سے اور سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت ﷺ کی خواب سے متاثر ہو کر یہ رائے دی کہ مدینے میں ہی ٹھہر کر مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ یہی رائے عبداللہ بن اُبی بن سلول جو رئیس المنافقین تھا اس نے بھی دی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ نے اور خصوصاً ان نوجوانوں نے جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اپنی شہادت سے خدمتِ دین کا موقع حاصل کرنا چاہتے تھے اور بڑے بے تاب ہو رہے تھے اس کے لیے بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔

ان لوگوں نے اس قدر اصرار کیا اور اپنی رائے کو پیش کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے جوش کو دیکھ کر ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ ہم کھلے میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نے مسلمانوں میں عام تحریک فرمائی کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس غزوے میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔

خدا کے نبی کی شان نہیں ہے کہ ہتھیار لگائے اور پھر انہیں اتار دے

اس کے بعد آپؐ اندرون خانہ تشریف لے گئے، گھر چلے گئے جہاں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا اور جنگی لباس پہنا اور پھر ہتھیار لگا کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے باہر تشریف لے آئے لیکن اتنے عرصے میں حضرت سعد بن معاذؓ رئیس قبیلہ اوس اور دوسرے اکابر صحابہ کے سمجھانے سے نوجوان لوگوں کو اپنی غلطی محسوس ہونے لگی کہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کے مقابلے

میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور اکثر ان میں سے پشیمانی کی طرف مائل تھے۔
جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو ہتھیار لگائے اور دہری زرہ اور خود وغیرہ پہنے ہوئے دیکھا کہ آپ تشریف لائے ہیں تو ان کو اور بھی زیادہ ندامت ہوگئی اور زیادہ پریشان ہوگئے۔ اور انہوں نے قریباً ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے غلطی ہوگئی کہ ہم نے آپؐ کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے ہیں اسی طرح کارروائی فرمائیں۔ ان شاء اللہ اسی میں برکت ہوگی۔ آپؐ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ خدا کے نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کے نبی کی شان نہیں ہے کہ ہتھیار لگائے اور پھر انہیں اتار دے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو۔ پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔

غزوۂ احد کے لئے روانگی

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے لشکرِ اسلامی کے لیے تین جھنڈے تیار کروائے۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا اُسَید بن حضیر کے سپرد کیا گیا اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حباب بن منذر کے ہاتھ میں دیا گیا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ کو دیا گیا اور پھر مدینے میں عبداللہ بن امِ مکتوم کو امام الصلوٰۃ مقرر کر کے آپؐ صحابہ کی بڑی جماعت کے ہمراہ نمازِ عصر کے بعد مدینے سے نکلے۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے رؤساء سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادۃؓ آپؐ کی سواری کے سامنے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے اور باقی صحابہؓ آپؐ کے دائیں اور بائیں اور پیچھے چل رہے تھے۔ احد کا پہاڑ مدینے کے شمال کی طرف قریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

کم عمر نوجوانوں کی واپسی اور رافع اور سمرہ رضی اللہ عنہما کی کشتی

اس کے نصف میں پہنچ کر، آدھا سفر طے کر کے اس مقام پر جسے شیخین کہتے ہیں، یہ مدینے کے قریب ایک مقام کا نام ہے وہاں آپؐ نے قیام فرمایا اور لشکرِ اسلام کا جائزہ لیے جانے کا حکم دیا۔ **کم عمر بچے جو جہاد کے شوق میں ساتھ آ گئے تھے وہ واپس کیے گئے** چنانچہ عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، ابوسعید خدری وغیرہ سب واپس کیے گئے۔ رافع بن خدیج انہیں بچوں کے ہم عمر تھے مگر تیر اندازی میں اچھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی اس خوبی کی وجہ سے ان کے والد نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی سفارش کی کہ ان کو شریکِ جہاد ہونے کی اجازت دی جائے۔
آنحضرت ﷺ نے رافع کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ سپاہیوں کی طرح خوب تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ چست اور لمبے نظر آئیں چنانچہ ان کا یہ داؤ چل گیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔ اس پر ایک اور بچہ سمرہ بن جندب جسے واپسی کا حکم مل چکا تھا اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا کہ اگر رافع کو لیا گیا ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے کیونکہ میں رافع سے مضبوط ہوں اور

کُشتی میں اسے گرا لیتا ہوں۔ باپ کو بیٹے کے اس اخلاص پر بڑی خوشی ہوئی۔ اسے ساتھ لے کر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے کی خواہش بیان کی۔ آنحضرت ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اچھا یہ بات ہے **تو پھر رافع اور سمرہ کی کُشتی کروادیتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون زیادہ مضبوط ہے۔**

چنانچہ مقابلہ ہوا اور واقعہ میں سمرہ نے تھوڑی دیر میں ہی رافع کو اٹھا کر دے مارا، پچھاڑ دیا جس پر آنحضرت ﷺ نے سمرہ کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس معصوم بچے کا دل خوش ہو گیا۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے غدّاری کی

اب چونکہ شام ہو چکی تھی اس لیے بلالؓ نے اذان کہی اور صحابہ نے آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ پھر رات کے واسطے مسلمانوں نے یہیں ڈیرے ڈال دیے اور آنحضرت ﷺ نے رات کے پہرے کے لیے محمد بن مسلمہ کو منتظم مقرر فرمایا جنہوں نے پچاس صحابہ کی جماعت کے ساتھ رات بھر لشکرِ اسلامی کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔

دوسرے دن یعنی 15 شوال 3 ہجری جو 31 مارچ 624 عیسوی بنتی ہے ہفتے کے دن سحری کے وقت یہ اسلامی لشکر آگے بڑھا اور راستے میں نماز ادا کرتے ہوئے صبح ہوتے ہی احد کے دامن میں پہنچ گیا۔

اس موقعے پر عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے غدّاری کی اور اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر سے ہٹ کر یہ کہتا ہوا مدینے کی طرف واپس لَوٹ گیا کہ محمد ﷺ نے میری بات نہیں مانی اور ناتجربہ کار نوجوانوں کے کہنے میں آکر باہر نکل آئے ہیں اس لیے میں ان کے ساتھ ہو کر نہیں لڑ سکتا۔

بعض لوگوں نے بطور خود اُسے سمجھایا کہ یہ غدّاری ٹھیک نہیں ہے مگر اس نے ایک نہیں سنی اور یہی کہتا گیا کہ یہ کوئی لڑائی ہوتی ہے۔ اگر لڑائی ہوتی تو میں شامل ہوتا مگر یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ خود کو ہلاکت کے منہ میں ڈالنا ہے۔ اب مسلمانوں کی طاقت صرف سات سو لوگوں پر مشتمل تھی جو کفار کے تین ہزار سپاہیوں کے مقابلے میں چوتھائی حصے سے بھی کم تھی۔[332] بہرحال جنگ ہوئی۔[333]

جب آنحضرت ﷺ نے نوجوانوں کی بات مان کر مدینے سے باہر جا کر دشمن کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تو عبداللہ بن ابی پہلے تو اپنے ساتھیوں سمیت ساتھ چل پڑا لیکن احد کے دامن میں پہنچ کر اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر غدّاری دکھاتے ہوئے مدینے کی طرف یہ کہتے ہوئے واپس لوٹ گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے میری بات نہیں مانی اور مدینے میں رہ کر دشمن کا دفاع نہیں کیا جو ہم چاہتے تھے اور یہ بھی کہا کہ یہ بھی کوئی لڑائی ہے۔ یہ تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والی بات ہے اور وہ کہنے لگا کہ مَیں اس ہلاکت میں اپنے آپ کو نہیں ڈالتا۔

بہر حال اس کے دل میں شروع سے ہی نفاق تھا، منافقت تھی اور منافق بزدل ہوتا ہے اور یہ بزدلی یہاں آ کے ظاہر بھی ہو گئی۔ بہر حال اس کے اپنے ساتھیوں سمیت جانے کے بعد مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی۔[334]

جنگ احد کے بعد عبد اللہ بن ابی بن سلول کا تمسخرانہ رویہ

اس کے باوجود جب جنگ ہوئی ہے تو اس میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری تھا۔ تقریباً فتح ہو گئی تھی لیکن آخر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پوری طرح عمل نہ کرنے کی وجہ سے اور درّہ چھوڑنے کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ اس صورتِ حال کے بعد عبد اللہ بن ابی بن سلول کا جو رویہ تھا کس طرح کا تھا اور کس کس طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں تکلیف دہ اور استہزا کی باتیں کرنی شروع کر دیں۔

اس کی کچھ تفصیل اب مَیں بیان کروں گا۔ اس میں حضرت عبد اللہؓ کی اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی ظاہر ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے لیے اپنے باپ کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھانے میں کوئی امر مانع نہ تھا اگر وہ اسلام کی عزت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملے کرتا۔

اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں شروع کا جو ذکر ہے کہ کس طرح ان لوگوں نے تمسخر اڑانا شروع کیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد مدینے کے یہود اور منافقین جو جنگِ بدر کے نتیجے میں کچھ مرعوب ہو گئے تھے اب کچھ دلیر ہو گئے بلکہ عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں نے تو کھلم کھلا تمسخر اڑانا اور طعنے دینا شروع کر دیے۔[335]

عبد اللہ بن ابی بن سلول کی دریدہ دہنی اور بیٹے کی محبت و فدائیت کا اظہار

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے صرفِ نظر ہی فرماتے رہے اور بجائے اس کے کہ اس نرمی کے سلوک سے ان کو کچھ شرمندگی ہوتی یہ لوگ ڈھٹائی میں اور دریدہ دہنی میں بڑھتے چلے گئے۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی کی دریدہ دہنی اور اس کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور فدائیت کا اظہار اس ایک واقعے سے ہو جاتا ہے کہ 5 ہجری میں غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن مریسیع میں قیام فرمایا۔ یہ بنو مصطلق کے پانی کے ایک چشمے کا نام ہے۔ مگر اس قیام کے دوران منافقین کی طرف سے ایک ایسا ناگوار واقعہ پیش آیا جس سے قریب تھا کہ کمزور مسلمانوں میں خانہ جنگی تک نوبت پہنچ جاتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موقع شناسی اور آپؐ کے مقناطیسی اثر نے اس فتنے کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو بچا لیا۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عمرؓ کا ایک نوکر جَہْجَاہ نامی تھا وہ مریسیع کے مقامی چشمے پر پانی لینے کے لیے گیا۔ اتفاقاً اسی وقت ایک دوسرا شخص سنان نامی بھی پانی لینے کے لیے وہاں پہنچا جو انصار کے حلیفوں میں سے تھا۔ یہ دونوں شخص جاہل تھے اور بالکل عامی لوگوں میں سے تھے۔ چشمے پر یہ دونوں شخص آپس میں جھگڑ پڑے اور جَہْجَاہ نے سنان کو ایک ضرب لگائی، اس کو مارا۔ بس پھر سنان نے زور زور سے شور مچانا شروع

کر دیا، چلّانا شروع کر دیا کہ اے انصار کے گروہ! میری مدد کو پہنچو کہ مَیں پٹ گیا اور مجھ پر حملہ ہو گیا۔ جب جَھْجَاہؓ نے دیکھا کہ سنان نے اپنی قوم کو بلایا ہے تو وہ بھی جاہل آدمی تھا، اس نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کو پکارنا شروع کر دیا کہ اے مہاجرین! بھاگو دوڑو۔ انصار اور مہاجرین کے کانوں میں یہ آوازیں پہنچیں تو وہ اپنی تلواریں لے کر بے تحاشا اس چشمے کی طرف لپکے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جاہل نوجوان ایک دوسرے پر حملہ آور ہو جاتے لیکن اتنے میں بعض سمجھ دار اور مخلص مہاجرین و انصار بھی موقعے پر پہنچ گئے اور انہوں نے فوراً لوگوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے صلح صفائی کروا دی۔

عزت والا شخص........

آنحضرت ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایک جاہلیت کا مظاہرہ ہے اور اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بہر حال اس طرح معاملہ بہر حال رفع دفع ہو گیا لیکن جب منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی بن سلول کو جو اس غزوے میں شامل تھا جو بنو مصطلق میں تھا، جس میں آپ گئے تھے اس میں شامل تھا اس واقعے کی اطلاع پہنچی تو اس بدبخت نے اس فتنے کو پھر جگانا چاہا اور اپنے ساتھیوں کو آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف بہت کچھ اکسایا اور یہ کہا کہ یہ سب تمہارا قصور ہے کہ تم نے ان بے خانماں، بے سہارا مسلمانوں کو پناہ دے کر ان کو سر پر چڑھا لیا ہے۔ اب بھی تمہیں چاہیے کہ ان کی مدد سے ان کی اعانت سے دست بردار ہو جاؤ۔ پھر یہ خود بخود مدینے کو چھوڑ چھاڑ کر چلے جائیں گے اور بالآخر اس بدبخت نے یہاں تک کہہ دیا کہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔

(المنافقون:9)

کہ قرآن شریف میں، سورۃ المنافقون میں ہے کہ یعنی دیکھو تو **اب مدینے میں جا کر عزت والا شخص یا گروہ جو ہے وہ ذلیل شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے باہر نکال دیتا ہے کہ نہیں؟** اس وقت ایک مخلص مسلمان بچہ زید بن ارقم بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے عبد اللہ کے منہ سے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ الفاظ سنے تو بے تاب ہو گیا اور فوراً اپنے چچا کے ذریعے آنحضرت ﷺ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ **اب یہ دیکھیں کہ بچے بھی کس حد تک اخلاص اور وفا رکھتے تھے اور بڑے ہوشیار رہتے تھے** اور سمجھتے تھے کہ کیا بات غلط ہے اور کیا صحیح۔ بہر حال اس نے اپنے چچا کو اطلاع دی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کے پاس حضرت عمرؓ بھی بیٹھے تھے۔ وہ یہ الفاظ سن کر غصے اور غیرت سے بھر گئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق فتنہ پرداز کی گردن اڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا عمر! جانے دو۔ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرواتا پھرتا ہے۔ پھر آپؐ نے عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا اور ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ بات مَیں نے سنی ہے۔ وہ سب قسمیں کھا گئے کہ ہم نے تو کوئی ایسی بات نہیں کی۔ بعض انصار نے بھی بطریق سفارش، سفارش کے طور پر یہ عرض کیا کہ زید بن ارقم کو غلطی لگی ہو گی یہ اس طرح بات نہیں کر سکتا۔ آپؐ نے اس وقت عبد اللہ بن اُبی اور اس کے ساتھیوں کے بیان کو قبول فرما لیا اور زید کی بات ردّ کر دی جس سے زیدؓ کو سخت تکلیف پہنچی اور صدمہ ہوا مگر بعد میں قرآنی وحی نے

جو آیت مَیں نے پڑھی ہے زیدؓ کی بات کی تصدیق فرمائی اور منافقین کو جھوٹا قرار دیا۔

اِدھر تو آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن اُبی وغیرہ کو بلا کر اس بات کی تصدیق شروع فرما دی اور اُدھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اسی وقت لوگوں کو کُوچ کا حکم دو۔ یہ وقت دوپہر کا تھا جبکہ آنحضرت ﷺ عموماً دوپہر کو کُوچ نہیں فرمایا کرتے تھے، سفر نہیں شروع کیا کرتے تھے کیونکہ عرب کے موسم کے لحاظ سے یہ وقت سخت گرمی کا وقت ہوتا ہے اور اس میں سفر کرنا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے مگر آپ ﷺ نے اس وقت کے حالات کے مطابق یہی مناسب خیال فرمایا کہ ابھی یہاں سے روانہ ہو جایا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے حکم کے ماتحت فوراً اسلامی لشکر واپسی کے لیے تیار ہو گیا۔ غالباً اسی موقعے پر اُسید بن حضیر انصاریؓ جو قبیلہ اوس کے نہایت نامور رئیس تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ تو عموماً ایسے وقت میں سفر نہیں فرمایا کرتے آج کیا معاملہ ہے کہ اس وقت دوپہر کو سفر شروع کرنے لگے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اُسید! کیا تم نے نہیں سنا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا الفاظ کہے ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہم مدینہ چل لیں وہاں پہنچ کر عزت والا شخص ذلیل شخص کو باہر نکال دے گا۔ اُسید نے بے ساختہ عرض کیا کہ ہاں یارسولؐ اللہ! ٹھیک ہے۔ **یہ بات تو ہے لیکن آپؐ چاہیں تو بے شک عبداللہ کو مدینے سے باہر نکال سکتے ہیں کیونکہ واللہ! عزت والے آپؐ ہیں وہ نہیں اور وہی ذلیل ہے۔** پھر اُسید بن حضیر نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ جانتے ہیں کہ آپؐ کے تشریف لانے سے پہلے عبداللہ بن ابی اپنی قوم میں بہت معزز تھا اور اس کی قوم اس کو اپنا بادشاہ بنانے کی تجویز میں تھی۔ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے اس کی کوششیں جو خاک میں مل گئیں۔ پس اس وجہ سے اس کے دل میں آپ کے متعلق حسد بیٹھ گیا ہے۔ اس لیے آپؐ اس کی اس بکواس کی کچھ پروانہ کریں اور اس سے درگزر فرمائیں۔

مَیں ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں

تھوڑی دیر میں عبداللہ بن ابی کا لڑکا جس کا نام حباب تھا مگر آنحضرت ﷺ نے اسے بدل کر عبداللہ کر دیا تھا یعنی یہی حضرت عبداللہؓ جن کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ ایک نہایت مخلص صحابی تھے، گھبرائے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسولؐ اللہ! مَیں نے سنا ہے کہ آپؐ میرے باپ کی گستاخی اور فتنہ انگیزی کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دینا چاہتے ہیں۔ اگر آپؐ کا یہی فیصلہ ہے تو آپؐ مجھے حکم فرمائیں مَیں ابھی اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپؐ کے قدموں میں لا ڈالتا ہوں مگر آپؐ کسی اَور کو ایسا ارشاد نہ فرمائیں کیونکہ مَیں ڈرتا ہوں کہ جاہلیت کی کوئی رگ کسی وقت میرے بدن میں جوش مارے اور مَیں اپنے باپ کے قاتل کو کوئی نقصان پہنچا بیٹھوں اور خدا کی رضا چاہتا ہوا بھی جہنم میں جا گروں۔ چاہتا تو مَیں یہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کروں لیکن ایک مسلمان کو قتل کر کے مَیں جہنم میں چلا جاؤں۔ آپؐ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے بلکہ ہم بہرحال تمہارے والد کے ساتھ نرمی اور احسان کا معاملہ کریں گے۔

مگر عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کو اپنے باپ کے خلاف اتنا جوش تھا کہ جب لشکرِ اسلامی مدینے کی طرف لوٹا **تو عبد اللہ اپنے باپ کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مَیں تمہیں واپس نہیں جانے دوں گا جب تک تم اپنے منہ سے یہ اقرار نہ کرو کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم معزز ہیں اور تم ذلیل ہو اور عبد اللہ نے اس اصرار سے اپنے باپ پر زور ڈالا کہ آخر اس نے مجبور ہو کر یہ الفاظ کہہ دیے جس پر عبد اللہ نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔**[336]

میری عمر کی قسم! ہم اس سے اچھا برتاؤ کریں گے جب تک یہ ہمارے درمیان زندہ ہے

ابن سعد نے ان الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے صحابہ کو کُوچ کا حکم دیا تو عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہؓ نے اپنے والد کا راستہ روک لیا اور اونٹ سے نیچے اتر آئے اور اپنے والد سے کہنے لگے کہ جب تک تم یہ اقرار نہیں کرتے کہ تُو ذلیل ترین اور محمد (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) عزیز ترین ہیں تب تک مَیں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ جب رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے بھی دیکھ لیا۔ فرمایا اسے چھوڑ دو۔ **آپؐ نے فرمایا کہ میری عمر کی قسم! ہم اس سے ضرور اچھا برتاؤ کریں گے جب تک یہ ہمارے درمیان زندہ ہے۔**[337]

یہ طبقات الکبریٰ میں درج ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے والد عبد اللہ بن ابی نے یہ کہا کہ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ یعنی عزت والا شخص یا گروہ ذلیل شخص یا گروہ کو اپنے شہر سے باہر نکال دے گا تو حضرت عبد اللہ نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہی ذلیل ہے اور آپ ہی عزیز ہیں۔ خود بیٹے نے اپنے باپ کے بارے میں کہا۔[338]

واقعہ اُفک اور اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول

پھر ایک ناپاک تہمت جو منافقین کی طرف سے لگائی گئی، واقعہ اُفک سے اس کا تعلق ہے جس کا بانی مبانی عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا۔ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر افک کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت عائشہؓ کی ذات پر گندے الزامات لگائے گئے تھے اور اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ واقعہ اُفک کے متعلق گذشتہ سال کے آخر میں ایک خطبے میں تفصیل بیان کر چکا ہوں۔[339] لیکن اس حوالے سے بھی یہاں کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ کی روایت بھی یہی ہے۔ وہ پوری روایت تو نہیں اس کا کچھ حصہ بیان کروں گا۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ چنانچہ اس سفر میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا گیا تو میرا قرعہ نکلا۔ مَیں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا۔ پردے کا حکم آ گیا تھا۔ مَیں ہودج میں بٹھائی جاتی اور ہودج سمیت اتاری جاتی رہی۔ ایک بند کرسی تھی،

پردے لٹکے ہوتے تھے، اس میں بٹھایا جاتا اور وہ اونٹ پر رکھ دیا جاتا تھا۔ کہتی ہیں ہم اسی طرح سفر میں رہے جب رسول اللہ ﷺ اس مہم سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینے کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کُوچ کا اعلان کیا تو مَیں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ حاجت کی ضرورت تھی، جب مَیں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور مَیں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ کالے نگینوں کا ایک ہار تھا وہ ٹوٹ کر میرے گلے سے گر گیا ہے۔ مَیں واپس لوٹی۔ اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھا لیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مَیں سوار ہوا کرتی تھی۔ وہ سمجھے کہ مَیں اسی میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ بہر حال انہوں نے اونٹ کو اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گزر چکا تو اس کے بعد مَیں نے اپنا گمایا ہوا ہار جو تھا اس کو پالیا۔ دیکھ لیا اٹھا لیا۔ مجھے مل گیا۔ پھر مَیں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی، اس جگہ گئی جس میں مَیں تھی اور مَیں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے اور میرے پاس لوٹ آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں ڈیرے پر گئی تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا تو پھر مَیں نے بہر حال یہی خیال کیا کہ مجھے جب ہودج میں نہیں دیکھیں گے تو واپس میری طرف آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں بیٹھی ہوئی تھی تو اسی اثنا میں آنکھ لگ گئی اور مَیں سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی ذکوانی فوج کے پیچھے یہ دیکھنے کے لیے رہا کرتے تھے کہ کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ کہتے ہیں وہ صبح ڈیرے پر آئے جہاں ہمارا پڑاؤ تھا اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے کیونکہ وہ مجھے دیکھا کرتے تھے تو انہوں نے جب دیکھا کہ مَیں ہوں تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے پر مَیں جاگ گئی۔ بہر حال اس کے بعد انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور مَیں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم اس وقت فوج میں پہنچے جب لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے ڈیروں میں تھے۔

جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا

پھر کہتی ہیں کہ جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔ یعنی الزام لگا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا اور اس تہمت کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ بہر حال کہتی ہیں ہم مدینے پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ کسی وجہ سے بیمار ہو گئی تھی۔ میری اس بیماری کے اثنا میں تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور جو بات ان کو نہیں پتا لگا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں لیکن اس اثنا میں کہتی ہیں جو بات مجھے شک میں ڈالتی تھی وہ یہ تھی کہ مَیں نبی کریم ﷺ سے وہ مہربانی نہ دیکھتی تھی جو مَیں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے۔ پھر پوچھتے اب وہ کیسی ہے؟ کہتی ہیں مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہیں تھا۔ کہتی ہیں ایک دن امّ مسطح کے ساتھ مَیں باہر گئی۔ رفع حاجت کے لیے باہر جایا کرتے تھے۔ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی۔ جب مَیں اپنے گھر لوٹی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا اب تم کیسی ہو؟ مَیں

نے اس پر عرض کیا کہ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے دیں۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ مَیں اپنے والدین کے پاس آئی تو مَیں نے اپنی ماں سے پوچھا لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا بیٹی اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈالو۔ اطمینان سے رہو۔ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ کہتی تھیں کہ جب مجھے یہ پتا لگا کہ میرے پہ یہ تہمت لگی ہے تو مَیں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ بہر حال اس تہمت کی باتیں ہوتی رہیں بعض صحابہ سے بھی آنحضرت ﷺ نے مشورہ کیا اور کہتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو جو ذاتی خدمت کے لیے حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھیں ان کو بلایا اور آپؐ نے کہا کہ بریرہ کیا تم نے اس میں یعنی حضرت عائشہ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے؟ بریرہ نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ کوئی ایسی بات میں نے نہیں دیکھی اور کہنے لگی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے مَیں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو مَیں ان کے لیے معیوب سمجھوں یعنی سب سے بڑی کمزوری جو مَیں نے دیکھی ہے وہ یہی ہے کہ وہ کم عمر لڑکی ہیں۔ لڑکپن ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور آٹا چھوڑ کر بعض دفعہ سو جاتی ہیں اور گھر میں بکری آتی ہے اور وہ کھا جاتی ہے یعنی کہ بس بے احتیاطی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں یا ان کو نیند زیادہ آتی ہے۔

ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے مجھے دکھ دیا ہے

یہ سن کر اسی دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب فرمایا اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دکھ دیا ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ مَیں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے جس پر الزام لگایا تھا اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی کے سوا کوئی علم نہیں اور میرے گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے ہیں تو میرے ساتھ ہی آتے تھے کبھی اکیلے نہیں آئے۔

اللہ جانتا ہے کہ مَیں فی الواقعہ بَری ہوں

بہر حال مختصر یہ کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے مجھ سے بھی براہِ راست اس بارے میں پوچھا تو مَیں نے کہا کہ بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں۔ باتیں کر رہے ہیں۔ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔ اگر مَیں آپؐ سے یہ کہوں کہ مَیں بَری ہوں مَیں نے کوئی ایسی بات نہیں کی اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں فی الواقعہ بَری ہوں۔ آپؐ مجھے سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر مَیں آپؐ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں بَری ہوں۔ مَیں نے کوئی ایسی بات نہیں کی مگر آپؐ اس اقرار میں مجھے سچا سمجھ لیں گے کیونکہ لوگوں میں یہ اتنا مشہور ہو چکا ہے۔ ہر ایک قائل ہو چکا ہے۔ بعض صحابہ جو ہیں وہ بھی ایسی باتیں

کر رہے ہیں۔ پھر کہتی ہیں مَیں نے کہا اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسف کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

کہ صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہیے اس بات میں جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔ یہ سورۂ یوسف میں ہے۔ اس کے بعد کہتی ہیں مَیں ایک طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آگئی اور مَیں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بَری کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے گا کہ مَیں اس الزام سے بری ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد، جب مَیں نے یہ بات کہی اس کے بعد اللہ کی قسم! آپؐ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے جب آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی ہے۔ تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ بھی تھے اور عائشہؓ کی والدہ بھی تھیں، دونوں تھے۔ کہتی ہیں کہ آپ، نہ گھر والے بھی کوئی اور نہ اہلِ بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا، سب گھر والے وہیں تھے۔

عائشہؓ! اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کر دی ہے

اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور سخت تکلیف آپؐ کو ہوا کرتی تھی جب وحی ہوتی تھی۔ وہ آپؐ کو ہونے لگی۔ جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا تھا۔ کہتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی یہ تھی کہ عائشہؓ! اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کر دی ہے۔ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ مَیں نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ ان کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ مَیں ان کے پاس اٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ کہ وہ لوگ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود بہرحال یہ بریت ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرما دی بلکہ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا یا کسی اَور رنگ میں بتا دے گا۔ یہ مجھے امید نہیں تھی کہ قرآن کریم کی آیت اس بارے میں اتر آئے گی۔[340]

رئیس المنافقین کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمةٌ للعالمین کا سلوک

تو یہ معاملہ ختم ہوا اور یہ الزامات لگتے رہے اور مختلف حرکتیں ہوتی رہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس رئیس المنافقین کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمةٌ للعالمین کا جو سلوک تھا وہ کیا تھا؟ حضرت عبداللہؓ کے والد کی جو وفات ہوئی یعنی عبداللہ بن ابی کی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کی نمازِ جنازہ کے لیے درخواست کی۔ اسی طرح انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ آپؐ اپنی قمیض عنایت فرمائیں تا کہ وہ بطور کفن اپنے والد کے لیے استعمال کر سکے اور اس طرح شاید میرے والد سے تخفیف ہو سکے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کرتہ عنایت فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی الفاظ ملتے ہیں کہ جب **حضرت عبد اللہؓ کا والد یعنی عبد اللہ بن اُبی بن سلول فوت ہوا تو وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپؐ اپنی قمیض دیں تاکہ مَیں اپنے والد کو اس کے ذریعے کفن دوں** اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کر دیں تو آنحضرت ﷺ نے اسے اپنی قمیض عطا کی اور فرمایا کہ جب تم لوگ تجہیز و تکفین کے معاملات سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے بلا لینا۔

جب آنحضرت ﷺ نمازِ جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقین کی نمازِ جنازہ سے منع کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ مَیں ان کے لیے استغفار کروں یا نہ کروں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر جب اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنے کی کلیۃً ممانعت فرما دی تو پھر آنحضرت ﷺ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانی بند کر دی۔[341]

یہ بھی روایت ہے کہ جب آپؐ پہنچے تو اس کو قبر میں رکھا جا چکا تھا۔ آپؐ نے باہر نکلوایا۔ اپنی ٹانگوں پر اس کا سر رکھا اور پھر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور پھر دعا کی اور قمیض کرتہ اتار کے دیا۔[342]

ایک روایت یہ بھی ہے حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بدر کی جنگ ہوئی تو کافروں کے قیدی لائے گئے اور عباس بھی لائے گئے ان پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے کرتہ تلاش کیا لوگوں نے عبد اللہ بن اُبی کا کرتہ ان کے لیے ٹھیک پایا۔ نبی ﷺ نے وہی ان کو پہنا دیا اور اس وجہ سے نبی ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے لیے اس کے مرنے کے بعد اپنا کرتہ اتار کر اسے دے دیا کہ اسے پہنایا جائے۔

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس نے نیک سلوک کیا تھا تو نبی ﷺ نے چاہا کہ اس سے نیک سلوک فرمائیں۔[343] ایسی روایت گو کہ صحیح بخاری کے حوالے سے بھی ہے لیکن یہ اتنی authentic صحیح بھی نہیں لگتی۔ آنحضرت ﷺ رحمۃٌ للعالمین تھے۔ صرف اسی سلوک کی وجہ سے یہ بات یا صرف یہی بات نہیں ہو سکتی۔ ایک تو یہ ہے کہ بعضوں کے نزدیک اس وقت بدر کی جنگ میں یہ مسلمان بھی نہیں تھا اور اگر بالفرض قمیض اتار کے دی بھی تھی تو اس دوران میں آنحضرت ﷺ نے اس پہ بے شمار احسانات کیے تھے۔ بہر حال یہ شفقت کا سلوک تھا جو میرے خیال میں تو حضرت عبد اللہؓ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے کیا تھا کہ بیٹے نے جو ہر معاملے میں اسلام کی غیرت رکھی، آنحضرت ﷺ کی غیرت رکھی اور اپنے ایمان کو بچایا اور اپنے باپ پر سختی بھی کی تو اس لیے بچے کی دل داری کے لیے، بیٹے کی دل داری کے لیے یا اس کی خواہش کی وجہ سے آپؐ نے یہ قمیض اتار کے دی تھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی گئی (یہ روایت حضرت عمرؓ نے براہ راست بھی بیان فرمائی ہے) کہ آپؐ اس کی نمازِ جنازہ

پڑھائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تو مَیں آپؐ کی طرف لپکا اور مَیں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا آپؐ ابن ابی کا نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور اس نے تو فلاں دن یہ بات کہی تھی اور فلاں دن یہ بات کہی تھی۔ مَیں نے باتیں گنوانی شروع کر دیں۔

مَیں اس کے خلاف اس کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا عمر ہٹ جاؤ۔ جب مَیں نے آپؐ سے بہت اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے تو اختیار دیا گیا ہے سو مَیں نے اختیار کر لیا ہے اور **اگر مَیں یہ جانوں اور مجھے یہ پتا ہو کہ مَیں ستّر بار سے زیادہ اس کے لیے دعائے مغفرت کروں اور وہ بخشا جائے گا تو مَیں ضرور اس سے بھی زیادہ کروں۔**

حضرت عمرؓ کہتے ہیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر آپؐ لَوٹ آئے اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سورۂ براء یعنی سورۂ توبہ کی یہ دو آیتیں نازل ہوئیں کہ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبۃ:84)

یعنی تُو ان میں سے کسی کی بھی جو مر جائے کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھ اور تو اس کی قبر پہ کھڑا نہ ہو کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور وہ ایسی حالت میں مر گئے کہ وہ بدعہد تھے۔

حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اس کے بعد مَیں نے اپنی جسارت پر تعجب کیا کہ مَیں نے آنحضرتؐ کے سامنے بولنے کی یہ جرأت کس طرح کر لی جو مَیں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے دکھائی تھی اور اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔[344]

206

حضرت عبد اللہؓ بن عبد مناف

پھر حضرت عبد اللہ بن عبد مناف ہیں ان کا تعلق قبیلہ بنو نعمان سے تھا۔[345]

ابو یحیٰ ان کی کنیت تھی ان کی والدہ حُمَیمہ بنت عبید تھیں۔ ان کی ایک بیٹی تھیں ان کا نام بھی حُمَیمہ تھا جن کی والدہ رُبَیّع بنت طفیل تھیں۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے تھے۔[346]

(207)

حضرت عبد اللہ بن عبس ؓ

پھر حضرت عبد اللہ بن عبس انصاری ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ بعض نے ان کا نام عبد اللہ بن عُبَیْس بیان کیا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر اور اس کے بعد ہونے والے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔[347]

(208)

حضرت عبد اللہ بن عرفطہ ؓ

پھر حضرت عبد اللہ بن عرفطہ ہیں۔ آپ حضرت جعفر ؓ بن ابی طالب کے ہمراہ ہجرت حبشہ میں شامل ہوئے تھے اور ایک روایت جو حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نجاشی کی طرف بھیجا تھا اور ہم لوگ اسّی کے قریب تھے۔[348]

حضرت عبد اللہ بن عرفطہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔[349]

(209)

حضرت عبد اللہ بن عمیر ؓ

نام و نسب

حضرت عبد اللہ بن عمیر ؓ۔ حضرت عبد اللہ بن عمیر ؓ کا تعلق قبیلہ بَنُو جِدَارَہ سے تھا۔ آپ ؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

ایک قول کے مطابق آپ کے والد کا نام عُمیر کے بجائے عُبَید بھی بیان ہوا ہے۔

اسی طرح بعض نے آپ ؓ کے دادا کا نام عَدِی بیان کیا ہے جبکہ بعض نے حَارِثَہ بیان کیا ہے ابن ہشام نے آپ ؓ کا قبیلہ بَنُو جِدَارَہ بیان کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے بنو حَارِثَہ بیان کیا ہے۔[350] دونوں ہی تاریخ لکھنے والے ہیں۔[351]

210

حضرت عبداللہ بن قیسؓ

حضرت عبداللہ بن قیسؓ۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ قبیلہ بنو نجار سے تھے۔ آپؓ کے دادا کا نام سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں زیادہ تر خَالِد بیان ہوا ہے تاہم طبقات الکبریٰ میں ان کا نام خَلَّدہ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن قیسؓ کے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن اور بیٹی کا نام عُمَیرہ تھا۔ ان دونوں کی والدہ کا نام سُعَاد بنتِ قَیس تھا۔ ان کے علاوہ آپؓ کی ایک اَور بیٹی بھی تھیں جن کا نام اُمِّ عَوْن تھا۔

حضرت عبداللہ بن قیسؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن محمد بن عُمَارَہ انصاری کے مطابق آپؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ غزوۂ احد میں شہید نہیں ہوئے بلکہ آپؓ زندہ رہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور آپؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔[352]

تاریخ کی مختلف کتب میں بعض جگہ اختلاف ہو جاتا ہے اس لیے مَیں بیان کر دیتا ہوں۔[353]

211

حضرت عبداللہ بن قیس بن صخرؓ

پھر عبداللہ بن قَیس بن صخر انصاری ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔ آپ اپنے بھائی مَعبد بن قَیس کے ساتھ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شامل ہوئے تھے۔[354]

(212)

حضرت عبد اللہ بن کعبؓ

اموال غنیمت کے نگران

حضرت عبد اللہ بن کَعبؓ۔ حضرت عبد اللہ بن کعب قبیلہ بنو مَازِن سے تھے۔ آپؓ کے والد کا نام کعب بن عَمرو اور آپؓ کی والدہ کا نام رُبَاب بنت عبد اللہ تھا۔ آپؓ حضرت اَبُولَیلیٰ مَازِنِیہ ؓ کے بھائی تھے۔ حضرت عبد اللہ بن کعبؓ کے ایک بیٹے کا نام حارث تھا جو زُغَیبَہ بنتِ اَوس سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن کعبؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ آپؓ کو آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز اموال غنیمت پر نگران مقرر فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی آپؓ کو نبی کریم ﷺ کے اموالِ خُمس پر نگران بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

تمام غزوات میں شمولیت

حضرت عبد اللہ بن کعبؓ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ تمام دیگر غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن کعبؓ کی وفات مدینے میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 33 ہجری میں ہوئی اور آپؓ کی نمازِ جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کی کنیت ابو حارث کے علاوہ ابو یحیٰی بھی بیان کی جاتی ہے۔[355]

(213)

حضرت عبد اللہ بن مخرمہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہ ؓ۔ ان کا نام عبد اللہ بن مَخْرَمہ ؓ تھا اور کنیت ابو محمد تھی۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لُؤیّ سے تھا۔ انہیں عبد اللہ اکبر بھی کہا جاتا تھا۔ یہ ابتدائی اسلام لانے والے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد کا نام مَخْرَمہ بن عبد العُزّٰی اور والدہ کا نام بَہْنَانہ بنت صفوان تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مَخْرَمہ ؓ کی اولاد میں ایک بیٹے مساحق کا ذکر ملتا ہے جو ان کی بیوی زینب بنت سراقہ سے تھے۔

اوائل میں اسلام قبول کرنے اور دو ہجرتیں کرنے والے

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ اوائل میں اسلام لانے والوں میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کا ذکر ان صحابہ میں کیا ہے جنہوں نے حضرت جعفرؓ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ یونس بن بُکَیر، سلمہ اور بُکائی نے ابن اسحاق کا یہ قول بیان کیا ہے جس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کی حبشہ کی طرف ہجرت کا ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ جب مدینہ ہجرت کر کے پہنچے تو انہوں نے حضرت کلثوم بن ہِدْمؓ کے گھر قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کی مؤاخات حضرت فروہ بن عَمرو انصاریؓ سے کروائی۔ حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ غزوۂ بدر اور بعد کے باقی تمام غزوات میں شامل ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ جب جنگِ بدر میں شامل ہوئے تو اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں جب یہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے تو اس وقت ان کی عمر اکتالیس سال تھی۔[356]

جذبۂ شہادت

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کا جذبہ شہادت انتہائی حد تک بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک میں اپنے جسم کے ہر جوڑ پر خدا کی راہ میں لگا زخم نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ جنگِ یمامہ کے روز ان کے جوڑوں پر زخم پہنچے جن کی وجہ سے یہ شہید ہو گئے۔[357]

عبادت گزار...... جنہوں نے روزہ کی حالت میں شہادت پائی

حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ بہت زیادہ عبادت گزار تھے۔ جوانی میں بھی بڑی عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ کے سال میں حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ اور حضرت ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالمؓ ایک ساتھ تھے۔ ہم تینوں باری باری بکریاں چرایا کرتے تھے۔ لشکر کے لیے کچھ مال بھی تھا، اس کی حفاظت کرنی ہوتی تھی۔ چنانچہ جس دن لڑائی شروع ہوئی وہ دن میرا بکریاں چرانے کا تھا۔ پس میں بکریاں چرا کر آیا تو میں نے حضرت عبداللہ بن مَخْرَمہ ؓ کو میدانِ جنگ میں زخمی حالت میں گرا ہوا پایا تو میں ان کے پاس ٹھہر گیا۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ بن عمرؓ! کیا روزہ دار نے افطاری کر لی ہے؟ شام کا وقت ہو گیا تھا، میں نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس ڈھال میں کچھ پانی دے دو کہ میں اس سے افطار کر لوں۔ وہ جنگ میں بھی روزے کی حالت میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں پانی لینے چلا گیا مگر جب میں واپس آیا تو وہ وفات پا چکے تھے۔[358]

(214)

حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ

چار بھائی جو جنگ بدر میں شریک ہوئے

نام و نسب

ان کا نام عبد اللہ بن مظعونؓ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو جُمَح سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام سُخَیْلَہ بنتِ عَنْبَس تھا۔ یہ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قُدَامَہ بن مظعونؓ اور حضرت سَائِب بن مظعونؓ کے بھائی تھے اور یہ سب رشتے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ماموں تھے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے ان کی ہمشیرہ زینب بنت مظعون سے شادی کی تھی۔

ابتدائی اسلام قبول کرنے والے

یزید بن رُوْمَان سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ اور حضرت قُدامہ بن مظعونؓ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دارِ ارقم میں جانے اور اس میں دعوتِ اسلام دینے سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔[359]

ہجرت حبشہ میں شامل

حضرت عبد اللہ بن مظعونؓ اور ان کے تینوں بھائی حضرت قُدامہ بن مظعونؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت سَائِب بن مظعونؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے اور حبشہ میں قیام کے دوران جب انہیں خبر ملی کہ قریش ایمان لے آئے ہیں تب یہ لوگ واپس آ گئے۔[360]

مَیں بعض صحابہ کے ذکر میں پہلے بھی حبشہ کی ہجرت کا یہ ذکر کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کی تکلیفیں جب انتہا کو پہنچ گئیں تو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ اُس زمانے میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔

بہر حال آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرمانے پر رجب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب انہوں نے ہجرت کی تو یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ مکے سے نکلے ہیں اور جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے جب یہ شَعَیْبَہ مقام پر پہنچے جو اس زمانے میں عرب کی ایک بندرگاہ تھی تو اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو ایک تجارتی جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو

بالکل تیار تھا۔ چنانچہ یہ سب امن سے اس میں سوار ہو گئے اور جہاز روانہ ہو گیا۔ حبشہ پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا لیکن جیسا کہ بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے اور ان کے ضمن میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ خبر سن کے واپس آ گئے تھے۔ مہاجرین کو حبشہ میں گئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایک افواہ اڑتی ہوئی ان کو پہنچی کہ تمام قریش مسلمان ہو گئے ہیں اور مکے میں بالکل امن ہو گیا ہے۔ اس خبر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اکثر مہاجرین بلا سوچے سمجھے واپس آ گئے۔ جب یہ لوگ مکے کے پاس پہنچے تو پتا لگا کہ یہ خبر تو غلط تھی اور مہاجرین کو حبشہ سے واپس لانے کی کافروں کی ایک کوشش تھی۔ اب ان سب کو بڑی مشکل کا سامنا تھا۔ بہرحال کوئی اَور رستہ نہیں تھا۔ بعض تو رستہ میں سے واپس چلے گئے اور بعض نے مکے میں آ کے کسی صاحبِ اثر کی پناہ لے لی لیکن وہ بھی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ قریش کے جو مظالم تھے وہ بڑھتے چلے گئے اور مسلمانوں کے لیے مکے میں کوئی امن کی جگہ نہیں تھی تو اس پر پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہجرت کرو اور پھر دوسرے مسلمانوں نے بھی خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری شروع کر دی اور موقع پا کر آہستہ آہستہ نکلتے گئے۔ اور ہجرت کا یہ سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ بالآخر حبشہ میں مہاجرین کی جو تعداد تھی وہ ایک سو تک پہنچ گئی جن میں اٹھارہ عورتیں تھیں باقی مرد تھے۔ تو اس طرح یہ دوسری ہجرت ہوئی۔ بہرحال حضرت عبداللہ بن مظعونؓ کے متعلق یہی ہے کہ وہ پہلی ہجرت میں واپس آئے تھے لیکن دوبارہ واپس گئے یہ نہیں پتہ۔ یا پھر یہاں سے انہوں نے مدینہ ہجرت کی۔[361]

ہجرت مدینہ

بہرحال حضرت عبداللہ بن مظعونؓ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے ان کے اور سہل بن عُبَید اللہ انصاری کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔[362]

ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مظعونؓ کی حضرت قُطبَہ بن عامر کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[363]

اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ بدر میں شامل

حضرت عبداللہ بن مظعونؓ اپنے تینوں بھائیوں حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قدامہ بن مظعونؓ اور حضرت سائب بن مظعونؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ غزوۂ بدر کے علاوہ غزوۂ احد اور خندق اور دیگر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مظعونؓ نے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں 30 ہجری میں بعمر ساٹھ سال وفات پائی تھی۔[364]

215

حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہؓ

حضرت عبداللہ کے دادا کا نام بَلْدَمَہ یا بَلْذَمَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو خُنَاس سے تھا۔[365]

حضرت عبداللہ بن نعمانؓ حضرت ابو قتادہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ بن نعمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔[366]

216

حضرت عبدربہ بن حق بن اوسؓ

حضرت عَبْدُ رَبِّہٖ بن حق بن اوس ایک صحابی تھے۔ ان کے بارے میں ایک سے زائد آراء ہیں۔ بعض نے عَبْدُ رَبِّہٖ اور بعض نے عبداللہ لکھا ہے۔ ابن اسحاق کے نزدیک ان کا نام عبداللہ بن حق جبکہ ابن عمارہ کے مطابق عبدِ رب بن حق ہے ان کا تعلق بنو خزرج کے خاندان بنو ساعدہ سے تھا اور آپ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔[367]

217

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

'عشرہ مبشرہ میں سے'

"وہ مسلمانوں کے سرداروں ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ عبدالرحمٰن آسمان میں بھی امین ہے اور زمین میں بھی امین ہے۔"

نام ونسب

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عَبدِ عَمرو تھا اور دوسری روایت کے مطابق عَبْدُ الْکَعْبَہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ نام

بدل کر عبد الرحمٰن رکھ دیا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو زُہرہ بن کلاب سے تھا۔[368]

سَہلَہ بنت عاصِم بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ سفید، خوبصورت آنکھوں والے، لمبی پلکوں، لمبے ناک والے تھے۔ سامنے کے اوپر والے دانت میں سے کچلی والے دانت لمبے تھے۔ کانوں کے نیچے تک بال تھے۔ گردن لمبی، ہتھیلیاں مضبوط اور انگلیاں موٹی تھیں۔[369]

اِبراہیم بن سَعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ دراز قد، سفید رنگ جس میں سرخی کی آمیزش تھی، خوبرو، نرم جلد والے تھے۔ خضاب نہیں لگاتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پاؤں سے لنگڑے تھے۔ آپؓ کی یہ لنگڑاہٹ اُحُد کے بعد ہوئی کیونکہ اُحُد کے میدان میں راہ حق میں زخمی ہوئے تھے۔[370]

عشرہ مبشرہ میں سے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ان دس اصحاب میں شامل تھے جن کو ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت مل گئی تھی۔ **آپؓ ان اصحابِ شوریٰ کے چھ افراد میں سے ایک ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے خلافت کے انتخاب کے لیے مقرر فرمایا** اور ان افراد کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات کے وقت ان سب سے راضی تھے۔[371]

شراب کو اپنے اوپر حرام کرنے والے

حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ عَامُ الفِیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ **ان قلیل افراد میں سے تھے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔** حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ابتدائی آٹھ اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے دارِ ارقم کو تبلیغی مرکز بنایا تو آپؓ اس سے بھی پہلے حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ **حبشہ کی طرف جانے والی دونوں ہجرتوں میں شامل تھے۔**[372]

ہجرت مدینہ، مؤاخات اور اخوت وایثار کا ایک قابل رشک جذبہ

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ بیان کرتے ہیں جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور سعد بن ربیعؓ کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ تو سعد بن ربیعؓ نے کہا کہ مَیں انصار میں سے زیادہ مالدار ہوں۔ یہ روایت سعد بن ربیعؓ کے ذکر میں بھی آچکی ہے۔[373]

لیکن بہر حال یہاں بھی ذکر کرتا ہوں سو میں **تقسیم کر کے نصف مال آپ کو دے دیتا ہوں اور میری دو بیویوں میں سے جو آپ پسند کریں میں آپ کے لیے اس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔** جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے آپ نکاح کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عبد الرحمٰنؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کے اہل اور مال میں آپؓ کے لیے برکت رکھ دے۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیا

یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو۔ حضرت سعدؓ نے بتایا کہ قَیْنُقَاع کا بازار ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ معلوم کر کے صبح سویرے وہاں گئے۔ وہاں کاروبار کیا اور انہوں نے وہاں پنیر اور گھی منافع کے طور پر بچایا اور اسے لے کر حضرت سعدؓ کے گھر والوں کے پاس واپس پہنچے۔ پھر اسی طرح ہر صبح آپؓ وہاں بازار میں جاتے اور کاروبار کرتے رہے اور منافع کماتے رہے۔ ابھی کچھ عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ آئے اور ان پر زعفران کا نشان تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی ایک عورت سے۔ فرمایا کتنا مہر دیا ہے؟ عرض کیا ایک گٹھلی کے برابر سونا یا کہا سونے کی گٹھلی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ولیمہ بھی کرو خواہ ایک بکری کا ہی سہی۔**[374]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے آپ کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ اگر میں کوئی پتھر بھی اٹھاتا تو امید کرتا کہ نیچے سونا یا چاندی ملے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تجارت میں اتنی برکت رکھ دی تھی۔[375]

تمام غزوات میں شمولیت

حضرت عبدالرحمٰن بن عَوفؓ غزوۂ بدر، اُحد سمیت تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔[376]

جنگ بدر اور ایک آرزو........

جنگِ بدر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ مَیں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ میں نے آرزو کی کہ کاش میں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان اور تنومند ہوتے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا ابوجہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ سے اس کی آنکھ جدا نہ ہو گی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدّر ہے۔ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا ہو گا کہ میں نے ابوجہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ میں نے کہا دیکھو یہ ہے تمہارا وہ ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اسے اتنا مارا کہ اس کو جان سے مار ڈالا اور پھر لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے کس

نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے۔ اس کا سامانِ غنیمت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح کو ملے گا اور ان دونوں کا نام مُعَاذ تھا۔ مُعَاذ بن عَفْراء اور مُعَاذ بن عَمْرِو بن جَمُوح۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

ابوجہل کو قتل کرنے والے

ابوجہل کے قتل کے سلسلہ میں یہ وضاحت پہلے بھی ہو چکی ہے۔ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں کہ بعض روایات میں ہے کہ عَفراء کے دو بیٹوں مُعَوِّذ ؓ اور مُعَاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا اور بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حَجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ مُعَاذ بن عَمْرو اور مُعَاذ بن عَفْراء کے بعد مُعَوِّذ بن عَفْراء نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔ یہ بھی شرحِ بخاری فتح الباری میں لکھا ہے۔[377]

جنگ بدر اور عبدالرحمٰن بن عوف.........

اس واقعے کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ابوجہل جو مکہ کے تمام گھرانوں کا سردار اور کفار کی فوج کا کمانڈر تھا جب بدر کی جنگ کے موقعے پر وہ فوج کی ترتیب کر رہا تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عَوفؓ جیسا تجربہ کار جرنیل کہتا ہے کہ میں نے اپنے دائیں بائیں دو انصاری لڑکوں کو دیکھا جو پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا آج دل کی حسرتیں نکالنے کا موقع نہیں۔ بدقسمتی سے میرے ارد گرد ناتجربہ کار بچے اور وہ بھی انصاری بچے کھڑے ہیں جن کو جنگ سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ مَیں اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ دائیں طرف سے میرے پہلو میں کہنی لگی۔ مَیں نے سمجھا کہ دائیں طرف کا بچہ کچھ کہنا چاہتا ہے اور میں نے اس کی طرف اپنا منہ موڑا۔ اس نے کہا چچا ذرا جھک کر بات سنو۔ میں آپ کے کان میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں تا کہ میرا ساتھی اس بات کو سن نہ لے۔ وہ کہتے ہیں جب مَیں نے اپنا کان اس کی طرف جھکایا تو اس نے کہا چچا وہ ابوجہل کون سا ہے جو رسول کریم ﷺ کو اس قدر دکھ دیا کرتا تھا۔ چچا میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اس کو ماروں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابھی اس کی یہ بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ میرے بائیں پہلو میں کہنی لگی اور مَیں اپنے بائیں طرف کے بچہ کی طرف جھک گیا اور اس بائیں طرف والے بچہ نے بھی یہی کہا کہ چچا وہ ابوجہل کونسا ہے جو رسول کریم ﷺ کو اتنا دکھ دیا کرتا تھا؟ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آج اس کو ماروں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں باوجود تجربہ کار سپاہی ہونے کے میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ابوجہل جو فوج کا کمانڈر تھا، جو تجربہ کار سپاہیوں کے حلقہ میں کھڑا تھا اس کو میں مار سکتا ہوں۔ میں نے انگلی اٹھائی اور ایک ہی وقت میں ان دونوں لڑکوں کو بتایا کہ وہ سامنے جو شخص خود

پہنے زرہ میں چھپا ہوا کھڑا ہے جس کے سامنے مضبوط اور بہادر جرنیل ننگی تلواریں اپنے ہاتھوں میں لیے کھڑے ہیں وہ ابوجہل ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں ان کو بتاؤں کہ تمہارے جیسے ناتجربہ کار بچوں کے اختیار سے یہ بات باہر ہے مگر وہ، (عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ) میری وہ انگلی جو اشارہ کر رہی تھی ابھی نیچے نہیں جھکی تھی کہ جیسے باز چڑیا پر حملہ کرتا ہے اسی طرح وہ دونوں انصاری بچے کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل کی طرف دوڑنا شروع ہوئے۔ ابوجہل کے آگے عکرمہ اس کا بیٹا کھڑا تھا جو بڑا بہادر اور تجربہ کار جرنیل تھا مگر یہ انصاری بچے اس تیزی سے گئے کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ کس مقصد کے لیے یہ آگے بڑھے ہیں اور دیکھتے دیکھتے ابوجہل پر حملہ کرنے کے لیے کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے عین پہرہ داروں تک جا پہنچے۔ ننگی تلواریں اپنے ہاتھ میں لیے جو پہرے دار کھڑے تھے وہ وقت پر اپنی تلواریں بھی نیچے نہ لا سکے۔ صرف ایک پہرے دار کی تلوار نیچے جھک سکی اور ایک انصاری لڑکے کا بازو کٹ گیا مگر جن کو جان دینا آسان معلوم ہوتا تھا ان کے لیے بازو کا کٹنا کیا روک بن سکتا تھا۔ جس طرح پہاڑ پر سے پتھر گرتا ہے اسی طرح وہ دونوں لڑکے پہرہ داروں پر دباؤ ڈالتے ہوئے ابوجہل پر جا گرے اور جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی کفار کے کمانڈر کو جا گرایا۔

ابوجہل کے آخری سانس اور ایک اور ناکام حسرت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں جنگ کے آخری وقت میں وہاں پہنچا جہاں ابوجہل جان کندنی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا سناؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا مر رہا ہوں۔ پر حسرت سے مر رہا ہوں کیونکہ مرنا تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ دل کی حسرت نکالنے سے پہلے انصار کے دو چھوکروں نے مجھے مار گرایا۔ مکہ کے لوگ انصار کو بہت حقیر سمجھا کرتے تھے۔ اس لیے اس نے افسوس کے ساتھ اس کا ذکر کیا اور کہا یہی حسرت ہے جو اپنے دل میں لیے مر رہا ہوں کہ انصار کے دو چھوکروں نے مجھے مار ڈالا۔ پھر وہ ان سے کہنے لگا میں اس قدر شدید تکلیف میں ہوں۔ عبداللہ بن مسعود کو ابوجہل نے کہا کہ میں بڑی شدید تکلیف میں ہوں۔ کیا تم مجھ پر، میرے پر ایک احسان کرو گے۔ اگر تلوار کے ایک وار سے میرا خاتمہ کر دو مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا کہ جرنیل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی گردن لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کی یہ بات تو مان لی کہ مجھے قتل کر دو اور اس دکھ سے بچا لو مگر انہوں نے ٹھوڑی کے پاس سے اس کی گردن کو کاٹا۔ گویا مرتے وقت اس کی یہ حسرت بھی پوری نہ ہوئی کہ اس کی گردن لمبی کاٹی جائے۔[378]

حضرت مصلح موعودؓ نے قربانیوں کے ضمن میں یہ ذکر، یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ کس طرح بچوں میں بھی آنحضرت ﷺ سے عشق اور محبت تھی اور کس طرح آپؐ کے دشمن سے وہ بدلہ لینا چاہتے تھے۔ یہ واقعہ پہلے بھی ایک دو دفعہ بیان ہو چکا ہے[379] لیکن بہر حال یہ قربانیاں تھیں، یہ محبت تھی اور ان سب کا آنحضرت ﷺ سے یہ عشق تھا جس کی وجہ سے ان کو اپنی جانوں کی پروا نہیں تھی۔[380]

جنگ بدر میں امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے اُمَیَّہ بن خَلَف کے ساتھ پرانے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس کی بابت ایک تفصیلی واقعہ صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے جس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے امیہ بن خلف کو خط لکھا کہ وہ مکے میں میرے مال اور جائیداد کی حفاظت کرے اور مَیں اس کے مال و اسباب کی مدینہ میں حفاظت کروں گا۔ جب مَیں نے اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو امیہ نے کہا کہ مَیں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا۔ تم مجھے اپنا وہ نام بتاؤ، وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا۔ کہتے ہیں کہ اس پر مَیں نے اپنا نام عبدِ عمرو لکھا۔ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو مَیں ایک پہاڑی کی طرف نکل گیا جبکہ لوگ سو چکے تھے تا مَیں اس کی حفاظت کروں تو بلالؓ نے اسے کہیں دیکھ لیا چنانچہ حضرت بلالؓ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ کے کچھ لوگ ہمارے یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور امیہ بن خَلَف کے تعاقب میں نکلے کیونکہ یہ اس کو بچانے کے لیے نکلے تھے، پناہ میں لینے کے لیے نکلے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے۔ ہمیں پکڑ لیں گے اس لیے مَیں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں یعنی بیٹے کے ساتھ وہ مسلمان لوگ جو پیچھے آرہے تھے لڑائی میں مشغول ہو جائیں اور ہم ذرا آگے نکل جائیں۔ مَیں ان کو محفوظ جگہ پر لے جاؤں۔ چنانچہ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بیٹے کو ان لوگوں نے مار ڈالا۔ پھر کہتے ہیں کہ انہوں نے میرا داؤ کارگر نہ ہونے دیا اور ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھا اس لیے جلدی ادھر ادھر نہ ہو سکا۔ آخر جب انہوں نے ہمیں پا لیا تو مَیں نے اسے کہا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا۔ مَیں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک کی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم آ گیا۔[381]

تاریخ طبری میں اس کی مزید تفصیل یوں بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مکّے میں امیہ بن خلف میرا دوست تھا۔ اس وقت میرا نام عبد عمرو تھا۔ مکّہ ہی میں جب مَیں اسلام لایا تو میرا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ اس کے بعد وہیں جب کبھی وہ مجھ سے ملتا تو کہتا اے عبد عمرو! کیا تم اپنے باپ کے رکھے ہوئے نام سے اعراض کرتے ہو؟ مَیں کہتا ہاں۔ اس پر وہ کہتا مگر مَیں رحمٰن کو نہیں جانتا۔ مناسب یہ ہے کہ کوئی اَور نام تجویز کر و اس سے مَیں تمہیں مخاطب کروں گا کیونکہ اپنے سابق نام پر تم مجھے جواب نہیں دیتے اور جس بات سے مَیں ناواقف ہوں اس کے نام کے ساتھ مَیں تمہیں نہیں پکاروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ جب وہ مجھے 'اے عبد عمرو!' کہہ کر پکارتا تو مَیں اسے جواب نہیں دیتا تھا۔ مَیں نے کہا کہ اے ابو علی! اس کے متعلق تم جو چاہو مقرر کر دو۔ یہ جو ہے یہ پرانا نام ہے تو مَیں اس کا جواب نہیں دوں گا۔ اس نے کہا اچھا تمہارا نام عبدِالٰہ بہتر ہو گا۔ مَیں نے کہا اچھا۔ چنانچہ اس کے بعد جب مَیں اور وہ ملتے تو وہ مجھے عبدِالٰہ کے نام سے پکارتا۔ مَیں اسے جواب دیتا

اور اس سے باتیں کرتا یہاں تک کہ بدر کا دن آ گیا۔ مَیں امیہ کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنے بیٹے علی بن امیہ کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ میرے پاس کئی زرہیں تھیں جنہیں مَیں نے حاصل کیا تھا۔ مَیں ان کو لیے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر آواز دی کہ اے عبد عمرو! مَیں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اس نے کہا اے عبدِ الٰہ! مَیں نے کہا ہاں کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا کیا مَیں تمہارے لیے ان زِرہوں سے جن کو تم لیے جا رہے ہو زیادہ بہتر نہیں ہوں؟ مَیں نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو آ جاؤ۔ مَیں نے زِرہیں وہاں پھینک دیں یعنی اسے پناہ دینے کے لیے اور اس کا اور اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ کہنے لگا آج کے جیسا دن میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ جیسا کہ آج دن گزرا ہے مَیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ مَیں ان دونوں کو ساتھ لے کر چل دیا۔ مَیں باپ بیٹے کے بیچ میں ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ امیہ نے مجھ سے پوچھا کہ اے عبدِ الٰہ! تم میں وہ کون ہے جس کے سینے پر شتر مرغ کا پَر بطور نشان آویزاں تھا۔ **مَیں نے کہا وہ حمزہ بن عبد المطلبؓ ہے۔ اس نے کہا ہماری یہ حالت اسی کی بدولت ہے۔ یہ جو ہمارا بُرا حال ہوا ہے اس کی بدولت ہے۔** بہر حال کہتے ہیں مَیں ان کو لیے چلا جا رہا تھا کہ بلالؓ نے اسے میرے ہمراہ دیکھ لیا۔ یہ امیہ مکّے میں حضرت بلالؓ کو اذیتیں دیتا تھا تا کہ وہ اسلام ترک کر دیں۔ وہ ان کو مکے کی صاف چٹان پر جب وہ دھوپ سے خوب تپ جاتی لے جاتا اور اس پر ان کو پیٹھ کے بل لٹا دیتا۔ پھر ایک بڑے پتھر کے متعلق حکم دیتا جس پر وہ پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا اور پھر کہتا کہ جب تک تو محمدؐ کے دین کو ترک نہیں کرے گا تجھے سزا ملتی رہے گی مگر باوجود اس عذاب کے بلال یہی کہتے 'اَحَد، اَحَد'۔ یعنی وہ ایک ہے، وہ ایک ہے۔ اس لیے اب جب اس کی نظر اس پر پڑی یعنی حضرت بلالؓ کی امیہ پر جب نظر پڑی تو کہنے لگے کہ امیہ بن خَلَف کفر کا سرغنہ ہے۔ مَیں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اے بلال! یہ دونوں میرے قیدی ہیں۔ بلالؓ نے پھر کہا مَیں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے حضرت بلالؓ سے کہا اے ابن سَوداء! تم سنتے ہو۔ بلال نے پھر کہا میں نجات نہ پاؤں اگر یہ بچ جائے۔ پھر حضرت بلالؓ نے نہایت زور سے چلّا کر کہا اے اللہ کے انصار! یہ کفار کا سرغنہ امیہ بن خلف ہے۔ میں ہلاک ہو جاؤں اگر یہ بچ جائے۔ ان کی اس آواز پر لوگوں نے ہمیں ہر طرف سے گھیر لیا اور قید سا کر لیا۔ میں اسے بچانے لگا۔ ایک شخص نے اس کے بیٹے پر تلوار ماری اور وہ گر پڑا۔ اس وقت امیہ نے اس زور سے چیخ ماری کہ میں نے اس جیسی کبھی نہیں سنی۔ میں نے کہا بھاگ جاؤ مگر بھاگ نہیں سکتے۔ اللہ کی قسم! مَیں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا۔ اتنے میں حملہ آوروں نے ان دونوں پر اپنی تلواروں سے حملہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں کا کام تمام کر دیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بلالؓ پر رحم کرے۔ میری زرہیں بھی گئیں اور قیدی کو انہوں نے زبردستی مجھ سے چھین لیا۔[382]

غزوہ احد میں ثابت قدمی دکھانے والے

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جنگِ اُحُد میں بھی شامل ہوئے۔ غزوہ احد کے دن جب لوگوں کے

پاؤں اکھڑ گئے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔[383]

غزوۂ احد کے دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو اکیس زخم آئے اور پاؤں میں ایسا زخم آیا کہ آپؓ لنگڑا کر چلتے تھے اور سامنے کے دو دانت بھی شہید ہوئے۔[384]

سَرِیَّہ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ شعبان چھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی قیادت میں سات سو آدمیوں کو دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کی طرف بھیجا۔ **اپنے دست مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کا عمامہ ان کے سر پر باندھا جس کا شملہ ان کے کندھوں کے درمیان رکھا۔** پھر آپؐ نے فرمایا ابو محمد! مجھے دُوْمَۃُ الْجَنْدَل کی طرف سے تشویش ناک خبریں آ رہی ہیں۔ وہاں مدینے پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع ہو رہا ہے۔ تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ادھر روانہ ہو جاؤ۔ سات سو مجاہد تمہارے ساتھ جائیں گے۔

دُوْمَۃُ الْجَنْدَل پہنچ کر وہاں کے سردار اور اس کے قبیلہ کلب کو پہلے اسلام کی دعوت دینا لیکن اگر لڑائی کی نوبت آئے تو دیکھنا کسی کو دھوکا نہ دینا۔ خیانت اور بدعہدی نہ کرنا۔ بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا اور خدا کے باغیوں سے دنیا کو پاک کر دینا۔ ان احتیاطوں کے ساتھ پھر جنگ کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے دُوْمَہ پہنچ کر ان کو تین دن تک اسلام کی دعوت دی۔ وہ تین دن تک انکار کرتے رہے۔ پھر اَصْبَغْ بِنْ عَمْرو کَلْبِی جو عیسائی تھا اور ان کا سردار تھا اس نے اسلام قبول کیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا حال لکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس سردار کی بیٹی تُمَاضِرْ سے شادی کر لو۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اس سے شادی کی اور اس کے ہمراہ مدینہ واپس آئے۔ تُمَاضِرْ بعد میں اُمِّ اَبُو سَلَمَہ کہلائیں۔[385]

حضرت عمرؓ کا جنگ کے لئے نکلنا اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا یہ کہہ کر روکنے کی التجا کہ اگر آپ قتل ہو گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر مسلمان کبھی تکبیر نہیں پڑھ سکیں گے

عمر بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ چودہ ہجری میں جنگ جِسْر کے موقعے پر حضرت عمرؓ کو جب حضرت اَبُو عُبَیْد بن مسعودؓ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ یہ جو جنگِ جِسر ہے پہلے بھی یہ بیان ہو چکا ہے۔ فارسیوں کے ایک ہاتھی نے ان کو کچل دیا تھا۔ بہرحال جب اطلاع ملی اور معلوم ہوا کہ اہل فارس نے آلِ کسریٰ میں سے ایک شخص کو تلاش کر کے اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپؓ نے مہاجرین اور انصار کو دعوتِ جہاد دی اور مدینہ سے روانہ ہو کر صِرَار مقام پر قیام کیا۔ صرار مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ مدینے سے تین میل کے فاصلے پر عراق کے راستے پر واقع ایک جگہ ہے۔ بہرحال وہاں آپؓ نے قیام کیا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ اَعْوَص پہنچ جائیں۔ آپؓ نے مَیْمَنَہ یعنی فوج کا جو دایاں

بازو تھا اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اور مَیْسَرَہ جو فوج کا بایاں بازو تھا اس پر زُبیر بن عوامؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر کر آئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مشورہ کیا۔ سب نے آپؓ کو فارس جانے کا مشورہ دیا۔ یہ قافلہ جب روانہ ہوا تھا تو صِرار آنے تک حضرت عمرؓ نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا۔ یہاں پہنچ کر آپؓ نے مشورہ کیا۔ حضرت طلحہؓ واپس آئے تو وہ بھی ان لوگوں کے ہم خیال تھے۔ پہلے حضرت طلحہؓ وہاں نہیں تھے۔ جب واپس آئے تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے آگے جانا چاہیے۔ مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے آپؓ کو جانے سے روکا اور روکنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے **حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ آج سے پہلے میں نے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان نہیں کیا اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا کروں گا مگر آج کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں اس معاملے کا آخری فیصلہ آپؓ مجھ پر چھوڑ دیں۔ حضرت عمرؓ جو اس وقت خلیفہ تھے آپؓ نے ان کو یہ جواب دیا۔ آپؓ وہاں یعنی صِرار کے مقام پر رک جائیں اور ایک بڑے لشکر کو روانہ فرمادیں۔ شروع سے لے کر اب تک آپؓ دیکھ چکے ہیں کہ آپؓ کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ رہا ہے۔ اگر آپؓ کی فوج نے شکست کھائی تو وہ آپ کی شکست کی مانند نہ ہو گی۔ انہوں نے کہا، جو از پیش کیا کہ اگر ابتدا میں آپؓ قتل ہو گئے یا شکست کھا گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر مسلمان کبھی تکبیر نہیں پڑھ سکیں گے اور نہ ہی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دے سکیں گے۔** اس وقت جب یہ ساری باتیں ہو رہی تھیں تو حضرت عمرؓ کسی شخص کی تلاش میں تھے جس کو فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا جائے۔ اسی دوران ان کی خدمت میں، حضرت عمرؓ کی خدمت میں حضرت سعدؓ کا خط آیا۔ حضرت سعدؓ اس وقت نجد کے صدقات پر مامور تھے۔ حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی باتیں سن کے فرمایا اچھا پھر مجھے کوئی آدمی بتلاؤ کس کو بنایا جائے؟ کس کے سپرد کیا جائے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کہ آدمی تو آپ کو مل گیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کچھار کا شیر سعد بن مالکؓ۔ یعنی یہ بہت بہادر انسان ہے۔ بڑا اچھا کمانڈر ہے۔ اس کو کمانڈر بنا کے بھیجیں۔ باقی لوگوں نے بھی اس مشورے کی تائید کی۔ یہ بھی تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔[386]

آنحضرت ﷺ کا زمین اور جاگیر عطا فرمانا

آنحضرت ﷺ نے مدینے میں مختلف قبیلوں اور صحابہ کو رہائش کے لیے جگہ عطا کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے قبیلے کو مسجد نبویؐ کے عقب میں کھجوروں کے ایک جھنڈ میں رہائش کے لیے زمین عطا کی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عمرؓ کو بطور جاگیر بھی زمین عطا فرمائی۔ آلِ عمر سے یہ جاگیر پھر حضرت زبیرؓ نے خرید لی۔ حضرت عمرؓ کی اولاد سے پھر یہ جاگیر حضرت زبیرؓ نے خرید لی۔ حضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے وعدہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں کے ہاتھ پر

شام فتح کرے گا تو تمہارے لیے فلاں حصہ زمین ہو گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں جب ملکِ شام میں اسلام کو فتوحات ملیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ان کی زمین دی گئی۔ اس علاقے کا نام سَلِیْل تھا جہاں انہیں زمین دینے کا وعدہ دیا گیا تھا۔[387]

ایک بہت بڑا اعزاز اور سعادت

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو یہ سعادت بھی ملی کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ چنانچہ حضرت مُغِیرہؓ نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے فجر کی نماز سے پہلے تشریف لے گئے۔ میں نے آپؐ کے ساتھ پانی کا مشکیزہ اٹھایا۔ جب رسول اللہ ﷺ میری طرف واپس آئے جہاں میں فاصلے پہ کھڑا تھا تو میں مشکیزے سے آپؐ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا اور آپؐ نے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنا چہرۂ مبارک دھویا۔ پھر آپؐ اپنے بازوؤں کو اپنے جبے سے باہر نکالنے لگے لیکن جبہ کی آستینیں تنگ تھیں اس لیے اپنے ہاتھ جبے کے اندر داخل کیے اور اپنے بازوؤں کو جبے کے نیچے سے نکال کر کہنیوں تک دھوئے۔ پھر آپؐ نے اپنے موزوں پر مسح کر کے ان کو صاف کیا۔ پھر آگے چل پڑے۔ مغیرہؓ کہتے ہیں میں بھی آپؐ کے ساتھ آگے چلا یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو پایا کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو آگے کر چکے تھے اور وہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دو میں سے ایک رکعت پائی یعنی اس وقت تک فجر کی نماز کی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ دوسری رکعت تھی صف میں کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی۔ جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سلام پھیرا اور رسول اللہ ﷺ اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ دوسری رکعت جو رہ گئی تھی پوری کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو اس بات نے مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا کر دی اور بکثرت تسبیح کرنے لگے۔ جب نبی ﷺ نے اپنی نماز ختم کر لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے ٹھیک کیا یا یہ کہا کہ اچھا کیا۔ آپ ﷺ نے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کی وجہ سے ان پر رشک کا اظہار کیا کہ بہت اچھا کیا۔ حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ جب ہم پہنچے تھے تو اس وقت میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن کو پیچھے کر دوں مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا رہنے دو۔ ان کو نماز پڑھانے دو۔ **نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی اپنی زندگی میں امت کے کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز ضرور پڑھتا ہے۔**[388]

ایک اَور بڑا اعزاز آنحضرت ﷺ نے آپ کو بخشا۔ نہ صرف یہ کہا کہ بڑا اچھا ہے، نماز پڑھائی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ نبی کا، میرا تمہارے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی بھی تصدیق ہے کہ تم نیک آدمی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ظہر سے پہلے لمبی نماز پڑھا کرتے تھے یعنی نفل پڑھا کرتے تھے۔ جب اذان سنتے تو فوراً نماز کے لیے تشریف لے آتے۔[389]

ایک راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا عبد الرحمٰنؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں کہ 'اللہ! مجھے نفس کے بخل سے بچائیو۔'[390]

امیر الحجاج مقرر ہونا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ جس سال حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اس سال آپؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو امیر حج مقرر کیا تھا۔[391]

ابوسلمہ بن عبد الرحمٰنؓ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس جوؤں کی کثرت کی شکایت لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ مجھے اجازت فرمائیں گے کہ میں ریشمی لباس پہن لوں۔ اس وقت کسی وجہ سے جوئیں پیدا ہو گئیں۔ سر میں شاید پیدا ہو گئی ہوں گی۔ عام جو سادہ کاٹن کا لباس ہے اس میں ختم نہیں ہو رہی تھیں تو اس وقت آپؓ نے اجازت لی کہ ریشمی لباس پہن لوں۔ اس سے ذرا بچت ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کو اجازت عطا فرما دی کہ ٹھیک ہے پہن لیا کرو۔ جب آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکرؓ وفات پا گئے اور حضرت عمرؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اپنے بیٹے ابوسلمہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ ابوسلمہ نے ریشمی قمیض پہن رکھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کیا پہن رکھا ہے؟ پھر انہوں نے یعنی حضرت عمرؓ نے ابوسلمہ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر قمیض پھاڑ دی۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے مجھے اجازت عنایت فرمائی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے آپؓ کو اس لیے اجازت عطا فرمائی تھی کہ آپؓ نے ان کے حضور جوؤں کی شکایت کی تھی۔ یہ اجازت آپؓ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے۔[392]

سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ایک چادر پہنا کرتے تھے یا کسی وقت ایک چادر پہنی ہوئی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ سو درہم تھی۔[393]

یعنی ایسے حالات تھے کہ انتہائی قیمتی لباس بھی پہنتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل دیکھیں کہ جب ہجرت کی تو کچھ بھی پاس نہیں تھا لیکن اس کے بعد قیمتی ترین لباس بھی پہنا اور بے شمار جائیداد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا کر دی۔

حضرت ابو بکرؓ کا عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے مشورہ کرنا

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے مرض الموت کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ جب آپؓ نے اس کا ارادہ کیا تھا اس وقت حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ بتاؤ عمرؓ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اے خلیفۂ رسولؐ! وہ اَوروں کی بنسبت آپؓ کی رائے سے بھی افضل ہیں مگر ان کے مزاج میں ذرا شدّت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ شدّت

اس وجہ سے تھی کہ وہ مجھ کو نرم دیکھتے تھے۔ میں بہت نرم تھا اس لیے وہ ذرا شدّت دکھاتے تھے تاکہ معاملہ balanced رہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جب معاملہ ان کے سپرد ہوگا تو اس قسم کی اکثر باتیں وہ چھوڑ دیں گے۔ پھر اس میں شدّت نہیں دیکھو گے۔ پھر فرمایا اے ابو محمد! مَیں نے ان کو بغور دیکھا ہے کہ جس وقت کسی شخص پر کسی معاملے میں مَیں غضبناک ہوتا تھا یعنی حضرت ابوبکرؓ فرما رہے ہیں جب مجھے کسی بات پر غصہ آتا تھا تو عمر مجھ کو اسی پر راضی ہونے کا مشورہ دیتے تھے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کا مشورہ نرمی کا ہوتا تھا۔ اور جب کبھی میں کسی پر نرم ہوتا تھا تو مجھ کو اس پر سختی کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! یہ باتیں جو مَیں نے تم سے کہی ہیں تم ان کا کسی اَور سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا اچھا۔[394]

ان ابتدائی صحابہ کی قربانیاں بہت زیادہ تھیں ان کا مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا

فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ نے مختلف اطراف میں کچھ وفود بھیجے تو حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو جَذِیمہ کی طرف بھیجا۔ بنو جَذِیمہ نے جاہلیت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے والد عوف اور حضرت خالد کے چچا فاکہ بن مغیرہ کا قتل کیا تھا۔ حضرت خالد سے وہاں غلطی سے اس قبیلے کے ایک شخص کا قتل ہو گیا۔ حضور ﷺ کو اس امر کا علم ہوا تو آپؐ نے ناپسند کیا۔ آپؐ نے اس کی دیت بھی ادا کی اور جو کچھ حضرت خالدؓ نے ان سے لیا تھا اس کی قیمت ادا کر دی۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت خالدؓ کے اس فعل کا علم ہوا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت خالدؓ کو کہا کہ تم نے اس کو اس لیے قتل کیا کہ انہوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا تھا؟ حضرت خالدؓ نے جواب میں سختی سے کہا کہ انہوں نے تمہارے باپ کو بھی قتل کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مزید کہا تم جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے تو تم ان دنوں کو بہت لمبا کرنا چاہتے ہو یعنی ان سے تم بڑا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔ یعنی کہ تم ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہو اس لیے بڑا اعزاز سمجھتے ہو۔ اس وجہ سے مجھے یہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کو پہنچی کیونکہ حضرت خالدؓ نے ذرا غصے اور ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو جب یہ بات پہنچی تو **آپؐ نے فرمایا میرے اصحاب کو چھوڑ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو ان کے معمولی خرچ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ان لوگوں کا یہ بہت بڑا مقام ہے۔**[395]

ان ابتدائی صحابہ کی قربانیاں بہت زیادہ تھیں ان کا مقابلہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے متعلق فرمایا کہ **وہ مسلمانوں کے سرداروں کے سردار ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ عبدالرحمٰن آسمان میں بھی امین ہے اور زمین میں بھی امین ہے۔**[396]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایک دفعہ اتنے سخت بیمار ہوئے کہ غشی طاری ہو گئی۔ ان کی اہلیہ کے منہ سے چیخ نکل گئی یعنی کافی بُری حالت ہو گئی تو اس غم کی حالت میں ان کی چیخ نکلی۔ بہر حال جب ان کو اس کے بعد صحت میں بہتری بھی آ گئی۔ طبیعت میں جب ان کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے کہ مجھے جب غشی

طاری ہوئی تھی تو میرے پاس دو شخص آئے۔ اس وقت جو نظارہ میں نے دیکھا کہ اس حالت میں دو شخص آئے اور انہوں نے کہا چلو غالب امین ذات کے سامنے تمہارا فیصلہ کراتے ہیں۔ تو ان دونوں کو ایک شخص اَور ملا، ایک تیسرا شخص ملا اور کہنے لگا اسے مت لے جاؤ کیونکہ یہ ماں کے پیٹ سے ہی سعادت مند ہے۔ یہ نظارہ حضرت عبد الرحمٰنؓ نے اپنے بارے میں دیکھا۔[397]

نعمتوں کے زمانہ میں صحابہ اور نبی ﷺ کی یاد میں آنکھیں اشکبار ہو جانا

نَوْفَلِ بن اِیَاس ہُذَلِی کہتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عَوفؓ ہماری مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ بہترین ساتھی تھے۔ ایک دن وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے پاس ایک برتن لائے جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ پھر پتا نہیں کیا ہوا کہ رونے لگے۔ ہم نے پوچھا ابو محمد! آپؓ کیوں رو رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپ ﷺ اور آپؐ کے اہل خانہ جَو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یعنی جَو کی روٹی بھی پوری طرح نہیں ملتی تھی۔ پھر فرمایا کہ مَیں نہیں سمجھتا کہ جس چیز کے لیے ہمیں تاخیر ملی وہ ہمارے لیے بہتر ہو۔[398]

یعنی ہمیں جو اتنا عرصہ زندہ رہنے کا موقع ملا ہے یہ ہمارے لیے بہتر ہے یا کوئی ابتلا یا امتحان ہے۔ یہ تھے صحابہ کے جذبات۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کا خوف اور آنحضرت ﷺ اور آپ کے گھر والوں کے لیے جذبات کا اظہار۔ انہی جذبات کا صرف آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان سے تعلق نہیں تھا بلکہ صحابہ کے لیے بھی اس مثالی محبت کا یہ اظہار ہوتا تھا جو آپس میں صحابہ کو ایک دوسرے سے تھی۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے پاس ایک روز افطاری کے وقت کھانا لایا گیا۔ انواع و اقسام کے کھانے جب دستر خوان کی زینت بنے تو حضرت عبد الرحمٰنؓ نے ایک لقمہ اٹھایا۔ مختلف قسم کے کھانے آئے اور ایک لقمہ اس میں سے آپؓ نے کھانے کے لیے اٹھایا۔ جب لقمہ منہ میں ڈالا تو رقت طاری ہو گئی اور یہ کہہ کر کھانے سے ہاتھ اٹھا لیے کہ مصعب بن عُمیرؓ احد میں شہید ہوئے۔ وہ ہم سے بہتر تھے۔ ان کی چادر کا ہی کفن پہنایا گیا۔ یعنی کفن کے لیے کپڑا نہیں تھا تو جو چادر انہوں نے اوڑھی ہوئی تھی اسی کا کفن پہنایا گیا اور اس کفن کی کیا حالت تھی؟ اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن کہنے لگے کہ حمزہؓ شہید ہوئے۔ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے لیکن ہمیں مالی فراخی اور دنیاوی آسائش عطا کی گئی اور ہمیں اس سے حصہ وافر ملا۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلد اس دنیا میں مل گیا۔ **اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ یہ خوف تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خشیت تھی۔**[399]

اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت کا عالَم

امّ المومنین حضرت امّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ آئے اور کہا کہ اے میری ماں! مجھے اندیشہ ہے کہ مال کی کثرت مجھے ہلاک نہ کر دے کیونکہ میں قریش میں

سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ انہوں نے جواب دیا بیٹا خرچ کرو یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو کوئی ہلاکت کا سوال نہیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض ساتھی ایسے بھی ہوں گے کہ میری ان سے جدائی کے بعد وہ دوبارہ مجھے کبھی نہیں دیکھ سکیں گے یعنی بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ اس مقام پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جب باہر نکلے تو راستے میں حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات بتائی تو حضرت عمرؓ خود حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتایئے کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ یہ جو آپؓ نے بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے نہیں ملیں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ نہیں دیکھ سکیں گے مَیں ان میں سے ہوں؟ حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا نہیں حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ نہیں آپؓ ان میں سے نہیں ہیں لیکن آپؓ کے بعد میں کسی کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکیں گے یا نہیں۔[400]

یعنی کسی کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ آپؐ کو ضرور دیکھیں گے لیکن یہ بھی واضح ہو جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو ان لوگوں میں سے ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے جن کو جنت کی بشارت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی لیکن پھر بھی ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت اتنی تھی کہ ہر وقت فکر میں رہتے تھے اور حضرت ام سلمہؓ کی یہ بات سن کے بھی آپؓ نے فوراً بہت زیادہ صدقہ وخیرات کی۔

طاعون عمواس اور حضرت عمرؓ کی مشاورت

ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ شام کی طرف نکلے یہاں تک کہ وہ سَرْغ مقام پر پہنچے۔ سَرْغ جو ہے وہ شام اور حجاز کے سرحدی علاقے میں واقع وادیٔ تبوک کی ایک بستی کا نام ہے جو مدینے سے تیرہ راتوں کی مسافت پر ہے۔ یعنی اس وقت جو سواریوں کا انتظام تھا ان کے ساتھ تیرہ راتیں مسلسل چلتے رہیں تو اس کی اتنی مسافت تھی۔ وہاں پہنچے تو آپؓ کی ملاقات فوجوں کے کمانڈر حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرّاحؓ اور ان کے ساتھیوں سے ہوئی۔ یہ واقعہ اٹھارہ ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں شام کی فتوحات کے بعد کا ہے۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے پاس مشورے کے لیے اولین مہاجرین کو بلاؤ۔ شروع کے جو مہاجرین ہیں ان کو بلاؤ۔ وہ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا مگر مہاجرین میں اختلاف رائے ہو گئی۔ بعض کا کہنا تھا کہ اس معاملے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے یعنی سفر جاری رکھنا چاہیے جبکہ بعض نے کہا کہ اس لشکر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام شامل ہیں اور ان کو اس وبا میں ڈالنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین کو بھجوا دیا اور پھر انصار کو مشورے کے لیے بلایا۔ ان سے مشورہ لیا مگر

انصار کی رائے میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف ہو گیا۔ کچھ نے کہا واپس چلے جائیں اور کچھ نے کہا آگے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے انصار کو بھجوایا اور پھر فرمایا: قریش کے بوڑھے لوگوں کو بلاؤ۔ قریش کے اُن بوڑھے لوگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کر کے مدینہ آئے تھے۔ ان کو بلایا گیا انہوں نے یک زبان ہو کر مشورہ دیا کہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر واپس لوٹ چلیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔ وہاں وبا پھوٹی ہوئی ہے وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور وبائی علاقے میں لوگوں کو نہ لے کر جائیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کا مشورہ مان کے لوگوں میں واپسی کا اعلان کروا دیا۔

کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے.........

حضرت ابوعُبیدہ بن جَرّاحؓ نے اس موقع پر سوال کیا ’کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ممکن ہے؟‘ آپؓ اس وبا کے ڈر سے واپس جا رہے ہیں تو یہ تو اللہ کی تقدیر ہے، بیماری پھیلی ہوئی ہے کیا آپؓ اس سے فرار ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اَور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی ایک تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی ایک دوسری تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے آگے ان کو اس کی مثال دی کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کیا ہے۔ مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کو لے کر ایسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں۔ ایک سرسبز ہو اور دوسرا خشک تو کیا ایسا نہیں کہ اگر تم اپنے اونٹوں کو سرسبز جگہ پر چراؤ تو وہ اللہ کی تقدیر سے ہے اور اگر تم ان کو خشک جگہ پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہی ہے۔ اب اللہ کی تقدیر نے تمہارے اوپر دو آپشن دے دیے ہیں ایک سبز چراگاہ ہے ایک جہاں بالکل خشک جگہ ہے، بنجر ہے، اکا دکا جھاڑیاں ہیں یا تھوڑا بہت گھاس ہے۔ اب تم کہہ دو کہ یہ سبزہ اپنی تقدیر سے اگا ہے اور یہ جو خشکی ہے وہ کسی اور تقدیر سے ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی تقدیریں ہیں۔ اب تم نے فیصلہ کرنا ہے۔ کون سی بہتر آپشن لینی ہے۔ ظاہر ہے تم سرسبز جگہ پر چراؤ گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ان کو یہ باتیں کہیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی آ گئے جو پہلے اپنی کسی مصروفیت کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ میرے پاس اس مسئلے کا علم ہے۔ **حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا آپ لوگوں سے مشورہ لے رہے ہیں میں بتاتا ہوں مجھے اس کا علم ہے۔** میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں کوئی وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر کوئی مرض کسی ایسی جگہ پر پھوٹ پڑے جہاں تم رہتے ہو تو وہاں سے فرار ہوتے ہوئے باہر مت نکلو۔ جہاں وبا پھوٹ پڑی ہے وہاں جانا نہیں اور جس علاقے میں رہتے ہو وہاں وبا ہے تو پھر وہاں سے اس وقت باہر نہ نکلو اور اپنے آپ کو وہیں رکھو تا کہ وہ مرض اور وبا جو ہے وہ باہر دوسرے لوگوں میں نہ پھیلے۔

آج کل لاک ڈاؤن میں دنیا اس پر جو عمل کر رہی ہے جنہوں نے وقت پہ کیا وہاں کافی حد تک اس کو محدود کر لیا۔ بیماری کو contain کر لیا۔ جہاں نہیں کر سکے اور لاپروائی کی وہاں یہ پھیلتی جا رہی ہے۔

بہر حال یہ بنیادی نکتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں اپنے صحابہ کو بتا دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور واپس لَوٹ گئے۔[401]

خلافت کے لئے کمیٹی کا تقرر

حضرت مِسْوَر بن مَخْرَمَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب صحیح حالت میں تھے تو آپ سے درخواست کی جاتی کہ آپؓ کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیں لیکن آپؓ انکار فرماتے۔ پھر ایک روز آپؓ منبر پر تشریف لائے اور چند باتیں کہیں اور فرمایا: اگر میں مر جاؤں تو تمہارا معاملہ ان چھ افراد کے ذمے ہو گا جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں چھوڑا ہے جبکہ آپؐ ان سب سے راضی تھے۔ حضرت علی بن ابو طالبؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت زُبیر بن العوامؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عُبَیداللہؓ اور آپؓ کے نظیر حضرت سعد بن مالکؓ۔ فرمایا خبر دار! مَیں تم سب کو فیصلہ کرنے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور تقسیم میں انصاف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ ابو جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے شوریٰ کے اراکین سے کہا کہ اپنے معاملے میں آپس میں مشورہ کرو پھر اگر دو دو ہوں تو پھر دوبارہ مشورہ کرو اور اگر چار اور دو ہوں تو اکثریت کی تعداد کو اختیار کرو۔ زید بن اسلم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ **حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تین اور تین کی رائے متفق ہو جائے تو جس طرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہوں گے اس طرف کے لوگوں کی سنو اور اطاعت کرو۔**

عبد الرحمٰن بن سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ زخمی ہوئے تو آپؓ نے فرمایا: صہیبؓ تم لوگوں کو نماز پڑھائیں گے یعنی حضرت صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور یہ بات آپؓ نے تین مرتبہ کہی۔ اپنے اس معاملے میں مشاورت کرو اور یہ معاملہ ان چھ افراد کے سپرد ہے۔ جو شخص تمہارے حکم میں تردّد کرے یعنی جو تمہاری مخالفت کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ اگلا حکم جو ہے جب ضرورت پڑے، جب انتخاب خلافت ہو تو ان چھ افراد پر ہو گا۔ اس وقت تک حضرت صہیبؓ جو ہیں وہ امامت کرواتے رہیں گے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے کچھ گھڑی قبل حضرت ابو طلحہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا اے ابو طلحہؓ! تم اپنی قوم انصار میں سے پچاس افراد کو لے کر ان اصحابِ شوریٰ کے پاس چلے جاؤ اور انہیں تین دن تک نہ چھوڑنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے کسی کو امیر نہ منتخب کر لیں۔ اے اللہ! تُو ان پر میرا خلیفہ ہے۔

انتخاب خلافت حضرت عثمانؓ

اسحاق بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچھ دیر حضرت عمرؓ کی قبر پر رکے۔ پھر اس کے بعد اصحابِ شوریٰ کے ساتھ رہے۔ پھر جب ان اصحابِ شوریٰ نے اپنا معاملہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد کر دیا کہ وہ اختیار رکھتے ہیں کہ جس کو بھی امیر مقرر کر دیں تو

حضرت ابو طلحہؓ اپنے ساتھیوں سمیت اس وقت تک حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے گھر کے دروازے پر رہے جب تک کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت نہ کی گئی۔

حضرت سلمہ بن ابو سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے۔ حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام عمر بن عَمِیْرَہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ پھر اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کی۔ [402]

بخاری کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمرؓ نماز کے شروع میں ہی جب آپ نے اللہ اکبر کہا اور پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے قاتلانہ حملہ ہوا تو اس وقت زخمی حالت میں حضرت عمرؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے لیے آگے کر دیا، وہ قریب تھے اور اس وقت حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے مختصر نماز پڑھائی۔ [403]

حضرت مصلح موعودؓ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے انتخاب کے موقع پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا کردار بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ پہلے دو روایتیں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک جگہ صرف یہ اختلاف ہے۔ باقی تو وہی باتیں ہیں۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب زخمی ہوئے اور آپؓ نے محسوس کیا کہ اب آپؓ کا آخری وقت قریب ہے تو آپؓ نے چھ آدمیوں کے متعلق وصیت کی کہ وہ اپنے میں سے ایک کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ وہ چھ آدمی یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی آپؓ نے اس مشورے میں شریک کرنے کے لیے مقرر فرمایا مگر خلافت کا حقدار قرار نہ دیا اور وصیت کی کہ یہ سب لوگ تین دن میں فیصلہ کریں اور تین دن کے لیے حضرت صہیبؓ کو امام الصلوٰۃ مقرر کیا اور مشورہ کی نگرانی مِقداد بن اسودؓ کے سپرد کی اور انہیں ہدایت کی کہ وہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے فیصلہ کرنے پر مجبور کریں اور خود تلوار لے کر دروازے پر پہرہ دیتے رہیں۔

پچھلی روایتوں میں حضرت طلحہؓ کا ذکر آرہا ہے لیکن آپؓ نے مختلف جگہ سے اپنا جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مقداد بن اسود کے سپرد پہرہ کیا گیا تھا جب تک انتخاب خلافت ہو رہا ہے اور فرمایا کہ جس پر کثرت رائے سے اتفاق ہو سب لوگ اس کی بیعت کریں اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دو لیکن اگر دونوں طرف تین تین ہو جائیں تو عبد اللہ بن عمرؓ ان میں سے جس کو تجویز کریں وہ خلیفہ ہو۔ اگر اس فیصلے پر راضی نہ ہوں تو جس طرف حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہوں وہ خلیفہ ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ کے مطابق حضرت طلحہؓ اس وقت مدینہ میں نہیں تھے۔ اس لیے پانچ افراد تھے۔ پانچوں اصحاب نے مشورہ کیا مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ آخر پانچ افراد نے مشورہ کیا۔ حضرت طلحہؓ کے علاوہ جو باقی پانچ افراد تھے انہوں نے مشورہ کیا۔ کوئی نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ بہت لمبی بحث کے بعد حضرت عبد الرحمٰن

بن عوفؓ نے کہا اچھا جو شخص اپنا نام واپس لینا چاہتا ہے وہ بولے۔ جب سب خاموش رہے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں اپنا نام واپس لیتا ہوں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے کہا۔ پھر باقی دو نے۔ حضرت علیؓ خاموش رہے۔ آخر انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے عہد لیا کہ وہ فیصلہ کرنے میں کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ انہوں نے عہد کیا اور سب کام ان کے سپرد ہو گیا۔ یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جو بھی فیصلہ کریں گے۔ کوئی رعایت نہیں، طرف داری نہیں ہو گی۔ جب عہد ہو گیا تو سارا کام حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سپرد ہو گیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ تین دن مدینے کے ہر گھر گئے اور مردوں اور عورتوں سے پوچھا کہ ان کی رائے کس شخص کی خلافت کے حق میں ہے۔ سب نے یہی کہا کہ انہیں حضرت عثمانؓ کی خلافت منظور ہے چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حق میں اپنا فیصلہ دے دیا اور وہ خلیفہ ہو گئے۔[404]

خدا کی راہ میں خرچ اور سخاوت

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی سخاوت بھی مشہور تھی اور مالی قربانیاں بھی انہوں نے بہت کیں۔ اس حوالہ سے آج اکثر حوالے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے **وصیت کی تھی کہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے ہر ایک کو چار سو دینار ان کے ترکہ میں سے دیے جائیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اس وقت ان اصحاب کی تعداد سو تھی۔**[405]

رسول کریم ﷺ نے جب صحابہ کرامؓ کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ ﷺ نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال اور سواری مہیا کرنے کی تحریک بھی فرمائی۔ اس پر سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ آئے اور اپنے گھر کا سارا مال لے آئے جو کہ چار ہزار درہم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے تو انہوں نے عرض کیا نصف چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اَوقیہ دیے۔ ایک اَوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یعنی تقریباً چار ہزار درہم۔ **آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان بن عفانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔**[406]

حضرت ام بکر بنت مِسْوَرؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ سے ایک زمین چالیس ہزار دینار کے عوض خریدی اور بنو زُھْرَہ کے غرباء اور ضرورت مندوں اور امہات المومنین میں تقسیم فرما دی۔ مِسْوَر بن مَخْرَمہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو

اس زمین میں سے ان کا حصہ دیا تو حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد تم سے حسن سلوک وہی کرے گا جو نہایت درجہ صبر کرنے والا ہو گا۔ پھر آپؓ نے دعا دی کہ اے اللہ! عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو جنت کے چشمہ سلسبیل کا مشروب پلا۔[407]

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا میرے بعد میرے اہل خانہ کی خبر گیری کرنے والا شخص سچا اور نیکوکار ہی ہو گا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ امہات المومنینؓ کو ان کی سواریوں سمیت لے کر نکلتے۔ انہیں حج کراتے اور ان کے کجاووں پر پردے ڈالتے اور پڑاؤ کے لیے ایسی گھاٹیاں منتخب کرتے جن میں گزرگاہ نہ ہوتی تاکہ بے پردگی نہ ہو اور آزادی سے وہ پڑاؤ کر سکیں۔[408]

سات سو اونٹوں پر مشتمل اناج اور غلہ کا قافلہ خدا کی راہ میں

ایک بار مدینے میں اجناس خوردنی کا قحط تھا۔ اسی اثنا میں شام سے سات سو اونٹوں پر مشتمل گندم، آٹا اور خوردنی اشیاء کا قافلہ مدینہ آیا جس سے مدینے میں ہر طرف شور مچ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا سات سو اونٹوں کا قافلہ آیا ہے جس پر گندم آٹا اور کھانے کی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے سنا ہے، آپؐ فرماتے تھے کہ عبدالرحمٰنؓ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہو گا۔

امّ المومنین حضرت عائشہؓ کی یہ روایت جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پہنچی تو وہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے ماں! مَیں آپؓ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ یہ سارا غلہ اور خوردنی اشیاء اور یہ سب باردانہ اور اونٹوں کے پالان تک میں نے راہِ خدا میں دے دیے تاکہ میں چل کر جنت میں جاؤں۔[409]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے انفاق فی سبیل اللہ کے بیشتر واقعات صحابہ کے حالات مدوّن کرنے والوں نے جمع کیے ہیں۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔ ایک بار انہوں نے ایک دن میں تیس غلام آزاد کیے۔[410]

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو کچھ روپے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض مانگا۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپؓ مجھ سے ہی کیوں مانگتے ہیں۔ آپؓ بیت المال سے بھی قرض لے سکتے ہیں اور عثمانؓ یا کسی اَور صاحبِ استطاعت سے بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ شاید بیت المال کو رقم واپس کرنا بھول جاؤں اور کسی دوسرے سے لوں تو شاید وہ لحاظ یا کسی اَور وجہ سے مجھ سے رقم کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے اور مَیں بھول جاؤں لیکن تم اپنی رقم مجھ سے مانگ کر بھی ضرور واپس لے لو گے۔[411] آپس میں بے تکلفی کی یہ حالت تھی اور جب ان کو ضرورت ہوتی تو وہ لے بھی لیا کرتے تھے، لے سکتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا اے ابنِ عوف! تم جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہوگے کیونکہ مالدار ہو۔ پس راہ خدا میں خرچ کرو تاکہ اپنے قدموں پر چل کر جنت میں داخل ہو سکو۔ یہ جو حضرت عائشہ والی پہلی روایت ہے اس سے بھی یہ ملتی جلتی روایت ہے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! راہِ خدا میں کیا خرچ کروں؟ فرمایا جو موجود ہے خرچ کرو۔ عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا سارا؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ یہ ارادہ کر کے نکلے کہ سارا مال راہ خدا میں دے دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا کہ تمہارے جانے کے بعد جبرئیل آئے۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن کو کہو کہ مہمان نوازی کرے۔ مسکین کو کھانا کھلائے۔ سوالی کو دے اور دوسروں کی نسبت رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کا مال پاک ہو جائے گا۔[412]

اور پاک مال، اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسا خرچ کیا ہوا مال جو ہے اس سے پھر گھٹنوں کے بل نہیں بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ پاؤں پہ کھڑے ہو کے جنت میں جاؤ گے۔ نتیجہ آگے یہی نکلتا ہے۔ ایک بار اپنا آدھا مال جو چار ہزار درہم تھا راہ خدا میں دے دیا۔ پھر ایک مرتبہ چالیس ہزار درہم۔ پھر ایک بار چالیس ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ دیا۔ ایک دفعہ پانچ صد گھوڑے راہ خدا میں وقف کیے۔ پھر دوسری دفعہ پانچ سو اونٹ راہ خدا میں دیے۔[413]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے ابو سَلَمہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ابا نے امہات المومنینؓ کے حق میں ایک باغیچے کی وصیت فرمائی۔ اس باغیچے کی قیمت چار لاکھ درہم تھی۔[414]

ترکے میں اتنا سونا چھوڑا جو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے راہِ خدا میں دینے کے لیے پچاس ہزار دینار کی وصیت کی تھی۔ ترکے میں ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں، سو گھوڑے تھے جو بقیع میں چرتے تھے۔ جُرُف جو مدینے سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے جہاں حضرت عمرؓ کی کچھ جائیداد تھی۔ اس مقام پر بیس پانی کھینچنے والے اونٹوں سے آپ زراعت کرتے تھے اور اسی سے گھر والوں کے لیے سال بھر کا غلہ مل جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ترکے میں اتنا سونا چھوڑا جو کلہاڑیوں سے کاٹا گیا یہاں تک کہ لوگوں کے ہاتھوں میں اس سے چھالے پڑ گئے۔[415]

وفات اور جنت البقیع میں تدفین

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال اکتیس ہجری میں ہوا۔ بعض کے نزدیک بتیس ہجری میں ہوا۔ بہتر 72 برس زندہ رہے۔ بعض کے نزدیک اٹھہتر برس اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک قول کے مطابق حضرت زبیر بن العوامؓ نے جنازہ پڑھایا۔[416]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وفات پر چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر حضرت سعد بن مالکؓ نے کہا۔ وَا جَبَلَاہ۔ کہ ہائے افسوس پہاڑ جیسی شخصیت اٹھ گئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ابنِ عوف اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ انہوں نے دنیا کے چشمے سے صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ابنِ عوف نے اچھا زمانہ پایا اور بُرے وقت سے پہلے چلے گئے۔[417]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اپنے پسماندگان میں تین بیویاں چھوڑیں۔ ہر ایک بیوی کو اس کے آٹھویں حصے میں سے اسّی اسّی ہزار درہم دیے گئے جبکہ ایک دوسری روایت میں آپ کی چار بیویاں تھیں اور ہر ایک کے حصے میں اسّی ہزار درہم آئے۔[418]

(218)

حضرت عبد اللہ بن زید بن ثعلبہؓ

وہ صحابی ہیں جن کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے گئے

نام و نسب و کنیت

حضرت عبد اللہ بن زید بن ثعلبہؓ۔ آپؓ کو عبد اللہ بن زید انصاری کہا جاتا ہے۔ آپؓ کی کنیت ابو محمد تھی۔ والد کا نام حضرت زید بن ثعلبہ تھا اور یہ بھی صحابی تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو جُشَم سے تھا۔

بیعت عقبہ میں شامل

آپؓ بیعت عقبہ میں ستر انصار کے ساتھ شامل ہوئے اور غزوۂ بدر اور احد اور خندق اور دیگر غزوات میں آنحضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔ فتح مکہ کے وقت بنو حارث بن خزرج کا جھنڈا آپؓ کے پاس تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اسلام لانے سے قبل عربی لکھنا جانتے تھے جبکہ اس زمانے میں عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ بہت کم لوگ ہوتے تھے جو لکھنا جانتے ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی اولاد مدینہ میں قیام پذیر رہی۔ آپؓ کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا جو آپؓ کی بیوی سَعْدَۃ بنتِ کُلَیب سے پیدا ہوئے اور ایک بیٹی ام حُمَیْد تھیں جن کی والدہ اہل یمن سے تھیں۔ آپؓ کے بھائی حُرَیْث بن زید تھے جو بدری صحابی تھے۔[419]

اور آپؓ کی ایک بہن کا نام قُرَیْبَہ بنت زَیدؓ تھا وہ بھی صحابیہ تھیں۔[420]

اذان کے الفاظ خواب میں بتائے گئے

حضرت عبد اللہ بن زیدؓ وہ صحابی ہیں جن کو خواب میں اذان کے الفاظ بتائے گئے اور آنحضور ﷺ کو اس کے متعلق آگاہ کیا جس پر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ ان الفاظ میں اذان دیں جو حضرت عبد اللہ نے خواب میں دیکھے تھے۔

یہ واقعہ حضور ﷺ کے مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد سنہ ایک ہجری کا ہے۔[421]

اس کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت ابو عُمَیر بن انس انصاریؓ (انصار میں سے تھے) اپنے چچوں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے سوچا کہ نماز کے لیے لوگوں کو کیسے جمع کیا جائے؟ آپؐ کو عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے۔ جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو اطلاع کر دیں گے مگر آپ ﷺ کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ سے نرسنگا کا ذکر کیا گیا یعنی یہود کے بلانے کے طریق سے جو بلند آواز سے blow کیا جاتا ہے۔ آپؐ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا کہ یہ یہود کا طریق ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپؐ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ نصاریٰ کا طریق ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زید واپس گئے اور رسول اللہ ﷺ کی فکر کی وجہ سے فکر مند تھے۔ دعا کی تو کہتے ہیں ان کو خواب میں اذان دکھائی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اے بندۂ خدا! تو اس ناقوس کو بیچے گا۔ اس نے کہا تو اس سے کیا کرے گا؟ میں نے کہا کہ ہم اس کے ذریعہ سے نماز کے لیے بلائیں گے۔ اس نے کہا تو کیا میں تمہیں وہ بات بتا دوں جو اس سے بہتر ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ اس نے کہا پھر کہو اور اذان کے الفاظ دہرائے کہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اس کا ترجمہ بھی بچوں کے لیے اور نو مسلموں کے لیے پڑھ دیتا ہوں، فائدہ مند ہوتا ہے۔ اذان ہم روز سنتے ہیں لیکن پھر بھی بعضوں کو میں نے دیکھا ہے ترجمہ نہیں آتا۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ چار دفعہ کہنا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ یہ دو دفعہ کہنا ہے۔ پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ بھی دو دفعہ ہے۔ پھر نماز کی طرف آؤ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ۔ نماز کی طرف آؤ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ پھر دو دفعہ کہنا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ یہ الفاظ دوہرانے کے بعد وہ شخص مجھ سے تھوڑا سا پیچھے ہٹا اور پھر کہا کہ جب تم نماز

کھڑی کرو تو یہ کہا کرو۔ پھر تکبیر کے الفاظ دوہرائے کہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

اس میں دو ہی الفاظ اذان سے زائد ہیں۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ہے کہ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ نماز کھڑی ہو گئی ہے۔ اور پھر وہی اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

پھر کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو میں نے دیکھا تھا بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ چاہے تو یہ سچی خواب ہے۔ تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو تم نے دیکھا تھا وہ بتاتے جاؤ۔ وہ ان الفاظ کے ساتھ اذان دے دے چونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ پس میں بلال کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں ان کو بتاتا جاتا تھا اور وہ اس کے مطابق اذان دیتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ اذان سنی تو وہ اپنے گھر میں تھے۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور کہہ رہے تھے کہ اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ یا رسول اللہ بھیجا ہے! میں نے وہی دیکھا جو اس نے دیکھا ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔[422]

ایک دوسری روایت میں اس جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے پس یہی بات پختہ ہے۔[423]

اذان کی ابتداء

اس کی تفصیل میں سیرت خاتم النبیین میں، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخوں سے لے کے بعض باتیں زائد بیان فرمائی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ:

"ابھی تک نماز کے لیے اعلان یا اذان وغیرہ کا انتظام نہیں تھا تو صحابہ عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ صورت کوئی قابل اطمینان نہیں تھی۔ مسجد نبویؐ کے تیار ہو جانے پر یہ سوال زیادہ محسوس طور پر پیدا ہوا کہ کس طرح مسلمانوں کو وقت پر جمع کیا جائے۔ کسی صحابی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس کی رائے دی۔ کسی نے یہود کی مثال میں بوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ کہا۔ مگر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جائے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا (اذان سے پہلے حضرت عمرؓ کی ایک یہ رائے تھی) حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد جب نماز کا وقت آتا تھا بلالؓ بلند آواز سے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ بلکہ اگر نماز کے علاوہ بھی کسی غرض کے لیے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنا ہوتا تو یہی آواز دی جاتی، یہی اعلان کیا جاتا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد، (پھر آگے ان کا وہی قصہ ہے کہ) ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن زید انصاریؓ کو خواب میں موجود اذان کے الفاظ سکھائے گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس خواب کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو اذان کے طور پر یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبد اللہ کو حکم دیا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھا دیں۔

لکھتے ہیں کہ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جب بلالؓ نے ان الفاظ میں پہلی دفعہ اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے اذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔[424]

سارا مال صدقہ کر دیا

بشیر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ جنہیں اذان رؤیا میں دکھائی گئی تھی انہوں نے اپنا وہ مال صدقہ کیا جس کے علاوہؓ کے پاس کچھ اور نہیں تھا۔ سارا مال صدقہ کر دیا۔ آپؓ اور آپؓ کا بیٹا اس کے ذریعہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہی ان کا ذریعۂ معاش تھا۔ پس جو بھی جائیداد تھی آپؓ نے اسے رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ جب انہوں نے یہ مال سپرد کر دیا تو اس پر ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! عبد اللہ بن زیدؓ نے اپنا مال صدقہ کیا ہے اور وہ اس کے ذریعہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو بلا کر فرمایا کہ یقیناً اللہ نے تجھ سے تیرا صدقہ قبول کر لیا جو تو نے دیا۔ جو اللہ کے لیے چھوڑ دیا وہ اللہ نے قبول کر لیا۔ البتہ اس کو میراث کے طور پر اپنے والدین کو لوٹا دے۔ اب یہ میراث کے طور پر والدین کو واپس کر دے۔ تو بشیر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے اس کو وراثت میں پایا یعنی آگے پھر ان کے بچوں نے اس طرح اس میں سے حصہ لیا۔[425]

اپنے ناخن تبرک کے طور پر عطا فرمائے

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کو اپنے ناخن تبرک کے طور پر عطا فرمائے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کے بیٹے محمد نے بیان کیا کہ ان کے والد نبی ﷺ کے پاس حجۃ الوداع کے موقع پر منٰی کے میدان میں منحر یعنی قربان گاہ میں قربانی کے گوشت کے وقت حاضر تھے اور آپؐ کے ہمراہ انصار میں سے ایک اور شخص بھی تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے قربانیاں تقسیم کیں تو حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اور ان کے انصاری ساتھی کو کچھ نہ ملا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ایک کپڑے میں اپنے بال اتروائے اور انہیں لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

پھر آپؐ نے اپنے ناخن کٹوائے اور وہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اور ان کے انصاری ساتھی کو عطا کر دیے۔[426]

آنحضرت ﷺ سے محبت کا نرالا انداز

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم! یقیناً آپؐ مجھے میری ذات سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً آپؐ مجھے میرے اہل سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً آپؐ مجھے میری اولاد سے زیادہ محبوب ہیں۔ میں گھر میں تھا اور آپؐ کو یاد کر رہا تھا کہ مجھ سے صبر نہ ہوا یہاں تک کہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اب میں آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جب مجھے اپنی اور آپؐ کی موت یاد آئی تو میں نے جان لیا کہ جب آپؐ جنت میں داخل ہوں گے تو دیگر انبیاء کے ساتھ آپؐ کا رفع ہو گا اور میں ڈرا کہ جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو آپؐ کو وہاں نہ پاؤں گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ جبریل اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:70) کہ اور جو کوئی بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔[427]

آنحضرت ﷺ کی پیروی میں نبوت کا مقام

اس آیت کو ہم اس دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی سے غیر تشریعی نبوت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے اور آپؐ کی پیروی میں ایک شخص صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ بہر حال نبوت کا مقام چاہے وہ غیر تشریعی نبوت ہی ہو اور وہ آنحضرت ﷺ کی غلامی میں بھی ہے تو ایک بہت اعلیٰ مقام ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے دیتا ہے اور آنے والے مسیح موعود کے بارے میں خود آنحضرت ﷺ نے "نبی اللہ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔[428]

اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہم آنحضرت ﷺ کی غلامی میں تشریعی نبی مانتے ہیں اور اس سے آنحضرت ﷺ کے مقام ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ آپؐ کا مقام بڑھتا ہے کہ اب نبوت بھی صرف آپؐ کی غلامی میں مل سکتی ہے اور یہ معنی صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ پرانے بزرگوں نے بھی کیے ہیں۔ چنانچہ امام راغب نے بھی اس کے یہی معنے کیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر شرعی نبی آپؐ کی پیروی میں آسکتے ہیں۔[429]

بہر حال اس آیت کے ضمن میں یہ ذکر میں نے کر دیا تا کہ وضاحت بھی ہو جائے۔

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ مختلف کتب تفسیر میں یہ واقعہ آنحضور ﷺ کے غلام حضرت ثوبانؓ کے متعلق ملتا ہے جبکہ تفسیر یَنْبُوْعُ الْحَیَاۃ میں مقاتل بن سلیمان کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حضرت

عبد اللہ بن زید انصاریؓ تھے جنہوں نے رؤیا میں اذان دیکھی تھی۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات درست ہے تو ممکن ہے کہ دونوں نے نبی ﷺ سے ایسی بات کا ذکر کیا ہو اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہو اور یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ایسی بات نبی کریم ﷺ کے کئی ساتھیوں نے کی تھی۔[430]

آنحضرت ﷺ سے دوری میں زیادہ صبر نہیں کر سکتے تھے

پہلے بیان کردہ واقعات کے علاوہ تفاسیر میں حضرت ثوبان کا واقعہ اور الفاظ میں بھی بیان ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ثوبانؓ کو رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت تھی اور آپؐ سے دوری میں زیادہ صبر نہیں کر سکتے تھے۔ ایک روز جب وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا اور ان کے چہرے سے حزن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کس چیز کے باعث تمہارا رنگ بدلا ہوا ہے؟ حضرت ثوبانؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ! نہ تو مجھے کوئی مرض ہے اور نہ ہی کوئی بیماری ہے ماسوائے اس کے کہ میں آپؐ کو دیکھ نہ سکا۔ یعنی کچھ عرصے سے دیکھا نہیں تھا۔ اس لیے مجھ پر شدید وحشت طاری ہو گئی جب تک کہ آپؐ سے ملاقات نہ ہو گئی۔ اسی طرح جب مجھے آخرت کی یاد آئی تو مجھ پر خوف طاری ہوا کہ میں آپؐ کو نہ دیکھ سکوں گا کیونکہ آپؐ کا تو انبیاء کے ساتھ رفع کیا جائے گا اور اگر میں جنت میں چلا بھی گیا تو میرا مقام وہاں آپؐ کے مقام سے بہت ادنیٰ ہو گا اور اگر میں جنت میں نہ داخل ہو سکا تو پھر میں کبھی بھی آپؐ کو نہ دیکھ سکوں گا۔[431]

نبی ﷺ کی وفات پر کہنا کہ خدایا میری آنکھیں لے جا

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے۔ عبد اللہ بن زیدؓ کا پھر دوبارہ ذکر شروع ہوتا ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپؓ کا بیٹا آپ کے پاس آیا اور آپؓ کو خبر دی کہ نبی ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ اس پر آپؓ نے کہا کہ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ بَصَرِیْ حَتّٰی لَا اَرٰی بَعْدَ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدًا اَحَدًا۔ کہ اے اللہ! تو میری نظر کو لے جا یہاں تک کہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ پاؤں۔ اس کے بعد، شرح زرقانی میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؓ کی نظر جاتی رہی اور آپؓ نابینا ہو گئے۔[432]

ان کی وفات کے بارے میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن زیدؓ کی وفات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے غزوۂ احد کے وفات کا ذکر کیا ہے لیکن اکثر یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کی وفات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے غزوۂ احد کے بعد وفات کا ذکر کیا ہے لیکن اکثر یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زیدؓ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور آپؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری دور میں 32 ہجری میں مدینہ میں ہوئی تھی اور وہ جو نظر والا واقعہ ہے اس سے بھی اگر اس کو صحیح مانا جائے تو یہی لگتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی تھی جبکہ

اس وقت ان کی عمر 64 سال تھی۔ آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔[433]

219

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عبد اللہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام عَمرِو بن حَرَام اور والدہ کا نام رُبَاب بنتِ قَیس تھا۔[434]

حضرت عبد اللہ بن عمرو ہجرتِ نبوی سے تقریباً چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔[435]

یعنی ہجرت کے وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو ایک مشہور صحابی حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے والد تھے۔[436]

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ حضرت عَمرِو بن جَمُوح کے برادر نسبتی تھے۔[437]

بیعت عقبہ ثانیہ اور بارہ نقیبوں میں سے ایک

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے اور رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے۔

آپؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔

بعض کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن عمروؓ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلے شہید تھے۔[438]

قبول اسلام

ان کے ایمان لانے کا واقعہ اس طرح بیان ہوتا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے ایامِ تشریق یعنی ایام حج کے آخری تین دن جو گیارہ سے تیرہ ذوالحجہ تک ہے اس کے درمیانی دن عقبہ میں ملنے کا وعدہ کیا۔ عقبہ مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور وہ رات آ گئی جس کا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا تھا تو ہمارے ساتھ عبد اللہ بن عمرو بھی تھے جو ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور ہمارے شرفاء میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ساتھ لیا۔ ہم نے اپنے لوگوں میں سے مشرکین سے اپنا معاملہ چھپایا ہوا

تھا۔ ہم نے ان سے کہا اے ابوجابرؓ! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں۔ ان کی کنیت ابوجابر تھی اس لیے ان کو ابوجابر بھی کہتے تھے۔ تو کہتے ہیں ہم نے ان سے کہا کہ اے ابوجابر! آپ ہمارے سرداروں میں سے ایک ہیں اور ہمارے شرفاء میں سے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ آپ جہنم کا ایندھن بنیں۔ پس ہم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس عقبہ مقام میں جانے کی خبر دی۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور نقیب مقرر ہوئے۔[439]

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اور میرے والد اور میرے دو ماموں اصحابِ عَقَبہ میں سے ہیں۔ ابن عُیَیْنَہ ایک راوی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک حضرت بَرَاء بن مَعْرُورؓ ہیں۔[440]

بیعت عقبہ ثانیہ

عَقَبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النبیین' سے مَیں ایک صحابی کے ذکر میں بلکہ دو کے ذکر میں پہلے ایک تفصیل بیان کر چکا ہوں۔[441] یہاں تھوڑا سا حصہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بارے میں 'سیرت خاتم النبیین' میں جو لکھا گیا ہے اس میں جو حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے متعلقہ حصہ ہے، بیان کرتا ہوں۔

تیرہ نبوی کا جو مہینہ ہے ذی الحجہ، اس میں حج کے موقعے پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکے میں آئے۔ ان میں ستّر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لیے مکے آئے تھے۔

اس موقعے پر ایک اجتماعی اور خلوت کی ملاقات کی ضرورت تھی اس لیے مراسم حج کے بعد ماہ ذی الحجہ کی وسطی تاریخ مقرر کی گئی۔ کہ اس دن نصف شب کے قریب یہ سب لوگ گذشتہ سال والی گھاٹی میں آپ ﷺ کو آ کر ملیں۔ یہ مقرر کیا گیا تا کہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ علیحدگی میں بات چیت ہو سکے۔ اور آپؐ نے انصار کو تاکید فرمائی کہ اکٹھے نہ آئیں بلکہ ایک ایک دو دو کر کے وقت مقررہ پر گھاٹی میں پہنچ جائیں اور سوتے کو نہ جگائیں اور نہ غیر حاضر کا انتظار کریں۔ چنانچہ جب مقررہ تاریخ آئی تو رات کے وقت جبکہ ایک تہائی رات جا چکی تھی آنحضرت ﷺ اکیلے گھر سے نکلے اور راستہ میں اپنے چچا عباس کو ساتھ لیا جو ابھی تک مشرک تھے مگر آپؐ سے محبت رکھتے تھے اور خاندانِ ہاشم کے رئیس تھے اور پھر دونوں مل کر اس گھاٹی میں پہنچے۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ انصار بھی ایک ایک دو دو کر کے آ پہنچے۔ یہ ستّر اشخاص تھے اور اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔

سب سے پہلے عباس نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ اے خزرج کے گروہ! محمد ﷺ اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے اور وہ خاندان آج تک اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے اور ہر خطرہ کے وقت میں

اس کے لیے سینہ سپر ہوا ہے۔ مگر اب محمد کا ارادہ اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس چلے آنے کا ہے۔ سو اگر تم اسے اپنے پاس لے جانے کی خواہش رکھتے ہو تو تمہیں اس کی ہر طرح حفاظت کرنی ہو گی اور ہر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہونا پڑے گا۔ اگر تم اس کے لیے تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف صاف جواب دے دو کیونکہ صاف صاف بات اچھی ہوتی ہے۔ بَرَاء بن مَعْرُور جو انصار کے قبیلے کے ایک معمر اور بااثر بزرگ تھے انہوں نے کہا عبّاس! ہم نے تمہاری بات سن لی ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خود اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرما دیں اور جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ بیان فرما دیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور پھر ایک مختصر سی تقریر فرمائی جس میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اپنے لیے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ معاملہ کرو۔ جب آپؐ تقریر ختم کر چکے تو بَرَاء بن مَعْرُور نے عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا یا رسول اللہؐ! ہمیں اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم اپنی جانوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ ان میں سے ایک شخص کے کہنے پر کہ یہ تو ہم عہد کرتے ہیں کہ کریں گے لیکن یہ بتائیں، آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ جب آپؐ کو غلبہ ملے گا تو ہمیں چھوڑ تو نہیں جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے اس پر ہنس کر فرمایا کہ تمہارا خون میرا خون ہو گا۔ تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔ تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے۔ اس پر عباس بن عُبَادَہ انصاری نے اپنے ساتھیوں پر نظر ڈال کر کہا کہ لوگو! کیا تم سمجھتے ہو کہ اس عہد اور پیمان کے کیا معنے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تمہیں ہر اسود و احمر، ہر کالے گورے، سرخ سفید کے ساتھ مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے اور ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا چاہیے۔ لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ مگر یا رسول اللہؐ! اس کے بدلہ میں ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا تمہیں خدا کی جنت ملے گی جو اس کے سارے انعاموں میں سے بڑا انعام ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہ سودا منظور ہے۔ یا رسول اللہؐ! اپنا ہاتھ آگے کریں۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھا دیا اور یہ ستّر جاں نثاروں کی جماعت ایک دفاعی معاہدہ میں آپؐ کے ہاتھ پر بِک گئی۔ اس بیعت کا نام بیعتِ عَقَبہ ثانیہ ہے۔

موسیٰؑ کی طرح بارہ نقیب

جب بیعت ہو چکی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ موسیٰ نے اپنی قوم میں سے بارہ نقیب چنے تھے جو موسیٰ کی طرف سے ان کے نگران اور محافظ تھے۔ مَیں بھی تم میں سے بارہ نقیب مقرر کرنا چاہتا ہوں جو تمہارے نگران اور محافظ ہوں گے اور وہ میرے لیے عیسیٰ کے حواریوں کی طرح ہوں گے اور میرے سامنے اپنی قوم کے متعلق جوابدہ ہوں گے۔ پس تم مناسب لوگوں کے نام تجویز کر کے میرے سامنے

پیش کرو۔ چنانچہ بارہ آدمی تجویز کیے گئے جنہیں آپ نے منظور فرمایا اور انہیں ایک ایک قبیلہ کا نگران مقرر کر کے ان کے فرائض سمجھا دیے اور بعض قبائل کے لیے آپ نے دو دو نقیب مقرر فرمائے۔ بہر حال ان بارہ نقیبوں میں عبد اللہ بن عمرو کا نام بھی شامل تھا اور ان کو بھی آپ نے نقیب مقرر فرمایا۔[442]

ایک روایت میں آتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب عبد اللہ بن اُبَیّ بن سَلُول نے جو منافقین مدینہ کا سردار تھا غداری کی تو حضرت عبد اللہ بن عمرو نے ان لوگوں کو نصیحت کرنے کی کوشش کی۔[443]

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت عبد اللہ بن عَمرو اور ماموں غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تو میری والدہ جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ پھوپھی جو حضرت عَمرو بن جَمُوحؓ کی اہلیہ تھیں ان دونوں کو اونٹنی پر رکھ کر مدینہ لا رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اپنے مقتولوں کو ان کے لڑنے کی جگہ پر دفناؤ۔ اس پر ان دونوں کو واپس لے جایا گیا اور ان کے لڑنے کی جگہ پر ہی دفنا دیا گیا۔[444]

رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سراپا رنگین ایک بہادر عورت

ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے موقعے پر اہلِ مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مدینے میں آہ و بکا ہونے لگی اس پر انصار کی ایک عورت بھی اُحد کی طرف نکلی تو راستے میں اس نے اپنے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی نعشوں کو دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں سب سے پہلے اس نے کسے دیکھا۔ جب وہ ان میں سے کسی کے پاس سے گزرتی تو وہ کہتی یہ کون ہے؟ لوگ کہتے تمہارا والد ہے، تمہارا بھائی ہے، تمہارا خاوند ہے، تمہارا بیٹا ہے۔ وہ کہتی رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضور ﷺ تمہارے سامنے ہیں یہاں تک کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے کپڑے کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کسی کی موت کی کوئی پروا نہیں۔[445]

<u>حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ</u> خلافت سے دو تین سال پہلے کی بات ہے جلسہ سالانہ میں آنحضرت ﷺ کی سیرت اور غزوات پر تقریر کیا کرتے تھے وہاں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کے بارے میں جو ایک بیان کیا وہ بھی میں یہاں پڑھ دیتا ہوں۔ فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو کی بہن یعنی حضرت عَمرو بن جَموحؓ کی اہلیہ بھی اپنے بھائی ہی کی طرح رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سراپا رنگین تھیں۔ خاوند اس جنگ میں شہید ہوا۔ بھائی اس جنگ میں شہید ہوا۔ بیٹا اس جنگ میں شہید ہوا لیکن آنحضور ﷺ کی سلامتی کی خوشی ان سب غموں پر غالب آ گئی۔ **حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں میدانِ جنگ کی طرف حالات معلوم کرنے جا رہی تھی کہ راستے میں مجھے عَمرو بن جَموح کی بیوی ہِند ایک اونٹ کی مہار**

پکڑے مدینہ کی طرف جاتی ہوئی ملی۔ مَیں نے اس سے پوچھا میدانِ جنگ کی کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا الحمدللہ سب خیریت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خیریت سے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اونٹ پر پڑی جس پر کچھ لدا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا یہ اونٹ پر کیا لدا ہوا ہے؟ کہنے لگی میرے خاوند عَمرو بن جَموح کی نعش ہے، میرے بھائی عبداللہ بن عمرو کی نعش ہے، میرے بیٹے خَلّاد کی نعش ہے۔ یہ کہہ کر وہ مدینہ کی طرف جانے لگی مگر اونٹ بیٹھ گیا اور کسی طرح اٹھنے میں نہ آتا تھا۔ آخر جب وہ اٹھا تو مدینہ کی طرف جانے سے انکار کر دیا تب اس نے یعنی اس خاتون نے اس کی مہار پھر اُحُد کے میدان کی طرف موڑ دی تو وہ خوشی خوشی چلنے لگا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ادھر تو عورت کا یہ ماجرا گزر رہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت کی یہ داستان تھی اور ادھر آنحضور ﷺ صحابہ سے یہ فرمارہے تھے کہ جاؤ عَمرو بن جَموح اور عبداللہ بن عمرو کی نعشیں تلاش کرو کہ انہیں اکٹھا دفن کیا جائے گا کیونکہ وہ اس دنیا میں بھی ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے۔[446]

آنحضرت ﷺ کو بھی ان دونوں کا بڑا خیال تھا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے غزوۂ اُحُد کے لیے نکلنے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابر کو بلایا اور ان سے کہا اے میرے بیٹے! مَیں دیکھتا ہوں کہ مَیں اوّلین شہداء میں سے ہوں گا اور اللہ کی قسم! مَیں اپنے پیچھے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بعد تمہارے علاوہ کسی کو نہیں چھوڑ کے جا رہا جو مجھے زیادہ عزیز ہو۔ میرے ذمہ کچھ قرض ہے میرا وہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا اور مَیں تمہیں تمہاری بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح میرے والد صاحب سب سے پہلے شہید ہوئے اور دشمنوں نے ان کی ناک اور کان کاٹ ڈالے تھے۔[447]

ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اُحُد کے شہداء کو دفن کرنے کے لیے تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کو ان کے زخموں سمیت ہی کفن دے دو کیونکہ میں ان پر گواہ ہوں اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کی راہ میں زخمی کیا جائے مگر وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا خون بہ رہا ہو گا اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا اور اس کی خوشبو کستوری کی ہو گی۔ یعنی کہ یہ پسندیدہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ انہیں نہلانے اور کفنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہی کا لباس ان کا کفن ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میرے والد کو ایک چادر کا کفن دیا گیا اور آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ان میں سے کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب یہ شہداء دفن کیے جا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ کون زیادہ قرآن جاننے والا ہے؟ جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپؐ فرماتے کہ اس کو قبر میں اس کے ساتھیوں سے پہلے اتارو یعنی جو قرآن جاننے والے لوگ تھے ان کو آپؐ پہلے دفن

کرواتے جاتے تھے اور لوگ کہتے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اُحُد کے روز سب سے پہلے شہید ہوئے۔ اس وقت یہ بھی لوگوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ سب سے پہلے جو شہید تھے عبداللہ بن عمروؓ تھے۔ سفیان بن عبد شمس نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزیمت سے قبل آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ دوبارہ جو حملہ ہوا ہے اس سے پہلے ہی آپؓ کی نماز جنازہ ادا کر دی تھی اور فرمایا کہ عبداللہ بن عمروؓ اور عمرو بن جَموحؓ کو ایک ہی قبر میں دفن کرو کیونکہ ان کے درمیان اخلاص اور محبت تھی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کو جو دنیا میں باہم محبت کرنے والے تھے ایک ہی قبر میں دفن کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سرخ رنگ کے تھے اور آپؓ کے سر کے اگلے حصے پر بال نہ تھے اور قد زیادہ لمبا نہ تھا جبکہ حضرت عَمرِو بن جَموحؓ لمبے قد والے تھے اس لیے دونوں پہچان لیے گئے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا۔[448]

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ آپؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا یعنی جسم کے اعضاء کاٹ دیے گئے تھے خاص طور پر کان اور ناک۔ آپ کی میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی گئی تو کہتے ہیں کہ میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھانے لگا تو لوگوں نے مجھے منع کیا۔ پھر لوگوں نے ایک عورت کی چیخنے کی آواز سنی تو کسی نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہ بنت عمرو تھا یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی بہن تھیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ فرشتے مسلسل اس پر اپنے پَروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔[449]

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو جب احد کے روز لایا گیا تو میری پھوپھی ان پر رونے لگی تو مَیں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھے منع کرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع نہیں فرمایا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ اس پر رو یا نہ رو، اللہ کی قسم! فرشتے اس پر مسلسل اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ تم نے اسے دفن کر دیا۔[450]

غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ

غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد کے شہداء میں سے دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا رکھتے اور پھر پوچھتے کہ ان میں سے کون قرآن زیادہ جاننے والا تھا۔ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لحد میں پہلے رکھتے یعنی قبر میں پہلے اتارتے اور فرماتے: میں قیامت کے دن ان لوگوں کا گواہ ہوں اور ان کو ان کے خونوں میں ہی

دفن کرنے کا حکم دیتے۔ نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔[451]

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت (یہ بھی بخاری کی روایت ہے جو میں نے پڑھی تھی) میں حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن تشریف لائے اور آپ ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا۔ بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شہدائے احد کا جنازہ غزوۂ احد کے آٹھ سال بعد پڑھا۔[452]

سنن ابن ماجہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا اور آپ ﷺ دس دس شہداء کا جنازہ پڑھتے اور حضرت حمزہؓ کی میت آپ ﷺ کے پاس ہی موجود رہتی جبکہ باقی شہداء کو لے جایا جاتا۔[453]

سنن ابو داؤد میں بیان ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے شہداء کو غسل نہیں دیا گیا اور ان کو ان کے خون یعنی زخموں سمیت دفنا دیا گیا اور ان میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ نہیں ادا کی گئی۔[454]

سنن ابو داؤد ہی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سوائے حضرت حمزہؓ کے اَور کسی شہید کا جنازہ نہیں پڑھا۔[455]

سنن ترمذی کی روایت میں حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا۔[456]

سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ آنحضور ﷺ نے احد کے شہداء کا جنازہ اس طرح ادا کیا کہ سب سے پہلے حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپؐ نے نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔ سیرتِ حلبیہ کے مطابق چار تکبیریں کہیں۔ اس کے بعد باقی شہداء کو ایک ایک کر کے لایا جاتا اور حضرت حمزہؓ کی میت کے ساتھ رکھا جاتا اور آپؐ ان دونوں کی نماز جنازہ ادا فرماتے اور اس طرح تمام شہداء کی نماز جنازہ ایک بار اور حضرت حمزہؓ کی نماز جنازہ بہتر بار اور بعض کے نزدیک بانوے بار ادا کی گئی۔[457]

سیرت کی ایک کتاب دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی میت کے پاس نو شہداء کو اکٹھا لایا جاتا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی جاتی۔ پھر ان نو 9 کو لے جایا جاتا اور مزید نو شہداء کو لایا جاتا اور اس طرح ان تمام شہداء کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپؐ نے ہر دفعہ نماز جنازہ میں سات تکبیرات کہیں۔[458]

سیرتِ حلبیہ اور دلائل النبوۃ میں غزوۂ احد کے شہداء کی نماز جنازہ کی احادیث کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور ان دونوں کتب میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت کہ "نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کو ان کے خونوں کے ساتھ ہی دفن کرنے کا حکم دیا، نہ ان کو نہلایا گیا اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی" کو زیادہ مضبوط قرار دیا ہے۔[459]

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ متواتر روایات سے یہ بات پختہ طور پر معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ نہیں پڑھا اور جن روایات میں ذکر آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان شہداء کا جنازہ پڑھا تھا اور حضرت حمزہؓ پر ستر تکبیرات کہی تھیں یہ بات درست نہیں ہے اور جہاں تک حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت کا تعلق ہے کہ حضور ﷺ نے آٹھ سال کے بعد ان شہداء کا جنازہ پڑھا تو اس روایت میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ یہ آٹھ سال بعد کا واقعہ ہے۔[460]

جیسا کہ میں نے کہا اس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ کچھ اور بھی بیان کر دیتا ہوں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب میں باب الصلوٰۃ علی الشھید یعنی شہیدوں کی نمازِ جنازہ کے عنوان سے باب باندھا ہے اور اس کے نیچے صرف دو حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث جو کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اور اس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ غزوۂ احد کے شہداء کو نہ غسل دیا گیا اور نہ ہی ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی جبکہ دوسری حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلٰى أَهْلِ أُحُدٍ صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ ایک دن نبی کریم ﷺ نکلے اور احد کے شہداء پر نماز جنازہ کی طرز پر نماز پڑھی اور یہی حدیث بخاری میں ہی دوسری جگہ غزوۂ احد کے باب میں بھی آئی ہے وہاں یہی صحابی روایت کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِيْ سِنِيْنَ كَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے شہداء پر آٹھ سال بعد اس طرح نماز پڑھی جیسے زندوں یا وفات پانے والوں کو الوداع کہا جاتا ہے۔[461]

اسی طرح علّامہ ابن حجر عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی اس سے یہ مراد ہے کہ کسی کی وفات پر لمبی مدت گزر جانے کے بعد اس کی قبر پر جنازہ نہیں پڑھا جاتا۔ امام شافعی کے نزدیک جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ آپؐ کے وصال کا وقت قریب ہے تو آپؐ نے ان شہداء کی قبروں پر جا کر انہیں الوداع کہتے ہوئے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔[462]

شہدائے احد کی تکفین اور تدفین کا ذکر کرتے ہوئے **سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یہ لکھتے ہیں کہ** ”نعشوں کی دیکھ بھال کے بعد تکفین کا کام شروع ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کپڑے شہداء کے بدن پر ہیں وہ اسی طرح رہنے دیئے جائیں اور شہداء کو غسل نہ دیا جاوے۔ البتہ کسی کے پاس کفن کے لیے زائد کپڑا ہو تو وہ پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر لپیٹ دیا جاوے۔ نماز جنازہ بھی اس وقت ادا نہیں کی گئی۔ چنانچہ بغیر غسل دیئے اور بغیر نماز جنازہ ادا کئے شہداء کو دفنا دیا گیا۔ اور عموماً ایک ایک کپڑے میں دو دو صحابیوں کو اکٹھا کفنا کر ایک ہی قبر میں اکٹھا دفن کر دیا گیا۔ جس صحابی کو قرآن شریف زیادہ آتا تھا اسے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے ماتحت لحد میں اتارتے ہوئے مقدم رکھا جاتا۔“ اور پھر لکھتے ہیں کہ ”گو اس وقت نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی لیکن بعد میں زمانہ وفات کے قریب آنحضرت ﷺ نے خاص طور پر شہداءِ احد پر جنازہ کی نماز ادا کی۔“ یہ آپؐ نے مختلف تاریخوں

سے استنباط کیا ہے۔ یا نماز پڑھی گئی یا دعا کی گئی بھی ہو سکتا ہے لیکن بہر حال بڑے درد سے ان کے لیے نمازِ جنازہ ادا کی" اور بڑے دردِ دل سے ان کے لیے دعا فرمائی۔"[463]

ہو سکتا ہے کہ دعا کی ہو۔ جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ہر ایک کی قبر پہ جا کے دعا کی ہو اور بڑے درد سے ان کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے لیے غزوۂ احد کے چھ ماہ بعد قبر بنائی اور انہیں اس میں دفن کیا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں دیکھا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔[464]

ایک دوسری جگہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقعے پر ایک قبر میں دو لوگوں کو دفن کیا گیا اور میرے والد کے ساتھ بھی ایک صحابی کو دفن کیا گیا۔ چھ ماہ گزر گئے پھر میرے دل نے چاہا کہ میں انہیں الگ قبر میں اکیلا دفن کروں۔ چنانچہ میں نے انہیں قبر سے نکالا تو میں نے دیکھا کہ زمین نے ان کے جسم میں کچھ بھی تغیر نہیں کیا تھا سوائے ان کے کان کے گوشت میں سے تھوڑا سا۔[465]

غزوۂ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت امیر معاویہ نے اپنے دور حکومت میں نہر جاری کی جس کا پانی غزوۂ احد کے شہداء کی قبروں میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اور حضرت عمرو بن جَمُوحؓ کی قبر میں بھی پانی داخل ہو گیا۔ جب ان کی قبر کھودی گئی تو ان پر دو چادریں پڑی ہوئی تھیں اور یہ روایت بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا اور پھر آگے جو روایت ہے وہ بہر حال محلِ نظر ہے۔

بیان تو مَیں کر رہا ہوں لیکن ضروری نہیں ہے کہ اس پہ تسلی بھی ہو۔ یہ کیونکہ بعض تاریخی کتابوں میں لکھا ہے اور پڑھنے والے بعض پڑھتے بھی ہیں اس لیے یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ مبالغہ بھی کیا گیا ہو۔ بہر حال وہ کہتے ہیں زخم سے جب ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہو گیا (جو ناممکن ہے)۔ ان کا ہاتھ واپس زخم پر رکھ دیا گیا تو پھر خون رک گیا۔ اس قسم کی روایتیں بھی بعض بیچ میں آجاتی ہیں جو محلِ نظر ہوتی ہیں۔ جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے قبر میں اپنے والد کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا وہ سو رہے ہیں۔[466]

حالانکہ چھ مہینے کے بعد جب انہوں نے نکالا تھا اس وقت بھی وہ کہتے ہیں گوشت پر کچھ اثر تھا تو چھیالیس سال بعد تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نہ اثر ہوا ہو اور ہڈیاں نہ رہ گئی ہوں اور یہ قانونِ قدرت ہے۔ اس طرح نہیں ہو سکتا کہ جسم میں کوئی تغیر نہیں تھا۔

اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا........

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے تو آپؐ نے فرمایا اے جابر! کیا بات ہے مَیں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں؟ مَیں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے والد غزوۂ احد

میں شہید ہو گئے اور وہ قرض اور اولاد چھوڑ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس سے اللہ نے تمہارے والد سے ملاقات کی ہے؟ میں نے عرض کی جی یا رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ نے فرمایا اللہ نے کسی سے کلام نہیں کیا مگر پردے کے پیچھے سے، جس سے بھی اللہ تعالیٰ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کیا لیکن اللہ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور پھر ان سے آمنے سامنے ہو کر کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے! مجھ سے مانگ کہ میں تجھے دوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے دوبارہ زندہ کر دے تاکہ میں تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس موقعے پر حضرت عبداللہ نے عرض کی کہ اے میرے رب! مَیں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تاکہ مَیں تیرے نبی ﷺ کے ساتھ ہو کر تیری راہ میں لڑوں اور تیری راہ میں دوبارہ مارا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ جو ایک بار مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ نہیں لوٹائے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے اللہ سے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں تک یہ بات پہنچا دے۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ (آل عمران:170) یعنی جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔ انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جا رہا ہے۔[467]

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے ضمن میں پہلے بھی یہ آیت مَیں بیان کر چکا ہوں۔ **اللہ تعالیٰ کے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مکالمہ والے واقعے کی تفصیل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی ایک تقریر** میں جو خلافت سے پہلے تھی اس طرح بیان کی ہے کہ

"اس واقعہ میں طرح طرح کا حسن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جس کروٹ سے اسے دیکھیں یہ ایک نئی رعنائی دکھاتا ہے۔ منجملہ اَور امور کے اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مسلسل آنحضورؐ کا رابطہ اپنے رب سے قائم تھا۔ بندوں پر بھی نظر شفقت فرما رہے تھے اور رب سے بھی دل ملا رکھا تھا۔ ایک پہلو اپنے صحابہ پر جھکا ہوا تھا تو دوسرا پہلو رفیقِ اعلیٰ سے پیہم وابستہ اور پیوستہ تھا۔ وہ وجود جو امن کی حالت میں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (النجم:9) کے افقِ اعلیٰ پر فائز رہا، جنگ کی حالت میں بھی ایک لمحہ اس سے الگ نہ ہوا۔ ایک نگاہ میدان حرب کی نگران تھی تو دوسری جمالِ یار کے نظارے میں مصروف تھی۔ ایک کان رحمت سے صحابہ کی طرف جھکا ہوا تھا تو دوسرا املاءِ اعلیٰ سے اپنے رب کا شیریں کلام سننے میں مصروف۔ دست باکار تھا تو دل بایار۔ آپؐ صحابہ کی دلداری فرماتے تھے تو خدا آپؐ کی دلداری فرما رہا تھا۔ عبداللہ بن عمروؓ کی قلبی کیفیت کی خبر دے کر دراصل اللہ تعالیٰ آپؐ کو یہ پیغام دے رہا تھا کہ اے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والے! دیکھ! تیرا بھی کیسا عشق ہم نے اپنے عارف بندوں کے دل میں بھر دیا ہے کہ عالم گزراں سے گزر جانے کے بعد بھی تیرا خیال انہیں ستاتا ہے اور تجھے میدان جنگ میں تنہا چھوڑ

کے چلے جانے پر کس درجہ کبیدہ خاطر ہیں۔ تیرے مقابل پر انہیں جنت کی بھی حرص نہیں رہی۔ ان کی جنت تو بس یہی ہے کہ تیز تلواروں سے بار بار کاٹے جائیں مگر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں، پھر تیرے ساتھ رہیں۔"[468]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کھجوروں میں برکت

حضرت جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ جب فوت ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔ آپؐ ان کے قرض خواہوں کو سمجھائیں کہ وہ ان کے قرض میں سے کچھ کمی کر دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس خواہش کا اظہار کیا مگر انہوں نے کمی نہ کی۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی کھجوروں کی ہر ایک قسم کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کھجور کی قسم کو علیحدہ رکھنا اور عِذْق بن زَید کھجور کی قسم کو علیحدہ۔ پھر مجھے پیغام بھیجنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ آپؐ تشریف لائے تو آپؐ کھجوروں کے ڈھیر پر یا ان کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا ان لوگوں کو ماپ کر دو۔ چنانچہ میں نے ان کو ماپ کر دیا یہاں تک کہ جو اُن کا حق تھا میں نے ان کو پورا دے دیا۔ پھر بھی میری کھجوریں بچ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔[469]

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اپنے پسماندگان میں اپنے بیٹے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے علاوہ چھ بیٹیاں چھوڑ کے گئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے پسماندگان میں سات یا نو بیٹیاں چھوڑی تھیں۔[470]

220

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار

نام و نسب و کنیت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ ان کا تعلق بنو ھُذَیل قبیلہ سے تھا اور ان کی والدہ کا نام اُمِّ عبد ہے۔ ان کی وفات 32 ہجری میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام مسعود بن غافل تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کا شمار ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے ہوتا ہے۔ حضرت عمر کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ بنت خطاب اور ان کے شوہر حضرت سعید بن زید نے جب اسلام قبول کیا تو آپ بھی

اسی وقت مسلمان ہوئے تھے۔[471]

اور آنحضور ﷺ کے دارارقم میں داخل ہونے سے قبل ہی ایمان لے آئے تھے۔[472]

قبول اسلام کی تفصیل

وہ جگہ جو مکہ میں مسلمانوں کے اکٹھے ہونے کے لئے بنائی گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے والا چھٹا شخص تھا۔ اس وقت روئے زمین پر ہم چھ اشخاص کے علاوہ کوئی مسلمان نہیں تھا۔

اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں سن تمیز کو جب پہنچ گیا، ایسی عمر کو جب پہنچ گیا جب صحیح پہچان بھی ہوتی ہے، اچھے برے کا فرق پتہ لگ جاتا ہے، بلوغت کی عمر ہوتی ہے۔ ایک دن عقبہ بن ابی مُعیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور حضرت ابو بکر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے لڑکے تیرے پاس کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں ہے مگر میں امین ہوں دے نہیں سکتا۔ بچپن سے ہی ان میں بڑی نیکی تھی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بکری لے آؤ جو گابھن نہ ہو، ایسی بکری جو گابھن نہیں ہے، دودھ نہیں دے رہی اسے لے آؤ۔ کہتے ہیں مَیں ایک جوان بکری آپ کے پاس لے گیا تو رسول خدا ﷺ نے اس کے پاؤں باندھ دیئے، اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور دعا کی یہاں تک کہ اس کا دودھ اتر آیا۔

پھر حضرت ابو بکر ایک برتن لے آئے اور حضور ﷺ نے اس برتن میں اس کا دودھ دھویا اور حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ پیو۔ حضرت ابو بکر نے دودھ پیا۔ بعد میں حضور ﷺ نے پیا اور پھر آپ نے تھنوں پہ اپنا ہاتھ پھیرا اور کہا کہ سکڑ جاؤ اور وہ سکڑ گئے اور پہلے جیسے ہو گئے۔

میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے بھی اس کلام میں سے کچھ سکھا دیں جو آپ نے پڑھا ہے۔ اس پر آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم سیکھے سکھائے نوجوان ہو۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آپ ﷺ سے بلا واسطہ قرآن کریم کی ستّر سورتیں یاد کی ہیں، براہِ راست آنحضرت ﷺ سے آپ نے یاد کی تھیں۔[473]

دینی علم میں فضیلت

ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بھی سیرۃ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ "عبداللہ بن مسعود...... جو غیر قریشی تھے اور قبیلہ ھُذَیل سے تعلق رکھتے تھے...... ایک بہت غریب آدمی تھے اور عقبہ بن ابی معیط رئیس قریش کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آ گئے اور آپ کی صحبت سے بالآخر نہایت عالم و فاضل بن گئے۔ فقہ حنفی کی بنیاد زیادہ تر انہی کے اقوال و

اجتہادات پر مبنی ہے۔"[474]

ان کے دینی علم کی فضیلت کے بارے میں یہ روایت ہے: حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں ان سب میں سے کتاب اللہ کا خوب عالم ہوں۔ قرآن مجید میں کوئی سورۃ یا آیت نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کب اتری اور کہاں اتری۔ ابو وائل راوی کہتے ہیں کہ اس بیان کا کسی نے انکار نہیں کیا۔[475]

آنحضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان سے قرآن سیکھنے کی نصیحت فرمائی

جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ بات کہی۔ آنحضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے جن چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کی نصیحت فرمائی ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام سرفہرست ہے۔[476]

دیباچہ تفسیر القرآن میں اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ چونکہ لوگوں میں حفظ قرآن کریم کا اشتیاق بہت تیز ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے قرآن کریم پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جو سارا قرآن رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اور بہت سے صحابہ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں: عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبداللہ بن مسعود ایک مزدور تھے، سالم ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب مدینہ کے رؤسا میں سے تھے۔ گویا ہر گروہ میں سے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے تمام گروہوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاری مقرر کر دیئے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا کہ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ وَمَعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

<u>جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں</u>۔ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ بن جبل اور اُبی بن کعب۔ حضرت مصلح موعودؓ بعد میں لکھتے ہیں کہ یہ چار تو وہ تھے جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے سیکھا یا آپ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سے براہ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود نے ایک لفظ کو اَور طرح پڑھا تو حضرت عمر نے ان کو روکا اور کہا کہ اس طرح نہیں اس طرح پڑھنا چاہئے۔ اس پر عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ نہیں مجھے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اسی طرح سکھایا ہے۔ حضرت عمر اُن کو پکڑ کر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ یہ قرآن غلط پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ عبداللہ بن مسعود پڑھ کر سناؤ۔ جب انہوں نے پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو آپ

نے یہ لفظ اور رنگ میں سکھایا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک ہے جس طرح تم پڑھ رہے ہو۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے نتیجہ نکالا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی چار صحابہ رسول اللہ ﷺ سے قرآن نہیں پڑھتے تھے بلکہ دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر کا یہ سوال کہ مجھے آپ نے اس طرح پڑھایا ہے بتاتا ہے کہ حضرت عمر بھی رسول کریم ﷺ سے پڑھتے تھے۔[477]

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے قرآن کو علی الاعلان پڑھنے والے

ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے قرآن کو علی الاعلان پڑھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود ہی تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ ایک دن صحابہ جمع تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ قریش نے قرآن کی بلند آواز تلاوت کبھی نہیں سنی۔ کیا کوئی شخص ان کو سنا سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مَیں سنا سکتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں کفار تمہیں تکلیف نہ پہنچائیں۔ تم تو مزدور آدمی ہو تمہارے بجائے کوئی اور بااثر شخص ہو کہ کفار اگر اسے مارنا بھی چاہیں گے تو اس کا قبیلہ اسے بچا لے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہنے لگے کہ اس کی فکر نہ کرو مجھے اللہ بچائے گا۔ عجیب جوش تھا ان صحابہ میں۔ دوسرے دن چاشت کے وقت صبح کو آپ نے مقام ابراہیم پہنچ کر بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ پڑھنا شروع کر دیا۔ قریش جو کہ اپنی مجالس میں بیٹھے تھے آپ کے اس عمل سے حیران ہوئے۔ بعض نے کہا یہ تو انہی عبارتوں میں سے پڑھ رہا ہے جو محمد ﷺ بیان کرتے ہیں۔ یہ سن کر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے منہ پر مارنا شروع کر دیا مگر آپ پڑھتے رہے اور جتنا پڑھنے کا ارادہ کیا تھا پڑھا۔ بعد میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود اصحاب کے پاس واپس گئے تو آپ کے منہ پر طمانچوں کے نشان دیکھ کر صحابہ کہنے لگے کہ ہمیں اسی بات کا خطرہ تھا کہ تمہیں مار پڑے گی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ یہ خدا کے دشمن میری نظر میں اتنے بے حقیقت کبھی نہ تھے جتنے اس وقت تھے جب وہ مجھے مار رہے تھے۔ اگر تم چاہو تو میں کل بھی ایسا ہی کرنے کو تیار ہوں۔ صحابہ نے کہا نہیں اتنا ہی کافی ہے تم نے انہیں وہ چیز سنا دی ہے جسے وہ سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔[478]

نبی اکرم ﷺ سے قربت کا مقام

حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضور ﷺ نے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرما دیا تھا کہ جب **تم میری آواز سن لیا کرو اور گھر میں پردہ نہ پڑا ہو تو بلا اجازت اندر آجایا کرو۔** گھر میں اگر پردہ گرا ہوا ہے تو پھر بغیر پوچھے نہیں آنا اور اگر پردہ اٹھا ہوا ہے، دروازہ کھلا ہے میری آواز سن لی ہے تم نے تو آجایا کرو تمہیں اجازت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی اس وقت، کوئی خواتین وغیرہ نہیں ہیں۔

آپ آنحضور ﷺ کا ہر کام کرتے تھے۔ آپ کو جوتی پہناتے۔ کہیں ساتھ جانے کی ضرورت ہوتی تو ساتھ جاتے۔ جب آنحضور ﷺ غسل فرماتے تو آپ پردہ لے کر کھڑے رہتے۔ صحابہ میں آپ صاحب السواک کے لقب سے مشہور تھے۔

ایک اور روایت کے مطابق آپ کو صاحب السواک، صاحب الوساد اور صاحب النعلین بھی کہا جاتا ہے۔[479]

عبد اللہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ کے رازدار، آپ کا بستر بچھانے والے، آپ کی مسواک اور نعلین وغیرہ رکھنے والے تھے۔ یہ جو عربی کے لفظ بولے گئے ہیں وہ یہ تھے کہ آپؓ کا بستر بچھانے والے تھے، مسواک کرواتے تھے، وضو کرواتے تھے، آنحضرت ﷺ کے لئے نہانے کا انتظام کرتے تھے، آپ کا بستر بچھاتے تھے۔ بستر بچھانے والے کو صاحب السواد کہتے ہیں۔ اور آپ کی نعلین مبارک، جوتیاں رکھنے اور ٹھیک کرنے کا کام بھی کرتے تھے اس لئے صاحب النعلین بھی آپ کو کہا جاتا ہے۔ وضو کا پانی رکھنے والے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی سفر میں ہوتے تو آپ ہی یہ کام کرتے۔

ابو ملیح سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غسل فرماتے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود پردہ کرتے تھے اور جب آپ سوتے تو آپ کو بیدار کرتے تھے۔ آپ کے ہمراہ سفر میں مسلح ہو کر جاتے تھے۔[480]

حضرت ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم یمن سے نئے نئے پہلی دفعہ آئے تو یہی سمجھتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود آنحضرت ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں کیونکہ ان کی اور ان کی والدہ کی آمد و رفت آنحضور ﷺ کے ہاں بہت زیادہ تھی۔[481]

گھر میں آنا جانا بہت زیادہ تھا۔ جتنا کام کرتے تھے اور والدہ بھی آتی جاتی تھیں تو اس سے یہ کہتے ہیں کہ ہم جب نئے نئے مدینہ میں آئے تو ہم سمجھے کہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں۔

دونوں ہجرتوں میں شامل اور جنت کی بشارت

حضرت عبد اللہ بن مسعود دونوں ہجرتوں میں شامل تھے ہجرت حبشہ میں بھی اور ہجرت مدینہ میں بھی۔ غزوۂ بدر، احد، خندق اور بیعت رضوان وغیرہ میں آنحضور ﷺ کے ساتھ شامل تھے۔ آنحضور ﷺ کے بعد جنگ یرموک میں بھی شامل ہوئے۔ آپ ان صحابہ میں بھی شامل تھے جنہیں حضورؐ نے ان کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی تھی۔[482]

ابو جہل کو انجام تک پہنچانے میں ان کا حصہ

غزوہ بدر میں ابو جہل کو انجام تک پہنچانے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بھی حصہ ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ غزوۂ بدر کے اختتام پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو ابو جہل کے بارے میں درست خبر لائے۔ عبد اللہ بن مسعود گئے اور دیکھا کہ ابو جہل جنگ کے میدان میں شدید

زخمی ہے اور جان کنی کی حالت میں پڑا ہے۔ اسے عفراء کے بیٹوں نے اس حالت میں پہنچایا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے اس کی داڑھی سے پکڑ کر کہا کہ کیا تم ہی ابوجہل ہو؟ اس نے اس حالت میں بھی بڑے غرور سے جواب دیا۔ کیا کبھی مجھ سے بڑا سردار بھی تم نے مارا ہے۔[483]

پہلی روایت تو بخاری کی تھی اس کے بارے میں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کی داڑھی کو پکڑ کر کہا کہ کیا تو ابوجہل ہے؟ اس پر ابوجہل نے کہا کیا تم نے آج سے پہلے میرے جیسا بڑا آدمی قتل کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں ابوجہل نے کہا اے کاش کہ میں ایک کسان کے ہاتھوں سے قتل نہ ہوتا۔[484]

مدینہ کے دو لڑکے تھے جنہوں نے قتل کیا تھا۔ اس کو اس حالت میں پہنچایا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بھی تفسیر کبیر میں اس کی تفصیل لکھی ہے کہ کس طرح دشمن حسد کی آگ میں ساری عمر جلتے رہے اور پھر مرتے ہوئے بھی اسی آگ میں جل رہے تھے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد میں نے دیکھا کہ ابوجہل ایک جگہ زخموں کی شدت کی وجہ سے کراہ رہا ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا سناؤ کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے اپنی موت کا کوئی غم نہیں، سپاہی آخر مرا ہی کرتے ہیں۔ مجھے تو یہ غم ہے کہ مدینہ کے دو انصاری لڑکوں کے ہاتھوں سے مَیں مارا گیا۔ مر تو مَیں رہا ہوں تم صرف اتنا احسان کرو میرے پہ کہ تلوار سے میری گردن کاٹ دو تا کہ میری یہ تکلیف ختم ہو جائے۔ مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا کیونکہ جرنیلوں کی گردن ہمیشہ لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں تیری اس آخری حسرت کو بھی کبھی پورا نہیں ہونے دوں گا اور ٹھوڑی کے قریب سے تیری گردن کاٹوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ٹھوڑی کے قریب تلوار رکھ کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ دیکھو یہ کتنی بڑی آگ تھی جو ابوجہل کو جلا کر راکھ کر رہی تھی کہ ساری عمر اس بات پر جلتا رہا کہ آنحضرت ﷺ کو جو نقصان ہم پہنچانا چاہتے ہیں وہ پہنچا نہیں سکے۔ پھر مرنے لگا، موت کی جو حالت آئی تو اس وقت اس آگ میں جل رہا تھا کہ مدینہ کے دو ناتجربہ کار نوعمر لڑکوں کے ہاتھوں مارا جا رہا ہے۔ اور پھر مرتے وقت اس نے جو آخری خواہش کی تھی وہ بھی پوری نہیں ہوئی اور ٹھوڑی کے پاس سے اس کی گردن کاٹی گئی۔[485]

غرضیکہ ہر قسم کی آگوں میں جلتا ہوا ہی وہ دنیا سے چلا گیا۔

مکہ اور مدینہ میں مؤاخات

جب حضرت عبداللہ بن مسعود ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت معاذ بن جبل کے ہاں آپ کا قیام تھا۔ بعض کے مطابق آپ حضرت سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہرے تھے۔ مکہ میں آپ کی مؤاخات حضرت زبیر بن العوام سے ہوئی تھی جبکہ مدینہ میں آنحضور ﷺ نے معاذ بن جبل کو آپ کا

دینی بھائی بنایا۔ مدینہ کے ابتدائی ایام میں آپ کے مالی حالات اچھے نہیں تھے چنانچہ حضور ﷺ نے جب مہاجرین کے لئے مسجد نبوی کے قریب رہائش کا کچھ انتظام کیا تو بنوزہرہ کے بعض لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو اپنے ساتھ رکھنے میں کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی کہ یہ مزدور آدمی ہے، غریب آدمی ہے، ہم لوگ بڑے آدمی ہیں۔ آنحضور ﷺ کو جب علم ہوا تو آپ نے اپنے اس غریب اور کمزور خادم کے لئے غیرت دکھاتے ہوئے فرمایا کہ کیا خدا نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ تم لوگ یہ فرق رکھو۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ اس قوم کو کبھی برکت عطا نہیں کرتا جس میں کمزور کو اس کا حق نہیں دیا جاتا اور پھر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو مسجد کے قریب جگہ دی جبکہ بنوزہرہ کو مسجد کے پیچھے ایک کونے میں جگہ دی۔[486]

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں، خود ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ۔ عبداللہ بن مسعود اپنا خود واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے سورۃ نساء پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کی کہ میں بھلا کیا آپ کو سناؤں یہ آپ ہی پر تو نازل ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ کوئی دوسرا شخص تلاوت کرے اور میں سنوں۔ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے پڑھنا شروع کیا اور جب اس آیت پر پہنچا کہ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا (النساء:42) پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے اور ہم تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے تو آنحضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے کہا بس کرو۔[487]

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق عرفات کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! (ان کی خلافت کے بعد کی بات ہے) مَیں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص بنا دیکھے قرآن کی آیات کی املاء کرتا ہے۔ اس پر آپؓ نے غصہ کی حالت میں کہا کہ تیرا برا ہو (عربوں کا انداز ہے) کون ہے وہ شخص؟ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ عبداللہ بن مسعود۔ یہ سن کر حضرت عمر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا یہاں تک کہ پہلی حالت میں واپس آ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں اس کام کا عبداللہ بن مسعود سے زیادہ کسی اور کو حقدار نہیں سمجھتا۔[488]

........وہ عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن پڑھے

وہ بغیر دیکھے قرآن کریم لکھ سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت ابوبکرؓ اور میں آنحضور ﷺ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس سے گزرے۔ وہ نوافل ادا کر رہے تھے اور ان میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ قیام میں کھڑے تھے، تلاوت ہو رہی تھی۔ نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر آپ کی تلاوت سننے لگے۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رکوع میں گئے پھر سجدہ کیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ اب جو مانگو گے وہ تمہیں عطا کیا جائے گا۔

پھر نبی کریم ﷺ وہاں سے رخصت ہو گئے اور فرمایا کہ جس شخص کی خوشی اس بات میں ہو کہ وہ قرآن کریم کو اس طرح تازگی سے پڑھے جس طرح وہ نازل کیا گیا تو اسے عبد اللہ بن مسعود سے قرآن شریف پڑھنا چاہئے۔ مسند احمد بن حنبل میں یہ روایت ہے۔ [489]

سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کے شوق و جذبہ

حضرت عبد الرحمٰن بن یزید یہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں ایسے شخص کا پتہ بتا دیں جو رسول اللہ ﷺ کی روش سے زیادہ قریب ہو، اس طریق پر چلنے والا ہو اور وہی کام کرنے والا ہو یا قریب ترین ہو جو آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے تا کہ ہم اس سے علم حاصل کریں اور حدیثیں سنیں۔ تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی روش سے سب سے زیادہ قریب عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ [490]

ان کا سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے کے شوق و جذبہ کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ سے جب یہ سوال کیا جاتا کہ نبی کریم ﷺ سے عادات و خصائل اور سیرت و شمائل کے لحاظ سے آپ کے صحابہ میں سے قریب ترین کون ہے جس کا طریق ہم بھی اختیار کریں تو حضرت حذیفہ بیان فرماتے تھے کہ میرے علم کے مطابق چال ڈھال، گفتگو اور اخلاق و اطوار کے لحاظ سے عبد اللہ بن مسعود نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ نبی کریم فرماتے تھے کہ مجھے اپنی امّت کے لئے وہی باتیں پسند ہیں جو عبد اللہ بن مسعود کو مرغوب ہیں۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔ [491]

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کو ان کے طریق، ان کے حسن سیرت اور ان کی میانہ روی میں رسول اللہ ﷺ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ [492]

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بیٹے عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب رات کو لوگ سو جاتے تو وہ تہجد کے لئے اٹھتے۔ ایک رات میں نے انہیں صبح تک گنگناتے ہوئے سنا جیسے شہد کی مکھی گنگناتی ہے۔ [493]

یعنی دعا میں ہلکی ہلکی گنگناہٹ کے ساتھ دعائیں کر رہے تھے یا تلاوت کر رہے تھے۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں بغیر مشورے کے کسی کو امیر بناتا تو عبد اللہ بن مسعود کو بناتا۔ [494]

پھر ایک جگہ حضرت علی کی یہی بات اس طرح بیان ہوئی ہے، الطبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اگر میں مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کے علاوہ کسی اور کو امیر بناتا تو عبد اللہ بن مسعود کو امیر بناتا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی بھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔ [495]

تعویذ گنڈوں پر حضرت عبد اللہ کا سخت رد عمل

عبد اللہ بن مسعود اپنے بیوی بچوں سے محبت رکھتے تھے۔ گھر میں داخل ہوتے تو کھنکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہو جائیں۔ آپ کی اہلیہ حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ ایک روز عبد اللہ گھر داخل ہوئے اس وقت ایک بوڑھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی۔ عورتوں کو عادت ہوتی ہے بعض دفعہ کہ تعویذ گنڈا بھی کر لیں شاید برکت حاصل کرنے کے لئے تو ان کو پتہ تھا کہ عبد اللہ بن مسعود کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔ کہتی ہیں مَیں نے ان کے ڈر سے اسے اپنے پلنگ کے نیچے چھپا دیا، جہاں بیٹھ کر کر رہی تھی۔ آپ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور میرے گلے کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ یہ دھاگہ کیسا ہے جو تم نے گلے میں ڈالا ہوا ہے؟ مَیں نے کہا تعویذ ہے۔ انہوں نے اس کو توڑ کے اسی وقت پھینک دیا اور کہا کہ عبد اللہ کا خاندان شرک سے بری ہے۔ پھر عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ تعویذ گنڈے شرک میں داخل ہیں۔ مَیں نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ میری آنکھیں جوش کر آتی تھیں تو میں فلاں یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی۔ بعض دفعہ میری آنکھوں میں تکلیف ہوا کرتی تھی، آنکھیں پھول جاتی تھیں، پانی نکلتا تھا تو میں تو یہودی سے اس کا تعویذ لیتی تھی اور اس کے تعویذ سے مجھے سکون ہو جاتا تھا۔ تو عبد اللہ بن مسعود بولے کہ یہ سب شیطانی عمل ہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا ہی کافی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ اے لوگوں کے پروردگار میری تکلیف کو دور فرما تو شفا دے صرف تو ہی شفا دینے والا ہے تیری شفا کے سوا کوئی شفا کارگر نہیں۔ ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔[496]

<u>**اب وہ لوگ جو پیروں فقیروں کے دروں پہ جاتے ہیں**</u> وہ لوگ جو سارا دن بھنگ اور چرس پی رہے ہوتے ہیں، کبھی نمازیں بھی نہیں پڑھتے اور ان سے تعویذ گنڈا کرا کے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم صحتیاب ہو گئے یا ہم پہ بڑا فضل ہو گیا اور ہمیں اولاد مل گئی اور فلاں ہو گیا۔ یہ سب باتیں ان لوگوں کا جواب ہے۔

عبد اللہ بن مسعود ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابو عمیر سے ملنے گئے۔ اتفاق سے وہ موجود نہیں تھے تو انہوں نے ان کی بیوی کو سلام بھیجا اور پینے کے لئے پانی مانگا۔ گھر میں پینے کا پانی موجود نہیں تھا۔ انہوں نے ایک لونڈی کو کسی ہمسائے کے پاس بھیجا۔ اس سے پانی لینے گئی اور دیر تک واپس نہیں آئی۔ ابو عمیر کی بیوی نے اس کام کرنے والی لونڈی کو اس بات پر سخت سست کہا اور اس پر لعنت بھیجی۔ حضرت عبد اللہ یہ سن کر پیاسے ہی واپس پلٹ گئے۔ دوسرے دن ابو عمیر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اتنی جلدی واپس چلے جانے کی وجہ پوچھی کہ تم پانی پیئے بغیر ہی چلے گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی نے جب خادمہ پر لعنت بھیجی تھی تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی بات یاد آگئی کہ جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے اگر وہ بے قصور ہو تو لعنت بھیجنے والے پر واپس آ جاتی ہے۔ تو میں نے سوچا کہ خادمہ اگر بے قصور

ہوئی تو میں بے وجہ اس لعنت کے واپس آنے کا باعث بنوں گا۔[497]

اس لئے بہتر ہے کہ میں چلا جاؤں اور پانی نہ پیوں۔ تو خدا تعالیٰ کے خوف کا یہ حال تھا کہ کہیں شائبہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو سکتی ہے کسی وجہ سے تو یہ لوگ اس سے بچتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود دبلے جسم پتلے قد اور گندم گوں رنگ کے مالک تھے لیکن لباس بڑا اچھا پہنتے تھے۔ سفید کپڑا پہنتے خوشبو لگاتے تھے۔ حضرت طلحہ سے مروی ہے کہ آپ اپنی خوشبو سے پہچانے جاتے تھے۔[498]

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کام کے لئے عبد اللہ بن مسعود کو ایک درخت پر چڑھنے کا حکم دیا۔ صحابہ آپ کی دبلی اور بظاہر کمزور پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنسی مذاق کرنے لگے، بڑی کمزور سی دبلی پتلی ٹانگیں تھیں، ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں ہنستے ہو؟ عبد اللہ کی نیکیوں کا پلڑا قیامت کے دن احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہو گا۔[499]

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بال ایسے تھے جن کو وہ اپنے کانوں تک اٹھاتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ کے بال گردن تک پہنچتے تھے۔ جب آپ نماز پڑھتے تو انہیں کانوں کے پیچھے کر لیتے تھے۔[500]

علم و فضل میں مقام و مرتبہ

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک دن حضرت عمر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود آئے۔ چونکہ وہ پست قد کے تھے اس لئے اور لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے ان میں چھپنے کے قریب ہو گئے۔ ان کا قد چھوٹا تھا۔ دوسرے لوگ بہت لمبے لمبے قد کے بیٹھے ہوئے تھے یا اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ بیٹھنے کی وجہ سے چھپ گئے۔ قریباً چھپنے والے تھے یا صحیح نظر نہیں آ رہے تھے۔ حضرت عمر نے جب ان کو دیکھا تو مسکرانے لگے۔ پھر حضرت عمر نے آپ سے ہی باتیں کیں اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگے۔ اس دوران حضرت عبد اللہ کھڑے رہے، جب باتیں کر رہے تھے حضرت عمر سے تو حضرت عبد اللہ کھڑے ہو گئے تا کہ چھپیں نہ اور باتیں کرتے رہیں۔ باتیں کرنے کے بعد جب حضرت عبد اللہ وہاں سے چلے گئے تو حضرت عمر نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا اور پیچھے سے دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ شخص علم سے بھرا ہوا ایک بڑا برتن ہے۔[501]

حضرت ابن مسعود کے علمی مقام یعنی عبد اللہ بن مسعود کے علمی مقام اور مرتبہ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل کی وفات کا وقت آیا اور ان سے درخواست کی گئی کہ ہمیں کوئی نصیحت کریں تو انہوں نے فرمایا کہ علم اور ایمان کا ایک مقام ہے جو بھی اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے۔ پھر علم اور ایمان سیکھنے کے لئے حضرت معاذ بن جبل نے جن چار عالم

با عمل بزرگوں کے نام لئے ان میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا نام بھی تھا۔[502]

آنحضور ﷺ کے بعد حضرت عمر نے آپ کو اہل کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے بطور مربی بھیجا جبکہ حضرت عمار بن یاسر کو حاکم بنا کر بھیجا۔ ساتھ ہی اہل کوفہ کو یہ بھی لکھا کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے چنیدہ لوگ ہیں، **بڑے خاص لوگ ہیں، اہل بدر میں سے ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو،** ان کے احکام کی اطاعت کرو اور ان کی باتیں سنو، مَیں نے عبد اللہ بن مسعود کے متعلق اپنی ذات پر تمہیں ترجیح دی ہے۔[503]

یہ تھا توکل علی اللہ اور قناعت کی حالت ان چمکتے ستاروں کی

حضرت عثمانؓ جب عبد اللہ بن مسعود کی آخری بیماری تھی آپ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی شکایت ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا شکایت پوچھتے ہیں میرے سے تو پھر شکایت مجھے اپنے گناہوں کی ہے کہ میں نے اتنے گناہ کئے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ پروردگار کی رحمت چاہتا ہوں۔

حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کے لئے کوئی طبیب تجویز کر دوں، کوئی ڈاکٹر تجویز کر دوں جو آپ کا علاج وغیرہ کرے۔ انہوں نے پھر عرض کی طبیب نے ہی تو مجھے بیمار بنایا ہے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پہ میں راضی ہوں جو ہو رہا ہے۔

پھر حضرت عثمان نے کہا کہ کیا آپ کا وظیفہ مقرر کر دوں؟ تو کہنے لگے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا۔ کہنے لگے کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج ہو جانے کا خدشہ ہے جو یہ بات کی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ مَیں نے اپنی بیٹیوں کو حکم دے رکھا ہے کہ ہر شب سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرو۔ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جو بھی ہر روز رات کو سورۃ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقے کی مصیبت پیش نہ آئے گی۔[504]

یہ تھا توکل علی اللہ اور قناعت کی حالت ان چمکتے ستاروں کی۔

خلیفہ وقت کی اطاعت اور وفات

سلمٰی بن تمام کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ملاقات کی اور اپنی ایک خواب بیان کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے رات آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور یہ کہ آنحضور ﷺ ایک اونچے منبر پر بیٹھے ہیں اور آپ اس منبر کے نیچے ہیں۔ آنحضور ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ اے ابن مسعود میرے پاس آ جاؤ تم نے میرے بعد بڑی بے رغبتی اختیار کر لی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود نے پوچھا کہ خدا کی قسم کیا تو نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ پھر اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا تو مدینہ سے میری نماز جنازہ پڑھنے آیا ہے؟ پھر اس کا مطلب ہے اب تو میرا وقت قریب ہی ہے۔ اس کے کچھ

عرصہ بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔[505]

لیکن وفات سے قبل حضرت عثمان کو جب ان کی بیماری کا علم ہوا تو آپ کو کوفہ سے مدینہ بلوا لیا۔ کوفہ کے لوگوں نے آپ کو کوفہ ہی میں رکنے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ شاید بیماری نہ تھی لیکن ویسے ہی حضرت عثمان نے ان کو بلا لیا تھا۔

بہرحال وہ تو صحت کی حالت میں لگ رہا تھا کہ جب اس شخص نے خواب سنائی۔ اس کے بعد پھر یہ واقعہ ہوا کہ حضرت عثمان نے ان کو کوفہ سے بلوا لیا باوجود اس کے کہ کوفہ کے لوگ یہی چاہتے تھے کہ آپ وہیں رکے رہیں اور یہ کہا کہ ہم آپ کی حفاظت کریں گے لیکن آپ نے فرمایا کہ خلیفہ وقت کا حکم اور ان کی اطاعت میرے لئے ضروری ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی کہا کہ عنقریب کچھ فتنے ہوں گے اور میں نہیں چاہتا کہ فتنوں کا شروع کرنے والا میں ہوں۔ یہ کہہ کر خلیفہ وقت کے پاس چلے آئے۔ آپ کی وفات 32 ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 60 سال سے کچھ زیادہ تھی۔[506]

ایک اور روایت کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر 70 برس سے کچھ زائد تھی۔[507]

حضرت عبداللہ بن مسعود کی وفات پر حضرت ابو موسیٰ نے حضرت ابو مسعود سے کہا کہ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے بعد ایسی خوبیوں والا اور کوئی شخص پیچھے چھوڑا ہے؟ حضرت ابو مسعود کہنے لگے کہ بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ہاں جب ہمیں جانے کی اجازت نہ ہوتی اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کو داخل ہونے کی اجازت ملتی تھی۔ اور جب ہم آپ کی مجلس سے غائب ہوتے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود خدمت کی توفیق پاتے اور آپؐ کی صحبتوں سے فیضیاب ہوتے تو یہ **کس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی اور شخص ان کی خوبیوں والا ہو۔**[508]

حضرت عبداللہ بن مسعود سنت نبوی پر خوب کاربند تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ رسول کریم ﷺ کے دو صحابہ میں سے ایک صحابی روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے یعنی غروب آفتاب کے ساتھ ہی افطار کرتے ہیں اور نماز بھی غروب آفتاب کے فوراً بعد جلدی ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرے صحابی یہ دونوں کام نسبتاً دیر سے کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ نے پوچھا کہ جلدی کون کرتا ہے تو انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن مسعود ایسا کرتے ہیں تو حضرت عائشہ نے اس پر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی یہی دستور تھا جو عبداللہ بن مسعود کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا بھی یہی عمل تھا۔[509]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بزرگ صحابہ کہا کرتے تھے کہ عبداللہ بن مسعود اللہ تعالیٰ سے قرب اور تعلق میں غیر معمولی مقام رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ اپنے جن صحابہ کے نمونے کو مشعل راہ بنانے کے لئے بطور خاص ہدایت فرماتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ

کے علاوہ عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام بھی شامل ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے کہ عبد اللہ بن مسعود کا طریق مضبوطی سے پکڑو۔[510]

آنحضرت ﷺ کی ذات سے ایک غیر معمولی عشق

ایک روایت ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ایک خاص اعتماد تھا آپ پر اور عبد اللہ بن مسعودؓ کو بھی آنحضرت ﷺ کی ذات سے ایک غیر معمولی عشق تھا۔ ان کے بعض واقعات میں نے بیان بھی کئے تھے۔ اَور بھی واقعات ہیں، بعض دفعہ ملتے جلتے واقعات ہیں لیکن مختلف زاویوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ باطنی لحاظ سے نبی کریم ﷺ کی صحبت نے حضرت ابن مسعود یعنی عبد اللہ بن مسعود کو ایک متقی، پرہیز گار اور عبادت گزار انسان بنا دیا تھا۔ عبادت اور نوافل سے ایسی رغبت تھی کہ فرض نمازوں اور تہجد کے علاوہ چاشت کے وقت کی نماز کا بھی اہتمام فرماتے تھے۔ اسی طرح ہر سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھتے تھے اور پھر بھی یہ احساس غالب رہتا تھا کہ وہ کم روزے رکھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ تہجد وغیرہ کی ادائیگی کے لئے بدن میں کمزوری محسوس ہونے لگتی ہے۔ تہجد بھی بڑی لمبی اور غیر معمولی پڑھنے والے تھے اور اگر حقیقت میں حق ادا کرتے ہوئے نوافل اور تہجد ادا کی جائے تو انسان بڑی کمزوری محسوس کرتا ہے۔ اس لئے فرماتے تھے کہ نماز کو روزے پر ترجیح دیتے ہوئے نسبتاً کم نفلی روزوں کا اہتمام کرتا ہوں۔[511]

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے مختصر خطاب کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اب وہ لوگوں سے وعظ کریں، یعنی حضرت ابو بکر وعظ کریں۔ حضرت ابو بکر نے مختصر وعظ کیا پھر حضرت عمر سے فرمایا۔ انہوں نے حضرت ابو بکر سے بھی مختصر وعظ کیا۔ پھر کسی اور شخص سے فرمایا تو اس نے لمبی تقریر شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ یا فرمایا خاموش ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے تقریر کے لئے فرمایا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے بعد صرف یہ کہا کہ اے لوگو! اللہ ہمارا رب ہے، قرآن ہمارا رہنما ہے، بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور محمد ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں اور مجھے تمہارے لئے وہ پسند ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ **نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا کہ ابن مسعود نے درست کہا اور مجھے بھی اپنی امت کے لئے وہ پسند ہے جو ابن مسعود نے پسند کیا۔**[512]

حضرت علی جب کوفہ میں تشریف لے گئے تو آپ کی مجلس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کا کچھ تذکرہ ہوا۔ یہ وہاں پہلے رہ چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ہم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے بڑھ کر اعلیٰ اخلاق والا اور نرمی سے تعلیم دینے والا اور بہترین صحبت اور مجلس کرنے والا اور انتہائی خدا ترس اور کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت علی نے بغرض

آزمائش ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ سچ سچ بتاؤ کہ عبد اللہ بن مسعود کے متعلق یہ گواہی صدق دل سے دیتے ہو۔ سب نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! میں بھی عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں یہی رائے رکھتا ہوں جو ان لوگوں کی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر رائے رکھتا ہوں۔[513]

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اپنے دینی بھائی حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے قائم فرمودہ مؤاخات کا حق بھی خوب ادا کیا۔ ان پر کامل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ میرے جملہ مالی امور کی نگرانی اور سپرد داری، یعنی تمام کام جو ہیں ان کو سنبھالنا جو میری جائیداد پیچھے رہ جائے گی، حضرت زبیر بن العوام اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن زبیر کے ذمہ ہوگی اور خاندانی معاملات میں ان کے فیصلے قطعی اور نافذ العمل ہوں گے۔[514]

ابووائل سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کی تہ بند ٹخنوں سے نیچے دیکھی تو اسے ٹخنوں سے اوپر کرنے کا کہا۔ اس پر اس شخص نے جواباً آپ سے کہا کہ آپ بھی اپنی تہ بند ٹخنوں سے اوپر کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میری پنڈلیاں باریک ہیں اور میں دبلا بھی ہوں۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس شخص کو حضرت ابن مسعود سے اس طرح مخاطب ہونے اور جواب دینے کے سبب سزا بھی دی۔[515]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص میں تکبر ہو اور اس زمانے میں تکبر کی وجہ سے کپڑے لمبے رکھنے کا رواج تھا تو اس پر انہوں نے اس کو سمجھایا ہو اور اس نے بغیر دیکھے کہ یہ کتنے عاجز شخص ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کتنا عمل کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کس قدر خشیت ہے آگے سے یہ جواب دیا اور حضرت عمر کو جب پتہ لگا تو آپ نے اس کی سرزنش کی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کی اطاعتِ رسول کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حدیثوں میں ایک واقعہ آتا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اُن میں کس قدر فرمانبرداری کی روح پائی جاتی تھی۔ بظاہر وہ ایک ایسی بات ہے جسے سن کر کوئی انسان کہہ سکتا ہے یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے لیکن جیسا کہ میں نے بتایا (حضرت خلیفہ ثانی کہتے ہیں) کہ ان کی ترقی کا راز اسی میں مضمر تھا کہ وہ رسول کریم ﷺ کی زبان سے جب کوئی حکم سنتے تو اسی وقت اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس کو بیان کر رہے ہیں کہ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کی مجلس کی طرف آ رہے تھے تو آپ ابھی گلی میں ہی تھے کہ آپ کے کانوں میں رسول کریم ﷺ کی یہ آواز آئی کہ بیٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہجوم زیادہ ہو گا اور کچھ لوگ کناروں پر کھڑے ہوں گے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جو ابھی مجلس میں نہیں پہنچے تھے اور گلی میں انہوں نے رسول کریم ﷺ کی یہ آواز سنی تو وہیں بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے جیسے بچے چلتے ہیں گھسٹ گھسٹ کر مسجد میں پہنچے۔ کسی شخص نے جو اس

راز کو نہیں سمجھتا تھا کہ اطاعت اور فرمانبرداری کی روح ہی دنیا میں قوموں کو کس طرح کامیاب کرتی ہے جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کو اس طرح چلتے دیکھا تو اس نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے۔ وہ اس کو بیوقوفی سمجھ رہا تھا۔ اس کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ قوموں کی ترقی کے لئے اصل چیز اطاعت ہے۔ بہرحال اس نے اس کو کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب تو یہ تھا کہ مسجد میں جو لوگ کناروں پر کھڑے ہیں وہ بیٹھ جائیں مگر آپ گلی میں ہی بیٹھ گئے ہیں اور گھسٹتے ہوئے مسجد میں آئے ہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ جب مسجد پہنچتے تو اس وقت بیٹھتے، گلی میں بیٹھ جانے کا کیا فائدہ تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جواب دیا ہاں ہو تو سکتا تھا لیکن اگر مسجد پہنچنے سے پہلے ہی میں مر جاتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم میرے عمل میں نہ آتا اور کم سے کم ایک بات ایسی ضرور رہ جاتی جس پر میں نے عمل نہ کیا ہوتا۔ اب یہ شوق تھا ان لوگوں کا کہ کوئی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے یہ نہ ہو کہ ہم اس پر عمل نہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا میں نے یہ بات سنی اور مجھے یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر میں اس دوران مر جاتا تو پھر میرے نامہ اعمال میں کہیں یہ نہ لکھا جائے کہ یہ ایک آخری بات تھی جس پر تم نے سننے کے باوجود عمل نہیں کیا۔ تو بہرحال انہوں نے اس سے کہا کہ اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں چلتا ہوا آؤں اور پھر مسجد میں آکر بیٹھوں۔ میں نے خیال کیا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے شاید میں مسجد میں پہنچوں یا نہ پہنچوں اس لئے ابھی بیٹھ جانا چاہئے تاکہ اس حکم پر بھی عمل ہو جائے۔ یہ لوگ اتنی باریکی سے چیزوں کو دیکھنے والے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ مزید لکھتے ہیں کہ انہی عبد اللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ حج کے ایام میں مکّہ مکرمہ میں چار رکعتیں پڑھیں۔ حج پر گئے ہوئے تھے، قیام تھوڑا تھا، وہاں چار رکعتیں پڑھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کے لئے تشریف لائے تھے تو آپ نے وہاں دو رکعتیں پڑھی تھیں کیونکہ مسافر کو دو رکعت نماز پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اپنے زمانہ خلافت میں تشریف لائے تو آپ نے بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ حج کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے بھی دو ہی پڑھیں یعنی قصر نماز کا جہاں حکم ہے وہاں قصر کی مگر حضرت عثمانؓ نے چار رکعتیں پڑھا دیں۔ اس پر لوگوں میں ایک شور برپا ہو گیا، بڑا شور مچایا لوگوں نے اور انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بدل دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے پاس لوگ آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ آپ نے چار رکعتیں کیوں پڑھی ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں نے ایک اجتہاد کیا اور وہ یہ اجتہاد تھا کہ اب دور دور کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ بہت سے لوگ دور دور سے حج کے لئے بھی آنے لگ گئے ہیں اور ان میں سے اکثر کو اب اسلامی مسائل اتنے معلوم نہیں جتنے پہلے لوگوں کو معلوم ہوا کرتے تھے۔ اب وہ صرف ہمارے افعال کو دیکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہم پرانے مسلمان کیا کر رہے ہیں، اور جس رنگ میں وہ ہمیں

کوئی کام کرتا دیکھتے ہیں اسی رنگ میں خود کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی اسلام کا حکم ہے۔ یہ لوگ چونکہ مدینہ میں بہت کم آتے ہیں اور انہیں وہاں رہ کر ہماری نمازیں دیکھنے کا موقع نہیں ملتا تو اس لئے میں نے یہی خیال کیا کہ اب حج کے موقع پر انہوں نے مجھے دو رکعت نماز پڑھتے دیکھا، قصر کرتے دیکھا تو اپنے علاقے میں جاتے ہی کہنے لگ جائیں گے کہ خلیفہ کو ہم نے دو رکعت نماز پڑھاتے دیکھا ہے اس لئے اسلام کا اصل حکم یہی ہے کہ دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ جب یہ اپنے علاقے میں جاکے بتائیں گے تو لوگ چونکہ اس بات سے ناواقف ہوں گے کہ دو رکعت نماز سفر کی وجہ سے پڑھی گئی ہے اس لئے اسلام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور لوگوں کو ٹھوکر لگے گی۔ یہ حضرت عثمانؓ نے اجتہاد کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے کہا پس میں نے مناسب سمجھا کہ چار رکعت نماز پڑھا دوں تا کہ نماز کی چار رکعت انہیں نہ بھولیں۔ باقی رہا یہ کہ میرے لئے چار رکعت پڑھنا جائز کس طرح ہو گیا۔ اس کا بھی حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں نے کیوں چار رکعت پڑھیں اور کیوں میرے لئے یہ جائز ہے۔ آپ نے اس کا جواب دیا کہ میں نے یہاں شادی کی ہوئی ہے، مکہ میں میری شادی ہوئی ہوئی ہے اور بیوی کا سارا خاندان وہاں تھا، سسرال وہیں تھا۔ چونکہ بیوی کا وطن بھی اپنا ہی وطن ہوتا ہے، اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مسافر نہیں ہوں اور مجھے پوری نماز پڑھنی چاہئے۔

اپنے اجتہاد کی یہ ایک اور دلیل انہوں نے دی۔ غرض حضرت عثمانؓ نے چار رکعت نماز پڑھانے کی یہ وجہ بیان فرمائی اور اس توجیہہ کا مقصد آپ نے یہ بتایا کہ باہر کے لوگوں کو دھوکہ نہ لگے اور وہ اسلام کی صحیح تعلیم کو سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھائیں۔ ان کی یہ بات بھی بڑی لطیف تھی، بڑی باریک گہری بات تھی اور جب صحابہ نے سنی تو اکثر لوگ سمجھ گئے اور بعض نہ سمجھے مگر خاموش رہے۔ مگر دوسرے لوگوں نے جو فتنہ پیدا کرنے والے تھے انہوں نے شور مچا دیا اور کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف عمل کیا ہے۔ چنانچہ جو لوگ شور مچانے والے تھے، فتنہ پرداز تھے انہی میں سے کچھ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بھی پہنچے اور کہنے لگے آپ نے دیکھا کہ آج کیا ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے اور عثمانؓ نے آج کیا کیا۔ ان لوگوں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو حج کے دنوں میں مکہ آکر صرف دو رکعتیں پڑھایا کرتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے چار رکعتیں پڑھائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر کہا کہ دیکھو ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم فتنہ اٹھائیں کیونکہ خلیفہ وقت نے کسی حکمت کے ماتحت ہی ایسا کام کیا ہوگا، کوئی حکمت ہو گی جو ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ پس تم فتنہ نہ اٹھاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ مَیں نے بھی ان کی اقتداء میں چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں۔ مَیں بھی نماز پڑھنے والوں میں شامل تھا اور میں نے بھی چار رکعتیں ہی پڑھی ہیں مگر نماز کے بعد میں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ لی کہ خدایا تو ان چار رکعتوں میں سے میری وہی دو رکعتیں قبول فرمانا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم پڑھا کرتے تھے اور باقی دو رکعتوں کو میری نماز

نہ سمجھنا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یہ کیسا عشق کا رنگ ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود میں پایا جاتا تھا کہ انہوں نے چار رکعتیں پڑھ تو لیں مگر انہیں وہ ثواب بھی پسند نہ آیا جو محمد رسول اللہ ﷺ کی پڑھی ہوئی دو رکعتوں سے زیادہ تھا اور دعا مانگی کہ الٰہی دو رکعتیں ہی قبول فرمانا چار نہ قبول کرنا۔ اب جو مقتدی تھے انہوں نے تو خلیفہ وقت کے پیچھے چار رکعتیں پڑھیں اور اطاعت میں پڑھ لیں۔ نماز کا بھی ثواب ہے، اطاعت کا بھی ثواب ہے لیکن عبداللہ بن مسعود کا اپنا ایک نظریہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ اطاعت میں نے کرلی لیکن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس سے زیادہ ثواب لوں جتنا کہ آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے نمازیں پڑھ کے، ہمیں حاصل کرنے والا بنایا اور اس لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ دو رکعتوں کو قبول کرنا۔

اور پھر حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ پھر خلافت کی اطاعت کا بھی اس میں کیسا عمدہ نمونہ پایا جاتا ہے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ نے کس وجہ سے دو کی بجائے چار رکعتیں پڑھی ہیں حالانکہ یہ وجہ ایسی ہے جسے بہت سے لوگ صحیح قرار دیتے ہیں۔ وہ بیوی کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے، بیٹے کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے، ماں باپ کے گھر جاتے ہیں تو اسے سفر نہیں سمجھتے پس یہ مسئلہ ٹھیک تھا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کی یہ احتیاط کہ باہر کے لوگوں کو دھوکہ نہ لگے اور اسلام میں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے ان کے اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کا ثبوت تھا۔

حضرت عثمانؓ کا بھی یہ بڑا اعلیٰ درجہ کا تقویٰ تھا، نیت تھی کہ ٹھوکر نہ لگے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس وقت تک اس حکمت کا علم نہیں تھا کہ کیا وجہ تھی حضرت عثمانؓ کی چار رکعتیں پڑھنے کی لیکن انہوں نے یہ نہیں کیا کہ نماز چھوڑ دی ہو۔ بلکہ انہوں نے نماز بھی پڑھ لی اور خلافت کی اطاعت بھی کرلی اور بعد میں خدا تعالیٰ کے حضور عرض کر دیا کہ یا اللہ! میری دو رکعتیں ہی قبول ہوں چار نہ ہوں۔ یہ کیسی فرمانبرداری اور رسول کریم ﷺ کے قدم بہ قدم چلنے کی روح تھی جو ان میں پائی جاتی تھی۔ **یہی وجہ تھی کہ باوجود اس بات کے کہ صحابہ بالکل اَن پڑھ تھے، سارے مکہ میں کہا جاتا ہے کل سات آدمی پڑھے لکھے تھے لیکن ساری دنیا پہ یہ لوگ چھا گئے۔**[516]

یہ خاص نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے

پس یہ اطاعت تھی جس سے وہ مقام ان کو حاصل ہوا اور فتحیاب ہوئے۔ پس یہ خاص نکتہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس عمل سے خلیفہ وقت کی اطاعت کا بھی اظہار ہو گیا اور عشق رسول ﷺ کے اعلیٰ مقام کا بھی اظہار ہو گیا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے مختلف مواقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کے طریق کی ہمیشہ تعریف فرمائی اور یہی حقیقی طریقہ ہے فتنوں سے بچنے کا۔ **پس یہ وہ اسوہ ہے جو ہر احمدی کے لئے مشعل راہ ہے۔**

ایک دفعہ حضرت عمرؓ رات کے وقت ایک قافلہ سے ملے۔ اندھیرے کی وجہ سے اہل قافلہ کو دیکھنا

ممکن نہ تھا۔ اس قافلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود بھی موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو قافلہ والوں سے پوچھنے کے لئے بھیجا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں؟ اس آدمی کے استفسار پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا۔ فَجٌّ الْعَمِيْق۔ یعنی دور کے راستے سے۔ پھر پوچھا کہاں جا رہے ہو تو جواب انہوں نے دیا کہ بَيْت الْعَتِيْق۔ یعنی خانہ کعبہ جا رہے ہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ ان لوگوں میں کوئی عالم ہے؟ پھر ایک آدمی کو حکم دیا کہ ان کو آواز دیکر پوچھو کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے۔ اس قافلے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے انہوں نے ہی اس شخص کو جواب دیا، حضرت عمرؓ کے پوچھوانے پر کہ کونسی آیت عظیم آیت ہے کہ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (البقرة:256)۔ (آیت الکرسی)۔ پھر پوچھا کہ قرآن کریم کی محکم ترین آیت کون سی ہے۔ تو یہ روایت میں آتا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل:91) حضرت عمرؓ نے اس آدمی سے یہ پوچھنے کا کہا کہ قرآن کی جامع ترین آیت کون سی ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ جواب دیا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال:8-9) پھر پوچھو کہ قرآن کریم کی خوفناک ترین آیت کون سی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت بتائی کہ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (النساء:124) حضرت عمرؓ فاروق نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ قرآن کریم کی سب سے امید افزا آیت کون سی ہے؟ جس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر:54) یہ ساری باتیں سننے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ ہیں؟ قافلہ کے لوگوں نے کہا کیوں نہیں! اللہ کی قسم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ علم فقہ سے لبریز ہیں۔[517]

اور یہ سارے جواب سن کے حضرت عمرؓ کو یقیناً پتہ لگ گیا ہو گا کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہی ایسے عالمانہ جواب دے سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن آنحضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان سے ہیں۔ ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ ان کی گردنیں اڑا دیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے رائے پیش کی یا رسول اللہ ﷺ آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں۔ آنحضور ﷺ نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

کہتے ہیں کہ لوگ آپس میں باتیں کرنے لگ گئے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد آنحضور ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتا ہے کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا سخت کر دیتا ہے کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ابراہیم:37) کہ پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ابو بکر تمہاری مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (المائدۃ:119) کہ اگر تو انہیں عذاب دے تو آخر یہ تیرے بندے ہیں، اگر تُو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تُو کامل غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو کہا کہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جیسے انہوں نے فرمایا تھا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (نوح:27) کہ اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین میں بستا ہوا نہ رکھ اور پھر حضرت عمرؓ کو یہ بھی فرمایا کہ تمہاری حضرت موسیٰؑ جیسی مثال ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (یونس:89) کہ اے ہمارے رب ان کے اموال برباد کر دے اور ان کے دلوں پر سختی کر پس وہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضاء کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ خاموش رہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا۔ آخر حضور ﷺ نے فرما ہی دیا کہ اس کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔[518]

آنحضور ﷺ کا خاموش رہنا انہوں نے آپ ﷺ کی ناراضگی پر محمول کیا اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اللہ تعالیٰ کی سزا کے ڈر سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ عجیب مقام تھا ان کا خشیت اللہ کا۔ **سنت رسول ﷺ کے مطابق حضرت ابن مسعود صرف جمعرات کے روز وعظ فرمایا کرتے تھے** جو بہت ہی مختصر اور جامع ہوتا تھا اور ان کا بیان ایسا دلچسپ اور شیریں ہوتا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن مِرداس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ جب تقریر ختم کرتے تھے تو ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کاش ابھی وہ کچھ اور بیان کرتے۔ شام کے وقت اس وعظ میں بالعموم آپ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں سے صرف ایک حدیث سنایا کرتے تھے اور حدیث بیان کرتے وقت آپ کے جذب و شوق اور عشق رسولؐ کا منظر دیدنی ہوتا تھا۔ آپ کے شاگرد مسروق کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے ہمیں نبی کریم ﷺ کی ایک

حدیث سنائی اور جب ان الفاظ پر پہنچے کہ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ... کہ میں نے خدا کے رسول سے سنا تو مارے خوف اور خشیت سے آپ کے بدن پر ایک لرزہ طاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے لباس سے بھی جنبش محسوس ہونے لگی۔ اس کے بعد احتیاط کی خاطر یہ بھی فرمایا کہ شاید حضور ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے تھے یا اس سے ملتے جلتے الفاظ۔ حدیث بیان کرتے وقت آپ کمال درجہ احتیاط برتتے تھے۔ یہ اس وعید اور گرفت کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غلط احادیث بیان کرنے والوں کی پکڑ ہو گی۔

ایک اور روایت سے بھی اس احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس آتا جاتا رہا۔ وہ حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یعنی اللہ کے رسول نے فرمایا کے الفاظ کہہ کر آپ پر ایک عجیب کرب کی کیفیت طاری ہو گئی اور پیشانی سے پسینہ گرنے لگا پھر فرمانے لگے کہ اسی قسم کے الفاظ اور اس سے ملتے جلتے الفاظ حضور ﷺ نے فرمائے تھے۔[519]

آپ کی خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاؤں اور حساب کتاب سے بچ جاؤں۔

حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعود بیمار ہوئے تو سخت خوفزدہ ہو گئے۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کو کبھی کسی بیماری میں اتنا پریشان نہیں دیکھا جتنا اس میں ہیں۔ فرمانے لگے یہ بیماری مجھے اچانک آ لگی ہے۔ مَیں ابھی خود کو آخرت کے سفر کے لئے تیار نہیں پاتا اس لئے پریشان ہوں۔ آپ نے اپنی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ دن میرے لئے آسان نہیں ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو اٹھایا نہ جاؤں۔ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آپ نے یہ وصیت کی اور اس وصیت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔[520]

اب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آجکل ہر ایک لکھتا ہے تو یہ خاص طور پر جو اس کا یہاں ذکر ہوا اس لئے کہ ان کو حقیقی ادراک تھا، اللہ تعالیٰ کے رحمٰن اور رحیم ہونے کا ادراک تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفات کا واسطہ دے کر یہ بات شروع کی، اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کی تا کہ اس وصیت میں کوئی بھی ایسی بات ہو جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں آسکتی ہو تو رحمان اور رحیم خدا اس سے بچائے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مالی حالات خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنے اچھے ہو گئے تھے کہ آخری عمر میں آپ نے اپنا وظیفہ لینا چھوڑ دیا تھا۔[521]

اس فارغ البالی کی حالت میں جبکہ نوّے ہزار درہم آپ کا ترکہ تھا۔[522]

اپنے کفن کے بارے میں یہی وصیت کی کہ وہ سادہ چادروں کا ہو اور دو سو درہم کا ہو اور وفات کے بعد حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے ساتھ دفن کیا جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے حضرت عثمانؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ آپ کو رات کو دفن کیا گیا۔ ایک

روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تدفین کے بعد صبح ان کی قبر پر سے ایک راوی گزرے تو دیکھا کہ اس پر پانی چھڑکا ہوا تھا۔[523]

عقیدت کا یہ حال تھا کہ لوگوں نے رات کو ہی اس قبر کی مضبوطی کے لئے پانی چھڑکا ہو گا۔

ابوالأحوَص بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد مَیں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابومسعود کے پاس حاضر ہوا۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ کیا ابن مسعود نے اپنے بعد کوئی مثل چھوڑا ہے، ان جیسا ہے کوئی اور؟ تو انہوں نے کہا کہ ایسا ہمارے جانے کے بعد تو شاید ممکن ہو، اس وقت ہمیں ایسا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ابھی ہمارے درمیان اس وقت کوئی نہیں، شاید بعد میں کوئی پیدا ہو جائے۔[524]

حضرت تمیم بن حرام بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضور ﷺ کے کئی صحابہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں مگر حضرت عبداللہ بن مسعود سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت سے رغبت رکھنے والا کسی اور کو نہیں پایا۔[525]

221

حضرت عبس بن عامر بن عدیؓ

حضرت عبس بن عامر بن عدی۔ ابن اسحاق نے آپ کا نام عبس بیان کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے آپ کا نام عبسی بیان کیا ہے۔ ان کی والدہ کا نام امّ البَنِیْن بنت زھَیر بن ثعلبہ تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو سلمہ سے تھا۔ حضرت عبس ان ستر انصار صحابہ میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں حاضر تھے اور آپ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔[526]

222

حضرت عبید بن ابو عبید انصاریؓ

حضرت عبیدؓ۔ ان کا پورا نام حضرت عُبَید بن ابو عُبَید انصاری اَوْسِی ؓ تھا۔ ابن ہشام کے مطابق آپؓ قبیلہ اَوس کے خاندان بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عُبَیدؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شامل ہوئے تھے۔[527]

223

حضرت عُبَیْد بن تَیِّہانؓ

اپنے ایک بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

نام و نسب

حضرت عُبَیْد بن تَیِّہان کا نام عَتِیک بن تَیِّہان بھی بیان کیا جاتا ہے۔

ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت عَتِیک تھا۔ آپؓ اَبُوالْهَیْثَم بن تَیِّہان کے بھائی تھے اور آپؓ بنوعبدالْاَشْهَل کے حلیفوں میں سے تھے۔

بیعت عقبہ میں شمولیت

حضرت عُبَیْدؓ ستّر انصار کے ساتھ بیعتِ عَقَبہ میں شامل ہوئے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپؓ کے اور حضرت مَسْعُود بن رَبِیع کے مابین مؤاخات قائم فرمائی۔

آپؓ اپنے بھائی حضرت اَبُوالْهَیْثَم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے اور آپؓ نے غزوۂ احد میں شہادت پائی۔ آپ کو عِکْرِمَہ بن ابوجہل نے شہید کیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ جنگ صِفِّین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس پہ ذرا اختلاف ہے لیکن بہرحال دونوں روایتوں میں ایک مشترک بات ہے کہ آپؓ شہید ہوئے۔

آپ کا بیٹا بھی جنگ بدر میں شامل

آپؓ کی اولاد میں دو بیٹوں حضرت عُبَیْدُاللہؓ اور حضرت عَبَّادؓ کا ذکر ملتا ہے۔

طبری کے قول کے مطابق حضرت عَبَّادؓ نے بھی غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت پائی جبکہ حضرت عُبَیْدُاللہؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنگ یَمَامَہ میں شہید ہوئے۔[528]

224

حضرت عبید بن اوسؓ

حضرت عُبَیْد بِنْ اَوْس انصاری۔ ولدیت اَوس بن مالک۔

حضرت عباسؓ سمیت تین افراد کو بدر میں قید کرنا

حضرت عُبَید بن اوس نے غزوۂ بدر میں شرکت کی اور آپ نے غزوۂ بدر میں حضرت عَقِیل بن اَبُو طالِب کو قیدی بنایا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عباسؓ اور حضرت نَوفَلؓ کو بھی قیدی بنایا۔ جب آپ ان تینوں کو رسی سے باندھے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ لَقَدْ اَعَانَکَ عَلَیْھِمْ مَلَکٌ کَرِیْمٌ کہ یقیناً اس معاملہ میں ایک معزز فرشتے نے تمہاری مدد کی ہے۔ اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے آپ کو مُقَرِّن کا لقب عطا فرمایا یعنی زنجیر میں جکڑنے والا۔[529]

ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عباس کو غزوہ بدر میں قیدی بنانے والے حضرت اَبُو الْیَسَر کَعْب بن عَمْرو تھے۔[530]

حضرت عبید بن اوس نے حضرت اُمَیْمَہ بنتِ النُّعْمَان سے شادی کی۔ حضرت اُمَیْمَہ بھی آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ کی بیعت سے فیضیاب ہوئیں۔[531]

225

حضرت عبید بن زیدؓ

حضرت عبیدؓ بن زید انصاری۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عجلان سے تھا اور غزوۂ بدر اور اُحد میں انہوں نے شرکت کی۔[532]

نبی اکرم ﷺ کے متبرک پانی اور دعا کی برکت سے اونٹ تیز رفتار ہو گیا

حضرت مُعَاذ بن رِفَاعَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مَیں اپنے بھائی حضرت خَلّاد بن رافع کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لاغر سے اونٹ پر سوار ہو کر بدر کی طرف نکلا۔ ہمارے ساتھ عُبَید بن زید بھی تھے۔ یہاں تک کہ ہم بَرِید مقام پر پہنچے جو رَوْحَاء کے مقام سے پیچھے ہے تو ہمارا اونٹ

بیٹھ گیا۔ پہلے بھی یہ کچھ واقعہ اس دوسرے صحابی کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ تو کہتے ہیں ہمارا اونٹ بیٹھ گیا۔ مَیں نے دعا کی کہ اے اللہ تیری خاطر نذر مانتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پہنچ جائیں تو ہم اس کو قربان کر دیں گے۔ کہتے ہیں ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گزر ہمارے پاس سے ہوا۔ آپؐ نے ہم سے پوچھا کہ تم دونوں کو کیا ہوا ہے؟

ہم نے ساری بات بتائی۔ پھر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس رکے۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور پس خوردہ پانی میں لعابِ دہن ڈالا۔ پھر آپؐ کے حکم سے ہم نے اونٹ کا منہ کھول دیا۔ آپؐ نے اونٹ کے منہ میں کچھ پانی ڈالا پھر اس کے سر پر، اس کی گردن پر، اس کے شانے پر، اس کی کوہان پر، اس کی پیٹھ پر اور کچھ پانی اس کی دُم پر ڈالا۔ پھر آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ! رافع اور خَلّاد کو اس پر سوار کر کے لے جا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو تشریف لے گئے۔ ہم بھی چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور چل پڑے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مَنْصَفْ کے مقام کے شروع میں پالیا۔ وہاں پہنچ گئے اور اُن سے مل گئے۔ ہمارا اونٹ قافلے میں سب سے آگے تھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں دیکھا تو مسکرا دیئے۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور بدر سے واپسی پر بھی کہتے ہیں کہ جب ہم مُصَلّٰی کے مقام پر پہنچے تو ہمارا اونٹ بیٹھ گیا اور پھر میرے بھائی نے اس کو ذبح کر دیا اور اس کا گوشت صدقہ کر دیا۔ تو اس میں ان کے ساتھ حضرت عبید بن زید بھی شامل تھے۔[533]

226

حضرت عبیدہ بن الحارث

تین بھائی جنگ بدر میں شامل

نام و نسب و کنیت

حضرت عبیدہ بن حارث۔ حضرت عبیدہ بن الحارث جو بنو مطلب میں سے تھے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قریبی رشتہ دار تھے۔[534]

ان کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا۔ ان کی کنیت ابو حارث جبکہ بعض کے نزدیک ابو معاویہ تھی۔ والدہ کا نام سُخَیلہ بنت خُزاعی تھا۔ حضرت عبیدہؓ عمر میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دس سال بڑے تھے۔ یہ ابتدائی ایمان لانے والوں میں شامل تھے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے آپؓ ایمان لے آئے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ، حضرت ابو سلمہ بن عبد اللہ اسدی، حضرت عبد اللہ بن ارقم مخزومی اور حضرت عثمان بن مظعون ایک ہی وقت میں ایمان لائے تھے۔

حضرت عبیدہؓ آنحضور ﷺ کے نزدیک خاص قدر و منزلت رکھتے تھے۔ حضرت عبیدۃ بن حارث نے ابتدا میں اسلام قبول کیا اور آپ بنو عبد مناف کے سرداروں میں سے تھے۔[535]

ہجرت مدینہ اور مؤاخات

حضرت عبیدہ بن حارث نے اپنے دو بھائیوں حضرت طُفَیل بن حارث اور حضرت حُصَین بن حارث کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان کے ساتھ حضرت مِسطح بن اُثاثہ بھی تھے۔ سفر سے پہلے طے پایا کہ یہ لوگ وادیٔ ناجح میں اکٹھے ہوں گے لیکن حضرت مِسطح بن اُثاثہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اگلے دن ان کو حضرت مسطح کے ڈسے جانے کی اطلاع ملی لہٰذا یہ لوگ واپس گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ آگئے۔ مدینہ میں یہ لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہ کے ہاں ٹھہرے۔[536]

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت عمیر بن الحُمام کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت عمیر بن الحُمام دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔[537]

ان کے دو بھائی حضرت طُفَیل بن حارث اور حضرت حُصَین بن حارث بھی غزوۂ بدر میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔[538]

آنحضرت ﷺ کی سیاسی بصیرت اور جنگی دور بینی

نبی کریم ﷺ نے مدینہ آکر کفار کے شر سے بچنے کے لئے اور مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے کچھ تدابیر اختیار فرمائیں جو آپ ﷺ کی اعلیٰ سیاسی قابلیت اور جنگی دوربینی کی ایک بین دلیل ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح تحریر کیا ہے کہ:

"تاریخ سے ثابت ہے کہ **پہلا دستہ ہی جو آنحضرت ﷺ نے عبیدہ بن الحارث کی سرداری میں** روانہ فرمایا تھا اور جس کا عکرمہ بن ابوجہل کے ایک گروہ سے سامنا ہو گیا تھا اس میں مکہ کے دو کمزور مسلمان جو قریش کے ساتھ ملے ملائے آگئے تھے، قریش کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آملے تھے چنانچہ روایت آتی ہے کہ...اس مہم میں جب مسلمانوں کی پارٹی لشکر قریش کے سامنے آئی تو دو شخص مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان جو بنوزہرہ اور بنو نوفل کے حلیف تھے مشرکین میں سے بھاگ کر مسلمانوں میں آملے اور یہ دونوں شخص مسلمان تھے اور صرف کفار کی آڑ لے کر مسلمانوں میں آملنے کے لئے نکلے تھے۔ پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک غرض آنحضرت ﷺ کی یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قریش سے چھٹکارا پانے اور مسلمانوں میں آملنے کا موقعہ ملتا رہے۔"[539]

ہجرت کے آٹھ مہینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہ بن حارث کو ساٹھ یا اسّی سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبیدہ بن حارث کے لئے ایک سفید رنگ کا پرچم باندھا

جسے حضرت مسطح بن اثاثہ نے اٹھایا۔ اس سریہ کا مقصد یہ تھا یعنی کہ جو بھیجا گیا تھا لشکر یا سواروں کا ایک گروپ، کہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کو راہ میں روک لیا جائے۔ قریش کے قافلے کا امیر ابوسفیان تھا۔ بعض کے مطابق عکرمہ بن ابوجہل اور بعض کے مطابق مِکْرَز بن حَفْص تھا۔ اس قافلے میں دو سو آدمی تھے یعنی کافروں کے قافلے میں جو تجارتی مال لے کر جا رہے تھے۔ صحابہؓ کی اس جماعت نے رابغ وادی پر اس قافلے کو جا لیا۔ اس مقام کو وَدَّان بھی کہا جاتا ہے۔ دونوں فریقوں کے درمیان تیر اندازی کے علاوہ کوئی مقابلہ نہ ہوا اور لڑائی کے لئے باقاعدہ صف بندی نہ ہوئی۔ وہ صحابی جنہوں نے مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر چلایا وہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے اور یہ وہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی طرف سے چلایا گیا۔ اس موقع پر حضرت مقداد بن اسود اور حضرت عیینہ بن غزوان (ابن ہشام اور تاریخ طبری میں عُتبہ بن غزوان بھی ہے) لکھا ہے مشرکوں کی جماعت سے نکل کر مسلمانوں سے آ ملے کیونکہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کی طرف جانا چاہتے تھے۔ **حضرت عبیدہ بن حارث کی سرکردگی میں یہ اسلام کا دوسرا سریہ تھا۔**

تیر اندازی کے بعد دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے کیونکہ مشرکین پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑا کہ انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر ہے اور ان کو مدد پہنچ رہی ہے لہٰذا وہ لوگ خوفزدہ ہو کر پسپا ہو گئے اور مسلمانوں نے بھی ان کا پیچھا نہیں کیا۔[540]

گئے تو تھے لیکن یہ نہیں کہ کوئی پیچھے گئے ہوں اور باقاعدہ جنگ کی ہو۔ دونوں طرف سے حملہ ہوا۔ اُنہوں نے بھی حملہ کیا اِنہوں نے بھی تیر چلائے اُنہوں نے بھی تیر چلائے اور آخر جب وہ کفار پیچھے ہٹ گئے تو مسلمان واپس آ گئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ:

"غزوۂ ودان سے واپس آنے پر ماہ ربیع الاول کے شروع میں آپؐ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عبیدہ بن الحارث مطلبی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔" غرض بیان کر دی ہے کہ قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ "چنانچہ جب عبیدہ بن الحارث اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثنیۃ المرّہ کے پاس پہنچے تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہو گی۔" کچھ اَور ہو سکتا ہے، لوگ آ رہے ہوں، کوئی لشکر ہو۔ "ان کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آ ملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقعہ پا کر مسلمانوں میں آ ملیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے

ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بد دل کر دیا ہو اور انہوں نے اسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا۔ "تجارت کی آڑ میں یہ لوگ باقاعدہ لشکر بنا کر نکلے تھے، مسلح تھے۔" اور جس کے متعلق ابن اسحاق نے جمع عظیم "یعنی ایک بڑا لشکر" کے الفاظ استعمال کئے ہیں کسی خاص ارادہ سے اس طرف آیا تھا، لیکن یہ یقینی ہے کہ ان کی نیت بخیر نہیں تھی۔ "نیک نیت سے بہر حال وہ نہیں آئے تھے، حملہ کرنے آئے تھے اور اس لئے مسلمانوں نے بھی تیر اندازی کی۔ اور یقیناً اس سے یہ لگتا ہے کہ پہلی تیر اندازی بھی کافروں کی طرف سے ہوئی تھی۔" اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پا کر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان روحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔"[541]

جنگ بدر کے دن مبارزت میں سامنے آنے والے

آپؓ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی طرف سے ولید بن عتبہ سے مبارزت کی۔ احادیث میں آتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی اس واقعہ کے متعلق اتری ہے۔ چنانچہ حضرت علی سے روایت ہے کہ آیت هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج:20) ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جنہوں نے بدر والے دن مبارزت کی یعنی حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت علی بن طالب اور حضرت عبیدہ بن حارث اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔[542]

آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو جھگڑالو ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پوری آیت اس طرح یہ ہے کہ: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ (الحج:20) یہ دو جھگڑالو ہیں جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پس وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کاٹے جائیں گے۔ ان کے سروں کے اوپر سے سخت گرم پانی انڈیلا جائے گا۔

بہر حال اس مبارزت کی مزید تفصیل سنن ابو داؤد میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی نکلے اور پکار کر کہا کہ کون ہمارے مقابلے کے لئے آتا ہے؟ تو انصار کے کئی نوجوانوں نے اس کا جواب دیا۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے بتا دیا کہ ہم انصار ہیں۔ عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ ہم تو صرف اپنے چچا کے بیٹوں سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حمزہؓ! اٹھو۔ اے علی! کھڑے ہو۔ اے عبیدہ بن حارث! آگے بڑھو۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی حضرت حمزہؓ عتبہ کی طرف بڑھے اور میں شیبہ کی طرف بڑھا اور عبیدہؓ بن حارث اور ولید کے درمیان

جھڑپ ہوئی اور دونوں نے ایک دوسرے کو سخت زخمی کیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو مار ڈالا اور عبیدہ کو ہم میدان جنگ سے اٹھا کے لے آئے۔[543]

مبارزت کے دوران عتبہ نے حضرت عبیدہؓ بن حارث کی پنڈلی پر کاری ضرب لگائی تھی جس سے ان کی پنڈلی کٹ گئی تھی۔ پھر آپؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اٹھوایا اور جنگ بدر ختم ہونے کے بعد مقام صفرا، جو بدر کے نزدیک ایک مقام ہے وہاں آپ کا انتقال ہو گیا اور وہیں ان کو دفن کر دیا گیا۔[544]

ایک روایت کے مطابق جب عبیدہؓ کی پنڈلی کٹ چکی تھی اور اس سے گودا بہہ رہا تھا۔ تب صحابہ حضرت عبیدہؓ کو آنحضرت ﷺ کے پاس لائے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ جنگ میں زخمی ہوئے تھے۔ اُس وقت فوری طور پر شہید نہیں ہوئے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، تم شہید ہو۔

ایک روایت کے مطابق جب **حضرت عبیدہؓ بن حارث کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے زانوں پر ان کا سر رکھا پھر حضرت عبیدہؓ نے کہا کاش کہ ابو طالب آج زندہ ہوتے تو جان لیتے کہ جو وہ اکثر کہا کرتے تھے اس کا ان سے زیادہ مَیں حق دار ہوں۔** اور وہ یہ کہا کرتے تھے کہ:

وَنُسْلِمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَاءِنَا وَالْحَلَائِلِ

کہ یہ جھوٹ ہے کہ ہم محمدؐ کو تمہارے سپرد کر دیں گے۔ ایسا تبھی ممکن ہے کہ جبکہ ہم آپ ﷺ کے ارد گرد سے پچھاڑ دیئے جائیں اور ہم اپنے بیوی بچوں سے بھی غافل ہو جائیں۔

یہ جذبات تھے ان لوگوں کے۔ شہادت کے وقت حضرت عبیدہ بن حارث کی عمر 63 سال تھی۔[545]

227

حضرت عِتبان بن مالکؓ

حضرت عِتْبَان بن مَالِك ؓ۔ حضرت عِتْبَان بن مَالِك ؓ کا تعلق خزرج کی ایک شاخ بنو سالِم بن عَوف سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے اور حضرت عمرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

آپؓ غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں شامل ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپؓ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں ہوئی۔[546]

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں میزبانی کی دعوت

جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں نزول فرمایا تو حضرت عِتْبَان بن مالِك ؓ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ ان کے یہاں قیام کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ اس وقت مامور ہے یعنی جہاں خدا کا منشاء ہو گا وہاں یہ خود بیٹھ جائے گی۔[547]

آنحضرت ﷺ کا ایک ماہ کے لئے ازواج اور صحابہؓ سے الگ ہونا

حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور انصار میں سے میرا ایک پڑوسی بنو اُمَیَّہ بن زید، (بنو اُمَیَّہ بن زید بستی کا نام ہے) میں رہتے تھے۔ اور یہ مدینہ کے ان گاؤں میں سے ہے جو آس پاس اونچی جگہ پر واقع تھے۔ اور ہم باری باری رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتے تھے۔ ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ اور جب میں جاتا تھا تو میں اس دن کی وحی وغیرہ کی خبریں اس کے پاس لاتا تھا اور جب وہ جاتا تھا تو وہ ایسے ہی کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا انصاری ساتھی اپنی باری کے دن گیا اور آکر میرے دروازے کو زور سے کھٹکھٹایا اور میرے میں پوچھا کیا وہ یہیں ہیں؟ اس پر میں گھبرایا اور باہر نکلا تو اس نے کہا بہت ہی بڑا حادثہ ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یہ سن کر میں حفصہؓ کے پاس گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ رو رہی ہیں۔

میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ کہنے لگیں کہ میں نہیں جانتی۔ پھر میں نبی ﷺ کے پاس گیا اور میں نے کھڑے کھڑے پوچھا کیا آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس پر میں نے کہا اللہ اکبر۔[548]

روایات کے مطابق بعض جگہ تفصیل بھی ملتی ہے۔ لمبا واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک مہینے کے لیے **آنحضرت ﷺ نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا تھا اور نہ صرف بیویوں سے بلکہ صحابہ سے بھی علیحدہ ہو گئے تھے۔** اس وجہ سے یہ تاثر پیدا ہو گیا کہ طلاق دے دی ہے۔ کسی وجہ سے ناراضگی ہے۔ بہرحال جو بھی وجوہات تھیں وہ اور تھیں لیکن یہ وجہ نہیں تھی۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے بخاری کی حدیث کی شرح میں اس بات سے کہ حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا کہ ایک دن میں جاتا تھا اور ایک دن میرے دوسرے ساتھ جاتے تھے لکھا ہے کہ "اگر کسی کو علم سیکھنے کے لیے پوری فراغت نہ ملتی ہو تو وہ کسی کے ساتھ باری مقرر کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبان بن مالک انصاری کے ساتھ باری مقرر کی تھی۔ صحابہؓ کے شوق کا اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ کام کاج چھوڑ کر تین چار میل سے آکر سارا دن اسی کام میں صرف کر دیتے۔"[549]

لیکن علامہ عینی بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں تحریر کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پڑوسی حضرت

عِتْبَان بن مالِك ؓ تھے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کے پڑوسی اوس بن خولی تھے۔[550]
بہر حال حضرت عمرؓ نے تو اس کی روایت میں جو بیان فرمایا وہی بیان ہوتا ہے۔

نابینائی کی وجہ سے گھر میں نماز باجماعت کا اہتمام کرنے کی اجازت

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالِك ؓ نے جب ان کی بینائی چلی گئی تو نبی کریم ﷺ سے نماز باجماعت سے تَخَلُّف کی اجازت چاہی کہ آ نہیں سکتا، مسجد میں نہیں آسکتا مجھے اجازت دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ حضرت عِتْبَان ؓ نے کہا جی۔
اس پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی۔ یہ مشہور حدیث ہے اکثر پیش کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی کچھ تفصیل بھی ہے۔
صحیح بخاری کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ بعد میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عِتْبَان ؓ کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ شروع میں منع کیا پھر اجازت دے دی۔
چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالِك ؓ اپنی قوم کی امامت کیا کرتے تھے اور وہ نابینا تھے اور یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یارسولؐ اللہ! اندھیرا اور سیلاب ہوتا ہے۔ بارش زیادہ ہو جاتی ہے۔ اندھیرا ہوتا ہے۔ نیچے وادی میں پانی بہ رہا ہوتا ہے۔ میں نابینا ہوں۔ اس لیے یارسولؐ اللہ! میرے گھر میں نماز پڑھیے جسے میں نماز گاہ بناؤں۔ ایک دن حاضر ہوئے اور یہ کہا میرا یہاں آنا مشکل ہو جاتا ہے آپؐ میرے گھر آئیں اور میرے گھر میں میں نے ایک جگہ بنائی ہے وہاں نماز پڑھ لیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم کہاں پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟ انہوں نے گھر میں ایک طرف اشارہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ نماز پڑھی۔[551]

گھروں میں نماز سنٹر بنانے کا ارشاد

پس اگر خاص حالات میں گھر میں نماز کی اجازت دی تو وہاں بھی باقی روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ لوگوں کو جمع کر کے وہاں نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ موسم کی سختی کی وجہ سے، راستے کی روک کی وجہ سے لوگ مسجد میں جا نہیں سکتے تھے۔ تو عذر کوئی نہیں۔ اگر بعد میں اجازت دی بھی تھی تو اس لیے کہ وہاں ان کے گھر کے ایک حصہ میں باجماعت نماز ہو۔ چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب صحیح بخاری کی کتاب الاذان کے بَابُ اَلرُّخْصَةُ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ اَنْ يُّصَلِّيَ فِيْ رِحْلِهٖ یعنی بارش یا کسی اور سبب سے اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھنے کی اجازت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام موصوف (یعنی امام بخاری) معذوری کے وہ حالات پیش کر رہے ہیں جن میں باجماعت نماز پڑھنے سے مستثنیٰ کیا جانا چاہیے تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی گھر میں تنہا پڑھنے کی اجازت نہیں دی، (یہ اذن نہیں دیا کہ گھر میں اکیلے پڑھ لیا کرو) حالانکہ آپ ﷺ ہمیشہ حتی الامکان احکام کے نفاذ میں سہولت مد نظر رکھتے تھے۔ یہی ہوتا تھا کہ دین کے معاملے میں جہاں آسانی پیدا ہو سکتی

تھی وہاں آسانی پیدا کی جائے لیکن آپؐ نے ان کو علیحدہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ اجازت دی بھی تو اس صورت میں کہ باجماعت پڑھنی ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت عِتْبَان ؓ نابینا تھے۔ راستے میں نالہ بہتا تھا اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے انہیں اجازت دی مگر باجماعت نماز پڑھنے کی صورت میں۔ یہ فرمایا کہ باجماعت نماز پڑھو گے تو اجازت ہے۔ پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ اگر نماز فریضہ تنہا پڑھی جا سکتی تھی تو آپؐ حضرت عِتْبَان ؓ کو معذور سمجھ کر گھر میں تنہا نماز پڑھنے کی ضرور اجازت دیتے۔[552]

پس ہمیشہ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں بھی اگر فاصلے زیادہ ہیں، سواری نہیں ہے، وقت نہیں ہوتا تو جس طرح کہ کئی دفعہ کہہ چکا ہوں **احمدیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے گھروں میں نماز سینٹر بنائیں اور ہمسائے اکٹھے ہو کر وہاں باجماعت نماز پڑھا کریں۔**[553]

228

حضرت عتبہ بن ربیعہؓ

نام و نسب

حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہ ؓ ہے۔ حضرت عتبہ ؓ کا تعلق کس قبیلے سے تھا اس کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبَہ بن رَبِیعہ ؓ قبیلہ بنولَوْذَان کے حلیف تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بَہْرَاء سے تھا۔ بعض کے نزدیک آپؓ قبیلہ اَوس کے حلیف تھے۔

بہرحال آپؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں کہ جنگِ یرموک میں شامل ہونے والے امراء میں سے ایک کا نام عتبہ بن ربیعہ ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہی وہ صحابی ہیں۔[554]

جنگ یرموک، ایک دستے کے نگران عتبہ بن ربیعہؓ

جنگِ یرموک کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ 12 ہجری میں حضرت ابوبکرؓ جب حج کی ادائیگی سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے 13 ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی فوجوں کو ملکِ شام کی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو فلسطین کی طرف، یزید بن ابوسفیان، حضرت اَبُوعُبَیدَہ بن الجَرَّاح ؓ اور حضرت شُرَحبِیل بن حَسَنَہ ؓ کو حکم دیا کہ شام کے بالائی علاقے بلقاء پر سے ہوتے ہوئے

تبوکیہ چلے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے خالد بن سعیدؓ کو امیر مقرر کیا تاہم بعد میں ان کی جگہ یزید بن سفیان کو امیر بنالیا۔ یہ لوگ سات ہزار مجاہدین کے ہمراہ ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کے امراء اپنی فوجوں کو لے کر شام پہنچے۔ ہر قل خود چل کر حمص آیا اور رومیوں کا بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس نے مسلمان امراء کے مقابلے کے لیے الگ الگ امیر مقرر کیے۔ دشمن کی تیاری دیکھ کر مسلمانوں پر اور بعض ان میں سے اتنے ایمان والے بھی نہیں تھے، ہیبت طاری ہو گئی کیونکہ مسلمانوں کی تعداد اس وقت ستائیس ہزار تھی۔ اس صورت حال میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے ہدایت دی کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ کیونکہ جمع ہونے کی صورت میں قلّت تعداد کے باوجود تمہیں مغلوب کرنا آسان نہیں ہو گا۔ تھوڑے ہو اس لشکر کے مقابلے پر لیکن اگر اکٹھے ہو جاؤ گے تو آسانی سے تمہارے پر فتح نہیں پائی جائے گی۔ اگر علیحدہ علیحدہ رہے ہر لیڈر کے اندر تو یاد رکھو تم میں سے ایک بھی ایسا باقی نہیں رہے گا جو کسی آگے والے کے کام آسکے کیونکہ ہم میں سے ہر ایک پر بڑی بڑی فوجیں مسلط کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ طے یہ ہوا کہ یرموک کے مقام پر سب مسلمان فوجیں اکٹھی ہو جائیں۔ یہی مشورہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی مسلمانوں کو بھجوایا اور فرمایا کہ جمع ہو کر ایک لشکر بن جاؤ اور اپنی فوجوں کو مشرکین کی فوجوں سے بھڑا دو۔ تم اللہ کے مددگار ہو۔ اللہ اس کا مددگار ہے جو اللہ کا مددگار ہے اور وہ اس کو رسوا کرنے والا ہے جس نے اس کا انکار کیا۔ تم جیسے لوگ قلّت تعداد کی وجہ سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پیغام بھجوایا کہ بیشک تم تھوڑے ہو لیکن اگر ایمان ہے اور اکٹھے ہو کر لڑو گے تو کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم خدا تعالیٰ کی خاطر لڑ رہے ہو۔ فرمایا کہ دس ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اگر گناہوں کے طرف دار بن کر اٹھیں گے تو وہ دس ہزار سے ضرور مغلوب ہو جائیں گے۔ تعداد کی فکر نہ کرو کیونکہ اگر تم دس ہزار ہو یا اس سے بھی زیادہ ہو لیکن اگر وہ گناہ کرنے والے ہیں اور غلط کام کرنے والے ہیں تو پھر ضرور مغلوب ہوں گے لہٰذا تم گناہوں سے بچو۔ اپنے آپ کو پاک بھی کرو اور ایک ہو جاؤ۔ اکائی پیدا کرو اور یرموک میں مل کر کام کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک امیر اپنی فوج کے ساتھ نماز ادا کرے۔ صفر 13 ہجری سے لے کر ربیع الثانی تک مسلمانوں نے رومی لشکر کا محاصرہ کیا تاہم مسلمانوں کو اس دوران کامیابی نہیں ملی۔ اس دوران حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بطور کمک کے عراق سے یرموک پہنچنے کا حکم دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اس وقت عراق کے گورنر تھے۔ حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے قبل تمام امراء الگ الگ اپنی فوج کو لے کر لڑ رہے تھے تاہم حضرت خالدؓ نے وہاں پہنچ کر تمام مسلمانوں کو ایک امیر مقرر کرنے کی نصیحت کی جس پر سب نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر مقرر کر لیا۔ **رومیوں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ یا دو لاکھ چالیس ہزار کے قریب بیان کی جاتی ہے اور اس کے مقابل پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد سینتیس ہزار سے لے کر چھیالیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، تقریباً پانچواں حصہ تھی۔** رومی لشکر کی طاقت کا یہ عالَم تھا کہ اسّی ہزار کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور چالیس ہزار آدمی زنجیروں میں بندھے

ہوئے تھے تا کہ جان دینے کے سوا بھاگنے کا ان کو خیال بھی نہ آئے۔ ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ایسا تھا جن کو اس لیے باندھا گیا تھا کہ صرف انہوں نے لڑنا ہے اور مرنا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اور چالیس ہزار آدمیوں نے خود کو اپنی پگڑیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا اور اسی ہزار سوار اور اسّی ہزار پیدل تھے۔ بے شمار پادری لشکر کو جوش دلانے کے لیے رومی لشکر کے ساتھ تھے۔ اسی جنگ کے دوران حضرت ابو بکرؓ جمادی الاولیٰ میں بیمار ہوئے اور جمادی الاخریٰ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

ایک ہزار صحابہ شامل تھے جن میں سے ایک سو بدری تھے

حضرت خالدؓ نے اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کو بہت سارے دستوں میں تقسیم کر دیا جن کی تقسیم چھتیس سے لے کر چالیس تک بیان کی جاتی ہے لیکن ایک ہی امیر کے تحت لڑ رہے تھے۔ ان **دستوں میں سے ایک دستے کے نگران حضرت عتبہ بن ربیعہؓ تھے۔** حضرت خالدؓ نے کہا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ہماری اس ترتیب کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر دشمن کو بظاہر زیادہ نظر آئے گا۔ اسلامی لشکر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ **تقریباً ایک ہزار ایسے بزرگ اس لشکر میں تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا ہوا تھا۔ سو ایسے صحابہؓ تھے جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہو چکے تھے۔** فریقین میں بڑی خونریز جنگ کا آغاز ہوا۔ اسی دوران مدینہ سے ایک قاصد خبر لے کر آیا کوئی خبر لے کر آیا۔ سواروں نے اسے روکا تو اس نے بتایا کہ سب خیریت ہے مگر اصل واقعہ یہ تھا کہ وہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر لایا تھا۔ لوگوں نے قاصد کو حضرت خالدؓ کے پاس پہنچایا اور اس نے چپکے سے حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر دی اور فوج کے لوگوں سے جو کچھ کہا وہ بھی بتا دیا کہ میں نے ان کو کچھ نہیں بتایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس سے خط لے کر اپنے ترکش میں تیر رکھنے کی جگہ میں ڈال لیا، کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ خبر لشکر کو معلوم ہو گئی تو پھر ابتری پھیلنے کا خدشہ ہے۔ مسلمان شاید اس طرح نہ لڑیں۔ بہر حال مسلمان ثابت قدم رہے اور شام تک خوب لڑائی ہوئی تاہم رومی لشکر نے پھر بھاگنا شروع کر دیا۔ **اس جنگ میں ایک لاکھ سے زائد رومی فوجی ہلاک ہوئے اور کل تین ہزار مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ ان شہداء میں حضرت عکرمہ بن ابو جہلؓ بھی تھے۔ قیصر کو جب اس ہزیمت کی خبر ملی تو وہ اس وقت حمص میں مقیم تھا وہ فوراً وہاں سے نکل کے بھاگ گیا۔**

فتح یرموک کے بعد اسلامی فوجیں پورے ملکِ شام میں پھیل گئیں اور قِنَّسۡرِین، اَنۡطَاکِیہ، جُوۡمَہ، سَرۡمِین، تِیۡزِین، قُوۡرُس، تَلِّ عَزَاز، دُلُوك، رَعۡبَان وغیرہ مقامات پر نہایت آسانی سے فتح حاصل کی۔ 555

229

حضرت عتبہ بن عبد اللہؓ

پھر حضرت عتبہ بن عبد اللہ ہیں۔ ان کی والدہ کا نام بُسرہ بنت زید تھا۔
بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر اور احد میں یہ شریک ہوئے تھے۔[556]

230

حضرت عتبہ بن غزوانؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان ؓ۔ ان کی کنیت ابوعبد اللہ اور ابو غَزْوَان تھی۔

حضرت عُتْبَہ ؓ قبیلہ بَنُو نَوفَل بن عَبدِ مَنَاف کے حلیف تھے۔ حضرت عُتْبَہ ؓ کے والد کا نام غَزْوَان بن جابر تھا۔ حضرت عُتْبَہ ؓ کی کنیت ابوعبد اللہ کے علاوہ ابوغَزْوَان بھی بیان کی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت عُتْبَہ ؓ نے اَزْدَہ بنتِ حَارِث سے شادی کی تھی۔

ابتدائی قبول اسلام کرنے، حبشہ و مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے

حضرت عُتْبَہ ؓ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ان افراد میں سے ساتواں تھا جو سب سے پہلے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوئے تھے۔ ابن اثیر کے مطابق حضرت عُتْبَہ ؓ نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی جبکہ ابن سعد کے مطابق ہجرت مدینہ کے وقت وہ چالیس سال کے تھے۔ بہرحال وہ حبشہ سے مکہ واپس آئے جبکہ آنحضرت ﷺ ابھی مکے میں ہی مقیم تھے۔ حضرت عُتْبَہ ؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مقیم رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت مقدادؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت کی اور یہ دونوں ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔[557]

مدینہ کی طرف ہجرت کی تفصیل

حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان ؓ اور حضرت مِقْدَاد بن اَسْوَد ؓ دونوں کی مدینہ کی طرف ہجرت کا واقعہ اس طرح ہے کہ مکے سے وہ دونوں مشرکین قریش کے لشکر کے ساتھ نکلے تا کہ مسلمانوں کے ساتھ شامل

ہو سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عُبَیدہ بن حارثؓ کی قیادت میں مسلمانوں کا ایک لشکر ثَنِیَّۃُ الْمَرَۃ، یہ رَابِغ شہر کے شمال مشرق میں تقریباً 55 کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ تقریباً دو سو کلو میٹر ہے۔ یہ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ لشکر روانہ فرمایا۔

قریش کے لشکر کی قیادت عکرمہ بن ابوجہل کر رہا تھا۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان لڑائی نہ ہوئی سوائے ایک تیر کے جو حضرت سَعد بن ابی وَقَّاص ؓ نے چلایا تھا اور وہ خدا کی راہ میں پہلا تیر تھا جو چلایا گیا۔ اس روز عُتْبَہ بِن غَزْوَان ؓ اور حضرت مِقْدَاد ؓ بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ جا ملے۔[558]

یہ اس قافلے میں آئے تو کافروں کے ساتھ تھے لیکن جیسا کہ پہلے حضرت مِقْدَاد ؓ کے بارے میں ذکر ہو چکا ہے یہ ادھر آ گئے۔

آنحضرت ﷺ کی مدافعانہ کارروائیاں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں تاریخی کتب سے لے کے جہاد بالسیف کا آغاز اور آنحضرت ﷺ کی مدافعانہ کارروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جہاد بالسیف کی اجازت میں پہلی قرآنی آیت بارہ صفر 2 ہجری کو نازل ہوئی۔ یعنی دفاعی جنگ کے اعلان کا جو خدائی اشارہ ہجرت میں کیا گیا تھا اس کا باضابطہ اعلان صفر 2 ہجری کو کیا گیا جبکہ آنحضرت ﷺ قیام مدینہ کی ابتدائی کارروائیوں سے فارغ ہو چکے تھے اور اس طرح جہاد کا آغاز ہو گیا۔ تاریخ سے پتا لگتا ہے کہ کفار کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے ابتداءً چار تدابیر اختیار کی تھیں جو آپؐ کی اعلیٰ سیاسی قابلیت اور جنگی دُوربینی کی ایک دلیل ہے، بڑی کھلی دلیل ہے اور وہ تدابیر یہ تھیں:

پہلی یہ کہ آپؐ نے خود سفر کر کے آس پاس کے قبائل کے ساتھ باہمی امن وامان کے معاہدے کرنے شروع کیے تاکہ مدینے کے اردگرد کا علاقہ خطرے سے محفوظ ہو جائے۔

اس امر میں آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ ان قبائل کو مدنظر رکھا جو قریش کے شامی رستے کے قرب وجوار میں آباد تھے کیونکہ جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے یہی وہ قبائل تھے جن سے قریشِ مکہ مسلمانوں کے خلاف زیادہ مدد لے سکتے تھے اور جن کی دشمنی مسلمانوں کے واسطے سخت خطرات پیدا کر سکتی تھی۔

دوم: دوسرا قدم آپؐ نے یہ اٹھایا کہ آپؐ نے چھوٹی چھوٹی خبر رساں پارٹیاں مدینے کے مختلف جہات میں روانہ کرنی شروع فرمائیں تاکہ آپؐ کو قریش اور ان کے حلیفوں کی حرکات وسکنات کا علم ہوتا رہے اور قریش کو بھی یہ خیال رہے کہ مسلمان بے خبر نہیں ہیں اور اس طرح مدینہ اچانک حملوں کے خطرات سے محفوظ ہو جائے۔

مدینہ پہنچنے کے بعد تیسرا قدم آنحضرت ﷺ نے اس وقت یہ اٹھایا کہ ان پارٹیوں کے بھجوانے میں آپؐ کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ اس کے ذریعہ سے مکہ اور اس کے گردونواح کے کمزور اور غریب

مسلمانوں کو مدینہ کے مسلمانوں میں آملنے کا موقع مل جائے کیونکہ ابھی تک مکے کے علاقے میں کئی لوگ ایسے موجود تھے جو دل سے مسلمان تھے مگر قریش کے مظالم کی وجہ سے اپنے اسلام کا برملا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور نہ اپنی غربت اور کمزوری کی وجہ سے ان میں ہجرت کی طاقت تھی کیونکہ قریش ایسے لوگوں کو ہجرت سے جبراً روکتے تھے۔ چنانچہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ ہٰذِہِ الۡقَرۡیَۃِ الظَّالِمِ اَہۡلُہَا ۚ وَ اجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۚۙ وَّ اجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا (النساء:76) یعنی اے مومنو کوئی وجہ نہیں کہ تم لڑائی نہ کرو اللہ کے دین کی حفاظت کے لیے اور ان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر جو کمزوری کی حالت میں پڑے ہیں اور دعائیں کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! نکال ہم کو اس شہر سے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہم ناتوانوں کے لیے اپنی طرف سے کوئی دوست اور مددگار عطا فرما۔

پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قوم سے چھٹکارا پانے کا موقع مل جاوے۔ یعنی ایسے لوگ قریش کے قافلوں کے ساتھ ملے ملائے مدینہ کے قریب پہنچ جائیں اور پھر مسلمانوں کے دستے کی طرف بھاگ کر مسلمانوں میں آملیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ پہلا دستہ ہی جو آنحضرت ﷺ نے عُبَیدہ بن الحارث کی سرداری میں روانہ فرمایا تھا اور جس کا عکرمہ بن ابوجہل کے ایک گروہ سے سامنا ہو گیا تھا اس میں مکے کے دو کمزور مسلمان جو قریش کے ساتھ ملے ملائے آگئے تھے قریش کو چھوڑ کر مسلمانوں میں آملے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ اس مہم میں جب مسلمانوں کی پارٹی لشکرِ قریش کے سامنے آئی تو دو شخص مِقداد بن عمرو اور عُتبہ بن غَزْوَان جو بنو زُھرہ اور بنو نوفَل کے حلیف تھے مشرکین میں سے بھاگ کر مسلمانوں میں آملے اور یہ دونوں شخص مسلمان تھے اور صرف کفار کی آڑ لے کر مسلمانوں میں آملنے کے لیے نکلے تھے۔ پس ان پارٹیوں کے بھجوانے میں ایک غرض آنحضرت ﷺ کی یہ بھی تھی کہ تا ایسے لوگوں کو ظالم قریش سے چھٹکارا پانے اور مسلمانوں میں آملنے کا موقع ملتا رہے۔

چوتھی جو تدبیر تھی وہ آپؐ نے یہ اختیار فرمائی کہ آپ نے قریش کے ان تجارتی قافلوں کی روک تھام شروع فرما دی جو مکے سے شام کی طرف آتے جاتے ہوئے مدینے کے پاس سے گزرتے تھے۔ کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ یہ قافلے جہاں جہاں سے گزرتے تھے مسلمانوں کے خلاف عداوت کی آگ لگاتے جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ مدینے کے گرد و نواح میں اسلام کی عداوت کا تخم بویا جانا مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک تھا۔

دوسرے یہ کہ یہ قافلے ہمیشہ مسلّح ہوتے تھے اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کے قافلوں کا مدینے سے اس قدر قریب ہو کر گزرنا ہرگز خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اور تیسری بات یہ کہ قریش کا

گزارہ زیادہ تر تجارت پر تھا اور ان حالات میں قریش کو زیر کرنے اور ان کو ان کی ظالمانہ کارروائیوں سے روکنے اور صلح پر مجبور کرنے کا یہ سب سے زیادہ یقینی اور سریع الاثر ذریعہ تھا کہ ان کی تجارت کا راستہ بند کر دیا جاوے۔ چنانچہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جن باتوں نے بالآخر قریش کو صلح کی طرف مائل ہونے پر مجبور کیا ان میں ان کے تجارتی قافلوں کی روک تھام کا بہت بڑا دخل تھا۔ پس یہ ایک نہایت دانشمندانہ تدبیر تھی جو اپنے وقت پر کامیابی کا پھل لائی۔

پھر یہ بھی کہ قریش کے ان قافلوں کا نفع بسا اوقات اسلام کو مٹانے کی کوشش میں صرف ہوتا تھا بلکہ بعض قافلے تو خصوصیت کے ساتھ اسی غرض سے بھیجے جاتے تھے کہ ان کا سارا نفع مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جائے گا۔ اس صورت میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان قافلوں کی روک تھام خود اپنی ذات میں بھی ایک بالکل جائز مقصود تھی۔[559]

سَرِیَّہ عُبَیْدَہ بن حَارِث ؓ جس میں حضرت عُتبہ قریش کے لشکر سے نکل کر مسلمان سے جا ملے تھے اس کا مزید ذکر اس طرح ہے۔ کچھ حصہ تو مَیں گذشتہ کسی خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔[560] بہر حال مختصر یہاں بیان کر دیتا ہوں کہ ماہ ربیع الاول دو ہجری کے شروع میں آپ ﷺ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عبیدہ بن الحارث مُطَّلِبِی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔ مَیں سیرت خاتم النبیینؐ کا ہی یہ حوالہ دے رہا ہوں چنانچہ جب عُبیدہ بن الحارث ؓ اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثَنِیَّۃُ الْمَرَہ کے پاس پہنچے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہوگی ان کے مقابلے سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مِقْدَاد بن عمرو اور عُتْبَہ بن غَزْوَان، عکرمہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقع پا کر مسلمانوں میں آملیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تجزیہ کیا ہے کہ اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بد دل کر دیا ہو اور انہوں نے اسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا اور جس کے متعلق ابن اسحاق نے جمع عظیم یعنی ایک بہت بڑا لشکر کے الفاظ استعمال کیے ہیں، کسی خاص ارادے سے اس طرف آیا تھا لیکن یہ یقینی ہے کہ ان کی نیت بخیر نہیں تھی اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پا کر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی

فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان روحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔[561]

مدینہ میں مؤاخات

حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان ؓ اور ان کے آزاد کردہ غلام خَبَّابؓ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو قُبَا (یہ بھی ایک روایت آتی ہے الطبقات الکبریٰ میں) کے مقام پر انہوں نے حضرت عبداللہ بن سَلَمہ عَجْلَانِی کے ہاں قیام کیا اور جب حضرت عُتْبَہ ؓ مدینہ پہنچے تو انہوں نے حضرت عَبَّاد بن بِشر ؓ کے ہاں قیام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان ؓ اور حضرت اَبودُجَانہ ؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[562]

نخلہ کی طرف سریہ

آنحضرت ﷺ نے سن 2 ہجری میں اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش کی قیادت میں ایک سریہ نخلہ کی طرف بھیجا۔ حضرت عُتْبَہ بھی اس سریہ میں شامل تھے۔ اس سریہ کا ذکر پہلے بھی کچھ حد تک ایک صحابی کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے۔ بہر حال اب کچھ مختصر بھی بیان کر دیتا ہوں۔ سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ لکھا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ قریش کی حرکات وسکنات کا زیادہ قریب سے ہو کر علم حاصل کیا جاوے تا کہ اس کے متعلق ہر قسم کی ضروری اطلاع بر وقت میسر ہو جائے اور مدینہ ہر قسم کے اچانک حملوں سے محفوظ رہے۔

چنانچہ اس غرض سے آپ ﷺ نے آٹھ مہاجرین کی ایک پارٹی تیار کی اور مصلحتاً اس پارٹی میں ایسے آدمیوں کو رکھا جو قریش کے مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے تا کہ قریش کے مخفی ارادوں کے متعلق خبر حاصل کرنے میں آسانی ہو اور اس پارٹی پر آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو امیر مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس سریہ کو روانہ کرتے ہوئے اس سریہ کے امیر کو یہ نہیں بتایا کہ تمہیں کہاں اور کس غرض سے بھیجا جا رہا ہے۔ چلتے ہوئے ان کے ہاتھ میں ایک بند، سربمہر خط دے دیا اور فرمایا کہ اس خط میں تمہارے لیے ہدایات درج ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب مدینہ سے دو دن کا سفر طے کر لو تو پھر اس خط کو کھول کر اس کی ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنا۔

جب دو دن کا سفر طے کر چکے تو عبداللہ نے آنحضرت ﷺ کے فرمان کو کھول کر دیکھا تو اس میں یہ الفاظ درج تھے کہ تم مکہ اور طائف کے درمیان وادیٔ نخلہ میں جاؤ اور وہاں جا کر قریش کے حالات کا علم لو اور پھر ہمیں اطلاع لا کر دو۔ آپ ﷺ نے خط کے نیچے یہ ہدایت بھی لکھی تھی کہ اس مشن کے معلوم ہونے کے بعد اگر تمہارا کوئی ساتھی اس پارٹی میں شامل رہنے سے متأمل ہو اور واپس چلے آنا چاہے یعنی جب یہ خط دیکھ لو اور پڑھ لو اور اس گروہ کا یا یہ سریہ جو بھیجا گیا ہے اس کا کیا مقصد ہے تو ان میں جو

شامل افراد ہیں اگر ان میں سے کسی کو کچھ تأمل ہو، اعتراض ہو، متأمل ہوں اور اگر واپس آنا چاہے تو واپس آسکتے ہیں کوئی پابندی نہیں ہے۔ بہر حال آپؐ نے فرمایا اسے واپس آنے کی اجازت دے دینا۔ عبداللہ نے آپؐ کی یہ ہدایت اپنے ساتھیوں کو سنا دی اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم بخوشی اس خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ اس کے بعد یہ جماعت نخلہ کی طرف روانہ ہوئی۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ کھو گیا اور وہ اس کی تلاش کرتے کرتے اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے اور باوجود بہت تلاش کے انہیں نہ مل سکے یعنی اپنے ساتھیوں کو نہ مل سکے اور اب یہ پارٹی جو گئی تھی یہ صرف چھ کس کی رہ گئی۔ اس میں صرف چھ افراد رہ گئے۔

ایک مستشرق مارگولیس کا ایک ناحق اعتراض اور اس کا جواب

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مستشرق ہے مارگولیس اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے اس موقع پر یہ لکھا کہ سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتبہؓ نے جان بوجھ کر اپنا اونٹ چھوڑ دیا تھا اور اس بہانہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ان جاں نثارانِ اسلام پر جن کی زندگی کا ایک ایک واقعہ ان کی شجاعت اور فدائیت پر شاہد ہے اور جن میں سے ایک غزوہ بئرِ معونہ میں کفار کے ہاتھوں شہید بھی ہوا اور دوسرا کئی خطرناک معرکوں میں نمایاں حصہ لے کر بالآخر عراق کا فاتح بنا، ان کے بارے میں اس قسم کا شبہ محض اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر کرنا مسٹر مارگولیس ہی کا حصہ ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ مارگولیس اپنی کتاب میں یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ کتاب ہر قسم کے تعصّب سے پاک ہو کر لکھی ہے۔

بہر حال یہ تو ان لوگوں کا طریق ہے جہاں بھی اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کا موقع ملے یہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ اب اصل واقعہ جو سریہ کا تھا اس کی طرف آتا ہوں۔

حرمت والا مہینہ اور جنگ......؟

یہ مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت تھی، جب نخلہ پہنچی اور اپنے کام یعنی انفارمیشن لینے، اطلاعات لینے میں مصروف ہوگئی کہ کفار مکہ کی موومنٹس (movements) کیا ہیں۔ ان کے ارادے کیا ہیں۔ مسلمانوں کے بارے میں کوئی حملے کا منصوبہ تو نہیں؟ تو یہ معلومات لینے میں، اپنے کام میں وہ مصروف ہوگئی اور ان میں سے بعض نے اخفائے راز کے خیال سے اپنے سر کے بال بھی منڈوا دیے تاکہ راہ گیر وغیرہ ان کو عمرے کے خیال سے آئے ہوئے لوگ سمجھ کر کسی قسم کا شبہ نہ کریں لیکن ایک دن اچانک وہاں قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ بھی آ پہنچا جو طائف سے مکہ کی طرف جا رہا تھا اور ہر دو جماعتیں ایک دوسرے کے سامنے ہوگئیں۔ مسلمانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خفیہ خفیہ خبر رسانی کے لیے بھیجا تھا، کوئی باقاعدہ حملے کے لیے نہیں بھیجا تھا لیکن دوسری طرف قریش سے جنگ شروع ہو چکی تھی یعنی آمنے سامنے ہو گئے تھے اور دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے اور

پھر طبعاً یہ بھی اندیشہ تھا کہ اب جو قریش کے ان قافلہ والوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا ہے تو اس خبر رسانی جس کے لیے بھیجے گئے تھے اس کا راز مخفی نہیں رہ سکتا۔ ایک دقت یہ بھی تھی کہ بعض مسلمانوں کو خیال تھا کہ شاید یہ دن رجب یعنی شَہرِ حرام کا آخری ہے جس میں عرب کے قدیم دستور کے مطابق لڑائی نہیں ہونی چاہیے اور بعض سمجھتے تھے کہ رجب گزر چکا ہے اور شعبان شروع ہے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سریہ جمادی الآخر میں بھیجا گیا تھا اور شک یہ تھا کہ یہ دن جمادی کا دن ہے یا رجب کا لیکن دوسری طرف نخلہ کی وادی عین حرم کے علاقہ کی حد پر واقع تھی اور یہ ظاہر تھا کہ اگر آج ہی کوئی فیصلہ نہ ہوا تو کل کو یہ قافلہ حرم کے علاقہ میں داخل ہو جائے گا جس کی حرمت یقینی ہو گی۔ غرض ان سب باتوں کو سوچ کر مسلمانوں نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ قافلہ پر حملہ کر کے یا تو قافلہ والوں کو قید کر لیا جائے اور یا مار دیا جائے۔ بہرحال انہوں نے حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں کفار کا ایک آدمی مارا گیا اور دو آدمی قید ہو گئے۔ چوتھا آدمی بھاگ کر نکل گیا اور مسلمان اسے پکڑ نہ سکے اور اس طرح ان کی تجویز کامیاب ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کر لیا اور چونکہ قریش کا ایک آدمی بچ کر نکل گیا تھا اور یقین تھا کہ اس لڑائی کی خبر جلدی مکہ پہنچ جائے گی تو عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی سامانِ غنیمت لے کر جلد جلد مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس موقع پر مارگولیس صاحب لکھتے ہیں کہ دراصل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دستہ دیدہ دانستہ اس نیت سے شَہرِ حرام میں بھیجا تھا کہ چونکہ اس مہینہ میں قریش طبعاً غافل ہوں گے، مسلمانوں کو ان کے قافلہ کے لوٹنے کا آسان اور یقینی موقع مل جائے گا لیکن ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مختصر پارٹی کو اتنے دور دراز علاقہ میں کسی قافلہ کی غارت گری کے لیے نہیں بھیجا جا سکتا خصوصاً جبکہ دشمن کا ہیڈ کوارٹر اتنا قریب ہو اور پھر یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ پارٹی محض خبر رسانی کی غرض سے بھیجی گئی تھی اور آنحضرت ﷺ کو جب یہ علم ہوا کہ صحابہؓ نے قافلہ پر حملہ کیا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور جب یہ جماعت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ کو سارے حالات سنائے اور ماجرے کی اطلاع دی تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمہیں شَہرِ حرام میں لڑنے کی اجازت نہیں دی ہوئی اور آپؐ نے مالِ غنیمت بھی لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ بس اب ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی ناراضگی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ صحابہؓ نے بھی ان کو سخت ملامت کی کہ تم نے کیا کیا۔

شہرِ حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن.........!!

دوسری طرف قریش نے بھی شور مچایا کہ مسلمانوں نے شَہرِ حرام کی حرمت کو توڑ دیا ہے اور چونکہ جو شخص مارا گیا تھا یعنی عمرو بن اَلْحَضْرَمِی وہ ایک رئیس آدمی تھا اور پھر وہ عُتْبَہ بن رَبِیعہ رئیس مکہ کا حلیف

بھی تھا اس لیے بھی اس واقعہ نے قریش کی آتش غضب کو بہت بھڑکا دیا اور انہوں نے آگے سے بھی زیادہ جوش وخروش کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ الغرض اس واقعہ پر مسلمانوں اور کفار ہر دو میں بہت چہ میگوئیاں ہوئیں اور بالآخر قرآن کریم کی یہ آیت وحی ہوئی، نازل ہوئی۔ اور اس کی وجہ سے پھر مسلمانوں کی تسلی اور تشفی بھی ہوئی کہ: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا

(البقرۃ:218)

یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ شہر حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ تو ان کو جواب دے کہ بے شک شہر حرام میں لڑنا بہت بری بات ہے لیکن شہر حرام میں خدا کے دین سے لوگوں کو جبراً روکنا بلکہ شہر حرام اور مسجدِ حرام دونوں کا کفر کرنا یعنی ان کی حرمت کو توڑنا اور پھر حرم کے علاقہ سے اس کے رہنے والوں کو بزور نکالنا جیسا کہ اے مشرکو! تم لوگ کر رہے ہو یہ سب باتیں خدا کے نزدیک شہر حرام میں لڑنے کی نسبت بھی زیادہ بری ہیں اور یقیناً شہر حرام میں ملک کے اندر فتنہ پیدا کرنا اس قتل سے بدتر ہے جو فتنہ کو روکنے کے لیے کیا جاوے اور اے مسلمانو! کفار کا تو یہ حال ہے کہ وہ تمہاری عداوت میں اتنے اندھے ہو رہے ہیں کہ کسی وقت اور کسی جگہ بھی وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے باز نہیں آئیں گے اور وہ اپنی یہ لڑائی جاری رکھیں گے حتی کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں بشرطیکہ وہ اس کی طاقت پائیں۔

چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسلام کے خلاف رؤسائے قریش اپنے خونی پراپیگنڈے کو اَشْھُرِ حُرُم میں بھی برابر جاری رکھتے تھے بلکہ اَشْھُرِ حُرُم کے اجتماعوں اور سفروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ ان مہینوں میں اپنی مفسدانہ کارروائیوں میں اَور بھی زیادہ تیز ہو جاتے تھے اور پھر کمال بے حیائی سے اپنے دل کو جھوٹی تسلی دینے کے لیے وہ عزت کے مہینوں کو اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر منتقل بھی کر دیا کرتے تھے جسے وہ نَسِیْء کے نام سے پکارتے تھے اور پھر آگے چل کر تو انہوں نے غضب ہی کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں باوجود پختہ عہد و پیمان کے کفارِ مکہ اور ان کے ساتھیوں نے حرم کے علاقہ میں مسلمانوں کے ایک حلیف قبیلہ کے خلاف تلوار چلائی اور پھر جب مسلمان اس قبیلہ کی حمایت میں نکلے تو ان کے خلاف بھی عین حرم میں تلوار استعمال کی۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس جواب سے یعنی جو قرآن کریم کی آیت ہے اس سے مسلمانوں کی تو تسلی ہونی ہی تھی قریش بھی کچھ ٹھنڈے پڑ گئے اور اس دوران میں ان کے آدمی بھی اپنے دو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے مدینہ پہنچ گئے لیکن چونکہ ابھی تک سعد بن ابی وقاصؓ اور عُتْبہ بن غزوانؓ واپس نہیں آئے تھے تو آنحضرت ﷺ کو ان کے متعلق خدشہ تھا کہ اگر وہ قریش کے ہاتھ پڑ گئے تو قریش انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

اس لیے آپ ﷺ نے ان کی واپسی تک قیدیوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میرے

آدمی بخیریت مدینہ پہنچ جائیں گے تو پھر میں تمہارے آدمیوں کو چھوڑ دوں گا۔

چنانچہ جب وہ دونوں واپس پہنچ گئے تو آپؐ نے فدیہ لے کر دونوں قیدیوں کو چھوڑ دیا لیکن ان قیدیوں میں سے ایک شخص پر مدینہ کے قیام کے دوران آنحضرت ﷺ کے اخلاقِ فاضلہ اور اسلامی تعلیم کی صداقت کا اس قدر گہرا اثر ہو چکا تھا کہ اس نے آزاد ہو کر بھی واپس جانے سے انکار کر دیا اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آپ ﷺ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔ اسلام لے آیا اور بالآخر بئر معونہ میں شہید ہوا۔[563]

پس مارگولیس جو معترض ہے اس کے اعتراض کا جواب دینے کے لیے ان کا اسلام لانا اور پھر اسلام کی خاطر قربانی دینا یہی کافی ہے لیکن بہر حال ان چیزوں کو یہ لوگ نظر انداز کر جاتے ہیں۔

حضرت عتبہ کی تمام غزوات میں شمولیت

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کو غزوۂ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[564]

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ کے دو آزاد کردہ غلاموں خَبَّابْ اور سعد کو بھی ان کے ساتھ جنگِ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[565]

حضرت عُتْبہ بن غزوانؓ رسول اللہ ﷺ کے ماہر تیر اندازوں میں سے تھے۔[566]

بصرہ کی سرزمین کی طرف روانہ کرنا

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتْبہ ؓ کو ارضِ بصرہ کی سرزمین کی طرف روانہ فرمایا تاکہ وہ اُبُلَّۃُ مقام کے لوگوں سے لڑیں جو فارس سے ہیں۔ روانہ کرتے ہوئے **حضرت عمرؓ نے انہیں فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی چلتے جاؤ یہاں تک کہ سلطنتِ عرب کی انتہا اور مملکتِ عجم کی ابتدا تک پہنچ جاؤ۔** پس تم اللہ کی برکت اور بھلائی کے ساتھ چلو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہنا اور جان لو کہ تم سخت دشمنوں کے پاس جا رہے ہو۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اور میں نے حضرت علاءؔ بن حَضْرَمِی کو لکھ دیا ہے کہ عَرْفَجَۃَ بِنْ ھَرْثَمَۃَ کے ذریعہ تمہاری مدد کرے کیونکہ وہ دشمن سے لڑنے میں بڑا تجربہ کار اور فنِ حرب سے خوب واقف ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا پس تم اس سے مشورہ لینا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔ جو شخص تمہاری بات مان لے اس کا اسلام قبول کرنا اور جو شخص نہ مانے اس پر جزیہ مقرر کرنا جس کو وہ خود اپنے ہاتھ سے عاجزی کے ساتھ ادا کرے اور جو اس کو بھی نہ مانے تو تلوار سے کام لینا یعنی اپنے مذہب میں رہ کر وہاں رہنا۔ چاہے پھر وہ جزیہ دینے کو بھی نہ تیار ہو، مسلمان بھی نہ ہو اور لڑائی پر بھی آمادہ ہو، تو پھر آپؓ نے فرمایا کہ پھر تلوار سے کام لینا۔ پھر تمہارا یہی کام ہے کہ تلوار سے کام لو۔ عربوں میں سے جن کے

پاس سے گزرو انہیں جہاد کی ترغیب دینا اور دشمن کے ساتھ ہوشیاری سے برتاؤ کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا جو تمہارا ربّ ہے۔

پہلے شخص جنہوں نے بصرہ کو آباد کیا

حضرت عمرؓ نے حضرت عُتبہ ؓ کو بصرہ کی طرف آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا۔ بعد میں مزید مدد بھی پہنچائی۔ حضرت عُتبہ ؓ نے اُبُلّۃ مقام کو فتح کیا اور اس جگہ بصرہ شہر کی حد بندی کی۔ آپؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ کو شہر بنایا اور اسے آباد کیا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے جب حضرت عُتبہ بن غزوانؓ کو بصرہ پر والی مقرر فرمایا تو خَرِیبَہ مقام پر وہ ٹھہرے تھے۔ خَرِیبَہ فارس کا ایک پرانا شہر تھا جسے فارسی میں وَهْشَتَابَاذْ اُرْدَشِیْر کہتے تھے۔ عربوں نے اسے خَرِیبَہ کا نام دیا۔ اس کے پاس جنگِ جمل بھی ہوئی تھی۔ حضرت عُتبہ ؓ نے حضرت عمرؓ کے نام خط میں لکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ ناگزیر ہے جہاں وہ سردیوں کا موسم گزار سکیں اور جنگوں سے واپسی پر ٹھہر سکیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ انہیں ایک ایسی جگہ جمع کرو جہاں پانی اور چراگاہ قریب ہو۔ اگر یہ منصوبہ ہے تو جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں پانی بھی موجود ہو اور جانوروں کے لیے چراگاہ بھی ہو۔ اس پر حضرت عُتبہ نے انہیں بصرہ میں جا ٹھہرایا۔ مسلمانوں نے وہاں بانس سے مکان تعمیر کیے۔ حضرت عُتبہ ؓ نے بانس سے مسجد تعمیر کروائی۔ یہ 14 ہجری کا واقعہ ہے۔ حضرت عُتبہ نے مسجد کے قریب ہی کھلی جگہ پر امیر کا گھر بنوایا۔ لوگ جب جنگ کے لیے نکلتے تو ان بانس سے بنے گھروں کو اکھاڑتے اور باندھ کر رکھ جاتے اور جب واپس آتے تو اسی طرح دوبارہ گھر بناتے۔ بعد میں لوگوں نے وہاں پکے مکان بنانے شروع کیے۔ حضرت عُتبہ ؓ نے مِحْجَنْ بِنْ اَدْرَعْ کو حکم دیا جس نے بصرہ کی جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسے بانسوں سے تیار کیا۔ اس کے بعد حضرت عُتبہ ؓ حج کرنے کے لیے نکلے اور مُجَاشِع بن مسعود کو جانشین بنایا، اپنا قائم مقام بنایا اور اسے فرات کی طرف کوچ کا حکم دیا اور حضرت مُغیرۃ بن شُعبہ ؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز کی امامت کیا کریں۔ جب حضرت عُتبہ ؓ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے بصرہ کی ولایت سے استعفیٰ دینا چاہا۔ کہہ دیا کہ اب میرے لیے بڑا مشکل ہے کسی اَور کو وہاں کا امیر مقرر کر دیں۔

تاہم حضرت عمرؓ نے ان کا استعفیٰ منظور نہیں کیا۔ روایت میں آتا ہے کہ اس پر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اب اس شہر کی طرف دوبارہ نہ لوٹانا۔ چنانچہ وہ اپنی سواری سے گر پڑے اور 17 ہجری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ اُس وقت ہوا جبکہ حضرت عُتبہ ؓ مکہ سے بصرہ کی طرف جا رہے تھے اور اس مقام پر پہنچ گئے تھے جس کو لوگ مَعْدِن بَنِی سُلیم کہتے ہیں۔ ایک دوسرے قول کے مطابق 17 ہجری میں رَبَذَہ مقام پر ان کا انتقال ہوا تھا اور ایک تیسرا قول بھی ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں کہ 17 ہجری میں ستاون سال کی عمر پا کر بصرہ میں حضرت عُتبہ ؓ نے وفات پائی تھی۔ انہیں پیٹ کی بیماری تھی اور بعض نے ان کی وفات کا سال 15 ہجری بھی بیان کیا ہے۔ حضرت عُتبہ ؓ کی

وفات کے بعد ان کا غلام سُوَیں حضرت عُتْبہؓ کا سامان اور ترکہ حضرت عمرؓ کے پاس لایا۔ حضرت عُتْبہؓ نے ستاون برس کی عمر پائی۔ وہ دراز قد اور خوب صورت تھے۔[567]

ہم درختوں کے پتے کھایا کرتے تھے۔۔۔ صحابہ کی ابتدائی حالت کسمپرسی

خالد بن عُمیر عَدَوِی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عُتْبہ بن غَزوانؓ نے ہمیں خطاب کیا۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر کہا اَمَّا بَعْدُ دنیا نے اپنے ختم ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اس نے تیزی سے پیٹھ پھیر لی ہے یعنی دنیا اب قیامت کی طرف بڑھ رہی ہے اور اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا سوائے اس کے کہ جتنا برتن میں کچھ مشروب بچ رہتا ہے جسے اس کا پینے والا چھوڑ دیتا ہے۔ تم یہاں سے ایک لازوال گھر کی طرف منتقل ہونے والے ہو یعنی یہ زندگی عارضی ہے۔ پس جو تمہارے پاس ہے اس سے بہتر میں منتقل ہو جاؤ کیونکہ ہمارے پاس ذکر کیا گیا ہے کہ ایک پتھر جہنم کے کنارے سے پھینکا جائے گا پھر وہ ستر برس تک اس میں گرتا جائے گا اور اس کی تہ تک نہ پہنچ پائے گا اور اللہ کی قسم! اس دوزخ کو ضرور بھرا جائے گا۔ یعنی کہ گناہ گاروں کو ایسی جہنم میں پھینکا جائے گا۔ اس لیے موقع ہے اس زندگی سے فائدہ اٹھاؤ اور نیکیوں کی طرف توجہ دو۔ یہ مقصد تھا آپؓ کا۔ پھر فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو؟ اور تمہیں بتایا گیا کہ جنت کے دو کواڑوں میں سے ایک کواڑ سے دوسرے کواڑ تک چالیس برس کا فاصلہ ہے اور ضرور اس پر ایک ایسا دن آئے گا کہ وہ لوگوں کی کثرت سے بھر جائے گی۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ سات میں سے ایک تھا اور کبھی درختوں کے پتوں کے سوا ہمارا کوئی کھانا نہیں تھا یعنی وہ زمانہ ہم پر آیا تھا کہ جب ہماری بہت بری حالت تھی۔ درختوں کے پتے ہم کھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہماری باچھیں زخمی ہو گئیں۔ پھر آپؓ کہتے ہیں اپنا واقعہ سنا رہے ہیں کہ مجھے ایک چادر ملی اور اسے پھاڑ کر اپنے اور سعد بن مالک کے لیے دو ٹکڑے کر لیے۔ یہ حالت تھی ہماری کہ پوری طرح ڈھانکنے کے لیے چادر بھی نہیں تھی۔ آدھے کا میں نے اپنے جسم کو لپیٹنے کے لیے ازار بنا لیا اور آدھے کا سعد نے۔ آپؓ نے فرمایا **لیکن آج ہم میں سے کوئی صبح کرتا ہے تو کسی شہر کا امیر ہوتا ہے** اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اپنے نفس میں بڑا سمجھوں اور اللہ کے نزدیک بہت چھوٹا ہوں۔ اس لیے آپؓ نے فرمایا کہ میری تو عاجزی کی یہ حالت ہے کہ میں اپنے آپ کو بہت چھوٹا سمجھتا ہوں۔ حالات اب تبدیل ہو گئے ہیں۔ کشائش پیدا ہو گئی ہے اور اب تم لوگوں کو بہت زیادہ فکر کرنی چاہیے۔

پھر فرمایا کوئی نبوت ماضی میں ایسی نہیں ہوئی جس کا اثر زائل نہ ہوا ہو حتیٰ کہ اس کا انجام بادشاہت نہ ہو اور تم حقیقتِ حال جان لو گے اور حکام کا تمہیں ہمارے بعد تجربہ ہو جائے گا۔[568]

آپؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے حالات آ جائیں گے کہ دنیاداری پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت تم دیکھ لینا کہ جو مَیں کہہ رہا ہوں وہ صحیح ہے لیکن تم لوگ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا، دین کی طرف توجہ رکھنا، روحانیت کی طرف توجہ رکھنا اور اسی سے جنت میں جانے کے سامان پیدا ہو سکتے ہیں۔[569]

231

حضرت عتبہ بن مسعود ھذلیؓ

نام و نسب

حضرت عُتْبہ بن مسعود ھُذَلِیؓ۔ حضرت عُتْبہ بن مسعود ھُذَلِیؓ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپؓ قبیلہ بنو ھُذیل سے تھے۔[570]

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ قبیلہ بنو زُھْرَہ کے حلیف تھے۔ آپؓ کے والد کا نام مسعود بن غافل تھا اور آپؓ کی والدہ کا نام اُمِّ عَبْد بنت عَبْدِ وُدّ تھا۔

ابتدائی اسلام لانے والے اور حبشہ کی طرف ہجرت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ آپؓ مکے میں ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت کرنے والوں میں آپؓ شامل تھے۔[571]

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔[572]

اصحاب صفہ

صفہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تواریخ سے تفصیل لے کر لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ مسجد کے ایک گوشے میں ایک چھت دار چبوترہ بنایا گیا تھا جسے صُفّہ کہتے تھے۔ یہ ان غریب مہاجرین کے لیے تھا جو بے گھر بار تھے۔ ان کا کوئی گھر نہیں تھا۔ یہ لوگ یہیں رہتے تھے اور 'اصحاب الصفہ' کہلاتے تھے۔ ان کا کام گویا دن رات آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہنا، عبادت کرنا اور قرآن شریف کی تلاوت کرنا تھا۔ ان لوگوں کا کوئی مستقل ذریعہ معاش نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ خود ان کی خبرگیری فرماتے تھے اور جب کبھی آپ ﷺ کے پاس کوئی ہدیہ وغیرہ آتا تھا یا گھر میں کچھ ہوتا تھا تو ان کا حصہ ضرور نکالتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات آپؐ خود فاقہ کرتے تھے اور جو کچھ گھر میں ہوتا تھا وہ اصحاب الصفہ کو بھجوا دیتے تھے۔ انصار بھی ان کی مہمانی میں حتی المقدور مصروف رہتے تھے اور ان کے لیے کھجوروں کے خوشے لا لا کر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حالت تنگ رہتی تھی اور بسا اوقات فاقے تک نوبت پہنچ جاتی تھی اور یہ حالت کئی سال تک جاری رہی حتٰی کہ کچھ تو مدینے کی آبادی کی وسعت کے نتیجے میں ان لوگوں کے لیے کام نکل آیا اور کچھ نہ کچھ مزدوری مل جاتی تھی اور کچھ قومی بیت المال سے ان کی امداد کی صورت پیدا ہو گئی۔[573]

بہرحال ان لوگوں کے بارے میں **دوسری جگہ مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے** کہ یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے۔ رات کو ایک چبوترے پر پڑے رہتے۔ عربی زبان میں چبوترے کو صُفہ کہتے ہیں اور اسی بنا پر ان بزرگوں کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہ بند دونوں چیزیں کبھی ایک ساتھ جمع نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ رانوں تک لٹک آتی تھی، کپڑے پورے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ انہی بزرگوں میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اہلِ صفہ میں سے ستر اشخاص کو دیکھا کہ ان کے کپڑے ان کی رانوں تک بھی نہیں پہنچتے تھے، جسم پہ کپڑا لپیٹتے تھے تو وہ گھٹنوں سے اوپر مشکل سے پہنچتا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ معاش کا طریقہ یہ تھا کہ ان میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لیے کچھ کھانا مہیا کرتی۔ اکثر انصار کھجور کی شاخیں توڑ کر لاتے اور مسجد کی چھت میں لٹکا دیتے۔ باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں۔ بے وقوف لوگ ہیں۔ بلاوجہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے ایسے دیوانے ہیں کہ آپؐ کا دَر چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بہرحال آنحضرت ﷺ کے پاس کہیں سے صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلا لیتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت ﷺ ان کو مہاجرین و انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو اپنے ساتھ لے جائے اور رات کو ان کو کھانا کھلائے۔ بعض دفعہ ایسے موقعے بھی ہوتے تھے کہ کسی کو بعض مہاجرین کے سپرد کر دیا۔ کسی کو انصار کے سپرد کر دیا کہ رات کا کھانا ان کو دینا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ ایک صحابی تھے جو نہایت فیاض اور دولت مند تھے وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہمانوں کو اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ اسّی مہمانوں تک ساتھ لے جاتے۔ رات کو ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ ان کی کشائش تھی۔ مختلف روایتوں کے مطابق یا بعض روایتوں کے مطابق اہل صفہ کی تعداد مختلف وقتوں میں مختلف رہی تھی۔ کم سے کم بارہ افراد اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہاں تک کہ تین سو افراد ایک وقت مقام صفہ میں مقیم رہے تھے بلکہ ایک روایت میں ان کی کل تعداد چھ سو صحابہ کرام بتائی گئی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو ان کے ساتھ نہایت اُنس تھا۔ ان کے ساتھ مسجد میں بیٹھتے۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور لوگوں کو ان کی تعظیم و تکریم پر آمادہ کرتے۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ بیٹھے ہوئے ہیں، فارغ ہیں تو ان کی عزت نہ کی جائے، ان کا احترام نہ کیا جائے بلکہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہیں جو میرے لیے، میری باتیں سننے کے لیے بیٹھتے ہیں اس لیے ہر ایک کو ان کی صحیح طرح تعظیم بھی کرنی چاہیے، عزت بھی کرنی چاہیے۔ ایک بار اہلِ صفہ کی ایک جماعت نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں شکایت کی کہ کھجوروں نے ہمارے پیٹ کو جلا دیا ہے۔ صرف کھجوریں ہی کھانے کو ملتی ہیں اَور تو کچھ ملتا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شکایت سنی تو ان کی دل دہی کے لیے ایک تقریر کی جس میں فرمایا: یہ کیا ہے

کہ تم لوگ کہتے ہو کہ ہمارے پیٹوں کو کھجوروں نے جلا دیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کھجور ہی اہلِ مدینہ کی غذا ہے لیکن لوگ اسی کے ذریعہ سے ہماری مدد بھی کرتے ہیں اور ہم بھی انہی کے ذریعہ سے تمہاری مدد کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! ایک یا دو مہینے سے اللہ کے رسول کے گھر میں دھواں نہیں اٹھا۔ یعنی میں نے بھی اور میرے گھر والوں نے بھی صرف پانی اور کھجور پر بسر اوقات کی ہے۔ بہرحال یہ اصحاب صفہ عجیب فدائی لوگ تھے۔ کھجور کے کھانے کا ذکر تو کیا، شکوہ تو کیا کہ اس نے پیٹ کو جلا دیا ہے لیکن جگہ نہیں چھوڑی۔ وہ کامل وفا کے ساتھ وہیں بیٹھے رہتے تھے اور اسی چیز، فاقوں پر یا پھر کھجوروں پر یا جو بھی مل جاتا تھا اس پر گزارا کرتے تھے۔ پھر لکھا ہے کہ ان بزرگوں کا مشغلہ یہ تھا کہ راتوں کو عموماً عبادت کرتے تھے اور قرآن مجید پڑھتے رہتے۔ ان کے لیے ایک معلم مقرر تھا جس کے پاس رات کو جا کر یہ پڑھتے تھے۔ جن کو پڑھنا نہیں آتا تھا یا قرآنِ کریم صحیح طرح پڑھ نہیں سکتے تھے یا یاد کرنا چاہتے ہوں گے تو معلم ان کو رات کو پڑھاتا تھا۔ اس بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے اور اشاعتِ اسلام کے لیے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ جب یہ پڑھ لکھ گئے تو پھر یہ قاری بھی کہلانے لگ گئے اور پھر دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے بھی ان کو بھیجا جاتا تھا۔

اصحاب صفہ جو بعد میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے

بعد میں انہی اصحاب میں سے بہت سے بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز ہوئے یعنی اصحابِ صفہ جو تھے یہ نہیں کہ بعد میں وہیں بیٹھے رہے بلکہ عہدوں پر، بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بحرین کے گورنر رہے تھے۔ پھر حضرت معاویہؓ کے دور میں مدینہ کے گورنر رہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بصرہ کے گورنر رہے اور کوفہ شہر کی بنیاد آپ نے ڈالی۔

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر رہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کوفہ کے گورنر رہے۔ یہ سب اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ حضرت عُبادہ بن جراحؓ فلسطین کے گورنر رہے۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں مدینے کے گورنر رہے۔ انہی میں سے ایک سپہ سالار بھی تھے جنہوں نے فتوحاتِ اسلامیہ میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نہ صرف سپہ سالار تھے بلکہ حضرت عمرؓ کے دور میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر بھی متعین رہے۔[574]

رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں بھی تم میں سے ہی ہوں

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مَیں غریب مہاجرین کی جماعت میں جا بیٹھا یعنی انہی اصحابِ صفہ کی جماعت میں جو نیم برہنگی کے باعث ایک دوسرے سے ستر چھپا رہے تھے یا تقریباً آدھا جسم ان کا ننگا تھا اور اس حد تک تھا کہ مشکل سے اپنی ستر چھپا رہے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک قاری قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے تو

قاری خاموش ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے سلام کیا اور دریافت فرمایا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ قاری ہمیں تلاوت سنا رہا تھا اور ہم کتاب اللہ کو سن رہے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی شامل فرمائے جن کے ساتھ صبر کرنے کا حکم مجھے بھی دیا گیا ہے کہ جس طرح یہ صبر کر رہے ہیں تمہیں بھی صبر کا حکم ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات اقدس کو ہم میں شمار کرنے کے لیے ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے حلقہ بنا کر اشارہ کیا یعنی میں بھی تم میں سے ہی ہوں۔ ایک دائرہ بنایا اور بیچ میں بیٹھ گئے، چنانچہ سب کا رخ آپؐ کی طرف ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے خیال میں رسول اللہ ﷺ نے ان میں میرے سوا کسی کو نہیں پہچانا۔ بیان کرنے والے نے کہا کہ اتنے زیادہ لوگ تھے کہ میرے سوا کسی کو نہیں پہچانا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے تنگ دست مہاجرین کے گروہ تمہیں بشارت ہو۔ قیامت کے روز تم نورِ کامل کے ساتھ امیر لوگوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ نصف دن جو ہے وہ پانچ سو برس کا دن ہے۔[575]

اصحاب صفہ اور حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی الہام ہوا تھا جس میں اصحابِ صفہ کا ذکر ہے۔

عربی الہام تھا کہ "اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُنِيْرًا۔

صفہ کے رہنے والے اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفہ کے رہنے والے۔ تُو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے اور کہیں گے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی ہے جو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔"[576]

یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے بعض ساتھیوں کے بارے میں ہوا تھا کہ مجھے بھی ایسے ہی ملیں گے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ یہ جو اصحابِ صفہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جو گزرے ہیں، بڑی شان والے لوگ تھے اور بڑے مضبوط ایمان والے لوگ تھے اور انہوں نے جو اخلاص و وفا کا نمونہ دکھایا ہے وہ ایک مثال ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی فرمایا ہے کہ تمہیں بھی مَیں بعض ایسے لوگ عطا کروں گا۔

صحیح بخاری میں حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کا ذکر ان صحابہ کرام کی فہرست میں کیا گیا ہے جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے تاہم صحابہ کے حالات پر مشتمل جو بعض اَور کتب ہیں اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، الاصابہ فی تمییز الصحابہ اور الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور الطبقات الکبریٰ وغیرہ میں ان کے غزوۂ احد کے اور اس کے بعد والے غزوات میں شامل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔[577]

لیکن غزوۂ بدر میں نہیں لیکن بخاری نے حضرت عُتبہ بن مسعودؓ کا ذکر بدری صحابہ میں کیا ہے۔

حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی حضرت عمر بن خطابؓ کے دورِ خلافت میں 23 ہجری میں مدینے میں وفات ہوئی اور حضرت عمرؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قاسم بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی نماز جنازہ میں ان کی والدہ حضرت امّ عبدؓ کا انتظار کیا کہ وہ بھی شامل ہو جائیں۔[578]

امام زہری سے منقول ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صحبت اور ہجرت کے لحاظ سے اپنے بھائی حضرت عُتْبہ ؓ سے زیادہ قدیم نہ تھے۔ یعنی حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ زیادہ پرانے صحابی تھے۔ عبد اللہ بن عُتْبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ کے بھائی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بعض لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ کیا آپؓ روتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میرے بھائی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاں میرے ساتھی تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے علاوہ سب لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب تھے۔[579]

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ان کے بھائی حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کی وفات کی خبر پہنچی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انہوں نے کہا کہ:

إِنَّ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ لَا يَمْلِكُهَا ابْنُ اٰدَمَ کہ یقیناً یہ رحمت ہے جسے اللہ نے پیدا کیا ہے اور ابنِ آدم اس کو قابو کرنے پر قادر نہیں۔[580]

یعنی یہ موت برحق ہے اور نیک لوگوں کے لیے تو پھر رحمت بن جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عُتْبہ بن مسعودؓ کو امیر مقامی بھی بنایا کرتے تھے۔[581]

(232)

حضرت عثمان بن مظعونؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ ان کی کنیت ابو سائب تھی۔ حضرت عثمانؓ کی والدہ کا نام سُخَیْلَہ بنت عَنْبَس تھا۔ حضرت عثمانؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت قُدَامَہ ؓ حلیے میں باہم مشابہت رکھتے تھے۔ آپؓ کا تعلق قریش کے خاندان بَنُو جُمَح سے تھا۔[582]

قبول اسلام

حضرت عثمان بن مظعونؓ کے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔

وہاں سے عثمان بن مظعونؓ کا گزر ہوا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکرائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم بیٹھو گے نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ چنانچہ وہ آپؐ کے سامنے آ کے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بات کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہیں اوپر کو اٹھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحے کے لیے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر آہستہ آہستہ اپنی نگاہیں نیچی کرنے لگے یہاں تک کہ آپؐ نے زمین پر اپنے دائیں طرف دیکھنا شروع کر دیا اور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے عثمان سے منہ پھیر کر دوسری طرف متوجہ ہو گئے اور اپنا سر جھکا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران میں اپنے سر کو یوں ہلاتے رہے گویا کسی بات کو سمجھ رہے ہیں۔ عثمان بن مظعونؓ پاس بیٹھے ہوئے تھے، یہ سب دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کام سے فارغ ہوئے یا جو بھی اس وقت صورت حال تھی اس سے فارغ ہوئے اور جو کچھ آپؐ سے کہا جارہا تھا، جو بظاہر لگ رہا تھا کہ کچھ کہا جارہا ہے، حضرت عثمانؓ کو تو نہیں پتا تھا لیکن بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ سے کہا جارہا تھا وہ آپؐ نے سمجھ لیا تو پھر آپؐ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھیں جیسے پہلی مرتبہ ہوا تھا۔ آپؐ کی نگاہیں کسی چیز کا پیچھا کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ چیز آسمان میں غائب ہو گئی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح عثمان بن مظعونؓ کی طرف متوجہ ہوئے تو عثمانؓ کہنے لگے کہ میں کس مقصد کی خاطر آپؐ کے پاس آؤں اور بیٹھوں؟ حضرت عثمانؓ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آج آپؐ نے جو کچھ کیا ہے اس سے پہلے میں نے آپؐ کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے مجھے کیا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ عثمان بن مظعونؓ کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ پھر آپؐ نے دائیں جانب اپنی نظریں جما دیں۔ آپؐ مجھے چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہو گئے۔ آپؐ نے اپنا سر ہلانا شروع کر دیا گویا جو کچھ آپؐ سے کہا جارہا ہے اسے آپؐ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کیا واقعی تم نے ایسا محسوس کیا ہے؟ عثمان بن مظعونؓ کہنے لگے جی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی میرے پاس اللہ کا قاصد آیا تھا، پیغام لے کے آیا تھا جب تم میرے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا کہ اللہ کا قاصد؟ سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ عثمانؓ نے پوچھا پھر اس نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا اس نے کہا یہ تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (النحل:91) یعنی یقیناً اللہ عدل اور احسان کا اور اقرباپر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔ عثمان بن مظعونؓ کہتے ہیں کہ یہ وہ وقت تھا جب میرے دل میں ایمان نے اپنی جگہ پکی کر لی اور مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو گئی۔[583]

حضرت مصلح موعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابتدائی دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک قریب زمانہ میں یعنی اس زمانے کے ابتدا میں طلحہؓ اور زبیرؓ اور عمرؓ اور حمزہؓ اور عثمان بن مظعون اس قسم کے ساتھی آپؐ کو مل گئے جن میں سے ہر شخص آپؐ کا فدائی تھا۔ ہر شخص آپؐ کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کے لیے تیار تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تیرہ سال تک مصائب بھی آئے،

مشکلات بھی آئیں، تکالیف بھی آپؐ کو برداشت کرنی پڑیں مگر آپ ﷺ کو اطمینان تھا کہ ان مکہ والوں میں سے عقل والے، سمجھ والے، رتبے والے، تقویٰ والے، طہارت والے مجھے مان چکے ہیں اور اب مسلمان ایک طاقت سمجھے جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص رسول کریم ﷺ کے متعلق کہتا کہ نعوذ باللہ وہ پاگل ہیں تو اس کے دوسرے ساتھی ہی اسے کہتے کہ اگر وہ پاگل ہے تو فلاں شخص جو بڑا سمجھ دار اور عقل مند ہے اسے کیوں مانتا ہے۔ یہ ایک ایسا جواب تھا جس کے جواب میں کوئی شخص بولنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔

صداقت انبیاء کی ایک بہت بڑی دلیل

یورپین مصنف رسول کریم ﷺ کے خلاف اپنے تمام زورِ بیان صرف کر دیتے ہیں، بہت خلاف بولتے ہیں اور بسا اوقات آپؐ پر گند اچھالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اب بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ مگر جہاں ابوبکرؓ کا نام آتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ بڑا بے نفس تھا۔ اس پر بعض دوسرے یورپین مصنف لکھتے ہیں کہ جس شخص کو ابوبکرؓ نے مان لیا وہ جھوٹا کس طرح ہو گیا؟ اگر تم ابوبکرؓ کی تعریف کر رہے ہو تو جس کو ابوبکرؓ نے مانا وہ بھی یقیناً قابلِ تعریف ہے۔ اگر وہ بے نفس تھا، ابوبکرؓ اگر بے نفس تھا تو اس نے ایسے لالچی کو کیوں مانا اور اگر وہ واقعی میں بے نفس تھا تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا آقا بھی بے نفس تھا۔ یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے جس کو ردّ کرنا آسان نہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بھی پھر اس کو اس سے جوڑا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ آپؑ کو جاہل کہتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس اعتراض کو ردّ کرنے کے لیے ایسے سامان کر دیے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ شروع میں ہی آپؑ پر ایمان لے آئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی دعویٰ سے پہلے آپؑ کی تعریف کرنے والے تھے۔ پھر جب آپؑ نے دنیا میں اپنی ماموریت کا اعلان کیا تو اس کے بعد تعلیم یافتہ لوگوں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ نے ایسی کھڑی کر دی جو فوراً آپ پر ایمان لے آئی۔ یہ تعلیم یافتہ لوگ علماء میں سے بھی تھے، امراء میں سے بھی تھے، انگریزی دان طبقے میں سے بھی تھے۔ تو آپؓ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ رعب اور دبدبہ تین چیزوں سے ہی ہوتا ہے یا تو ایمان سے ہوتا ہے یا علم سے ہوتا ہے یا روپے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تینوں چیزیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں بھی پیدا کر دیں۔[584]

اور آپؑ کو بھی ایسے ساتھی شروع میں مہیا کر دیے جن کی دوسری دنیا تعریف کرتی تھی بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی حکمت کا لوہا آج تک مانا جاتا ہے۔ غیر احمدی حکماء بھی آپؓ کے نسخے استعمال کرتے ہیں اور اس بارے میں لکھتے ہیں تو بہر حال آنحضرت ﷺ کو ماننے والے ایسے لوگ اس وقت عطا ہوئے جو ہر طبقے کے لوگ تھے اور بڑے بڑے خاندانوں کے لوگ تھے۔

کفارِ مکہ کا حسد اور حسرتیں

ایک اور جگہ کفار مکہ کی حسرتوں اور حسد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے سامان پیدا کیے کہ کفار کے دل ہر وقت جل کر خاکستر ہوتے رہتے تھے اور انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ اس آگ کو بجھانے کا ہم کیا انتظام کریں۔ کوئی خاندان ایسا نہیں تھا جس کے افراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نہ آچکے ہوں۔ حضرت زبیرؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک بڑے خاندان میں سے تھے۔ اسی طرح حضرت عمروؓ بن العاص اور خالدؓ بن ولید "(جو بعد میں مسلمان ہوئے)" مکہ کے چوٹی کے خاندانوں میں سے تھے۔ عاص مخالف تھے مگر" (یعنی عمرو کے والد) "عمروؓ مسلمان ہو گئے۔ ولید مخالف تھے مگر خالدؓ مسلمان ہو گئے۔" آپؓ لکھتے ہیں کہ "غرض ہزاروں لوگ ایسے تھے جو اسلام کے شدید دشمن تھے مگر ان کی اولادوں نے اپنے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور میدان جنگ میں اپنے باپوں اور رشتہ داروں کے خلاف تلواریں چلائیں۔"[585]

ہجرت حبشہ اور واپسی

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی ہجرت حبشہ اور وہاں سے مکہ واپسی کا بھی ذکر آتا ہے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ ابن اسحاق کے نزدیک آپؓ نے تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ آپؓ نے اور آپ کے بیٹے سائب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ کی طرف پہلی ہجرت بھی کی تھی۔ حبشہ قیام کے دوران ہی جب انہیں خبر ملی کہ قریش ایمان لے آئے ہیں۔ تب آپؓ واپس مکہ آگئے تھے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین حبشہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مکہ کے سجدہ کرنے کی خبر پہنچی تو یہ لوگ وہاں سے چل پڑے۔ اس کی تفصیل میں پہلے پچھلے خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے کہ سجدہ کی وجہ کیا ہوتی تھی؟ ان کا یہ خیال تھا کہ سب کفار نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لی ہے۔ جب یہ مکہ کے قریب پہنچے اور اصل واقعے کا پتا لگا تو اس وقت انہیں واپس حبشہ جانا مشکل لگ رہا تھا۔ بعض دوسری روایات کے مطابق بعض لوگ وہیں سے واپس حبشہ چلے گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اور جو مکے میں بھی بغیر کسی کی پناہ میں آنے کے داخل ہونے سے ڈر رہے تھے وہ چلے گئے تھے۔ بہر حال جو وہاں آگئے تھے یہ کچھ دیر وہیں رکے رہے یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک اہل مکہ میں سے کسی نہ کسی کی امان میں داخل ہوا۔ انہوں نے کسی نہ کسی کی امان لے لی یا راستے میں کچھ دیر رکے رہے جب تک امان نہ مل گئی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ ولید بن مغیرہ کی امان میں آئے۔ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تکالیف پہنچ رہی ہیں، لوگ ان کو مار رہے ہیں، ان پر ظلم کر رہے ہیں اور وہ ولید بن مغیرہ کی امان میں رات دن سکون سے گزار رہے ہیں۔ ولید وہاں کفار

مکہ کے رئیسوں کا ایک رئیس تھا جو غیر مسلم تھا اس کی امان میں آ گئے تھے۔ تو عثمانؓ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! میری صبح شام ایک مشرک کی امان میں امن کے ساتھ گزر رہی ہے جبکہ میرے دوستوں اور گھر والوں کو اللہ کی راہ میں تکالیف اور اذیتیں پہنچ رہی ہیں۔ یقیناً مجھ میں کوئی خرابی ہے۔ انہوں نے اپنے آپ سے یہ کہا۔ پس آپؓ ولید بن مغیرہ کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابوعبد شمس! (یہ ولید بن مغیرہ کا لقب تھا) تمہارا ذمہ پورا ہو گیا۔ میں تمہاری امان میں تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس امان سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں کیونکہ میرے لیے آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ میں اسوہ ہے۔

ولید نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! ولید ان کے والد کے بڑے قریبی دوست تھے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! شاید تمہیں میرے اس امان کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا بے عزتی ہوئی ہے؟ تو آپؓ کہنے لگے کہ نہیں لیکن میں اللہ امان سے راضی ہوں۔ تمہاری امان سے نکلتا ہوں اور اللہ کی امان پہ راضی ہوں اور میں اس کے علاوہ کسی اور کی پناہ کا طلب گار نہیں ہوں۔ ولید نے کہا کہ خانہ کعبہ کے پاس چلو اور وہیں میری امان علی الاعلان واپس کر دو جیسا کہ میں نے تمہیں علی الاعلان پناہ دی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا چلیں۔ پھر وہ دونوں خانہ کعبہ کے پاس گئے۔ ولید نے کہا یہ عثمانؓ ہے جو مجھے میری امان واپس کرنے آیا ہے، لوگوں کے سامنے یہ اعلان کیا۔ عثمانؓ نے کہا یہ سچ کہہ رہا ہے۔ یقیناً میں نے اسے یعنی اس امان دینے والے ولید کو وعدے کا سچا اور امان کے لحاظ سے معزز پایا ہے مگر اب میں اللہ کے سوا کسی اور کی امان میں نہیں رہنا چاہتا۔ اس لیے میں نے ولید کی امان کو اسے واپس کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ لوٹ گئے۔[586]

ہجرت حبشہ کی کچھ تفصیل

اس ہجرت حبشہ کا ذکر پہلے بھی مختلف صحابہ کے ذکر میں ہوتا رہا ہے۔[587] مختصر بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس کو تاریخ کے مختلف حوالوں سے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کی تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں اور قریش اپنی ایذا رسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ حبشہ کا ملک جو ایتھوپیا یا ابی سینیا کہلاتا ہے براعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے اور جائے وقوع کے لحاظ سے جنوبی عرب کے بالکل بالمقابل ہے اور درمیان میں بحیرہ احمر کے سوا کوئی اور ملک حائل نہیں۔ اس زمانہ میں حبشہ میں ایک مضبوط عیسائی حکومت قائم تھی اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا بلکہ اب تک بھی وہاں کا حکمران اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ (جب انہوں نے یہ لکھا تھا) حبشہ کے ساتھ عرب کے تجارتی تعلقات تھے۔ اس وقت کے نجاشی کا ذاتی نام اصحمہ تھا جو ایک عادل، بڑا انصاف کرنے والا، بیدار مغز اور مضبوط بادشاہ تھا۔ بہرحال جب مسلمانوں کی تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں تو آنحضرت ﷺ کے فرمانے پر ماہ رجب پانچ نبوی میں نبوت کے دعوے کے پانچ سال کے بعد گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف نام یہ ہیں۔

حضرت عثمان بن عفانؓ اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیر ابن العوامؓ، ابوحذیفہؓ بن عتبہ، عثمان بن مظعونؓ، مصعب بن عمیرؓ اور ابوسَلَمہ ؓ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ امِ سلمہ ؓ۔ اب یہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقت ور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جن سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے کہ اوّل یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے۔[588]

ہجرت کرنے والوں کو دیکھ کر غم کی وجہ سے حضرت عمرؓ پر رقت طاری ہونا

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے انداز میں اس واقعے کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ آپؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مکہ میں پناہ اور پھر لبید بن ربیعہ والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے ولید کی امان واپس کر دی تھی۔ اب لکھتے ہیں کہ جب مکہ والوں کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا تو محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دن اپنے ساتھیوں کو بلوایا اور فرمایا۔ مغرب کی طرف سمندر پار ایک زمین ہے جہاں خدا کی عبادت کی وجہ سے ظلم نہیں کیا جاتا۔ مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے لوگوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ وہاں ایک منصف بادشاہ ہے۔

تم لوگ ہجرت کر کے وہاں چلے جاؤ شاید تمہارے لیے آسانی کی راہ پیدا ہو جائے۔ کچھ مسلمان مرد اور عورتیں اور بچے آپؐ کے اس ارشاد پر ایبے سینیا کی طرف چلے گئے۔ ان لوگوں کا مکے سے نکلنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہاں یہ بڑا جذباتی پہلو ہے کہ اپنے ملک کو چھوڑنا یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ **مکے کے لوگ اپنے آپ کو خانہ کعبہ کا متولی سمجھتے تھے اور مکہ سے باہر چلے جانا ان کے لیے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ وہی شخص یہ بات کہہ سکتا تھا جس کے لیے دنیا میں کوئی اور ٹھکانہ باقی نہ رہے کہ مکہ سے نکل جاؤں۔ پس ان لوگوں کا نکلنا ایک نہایت ہی دردناک واقعہ تھا** اور پھر نکلنا بھی ان لوگوں کو چوری چوری پڑا۔ چھپ کے نکلنا پڑا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر مکہ والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ ہمیں نکلنے نہیں دیں گے اور اس وجہ سے وہ اپنے عزیزوں اور پیاروں کی آخری ملاقات سے بھی محروم جا رہے تھے۔ ان کو یہ بھی موقع نہیں ملا کہ وہ عزیزوں اور پیاروں سے ملاقات کر کے جائیں، چھپ کے نکلے تھے۔ ان کے دلوں کی جو حالت تھی سو تھی۔ ان کے دیکھنے والے بھی ان کی تکلیف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ وہ غیر جن کو پتا لگا کہ اس طرح ہجرت کر رہے ہیں وہ بھی ان کی اس حالت سے متاثر ہو رہے تھے۔ چنانچہ جس وقت یہ قافلہ نکل رہا تھا حضرت عمرؓ جو اس وقت تک کافر اور اسلام کے شدید دشمن تھے اور مسلمانوں کو تکلیف دینے والوں میں چوٹی کے آدمی تھے اتفاقاً اس قافلے کے افراد کو مل گئے۔ ان میں ایک صحابیہ امّ عبداللہؓ نامی بھی تھیں۔ بندھے ہوئے سامان اور تیار سواریوں کو جب آپؓ

نے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو آپؓ سمجھ گئے کہ یہ لوگ مکہ چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؓ نے کہ امّ عبداللہؓ! یہ تو ہجرت کے سامان نظر آ رہے ہیں۔ امّ عبداللہؓ کہتی ہیں میں نے جواب میں کہا ہاں خدا کی قسم! ہم کسی اور ملک میں چلے جائیں گے کیونکہ تم نے ہم کو بہت دکھ دیے ہیں اور ہم پر بہت ظلم کیے ہیں۔ ہم اس وقت اپنے ملک میں نہیں لوٹیں گے جب تک خدا تعالیٰ ہمارے لیے کوئی آسانی اور آرام کی صورت پیدا نہ کر دے۔ ام عبداللہؓ بیان کرتی ہیں کہ **عمرؓ نے جواب میں کہا کہ اچھا۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ اور کہتی ہیں کہ میں نے ان کی آواز میں رقت محسوس کی حالانکہ اس وقت مسلمانوں کے مخالف تھے لیکن یہ ہجرت دیکھ کر جذباتی ہو گئے۔** خدا تمہارے ساتھ ہو کہا تو اس آواز میں ایک رقت تھی جو اس سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ پھر وہ یعنی حضرت عمرؓ جلدی سے منہ پھیر کے وہاں سے چلے گئے اور میں نے محسوس کیا کہ اس واقعہ سے ان کی طبیعت نہایت ہی غمگین ہو گئی ہے۔

حبشہ کی طرف جانے والوں کا تعاقب

بہرحال جب ان لوگوں کے ہجرت کرنے کی مکہ والوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور سمندر تک ان کے پیچھے گئے مگر یہ قافلہ ان لوگوں کے سمندر تک پہنچنے سے پہلے ہی حبشہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ مکہ والوں کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک وفد بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا جائے جو اسے مسلمانوں کے خلاف بھڑکائے اور اسے تحریک کرے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ والوں کے سپرد کر دے۔ بہرحال یہ وفد حبشہ گیا اور بادشاہ سے ملا۔ امرائے دربار کو بھی ان لوگوں نے خوب اکسایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بادشاہ حبش کے دل کو مضبوط کر دیا تھا اور اس نے باوجود ان لوگوں کے اصرار کے اور باوجود درباریوں کے اصرار کے، درباری جو تھے وہ مکہ والوں کی باتوں میں آ گئے تھے انہوں نے بھی بادشاہ کو بڑا کہا کہ ان کو مکہ والوں کے، کافروں کے سپرد کر دو۔ اس نے مسلمانوں کو کفار کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ جب یہ وفد ناکام واپس آیا تب مکہ والوں نے ان مسلمانوں کو بلانے کے لیے ایک اور تدبیر سوچی اور وہ یہ کہ حبشہ جانے والے بعض قافلوں میں یہ خبر مشہور کر دی کہ مکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب یہ خبر حبشہ پہنچی تو اکثر مسلمان خوشی سے مکہ کی طرف واپس لوٹے مگر مکہ پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ یہ خبر محض شرارتاً مشہور کی گئی ہے۔ اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ اور مشہور شاعر لبید بن ربیعہ

اس پر کچھ لوگ تو واپس حبشہ چلے گئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور کچھ مکہ میں ٹھہر گئے۔ ان ٹھہرنے والوں میں سے حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ بھی تھے جو مکہ کے ایک بہت بڑے رئیس کے بیٹے تھے۔ اس دفعہ ان کے باپ کے ایک دوست ولید بن مغیرہ نے ان کو پناہ دی اور وہ امن سے مکہ میں رہنے لگے مگر اس عرصے میں انہوں نے دیکھا کہ بعض دوسرے مسلمانوں کو دکھ دیے جاتے

ہیں اور انہیں سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں۔ چونکہ وہ غیرت مند نوجوان تھے۔ ولید کے پاس گئے اور اسے کہہ دیا کہ میں اپ کی پناہ کو واپس کرتا ہوں کیونکہ مجھ سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ دوسرے مسلمان دکھ اٹھائیں اور میں آرام سے رہوں۔ چنانچہ ولید نے اعلان کر دیا کہ عثمانؓ اب میری پناہ میں نہیں۔ اس کے بعد ایک دن لبید، عرب کا ایک مشہور شاعر تھا مکہ کے رؤساء میں بیٹھا اپنے شعر سنا رہا تھا کہ اس نے ایک مصرع پڑھا:

وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر نعمت آخر مٹ جانے والی ہے۔ عثمان بن مظعونؓ نے کہا کہ یہ غلط ہے جنت کی نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں گی۔ لبید ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ یہ جواب سن کر جوش میں آ گیا اور اس نے کہا کہ اے قریش کے لوگو! تمہارے مہمان کو تو پہلے اس طرح ذلیل نہیں کیا جاتا تھا اب یہ نیا راج کب سے شروع ہوا ہے؟ اس پر ایک شخص نے کہا یہ ایک بیوقوف آدمی ہے اس کی بات کی پروا نہیں کریں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی بات پر اصرار کیا اور کہا کہ بیوقوفی کی کیا بات ہے جو بات میں نے کہی ہے وہ سچ ہے۔ اس پر ایک شخص نے اٹھ کر زور سے آپ کے منہ پر گھونسا مارا، مکا مارا جس سے آپؓ کی ایک آنکھ نکل گئی یا سوج گئی۔ ولید اس وقت اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا جس نے آپؓ کو پناہ دی تھی۔ ان کے والد کا دوست، عثمانؓ کے باپ کے ساتھ اس کی بڑی گہری دوستی تھی۔ عثمانؓ کے والد فوت ہو گئے تھے تو اپنے مردہ دوست کے بیٹے کی یہ حالت اس سے دیکھی نہ گئی مگر مکہ کے رواج کے مطابق جب عثمانؓ اس کی پناہ میں نہیں تھے تو وہ ان کی حمایت بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے اور تو کچھ نہ کر سکا نہایت ہی دکھ کے ساتھ عثمانؓ ہی کو مخاطب کر کے بولا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! خدا کی قسم تیری یہ آنکھ اس صدمہ سے بچ سکتی تھی جبکہ تو ایک زبردست حفاظت میں تھا (یعنی میری پناہ ولید کی پناہ میں تھا) لیکن تو نے خود ہی اپنی پناہ کو چھوڑ دیا اور یہ دن دیکھا۔ عثمانؓ نے جواب دیا کہ جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے میں خود اس کا خواہش مند تھا۔ تم میری پھوٹی ہوئی آنکھ پر ماتم کر رہے ہو حالانکہ میری تندرست آنکھ اس بات کے لیے تڑپ رہی ہے کہ جو میری بہن کے ساتھ ہوا ہے وہی میرے ساتھ کیوں نہیں ہوتا۔ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا، عثمانؓ نے ولید کو یہ جواب دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا نمونہ میرے لیے بس ہے۔ بہت کافی ہے۔ اگر وہ تکلیفیں اٹھا رہے ہیں تو میں کیوں نہ اٹھاؤں۔ میرے لیے خدا کی حمایت کافی ہے۔[589]

عثمان بن مظعونؓ اور لبید بن ربیعہ کا یہ جو واقعہ ہے جو عرب کا مشہور شاعر تھا اس کا اس طرح بھی تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بھی اس کے پاس بیٹھ گئے لبید نے پہلے اس کا یہ ایک مصرع پڑھا کہ:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ

خبردار! اللہ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔

اس پر حضرت عثمانؓ کہنے لگے کہ تو نے سچ کہا ہے۔ پھر لبید نے کہا:

وَ کُلُّ نَعِیۡمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلُ

کہ بیشک ہر نعمت زوال پذیر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا تو نے جھوٹ کہا۔ لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا اور لبید سے کہا کہ دوبارہ پڑھو جس پر لبید نے دوبارہ پڑھا۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح ایک دفعہ تصدیق اور ایک دفعہ جھٹلا دیا کہ جنت کی نعمتوں کو زوال نہیں ہے۔ لبید یہ جو شاعر تھے کہنے لگے کہ اے گروہ قریش! تمہاری محفلیں ایسی تو نہ تھیں۔ ان میں سے ایک احمق کھڑا ہوا اور اس نے حضرت عثمانؓ کی آنکھ پر تھپڑ مار دیا یا مکا مار دیا جس سے آپ کی آنکھ نیلی ہو گئی یا سوج گئی۔ آپؓ کے گرد موجود لوگوں نے کہا عثمانؓ! خدا کی قسم! تم ایک مضبوط پناہ میں تھے اور تمہاری آنکھ اس طرح تکلیف سے محفوظ تھی جو تمہیں ابھی پہنچی ہے۔ اس پر عثمانؓ نے کہا کہ اللہ کی امان زیادہ محفوظ ہے اور زیادہ معزز ہے اور میری دوسری آنکھ بھی اسی طرح کی مصیبت کی آرزو مند ہے جو اس آنکھ کو پہنچی ہے۔ مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی پیروی لازم ہے۔ ولید نے کہا کہ میری امان میں تمہیں کیا نقصان تھا؟ اس پر حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجھے اللہ کی امان کے سوا کسی کی امان کی حاجت نہیں۔[590]

یہ تھی ان لوگوں کے ایمان کی کیفیت اور یہ تھا ایک درد اپنے ساتھیوں کے لیے بھی کہ اگر وہ تکلیف میں ہیں تو ہم کیوں (بچے) رہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو تعلق تھا وہ تو تھا ہی محبت کا کہ وہ تکلیف میں ہیں تو میں کیوں بچوں۔ صحابہؓ کے نمونے دیکھ کے بھی ان کو بڑی تکلیف پہنچتی تھی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ کا اس طرح جواب دینا اس لیے تھا کہ انہوں نے قرآن کریم سنا ہوا تھا، اسلامی تعلیم سنی ہوئی تھی، قرآن کریم پڑھا ہوا تھا اور اب ان کے نزدیک شعروں کی کچھ حقیقت ہی نہیں تھی بلکہ **خود بعد میں لبید بھی مسلمان ہو گیا تو آپؓ لکھتے ہیں کہ خود لبید نے مسلمان ہونے پر یہی طریق اختیار کیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے گورنر کو کہلا بھیجا کہ مجھے مشہور شعراء کا تازہ کلام بھیجو۔ جب لبید جو اس وقت مسلمان ہو گئے تھے ان سے خواہش کا اظہار کیا گیا تو انہوں نے قرآن کریم کی چند آیات لکھ کر بھیج دیں۔**

آنحضرت ﷺ سے پیار کا تعلق

حضرت عثمانؓ سے آنحضرت ﷺ کا اور آپ کا جو رسول اللہ ﷺ سے تعلق اور پیار تھا اس کا اظہار اس واقعہ سے ہوتا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ ان کے فوت ہونے پر رسول کریم ﷺ نے انہیں بوسہ دیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے اس وقت آنسو جاری تھے۔ جب رسول کریم ﷺ کا صاحبزادہ ابراہیم فوت ہوا تو آپؐ نے اس وقت بھی اس کی نعش پر فرمایا۔ **اَلْحِقْ بِسَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ ابْنَ مَظْعُوْنَ** یعنی ہمارے صالح عزیز عثمان بن مظعونؓ کی صحبت میں جا۔[591]

مدینہ کی طرف ہجرت اور مؤاخات

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مدینہ ہجرت کا واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت قُدَامَہ بن مظعونؓ اور حضرت عبداللہ بن مظعونؓ اور حضرت سائب بن عثمانؓ نے ہجرت مدینہ کے وقت حضرت عبداللہ بن سَلَمَہ عجلانیؓ کے گھر قیام کیا تھا۔ ایک دوسرے قول کے مطابق یہ سب لوگ حضرت حِزَام بن وَدِیْعَہ ؓ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ محمد بن عمر واقدی بیان کرتے ہیں کہ آل مظعون ان لوگوں میں سے تھے جن کے مرد اور عورتیں سب کے سب جمع ہو کر ہجرت کے لیے روانہ ہوتے تھے اور ان میں سے کوئی مکہ میں باقی نہیں رہا۔

حضرت ام عَلَاء بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار کی خواہش تھی کہ ان کے گھروں میں رکیں۔ اس پر ان کے لیے قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عثمان بن مظعونؓ ہمارے حصے میں آئے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت ابوھیثم بن تیّہان کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔[592]

زہد و عبادت

حضرت عثمانؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ آپؓ تمام لوگوں سے زیادہ جوش کے ساتھ عبادات بجالاتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کیا کرتے تھے۔ خواہشات سے بچ کر رہتے تھے اور عورتوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دنیا ترک کرنے اور خود کو خصّی کرنے کی اجازت مانگی مگر رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تاریخ کی کتاب اسد الغابہ میں لکھا ہے۔[593]

پھر یہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت عثمان بن مظعونؓ کی اہلیہ ازواج مطہرات کے پاس آئیں۔ ازواج مطہرات نے انہیں پراگندہ حالت میں، میلے کپڑے، بال بکھرے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اپنے آپ کو سنوار کر رکھا کرو۔ تمہارے شوہر سے زیادہ دولت مند تو قریش میں کوئی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ تم afford نہیں کر سکتی۔ تمہارا شوہر بڑا امیر آدمی ہے اپنی حالت تو ٹھیک رکھو۔ تو آپؓ کی، حضرت عثمانؓ کی بیوی ازواج مطہرات کو کہنے لگیں جو ساری اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ ہمارے لیے ان میں سے کچھ نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ آپ کہتی ہیں نہ عثمان کے پاس دولت یا وہ کچھ نہیں۔ کیوں؟ کیونکہ وہ اس کے جذبات ہمارے لیے کچھ نہیں ہیں۔ وہ رات کو بھی عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ہماری طرف توجہ نہیں دیتے۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ازواج نے آپؐ کو بتایا۔ عثمانؓ کی بیوی کی یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ حضرت عثمانؓ سے ملے اور فرمایا کیا تمہارے لیے میری ذات میں اسوہ نہیں ہے؟ وہ عرض کرنے لگے کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ کیا بات ہو گئی؟ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں تو کوشش کرتا ہوں کہ

بالکل آپؐ کے مطابق چلوں۔ تو اس پر آپؐ نے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات بھر عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی جی ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے بیوی بچوں کا تم پر حق ہے۔ پس نماز پڑھو اور سو بھی۔ سونا بھی ضروری ہے۔ نفل پڑھو، راتوں کو جاگو لیکن سونا بھی ضروری ہے۔ روزہ رکھو اور چھوڑو بھی۔ اگر نفلی روزے رکھنے ہیں تو بیشک رکھو لیکن کچھ دن ناغے بھی ہونے چاہئیں۔ یہ بات آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمائی تو کچھ عرصہ کے بعد ان کی بیوی ازواج مطہرات کے پاس دوبارہ آئیں تو انہوں نے خوشبو لگائی ہوئی تھی گویا کہ وہ دلہن ہوں۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے آج بڑی سجی بنی ہو۔ اس پر وہ کہنے لگیں کہ ہمیں بھی چیز حاصل ہو گئی ہے جو لوگوں کو میسر ہے یعنی اب خاوند توجہ دیتا ہے۔[594]

حضرت عائشہؓ سے اس بارہ میں روایت ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کو بلایا اور فرمایا کیا تو میرے طریقے کو ناپسند کرتا ہے؟ وہ بولے یا رسول اللہ! نہیں میں آپؐ ہی کے طریقے کو تلاش کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ روزہ بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا۔ اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ اے عثمان! تو اللہ سے ڈر تجھ پر تیری بیوی کا حق ہے۔ تیرے مہمان کا حق ہے اور خود تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس کبھی کبھی روزہ بھی رکھو اور کبھی نہ رکھو۔ نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو۔[595]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ "سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن مظعونؓ نے آنحضرت ﷺ سے عورتوں سے بالکل ہی علیحدہ ہو جانے کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی۔ اور اگر آپؐ اجازت دے دیتے تو ہم تیار تھے کہ اپنے آپ کو گویا بالکل خصّی ہی کر لیتے۔"[596]

ان جذبات کو بالکل ختم کرنے کے لیے اپنی کوشش کرتے۔

بخاری کی جو حدیث ہے اس کا ترجمہ بتا دیتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے تبتّل کی اجازت آنحضرت ﷺ سے طلب کی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کر دیا تھا۔ اور صحیح بخاری کی کتاب النکاح کی یہ حدیث ہے اور پھر یہاں بھی اسی طرح لکھا ہے، جو بیان ہو چکا ہے کہ اگر آپؐ اس کی اجازت دے دیتے تو ہم سب شاید تارک الدنیا ہو جاتے۔[597]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ پھر مزید لکھتے ہیں کہ "عثمان بن مظعونؓ تھے جو بنو جُمَح میں سے تھے۔ نہایت صوفی مزاج آدمی تھے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب ترک کر رکھی تھی۔" اسلام لانے سے پہلے بھی کبھی شراب نہیں پیتے تھے، "اور اسلام میں بھی تارک دنیا ہونا چاہتے تھے مگر آنحضرت ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے کہ اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے اس کی اجازت نہیں دی۔"[598]

اسلام کہتا ہے کہ اس دنیا میں رہو۔ اس دنیا کی جو نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں پیدا کی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو۔ وہ ہمیشہ تمہارے سامنے رہنا چاہیے۔

فتنوں کی راہ میں ایک روک......... حضرت عمرؓ

حضرت قدامہ بن مظعونؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو پایا۔ وہ اپنی سواری کے اوپر تھے۔ اور حضرت عثمانؓ اپنی سواری کے اوپر تھے۔ اُثَایَہ نامی گھاٹی پر ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اُثَایَہ، ذُوالْحُلَیْفَہ کے بعد جُحْفَہ کے راستے میں مدینہ ستتر[77] میل فاصلے پر ہے۔ یہ اس کی لوکیشن (location) بتائی گئی ہے۔ بہرحال حضرت عمرؓ کی اونٹنی نے حضرت عثمانؓ کی اونٹنی کو بھینچ دیا، ذرا دبایا۔ زیادہ قریب ہوگئے تو اونٹنی نے دبا دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوار قافلے کے کافی آگے تھے۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے کہا یا غَلَقَ الْفِتْنَةِ! آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔ جب سواریاں رکیں تو حضرت عمر بن خطابؓ قریب آئے اور کہا اے ابوسائب! یعنی عثمان بن مظعونؓ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے وہ کون سا نام تھا جس کے ساتھ تم نے مجھے پکارا تھا۔ یہ کہہ کر پکارا تھا 'غَلَقَ الْفِتْنَةِ' تو انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم... آپؓ کا وہ نام میں نے نہیں رکھا۔ جس نام سے میں نے پکارا تھا وہ میں نے نہیں کہا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کا وہ نام رکھا تھا۔ پھر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قافلے کے آگے ہیں اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت عثمان بن مظعونؓ نے انہیں بتایا کہ آگے ہیں آپؓ بھی پوچھ سکتے ہیں۔ پھر بیان کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ ہمارے پاس سے گزرے یعنی حضرت عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے جبکہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص غَلَقُ الْفِتْنَةِ ہے۔ یعنی فتنے کی راہ میں روک ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تمہارے اور فتنے کے درمیان ایک دروازہ ہوگا جو بہت زیادہ سختی سے بند رہے گا جب تک یہ شخص تمہارے درمیان زندہ رہے گا۔[599]

یعنی جب تک حضرت عمرؓ کی زندگی ہے کوئی فتنہ اسلام میں نہیں آئے گا اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے۔ اس کے بعد ہی زیادہ فتنے شروع ہوئے۔

اس جگہ جو حضرت عثمان بن مظعونؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے متعلق غَلَقُ الْفِتْنَةِ کے یہ الفاظ بیان کیے ہیں اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ تم میں سے کون فتنے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد رکھتا ہے تو میں نے کہا کہ میں۔ ویسے ہی جیسے کہ آپؐ نے فرمایا تھا۔ اسی طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا کہا روایت کرنے پر بہت ہی دلیر ہو۔ یعنی بڑا یقین ہے تمہیں اور تم بڑی جرأت سے کام لے رہے ہو۔ میں نے کہا کہ آدمی کو ابتلا اس کی بیوی اور اس کے مال اور اس کی اولاد اور اس کے

پڑوسی کی وجہ سے آتا ہے۔ یہ بھی فتنے ہیں۔ نماز، روزہ، صدقہ اور نیکیوں کا حکم اور بدیوں سے روکنا اس ابتلا کو دور کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا میری مراد اس سے نہیں ہے۔ یہ اولاد، دولت کی ساری چیزیں ہیں، فتنے ہیں جن کو تم نمازیں پڑھ کے، روزہ رکھ کے، صدقہ دے کر اور کئی نیکیاں کر کے دور کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میری مراد یہ نہیں ہے بلکہ اس فتنے سے ہے جو اس طرح موجیں لے گا جس طرح سمندر۔ بہت شدید قسم کا فتنہ ہے۔ وہ جو شدید قسم کا فتنہ ہے جو امت میں آئے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ امیر المؤمنین! آپؓ کو اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ جو فتنہ پیدا ہونا ہے اس سے آپؓ کو کوئی خطرہ نہیں۔ آپؓ کی زندگی تک کوئی نہیں ہے کیونکہ آپؓ کے اور اس کے درمیان ایک بند کیا ہوا دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ کیا وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ انہوں نے وہی بیان کیا، عرض کیا جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کے درمیان ایک بند دروازہ ہے تو حضرت عمرؓ نے اس پر ان سے پوچھا کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ توڑا جائے گا۔ ایسا دروازہ ہے جو توڑا جائے گا۔ تو حضرت عمرؓ نے کہا تب تو کبھی بھی بند نہیں ہو گا۔ اگر دروازہ کھولا جائے تو بند کرنے کے امکان ہوتے ہیں لیکن اگر توڑا جائے تو پھر اس کو بند کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس بات پہ کہا پھر تو یہ کبھی بند نہیں ہو گا۔ یعنی جو فتنے ہیں وہ چلتے چلے جائیں گے اگر ایک دفعہ شروع ہوئے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ فتنے مسلمان امت میں بڑھتے چلے گئے۔ ایک کے بعد دوسرا فتنہ پیدا ہوتا چلا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں، حضرت علیؓ کے زمانے میں، پھر بعد میں زمانوں میں اور **اب تک یہی فتنے ہیں جو مسلمانوں میں جاری ہیں۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں اور اس دیوار کے پیچھے یہ آنا نہیں چاہتے جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اس دروازے کو بند کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ قائم فرمائی ہے۔** اس لیے یہ فتنے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی محفوظ رکھے کہ ہم احمدی اس ڈھال کے پیچھے رہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں مہیا فرمائی ہے اور اس دیوار کے پیچھے رہیں۔

تو بہر حال یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ فتنہ تو پھر کبھی بند نہیں ہو گا۔ تو ہم نے ان سے کہا، ان لوگوں نے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے روایت کرنے والے سے، حضرت حذیفہؓ سے پوچھا۔ کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے کہاں ہاں۔ وہ اسے ایسے ہی جانتے تھے جیسے کہ کل سے پہلے رات ہے یعنی بالکل یقینی بات تھی۔ حضرت عمرؓ کو پتا تھا کہ میرے بعد پھر فتنے پیدا ہو جائیں گے۔[600]

مدینہ میں وفات پانے والے پہلے مہاجر

حضرت عثمان بن مظعونؓ پہلے مہاجر تھے جنہوں نے مدینے میں وفات پائی۔ آپؓ دو ہجری میں

فوت ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات غزوۂ بدر کے بائیس ماہ کے بعد ہوئی اور **آپؓ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے شخص تھے۔**[601]

جنت البقیع میں پہلے مدفون

آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہونے والے پہلے شخص تھے۔[602]

جنت البقیع کی ابتدا کے بارے میں جو تفصیل ملی ہے وہ اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں ورود کے بعد وہاں بہت سے قبرستان تھے۔ یہودیوں کے اپنے قبرستان ہوا کرتے تھے جبکہ عربوں کے مختلف قبائل کے اپنے اپنے قبرستان تھے۔ مدینہ طیبہ چونکہ اس وقت مختلف علاقوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس لیے ہر قبیلہ اپنے ہی علاقے میں کھلی جگہ پر اپنی میتوں کو دفنا دیتا تھا۔ قبا کا الگ قبرستان تھا جو زیادہ مشہور تھا گو کہ وہاں چھوٹے چھوٹے کئی اور قبرستان بھی تھے۔ قبیلہ بنو ظفر کا اپنا قبرستان بھی تھا اور بنو سلمہ کا اپنا الگ قبرستان تھا۔ دیگر قبرستانوں میں بنو ساعدہ کا قبرستان تھا جس کی جگہ بعد میں سوق النبیؐ قائم ہوا۔ جس جگہ پر مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی وہاں بھی کھجوروں کے جھنڈ میں چند مشرکین کی قبریں تھیں۔ ان تمام قبرستانوں میں بَقِیۡعُ الۡغَرۡقَد سب سے پرانا اور مشہور قبرستان تھا۔ اور پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسلمانوں کے قبرستان کے لیے منتخب کر لیا تو اس کے بعد سے آج تک اسے ایک منفرد اور ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے جو ہمیشہ رہے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں صرف مسلمانوں کی قبریں ہوں اور اس غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جگہوں کو ملاحظہ بھی فرمایا۔ جا کے دیکھا۔ یہ فخر بَقِیۡعُ الۡغَرۡقَد کے حصے میں لکھا تھا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس جگہ کو یعنی بَقِیۡعُ الۡغَرۡقَد کو منتخب کر لوں۔ اسے اس دور میں بَقِیۡعُ الۡخَبۡخَبَہ کہا جاتا تھا۔ اس میں بے شمار غرقد کے درخت اور خودرَو جھاڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ مچھروں اور دیگر حشرات الارض کی اس جگہ پہ بھرمار تھی اور مچھر جب اس جگہ گند کی وجہ سے یا جنگل کی وجہ سے اڑتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ دھوئیں کے بادل چھا گئے ہوں۔

وہاں سب سے پہلے جن کو دفن کیا گیا اور جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے وہ حضرت عثمانؓ بن مظعون تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر نشانی کے طور پر رکھ دیا اور فرمایا یہ ہمارے پیش رو ہیں۔ ان کے بعد جب بھی کسی کی فوتیدگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ ہمارے پیش رَو عثمانؓ بن مظعون کے قریب۔ بَقِیۡع عربی میں ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں درختوں کی بہتات ہو، بہت زیادہ درخت ہوں۔ مدینہ طیبہ میں اس مقام کو بَقِیۡعُ الۡغَرۡقَد کے نام سے جانا جانے لگا کیونکہ وہاں غرقد کے درختوں کی بہتات تھی۔ اس کے علاوہ وہاں دیگر خودرو

صحرائی جھاڑیاں بھی بہت زیادہ تعداد میں تھیں۔ اسے جنت البقیع بھی کہا جاتا ہے۔ جنت کے لفظ کا عربی میں ایک مطلب ہے باغ یا فردوس۔ اس لیے یہ جگہ زیادہ تر عجمی زائرین میں جنت البقیع کے نام سے جانی جاتی ہے۔ عبدالحمید قادری صاحب ہیں انہوں نے یہ تفصیل لکھی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عرب عموماً اپنے مقابر اور قبرستانوں کو جنت ہی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کا ایک نام مَقَابِرُ البَقِیْع بھی ہے جو اعرابیوں میں زیادہ مشہور ہے۔[603]

جو صحرا کے رہنے والے تھے ان میں یہ زیادہ مشہور ہے۔ حضرت سالم بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی فوت ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ فرماتے اس کو آگے گئے ہوئے بندوں کے پاس بھیج دو۔ عثمانؓ بن مظعون میری امت کا کیا ہی اچھا پیش رو تھا۔[604]

حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات پر انہیں بوسہ دینا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان کی نعش کے پاس آئے۔ آپؐ ان پر تین بار جھکے اور سر اٹھایا اور بلند آواز سے فرمایا اے ابوسائب! اللہ تم سے درگزر کرے۔ تم دنیا سے اس حال میں گئے کہ دنیا کی کسی چیز سے آلودہ نہیں ہوئے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی نعش کو بوسہ دیا جبکہ آپؐ رو رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ رو رہے تھے اور آپؐ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد آپؐ کو بوسہ دیا۔ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے آنسو حضرت عثمانؓ کے رخسار پہ بہ رہے تھے، اتنے زیادہ تھے کہ پھر وہ آنسو بہ کر حضرت عثمانؓ کے رخساروں پر بھی گرنے لگے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم نے وفات پائی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَلْحِقْ بِالسَّلَفِ الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْن یعنی سلف صالح عثمانؓ بن مظعون سے جا کر مل جاؤ۔[605]

نماز جنازہ پر زائد تکبیرات

حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس پر چار تکبیرات کہیں۔[606]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تین سے زیادہ نہیں ہو سکتیں۔ چار تکبیرات بھی ہو سکتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کا خود پتھر اٹھا کر قبر کے سرہانے رکھنا

مُطَّلِبْ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات ہوئی۔ ان کا جنازہ نکالا گیا پھر ان کو دفن کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ ایک پتھر لائے۔ وہ پتھر نہ اٹھا سکا، بڑا بھاری پتھر تھا تو رسول اللہ ﷺ اس کی طرف کھڑے ہوئے، ادھر گئے۔ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ،

دونوں بازوؤں سے کپڑا اوپر کیا، اپنے بازو کی آستینیں چڑھائیں، قمیض کی آستینیں چڑھائیں۔ مُطَّلِبْ نے کہا، جس نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اس نے کہا کہ گویا میں اب بھی رسول اللہ ﷺ کے دونوں بازوؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ ابھی بھی مجھے وہ واقعہ بڑی اچھی طرح یاد ہے اور آنحضور ﷺ کے بازو خوبصورت تھے۔ ان کی سفیدی مجھے نظر آ رہی ہے۔ جب آپؐ نے ان سے کپڑا ہٹایا تھا، آستینیں چڑھائی تھیں۔ پھر آپؐ نے وہ پتھر اٹھایا اور اسے حضرت عثمانؓ بن مظعون کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا میں اس نشانی کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر پہچان لوں گا اور میرے اہل میں سے جو وفات پائے گا اسے میں اس کے پاس دفن کروں گا۔ سنن ابی داؤد کا یہ حوالہ ہے۔[607]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات سے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے اس میں سے چند باتیں پیش کرتا ہوں۔

آپؓ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 2 ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "اسی سال کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے لیے مدینے میں ایک مقبرہ تجویز فرمایا جسے جنت البقیع کہتے تھے۔ اس کے بعد صحابہ عموماً اس مقبرے میں دفن ہوتے تھے۔ سب سے پہلے صحابی جو اس مقبرے میں دفن ہوئے وہ عثمانؓ بن مظعون تھے۔ عثمان بہت ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے اور نہایت نیک اور عابد اور صوفی منش آدمی تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد ایک دفعہ انہوں نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضور مجھے اجازت مرحمت فرمائیں تو میں چاہتا ہوں کہ بالکل تارک الدنیا ہو کر اور بیوی بچوں سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی زندگی خالصتاً عبادت الٰہی کے لیے وقف کر دوں مگر آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی۔"

اس کی تفصیل بھی میں گذشتہ خطبے میں بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال پھر یہ مرزا بشیر احمد صاحب ہی آگے لکھتے ہیں کہ: "... عثمانؓ بن مظعون کی وفات کا آنحضرت ﷺ کو بہت صدمہ ہوا اور روایت آتی ہے کہ وفات کے بعد آپؐ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس وقت آپؐ کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ ان کے دفنائے جانے کے بعد آپ ﷺ نے ان کی قبر کے سرہانے ایک پتھر بطور علامت کے نصب کروا دیا اور پھر آپؐ کبھی کبھی جنت البقیع میں جا کر ان کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ عثمانؓ پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں فوت ہوئے۔"[608]

آپؓ کی بیوی کا مرثیہ

حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات پر آپؓ کی بیوی نے مرثیہ لکھا اور وہ یہ تھا کہ:

يَا عَيْنُ جُوْدِيْ بِدَمْعٍ غَيْرِ مَمْنُوْنِ عَلٰى رَزِيَّةِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ
عَلٰى امْرِئٍ بَاتَ فِيْ رِضْوَانِ خَالِقِهٖ طُوْبٰى لَهٗ مِنْ فَقِيْدِ الشَّخْصِ مَدْفُوْنِ
طَابَ الْبَقِيْعُ لَهٗ سُكْنٰى وَغَرْقَدُهٗ وَأَشْرَقَتْ أَرْضُهٗ مِنْ بَعْدِ تَعْيِيْنِ

وَأَوْرَثَ الْقَلْبَ حُزْنًا لَا انْقِطَاعَ لَهُ حَتَّى الْمَمَاتَ فَمَا تَرْقَى لَهُ شُؤُنِي

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اے آنکھ! عثمان کے سانحے پر تو نہ رکنے والے آنسو بہا۔ اس شخص کے سانحے پر جو اپنے خالق کی رضامندی میں شب بسر کرتا تھا۔ اس کے لیے خوشخبری ہو کہ ایک فقید المثال شخص مدفون ہو چکا ہے۔ بقیع اور غرقد اپنے اس مکین سے پاکیزہ ہو گیا اور اس کی زمین آپؓ کی تدفین کے بعد روشن ہو گئی۔ آپؓ کی وفات سے دل کو ایسا صدمہ پہنچا ہے جو موت تک کبھی ختم نہ ہونے والا ہے اور میری یہ حالت نہ بدلنے والی ہے۔[609] یہ ان کی اہلیہ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

میزبان صحابیہ کا نیک جذبات کا اظہار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنما اصلاح

حضرت اُمِّ عَلَاء جو انصاری عورتوں میں سے ایک خاتون تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر چکی تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب انصار نے مہاجرین کے رہنے کے لیے قرعے ڈالے تو حضرت عثمانؓ بن مظعون کا قرعہ سکونت یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہمارے نام نکلا کہ ہم اپنے گھر ٹھہرائیں۔ حضرت اُمِّ عَلَاء کہتی تھیں کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون ہمارے پاس رہے۔ وہ بیمار ہوئے تو ہم نے ان کی خدمت کی اور جب وہ فوت ہو گئے اور ہم نے انہیں ان کے کپڑوں میں ہی کفنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے۔ میں نے کہا یعنی حضرت اُمِّ عَلَاء کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی رحمت ہو تم پر ابو سائب! یہ ان کی، حضرت عثمانؓ بن مظعون کی کنیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہوں نے، حضرت اُمِّ عَلَاء نے یہ الفاظ دہرائے کہ اللہ کی رحمت ہو تم پر ابو سائب! میری شہادت تو تمہارے متعلق یہی ہے کہ اللہ نے تجھے ضرور عزت بخشی ہے۔ یہ الفاظ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرائے کہ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہیں ضرور عزت بخشی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو ان سے پوچھا، کہتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور عزت بخشی ہے۔

تو کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ میں نہیں جانتی، مجھے یہ تو نہیں پتا لیکن بہرحال میرے جذبات تھے میں نے اظہار کر دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک عثمانؓ کا تعلق ہے تو وہ اب فوت ہو گئے اور میں ان کے لیے بہتری کی ہی امید رکھتا ہوں۔ یہی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو عزت بخشے گا لیکن اللہ کی قسم! آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا کہ عثمانؓ کے ساتھ کیا ہو گا۔ دعا تو ضرور ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہیں ضرور عزت بخشی ہے حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر حضرت اُمِّ عَلَاء نے کہا بخدا اس کے بعد میں کسی کو بھی یوں پاک نہیں ٹھہراؤں گی۔ اس طرح کے الفاظ نہیں دہراؤں گی کہ ضرور بخشا گیا اور مجھے اس بات نے غمگین کر دیا۔ کہتی تھیں کہ میں سو گئی۔ اسی غم میں میں سو گئی، ایک خاص تعلق تھا۔ جذبات بھی تھے۔ تو بہرحال کہتی ہیں جب میں رات کو سوئی تو مجھے خواب میں حضرت عثمانؓ کا ایک چشمہ دکھایا گیا جو بہ رہا تھا۔

پانی کا ایک چشمہ تھا وہ بہ رہا تھا اور یہ دکھایا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ کا چشمہ ہے۔ اس خواب کے دیکھنے کے بعد کہتی ہیں میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور میں نے آپؐ کو یہ بتایا کہ میں نے اس طرح خواب دیکھی ہے تو آپؐ نے فرمایا یہ اس کے عمل ہیں۔[610]

یہ جو چشمہ بہ رہا تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھا دیا کہ وہ جنت میں ہیں اور یہ اس کے عمل ہیں جس کے چشمے اب وہاں بہ رہے ہیں۔ پس یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ایک طریق تھا کہ یوں ہی اتنے وثوق سے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے بارے میں شہادت نہ دے دیا کرو۔

ہاں جب خواب میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے اعلیٰ اعمال ایک چشمے کی صورت میں حضرت اُمِّ عَلَاء کو دکھائے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اور آپؐ کے متعلق جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جذبات کا اظہار فرمایا وہ واضح کرتا ہے کہ آپؐ کو ان کے بارے میں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ وہ دعائیں سنے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں گے **لیکن پھر بھی آپؐ نے کہا تم کسی کے بارے میں شہادت نہیں دے سکتے۔**

مسند احمد بن حنبل میں یہ مضمون کچھ اس طرح بیان ہے کہ خَارِجَہ بن زَید اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ بن مظعون کی جب وفات ہوئی تو خارجہ بن زید کی والدہ نے کہا ابوسائب! تم پاک ہو۔ تمہارے اچھے دن بہت اچھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا چیز بتاتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عثمانؓ یعنی ان کے عمل اور ان کی عبادتیں ایسی تھیں۔ یہی چیزیں مجھے ظاہر کرتی ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ نے ان سے مغفرت کا سلوک کر دیا، بخش دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے عثمانؓ بن مظعون میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ یقیناً عثمانؓ بن مظعون ایسا شخص تھا کہ بھلائی کے سوا میں نے اس میں کچھ نہیں دیکھا **لیکن ساتھ ہی آپؐ نے فرمایا کہ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن بخدا میں بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔**[611]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو خدا تعالیٰ کا کوئی محبوب نہیں۔ آپؐ حبیب خدا ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے خوف اور خشیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں پتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ پس ہمارے لیے کس قدر خوف کا مقام ہے اور کس قدر ہمیں فکر ہونی چاہیے کہ نیک اعمال کریں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف توجہ کریں اور اس کے باوجود اس بات پر فخر نہیں بلکہ عاجزی میں بڑھتے چلے جائیں اور اس سے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا رحم اور اس کے فضل کی بھیک مانگتے رہیں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں بخش دے۔

مسند احمد بن حنبل کی ایک اور روایت درج ہے کہ حضرت اُمِّ عَلَاء کہتی ہیں کہ ہمارے ہاں عثمانؓ بن مظعون بیمار ہو گئے۔ ہم نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کہ جب فوت ہو گئے تو ہم نے ان کو ان کے

کپڑوں میں لپیٹ دیا۔ نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں نے کہا اے ابوسائب! اللہ کی رحمت آپ پر ہو۔ یہ میری آپؓ پر گواہی ہے کہ اللہ نے آپؓ کا اکرام کیا ہے، بہت عزت احترام کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا پتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اکرام کیا ہے؟ کہتی ہیں مجھے نہیں پتا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک اس کا تعلق ہے اس کو وہ یقینی بلاوا یعنی موت اس کے رب کی طرف سے آگیا ہے اور میں اس کے لیے خیر کی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ خیر کا معاملہ کرے گا لیکن اللہ کی قسم! میں بھی نہیں جانتا، میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا میں اس کے بعد کسی کو پاک قرار نہیں دوں گی لیکن اس کے بعد اس بات نے مجھے غمگین کیا پھر اسی خواب کا ذکر کیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کو خواب سنائی۔[612]

تو پہلی دو مختلف کتابوں میں، حدیثوں میں اس واقعے کو لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات تو بلند کیے ہی ہیں آنحضرت ﷺ کی دعائیں بھی تھیں اور ہمیشہ بلند فرماتا چلا جائے اور وہ نیک نمونے ہم لوگ بھی اپنے اندر قائم کرنے والے ہوں۔[613]

233

حضرت عدی بن ابی الزغباءؓ

نام و نسب

حضرت عَدِی بن اَبی زَغْبَاء اَنْصَارِی۔ ان کی ولدیت سِنان بن سُبَیع تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عَدِی کے والد ابی زَغْبَاء کا نام سِنان بن سُبَیع بن ثَعْلَبہ تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ جُھَیْنَہ سے تھا۔ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل تھے۔[614]

غزوۂ بدر کے موقعہ پر معلومات لانے والے

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حضرت بَسْبَس بن عَمْرو کے ساتھ معلومات لانے کی غرض سے غزوۂ بدر کے موقع پر ابوسفیان کے قافلے کی طرف بھیجا تھا۔ یہ خبر لینے گئے یہاں تک چلتے گئے کہ سمندر کے ساحل کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت بَسْبَس بن عَمْرو اور حضرت عَدِی بن ابی زَغْبَاء نے بدر کے مقام پر ایک ٹیلے کے پاس اپنے اونٹ بٹھائے جو ایک گھاٹ کے قریب تھا۔ پھر انہوں نے اپنی مشکیں

لیں اور گھاٹ پر پانی لینے آئے۔ ایک شخص مَجْدِی بن عَمْرو جُهَنِی گھاٹ کے پاس کھڑا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے دو عورتوں سے سنا کہ ایک عورت نے دوسری سے کہا کہ کل یا پرسوں قافلہ آئے گا تو میں ان کی مزدوری کر کے تیرا قرض اتار دوں گی۔ اب یہ باتیں دو عورتیں کر رہی ہیں لیکن اس میں معلومات تھیں۔ مجدی نے کہا تو ٹھیک کہتی ہے۔ پھر وہ ان دو عورتوں کے پاس سے چلا گیا، وہاں سے ہٹ کے چلا گیا۔ حضرت عَدِی اور حضرت بَسْبَس نے یہ باتیں سنیں۔ یہ دونوں جب گئے تو ان دونوں نے عورتوں کی یہ باتیں سن لی تھیں انہوں نے آ کے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔[615]

یعنی کہ یہ بات ہم نے سنی ہے کہ دو عورتیں باتیں کر رہی تھیں کہ ایک قافلہ آئے گا اور یہ کفّار کے قافلے کی خبر تھی تو اس طرح یہ لوگ معلومات پہنچایا کرتے تھے۔ بظاہر دیکھنے میں تو دو عورتیں ہی باتیں کر رہی ہیں لیکن اس کی اہمیت کا ان کو اندازہ نہ تھا اور یہ بڑی اہم خبر تھی، قافلے کی آمد کی اطلاع مل رہی تھی۔

وفات

حضرت عَدِی بن ابی زَغْبَاء نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔[616]

234

حضرت عصمہ بن حصینؓ

نام و نسب

حضرت عصمہ بن حصین ایک صحابی تھے جو قبیلہ بنو عوف بن خزرج سے تھے۔ ان کے بھائی هُبَیل بن وبرہ اپنے دادا وبرہ کی طرف منسوب ہیں۔ یہ اور ان کے بھائی بدر میں شامل ہوئے تھے۔ بعض نے آپ کے بدر میں شامل ہونے سے اختلاف کیا ہے۔[617]

لیکن بہر حال بعض نے لکھا ہے کہ شامل ہوئے۔[618]

235

حضرت عُصَیمہ انصاریؓ

حضرت عُصَیمہ انصاری ایک صحابی تھے۔ حضرت عُصَیمہ کا تعلق قبیلہ بنو اشجع سے تھا۔ بنو غنم بن مالک بن نجار کے حلیف تھے۔

غزوہ بدر اور احد اور خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ شریک رہے۔ آپ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے دور میں وفات پائی۔ [619]

236

حضرت عَطِیَّہ بن نُوَیْرَہ ؓ

حضرت عَطِیَّہ بن نُوَیْرَہ۔ یہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ان کے متعلق بس اتنی ہی معلومات ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ [620]

237

حضرت عقبہ بن عامرؓ

نام و نسب

حضرت عُقْبَہ بن عامِر۔ ان کی والدہ کا نام فُکَیْہَہ بنت سکن تھا اور والد عَامِر بن نَابِی تھے۔ ان کی والدہ بھی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائیں اور آپؐ کی بیعت سے مشرف ہوئیں۔

مکہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک

حضرت عُقْبَہ بن عامر ان چھ انصار میں سے تھے جو سب سے پہلے مکہ میں ایمان لائے اور بعد میں آپ بیعتِ عقبہ اولیٰ میں بھی شامل ہوئے۔ [621]

بیعت عقبہ اولیٰ

اس کی کچھ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرة خاتم النبیین میں لکھی ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام کا پیغام پہنچا تھا۔ فرماتے ہیں:

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب دستور مکہ میں اَشْہُرِ حُرُم کے اندر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یثرب کا ایک مشہور شخص سُوَیْد بن صامت مکہ میں آیا ہوا ہے۔ سُوَید مدینہ کا ایک مشہور شخص تھا اور اپنی بہادری اور نجابت اور دوسری خوبیوں کی وجہ سے کامل کہلاتا تھا اور شاعر بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پتہ لیتے ہوئے اس کے ڈیرے پر پہنچے اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میرے پاس بھی ایک خاص کلام ہے جس کا نام مَجَلَّہ لُقْمَان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جو کلام تمہارے پاس ہے مجھے بھی اس کا کوئی حصہ سناؤ۔ جس پر سُوَید نے اس صحیفہ کا ایک حصہ آپؐ کو سنایا۔ آپؐ نے اس کی تعریف فرمائی یعنی جو کچھ سنایا گیا تھا کہ اس میں اچھی باتیں ہیں۔ مگر فرمایا کہ میرے پاس جو کلام ہے وہ بہت بالا اور ارفع ہے، بہت اونچے مقام کا ہے۔ چنانچہ پھر آپؐ نے اسے قرآن شریف کا ایک حصہ سنایا۔ جب آپؐ ختم کر چکے تو اس نے کہا ہاں واقعی یہ بہت اچھا کلام ہے۔ اور گو وہ مسلمان نہیں ہوا مگر اس نے فی الجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپؐ کو جھٹلایا نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مدینہ میں واپس جا کر اسے زیادہ مہلت نہیں ملی اور وہ جلد ہی کسی ہنگامہ میں قتل ہو گیا۔ یہ جنگ بُعَاث سے پہلے کی بات ہے۔

اس کے بعد اسی زمانہ کے قریب یعنی جنگ بُعَاث سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک دفعہ حج کے موقع پر قبائل کا دورہ کر رہے تھے کہ اچانک آپ کی نظر چند اجنبی آدمیوں پر پڑی۔ یہ قبیلہ اَوس کے تھے اور اپنے بت پرست رقیبوں یعنی خزرج کے خلاف قریش سے مدد طلب کرنے آئے تھے۔ یہ بھی جنگ بُعَاث سے پہلے کا واقعہ ہے۔ گویا یہ طلب مدد اسی جنگ کی تیاری کا ایک حصہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سن کر ایک نوجوان شخص جس کا نام اِیَاس تھا بے اختیار بول اٹھا کہ خدا کی قسم! جس طرف یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بلاتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جس کے لئے ہم یہاں آئے ہیں۔ یعنی جنگ کے لئے مدد طلب کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارا رجوع ہو۔ مگر اس گروہ کے سردار نے ایک کنکروں کی مٹھی اٹھا کر اس کے منہ پر ماری اور کہا چپ رہو۔ ہم اس کام کے لئے یہاں نہیں آئے اور اس طرح اس وقت یہ معاملہ یوں ہی دب کر رہ گیا۔ مگر لکھا ہے کہ ایاس جب وطن واپس گیا، جب فوت ہونے لگا تو اس کی زبان پر کلمہ توحید جاری تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جب جنگ بُعَاث ہو چکی تو 11 نبوی کے ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ میں یثرب والوں سے پھر ملاقات ہوئی۔ یہ نبوت کے گیارھویں سال کی بات ہے۔ آپؐ نے حسب ونسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

نہایت محبت کے لہجہ میں کہا" کیا آپ لوگ میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں؟" انہوں نے کہا"ہاں! آپ کیا کہتے ہیں؟" آپؐ بیٹھ گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن شریف کی چند آیات سنا کر اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یہ موقع ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جائیں۔ **یہ کہہ کر سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں:** 1۔ابو اُمَامَہ اسعد بن زُرَارَہ جو بنو نجار سے تھے اور تصدیق کرنے میں سب سے اوّل تھے۔ 2۔ عوف بن حارث یہ بھی بنو نجار سے تھے جو آنحضرت ﷺ کے دادا عبد المطلب کے ننھیال کے قبیلہ سے تھے۔ 3۔رَافِع بن مالِك جو بنو زُرَیْق سے تھے۔ اب تک جو قرآن شریف نازل ہو چکا تھا وہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کو عطا فرمایا۔ 4۔قُطْبَہ بِن عَامِر جو بنی سلمہ سے تھے۔ 5۔عُقْبَہ بن عامِر جو بنی حرام سے تھے، (یہ انہیں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس سارے واقعہ میں)، یہ عُقْبَہ بن عامر بدری صحابی تھے۔ اور 6۔ جابر بن عبد اللہ بن رِئَاب جو بنی عُبَید سے تھے۔

اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے رخصت ہوئے اور جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر رکھا ہے۔ ہم میں آپس میں بہت نااتفاقیاں ہیں۔ ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ہم کو پھر جمع کر دے۔ پھر ہم ہر طرح آپؐ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔

یہ سال آنحضرت ﷺ نے مکہ میں یثرب والوں کی طرف سے ظاہری اسباب کے لحاظ سے ایک بیم و رجا کی حالت میں گزارا۔ آپؐ اکثر یہ خیال کیا کرتے تھے کہ دیکھیں ان کا کیا انجام ہوتا ہے اور آیا یثرب میں کامیابی کی کوئی امید بندھتی ہے یا نہیں۔ مسلمانوں کے لئے بھی یہ زمانہ ظاہری حالات کے لحاظ سے ایک بیم و رجا کا زمانہ تھا۔ کبھی امید کی کرن ہوتی تھی۔ کبھی مایوسی ہوتی تھی۔ وہ دیکھتے تھے کہ سرداران مکہ اور رؤسائے طائف آنحضرت ﷺ کے مشن کو سختی کے ساتھ ردّ کر چکے ہیں۔ دیگر قبائل بھی ایک ایک کر کے اپنے انکار پر مہر لگا چکے تھے۔ مدینہ میں امید کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی مگر کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کرن مصائب و آلام کے طوفان اور شدائد کی آندھیوں میں قائم رہ سکے گی۔

دوسری طرف مکہ والوں کے مظالم دن بدن زیادہ ہو رہے تھے اور انہوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ اسلام کو مٹانے کا بس یہی وقت ہے مگر اس نازک وقت میں بھی جس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کبھی نہیں آیا آنحضرت ﷺ اور آپ کے مخلص صحابی ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے اور آپؐ کا یہ عزم و استقلال بعض اوقات آپؐ کے مخالفین کو بھی حیرت میں ڈال دیتا تھا کہ یہ شخص کس قلبی طاقت کا مالک ہے کہ کوئی چیز اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ بلکہ اس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں خاص طور پر ایک رعب اور جلال کی کیفیت پائی جاتی تھی۔

آنحضرت ﷺ جب بھی بات کرتے تھے تو آپؐ کی باتوں میں بڑا رعب اور جلال ہوتا تھا اور

مصائب کے ان تند طوفانوں میں آپؐ کا سر اور بھی بلند ہوتا جاتا تھا۔ یہ نظارہ اگر ایک طرف قریش مکہ کو حیران کرتا تھا تو دوسری طرف ان کے دلوں پر کبھی کبھی لرزہ بھی ڈال دیتا تھا۔ **ان ایام کے متعلق سر ولیم میور نے بھی لکھا ہے کہ:**

ان ایام میں محمد ﷺ اپنی قوم کے سامنے اس طرح سینہ سپر تھا کہ انہیں بعض اوقات حرکت کی تاب نہیں ہوتی تھی۔ اپنی بالآخر فتح کے یقین سے معمور مگر بظاہر بے بس اور بے یار و مددگار وہ اور اس کا چھوٹا سا گروہ یعنی آنحضرت ﷺ اور آپؐ کا چھوٹا سا گروہ چند مسلمان اس زمانہ میں گویا ایک شیر کے منہ میں تھے۔ مگر اس خدا کی نصرت کے وعدوں پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے جس نے اسے رسول بنا کر بھیجا تھا محمد ﷺ ایک ایسے عزم کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا تھا، ولیم میور لکھتا ہے، کہ جسے کوئی چیز اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی تھی۔ یہ نظارہ ایک ایسا شاندار منظر پیش کرتا ہے جس کی مثال سوائے اسرائیل کی اس حالت کے اور کہیں نظر نہیں آتی کہ جب اس نے مصائب و آلام میں گھر کر خدا کے سامنے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے میرے آقا! اب تو میں ہاں صرف مَیں ہی اکیلا رہ گیا ہوں۔ پھر لکھتا ہے کہ نہیں بلکہ محمد ﷺ کا یہ نظارہ اسرائیلی نبیوں سے بھی ایک رنگ میں بڑھ کر تھا۔... محمد ﷺ کے یہ الفاظ اسی موقعہ پر کہے گئے تھے کہ اے میری قوم کے صنادید! تم نے جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ میں بھی کسی امید پر کھڑا ہوں۔

مدینہ میں امید کی کرن

بہرحال اسلام کے لئے یہ ایک بہت نازک موقع تھا۔ مکہ والوں کی طرف سے تو مکمل طور پر ایک ناامیدی ہو چکی تھی مگر مدینہ میں یہ جو بیعت کر کے گئے تھے ان کی وجہ سے بھی امید کی کرن پیدا ہو رہی تھی۔ اور آنحضرت ﷺ بڑی توجہ کے ساتھ اس طرف نظر، نگاہ لگائے ہوئے تھے کہ آیا مدینہ بھی مکہ اور طائف کی طرح آپ کو ردّ کرتا ہے یا اس کی قسمت دوسرے رنگ میں لکھی ہے۔ چنانچہ جب حج کا موقع آیا تو آپؐ بڑے شوق کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور منیٰ کی جانب عقبہ کے پاس پہنچ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو آپؐ کی نظر اچانک اہلِ یثرب کی ایک چھوٹی سی جماعت پر پڑی جنہوں نے آپ کو دیکھ کر فوراً پہچان لیا اور نہایت محبت اور اخلاص سے آگے بڑھ کر آپؐ کو ملے۔ اس دفعہ یہ بارہ اشخاص تھے جن میں سے پانچ تو وہی گزشتہ سال کے مصدّقین تھے اور سات نئے تھے اور اَوس اور خزرج دونوں قبیلوں میں سے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: 1۔ اَبو اُمَامہ اسعد بن زُرَارہ۔ 2۔ عوف بن حارث۔ 3۔ رَافِع بن مالک۔ 4۔ قُطْبہ بن عامر۔ 5۔ عُقْبَہ بن عامر۔ عُقْبَہ بن عامر جن کی سیرت بیان ہو رہی ہے یہ اس دفعہ بھی دوبارہ حج کے لئے آئے۔ 6۔ مُعاذ بن حارِث۔ یہ قبیلہ بنی نجار سے تھے اور 7۔ ذَکْوَان بن عَبدِقَیْس قبیلہ بنو زُرَیق سے تھے۔ 8۔ ابو عبد الرحمٰن یَزِید بِن ثَعْلَبَہ از بَنِی بَلِی اور 9۔ عُبَادَہ بن صَامِت از بَنِی عَوف۔ وہ خزرج قبیلہ کے بَنِی بَلِی سے تھے اور یہ بَنِی عَوف سے تھے۔ 10۔ عباس بن عُبَادَہ بِن نَضْلَہ۔ یہ بنی سالم میں سے تھے۔ 11۔ اَبُو الْھَیْثَم بن تَیِّھَان یہ بَنِی عبدِ الْاَشْھَل کے تھے اور

12۔ عُوَیم بن سَاعِدَہ یہ اوس قبیلے کے بَنِی عَمْرو بن عَوف سے تھے۔
آنحضرت ﷺ لوگوں سے الگ ہو کر ایک گھاٹی میں ان بارہ افراد سے ملے تھے۔ انہوں نے یثرب کے حالات سے اطلاع دی اور اب کی دفعہ سب نے باقاعدہ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ **یہ بیعت مدینہ میں اسلام کے قیام کی بنیاد، قیام کا بنیادی پتھر ہے۔** اس سے بنیاد پڑی۔ چونکہ اب تک جہاد بالسیف فرض نہیں ہوا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان سے صرف ان الفاظ میں بیعت لی تھی جن میں آپؐ جہاد فرض ہونے کے بعد عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے یعنی یہ کہ ہم خدا کو ایک جانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے۔ چوری نہیں کریں گے۔ زنا کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ قتل سے باز رہیں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر نیک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم صدق و ثبات کے ساتھ اس عہد پر قائم رہے تو تمہیں جنت نصیب ہو گی اور اگر کمزوری دکھائی تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ جس طرح چاہے گا کرے گا۔ یہ بیعت تاریخ میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں بیعت لی گئی تھی عَقبہ کہلاتی ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ عقبہ کے لفظی معنی بلند پہاڑی رستے کے ہیں۔

مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نَو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جائے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپؐ نے مُصْعَبْ بن عُمَیر کو جو قبیلہ عبد الدّار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقْرِی کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا کیونکہ یہی تبلیغ کا ایک بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعب بھی یثرب گئے تو یثرب میں مُقْرِی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ بیعت عَقبہ ثانیہ جو تھی یہ 13 نبوی میں ہوئی تھی اور اس میں ستر انصار نے بیعت کی تھی۔[622]

تمام غزوات میں شرکت

حضرت عُقْبَہ بن عامر نے غزوہ بدر، اُحد اور خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔ آپ غزوۂ اُحد کے دن خَود میں سبز رنگ کے کپڑے کی وجہ سے پہچانے جا رہے تھے۔ آپ حضرت ابو بکر کے دور خلافت میں بارہ ہجری میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔[623]

آنحضرت ﷺ کی سکھائی ہوئی ایک دعا

حضرت عُقْبَہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابھی وہ نَوعمر لڑکا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میرے بیٹے کو دعائیں سکھائیں جن کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے اور اس پر شفقت فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا اے لڑکے! کہو کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ صِحَّۃً فِیْ اِیْمَانٍ وَاِیْمَانًا فِیْ حُسْنِ خُلُقٍ وَصَلَاحًا

يَتْبَعُهٗ نَجَاحٌ۔ [624]

کہ اے اللہ! میں تجھ سے حالت ایمان میں صحت طلب کرتا ہوں اور ایمان کے ساتھ حسن خلق کی دعا کرتا ہوں اور صلاح کے بعد کامیابی چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ [625]

238

حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہؓ

جنگ بدر میں شامل ہونے والے دو بھائی

نام و نسب

حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ۔ حضرت عُقْبَہ بن عثمانؓ کی والدہ کا نام ام جمِیل بنت قُطْبَہ تھا۔ [626]
حضرت عُقْبَہ ؓ انصار کے قبیلہ بَنُو زُرَیق میں سے تھے۔

حضرت عقبہؓ اور آپؓ کے بھائی حضرت سعد بن عثمانؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ مختلف تاریخی کتب میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جو چند لوگ حملے کی شدت سے وقتی طور پر بھاگ اٹھے تھے ان میں سے دو شخص حضرت عقبہ بن عثمانؓ اور حضرت سعد بن عثمانؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ وہ اَعْوَص کے بالمقابل ایک پہاڑ جَلَعْب پر پہنچ گئے اور تین روز تک وہاں قیام کیا۔ اَعْوَص مدینے سے چند میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے۔

پھر جب وہ دونوں واپس رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بات کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لَقَدْ ذَهَبْتُمْ فِيهَا عَرِيضَةً۔ یعنی تم اس طرف چل دیے جس میں کشادگی تھی۔ [627]

بہرحال آنحضرت ﷺ نے ان کی چشم پوشی فرمائی اور ان کی غلطی سے درگزر فرمایا۔ کوئی بازپرس نہیں کی۔ [628]

(239)

حضرت عقبہ بن وہبؓ

نام و نسب

حضرت عقبہ بن وہب کو ابن ابی وہب بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قبیلہ بنو عبد شمس بن عبد مناف کے حلیف تھے۔ غزوۂ بدر اور احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ساتھ شامل تھے۔[629]

اے گروہِ یہود! تم خود ہمارے سامنے اس رسول کا تذکرہ کیا کرتے تھے

مدینہ میں یہود کا ایک وفد آپ ﷺ سے ملنے کے لئے آیا تو آنحضرت ﷺ نے انہیں تبلیغ کی جس کا انہوں نے کھلے طور پر انکار کیا۔ اس پر جن صحابہ نے انہیں اس کھلے انکار پر ملامت کی ان میں حضرت عقبہ بن وہب بھی شامل تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ اس طرح ملتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نعمان بن اَضا، بحری بن عمرو اور شاش بن عدی آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے بات چیت کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، اسلام کی دعوت دی۔ اور اس کے عذاب سے انہیں ڈرایا جس پر انہوں نے کہا کہ اے محمد (ﷺ) ہمیں آپ کس بات سے ڈراتے ہیں؟ ہم تو اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ جس طرح نصاریٰ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۫ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ (المائدہ:19) اور یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کی اولاد ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ تو کہہ دے پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی وجہ سے عذاب کیوں دیتا ہے۔ نہیں بلکہ تم ان میں سے ہو جن کو اس نے پیدا کیا محض بشر ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور آخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ابن اسحاق کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے جب یہود کے گروہ کو قبول اسلام کی دعوت دی اور انہیں اس کی طرف ترغیب دلائی اور غیر اللہ کے معاملہ میں اللہ کی سزا کے متعلق انہیں ڈرایا تو انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ کا بلکہ آپ کی لائی ہوئی تعلیم کا انکار کیا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل، حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت عقبہ بن وہب نے انہیں کہا اے گروہِ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہیں۔ تم خود ہمارے سامنے ان کی بعثت سے پہلے اس کا تذکرہ کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے ان کی صفات بیان کیا کرتے تھے اس پر رافع بن حُرَیملہ اور وہب بن یہوزا نے کہا کہ ہم

نے تو تمہیں یہ نہیں کہا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی کتاب نازل کی ہے نہ کرنی ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کوئی بشارت دینے والا اور نہ ہی کوئی ڈرانے والا بھیجا ہے نہ بھیجنا ہے۔[630]

گویا کہ وہ لوگ صاف مکر گئے حالانکہ توریت میں یہ پیشگوئیاں موجود ہیں۔ **یہی حال آجکل کے بعض مسلمان علماء کا ہے** جو مسیح موعود کو ماننے سے انکاری ہیں۔ پہلے آنے کا شور مچاتے تھے اب کہتے ہیں کسی نے نہیں آنا۔[631]

240

جنت میں بغیر حساب کے جانے والے

حضرت عکاشہ بن محصنؓ

عرب کا بہترین شہسوار

نام و نسب

رسول اللہ ﷺ نے لکڑی دی جو لوہے کی تلوار بن گئی

آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی حضرت عکاشہؓ بن مِحصن تھے۔ حضرت عکاشہؓ بن محصن کا شمار کبار صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ بدر کے موقع پر گھوڑے پر سوار ہو کر شامل ہوئے۔ اس دن آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک لکڑی دی تو وہ آپ کے ہاتھ میں گویا نہایت تیز اور صاف لوہے کی تلوار بن گئی اور آپ اسی سے لڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ پھر اسی تلوار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور یہ لکڑی کی تلوار وفات تک آپ کے پاس ہی تھی۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ **رسول اللہ ﷺ نے ان کو بشارت دی تھی کہ تم جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو گے۔**[632]

غزوہ بدر کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ عرب کا بہترین شہسوار ہمارے ساتھ شامل ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا عکاشہ بن محصن۔[633]

عکاشہ تم پر سبقت لے گیا

حضرت ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے **فرمایا کہ میری امّت سے ایک گروہ جنت میں داخل ہو گا۔** وہ ستّر ہزار ہوں گے اور ان کے چہرے چودھویں رات

کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن اپنی چادر اٹھاتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ! اسے بھی ان میں شامل کر دے۔

پھر انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے بھی ان میں سے بنادے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَة کہ عکاشہ اس بارے میں تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔[634]

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اپنی سیرت کی کتاب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے

کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ میری اُمّت میں سے ستّر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یعنی وہ ایسے روحانی مرتبہ پر فائز ہوں گے کہ ان کے لئے خدائی فضل و کرم اس قدر جوش میں ہو گا کہ ان کے حساب کتاب کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے چہرے قیامت کے دن اس طرح چمکتے ہوں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمکتا ہے۔ اس پر حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا کہ میرے لئے بھی دعا کریں اور آپ نے دعا کی کہ ان کو بھی ان میں شامل کر دے۔ اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے بڑے خوبصورت رنگ میں اس کی تفسیر بیان کی ہے اور تجزیہ کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ **آنحضرت ﷺ کی مجلس کا یہ ایک بظاہر چھوٹا سا واقعہ اپنے اندر بہت سے معارف کا خزانہ رکھتا ہے۔** کیونکہ اوّل تو اس سے یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ اُمّت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا اس درجہ فضل و کرم ہے اور آنحضرت ﷺ کا روحانی فیض اس کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ کی اُمّت میں سے ستّر ہزار آدمی ایسا ہو گا جو اپنے نمایاں روحانی مقام اور خدا کے خاص فضل و کرم کی وجہ سے گویا قیامت کے دن حساب و کتاب کی پریشانی سے بالا سمجھا جائے گا۔ ستّر ہزار سے یہ بھی مراد لی جاتی ہے کہ ایک بڑی تعداد ہو گی۔

دوسرے اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسا قرب حاصل ہے کہ آپ کی روحانی توجہ پر خدا تعالیٰ نے فوراً بذریعہ کشف یا القاء آپ کو یہ علم دے دیا کہ عُکاشہ بھی اس ستّر ہزار کے گروہ میں شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عُکاشہ پہلے اس گروہ میں شامل نہ ہو مگر آپ کی دعا کے نتیجہ میں خدا نے اسے یہ شرف عطا کر دیا ہو۔

تیسرے اس واقعہ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اس درجہ ادب ملحوظ تھا اور آپ اپنی اُمّت میں جدوجہد کے عمل کو اس درجہ ترقی دینا چاہتے تھے کہ جب عُکاشہ کے بعد ایک دوسرے شخص نے آپ سے اسی قسم کی دعا کی درخواست کی تو آپ نے اس اَخص روحانی مقام کے پیش نظر جو اس پاک گروہ کو حاصل ہے مزید انفرادی دعا سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کو تقویٰ اور ایمان اور

عمل صالح میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور یہ بتایا کہ اگر اس طرف توجہ رہے گی تو تمہیں مقام مل سکتا ہے۔

چوتھے اس سے آپ کے اعلیٰ اخلاق پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق پر بھی غیر معمولی روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار ایسے رنگ میں نہیں کیا جس سے سوال کرنے والے انصاری کی دل شکنی ہو بلکہ ایک نہایت لطیف رنگ میں اس بات کو ٹال دیا۔[635]

مختلف سرایا میں امیر بنایا جانا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُکاشہ کو مختلف سرایا میں، جنگوں میں جو فوجیں بھیجی جاتی تھیں ان میں امیر بنا کر بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول چھ ہجری میں حضرت عُکاشہ کو چالیس مسلمانوں کا افسر بنا کر قبیلہ بنی اسد کے مقابلے پر روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ ایک چشمہ کے قریب ڈیرہ ڈالے پڑا تھا جس کا نام غمر تھا جو مدینہ سے مکہ کی سمت میں چند دن کے فاصلے پر تھا۔ عُکاشہ کی پارٹی جلدی جلدی سفر کر کے قریب پہنچی تا کہ انہیں شرارت سے روکا جائے تو معلوم ہوا کہ قبیلے کے لوگ مسلمانوں کی خبر پا کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے۔ اس پر عُکاشہ اور ان کے ساتھی مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔[636]

یعنی جو الزام لگایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو یا مسلمانوں کو جنگوں کا خاص شوق تھا۔ لیکن ان لوگوں نے ان سے بلا وجہ کی جنگ ہونے کی بھی کوشش نہیں کی۔

عکاشہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کے لئے کھڑا ہونا.........

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ النصر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے لوگو میں کیسا نبی ہوں؟ اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ آپ کو جزا دے۔ آپ سب سے بہترین نبی ہیں۔ آپ ہمارے لئے رحیم باپ کی طرح اور شفیق اور نصیحت کرنے والے بھائی کی طرح ہیں۔ آپ نے ہم تک اللہ کے پیغام پہنچائے اور اس کی وحی پہنچائی اور حکمت اور اچھی نصیحت سے ہمیں اپنے رب کے راستے کی طرف بلایا۔ پس اللہ آپ کو بہترین جزا دے جو وہ اپنے انبیاء کو دیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ کی اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ **اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ کھڑا ہو اور میرے سے بدلہ لے۔** مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار قسم دے کر کہا مگر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ آپ نے تیسری بار پھر فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! مَیں تمہیں اللہ اور تم پر اپنے حق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر کسی پر میری طرف سے کوئی ظلم یا زیادتی ہوئی ہو تو وہ اٹھے اور قیامت کے

دن کے بدلہ سے پہلے میرے سے بدلہ لے۔ اس پر لوگوں میں سے ایک بوڑھے شخص کھڑے ہوئے جن کا نام عُکاشہ تھا۔ آپ مسلمانوں میں سے ہوتے ہوئے آگے آئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے رُوبرو کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ نے بار بار قسم نہ دی ہوتی تو میں ہرگز کھڑا نہ ہوتا۔ حضرت عکاشہ کہنے لگے۔ میں آپ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا جس سے واپسی پر میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے قریب آگئی تو میں اپنی سواری سے اتر کر آپ کے قریب آیا تاکہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ مگر آپ نے اپنی چھڑی ماری جو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ چھڑی آپ نے اونٹنی کو ماری تھی یا مجھے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے جلال کی قسم کہ خدا کا رسول جان بوجھ کر تجھے نہیں مار سکتا۔

پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے بلال! فاطمہؓ کی طرف جاؤ۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر میں اور اس سے وہ چھڑی لے آؤ۔ حضرت بلالؓ گئے اور حضرت فاطمہؓ سے عرض کی کہ اے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی! مجھے چھڑی دے دیں۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے کہا اے بلال! میرے والد اس چھڑی کے ساتھ کیا کریں گے؟ کیا یہ جنگ کے دن کی بجائے حج کا دن نہیں۔ اس پر حضرت بلالؓ نے کہا کہ اے فاطمہ آپ اپنے باپ رسول اللہ ﷺ سے کتنی بے خبر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو الوداع کہہ رہے ہیں اور دنیا چھوڑ کر جا رہے ہیں اور اپنا بدلہ دے رہے ہیں۔ اس پر حضرت فاطمہ نے حیرانگی سے پوچھا اے بلال! کس کا دل کرے گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بدلہ لے۔

پھر حضرت فاطمہ نے کہا کہ اے بلال! حسن اور حسین سے کہو کہ وہ اس شخص کے سامنے کھڑے ہو جائیں کہ وہ ان دونوں سے بدلہ لے لے اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ سے بدلہ نہ لینے دیں۔ پس حضرت بلال مسجد آئے اور رسول اللہ ﷺ کو چھڑی پکڑا دی اور آپ نے وہ چھڑی عُکاشہ کو پکڑائی۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ منظر دیکھا تو وہ دونوں کھڑے ہوگئے اور کہا اے عکاشہ! ہم تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ ہم سے بدلہ لے لو اور رسول اللہ ﷺ کو کچھ نہ کہو۔

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: اے ابوبکر اور عمر رک جاؤ۔ اللہ تم دونوں کے مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! میں نے اپنی ساری زندگی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزاری ہے اور میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ تم رسول اللہ ﷺ کو مارو۔ پس یہ میرا جسم ہے میرے سے بدلہ لے لو اور بیشک مجھے سو بار مارو مگر رسول اللہ ﷺ سے بدلہ نہ لو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی بیٹھ جاؤ۔ اللہ تمہاری نیت اور مقام کو جانتا ہے۔ اس کے بعد حضرت حسن اور حسین کھڑے ہوئے اور کہا اے عکاشہ! ہم رسول اللہ ﷺ کے نواسے ہیں اور ہم سے بدلہ لینا رسول اللہ ﷺ سے بدلہ لینے کے جیسا ہی ہے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا: اے میرے پیارو! بیٹھ جاؤ۔ **اس کے بعد آپ نے فرمایا اے عکاشہ مارو۔**

حضرت عکاشہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے مارا تھا تو اس وقت میرے پیٹ پر کپڑا نہیں تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا۔ اس پر مسلمان دیوانہ وار رونے لگ گئے اور کہنے لگے کیا عکاشہ واقعی رسول اللہ ﷺ کو مارے گا؟

مگر جب حضرت عُکاشہ نے آپ ﷺ کے بدن کی سفیدی دیکھی تو دیوانہ وار لپک کر آگے بڑھے اور آپ کے بدن کو چُومنے لگے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا دل گوارا کر سکتا ہے کہ وہ آپ سے بدلہ لے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یا بدلہ لینا ہے یا معاف کرنا ہے۔ اس پر حضرت عُکاشہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے معاف کیا اس امید پر کہ اللہ قیامت کے دن مجھے معاف فرمادے۔ **اس پر آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو جنت میں میرا ساتھی دیکھنا چاہتا ہے وہ اس بوڑھے شخص کو دیکھ لے۔** پس مسلمان اٹھے اور حضرت عُکاشہ کا ماتھا چومنے لگے اور ان کو مبارکباد دینے لگے کہ تو نے بہت بلند مقام اور نبی ﷺ کی رفاقت کو پالیا۔[637]

یہ تھے حضرت عکاشہ کہ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہ آنحضرت ﷺ تو اپنی واپسی کی خبریں سنا رہے ہیں اور اب پتہ نہیں کبھی موقع ملتا ہے کہ نہیں ملتا۔ انہوں نے کہا کہ زندگی میں یہ موقع ہے کہ آپ کے جسم کو نہ صرف چوموں بلکہ بوسہ دوں۔

حضرت عکاشہ کی شہادت

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت میں حضرت خالد بن ولید کے ساتھ حضرت عُکاشہ مرتدّین کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔ عیسیٰ بن عُمَیلہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید لوگوں کے مقابلے پر روانہ ہوتے وقت اگر اذان سنتے تو حملہ نہ کرتے اور اگر اذان نہ سنتے تو حملہ کر دیتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اس قوم کی طرف پہنچے جو بُزَاخہ مقام پر تھی تو آپ نے حضرت عُکاشہ بن محصن اور حضرت ثابت بن اَقْرَم کو مخبر بنا کر بھیجا کہ دشمن کی خبر لائیں۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہ کے گھوڑے کا نام الرَّزَام تھا اور حضرت ثابت کے گھوڑے کا نام اَلْمُحَبَّر۔ ان دونوں کا سامنا طلیحہ اور اس کے بھائی سلمہ سے ہوا جو مسلمانوں کی مخبری کرنے کے لئے لشکر سے آگے آئے ہوئے تھے۔ طُلیحہ کا سامنا حضرت عکاشہ سے ہوا اور سلمہ کا سامنا حضرت ثابت سے ہوا اور ان دونوں بھائیوں نے ان دونوں اصحاب کو شہید کر دیا۔ ابوواقد اللّیثی بیان کرتے ہیں کہ ہم دو سو سوار لشکر کے آگے آگے چلنے والے تھے ہم ان مقتولوں، حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کے پاس کھڑے رہے یہانتک کہ حضرت خالد آئے اور ان کے حکم سے ہم نے حضرت ثابت اور حضرت عکاشہ کو ان کے خون آلود کپڑوں میں ہی دفن کر دیا۔ یہ واقعہ 12 ہجری کا ہے۔ اس طرح ان کی شہادت ہوئی۔[638]

ان کا نام عکاشہ تھا۔ مِحْصَن بن حُرثان ولدیت تھی۔ ابو محصن ان کی کنیت تھی۔ حضرت ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دَور میں بارہ ہجری میں ان کی شہادت ہوئی۔[639]

امام شعبیؒ نے عکاشہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ **ایک شخص تھا جو کہ جنتی تھا مگر پھر بھی زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتا تھا اور وہ عکاشہ بن محصن تھے۔**[640]

دو ہجری میں غزوۂ بدر کے فوراً بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ اس سریہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ بھی شامل تھے۔[641]

سیرتِ حلبیہ میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اپنے کمان سے تیر اندازی فرماتے رہے جس کا نام کَتُوم تھا کیونکہ اس سے تیر اندازی کے وقت کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ آخر مسلسل تیر اندازی کی وجہ سے اس کمان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ یہاں تک کہ آپ کی اس کمان کا ایک سرا ٹوٹ گیا جس میں تانت باندھی جاتی ہے۔ غرض مسلسل تیر چلانے سے وہ کمان ٹوٹ گئی۔ آپ کے ہاتھ میں کمان کی بالشت بھر ڈوری باقی رہ گئی۔ حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے کمان کی ڈوری باندھنے کے لیے وہ آپ سے لی مگر وہ ڈور چھوٹی پڑ گئی اور انہوں نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ ڈور چھوٹی پڑ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے کھینچو پوری ہو جائے گی۔ حضرت عکاشہؓ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے مَیں نے ڈور کھینچی تو وہ کھنچ کر اتنی لمبی ہو گئی کہ میں نے اس سے کمان کے سر پر دو تین بل بھی دیے اور اطمینان سے اس کو باندھ دیا۔[642]

ایک روایت ہے کہ **چھ ہجری میں عُیَیْنَہ بن حِصْن نے غطفان کے گھڑ سواروں کے ساتھ غَابَہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر حملہ کیا۔**

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ چراگاہ تھی۔ غابہ میں بَنُو غِفَار کا ایک مرد اور ایک عورت بھی رہتے تھے۔ دشمنوں نے حملہ کر کے مرد کو قتل کر دیا اور عورت کو اونٹنیوں کے ساتھ لے گئے۔ اس واقعہ سے سب سے پہلے باخبر ہونے والے حضرت سَلَمہ بن اَکْوَعؓ تھے۔ وہ صبح کے وقت غابہ کے لیے نکلے اور ان کے ساتھ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا غلام اور اس کے ساتھ گھوڑا تھا۔ جب وہ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مقام پر چڑھے تو انہوں نے حملہ آوروں کے بعض گھوڑے دیکھے تو سَلع پہاڑ کی ایک جانب سے اوپر چڑھے اور پیچھے اپنے لوگوں کو مدد کے لیے پکارا۔ پھر حملہ آور جماعت کے تعاقب میں یہ شکاری جانور کی مانند تیزی سے نکلے یہاں تک کہ ان لوگوں کو جا لیا اور ان پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ جب بھی گھڑ سوار اُن کی طرف متوجہ ہوتے تو حضرت سَلَمہ بھاگ جاتے اور واپس لَوٹتے اور جب موقع ملتا تو وہ تیر برساتے۔ جب اس واقعہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے بھی مدینہ میں اعلان کیا کہ خطرہ ہے۔ گھڑ سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے لگے۔ ان گھڑ سواروں میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ اور دیگر صحابہؓ شامل تھے۔ اس معرکہ میں حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے اَوْبَار اور اس کے

بیٹے عَمرِو بن اَوْبَار کو جالیا۔ وہ دونوں ایک اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت عکاشہؓ نے ان کو ایک نیزے میں ہی پرو دیا اور دونوں کو قتل کر دیا اور چھینی ہوئی بعض اونٹیاں واپس لے آئے۔[643]

241

حضرت عمار بن یاسرؓ

ایک ابتدائی اور جانثار صحابی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ابتدائی اور جانثار صحابی حضرت عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔ ان کے والد حضرت یاسرؓ قحطانی نسل کے تھے۔ یمن ان کا اصل وطن تھا۔ اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ساتھ مکہ میں اپنے ایک بھائی کی تلاش میں آئے تھے۔

حارث اور مالک یمن واپس چلے گئے مگر حضرت یاسرؓ مکہ میں ہی رہائش پذیر ہو گئے اور ابوحذیفہ مخزومی سے حلیفانہ تعلق قائم کیا۔ ابوحذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سُمَیّہ سے ان کی شادی کروا دی جن سے حضرت عمّار پیدا ہوئے۔

ابوحذیفہ کی وفات تک حضرت عمّار اور حضرت یاسرؓ ان کے ساتھ رہے۔ جب اسلام آیا تو حضرت یاسر، حضرت سمیّہ اور حضرت عمّار اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن یاسرؓ ایمان لے آئے۔ حضرت عمّار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت صہیب بن سنان سے دارِ اَرقم کے دروازے پر ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارِ اَرقم میں تھے۔ میں نے صہیب سے پوچھا تم کس ارادے سے آئے ہو؟ تو صہیب نے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ان کا کلام سنوں۔ صہیب نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ حضرت عمّار کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں اسلام کے بارے میں بتایا۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ ہم شام تک وہاں رہے۔ پھر ہم چھپتے ہوئے دارارقم سے باہر آئے۔ حضرت عمّار اور حضرت صہیب نے جس وقت اسلام قبول کیا تھا اس وقت تیس سے زائد افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔[644]

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا تھا جب آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر صدیق تھے۔[645]

حضرت مصلح موعودؓ ان صحابہ کے بارے میں ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

مکہ کے چوٹی کے خاندانوں میں سے بھی اللہ تعالیٰ نے کئی لوگوں کو خدمت کی توفیق دی اور غرباء

میں سے بھی کئی لوگوں نے اسلام کی شاندار خدمات سر انجام دیں۔ چنانچہ دیکھ لو حضرت علیؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت حمزہؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ حضرت عثمانؓ چوٹی کے خاندان میں سے تھے۔ اس کے بالمقابل حضرت زیدؓ اور حضرت بلالؓ اور سمرۃؓ اور خبابؓ، صہیبؓ اور عامرؓ اور عمارؓ ابو فکیھہ یہ چھوٹے سمجھے جانے والوں میں سے تھے۔ گویا بڑے لوگوں میں سے بھی قرآن کریم کے خادم چنے گئے اور چھوٹے لوگوں میں سے بھی قرآن کریم کے خادم چنے گئے۔ [646]

جانثار ماں بیٹا جنہیں خدا کی راہ میں بہت تکالیف دی گئیں

آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ: "حضرت سُمیّہ ایک لونڈی تھیں۔ ابو جہل ان کو سخت دکھ دیا کرتا تھا تاکہ وہ ایمان چھوڑ دیں لیکن جب ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہوئی" ان کے ایمان کو کوئی ہلا نہ سکا" تو ایک دن ناراض ہو کر ابو جہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت عمارؓ جو سُمیّہ کے بیٹے تھے انہیں بھی تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور انہیں سخت دکھ دیا جاتا۔" [647]

عروۃؓ بن زبیر یہ روایت کرتے ہیں تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ مکہ میں ان کمزور لوگوں میں سے تھے جنہیں اس لئے تکلیف دی جاتی تھی کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ مُسْتَضْعَفِیْن یعنی کمزور لوگ جو تھے، قرآن کریم میں جن کمزوروں اور بے بس لوگوں کا ذکر آیا ہے، یہ وہ لوگ تھے جن کے مکہ میں قبائل نہ تھے اور نہ ان کا کوئی محافظ تھا نہ انہیں کوئی قوت تھی۔ قریش ان لوگوں پر دوپہر کی تیز گرمی میں تشدّد کرتے تھے تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں۔ [648]

اسی طرح عمر بن الحکم کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت ابو فکیہہؓ پر اتنا ظلم کیا جاتا تھا کہ ان کی زبان سے وہ باتیں جاری ہو جاتی تھیں جن کو وہ حق نہیں سمجھتے تھے لیکن دشمن ظلم کر کے ان کے منہ سے وہ باتیں نکلوا لیتے تھے۔ [649]

اسی طرح روایت میں ہے محمد بن کعب قُرَظِی بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ اس نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک پاجامہ پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت عمارؓ کی پشت پر ورم اور زخموں کے نشان دیکھے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو حضرت عمّار نے بتایا کہ یہ اس ایذا کے نشان ہیں جو قریش مکہ دوپہر کی سخت دھوپ میں مجھے دیتے تھے۔ [650]

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ **مشرکین نے حضرت عمارؓ کو آگ سے جلایا**۔ رسول اللہ ﷺ حضرت عمارؓ کے پاس سے گزرے تو ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ۔ اے آگ تُو ابراہیم کی طرح عمارؓ پر بھی ٹھنڈک اور سلامتی والی ہو جا۔ [651]

اے آلِ عمّار! خوش ہو جاؤ یقیناً تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے

پھر روایت میں آتا ہے حضرت عثمانؓ بن عفان بیان کرتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مکہ کی

وادی میں جارہے تھے۔ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ ہم ابو عمار، عمارؓ اور ان کی والدہ کے پاس آئے۔ ان کو تکالیف دی جارہی تھیں۔ حضرت یاسرؓ نے کہا کیا ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا؟ آپ نے حضرت یاسرؓ سے فرمایا صبر کرو۔ اور پھر آپ نے یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ! آل یاسر کی مغفرت فرما اور یقیناً تُو نے ایسا کر دیا ہے۔[652]

یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو بتا دیا تھا کہ ان کی مغفرت ہو گئی جس شدت کے تنگ حالات سے یہ گزر رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم آل عمار کے پاس سے گزرے ان کو تکلیف دی جارہی تھی آپ نے فرمایا اے آل عمّار! خوش ہو جاؤ یقیناً تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے۔[653]

ایک روایت میں ہے آل یاسر کے پاس سے گزرے۔[654]

سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات افراد

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اظہار کرنے والے سات افراد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمّارؓ اور ان کی والدہ حضرت سمیہؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت مقدادؓ۔ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ان کے چچا ابو طالب کے ذریعہ سے کروائی اور حضرت ابو بکر کی ان کی قوم کے ذریعہ سے۔ یہ جو روایتوں میں تعداد کے لحاظ سے آتا ہے اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ پہلے آیا ہے کہ تیس آدمی اس وقت تک اسلام قبول کر چکے تھے جب حضرت عمارؓ نے بیعت کی لیکن بہر حال ان کی روایت یہ ہے کہ یہ لوگ تھے یا یہ ایسے لوگ تھے جو سامنے زیادہ تھے اور جن کو تکلیفیں زیادہ دی جاتی تھیں۔ بہر حال یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کی ان کی قوم کے ذریعہ سے حفاظت ہوئی اور جو باقی بچے انہیں مشرکین نے پکڑ لیا۔ وہ انہیں لوہے کی زرہیں پہناتے اور دھوپ میں تپنے کے لئے چھوڑ دیتے۔ ان میں سوائے بلال کے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اُن کی خواہش کے مطابق نہ چلا ہو۔ بلال نے تو اپنی ذات کو اللہ کے لئے فنا کر دیا تھا۔ انہیں ان کی قوم کی وجہ سے ذلیل کیا جاتا تھا۔ قریش انہیں بچوں کے حوالے کر دیتے اور وہ انہیں مکہ کی گلیوں میں لئے پھرتے اور وہ اَحد اَحد کہتے جاتے تھے۔[655]

رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حضرت عمارؓ کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے

حضرت عمارؓ کو مشرکین پانی میں غوطے دے کر تکلیف دیا کرتے تھے۔ یعنی سر پانی میں ڈالتے تھے، مارتے تھے۔ باقی تکلیفیں تو تھیں ہی۔ وہی ٹارچر جو آجکل بھی دنیا میں اپنے مخالفین کو دیا جاتا ہے یا بعض حکومتیں بھی اپنے ملزمان کو دیتی ہیں۔ لیکن بہر حال اس سے بڑا ٹارچر ان کو دیا جاتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حضرت عمارؓ کو ملے۔ اس وقت حضرت عمارؓ رو رہے تھے۔ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حضرت عمارؓ کی آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے اور کہنے لگے تمہیں کفار نے پکڑ لیا تھا۔ پھر پانی

میں غوطے دیتے تھے اور تم نے فلاں فلاں بات کہی تھی۔ اگر وہ دوبارہ تمہیں کریں تو تم ان سے وہی بات کہنا۔[656]

اے آلِ یاسر صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ.........

اس کی تفصیل سیرت خاتم النبیین میں اَور روایتوں کے حوالے سے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سُمیّہ کو بنی مخزوم جن کی غلامی میں سُمیّہ کسی وقت رہ چکی تھیں **اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ پڑنے لگتا ہے۔** ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت ﷺ بھی اس طرف آنکلے۔

آپ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِر فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّة۔ اے آلِ یاسر (صبر کر) صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں جاں بحق ہو گئے اور بوڑھی سُمیّہ کی ران میں ظالم ابو جہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔ اب صرف باقی عمّار رہ گئے تھے۔ ان کو بھی ان لوگوں نے انتہائی عذاب اور دکھ میں مبتلا کیا اور ان سے کہا کہ جب تک محمد ﷺ کا کفر نہ کرو گے اسی طرح عذاب دیتے رہیں گے۔

چنانچہ آخر عمّار نے سخت تنگ آکر کوئی نازیبا الفاظ منہ سے کہہ دیئے جس پر کفّار نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بعد عمّار فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ آپ نے پوچھا کیوں عمّار کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ مجھے ظالموں نے اتنا دکھ دیا کہ میں نے آپ کے متعلق کچھ ایسے الفاظ منہ سے کہہ دیئے جو غلط تھے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دل کا کیسا حال پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل تو اسی طرح مومن ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اسی طرح سرشار ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر خیر ہے خدا تمہاری اس لغزش کو معاف کرے۔[657]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب "چشمۂ معرفت" میں ایک ہندو پرکاش دیو جی کی کتاب سے، جو انہوں نے "سوانح عمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے لکھی تھی، چند عبارتیں تحریر فرمائی ہیں۔ **ایک تو آپ نے جماعت کو اس وقت نصیحت کی تھی کہ یہ کتاب خرید و اور پڑھو ایک غیر مسلم کی لکھی ہوئی ہے۔**[658]

پھر آپ نے فرمایا کہ "وہ عبارتیں برہمو صاحب کی کتاب کی خلاصہ کے طور پر یہاں لکھی جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ یہ تحریر فرمایا کہ:

"حضرت کے اوپر "یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "جو ظلم ہوتا تھا اسے جس طرح بن پڑتا تھا وہ

برداشت کرتے تھے مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر ان کا دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔" اپنے ظلم تو آنحضرت ﷺ برداشت کر لیتے تھے لیکن اپنے ساتھیوں کا ظلم آپ کو بڑا تکلیف دیتا تھا "اور بیتاب ہو جاتا تھا۔ ان غریب مومنوں پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ ان غریبوں کو پکڑ کر جنگل میں لے جاتے اور برہنہ کر کے جلتی تپتی ریت میں لٹا دیتے اور ان کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے۔ وہ گرمی کی آگ سے تڑپتے۔ مارے بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیروں کی جانیں اس عذاب سے نکل گئیں۔ انہی مظلوموں میں سے ایک شخص عمارؓ تھا جسے اس حوصلہ اور صبر کی وجہ سے جو اس نے ظلموں کی برداشت میں ظاہر کیا۔"

پھر آپ لکھتے ہیں کہ "حضرت عمارؓ کہنا چاہئے۔ ان کی مشکیں باندھ کر اسی پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے اور ان کی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ محمدؐ کو گالیاں دو اور یہی حال ان کے بڈھے باپ کا کیا گیا۔ ان کی مظلوم بی بی سے جس کا نام سُمیّہ تھا یہ ظلم نہ دیکھا گیا اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اس پر وہ بے گناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے روبرو اس کے شوہر اور جوان بچے پر ظلم کیا جاتا تھا برہنہ کی گئی اور اسے سخت بے حیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل شرم ہے۔ آخر اس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان نکل گئی۔"[659]

تو یہ خلاصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس ہندو کی کتاب میں سے بیان کیا جو اس نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے بارے میں اور آپ کے صحابہ کے بارے میں لکھی تھی۔

سفیان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمّار وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنے گھر میں عبادت کے لئے مسجد بنائی تھی۔[660]

مدینہ ہجرت اور مؤاخات

حضرت عمّارؓ بن یاسرؓ مدینہ ہجرت کر کے آئے تو حضرت مبشر بن عبدِالمنذر کے ہاں قیام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ کی مؤاخات قائم فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارؓ کی سکونت کے لئے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا۔[661]

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں ابو سلمہ اور اُمّ سلمہ نے ہجرت کی اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ چونکہ ان کے حلیف تھے اس لئے وہ بھی ان کے ہمراہ چلے گئے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ حضرت اُمّ سلمہ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔[662]

نبی ﷺ نے عمار کے سر سے غبار پونچھا اور فرمایا کہ افسوس! باغی گروہ انہیں مار ڈالے گا

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ان سے اور اپنے بیٹے علی بن عبد اللہ سے کہا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس جاؤ اور ان کی بات سنو۔ ہم ان کے پاس آئے اور وہ اور ان کا بھائی اپنے

ایک باغ میں تھے جسے وہ پانی دے رہے تھے۔ جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو وہ آئے اور گوٹھ مار کر بیٹھ گئے۔ (چوکڑی مار کے بیٹھ گئے) اور انہوں نے کہا ہم مسجد نبوی بنتے وقت اینٹیں ایک ایک کر کے لاتے تھے اور عمارؓ بن یاسرؓ دو دو اینٹیں اٹھا کر لاتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر سے یعنی عمّار کے سر سے غبار پونچھا اور فرمایا کہ افسوس! باغی گروہ انہیں مار ڈالے گا۔ عمارؓ ان کو اللہ کی طرف بلا رہا ہو گا اور وہ اس کو آگ کی طرف بلا رہے ہوں گے۔ [663]

حضرت عمارؓ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں۔ [664]

عبد اللہ بن ابی ھُذَیل سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد بنائی تو ساری قوم اینٹ پتھر ڈھو رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمارؓ بھی ڈھو رہے تھے۔ حضرت عمارؓ یہ رجز پڑھ رہے تھے کہ نَحْنُ الْمُسْلِمُوْنَ نَبْتَنِي الْمَسَاجِدَا۔ کہ ہم مسلمان ہیں جو مسجدیں بناتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے تھے۔ اَلْمَسَاجِدَا۔ یعنی ساتھ آپ بھی دہرایا کرتے تھے۔ حضرت عمارؓ اس سے قبل بیمار بھی تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آج عمارؓ ضرور مر جائیں گے کیونکہ کام بہت زیادہ کر رہے ہیں اور بیماری سے اٹھے ہیں کمزوری بھی بہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت عمارؓ کے ہاتھ سے اینٹیں گرا دیں۔ [665]

اور آپ نے ان سے کہا تم آرام کرو۔ تو انتہائی کمزوری کی حالت میں بھی خدمت سے یہ لوگ محروم نہیں رہنا چاہتے تھے۔ حضرت اُمّ سلمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ [666]

بیعت رضوان اور تمام غزوات میں شامل

حضرت عمّار بن یاسرؓ غزوہ بدر اور اُحد اور خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ [667]

بیعت رضوان وہ بیعت ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بطور سفیر کے بات کرنے کے لئے مکہ میں بھیجا تو اس وقت انہوں نے، کفار نے، ان کو روک لیا اور مسلمانوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک کیکر کے نیچے اکٹھا کیا، جمع کیا اور آپ نے فرمایا کہ آج میں تم سب سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں کہ کوئی شخص پیٹھ نہیں دکھائے گا اور اپنی جان پر کھیل جائے گا لیکن یہاں سے نہیں ہٹے گا۔ یہ جگہ نہیں چھوڑے گا۔ اس اعلان پر کہا جاتا ہے کہ صحابہ بیعت یا عہد کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ جب بیعت ہو رہی تھی تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ ہاتھ عثمان کا ہاتھ ہے کیونکہ اگر وہ ہوتے تو پیچھے نہ رہتے۔ [668]

بہر حال بعد میں یہ خبر غلط نکلی۔ حضرت عثمان آگئے۔ لیکن مسلمانوں نے اس وقت یہ بیعت کی تھی، عہد کیا تھا کہ ہم اپنی جان پر کھیل جائیں گے لیکن اس کا بدلہ ضرور لیں گے کہ ایک سفیر کو، حضرت

عثمانؓ کو، جو سفیر کے طور پر گئے تھے ان کو انہوں نے شہید کیا ہے یا قتل کیا ہے۔

مسجد قبا، سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی

ایک روایت میں ہے حضرت حکم بن عُتَیْبَہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو چاشت کے وقت وہاں پہنچے تھے۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کوئی ایسی جگہ بنانی چاہئے جہاں آپ چھاؤں میں بیٹھ سکیں۔ آرام کر سکیں اور نماز پڑھیں۔ چنانچہ حضرت عمارؓ نے چند پتھر جمع کئے اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔ **یہ سب سے پہلی مسجد ہے جو بنائی گئی اور حضرت عمارؓ نے اس کو بنایا۔**[669]

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ یمامہ میں حضرت عمارؓ کو دیکھا کہ وہ ایک بلند چٹان پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو پکار رہے تھے۔ بڑے بہادر تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو۔ میں عمار بن یاسر ہوں۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ان کا ایک کان کٹ چکا تھا اور ہل رہا تھا لیکن آپ لڑائی میں مصروف تھے۔[670]

طارق بن شہاب کہتے ہیں اسی کٹے ہوئے کان کے حوالے سے بنو تمیم کے ایک شخص نے عمارؓ کو اَجْدَ عْ یعنی کان کٹا ہوا ہونے کا طعنہ دیا۔ حضرت عمارؓ نے اسے کہا کہ تو نے میرے بہترین کان کو برا بھلا کہا ہے۔[671] یعنی وہ کان جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے قربان ہوا تم اس کو برا کہہ رہے ہو اس کا طعنہ مجھے دے رہے ہو یہ تو میرا بہترین کان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عمارؓ سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھے گا

حضرت خالدؓ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمارؓ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی اور میں نے ان کو کوئی سخت بات کہہ دی۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ میری شکایت کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس گئے۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت وہ نبی کریم ﷺ کو میری ہی شکایت کر رہے تھے۔ وہاں بھی میں سختی سے پیش آیا۔ نبی کریم ﷺ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور کوئی بات نہیں فرما رہے تھے۔ حضرت عمّار رونے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ خالد کی حالت نہیں دیکھتے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا جو عمارؓ سے دشمنی رکھے گا اللہ اس سے دشمنی رکھے گا اور جو شخص عمارؓ سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ **حضرت خالدؓ بن ولید بیان کرتے ہیں کہ اُس وقت مجھے دنیا میں اس بات سے زیادہ کوئی بات محبوب نہ تھی کہ کسی طرح حضرت عمارؓ مجھ سے راضی ہو جائیں۔ حضرت خالد کہتے ہیں کہ میں حضرت عمارؓ سے ملا اور ان سے معافی مانگی۔ پس وہ راضی ہو گئے۔**[672]

اس کی تفصیل ایک جگہ اس طرح بیان ہوئی ہے۔ اَشْتر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالدؓ بن ولید کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک سریہ پر بھیجا۔ (ایک جنگ میں ایک فوج بھیجی

تھی) میرے ہمراہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی تھے۔ اس مہم کے دوران ہم ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جن میں ایک گھرانے نے اسلام کا ذکر کیا۔ حضرت عمارؓ نے کہا یہ لوگ توحید کے ماننے والے ہیں۔ لیکن میں نے ان کی بات کی جانب کوئی توجہ نہ دی اور ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کیا جو دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا۔ حضرت عمارؓ مجھے ڈراتے رہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات میں یہ بات عرض کروں گا۔

پھر حضرت عمارؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری بات بتائی۔ پھر جب حضرت عمارؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کی مدد نہیں کر رہے یعنی خاموش تھے تو اس حالت میں واپس لوٹ گئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت خالد کہتے ہیں کہ **رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوا کر فرمایا کہ اے خالد! عمارؓ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ جو عمارؓ کو برا بھلا کہتا ہے اللہ اس کو برا بھلا کہنے کا بدلہ دیتا ہے اور جو عمارؓ** سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جو عمارؓ کو بیوقوف کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بیوقوف کہتا ہے۔[673]

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے آنے کی اجازت مانگی۔ نبی ﷺ نے اجازت دی اور فرمایا پاک اور پاکیزہ شخص خوش آمدید۔[674]

یہ اعزاز تھا جو آنحضرت ﷺ نے آپ کو بخشا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمارؓ کو جب بھی دو باتوں میں سے کسی ایک کو کرنے کا اختیار دیا جاتا تو اسی بات کو اختیار کرتا ہے جس میں رشد اور ہدایت زیادہ ہو۔[675]

حضرت عمرو بن شُرَحبِیلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمارؓ بن یاسرؓ کے رگ و پا میں ایمان سرایت کئے ہوئے ہے۔[676] یعنی مکمل طور پر ایمان میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی ہوئی ہے۔

ابراہیم نے علقمہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں شام میں آیا۔ لوگوں نے کہا حضرت ابودرداءؓ کہتے تھے کہ کیا تم میں سے وہ شخص تھا جس کو اللہ نے شیطان سے بچائے رکھا جس طرح اس کے نبی ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا ہے یعنی حضرت عمارؓ کے بارے میں۔[677]

حاطب بن بلتعہ کا خفیہ خط اور.........

آنحضرت ﷺ نے جب مکہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری فرمائی تو اس مہم کو پوشیدہ رکھا اور باوجود اس کے کہ صحابہ اس مہم کی تیاری کر رہے تھے لیکن یہ عام نہیں تھا کہ مکہ پر چڑھائی کی جا رہی ہے۔ اس موقع پر ایک بدری صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اپنی سادگی اور نادانی میں مکہ سے آئی ہوئی ایک عورت کے ہاتھ ایک خفیہ خط مکہ روانہ کر دیا جس میں مکہ پر حملہ کرنے کی ساری تیاریوں کا ذکر کر دیا۔ وہ عورت خط لے کر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر دے دی۔ **چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دو تین افراد کے ساتھ جن میں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی شامل تھے** اس عورت کا پیچھا کرنے اور وہ خط لینے کے

لئے روانہ فرمایا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں کہ "سارہ نام ایک عورت جو کہ مکہ میں رہتی تھی اور خاندان بنی ہاشم کے زیر سایہ پرورش پایا کرتی تھی ان ایام میں جبکہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے واسطے کوچ کی تیاری کی آپ ﷺ کے پاس مدینہ میں آئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگ آئی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں میں مسلمان ہو کر نہیں آئی بلکہ بات یہ ہے کہ میں اس وقت محتاج ہوں اور آپ ﷺ کا خاندان ہمیشہ میری پرورش کیا کرتا ہے اس واسطے میں آپ کے پاس آئی ہوں تاکہ مجھے کچھ مالی امداد مل جائے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے بعض لوگوں کو فرمایا اور انہوں نے اس کو کچھ کپڑا اور روپیہ وغیرہ دیا جس کے بعد وہ واپس اپنے وطن کو روانہ ہو گئی۔ جب روانہ ہونے لگی تو حاطبؓ نے جو کہ اصحاب میں سے تھا اس کو دس درہم دیئے اور کہا کہ میں تجھے ایک خط دیتا ہوں۔ یہ خط اہل مکہ کو دے دینا۔ اس بات کو اس نے قبول کیا اور وہ خط بھی لے گئی۔ اس خط میں حاطبؓ نے اہل مکہ کو خبر کی تھی کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا ہے تم ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ عورت ہنوز مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی الٰہی خبر مل گئی کہ وہ ایک خط لے کر گئی ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت حضرت علیؓ کو بمعہ عمارؓ اور ایک جماعت کے روانہ کر دیا کہ اس کو پکڑ کر اس سے خط لے لیں اور اگر نہ دے تو اسے ماریں۔ چنانچہ اس جماعت نے اس کو راہ میں جا پکڑا۔ اس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں جس پر حضرت علیؓ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ ہم کو جھوٹ نہیں کہا گیا۔ بذریعہ وحی الٰہی کے یہ خبر ملی ہے۔ خط ضرور تیرے پاس ہے۔ تلوار کے ڈر سے اس نے خط اپنے سر کے بالوں میں سے نکال دیا۔ جب خط آ گیا اور معلوم ہوا کہ وہ حاطبؓ کی طرف سے ہے تو حاطبؓ بلایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا کہ یہ تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا مجھے خدا کی قسم ہے جب سے میں ایمان لایا ہوں کبھی کافر نہیں ہوا۔ بات صرف اتنی ہے کہ مکہ میں میرے قبائل کا کوئی حامی اور خبر گیر نہیں۔ میں نے اس خط سے صرف یہ فائدہ حاصل کرنا چاہا تھا کہ کفار میرے قبائل کو دکھ نہ دیں۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حاطبؓ کو قتل کر دیں مگر آنحضرت ﷺ نے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر پر خوشنودی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ کرو جو بھی ہو مَیں نے تمہیں بخش دیا۔"[678]

تو یہ غلطی ان کی نادانستگی میں تھی۔ نیت مسلمانوں کو نقصان پہنچانا نہیں تھا۔

حضرت عمار بن یاسر کوفہ کے حاکم

حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک دفعہ کوفے کا والی بنایا اور اہل کوفہ کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا کہ: اَمَّا بَعْدُ مَیں عمارؓ بن یاسرؓ کو امیر اور ابن مسعودؓ کو معلم اور وزیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں۔ بیت المال کا انتظام بھی ابن مسعودؓ کے سپرد کیا ہے۔ یہ دونوں حضرت محمد ﷺ کے ان معزز اصحاب میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ اس لئے ان دونوں کی فرمانبرداری اور اطاعت اور پیروی کرو۔ میں نے ابن اُمّ عبد (حضرت عبد اللہؓ بن مسعود) کے بارے میں تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔ میں نے عثمان بن حُنَیف کو السواد (عراق کا علاقہ جس کو بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سرسبزی اور

شادابی کی وجہ سے سواد کہا جاتا ہے) پر مامور کر کے بھیجا ہے۔[679]

پھر اہلِ کوفہ کی شکایت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو معزول کر دیا۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بعد میں ان سے پوچھا کہ کیا ہمارا تمہیں معزول کرنا ناگوار تو نہیں گزرا تھا؟ حضرت عمارؓ نے کہا کہ آپ نے کہا ہے، پوچھ لیا ہے تو مجھے تو اُس وقت بھی ناگوار معلوم ہوا تھا۔ اچھا نہیں لگا تھا جب آپ نے مجھے عامل بنایا تھا لیکن بنا دیا تھا۔ اطاعت تھی اس لئے میں بن گیا۔ اور اس وقت بھی ناگوار گزرا ہے جب مجھے معزول کیا گیا۔[680]

ناگوار بیشک گزرا لیکن بولے نہیں اور ہٹنے پر بھی کامل اطاعت کی یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ نے خود پوچھا ہے تو پھر جو دل میں تھا جو سچائی تھی وہ بیان کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ اور حضرت عمار بن یاسرؓ

حضرت عثمان کے خلاف فتنہ پھیلانے والے منافقین اور باغیوں نے جب مدینہ میں شورش برپا کی تو بدقسمتی سے اپنی سادگی کی وجہ سے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ بھی ان کے جھانسے میں آگئے، دھوکہ میں آگئے گو کہ عملی طور پر انہوں نے کسی بھی قسم کا ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "صرف تین شخص مدینہ کے باشندے ان لوگوں کے ساتھ تھے۔ ایک تو محمد بن ابی بکرؓ جو حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے تھے اور مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ بوجہ اس کے کہ لوگ ان کے باپ کے سبب ان کا ادب کرتے تھے ان کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ میں بھی کوئی حیثیت رکھتا ہوں ورنہ نہ ان کو دنیا میں کوئی سبقت حاصل تھی، نہ رسول کریم ﷺ کی صحبت حاصل تھی، نہ بعد میں ہی خاص طور پر دینی تعلیم حاصل کی۔

حجۃ الوداع کے ایام میں پیدا ہوئے اور رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ چوتھے سال ہی میں تھے کہ حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے اور اس بے نظیر انسان کی تربیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا ان کو موقع نہیں ملا۔ دوسرا شخص محمد بن ابی حذیفہ تھا۔ یہ بھی صحابہ میں سے نہ تھا۔ اس کے والد یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ نے اس کی تربیت اپنے ذمہ لے لی تھی اور بچپن سے آپ نے اسے پالا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو اس نے آپ سے کوئی عہدہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ اس پر اس نے اجازت چاہی کہ میں کہیں باہر جا کر کوئی کام کروں۔ آپ نے اجازت دے دی اور یہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر عبد اللہ بن سبا کے ساتھیوں سے مل کر حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا۔ جب اہل مصر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو یہ ان کے ساتھ ہی آیا مگر کچھ دور تک آ کر واپس چلا گیا اور اس فتنہ کے وقت مدینہ میں نہیں تھا۔ تیسرے شخص عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔ یہ صحابہ میں سے تھے اور ان کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ تھی" حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے "کہ یہ سیاست سے باخبر نہ تھے" "سیاست بالکل نہیں آتی تھی" "جب حضرت عثمانؓ نے ان کو مصر بھیجا کہ وہاں کے والی کے انتظام کے متعلق رپورٹ کریں تو عبد اللہ بن سبا نے ان کا استقبال کر کے ان کے خیالات کو مصر کے گورنر

کے خلاف کر دیا اور چونکہ وہ گورنر ایسے لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ایام کفر میں رسول کریم ﷺ کی سخت مخالفت کی تھی اور فتح مکہ کے بعد اسلام لایا تھا اس لئے آپ بہت جلد ان لوگوں کے قبضے میں آ گئے" یعنی یہ گورنر کیونکہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت کر چکا تھا اور آنحضرت ﷺ سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے ان لوگوں نے، مخالفین نے، حضرت عثمانؓ کے اور گورنر کے خلاف جو باتیں کیں تو آپ ان لوگوں کی باتوں میں آ گئے اور سمجھا کہ یہ پہلے ہی مخالفت کر چکا ہے تو اب بھی شاید اس کے دل نے صحیح طرح اسلام قبول نہیں کیا اور یہ ایسی حرکتیں کرتا ہو گا۔ بہرحال "والی کے خلاف بدظنی پیدا کرنے کے بعد آہستہ آہستہ حضرت عثمانؓ پر بھی انہوں نے ان کو بدظن کر دیا مگر انہوں نے عملاً فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا کیونکہ باوجود اس کے کہ مدینہ پر حملہ کے وقت یہ مدینہ میں موجود تھے سوائے اس کے کہ اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے ہوں اور ان مفسدوں کا مقابلہ کرنے میں انہوں نے کوئی حصہ نہ لیا ہو عملی طور پر انہوں نے فساد میں کوئی حصہ نہیں لیا۔" یہ ہے ان کی کمزوری کہ مدینہ میں ہونے کے باوجود مفسدوں کے خلاف کوئی حصہ نہیں لیا۔ ان کو روکا نہیں۔ لیکن عملاً انہوں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا "اور ان مفسدوں کی بداعمالیوں سے ان کا دامن" "اس لحاظ سے" "بالکل پاک ہے۔"[681]

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمارؓ بن یاسر

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمارؓ بن یاسرؓ حضرت علیؓ کے ہمراہ رہے اور ان کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صِفین میں شریک ہوئے۔ ابوعبدالرحمٰن اَلسُّلَمی کہتے ہیں کہ جنگ صِفین میں ہم حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ مَیں نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ جس طرف بھی جاتے یا جس طرف بھی رُخ کرتے نبی کریم ﷺ کے اصحاب ان کے پیچھے جاتے گویا وہ ان کے لئے ایک جھنڈے کے طور پر تھے۔[682]

عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ صِفین میں میں نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو دیکھا۔ (یہ وہ جنگ ہے جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہ، جو شام کا گورنر تھا، ان کے درمیان ہوئی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا) آپ بوڑھے ہو چکے تھے۔ عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں۔ طویل القامت تھے۔ آپ کا رنگ گندم گوں تھا۔ حضرت عمارؓ کے ہاتھ میں نیزہ تھا آپ کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اس نیزے کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین جنگیں لڑی ہیں۔ یہ چوتھی جنگ ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ لوگ ہمیں مار مار کر ھَجَر کی کھجور کی شاخوں تک پسپا کر دیں تب بھی میں یہی سمجھوں گا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ غلطی پر ہیں۔[683]

ابوالبختری کہتے ہیں کہ جنگ صِفین کے موقع پر حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا کہ میرے پینے کے لئے دودھ لاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ تم دنیا میں جو آخری مشروب پیو گے وہ دودھ ہو گا۔ چنانچہ دودھ لایا گیا۔ حضرت عمارؓ نے دودھ پیا اور پھر آگے بڑھ کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔[684]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عمارؓ کے پاس دودھ لایا گیا تو حضرت عمارؓ ہنسے اور کہا کہ

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ سب سے آخری مشروب جو تم پیو گے وہ دودھ ہو گا۔ (خوشی تھی کہ آج میں اس حالت میں شہید ہو رہا ہوں)[685]

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے جنگ صِفین کے موقع پر فرمایا۔ جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے اور پیاسا چشمہ پر پہنچ جائے گا۔ آج مَیں اپنے پیاروں سے ملوں گا۔ آج مَیں محمد ﷺ اور آپ کے گروہ سے ملوں گا۔[686]

عبدالرحمٰن بن اَبزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے صِفین کی طرف جاتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے یہ کہا کہ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دوں تو میں ایسا کر گزرتا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں یہاں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں اپنے آپ کو گرادوں تو میں ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ مَیں اپنے آپ کو پانی میں گرادوں اور اس میں اپنے آپ کو غرق کر دوں تو مَیں یہی کرتا۔ میں صرف تیری رضا کی خاطر یہ جنگ کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ناکام نہ کرنا اور میں صرف تیری رضا ہی چاہتا ہوں۔[687]

حضرت عمارؓ کی شہادت

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو ابو غَادِیہ مُزَنِی نے شہید کیا تھا اس نے انہیں ایک نیزہ مارا جس سے وہ گر پڑے۔ پھر ایک اور شخص نے حضرت عمارؓ پر حملہ کر کے ان کا سر کاٹ لیا اور پھر یہ دونوں جھگڑتے ہوئے معاویہ کے پاس آئے۔ ہر شخص کہتا تھا کہ میں نے انہیں قتل کیا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا (یہ اس وقت معاویہ کے ساتھ تھے، صحابی تھے لیکن اس وقت یہ بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے بہر حال معاویہ کے پاس تھے لیکن نیکی تھی جو اس بیان سے ظاہر ہوتی ہے)

حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا کہ اللہ کی قسم دونوں صرف آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ (یعنی انہوں نے حضرت عمارؓ کو جو شہید کیا ہے اور ہر ایک جو کہتا ہے دعویٰ کر رہا ہے کہ میں نے شہید کیا ہے تو تم دونوں صرف آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو) حضرت معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص کی یہ بات سن لی۔ جب دونوں شخص واپس چلے گئے تو معاویہؓ نے حضرت عمروؓ بن عاص سے کہا کہ جیسا تم نے کہا ہے میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ لوگوں نے ہمارے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دی ہیں اور تم ان دونوں سے یہ بات کر رہے ہو کہ تم آگ کے بارے میں جھگڑ رہے ہو۔ حضرت عمروؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! بات تو ایسی ہی ہے اللہ کی قسم! تم بھی اسے جانتے ہو اور مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں اس سے بیس سال پہلے ہی مر گیا ہوتا اور یہ موقع نہ آتا کہ جب ہم اس طرح لڑیں۔[688]

حضرت عمارؓ کی وفات حضرت علی کے عہد خلافت میں یعنی جنگ صِفین میں صفر 37 ہجری میں 94

سال کی عمر میں ہوئی۔ بعضوں کے نزدیک 93 سال یا 91 سال عمر ہے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی تدفین صِفین میں ہی ہوئی۔[689]

یحییٰ بن عَابِس بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کیا گیا اس وقت انہوں نے کہا کہ مجھے میرے کپڑوں میں دفن کرنا کیونکہ میں دادخواہ ہوں گا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ کو ان کے کپڑوں میں ہی دفن کیا۔[690]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور ہاشمؓ بن عتبہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمارؓ کو آپ نے اپنے قریب رکھا اور ہاشم کو ان کے آگے اور دونوں پر ایک ہی مرتبہ پانچ یا چھ یا سات تکبیریں کہیں۔[691]

تو یہ تھے وہ صحابہ جنہوں نے حق کے لئے لڑائی کی اور حق کے لئے جان دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔[692]

عمارؓ بن یاسر وہ شخص تھے جن سے آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ محبت کی

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جس شخص سے اپنی وفات کے دن تک محبت کرتے رہے ہوں مجھے امید ہے کہ ایسا نہیں ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم دیکھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ تم سے محبت کرتے تھے اور تم کو عامل بناتے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ مجھ سے محبت کرتے تھے یا میری تالیف قلب فرماتے تھے۔ لیکن ہم آپ کو ایک شخص سے محبت کرتے دیکھتے تھے۔

لوگوں نے کہا کہ وہ کون شخص ہے؟ حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ عمارؓ بن یاسرؓ وہ شخص تھے جن سے آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ محبت کی۔ لوگوں نے اس بات کو سن کے کہا کہ جنگ صفین میں تم لوگوں نے ہی تو انہیں شہید کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاص اس وقت امیر معاویہ کی طرفداری میں تھے۔ تو حضرت عمرو بن عاص نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں دو آدمیوں کے متعلق گواہ ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی وفات تک ان سے محبت کرتے تھے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ تھے۔[693]

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کر دیا گیا تو عمرو بن حزم حضرت عمرو بن عاص کے پاس آئے اور کہا کہ عمارؓ کو شہید کر دیا گیا ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو باغی گروہ شہید کرے گا۔ تو حضرت عمرو گھبرا کر اٹھے اور حضرت معاویہ کے پاس گئے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ خیریت تو ہے؟ انہوں نے کہا

کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت معاویہ نے پوچھا کہ عمارؓ کو شہید کر دیا گیا ہے تو پھر کیا ہوا؟ حضرت عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا اور معاویہ نے کہا کہ کیا ہم نے اس کو شہید کیا ہے؟ ان کو تو حضرت علیؓ نے اور ان کے ساتھیوں نے مروایا ہے جنہوں نے ان کو لا کر ہمارے نیزوں کے سامنے یا ہماری تلواروں کے سامنے ڈال دیا ہے۔[694]

بہر حال حضرت عمرو بن عاص میں ایک تو نیکی تھی جو اُن کو فکر پیدا ہوئی لیکن امیر معاویہ نے اس کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ بہر حال صحابہ کو بڑی فکر ہوا کرتی تھی جب ان کو کوئی روایت پہنچتی تھی یا خود انہوں نے کبھی سنا ہو کہ آنحضرت ﷺ نے کسی بارے میں انذار فرمایا ہے یا کوئی خوشخبری دی۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت عمارؓ کے متعلق فرمایا کہ "وہ ایڑھیوں سے لے کر اپنے سر کی چوٹی تک ایمان سے بھرے ہوئے تھے۔"[695]

حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ قریب ہو جاؤ۔ اس مجلس کا آپ سے زیادہ کوئی حقدار نہیں سوائے عمّار کے۔ پھر حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کو اپنی کمر کے زخموں کے نشان دکھانے لگے جو انہیں مشرکین نے پہنچائے تھے۔[696]

حضرت عمر ان کی عزت افزائی فرما رہے تھے کیونکہ انہوں نے ابتدائی زمانے میں بہت تکلیفیں اٹھائیں اور ساتھ ہی حضرت عمارؓ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے بھی بہت زیادہ تکلیفیں اٹھائیں۔

ایک روایت حضرت عمارؓ کی حضرت علیؓ کی شہادت کے بارے میں بھی ہے جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی سے متعلق ہے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ غزوہ ذات العشیرۃ میں مَیں اور حضرت علیؓ رفیق سفر تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا۔ ہم نے بنو مُدْلِج کے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اپنے باغات کے چشموں میں کام کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ مجھ سے کہنے لگے کہ آؤ ان لوگوں کے پاس چل کر دیکھتے ہیں کہ یہ کس طرح کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے قریب چلے گئے۔ تھوڑی دیر تک ہم نے ان کے کام کو دیکھا پھر ہمیں نیند آ گئی۔ چنانچہ میں اور حضرت علیؓ واپس آ گئے اور ایک باغ میں مٹی کے اوپر ہی لیٹ گئے۔ اللہ کی قسم ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے ہی آ کر اٹھایا یا جگایا۔ آپ ہمیں پاؤں سے ہلا رہے تھے اور ہم مٹی سے لت پت ہو چکے تھے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے ابوتراب! اس مٹی کی وجہ سے جو اُن پر نظر آ رہی تھی آپ نے ان کو ابوتراب کہا۔ **آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں ان دو آدمیوں کے متعلق نہ بتاؤں جو لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت ہیں۔ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ایک تو قوم ثمود کا وہ سرخ و سفید آدمی جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا وہ آدمی اے علیؓ جو تمہارے سر پر وار کرے گا اور تمہاری داڑھی کو خون سے تر کر دے گا۔**[697]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا

ابو مِجْلَز کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے مختصر سی نماز پڑھی۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت عمارؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں سرِ مُو بھی فرق نہیں کیا ہے۔[698]

اس روایت کی ایک تفصیل اس طرح بھی ملتی ہے۔ ابو مِجْلَز کے حوالے سے ہی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے ہمیں بہت مختصر نماز پڑھائی۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ کیا میں نے رکوع اور سجود مکمل نہیں کئے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ حضرت عمارؓ نے کہا کہ میں نے اس میں ایک دعا کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانگا کرتے تھے اور وہ دعا یہ ہے کہ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِنِيْ مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِيْ وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِيْ. اَسْأَلُكَ خَشْيَتَكَ فِي الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَكَلِمَةَ الْحَقِّ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنٰى وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَمِنْ فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ. اَللّٰھُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْاِيْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مَهْدِيِّيْنَ.

کہ اے اللہ! غیب کا علم تجھے ہی ہے اور تمام مخلوق پر تیری قدرت ہی حاوی ہے۔ تُو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں میری زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے اس وقت وفات دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔ اے اللہ! میں غیب اور حاضر میں تجھ سے تیری خشیت کا طلبگار ہوں اور غضب اور رضا کی حالت میں کلمہ حق کہنے کی طاقت مانگتا ہوں اور تنگدستی اور فراخی میں میانہ روی اختیار کرنے اور تیرے چہرے پر پڑنے والی لذت والی نظر اور تیری لقا کا شوق تجھ سے مانگتا ہوں اور میں کسی تکلیفِ دہ امر اور گمراہ کر دینے والے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! ہمیں ایمان کی خوبصورتی کے ساتھ مزیّن کر دے اور ہمیں ہدایت پانے والے لوگوں کے لئے رہنما بنا دے۔[699]

یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ ہر جمعہ کو منبر پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتے تھے۔[700]

حارث بن سُوَید کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عمارؓ کی چغلی کھائی، شکایت کی۔ حضرت عمّارؓ تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا اے اللہ! اگر اس شخص نے مجھ پر جھوٹا افترا کیا ہے تو اس کو دنیا میں کشائش عطا کر اور اس کی آخرت لپیٹ دے۔[701]

ابو نوفل بن ابی عَقْرَب کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ سب سے زیادہ سکوت کرنے والے اور سب سے کم کلام کرنے والے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ میں فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔[702]

خَیْثَمَہ بن ابی سَبْرَہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی نیک آدمی کی

صحبت میسر فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوہریرہؓ کی صحبت میسر فرمائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا میرا تعلق سرزمین کوفہ سے ہے۔ میں علم اور بھلائی لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ کیا تمہارے ہاں مُجابُ الدعوۃ (جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا پانی اور نعلین اٹھانے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رازدان حضرت حذیفہؓ بن یمان، اور عمارؓ بن یاسرؓ جن کے بارے میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان مبارک سے یہ فرمان جاری ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان سے پناہ دے رکھی ہے، اور دو کتابوں انجیل اور قرآن کا علم رکھنے والے حضرت سلمانؓ موجود نہیں ہیں؟[703]

آپ نے یہ بات بیان فرمائی کہ جب یہ لوگ ہیں تو تم نے ان سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا۔ محمد بن علی بن حَنَفِیّہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیمار تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا کیا میں تمہیں وہ دَم سکھاؤں جو جبرئیل نے مجھ پر کیا ہے؟ حضرت عمارؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا جی یارسول اللہ!

کہتے ہیں کہ تب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو یہ دم سکھایا کہ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ وَاللّٰہُ یَشْفِیْكَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ یُّؤْذِیْكَ کہ مَیں اللہ کے نام سے شروع کر کے تمہیں دَم کرتا ہوں اور اللہ تمہیں ہر اس بیماری سے شفا دے جو تمہیں تکلیف دے۔ تم اسے پکڑلو اور خوش ہو جاؤ۔[704]

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جنت حضرت علی اور حضرت عمار اور حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مشتاق ہے۔[705]

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے درمیان کتنی دیر رہوں گا۔ پس تم میرے بعد ان لوگوں کی اقتدا کرنا۔ آپ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور عمارؓ کے طریق کو اپنانا۔ اور جو تمہیں ابن مسعودؓ بیان کریں ان کی تصدیق کرنا۔[706]

قرآن کریم اور دین کا علم سیکھو۔ مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو

حضرت عمارؓ کے تعلق سے ہی گزشتہ ہفتہ میں ذکر ہوا تھا کہ حضرت عمارؓ مفسدین کے دھوکہ میں آ گئے تھے۔ جب حضرت عثمان نے انہیں گورنر کی تحقیق کرنے کے لئے بھیجا تھا تو آپؓ مفسدین کے گروہ کے پاس چلے گئے اور پوری طرح تحقیق نہیں ہوئی۔ تو اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو فساد پیدا ہوا اور خلافت کے خلاف جو ساری باتیں پیدا ہوئیں تو یہ اس وجہ سے پیدا ہوئیں کہ ان لوگوں کی تربیت صحیح نہیں تھی اور

بہت کم مرکز میں آیا کرتے تھے۔ ان کو قرآن کریم کا علم بہت کم تھا۔ دین کا علم بہت کم تھا۔ اس لئے آپ نے جماعت کو اس وقت تلقین کی کہ اس چیز سے تم لوگوں کو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہئے۔ اس لئے ایک تو یہ کہ قرآن کریم کا علم سیکھو۔ مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو اور دین کا علم سیکھو تاکہ اگر آئندہ بھی کسی بھی قسم کا کوئی فتنہ جماعت میں اٹھتا ہے تو تم لوگ ہمیشہ اس سے بچ سکو۔ [707]

پس اس بات کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ہر کوئی نہ تو مرکز میں آسکتا ہے اور اس طرح خلافت کے ساتھ ذاتی تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک بات بہرحال ہے کہ دین کا علم سیکھنا، قرآن کریم کا علم سیکھنا یہ تو ہر ایک کے لئے اب میسر اور مہیا ہے اور **اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ایم ٹی اے کے ذریعہ سے ہمیں ایک ایسا ذریعہ عطا فرما دیا ہے جس کے ذریعہ سے ہم اگر چاہیں تو دینی علم سیکھ سکتے ہیں۔** قرآن کریم کے درس اس میں ہوتے ہیں۔ حدیث کے درس ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے درس ہوتے ہیں۔ خطبات ہیں۔ دوسرے خطابات ہیں، جلسے ہیں، تو کم از کم اس لحاظ سے اگر ہم اپنے آپ کو بھی اور اپنی نسلوں کو بھی اس ذریعہ سے جوڑ لیں تو یہ تربیت کا ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔ خلافت سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے فتنہ اور فساد سے بچانے والا بھی ہے۔ اور دینی علم بڑھانے والا بھی ہے۔

اس لئے اس طرف افراد جماعت کو بہت توجہ دینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ایم ٹی اے کا ذریعہ مہیا کیا ہے اس سے اپنے آپ کو جوڑیں۔ [708]

صحابہ کے باہم اختلافات اور خلیفۂ وقت کی ایک اصولی رہنمائی

ایک واقعہ کی مزید وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے حضرت عمارؓ کے بارے میں بیان کیا تھا کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے ان کی وفات پر بڑے افسوس اور فکر کا اظہار کیا تھا کہ انہوں نے آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو کہتے سنا تھا کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرے گا اور حضرت عمرو بن عاص کو فکر اس لئے تھی کہ وہ امیر معاویہ کی طرف تھے اور حضرت عمار کو شہید کرنے والے حضرت امیر معاویہ کے فوجی تھے۔ [709]

بہرحال اس بات پر بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ جب یہ باغی گروپ میں تھے تو پھر ان کا نام اتنی عزت سے کیوں لیا جاتا ہے اور حضرت امیر معاویہ کو بھی جماعت کے لٹریچر میں ایک مقام ہے۔ **پہلی بات تو یہ کہ صحابہ کا جو مقام ہے ہمارا کام نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بخشا جائے گا اور یہ نہیں بخشا جائے گا۔** جس بھی غلط فہمی یا غلطی کی وجہ سے یہ افسوسناک واقعہ ہوا اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اس کا خمیازہ مسلمانوں نے بھگتا بھی۔ یہ سوال ان لوگوں کے ذہنوں میں اٹھتے تھے جو اس زمانے میں تھے اور پھر وہ اپنی بے چینی کو دور کرنے کے لئے دعا بھی کرتے ہوں گے کہ یہ کیا ہو گیا کہ یہ بھی صحابی اور وہ بھی صحابی اور ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے رہنمائی بھی مانگتے ہوں

گے اور اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی بھی فرماتا تھا۔ چنانچہ ایک روایت ہے ابوضحیٰ سے مروی ہے کہ عَمْرو بن شُرَحْبِیْل ابومَیْسَرہ نے (جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فاضل شاگردوں میں سے تھے) خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز باغ ہے جس میں چند خیمے نصب تھے۔ ان میں حضرت عمارؓ بن یاسر بھی تھے اور چند اور خیمے تھے جن میں ذُوالکَلَاع تھے۔ تو ابومَیْسَرہ نے پوچھا یہ کیسے ہو گیا کہ ان لوگوں نے تو باہم قتال کیا تھا، جنگ کی تھی۔ جواب ملا کہ ان لوگوں نے پروردگار کو وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ یعنی بہت بڑا بخشش والا پایا ہے اس لئے اب وہاں اکٹھے ہو گئے۔[710]

پس یہ معاملات اب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ ان معاملات اور اختلافات کو ہمارا کام نہیں کہ اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ ان معاملات کو دلوں میں رکھنے کی وجہ سے اور جنگوں کی وجہ سے ہی مسلمانوں کے دلوں میں دوری بڑھتی چلی گئی اور مسلمانوں میں اور تفرقہ پیدا ہوتا چلا گیا اور اس کا نتیجہ ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں۔ یہ باتیں ہمارے لئے بھی سبق ہیں کہ ان باتوں کو دلوں میں لانے کی بجائے وحدت پر قائم ہوں۔

حضرت امیر معاویہ کا نام عزت سے کیوں

جب ایک دفعہ میں نے حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے امیر معاویہ کا کوئی واقعہ بیان کیا تھا تو کسی نے مجھے عرب ملکوں میں سے یہ لکھا کہ وہ تو باغی اور قاتل گروہ تھا اور اس کا سردار تھا۔ اس کا نام آپ اتنی عزت سے کیوں لیتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہ جو خواب کی روایت ہے یہ کافی جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت وسیع ہے۔ **ہمیں اپنے معاملات سنبھالنے چاہئیں اور ان لوگوں کے بارے میں اب بجائے کچھ سوچنے کے، کہنے کے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بعض جگہ حضرت امیر معاویہ کے حوالے سے تعریفی بات کی ہے۔[711]

حضرت علیؓ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے والا سب سے پہلا جرنیل میں ہوں گا

پس ہمیں بھی ان بزرگوں کی غلطیوں پر کچھ کہنے کی بجائے ان سے سبق لینا چاہئے۔ حضرت امیر معاویہ کے بارے میں ایک جگہ یہ بھی آتا ہے کہ جب حضرت علیؓ اور ان کی جنگ ہو رہی تھی اور اختلافات بڑے وسیع ہو رہے تھے تو اس وقت کے عیسائی بادشاہ نے کہا کہ مسلمانوں کی حالت اب کمزور ہے تو حملہ کرنا چاہا۔

حضرت امیر معاویہ کو جب یہ پتہ لگا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری اگر یہ سوچ ہے تو یاد رکھو کہ اگر تم نے حملہ کیا تو حضرت علیؓ کے جھنڈے کے نیچے لڑنے والا سب سے پہلا جرنیل میں ہوں گا جو اُن کے جھنڈے کے نیچے ان کی طرف سے تمہارے خلاف لڑوں گا۔[712] پس ہوش سے کام لو۔

تو بہرحال ان لوگوں کا یہ مقام بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہمیشہ ایک رہیں اور وحدت پر قائم رہیں اور نیکیوں میں بڑھنے والے ہوں۔[713]

ان کی کنیت ابو یقظان تھی۔[714]

ان کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ نے تاریخ کی کتابوں سے اخذ کر کے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمارؓ نامی غلام کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ وہ سسکیاں لے رہے تھے اور آنکھیں پونچھ رہے تھے۔ آپؐ نے پوچھا عمار! کیا معاملہ ہے؟ عمار نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! بہت ہی بُرا۔ وہ مجھے مارتے گئے "یعنی دشمن مارتے گئے" اور دکھ دیتے گئے اور اُس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک میرے منہ سے آپؐ کے خلاف اور دیوتاؤں کی تائید میں کلمات نہیں نکلوا لئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا لیکن تم اپنے دل میں کیا محسوس کرتے تھے؟ عمار نے کہا دل میں تو ایک غیر متزلزل ایمان محسوس کرتا تھا۔ "گو منہ سے مَیں نے آپؐ کے خلاف کہہ دیا لیکن دل میں میرے ایمان تھا۔" آپؐ نے فرمایا **اگر دل ایمان پر مطمئن تھا تو خدا تعالیٰ تمہاری کمزوری کو معاف کر دے گا۔**"[715]

حضرت عمار بن یاسرؓ کی ہجرتِ حبشہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ ہجرت حبشہ ثانیہ میں شریک تھے۔[716]

حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ہونے والی شورش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفہ ثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ "جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی اور صحابہؓ کرام کو بھی ایسے خطوط ملنے لگے جن میں گورنروں کی شکایات درج ہوتی تھیں تو انہوں نے مل کر حضرت عثمانؓ سے عرض کیا کہ کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جو رپورٹیں مجھے آتی ہیں وہ تو خیر و عافیت ہی ظاہر کرتی ہیں۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اس اس مضمون کے خطوط باہر سے آتے ہیں اس کی تحقیق ہونی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر ان سے مشورہ طلب کیا کہ تحقیق کس طرح کی جاوے اور ان کے مشورہ کے مطابق اسامہ بن زید کو بصرہ کی طرف، محمد بن مسلمہ کو کوفہ کی طرف، عبداللہ بن عمر کو شام کی طرف، عمار بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا کہ وہاں کے حالات کی تحقیق کر کے رپورٹ کریں کہ آیا واقع میں امراء رعیت پر ظلم کرتے ہیں اور تعدّی سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کے حقوق مار لیتے ہیں اور ان چاروں کے علاوہ کچھ اَور لوگ بھی متفرق بلاد کی طرف بھیجے تا کہ وہاں کے حالات سے اطلاع دیں۔[717]

یہ لوگ گئے اور تحقیق کے بعد واپس آ کر ان سب نے رپورٹ کی کہ سب جگہ امن ہے اور مسلمان بالکل آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے حقوق کو کوئی تلف نہیں کرتا اور حکام عدل و انصاف سے کام لے رہے ہیں۔ مگر عمار بن یاسر نے دیر کی اور ان کی کوئی خبر نہ آئی...ان کی طرف سے خبر آنے میں اس قدر دیر ہوئی کہ اہلِ مدینہ نے خیال کیا کہ کہیں مارے گئے ہیں مگر **اصل بات یہ تھی کہ وہ اپنی سادگی اور سیاست سے ناواقفیت کی وجہ سے اُن مفسدوں کے پنجہ میں پھنس گئے تھے جو عبداللہ بن سبا کے شاگرد تھے۔**

مصر میں چونکہ خود عبد اللہ بن سبا موجود تھا اور وہ اس بات سے غافل نہ تھا کہ اگر اس تحقیقاتی وفد نے تمام ملک میں امن و امان کا فیصلہ دیا تو تمام لوگ ہمارے مخالف ہو جاویں گے۔ اس وفد کے بھیجے جانے کا فیصلہ ایسا اچانک ہؤا تھا کہ دوسرے علاقوں میں وہ کوئی انتظام نہیں کر سکا تھا مگر مصر کا انتظام اس کے لئے آسان تھا۔ جونہی عمار بن یاسر مصر میں داخل ہوئے اس نے ان کا استقبال کیا اور والیٔ مصر "عمرو بن عاص" کی برائیاں اور مظالم بیان کرنے شروع کئے۔ وہ اس کے لسانی سحر کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ "ایسی باتیں کیں کہ ان پہ اس کی باتوں کا جادو چل گیا۔ بڑا بولنے والا تھا" اور بجائے اس کے کہ ایک عام بے لوث تحقیق کرتے۔ والیٔ مصر کے پاس گئے ہی نہیں اور نہ عام تحقیق کی بلکہ اسی مفسد گروہ کے ساتھ چلے گئے اور انہی کے ساتھ مل کر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔

صحابہؓ میں سے اگر کوئی شخص اس مفسد گروہ کے پھندے میں پھنسا ہؤا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے تو وہ صرف عمار بن یاسر ہیں۔ ان کے سوا کوئی معروف صحابیؓ اس حرکت میں شامل نہیں ہؤا اور اگر کسی کی شمولیت بیان کی گئی ہے تو دوسری روایات سے اس کا رد بھی ہو گیا ہے۔

عمار بن یاسر کا ان لوگوں کے دھوکے میں آجانا ایک خاص وجہ سے تھا۔ "یہ نہیں تھا کہ خدانخواستہ ان میں منافقت تھی بلکہ وجہ اَور تھی" اور وہ یہ کہ جب وہ مصر پہنچے تو وہاں پہنچتے ہی بظاہر ثقہ نظر آنے والے اور نہایت طرّار ولسّان لوگوں کی ایک جماعت ان کو ملی جس نے نہایت عمدگی سے ان کے پاس والیٔ مصر کی شکایات بیان کرنی شروع کیں۔ اتفاقاً والی مصر ایک ایسا شخص تھا جو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف رہ چکا تھا اور اس کی نسبت آپؐ نے فتح مکہ کے وقت حکم دیا تھا کہ خواہ خانہ کعبہ ہی میں کیوں نہ ملے اسے قتل کر دیا جائے اور گو بعد میں آپ "صلی اللہ علیہ وسلم" نے اسے معاف کر دیا مگر اس کی پہلی مخالفت کا بعض صحابہؓ کے دل پر جن میں عمار بھی شامل تھے اثر باقی تھا۔ پس ایسے شخص کے خلاف باتیں سن کر عمار بہت جلد متأثر ہو گئے اور ان الزامات کو جو اس پر لگائے جاتے تھے صحیح تسلیم کر لیا اور احساس طبعی سے فائدہ اٹھا کر سبائی یعنی عبد اللہ بن سبا کے ساتھی اس کے خلاف اس بات پر خاص زور دیتے تھے۔"[718]

ان کے ساتھ یہ بھی مل گئے لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ جنگ صِفّین کے موقع پر حضرت عمار بن یاسرؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ **اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے والے اور مال اور اولاد کی طرف لوٹنے کی خواہش نہ رکھنے والے کہاں ہیں؟ تو آپؓ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آ گئی۔ حضرت عمارؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے لوگو! ہمارے ساتھ ان لوگوں کی طرف چلو جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ مظلوم قتل کئے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا مطالبہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان لوگوں نے دنیا کا مزہ چکھ لیا ہے**

یہاں اب ان کو سمجھ آ گئی تھی کہ فتنہ والے کتنا فتنہ پیدا کر رہے ہیں اور پھر کہا کہ اب اس سے یعنی دنیا سے یہ لوگ محبت رکھتے ہیں اور اسی کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ انہوں نے جان لیا ہے کہ حق ان کے ساتھ چمٹ گیا ہے تو وہ حق ان کے اور ان کے دنیاوی امور کے درمیان حائل ہو جائے گا اور ان لوگوں کو اسلام میں کوئی سبقت حاصل نہیں جس کے باعث یہ لوگ لوگوں کی اطاعت اور امارت کے حقدار ہوں۔ ان لوگوں کو تو کوئی سبقت حاصل نہیں ہے کہ ان کو امیر بنایا جائے صرف فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے متبعین کو یہ کہہ کر دھوکا دیا کہ ہمارے امام مظلوم قتل کر دیئے گئے ہیں تا کہ یہ جابر بادشاہ بن جائیں اور یہ ایسی چال ہے جس کے ذریعہ وہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اگر یہ لوگ حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو لوگوں میں سے دو افراد بھی ان کی اتباع نہیں کرتے۔

پھر آپؓ نے کہا کہ اے اللہ! اگر تُو ہماری مدد فرمائے جیسا کہ تُو کئی مرتبہ مدد فرما چکا ہے اور اگر تُو ان کو ان کے مقصد میں کامیاب کرے تو ان کے لیے اس وجہ سے کہ انہوں نے تیرے بندوں میں نئی باتیں پیدا کر دی ہیں ایک دردناک عذاب جمع رکھ۔[719]

محمد بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ جنگِ صِفّین میں خوب زوروں کی جنگ ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ دونوں فریق فنا ہو جائیں۔ معاویہ نے کہا یہ وہ دن ہے کہ جس میں عرب فنا ہو جائیں گے سوائے اس کے کہ انہیں اس غلام یعنی عمار بن یاسر کی کمزوری پہنچے۔ یعنی حضرت عمّار شہید کر دیے جائیں۔ تین دن اور رات شدید جنگ رہی۔ تیسرا دن ہوا تو حضرت عمارؓ نے ہاشم بن عُتبہ بن ابی وقاص سے کہا جن کے پاس اس روز جھنڈا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں مجھے ساتھ لے چلو۔ ہاشم نے کہا اے عمار! آپؓ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ ایسے آدمی ہیں کہ جنگ آپ کو ہلکا اور خفیف سمجھتی ہے۔ مَیں تو جھنڈا اس امید پر لے کر چلوں گا کہ اس کے ذریعہ سے میں اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ اگر مَیں کمزوری دکھاؤں گا تو پھر بھی موت سے امن میں نہیں ہوں۔ وہ برابر ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ انہوں نے سوار کیا۔ اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ پھر حضرت عمارؓ اپنے لشکر میں کھڑے ہوئے۔ ذُوالکَلَاع اپنے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے پر کھڑا ہوا۔ ان دونوں نے آپس میں جنگ کی اور قتل ہوئے۔ دونوں لشکر برباد ہو گئے۔

حضرت عمارؓ پر حَوَیّ السَّکْسَکِیّ اور ابو غَادِیَہ مُزَنی نے حملہ کیا اور ان دونوں نے آپ کو شہید کر دیا

اَبُو الغَادِیہ سے پوچھا گیا کہ انہوں نے قتل کیسے کیا؟ تو اُس نے کہا کہ جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہمارے قریب ہوئے اور ہم ان کے قریب ہوئے تو انہوں نے پکارا کہ کوئی مقابلہ کرنے والا ہے۔ سکاسک یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس میں سے ایک شخص نکل کر آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ پھر حضرت عمارؓ نے سکسکی کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے پکارا کہ اب کون مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ حمیر یمن کے ایک قبیلہ کا نام، اس میں سے بھی ایک شخص مقابلے کے لیے گیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ عمار نے حمیری کو قتل کر دیا۔ حمیری نے ان کو زخمی کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے

پکارا کہ اَور کون مقابلہ کرنا چاہتا ہے؟ میں ان کی طرف نکلا۔ یعنی کہتا ہے غلام اور ہم دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار چلائی۔ ان کا ہاتھ کمزور ہو چکا تھا۔ میں نے ان پر خوب زور سے دوسرا وار کیا جس سے وہ گر پڑے۔ پھر میں نے ان پر تلوار سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ ٹھنڈے ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمارؓ کو شہید کیا گیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے جو شخص حضرت عمار بن یاسر کی شہادت کو غیر معمولی خیال نہیں کرتا اور اسے اس سے رنج نہیں وہ ضرور غیر ہدایت یافتہ ہے۔

عمار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو جس دن وہ اسلام لائے اور اللہ عمار پر رحم کرے جب چار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تھا تو یہ چوتھے ہوتے تھے اور پانچ کے ذکر میں یہ پانچویں ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ کسی ایک یا دو کو بھی اس میں شک نہ تھا کہ عمار کے لیے بہت سے موقعوں پر جنت واجب ہوئی۔ پس عمار کو جنت مبارک ہو اور ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عمار حق کے ساتھ اور حق عمار کے ساتھ ہے۔ عمار جہاں کہیں بھی جائیں گے حق کے ساتھ ہی جائیں گے اور عمار کا قاتل آگ میں ہے۔[720]

سعید بن عبد الرحمٰن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ جُنبی ہوں اور مجھے پانی نہیں ملا۔ تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کہا۔ کیا آپؓ کو یاد نہیں کہ ہم یعنی میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ آپؓ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں تو مٹی میں جانوروں کی طرح لوٹا اور نماز پڑھ لی۔ گویا پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا ذکر کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو صرف اس طرح کافی تھا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے۔ پھر ان پر پھونکا اور اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔[721]

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمارؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مختصر دیا اور بلیغ کلام کیا۔ جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا اے اَبُو یَقظان! آپؓ نے بہت بلیغ کلام کیا ہے لیکن مختصر کیا ہے۔ آپؓ نے اسے لمبا کیوں نہ کیا تو انہوں نے کہا کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ اس کی عقلمندی کی نشانی ہے۔ پس نماز لمبی کرو اور خطبہ مختصر کرو اور یقیناً بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں۔[722]

حسّان بن بلال کہتے ہیں کہ میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو اپنی داڑھی میں خلال کیا۔ یعنی انگلیاں داڑھی پہ پھیریں۔ اُن سے کہا گیا یا راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا: کیا آپ اپنی داڑھی کا خلال کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ **میں داڑھی کا خلال کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی کا خلال کرتے دیکھا ہے۔**[723]

عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس عائشہ رضی اللہ عنہا کی عیب جوئی کی تو انہوں نے کہا۔ دُور ہٹ مردود بد تر۔ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو اذیّت پہنچا رہا ہے۔ [724]

242

حضرت عمارۃ بن حزمؓ

بیعت عقبہ اور تمام غزوات میں شریک

حضرت عُمارہ بن حَزْم۔ حضرت عُمارہؓ اُن ستر صحابہ میں شامل ہیں جو بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے۔ ان کے بھائی حضرت عَمْرو بن حَزْم اور حضرت مُعمَر بن حَزْم بھی صحابی تھے۔

غزوۂ بدر، غزوۂ احد سمیت دیگر تمام غزوات میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنو مالک بن نجار کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔

رسول کریم ﷺ نے عمارہ کی مؤاخات حضرت محرز بن نضلہ سے کروائی، ہجرت کے بعد ان کا بھائی بنایا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جو مرتدین کا فتنہ اٹھا اور انہوں نے جنگ شروع کی مسلمانوں کے ساتھ ان کے خلاف لڑائی میں بھی حضرت خالدؓ بن ولید کے ساتھ یہ شامل ہوئے اور جنگِ یمامہ میں ان کی شہادت ہوئی۔ [725]

ان کی والدہ کا نام خالدہ بنت انس تھا۔ [726]

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں حضرت عمارہ بن حزم کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ دم کریں

ابو بکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن سہل کو سانپ نے کاٹ لیا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں حضرت عمارہ بن حزم کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ دم کریں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو مرنے کے قریب ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم عمارہ کے پاس لے جاؤ وہ دم کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ شفا دے گا۔ [727]

یقیناً آنحضرت ﷺ نے ہی آپ کو یہ دم سکھایا تھا اور دعا سکھائی ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ حضرت عمارہ کے دَم کے محتاج تھے یا آپ نہیں کر سکتے تھے۔ لوگوں کو خاص طور پر بعض کاموں کے لئے مقرر کیا ہوا تھا اور اس کے پیچھے بہر حال قوت قدسی اور برکات آنحضرت ﷺ کی ہی تھیں۔

منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا گیا

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں منافقین آیا کرتے تھے اور مسلمانوں کی باتیں سن کر بعد میں ان کا تمسخر اڑاتے تھے، ان کے دین کا استہزاء کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ سامنے بھی ایسی باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک دن منافقین میں سے کچھ لوگ مسجد نبوی میں جمع ہوئے تو رسول کریم ﷺ نے انہیں آپس میں سرگوشیاں کرتے دیکھا۔ رسول کریم ﷺ نے ان کے متعلق حکم دیا کہ ان کو مسجد سے نکال دو۔ پس وہ مسجد سے نکال دیئے گئے۔

حضرت ابو ایوب، عمر بن قیس کی طرف گئے جو بنو غنم بن مالک بن نجار میں سے تھا اور وہ جاہلیت کے زمانے میں ان کے بتوں کا نگران بھی تھا۔ انہوں نے اسے ٹانگ سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا۔ وہ کہتا جا رہا تھا کہ اے ابو ایوب! کیا تو مجھے بنو ثعلبہ کی مجلس سے نکالے گا؟ پھر آپ رافع بن ودیعہ کی طرف گئے اور وہ بھی بنو نجار میں سے تھا۔ اسے بھی اپنی چادر میں لپیٹا اور زور سے کھینچا اور ایک تھپڑ مار کے اس کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ ابو ایوب کہہ رہے تھے کہ اے خبیث منافق تجھ پر لعنت ہو! رسول کریم ﷺ کی مسجد سے دور چلا جا۔ حضرت عمارہ بن حزم، زید بن عمرو کی طرف گئے اور اس کی داڑھی سے اسے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ پھر حضرت عمارہ نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے سینے پر اتنے زور سے مارے کہ وہ گر گیا۔ اس نے کہا اے عمارہ! تو نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ اس پر حضرت عمارہ نے کہا کہ اے منافق! اللہ تجھے ہلاک کرے۔ جو عذاب اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کیا ہے وہ اس سے زیادہ شدید ہے۔ پس آئندہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے قریب نہ آنا۔[728]

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول کریم ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ آپ ﷺ کی اونٹنی قصویٰ گم ہو گئی۔ صحابہ رسول ﷺ اسے ڈھونڈھنے کے لئے نکلے۔ رسول کریم ﷺ کے پاس حضرت عمارہ بن حزم بھی تھے جو کہ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور بدری صحابی تھے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، اور حضرت عمرو بن حزم کے بھائی تھے۔ بیان کرنے والے پھر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارہ کے ہودج میں زید بن صلت تھا، یعنی وہ ان لوگوں میں شامل تھا جو ان کی سواریوں وغیرہ پہ مقرر تھا، جو اونٹ کی سواری تھی اس پہ ہودج رکھنے والا تھا۔ وہ قبیلہ بنو قینقاع سے تعلق رکھتا تھا اور یہودی تھا۔ اونٹ کی سواری کے لئے بیٹھنے کی جو سیٹ ہوتی ہے اس کو رکھنے والے بعض لوگ مقرر تھے۔ یہودی تھا پھر مسلمان ہوا اور اس نے نفاق ظاہر کیا۔ زید جو مسلمان ہوا تھا لیکن دل میں منافقت تھی بڑا معصوم بن کے پوچھنے لگا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتے ہیں جبکہ وہ خود نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں گئی ہے۔ اس وقت حضرت عمارہ رسول کریم ﷺ کے پاس تھے۔ یہ بات آپ تک بھی کسی طرح پہنچی یا اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً ایک شخص نے کہا ہے کہ محمد ﷺ تم لوگوں کو تو بتاتا ہے کہ وہ نبی ہے اور گمان کرتا ہے کہ وہ تم لوگوں کو آسمان کی خبروں سے آگاہ کرتا ہے جبکہ وہ خود نہیں جانتا کہ اس

کی اونٹنی کہاں ہے۔ اس پہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا ماسوائے اس کے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے۔ غیب کا علم تو میں نہیں جانتا، ہاں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے تو میں بتاتا ہوں۔ اور پھر آپ نے اس منافق کا منہ بند کرنے کے لئے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے خبر بھی دے دی پھر کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹنی کے متعلق بتایا ہے کہ وہ فلاں فلاں گھاٹی میں ہے اور ایک گھاٹی کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی مہار ایک درخت سے اٹک گئی ہے پس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ۔ پس صحابہ گئے اور اسے لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس منافق کا منہ بند کرنے کے لئے یہ بھی آپ کو نظارہ دکھا دیا کہ اونٹنی کہاں ہے اور کس جگہ کھڑی ہے۔

بیہقی اور ابو نُعیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمارہ اپنے ہودج کی طرف گئے اور کہا اللہ کی قسم آج ایک عجیب بات ہوئی ہے۔ ابھی رسول کریم ﷺ نے ہمیں ایک شخص کی بات کے متعلق بتایا جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا تھا۔ یہ واضح ہو گیا کہ جو منافق کی بات تھی اس کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو آگاہ فرمایا تھا اور وہ زید بن صلت کی بات تھی۔ حضرت عمارہ کے ہودج میں سے ایک شخص نے بتایا کہ اللہ کی قسم زید نے آپ کے آنے سے پہلے وہ بات کی ہے جو آپ نے ابھی بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتایا۔ تو زید نے آپ کے آنے سے پہلے بالکل یہی بات تھی۔

اس پر حضرت عمارہ نے زید کو گردن سے دبوچ لیا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگے کہ اے اللہ کے بندو! میرے ہودج میں ایک سانپ تھا اور میں اس کو اپنے ہودج سے باہر نکالنے سے بے خبر تھا اور زید کو مخاطب کر کے کہا کہ آئندہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زید نے بعد میں توبہ کر لی اور بعض کا خیال ہے کہ اسی طرح شرارتوں میں ملوث رہا حتی کہ مر گیا۔[729]

حضرت زیاد بن نُعیم حضرت عمارہ بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ مسلمانوں میں سے ہو گیا اور جس نے ان میں سے ایک بھی چھوڑی تو باقی تین اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ حضرت زیاد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت **عمارہ سے پوچھا کہ وہ چار باتیں کون سی ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ نماز ہے، زکوۃ ہے، روزہ ہے اور حج ہے۔**[730]

ان چاروں باتوں پہ ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہے۔ نماز بھی فرض ہے۔ زکوۃ بھی جن پر فرض ہے ان پر ضروری ہے۔ روزہ بھی صحت کی حالت میں رکھنا ضروری ہے۔ اور حج بھی جن پر فرض ہے ضروری ہے، جو ادا کر سکتے ہیں یہ فریضہ ان کو ادا کرنا ضروری ہے۔ بہر حال ان چاروں باتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اب یہ باتیں اسد الغابہ میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہی کتابیں ہیں، مسلمان خود ہی اپنے مسلمان ہونے کی تعریف بیان کرتے ہیں اور خود ہی ایسے بھی علماء پیدا ہو گئے ہیں جو کفر کے فتوے لگاتے ہیں اور انہوں نے مسلمان ہونے کی اپنی اپنی تعریف بنائی ہوئی ہے۔[731]

243

حضرت عمرو بن ابی سرحؓ

جنگ بدر میں شریک ہونے والے دو بھائی

حضرت عمرو بن ابی سرح ایک صحابی تھے اور واقدی نے ان کا نام معمر بن ابی سرح بیان کیا ہے۔ قبیلہ بنو حارث بن فہر میں سے تھے۔ ابوسعید ان کی کنیت تھی۔ تیس ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت عثمانؓ کے دور میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بھائی حضرت وہب بن ابی سرح مہاجرین حبشہ میں سے تھے۔ دونوں بھائی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔

غزوۂ احد اور غزوۂ خندق اور دیگر مشاہد میں بھی آنحضور ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ ان کی نسل کوئی نہیں چلی۔[732]

مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان پر آکر قیام کیا۔[733]

244

حضرت عمرو بن ایاسؓ

حضرت عَمْرو بن اِیَاس ؓ۔ حضرت عَمْرو ؓ یمن سے تعلق رکھتے تھے اور انصار کے قبیلہ بنو لَوْذَان کے حلیف تھے۔ ان کے والد کا نام اِیَاس بن عمرو تھا۔ دونوں ایک اَور قول، روایت یہ بھی ہے کہ ان کے دادا کا نام زید تھا۔

حضرت عمروؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت عمروؓ حضرت رَبِیع بن اِیَاس ؓ اور حضرت وَرَقَہ بن اِیَاس ؓ کے بھائی تھے اور ان تینوں بھائیوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔[734]

245

حضرت عمرو بن ثعلبہ انصاریؓ

حضرت عمرو بن ثعلبہ انصاری صحابی ہیں۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو عدی سے تھا۔ اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھے۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

حضرت عمرو بن ثعلبہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سیالہ مقام پر ملا اور یہاں پر اسلام قبول کیا اور آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔

وضّاح بن سلمہ ایک صحابی ہیں وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ **سو سال کی عمر میں بھی حضرت عمرو بن ثعلبہ کے سر پر جس جگہ رسول کریم ﷺ نے ہاتھ پھیرا تھا وہاں بال سفید نہ ہوئے تھے۔**[735]

246

حضرت عمرو بن حارثؓ

حضرت عَمرو بن حارثؓ۔ حضرت عَمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو حارث سے تھا۔
بعض نے آپؓ کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ دیگر آپؓ کا نام عامر بھی بیان کرتے ہیں۔
آپؓ کی کنیت ابو نَافِع تھی۔
حضرت عَمروؓ نے شروع میں ہی مکہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔
آپؓ ہجرتِ حبشہ ثانیہ میں شامل تھے۔
آپ کو غزوۂ بدر میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔[736]

247

حضرت عمرو بن سراقہ بن المُعْتَمِر ؓ

نام و نسب

حضرت عمرو بن سراقہ بن المُعْتَمِر۔ ان کا پورا نام حضرت عمرو بن سراقہ بن مُعْتَمِر جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ ان کی والدہ کا نام قدامہ بنت عبد اللہ بن عمر تھا۔ بعض کے نزدیک ان کی والدہ کا نام آمنہ بنت عبد اللہ بن عمیر بن اُھَیب تھا۔ حضرت عمرو بن سراقہ کا تعلق قبیلہ بنو عدی سے تھا اور حضرت عبد اللہ بن سراقہ آپ کے بھائی تھے۔

ہجرت مدینہ و مؤاخات

حضرت عمرو بن سراقہ اپنے بھائی حضرت عبد اللہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت رفاعہ بن عبد المنذر انصاری نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔[737]

آنحضور ﷺ نے حضرت عمرو بن سراقہ کی حضرت سعد بن زید کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔[738]

تمام غزوات میں شرکت

حضرت عمرو بن سراقہ نے غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں سریہ نخلہ پر بھیجا اور ہمارے ساتھ حضرت عمرو بن سراقہ بھی تھے۔ آپ کا جسم دبلا اور قد لمبا تھا۔ **دوران سفر حضرت عمرو بن سراقہ پیٹ پکڑ کر بیٹھ گئے، کیونکہ کھانے پینے کا وہاں کچھ نہیں تھا، بھوک کی شدت کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے۔ کہتے ہیں ہم نے ایک پتھر لے کر آپ کے پیٹ کے ساتھ کس کر باندھ دیا پھر آپ ہمارے ساتھ چلنے لگے۔** پھر ہم عرب کے ایک قبیلہ میں پہنچے تو قبیلہ والوں نے ہماری ضیافت کی۔ اس کے بعد پھر آپ چل پڑے۔ حس مزاح بھی تھی صحابہ میں تو وہاں سے کھانا کھانے کے بعد جب چل پڑے تو حضرت عمرو بن سراقہ کہنے لگے کہ پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ انسان کی دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ کو اٹھاتی ہیں لیکن آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ اصل میں پیٹ ٹانگوں کو اٹھاتا ہے۔ خالی پیٹ ہو تو آدمی چل نہیں سکتا۔

حضرت عمر نے آپ کو خیبر کی زمین کا ایک حصہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت عمروؓ بن سراقہ کی وفات جیسا کہ میں نے کہا حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوئی۔[739]

248

حضرت عمرو بن عوفؓ / عمیر بن عوفؓ

نام و نسب و کنیت

ان کا نام حضرت عمرو بن عوفؓ ہے۔ حضرت عمروؓ کا نام عمیر بھی ملتا ہے اور والد کا نام عوف تھا۔ حضرت عمروؓ کی کنیت ابو عمرو تھی۔ ان کی ولادت مکے میں ہوئی اور ابن سعد کے مطابق یہ یمن سے تھے۔[740]

یعنی یمن کے رہنے والے تھے۔ مؤرخین نے اور سیرت نگاروں نے اور محدثین نے ان صحابی کے نام کے بارے میں مختلف رائے دی ہیں اور ان کے بارے میں بہت زیادہ اشتباہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، ابن اسحاق، ابن سعد، علامہ ابن عبدالبرؒ، علامہ ابن اثیر جزری وغیرہ نے ان کا نام عمرو بیان کیا ہے جبکہ ابن ہشام، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر محمد بن عمر واقدی وغیرہ نے ان کا نام عمیر بیان کیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی یہ دونوں صحیح بخاری کے شارح بھی ہیں۔ ان کی تشریح لکھی ہے ان کے مطابق عمرو بن عوف اور عمیر بن عوف دونوں ہی ایک شخص کے نام ہیں۔[741]

امام بخاری کے مطابق حضرت عمرو بن عوفؓ انصاری قریش کے قبیلہ بنو عامر بن لوئی کے حلیف تھے جبکہ ابنِ ہشام اور ابنِ سعد نے انہیں قریش کے خاندان بنو عامر بن لوئی سے قرار دیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی جو بخاری کے شارح ہیں انہوں نے اس کی تطبیق کی ہے۔ اس کو (دونوں مختلف بیانوں کو) اس طرح اس کے ساتھ آپس میں ملایا ہے کہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں حضرت عمرو بن عوفؓ انصار کے قبیلہ اوس یا خزرج میں سے تھے اور انہوں نے مکے جا کر قیام کیا تھا اور وہاں بعض لوگوں کے حلیف ہوئے تھے اور اس اعتبار سے وہ انصاری بھی ہوئے اور مہاجر بھی ہوئے۔[742]

حضرت عمرو بن عوفؓ قدیمی اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔[743]

حضرت عمرو بن عوفؓ نے مکے سے ہجرتِ مدینہ کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن الہدمؓ کے ہاں قیام کیا۔ حضرت عمرو بن عوفؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ دیگر تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔[744]

حضرت عمرو بن عوفؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور ان کی نمازِ جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔[745]

249

حضرت عمرو بن معاذ بن نعمانؓ

اپنے بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

نام و نسب و کنیت

حضرت عَمرو بن مُعاذ بن نُعمان اَوسی ؓ ایک صحابی تھے۔ حضرت عَمروؓ کے والد کا نام مُعاذ بن نُعمان اور ان کی والدہ کا نام کَبْشَہ بنتِ رَافِع تھا۔ حضرت عَمرو بن مُعاذ انصاریؓ اَشْہَلِی قبیلہ اَوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کے بھائی ہیں۔ انصار کے قبیلہ بنو عبد الاشہل سے تعلق رکھنے والوں کو اَشْہَلِی بھی کہا جاتا تھا۔ اس قبیلے سے ایک کثیر جماعت نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عَاصِم بن عُمَر بن قَتَادہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے حضرت عمرو بن معاذؓ اور مکے سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے والے حضرت عُمیر بن ابو وقاصؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔ عُمَیر بن ابو وقاصؓ، حضرت سعد بن ابو وقاصؓ کے بھائی تھے۔

حضرت عَمرو بن مُعاذؓ اپنے بھائی حضرت سعدؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

جنگ احد میں شہادت

حضرت عَمرو بن مُعاذؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ انہیں ضِرَار بن خَطَّاب نے شہید کیا۔ ضِرَار بن خَطَّاب نے جب حضرت عمرو بن معاذؓ کو نیزہ گھونپا جو ان کے جسم کے آر پار ہو گیا تو ان سے بطور استہزاء کہا کہ دیکھنا تم سے وہ شخص نہ چھوٹنے پائے جو حُورٌ عِین سے تمہاری شادی کرائے۔ اس وقت ضِرار نے بڑا طنزیہ لفظ استعمال کیا۔ ضرار مسلمان نہیں ہوئے تھے اور فتح مکہ کے دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت عَمرو بن معاذؓ کی عمر شہادت کے وقت 32 سال تھی۔ ضِرَار بن خَطَّاب بن مِرْدَاس کے والد خَطَّاب اپنے زمانے میں بَنُو فِہْر کے رئیس تھے۔ اپنی قوم کے لیے ایک مسافر خانہ بنایا ہوا تھا۔

ضِرَار جنگ فجار کے دن بنو محارب بن فہر کے سردار تھے۔ قریش کے شہ سواروں، بہادروں اور شیریں کلام شاعروں میں سے تھے۔ یہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے خندق پار کی تھی۔

ابنِ عساکر دمشقی نے تاریخ دمشق میں ان کا نام، بطور صحابی کے ان کا ذکر کیا ہے۔ ضرار حضرت ابو عبیدہ کے ہمراہ فتوحاتِ شام میں شریک تھے اور فتح مکہ کے دن انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ان کا اسلام لانا مشہور ہے اور ان کی نظم و نثر ان کے اسلام پر دلالت کرتی ہے۔[746]

250

حضرت عمرو بن معبدؓ

نام و نسب

حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ کا نام عمیر بن مَعْبَدؓ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے والد کا نام مَعْبَد بن أَزْعر تھا۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو ضُبَیْعہ سے تھا۔[747]

تمام غزوات میں شامل

حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ غزوۂ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ شریک ہوئے۔ حضرت عَمْرو بن مَعْبَدؓ **غزوۂ حنین کے روز ان سو بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے والے صحابہ میں سے تھے جن کے رزق کا کفیل اللہ تعالیٰ ہو گیا تھا۔**[748]

جو آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ کھڑے رہے۔ ایک روایت میں یہ بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن ہماری صورتِ حال یہ تھی کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں پیٹھ پھیرے ہوئے تھیں اور رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سو آدمی بھی نہیں تھے۔[749]

غزوۂ حنین کے موقعے پر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ہم راہ ثابت قدم رہنے والے صحابہ کی تعداد کے متعلق مختلف آرا ہیں۔ ان کے مطابق ایسے صحابہ کی تعداد اسّی اور سو کے درمیان تھی۔[750]

بعض کہتے ہیں سو تھی، بہر حال یہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔[751]

251

حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ

نام و نسب

حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص ایک بدری صحابی تھے جن کی ولدیت ابو وقاص مالک بن اُھَیب تھی۔ ان کی شہادت غزوہ بدر 2 ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے

اور ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان تھا۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو زھرہ سے تھا اور جیسا کہ ذکر ہوا بدر کی جنگ میں انہوں نے شرکت کی اور وہیں ان کی شہادت ہوئی۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عمیر اور عمرو بن معاذ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[752]

بعض کا خیال ہے کہ حضرت عمیر بن ابی وقاص اور حضرت خبیب بن عدی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[753]

جنگ بدر میں شہادت

ان کی شہادت کے واقعہ کا اور جنگ بدر میں شامل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ:

مدینہ سے تھوڑی دور نکل کر آنحضرت ﷺ نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور فوج کا جائزہ لیا۔ کم عمر بچے جو آنحضرت ﷺ کی ہمرکابی کے شوق میں ساتھ چلے آئے تھے ان کو واپس بھیجا گیا۔ سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی عمیر بھی چھوٹی عمر کے تھے۔ کمسن تھے۔ انہوں نے جب بچوں کی واپسی کا حکم سنا تو لشکر میں اِدھر اُدھر چھپ گئے لیکن آخر ان کی باری آئی اور **آنحضرت ﷺ نے ان کی واپسی کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر عمیر رونے لگ گئے اور آنحضرت ﷺ نے پھر ان کے غیر معمولی شوق کو دیکھ کر انہیں بدر میں شامل ہونے کی اجازت دی۔**[754]

جنگ میں شریک ہونے کا جوش و جذبہ

تاریخ کی ایک اور کتاب میں ان کا ذکر اس طرح ملتا ہے کہ:

عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی جانب روانہ ہونے کے لئے ہمارا معائنہ فرماتے میں نے اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص کو دیکھا کہ وہ چھپتے پھر رہے تھے۔ اس پر میں نے ان سے پوچھا اے بھائی تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے دیکھ لیں گے تو بچہ سمجھ کر واپس بھیج دیں گے۔ میں جنگ کے لئے جانا چاہتا ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمادے۔

پس جب یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں چھوٹا سمجھ کر واپس جانے کا ارشاد فرمایا تو عمیر رونے لگ گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے انہیں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔[755]

ان کی تلوار بڑی تھی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ان کی تلوار کی نیام باندھی۔[756]

حضرت عمیر بن ابی وقاص غزوہ بدر میں جب شہید ہوئے اس وقت آپ سولہ سال کے تھے۔[757]

سولہ سال کی عمر بھی ایسی تھی جس میں قد کاٹھ بیشک چھوٹا ہو گا اور آنحضرت ﷺ نے عموماً بچوں کو جنگ کی اجازت نہیں دی۔[758]

ایک روایت میں ہے کہ **حضرت عُمَیر بن ابی وقاصؓ** کو عمرو بن عبد وُدّ نے شہید کیا تھا۔[759]

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو عاص بن سعید نے شہید کیا تھا۔[760]

(252)

حضرت عمیر بن حمامؓ

نام و نسب

حضرت عُمَیر بِن حُمَام ؓ حضرت عُمَیر بِن حُمَام ؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بَنُو سَلَمَہ کے خاندان بَنُو حَرَام بن کَعْب سے تھا۔[761]

حضرت عُمیر کے والد کا نام حُمَام بِن جَمُوح اور والدہ کا نام نُوَار بِنتِ عَامِر تھا۔[762]

بدر کی جنگ میں شہادت

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عُمَیر بِن حُمَام، حضرت عُبَیْدَہ بن حَارِثْ مُطَّلِبی کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی جنہوں نے مکے سے مدینہ ہجرت کی۔ یہ دونوں بدر کے دن شہید ہونے والوں میں شامل تھے۔[763]

کھجوریں پھینک دیں اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے

غزوہ بدر کے موقعے پر جب مشرک قریب آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس جنت کے لیے آگے بڑھو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عُمَیر بن حُمَام ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ کیا آپؐ یہ فرما رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا بَخٍ بَخٍ! یعنی واہ واہ! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم بَخٍ بَخٍ کیوں کہہ رہے ہو، کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں صرف اس خواہش کی وجہ سے کہہ رہا ہوں کہ میں جنت کے باشندوں میں سے ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے باشندوں میں سے ہو۔

حضرت عُمَیر بن حُمَام ؓ نے اپنی ترکش سے کھجوریں نکالیں اور انہیں کھانے لگے۔ پھر آپؓ نے فرمایا اگر میں اپنی یہ کھجوریں کھانے تک زندہ رہوں تو یہ بڑی لمبی زندگی ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر آپؓ نے وہ کھجوریں جو آپ کے پاس تھیں پھینک دیں اور کفار سے یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئے۔[764]

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت عُمَیر بن حُمَام یہ رجزیہ شعر پڑھ رہے تھے کہ:

رَكْضًا اِلَى اللهِ بِغَيْرِ زَادِ　　اِلَّا التُّقٰى وَ عَمَلَ الْمَعَادِ
وَالصَّبْرَ فِي اللهِ عَلَى الْجِهَادِ　　اِنَّ التُّقٰى مِنْ اَعْظَمِ السَّدَادِ
وَ خَيْرُ مَا قَادَ اِلَى الرَّشَادِ　　وَ كُلُّ حَيٍّ فَاِلٰى نَفَادِ

کہ اللہ کی طرف سوائے تقویٰ اور آخرت کے اور کچھ زادِ راہ نہیں لے جاتا اور اللہ کی راہ میں جہاد پر ثابت قدم رہتا ہوں۔ بے شک تقویٰ عمدہ چیز ہے اور سب سے بہتر ہدایت کی طرف رہنما ہے اور سب زندہ فنا ہونے والے ہیں۔[765]

اسلام میں انصار کی طرف سے سب سے پہلے شہید حضرت عُمَیر بن حُمَام ؓ ہیں۔ انہیں خَالِد بن اعلَم نے شہید کیا یا بعض کے نزدیک سب سے پہلے انصاری شہید حضرت حارثہ بن قیسؓ تھے۔ دو روایتیں ہیں۔ بہرحال یہ دو بدر کے شہید تھے۔[766]

253

حضرت عمیر بن عامرؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عُمَیر بن عَامِر اَنْصَارِی ہے۔ ان کی کنیت ابوداؤد تھی اور ان کے والد عَامِر بن مالک تھے۔ حضرت عُمَیر کے والد کا نام عَامِر بن مالک تھا۔ آپ کی والدہ کا نام نائلہ بنت ابی عاصم تھا۔ حضرت عُمَیر کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت عُمَیر اپنی کنیت ابوداؤد سے زیادہ مشہور ہیں۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ شامل تھے۔[767]

بیعت عقبہ کے لئے جانا

حضرت اُمّ عمارہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوداؤد مَازِنی یعنی حضرت عُمَیر اور حضرت سُلَیط بن عَمْرو دونوں بیعت عقبہ میں حاضر ہونے کے لئے نکلے تو انہیں معلوم ہوا کہ لوگ بیعت کر چکے ہیں۔ اس پر انہوں نے بعد میں حضرت اَسْعَد بن زُرَارَۃ کے ذریعہ سے بیعت کی جو عقبہ کی رات نُقَبَاء میں سے

تھے۔[768] ایک نقیب مقرر کئے گئے تھے۔ سردار مقرر کئے گئے تھے۔ ان کے ذریعہ سے پھر انہوں نے بیعت کی۔

ایک روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں اَبُوالْبَخْتَرِی کو قتل کرنے والے حضرت عُمَیر بن عَامِر تھے۔[769]

(254)

حضرت عنترہ مولیٰ سلیمؓ

نام و نسب

حضرت عَنْترہ مولیٰ سُلَیم ؓ حضرت عَنْترۃ حضرت سُلَیم بن عمروؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت عَنْترہ سُلَمِی ذَکوانِی تھے اور وہ قبیلہ بنو سَوَاد بن غَنَم کے حلیف تھے جو انصار کی ایک شاخ تھی۔

حضرت عَنْترہ ؓ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز شہید ہوئے۔ انہیں نَوفَل بن مُعَاوِیہ دِیلِی نے شہید کیا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عنترہ کی وفات جنگ صِفّین میں حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں 37 ہجری میں ہوئی۔[770]

(255)

حضرت عوف بن حارث بن رفاعہ انصاریؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عوف بن حارث بن رِفَاعَہ انصاریؓ۔ روایات میں آپ کا نام عوف بن حارث اور عوف بن عفراء بیان ہوا ہے۔ عفراء آپ کی والدہ کا نام تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو نَجّار سے تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ حضرت عوفؓ کے بھائی تھے۔

سب سے پہلے مکہ آکر بیعت کرنے والوں میں سے

حضرت عوف انصار کے ان چھ افراد میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکہ آکر بیعت کی۔ آپؓ بیعت عقبہ میں بھی شامل تھے۔

جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو حضرت اَسْعَدْ بن زُرَارَہؓ اور حضرت عُمَارَہ بن حَزْمؓ کے ساتھ مل کر بنو مالک بن نجار کے بت توڑے۔

زرہ اتار کر بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے

غزوۂ بدر کے دن جب جنگ جاری تھی تو حضرت عوف بن عفراءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کس بات سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس بات سے کہ اس کا ہاتھ جنگ میں مصروف ہو اور زرہ کے بغیر بے خوف لڑ رہا ہو۔ یعنی اگر جنگ کے میدان میں ہے تو پھر بے خوف ہونا چاہیے۔ اس پر حضرت عوف بن عفراءؓ نے اپنی زرہ اتار دی اور آگے بڑھ کر لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ غزوۂ بدر میں ابو جہل نے عوف بن حارث اور آپؓ کے بھائی حضرت معوذ کو شہید کیا تھا۔

حدیث اور سیرت کی کتب میں غزوۂ بدر میں ابو جہل پر حملہ کرنے والے صحابہ کے مختلف نام ملتے ہیں ان میں حضرت عوف بن عفراء کا نام بھی آتا ہے۔ یہ پہلے بھی ایک دفعہ ذکر کر چکا ہوں۔ [771]

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ان کا نام عوف بن حارث تھا۔ [772]

عام طور پہ یہ دونوں نام ان کے بولے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ ابو جہل کے قتل میں بھی شریک تھے اور ان کی شہادت بدر میں ہوئی۔ [773]

(256)

حضرت عویم بن ساعدہؓ

نام و نسب

حضرت عُوَیم بن سَاعِدہؓ۔ حضرت عُوَیم بن ساعِدہؓ کا تعلق قبیلہ اَوس کی شاخ بنو عمرو بن عوف سے تھا۔

بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں شامل

حضرت عویمؓ بیعت عَقَبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شریک ہوئے۔

سیرت خاتم النبیینؐ میں جو حوالہ ہے اس کے مطابق بیعت عقبہ اولیٰ سے قبل مدینہ کے انصار کا ایک گروہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لایا تھا جن کی تعداد چھ تھی اور بعض روایات میں آٹھ افراد کا بھی ذکر ملتا

ہے۔ ان میں حضرت عُوَیم بن ساعِدہ ؓ بھی شامل تھے۔ طبقات الکبریٰ کے مطابق ہجرت مدینہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عُوَیم بن ساعِدہ ؓ سے حضرت عمرؓ کی اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت حاطِب بن ابی بَلْتَعَہ کی مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

اہل جنت میں سے.........

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عُوَیم بن ساعِدہ ؓ **اللہ کے بندوں میں سے کیا ہی اچھا بندہ ہے اور وہ اہل جنت میں سے ہے۔**

ایک روایت کے مطابق جب یہ آیت نازل ہوئی کہ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (التوبۃ:108) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عُوَیم بن ساعِدہ ؓ کیا ہی اچھا بندہ ہے۔ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہے۔[774]

اس آیت فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ کا ترجمہ یہ ہے کہ اس میں آنے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ بالکل پاک ہو جائیں اور اللہ کامل پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

تمام غزوات میں شامل

حضرت عُوَیم بن ساعِدہ ؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ عَاصِم بن سُوَید ؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عُوَیم بن ساعِدہ ؓ کی بیٹی عُبیدہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب حضرت عُوَیم بن ساعِدہ ؓ کی قبر پر کھڑے تھے تو انہوں نے فرمایا دنیا میں **کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس صاحبِ قبر سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے جو بھی جھنڈا گاڑا گیا عُوَیم اس کے سائے تلے ہوتے تھے۔**[775]

ایک روایت

ایک روایت میں آتا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں حارِث کے باپ سُوَید نے حضرت مُجَذَّر کے باپ زِیاد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ایک دن مقتول کے بیٹے حضرت مُجَذَّر نے سُوَید پر قابو پا لیا اور انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالا۔ یہ دونوں واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں اور یہی واقعہ جنگ بُعَاث جو اَوس اور خزرج کے درمیان جنگ تھی اس کا سبب بنا تھا۔ اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو دونوں مقتولوں کے بیٹوں نے، یعنی حارِث بن سُوَید اور حضرت مُجَذَّر بن زِیاد ؓ، اسلام قبول کر لیا، مسلمان ہو گئے، اور دونوں ہی غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ **اس روایت کی تصدیق کہاں تک ہے؟** بہرحال یہ روایت ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی حارِث بن سُوَید موقع کی تلاش میں رہا کرتے تھے کہ اپنے والد کے بدلے میں حضرت مُجَذَّر ؓ کو قتل کریں لیکن اسے ایسا موقع نہ میسر آ سکا۔ غزوۂ احد

میں جب قریش نے مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کیا تو حارِث بن سُوَید نے پیچھے سے حضرت مُجَذَّر کی گردن پر وار کر کے انہیں شہید کر دیا اور ایک قول کے مطابق یہ بھی ہے کہ حارِث بن سُوَید نے حضرت قیس بن زید ؓ کو بھی شہید کیا تھا۔ غزوۂ حمراء الاسد سے واپسی پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر آپ کو بتایا کہ حارِث بن سُوَید اس وقت قبا میں موجود ہے۔ حارِث بن **سُوَید نے حضرت مُجَذَّر بن زیاد ؓ کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے** اور آنحضرت ﷺ کو کہا کہ آپ حارِث بن سُوَید کو حضرت مُجَذَّر بن زِیاد ؓ کے بدلے میں قتل کریں۔ رسول کریم ﷺ یہ بات سن کے فوراً قبا تشریف لے گئے اور عام طور پر اس وقت آپؐ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اس وقت قبا میں سخت گرمی تھی۔ آپؐ وہاں پہنچے تو قبا میں مقیم انصاری مسلمان آپ کے پاس آکر جمع ہو گئے جن میں حارِث بن سُوَید بھی تھا جو ایک یا دو زرد رنگ کی چادریں لپیٹے ہوئے تھا۔ حضرت عُوَیمر بن ساعِدہ ؓ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد پر مسجد قبا کے دروازے پر حارِث بن سُوَید کو قتل کیا۔ سیرۃ الحلبیہ میں ان صحابی کا نام جن کا ذکر ہو رہا ہے عُوَیم کے بجائے عُوَیمر بھی لکھا ہوا ہے جبکہ طبقات ابن سعد اور باقی جگہوں میں آپؓ کا نام عُوَیم بن ساعدۃ ہی ہے۔ بہر حال ایک اَور روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عُوَیم بن سُوَید کو قتل کرنے کا، مارنے کا نہیں فرمایا تھا جس نے مسلمان کو دھوکے سے شہید کیا تھا۔ دونوں ہی مسلمان تھے۔ قتل کا بدلہ قتل لیا گیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا تھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حارِث نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے مُجَذَّر کو قتل کیا ہے مگر اس وجہ سے نہیں کہ مَیں اسلام سے پھر گیا ہوں، نہ اس لیے کہ مجھے اسلام کی سچائی میں کوئی شبہ ہے بلکہ اس لیے کہ شیطان نے مجھے غیرت اور عار دلائی تھی اور اب میں اپنے اس فعل سے خدا اور اس کے رسولؐ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور مقتول کا خون بہا دینے کے لیے تیار ہوں اور مسلسل دو مہینے روزے رکھوں گا اور ایک غلام کو آزاد کروں گا مگر رسول اللہ ﷺ نے حارِث کی اس معافی کو قبول نہیں کیا اور اسے قتل کی سزا دی گئی۔[776] یہ روایت سیرۃ الحلبیہ کی ہے۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ حضرت عویمؓ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ یہ روایت ابو عمر کی ہے لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں 65 یا 66 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔[777]

257

حضرت عِیَاض بن زُہَیْرؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت عِیَاض بن زُہَیْر ؓ ان کی کنیت ابو سعد تھی۔ حضرت عِیَاض ؓ کی والدہ کا نام سَلْمٰی بنتِ عَامِر تھا۔ آپؓ کا تعلق فِہر قبیلہ سے تھا۔

ہجرت حبشہ اور مدینہ میں شامل

آپؓ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شامل ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر مدینہ ہجرت کی اور حضرت کُلْثُوم بن الہِدْم ؓ کے ہاں قیام کیا۔

آپؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں شرکت کی۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تیس ہجری میں مدینہ میں آپؓ نے وفات پائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ کی وفات شام میں ہوئی۔[778]

258

حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت قتادہ بن نعمان انصاریؓ کا۔ حضرت قتادہؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو ظفر سے تھا۔ ان کے والد کا نام نعمان بن زید اور والدہ کا نام اُنَیسہ بنت قیس تھا۔ حضرت قتادہؓ کی کنیت ابو عمر کے علاوہ ابو عمرو اور ابو عبداللہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ حضرت قتادہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ کے اخیافی بھائی تھے یعنی والدہ کی طرف سے بھائی تھے۔

بیعت عقبہ اولیٰ میں شامل

حضرت قتادہؓ کو ستر انصاری صحابہ کے ہمراہ بیعتِ عقبہ میں شمولیت کی توفیق ملی۔ البتہ دوسری روایت جو علامہ ابن اسحاق کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ عقبہ میں شامل ہونے والے انصاری صحابہ میں یہ نہیں تھے یا انہوں نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر اندازوں میں سے

حضرت قتادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تیر اندازوں میں سے تھے اور غزوۂ بدر، احد، غزوۂ خندق اور بعد کے دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شمولیت کی توفیق ملی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈیلے کو اپنے ہاتھ سے واپس رکھ دیا اور بینائی لوٹ آئی

غزوۂ احد کے روز حضرت قتادہؓ کی آنکھ پر تیر لگا جس سے ان کی آنکھ کا ڈیلا بہ کر باہر آگیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ تیر لگا ہے تو میرا ڈیلا باہر آگیا ہے اور بات یہ ہے کہ میں اپنی بیوی سے بڑی محبت کرتا ہوں۔ اگر اس نے میری آنکھ کو اس طرح دیکھا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھ سے نفرت نہ کرنے لگے۔ وہ کہتے ہیں کہ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈیلے کو اپنے ہاتھ سے واپس رکھ دیا اور صحیح جگہ پر قائم ہو گیا اور بینائی لوٹ آئی۔ اور بڑھاپے میں بھی دونوں آنکھوں میں سے یہ والی آنکھ زیادہ قوی اور زیادہ صحیح تھی۔** ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آنکھ میں اپنا لعاب لگایا تھا اس کے نتیجے میں وہ دونوں میں سے حسین تر ہو گئی۔[779]

جب بھی کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتا تو میں اپنا سر اس کے آگے کر دیتا

حضرت قتادہؓ بیان کرتے ہیں، یہ خود انہوں نے اس واقعہ کی اپنی تفصیل بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمان بطور ہدیہ دی گئی تو وہ غزوۂ احد کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی۔ میں اس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا وَتر یعنی کمان کی جو ڈور ہوتی ہے وہ ٹوٹ گئی۔ میں اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے سامنے رہا۔ عموماً حضرت طلحہؓ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کا بھی ذکر ہے۔ کہتے ہیں مَیں سامنے کھڑا رہا۔ جب بھی کوئی تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتا تو میں اپنا سر اس کے آگے کر دیتا تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے لیے ڈھال بن سکوں۔ اس وقت میرے پاس کوئی تیر نہیں تھا جسے میں چلا سکتا۔ اسی دوران ایک تیر میری آنکھ پر لگا جس سے میری آنکھ کا ڈیلا نکل کر میری گال پر آگیا اور جتھہ منتشر ہو گیا۔ اس عرصے میں جب یہ جتھہ جو حملہ آور تھا منتشر بھی ہو گیا تو اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے ڈیلے کو پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ پر رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قریب ہی تھا تو وہیں لے گیا۔ **پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرے ہاتھ میں دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا اے اللہ! قتادہ نے اپنے چہرے کے ذریعے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے۔ پس تُو اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ نظر والی بنا دے۔ چنانچہ وہ آنکھ دونوں میں سے زیادہ خوبصورت اور دونوں میں سے نظر کے اعتبار سے زیادہ تیز تھی۔**[780]

انہوں نے خود جو بیان کیا ہے وہاں بیوی کی محبت کا کوئی نہیں لکھا کہ اس لیے وہ مجھ سے نفرت

کرے گی۔ تاریخ دانوں نے وہ واقعہ لکھا ہے جو پہلے میں نے بیان کیا تھا۔ واقعہ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے یا ویسے ہی۔ بہرحال یہ جو روایت ہے اس میں بیوی کا یہ حوالہ کوئی بھی نہیں آتا لیکن بہرحال جنگ کے دوران آنکھ باہر آگئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو واپس اس جگہ پر رکھ دیا اور ان کی نظر وہیں دوبارہ بحال بھی ہو گئی اور بڑی اچھی ہو گئی **اور اسی وجہ سے بعد میں حضرت قتادہ "ذوالعین" یعنی آنکھ والے کے لقب سے بھی مشہور ہو گئے۔**[781]

تمام غزوات میں شامل

حضرت قتادہؓ غزوۂ خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ **فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنو ظَفَر کا جھنڈا حضرت قتادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔**

وفات

حضرت قتادہؓ نے 65 سال کی عمر میں 23 ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے مدینے میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر میں ان کے اخیافی بھائی حضرت ابوسعید خدریؓ اور محمد بن مسلمہؓ اور حارث بن خُزَمَہؓ اترے اور ایک روایت کے مطابق **حضرت عمرؓ بھی قبر میں اترنے والوں میں شامل تھے۔** حضرت قتادہؓ کے ایک پوتے کا نام عاصم بن عمر تھا جو علم الانساب کا ماہر تھا یعنی قبیلوں کے خاندانوں اور نسلوں کا جو علم ہوتا ہے اور اس سے علامہ ابن اسحاق نے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔[782]

ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کمان تھی جس کا نام کُتُوم تھا اور وہ نَبع ایک درخت ہے جس سے تیر بنائے جاتے ہیں، اس سے بنی ہوئی تھی اور یہ وہ کمان تھی جو غزوۂ احد کے روز حضرت قتادہؓ کے ہاتھ سے کثرتِ استعمال کی وجہ سے ٹوٹی تھی۔[783]

ایک چوری کا واقعہ

حضرت قتادہ بن نعمانؓ کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک خاندان ایسا تھا جنہیں بَنُو اُبَیْرَق کہا جاتا تھا۔ ان میں تین بھائی تھے بِشر، بَشِیر اور مبشر۔ بَشِیر منافق تھا۔ شعر کہتا تھا اور اشعار کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ہجو کرتا تھا۔ بظاہر یہ مسلمان تھا لیکن بعض عمل اس کے ایسے نہیں تھے۔ پھر ان کو بعض عرب کی طرف سے منسوب کر کے کہتا تھا کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے یہ شعر سنا جو وہ شعر کہتا تھا تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ شعر اسی بدباطن شخص نے کہا ہوا ہے اور انہوں نے یعنی صحابہ نے کہا کہ یہ اشعار ابن اُبَیْرَق کے کہے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں ہی میں محتاج اور فاقہ زدہ لوگ تھے۔ کوئی ان میں تبدیلی نہیں پیدا ہوئی۔ کام نہیں کرتے تھے یا محنت نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے بہرحال بہت زیادہ غریب تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ مدینے میں لوگوں کا کھانا کھجور اور جَو ہی ہوتا تھا۔ جب کوئی شخص مال دار ہو جاتا اور کوئی غلّوں کا تاجر شام سے سفید آٹا لے کر

آتا، پیسا ہوا باریک آٹا تو وہ مال دار شخص اس میں سے کچھ خرید لیتا اور اسے اپنے کھانے کے لیے مخصوص کر لیتا۔ لیکن اس کے بال بچے جو تھے وہ کھجور اور جَو ہی کھاتے رہتے تھے۔ کہتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ جب ایک غلے کا تاجر شام سے آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کی، سفید آٹے کی ایک بوری خریدی اور اسے اپنے گودام میں رکھ دیا۔ اس گودام میں ہتھیار اور زرہ اور تلوار بھی رکھی ہوئی تھی، اسلحہ بھی رکھا ہوا تھا۔ کہتے ہیں ان پر ظلم یہ ہوا کہ اس گودام میں نقب لگائی گئی اور دیوار توڑ کے اندر چور آ گئے اور راشن اور ہتھیار سب کا سب چرا لیا گیا۔ صبح کے وقت میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے بھتیجے! آج کی رات تو میرے پر بڑا ظلم کیا گیا ہے۔ ہمارے گودام میں نقب لگائی گئی ہے۔ ہمارا راشن اور ہمارے ہتھیار سب کچھ چرا لیے گئے ہیں۔ ہم نے محلے میں پتا لگانے کی کوشش کی ہے اور لوگوں سے پوچھ گچھ کی ہے تو ہم سے کہا گیا کہ ہم نے بنو اُبَیرِق کو آج رات دیکھا ہے، انہوں نے آگ جلا رکھی تھی اور ہمارا خیال ہے کہ تمہارے ہی کھانے پر وہ جشن منا رہے ہوں گے یعنی چوری کا مال پکا کر کھا رہے ہوں گے۔ جب ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے تو بنو ابیرق نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں تو تمہارا چور لبید بن سہل ہی لگتا ہے، کسی اَور کا نام لگا دیا۔ کہتے ہیں کہ لبید ہم میں سے ایک صالح مرد اور مسلمان شخص تھے۔ جب لبید نے یہ سنا کہ بنو ابیرق اس پہ چوری کا الزام لگا رہے ہیں تو انہوں نے اپنی تلوار سونت لی اور کہا کہ مَیں چور ہوں؟ اللہ کی قسم! میری یہ تلوار تمہارے بیچ رہے گی یا پھر تم اس چوری کا پتا لگا کر دو گے۔ بڑے غصّے میں کہا کہ اب یہ فیصلہ ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ جناب آپ اپنی تلوار دور رکھیں۔ آپ چور نہیں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ بڑے نیک آدمی ہیں۔ ہم نے محلے میں مزید پوچھ گچھ کی تو ہمیں اس میں شک نہیں رہ گیا کہ وہی بنو ابیرق چور ہیں۔ میرے چچا نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! اگر تم رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس جاتے اور آپؐ سے اس حادثے کا ذکر کرتے تو ہو سکتا ہے میرا مال مجھے مل جاتا۔ حضرت قتادہ بن نعمانؓ کہتے ہیں کہ میں یہ بات سن کر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہمارے ہی لوگوں میں سے ایک گھر والے نے ظلم و زیادتی کی ہے۔ انہوں نے میرے چچا رفاعہ بن زیدؓ کے گھر کا رخ کیا ہے اور ان کے گودام میں نقب لگا کر ان کے ہتھیار اور ان کا راشن چرا لیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہتھیار ہمیں واپس دے دیں۔ جہاں تک راشن یا غلے کا تعلق ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں اس بارے میں مشورے کے بعد کوئی فیصلہ دوں گا۔ جب یہ بات بنو ابیرق نے سنی تو اپنی قوم کے ایک شخص کے پاس آئے۔ اس شخص کو اُسیر بن عروہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے اس معاملے میں بات کی اور محلے کے کچھ لوگ بھی اس معاملے میں ان کے ساتھ ایک رائے ہو گئے اور ان سب نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس پہنچ کر کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! قتادہ بن نعمان اور ان کے چچا دونوں ہمیں لوگوں میں سے ایک گھر والوں پر جو مسلمان ہیں اور اچھے لوگ ہیں بغیر کسی گواہ اور بغیر کسی ثبوت کے چوری کا الزام لگاتے ہیں۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے پاس آیا، آپؐ سے بات چیت کی۔ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا تم نے ایک ایسے گھر والوں پر چوری کرنے کا الزام عائد کیا ہے جن کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مسلمان ہیں اور بھلے لوگ ہیں اور تمہارے پاس کوئی گواہ اور ثبوت بھی نہیں ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں میں آپؐ کے پاس سے واپس آ

گیا۔ نیک فطرت تھے، بڑے نیک تھے، کہتے ہیں میں واپس آ گیا اور میرا جی چاہا کہ میں اپنے کچھ مال سے محروم ہو گیا ہوتا تو مجھے گوارا ہوتا لیکن اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ سے میں نے بات نہ کی ہوتی۔ آنحضرت ﷺ کی یہ بات سن کر مجھے خیال آیا کہ میں نے یوں ہی آنحضرت ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔ اگر میرا مال چلا بھی جاتا تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن میں یہ بات نہ کرتا۔ کہتے ہیں پھر میرے چچا نے میرے پاس آ کر کہا کہ بھتیجے تم نے اس معاملے میں اب تک کیا کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو جواب دیا تھا میں نے انہیں وہ بتا دیا۔ وہی جواب انہیں دے دیا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا مددگار ہے۔ ہماری اس بات چیت کو ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں کہ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (النساء:106)

یعنی ہم نے یقیناً تیری طرف کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ تُو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے سمجھایا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حق میں بحث کرنے والا نہ بن۔ خائنین سے مراد یہاں لکھا ہے کہ بنو ابیرق ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ وَّ اسْتَغْفِرِ اللّٰهَ کہ اللہ سے مغفرت چاہو۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء:107) یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا رحیم ہے، مہربان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا۔ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء:108-111)

اور ان لوگوں کی طرف سے بحث نہ کر جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں یقیناً اللہ سخت خیانت کرنے والے گناہ گار کو پسند نہیں کرتا۔ وہ لوگوں سے تو چھپ جاتے ہیں جبکہ اللہ سے نہیں چھپ سکتے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتیں ایسی باتیں کرتے ہوئے گزارتے ہیں جو وہ پسند نہیں کرتا اور اللہ اسے گھیرے ہوئے ہے جو وہ کرتے ہیں۔ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تم دنیا کی زندگی میں تو ان کے حق میں بحثیں کرتے ہو۔ پس قیامت کے دن ان کے حق میں اللہ سے کون بحث کرے گا یا کون ہے جو ان کا حمایتی ہو گا اور جو بھی کوئی برا فعل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا پائے گا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (النساء:112-113)

یعنی جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا اور حکمت والا ہے اور جو کسی خطا کا مرتکب ہو یا گناہ کرے پھر کسی معصوم پر اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بہت بڑا بہتان اور کھلا کھلا گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے اشارہ بنو ابیرق کی اس بات کی طرف ہے جس میں

انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں لگتا ہے کہ یہ چوری لبید بن سہل نے کی ہے اور پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ وَ رَحۡمَتُہٗ لَہَمَّتۡ طَّآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ اَنۡ یُّضِلُّوۡکَ ؕ وَ مَا یُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَ مَا یَضُرُّوۡنَکَ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ وَ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ عَلَّمَکَ مَا لَمۡ تَکُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا۔ لَا خَیۡرَ فِیۡ کَثِیۡرٍ مِّنۡ نَّجۡوٰىہُمۡ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوۡ مَعۡرُوۡفٍ اَوۡ اِصۡلَاحٍۭ بَیۡنَ النَّاسِ ؕ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ (النساء:114-115)

اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتے تو ان میں سے ایک گروہ نے تو ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ ضرور تجھے گمراہ کر دیں گے لیکن وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرسکتے اور وہ تجھے ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اتارے ہیں اور تجھے وہ کچھ سکھایا ہے جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی کی بات نہیں سوائے اس کے کہ کوئی صدقہ یا معروف کی یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی تلقین کرے۔ اور جو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش میں ایسا کرتا ہے تو ضرور ہم اسے ایک بڑا اجر عطا کرتے ہیں۔

بہرحال ان آیات کے اَور بھی بڑے مطالب ہیں لیکن اگر اس کے بارے میں بھی لیا جائے تو کچھ عرصے بعد ان کو یہی خیال ہوا کہ ہمارے اس معاملے میں یہ ساری آیات نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر حقیقت کھول دی اور پھر اس کا اثر یہ بھی ہوا کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو بنو ابیرق، جن پہ چوری کا شبہ تھا انہوں نے سمجھا کہ یہ ہمارے بارے میں ہی ہے تو **انہوں نے اپنی وہ چوری تسلیم کر لی اور ہتھیار رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور پھر آپ ﷺ نے وہ ہتھیار رفاعہ کو جو مالک تھے ان کو لوٹا دیے۔** حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے چچا بوڑھے تھے اور اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ان کی نگاہیں کمزور ہو چکی تھیں اور میں سمجھتا تھا کہ ان کے ایمان میں کچھ خلل ہے۔ یہ سمجھتا تھا کہ ایمان تو یہ لے آئے ہیں، مسلمان ہو گئے ہیں لیکن ایمان مضبوط نہیں ہے۔ لیکن جب یہ ہتھیار ان لوگوں کی طرف سے واپس ہوئے جنہوں نے یہ چرائے تھے اور جب میں ہتھیار لے کے اپنے چچا کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ اے میرے بھتیجے! اسے میں اللہ کی راہ میں صدقہ میں دیتا ہوں تو اس وقت مجھے پتا لگ گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ چچا کا اسلام پختہ اور درست تھا اور مجھے یوں ہی ان پہ شک تھا کہ ان کا ایمان مضبوط نہیں۔

جب قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں تو بشیر جو ان میں سے ایک بھائی تھا جس کے بارے میں انہوں نے پہلے کہا کہ اس پر ان کو منافقت کا شک تھا وہ جا کے مشرکوں میں شامل ہو گیا اور سُلَافَہ بنتِ سَعد کے پاس جا ٹھہرا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل کی: وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا

(النساء:116، 117)

کہ جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ ہدایت اس پر روشن ہو چکی ہو اور مومنوں کے طریق کے سوا کوئی اور طریق اختیار کرے تو ہم اسے اسی جانب پھیر دیں گے جس جانب وہ مڑ گیا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ یقیناً اللہ معاف نہیں کرتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس کے سوا ہے معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو وہ یقیناً دور کی گمراہی میں بہک گیا۔

جب یہ اس مشرک سُلَافَہ کے پاس جا کر ٹھہرا اور اسلام سے ہٹ گیا تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے اپنے چند اشعار کے ذریعہ اس کی ہجو کی۔ یہ سن کر وہ یعنی سُلَافَہ بنت سعد جو تھی اس کا سامان اپنے سر پر رکھ کر گھر سے نکلی اور میدان میں پھینک آئی اور پھر اس نے کہا کہ تم نے ہمیں حسّان کے شعر کا تحفہ دیا ہے یعنی اس نے یہ ہجو لکھی ہے اور تمہاری وجہ سے لکھی گئی ہے ہم بھی اس میں شامل ہو گئے۔ تم سے مجھے کوئی فائدہ پہنچنے والا نہیں۔[784]

اس لیے میں تمہارا سامان نہیں رکھوں گی۔ تو یہ منافق کا یا پھر مشرک کا انجام ہوا۔

ساری رات سورت اخلاص پڑھتے رہے

پھر حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ نے ایک مرتبہ سورۂ اخلاص ہی پر ساری رات گزار دی۔ ساری رات سورت اخلاص پڑھتے رہے۔ نبی کریم ﷺ کے سامنے جب اس کا تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! سورۂ اخلاص نصف یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔[785]

جو آگے یہ کہتے ہیں وہ یہی بات کی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جو ہے وہی تو حقیقی قرآن ہے اور قرآن کریم میں اسی کی تعلیم ملتی ہے۔

جمعے کے دن قبولیت دعا کی ایک گھڑی

ابوسَلَمہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اگر وہ کسی مسلمان کو اس حال میں میسر آ جائے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے خیر کا سوال کر رہا ہو تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا فرما دیتا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس ساعت کا مختصر حال بیان فرمایا کہ بہت چھوٹی سی ہے۔ جب حضرت ابوہریرہؓ کی وفات ہوئی تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ بخدا اگر میں حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس گیا تو ان سے اس گھڑی کے متعلق ضرور پوچھوں گا۔ ہو سکتا ہے انہیں اس کا علم ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا وہ چھڑیاں سیدھی کر رہے تھے تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابوسعیدؓ! یہ کیسی چھڑیاں ہیں جو آپؓ سیدھی کر رہے ہیں؟ جو سوٹیاں تھیں وہ میں آپؓ کو سیدھی کرتے دیکھ رہا ہوں۔ **انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چھڑیاں ہیں جن میں اللہ**

تعالیٰ نے ہمارے لیے برکت رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ انہیں پسند فرماتے تھے اور انہیں ہاتھ میں پکڑ کر چلا کرتے تھے۔ ہم انہیں سیدھا کر کے نبی کریم ﷺ کے پاس لاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے مسجد میں قبلہ رخ تھوک لگا ہوا دیکھا۔ کسی نے تھوک پھینکا تو اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں ان میں سے ہی ایک چھڑی تھی۔ آپؐ نے اس چھڑی سے اسے صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو سامنے مت تھوکے کیونکہ سامنے اس کا رب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو رہے ہو تو سامنے کی طرف نہ تھوکا کرو اور اس وقت میرا خیال ہے ابھی پوری طرح احکامات بھی نہیں تھے۔ اس لیے اس روایت میں یہ ہے کہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوکو اور یہ روایت بخاری میں بھی ہے۔ اس وقت کچی جگہ ہوتی تھی اور بعد میں مٹی ڈال کر یا مٹی سے صاف کر دیتے ہوں گے اس لیے نیچے تھوکنے کا کہا لیکن اصل جو ایک اَور روایت ہے اور بعد میں جب صحیح تربیت بھی ہو گئی اور احکامات بھی آ گئے تو اس میں یہی ہے کہ تمہارا جو چادر کا پلّو ہے اس میں صاف کیا کرو۔ ناک ہے یا تھوک ہے اُسے صاف کرنے کی اگر کوئی حاجت پڑ جائے تو کیونکہ اب تو رومال ہیں، ٹشو ہیں اور مسجدوں میں ویسے بھی قالین ہوتے ہیں اس لیے اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیچے تھوکنا جائز ہے بلکہ اُن حالات میں ایک وقتی اجازت تھی اور اس کے بعد پھر آپؐ نے باقاعدہ وضاحت سے بیان فرمایا کہ اگر ایسا ناک صاف کرنے کی یا تھوکنے کی کوئی حاجت پڑ جائے تو چادر کے ایک کونے سے لو اور اسے لپیٹ دو اور باہر جا کے صاف کر دو۔

روشنی دینے والی چھڑی........

تو راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر اسی رات خوب زور دار بارش ہوئی اور جب نماز عشاء کے لیے نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لائے تو ایک دم بجلی چمکی تو آپؐ کی نظر حضرت قتادہ بن نعمانؓ پر پڑی۔ آپؐ نے فرمایا اے قتادہ! رات کے اس وقت تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم تھا کہ آج نماز کے لیے بہت تھوڑے لوگ آئیں گے۔ بارش بہت ہو رہی ہے، بجلی چمک رہی ہے تو میں نے سوچا کہ میں نماز میں شریک ہو جاؤں اور میں پہلے آ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم نماز پڑھ چکو تو رُک جانا یہاں تک کہ میں تمہارے پاس سے گزرنے لگوں۔

چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر **نبی کریم ﷺ نے حضرت قتادہؓ کو ایک چھڑی دی اور فرمایا یہ لے لو۔ یہ تمہارے دس قدم آگے اور دس قدم پیچھے روشنی دے گی** پھر جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اور وہاں کسی کونے میں کسی انسان کا سایہ نظر آئے تو اس کے بولنے سے پہلے اسے اس چھڑی سے مار دینا کہ وہ شیطان ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو یہ ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہم ان چھڑیوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ چھڑیاں ہمیں آنحضرت ﷺ نے دی ہوئی ہیں اور ہم خاص طور پہ بنا کے دیا کرتے تھے اور آپؐ استعمال کیا کرتے تھے۔ پھر واپس بھی کر دیتے تھے یا تحفے کے طور پر دے دیتے تھے اور ان چھڑیوں میں یہ بہت ساری برکات ہیں اس لیے میں ان کو جوڑ رہا ہوں۔

پھر یہ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ابو سعیدؓ! حضرت ابو ہریرہؓ نے ہمیں ایک ایسی گھڑی کے متعلق حدیث سنائی ہے جو کہ جمعے کے دن آتی ہے۔ وہ سوال تو وہ پوچھنے گیا تھا لیکن پھر وہاں ان کو یہ دیکھتے ہوئے کہ سوٹیوں کو اکٹھے کر رہے ہیں، arrange کر رہے ہیں تو اس کا ضمناً ذکر آگیا اور اس کی تفصیل بیان ہو گئی۔ اب دوبارہ وہ اپنے سوال کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یہ ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ جمعے کے دن ایسی گھڑی آتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے، کیا آپ کو اس ساعت کا علم ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس ساعت کے متعلق دریافت کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پہلے تو وہ گھڑی بتائی گئی تھی لیکن پھر شبِ قدر کی طرح بھلا دی گئی۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ پھر میں وہاں سے نکل کر حضرت عبد اللہ بن سلام کے پاس چلا گیا۔[786]

مسند احمد بن حنبل کی جو یہ روایت بیان ہوئی ہے **اس میں جمعے کے روز جس گھڑی کا ذکر ہے اس گھڑی کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔** ان روایات سے تین مختلف اوقات کا یا باتوں کا پتا لگتا ہے۔ پہلا تو یہ کہ یہ گھڑی جمعے کے دوران آتی ہے۔ دوسرا جو مختلف روایتیں بیان ہوئی ہیں ان سے یہ کہ دن کے آخری حصے میں آتی ہے۔ اور تیسری یہ کہ نمازِ عصر کے بعد آتی ہے۔ چنانچہ یہ روایات یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعے کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو ایسی حالت میں پائے گا کہ وہ اس میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہو گا تو وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ ضرور اس کو دے گا اور **آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی بہت تھوڑی سی ہے۔ وہ بہت تھوڑا وقت ہے۔**[787]

پھر ایک صحیح مسلم کی روایت ہے ابو بُرْدَہ بن ابو موسیٰ اَشْعَرِی سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھ سے کہا کیا تم نے اپنے والد سے جمعے کی گھڑی کی کیفیت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرتے سنا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ گھڑی امام کے بیٹھنے سے نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہوتی ہے۔[788]

پھر ایک اَور روایت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے عرض کیا کہ ہم اللہ کی کتاب میں جمعے کے دن ایک ایسی گھڑی کا ذکر پاتے ہیں کہ مومن بندہ جو نماز پڑھ رہا ہو اور اللہ سے کچھ مانگ رہا ہو وہ اس گھڑی کو نہیں پاتا مگر اللہ اس کی وہ حاجت پوری کر دیتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یا گھڑی کا کچھ حصہ یا ایک تھوڑا سا وقت ہے۔" میں نے عرض کیا کہ جی یا "گھڑی کا کچھ حصہ۔" پھر میں نے عرض کیا کہ وہ کون سی گھڑی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دن کی آخری گھڑیوں میں سے ہے۔ یعنی دن ڈھلنے کے قریب ہے۔ میں نے کہا وہ نماز کی گھڑی نہیں ہے؟ آپؐ نے

فرمایا کیوں نہیں۔ مومن بندہ جب نماز پڑھ لے اور بیٹھ جائے اور صرف نماز ہی اسے روکے ہوئے ہو تو وہ نماز میں ہی ہے۔[789]

نماز کے بعد پھر بھی اگر ذکر الٰہی کر رہا ہے تو وہ نماز کی حالت ہی ہے اور دعا کی کیفیت ہی اس میں پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک اور روایت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو اس حال میں میسر آجائے کہ وہ اللہ سے خیر کا سوال کر رہا ہو تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا فرما دیتا ہے اور وہ عصر کے بعد کی گھڑی ہے۔[790]

یہاں جمعے کا دن ہے لیکن عصر کے بعد کی روایت مسند احمد بن حنبل کی آتی ہے۔ پھر ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابو سلمہ نے اس گھڑی کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ آخِرُ ساعاتِ النہار **یعنی یہ گھڑی دن کی آخری گھڑیوں میں سے ہے۔**[791]

اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ جمعہ اور رمضان کو آپس میں ایک مشابہت حاصل ہے اور وہ یہ کہ جمعہ بھی قبولیتِ دعا کا دن ہے اور رمضان بھی قبولیتِ دعا کا مہینہ ہے۔ جمعے کے متعلق رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز کے لیے مسجد میں آجائے اور خاموش بیٹھ کر ذکرِ الٰہی میں لگا رہے، امام کا انتظار کرے اور بعد میں اطمینان کے ساتھ خطبہ سنے اور نماز باجماعت میں شامل ہو تو اس کے لیے خاص طور پر خدا تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں اور پھر ایک گھڑی جمعے کے دن ایسی بھی آتی ہے کہ جس میں انسان جو دعا بھی کرے قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جمعے کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا: اس میں ایک گھڑی ہے جو مسلمان بندہ اس گھڑی کو ایسی حالت میں پائے گا کہ وہ اس میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہو گا تو وہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگے گا وہ اس کو ضرور دے گا اور آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ وہ گھڑی تھوڑی سی ہے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے جس کا پہلے ذکر تھا۔ یہ بھی ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

آپؓ لکھتے ہیں کہ قانونِ الٰہی کے ماتحت اس حدیث کی ایک تعبیر تو ضرور کرنی پڑے گی کہ وہی دعائیں قبول ہوتی ہیں جو سنت اللہ اور قانونِ الٰہی کے مطابق ہوں۔ غلط قسم کی دعائیں تو بہرحال قبول نہیں ہوں گی۔ دعائیں وہی قبول ہوں گی جو اللہ کی سنت کے مطابق ہیں۔ جو جائز دعائیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ہیں لیکن جہاں یہ بہت بڑی نعمت ہے وہاں یہ آسان امر بھی نہیں ہے۔

جمعے کا وقت قریباً دوسری اذان یا اس سے کچھ دیر پہلے سے شروع ہو کر نماز کے بعد سلام پھیرنے تک ہوتا ہے۔ اگر یہ دونوں وقت ملا لیے جائیں اور خطبہ جمعہ چھوٹا بھی ہو تو یہ وقت بھی آدھ گھنٹہ ہو جاتا ہے اور اگر خطبہ لمبا ہو جائے تو یہ وقت گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس ایک گھنٹے یا ڈیڑھ گھنٹے میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جب انسان کوئی دعا کرے تو وہ قبول ہو جاتی ہے لیکن اس نوّے منٹ کے عرصے میں انسان کو یہ علم نہیں ہوتا کہ آیا پہلا منٹ قبولیتِ دعا کا ہے، دوسرا منٹ قبولیتِ دعا کا ہے یا تیسرا

منٹ قبولیتِ دعا کا ہے۔ یہاں تک کہ نوّے منٹ کے آخر تک انسان کسی منٹ کے متعلق بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ گویا وہ گھڑی جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے نوّے منٹ میں تلاش کرنی پڑے گی اور وہی شخص قبولیتِ دعا کا موقع تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے گا جو برابر نوّے منٹ تک دعا کرتا رہے اور نوّے منٹ تک برابر دعا میں لگے رہنا اور توجہ کو قائم رکھنا یہ ہر ایک کا کام نہیں، بڑا مشکل کام ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ بعض لوگ تو پانچ منٹ بھی اپنی توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ کہتے ہیں کہ میں اس وقت مثلاً نماز کے لیے آیا ہوں۔ انسان اِدھر اُدھر نظر مارتا ہی ہے۔ میں نے خطبہ سے پہلے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ سنتیں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور یک دم ان کی آنکھ ادھر ادھر جا پڑتی تھی۔ سنتوں پر ڈیڑھ دو منٹ لگتے ہیں مگر اس تھوڑے سے وقت میں بھی وہ کبھی دائیں دیکھتے تھے، کبھی بائیں دیکھتے تھے، کبھی زمین کی طرف دیکھتے تھے، کبھی آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ جب ڈیڑھ دو منٹ تک توجہ کو قائم رکھنا مشکل ہے تو نوّے منٹ تک دعا کرتے رہنا، ذکرِ الٰہی میں لگے رہنا اور توجہ کو ایک ہی طرف قائم رکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔[792]

پس یہ گھڑی کا ذکر بھی ہے تو اس میں مسلسل توجہ کی بھی ضرورت ہے اور یہ بڑی محنت طلب چیز ہے اور اس کے لیے بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ آسان چیز نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے دعا کی تو اس منٹ میں قبول ہو گئی۔ انسان کو نہیں پتا کون سا منٹ ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ اس عرصے میں انسان بغیر توجہ ہٹائے مسلسل دعا میں لگا رہے اور یہ لگا رہنا ضروری ہے اور جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے۔ میں نے ذکر کیا کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ جمعے کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔[793]

259

حضرت قدامہ بن مظعونؓ

نام و نسب

حضرت قدامہ بن مظعونؓ۔ حضرت قدامہ بن مظعون حضرت عثمان بن مظعون کے بھائی ہیں اور حضرت عمرؓ کی بہن حضرت صفیہ آپ کے عقد میں تھیں۔[794]

حضرت قدامہ بن مظعون کی ایک سے زائد شادیاں تھیں۔ ایک اہلیہ ہند بنت ولید تھیں جن سے عمر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔ ایک بیوی فاطمہ بنت ابوسفیان تھیں جن سے آپ کی بیٹی عائشہ پیدا ہوئیں۔ اسی طرح امّ ولد کے بطن سے حفصہ اور حضرت صفیہ بن خطاب کے بطن سے حضرت رملہ پیدا ہوئیں۔[795]

قبول اسلام اور سارا خاندان مدینہ ہجرت کر گیا

قبول اسلام کے وقت ان کی عمر انیس برس کی تھی، گویا عین جوانی میں ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور ہجرت مدینہ کے وقت آپ کا سارا خاندان مکّہ میں اپنے مکانوں کو بالکل خالی چھوڑ کر مدینہ چلا گیا۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانی نے اس خاندان کو اپنا مہمان بنایا۔ آنحضور ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت قدامہ اور ان کے بھائیوں کو مستقل رہائش کے لئے قطعات زمین مرحمت فرمائے۔[796]

دونوں ہجرتیں کرنے والے اور تمام غزوات میں شامل

حضرت قدامہؓ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے تھے۔ دونوں ہجرتوں یعنی ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ میں شامل ہوئے۔ ان کو غزوہ بدر اور احد سمیت تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ شامل ہونے کی توفیق ملی۔[797]

عورت کی آزادیٔ رائے

جب حضرت عثمان بن مظعون کی وفات ہوئی تو آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹی چھوڑی جس کے متعلق آپ نے اپنے بھائی حضرت قدامہ کو تاکیدی نصیحت فرمائی۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون اور حضرت قدامہ دونوں میرے ماموں تھے۔ پس میں حضرت قدامہ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں تو آپ نے مجھ سے بات پکی کر دی، رشتہ ہو گیا۔ مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی والدہ کے پاس گئے اور انہیں مالی لحاظ سے رغبت دلائی اور لڑکی کی رائے بھی اپنی والدہ کے حق میں تھی، ایک اور رشتہ آیا اور لڑکی کی والدہ اور لڑکی کی رغبت یا رشتہ کرنے کا رجحان دوسری طرف تھا۔ یہ معاملہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت قدامہ کو بلا بھیجا اور اس رشتہ کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ مَیں اس کے لئے رشتہ چننے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ میرے بھائی کی بیٹی ہے اور وہ فوت ہو گیا ہے، مَیں اس کے رشتے کے لئے جو بہترین ہو گا وہی کروں گا چنانچہ میں نے جو پہلے ہاں کر دی ہے اس کو بہتر سمجھ کے کی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ یتیم بچی ہے اس کی شادی اس کی مرضی سے ہو گی۔ اس کا باپ نہیں ہے، ٹھیک ہے تم نے بہترین کیا ہو گا لیکن اس بچی کی مرضی بھی پوچھو۔ دونوں رشتوں میں سے جہاں بچی کہے گی وہاں شادی ہو گی۔ پس آپ ﷺ نے اس کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ یہ راوی جنہوں نے پہلے خود پیغام بھیجا تھا، رشتہ دار تھے، بھانجے تھے بیان کرتے ہیں کہ میرے بجائے اس کا نکاح مغیرہ سے کر دیا۔[798]

دوسرا رشتہ جو پسند تھا اس کی ماں کو اور لڑکی کو اس سے رشتہ ہو گیا۔ تو یہ عورت کی آزادی رائے

تھی جس کو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا اور جو یتیم ہے اس کا خاص طور پر خیال رکھنے کو کہا کہ باپ کا سایہ اس پر نہیں ہے تو زیادتی نہ ہو جائے اس لئے لڑکی کی مرضی بہر حال دیکھی جانی چاہئے۔

حضرت قدامہ نے 36 ہجری میں 68 سال کی عمر میں وفات پائی۔[799]

اللہ تعالیٰ یہ دین کا فہم و ادراک اور اطاعت و وفا کے حقیقی نمونے اور عشق رسولؐ کے اعلیٰ معیار ان صحابہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی حاصل کرنے، اپنانے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کے فتنوں کا حصہ بننے سے ہمیں ہمیشہ بچائے۔[800]

260

حضرت قطبہ بن عامرؓ

نام و نسب

حضرت قطبہ بن عامر۔ یہ انصاری تھے۔ عامر بن حدیدۃ کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت عمرو ہے۔ آپ کی اہلیہ کا نام حضرت اُمِّ عمرو ہے جن سے ایک بیٹی حضرت اُمّ جمیل ہیں۔

بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ میں شامل

بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں ہی شامل ہوئے اور آپ اُن چھ انصار صحابہ میں سے ہیں جو مکہ میں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ ان سے قبل انصار میں سے کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔[801]

قبول اسلام کا واقعہ

ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ 'سیرت خاتم النبیین' میں اس طرح لکھا ہے کہ گیارہ نبوی کے ماہ رجب میں آنحضرت ﷺ کی مکہ میں یثرب والوں سے یعنی مدینہ والوں سے پھر ملاقات ہو گئی۔ آپ ﷺ نے حسب و نسب پوچھا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور یثرب سے آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے نہایت محبت کے لہجے میں کہا کیا آپ لوگ میری کچھ باتیں سن سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن شریف کی چند آیات سنا کر اپنے مشن سے آگاہ کیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ موقع ہے ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے سبقت لے جائیں اور یہ کہہ کر سب مسلمان ہو گئے۔ یہ چھ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں۔ ابو اُمامہ اسعد بن زُرارہ جو بنو نجار سے تھے اور تصدیق کرنے میں سب سے اوّل تھے۔ عوف

بن حارث یہ بھی بنو نجار سے تھے جو آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دادا عبد المطلب کے ننھیال کا قبیلہ تھا۔ رافع بن مالک جو بنو زریق سے تھے۔ جو قرآن شریف نازل ہو چکا تھا وہ اس موقع پر آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو عطا فرمایا۔ قطبہ بن عامر جو بنی سلمہ سے تھے اور عقبہ بن عامر جو بنی حرام سے تھے اور جابر بن عبد اللہ بن رئاب جو بنی عبید سے تھے۔ اس کے بعد یہ لوگ آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے رخصت ہوئے اور جاتے ہوئے عرض کیا کہ ہمیں خانہ جنگیوں نے بہت کمزور کر رکھا ہے اور ہم میں آپس میں بہت نا اتفاقیاں ہیں۔ ہم یثرب میں جا کر اپنے بھائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ذریعہ ہم کو پھر جمع کر دے۔ پھر ہم ہر طرح آپ کی مدد کے لئے تیار ہوں گے۔ چنانچہ یہ لوگ گئے اور ان کی وجہ سے یثرب میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔[802]

کہتے ہیں جی اسلام نے آکر پھوٹ ڈال دی! اسلام کی وجہ سے آپس کی پھوٹ اور فساد جو تھے اس کے ختم ہونے کا اظہار ان لوگوں نے کیا اور پھر یہ ہو بھی گیا اور وہی لوگ جو آپس کے دشمن تھے بھائی بھائی بن گئے۔ گزشتہ خطبہ میں بھی ایک مَیں نے ذکر کیا تھا کہ ان لوگوں کا آپس میں بھائی بھائی ہونا دشمن کی آنکھوں میں بڑا کھٹکتا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی لیکن پھر آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سمجھانے سے اور آپ کی قوت قدسی سے ایک بھائی چارے کی فضا دوبارہ پیدا ہوئی۔

اصحاب رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں حضرت قطبہ کا شمار ماہر تیر اندازوں میں ہوتا ہے۔ آپ غزوہ بدر، اُحد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ شامل ہوئے۔

غزوہ اُحد میں آپ جوانمردی سے لڑے۔ اس روز آپ کو نو[9] زخم آئے۔

فتح مکہ کے موقع پر بنو سلمہ کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

جنگ بدر میں بہادری کا ایک انداز

غزوہ بدر میں حضرت قطبہ کی ثابت قدمی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دو صفوں کے درمیان ایک پتھر رکھا اور کہا کہ میں اس وقت تک نہیں بھاگوں گا جب تک یہ پتھر نہ بھاگے یعنی شرط لگا دی کہ میری جان جائے تو جائے میدان چھوڑ کر میں نے نہیں بھاگنا۔

ان کے بھائی یزید بن عامر تھے جو ستّر انصار کے ساتھ عقبہ میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت یزید بدر اور اُحد میں بھی شریک ہوئے اور ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں بھی تھی۔[803]

وفات

ابو حاتم سے مروی ہے کہ حضرت قطبہ بن عامر نے حضرت عمر کے دور خلافت میں وفات پائی۔ جبکہ ابن حبّان کے نزدیک انہوں نے حضرت عثمان کے دور خلافت میں وفات پائی۔[804]

ایک روایت یہ ہے کہ صفر 9ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیس آدمیوں کے

ہمراہ قبیلہ خَثعَم کی ایک شاخ کی طرف بھیجا جو تَبالَہ کے نواح میں تھے۔ آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک دم سے ان پہ حملہ کریں۔ یہ اصحاب دس اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے جنہیں باری باری استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی کو پکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی تو وہ ان کے سامنے گونگا بن گیا اور پھر موقع پاکر چیخ چیخ کر اپنے قبیلہ والوں کو متنبہ کرنے لگا۔ اس پر انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت قُطبہؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے انتظار کیا اور جب وہ لوگ، قبیلہ والے سو گئے تو ان پر بھرپور حملہ کیا۔ شدید لڑائی ہوئی۔ دونوں فریقوں میں سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ حضرت قطبہؓ نے کئی لوگوں کو قتل کیا۔ پھر ان کے چوپائے، بکریاں اور عورتیں مدینہ لے آئے۔ خُمس نکالنے کے بعد ہر ایک کے حصہ میں چار چار اونٹ آئے اور تب ایک اونٹ دس بکریوں کے برابر ہوتا تھا۔[805]

امام بغوی کہتے ہیں کہ حضرت قُطبَہ بن عامرؓ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔[806]

261

حضرت قیس بن ابی صعصعہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت قیس بن ابی صعصعہ۔ یہ انصاری تھے۔ حضرت قیسؓ کے والد کا نام عمرو بن زید تھا لیکن وہ اپنی کنیت ابو صعصعہ سے مشہور تھے۔ حضرت قیسؓ کی والدہ کا نام شَیبہ بنت عاصم تھا۔

بیعت عقبہ میں شامل

اور حضرت قیس ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے اور غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہونے کا بھی ان کو شرف حاصل ہوا۔[807]

شاملین بدر کی گنتی جو 313 ہوئی

غزوۂ بدر کے لئے روانہ ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے باہر بیوت السُّقیا کے پاس قیام کیا اور کم عمر بچے جو آنحضرت ﷺ کی ہمرکابی کے شوق میں ساتھ چلے آئے تھے وہاں سے واپس کئے گئے۔ پھر حضور ﷺ نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ چاہ سُقیا سے پانی لائیں۔ آپؐ نے اس کا پانی پیا پھر آپؐ نے سُقیا کے گھروں کے پاس نماز ادا کی۔ سُقیا سے روانگی کے وقت آنحضور ﷺ نے حضرت قیس بن ابی صعصعہ کو مسلمانوں کی گنتی کرنے کا حکم دیا۔ اس موقع پر ان کو پانی پر نگران بھی مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خود بئر ابی عِنَبَہ جو مسجد نبوی سے تقریباً ڈھائی کلو میٹر

کے فاصلے پر تھی اس کے پاس قیام کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنتی کرو کتنے ہیں **تو حضرت قیسؓ نے گنتی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کی تعداد 313 ہے۔** حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ طالوت کے ساتھیوں کی بھی اتنی ہی تعداد تھی۔

سُقیا

سُقیا کے متعلق یہ نوٹ لکھا ہے کہ مسجد نبوی سے اس کا فاصلہ دو کلو میٹر کے قریب تھا اور اس کا پرانا نام حُسَیکہ تھا۔ حضرت خلادؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حُسَیکہ کا نام بدل کر سُقیا رکھ دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں سُقیا کو خرید لوں لیکن مجھ سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسے دو اونٹوں کے عوض خرید لیا اور بعض کے مطابق سات اوقیہ یعنی دو سو اسّی درہم کے عوض خرید اگیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کا سودا بہت ہی نفع مند ہے۔[808]

ایک دستے کی کمان ان کے سپرد

اسی طرح غزوۂ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقہ کی کمان آپ کے سپرد فرمائی تھی۔ ساقہ لشکر کا وہ دستہ ہوتا ہے جو پیچھے حفاظت کی غرض سے چلتا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں کتنی دیر میں قرآن کریم کا دَور کیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پندرہ راتوں میں۔ حضرت قیسؓ نے عرض کیا کہ میں اپنے آپ میں اس سے زیادہ کی توفیق پاتا ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جمعہ سے لے کر اگلے جمعہ تک کر لیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے آپ میں اس سے بھی زیادہ کی توفیق پاتا ہوں۔ پھر انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کی یہانتک کہ جب آپ بوڑھے ہو گئے اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھنے لگے تو آپ نے پندرہ راتوں میں دور مکمل کرنا شروع کر دیا۔ تب یہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو قبول کر لیا ہوتا۔[809]

حضرت قیسؓ کے دو بچے اَلْفَاکِہْ اور امّ حارث تھے۔ ان دونوں کی والدہ امامہ بنت معاذ تھیں۔ حضرت قیسؓ کی نسل آگے نہ چل سکی۔ حضرت قیسؓ کے تین بھائی تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا لیکن وہ بدر میں شامل نہ تھے۔ ان میں سے حضرت حارثؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور حضرت ابو کلابؓ اور حضرت جابرؓ بن ابی صعصعہ نے غزوۂ موتہ میں جام شہادت نوش کیا۔[810]

262

حضرت قیس بن السکن انصاریؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت قَیْس بن السَّکَنْ اَنْصَارِی۔ ان کی کنیت ابوزید تھی۔ حضرت قَیْس کے والد کا نام سکن بن زَعُوْرَاء تھا۔ آپ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو عَدِی بن نجار سے تھا۔ حضرت قَیْس اپنی کنیت ابوزید سے زیادہ مشہور تھے۔

آپ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد اور غزوہ خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔ آپ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے آنحضور ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید جمع کیا۔[811]

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں انصار میں سے چار اصحاب نے قرآن کریم جمع کیا اور وہ چار اصحاب زید بن ثابت، مُعَاذ بن جبل، اُبَی بن کَعْب اور ابو زَید تھے یعنی قَیْس بن سکن اور ابوزید کے متعلق حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ میرے چچا تھے۔[812]

8 ہجری میں آنحضور ﷺ نے ابوزید اَنْصَارِی اور حضرت عَمْرو بن عاص السَّهْمِی کو جُلَنْدِی کے دو بیٹوں عُبَیْد اور جَیْفَر کے پاس ایک خط دے کر روانہ کیا جس میں ان کو اسلام کی دعوت دی تھی اور دونوں سے فرمایا کہ اگر وہ لوگ حق کی گواہی دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تو عَمْرو ان کے امیر ہوں گے اور اَبُوزَید اُن کے امام الصلوٰۃ ہوں گے۔ یعنی کہ ان کی دینی حالت آنحضرت ﷺ کی نظر میں زیادہ اچھی ہو گی یا قرآن کریم کا علم زیادہ تھا۔ فرمایا وہ امام الصلوٰۃ ہوں گے اور ان میں اسلام کی اشاعت کریں گے اور انہیں قرآن اور سنن کی تعلیم دیں گے۔ یہ دونوں عمان گئے اور عُبَیْد اور جَیْفَر سے سمندر کے کنارے صُحَار میں ملے۔ ان کو آنحضور ﷺ کا خط دیا انہوں نے اسلام قبول کیا، دونوں نے اسلام قبول کر لیا پھر انہوں نے وہاں کے عربوں کو اسلام کی دعوت دی وہ بھی اسلام لے آئے۔ اب یہ تبلیغ کے ذریعہ سے اسلام پھیل رہا ہے۔ وہاں کوئی جنگ، قتل و غارت اور تلوار تو نہیں گئی تھی اور بہر حال ان عربوں نے بھی اسلام کو قبول کیا۔ عَمْرو اور ابوزید عمان ہی میں رہے یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ بعض کے نزدیک ابوزید اس سے پہلے مدینہ آ گئے تھے۔[813]

شہادت

حضرت قَیْس کی شہادت یوم جِسْر کے موقع پر ہوئی۔[814]

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایرانیوں کے ساتھ جنگ میں دریائے فرات پر جو پل تیار کیا گیا تھا

اسی مناسبت سے اس معرکے کو یوم جِسر کہا جاتا ہے۔[815]

263

حضرت قیس بن محصنؓ

حضرت قَیْس بِن مِحْصَنْ انصاری صحابی تھے۔ بعض روایات میں ان کا نام قیس بن حِصْن بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیْق سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام اُنَیْسَہ بنت قیس تھا اور والد مِحْصَن بن خالد تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ آپؓ کی ایک بیٹی اُم سَعْد بِنْت قَیْس تھیں۔ جب آپؓ فوت ہوئے تو آپ کی اولاد مدینہ میں تھی۔[816]

264

حضرت کعب بن زیدؓ

حضرت کعب بن زید کا ہے جو صحابی ہیں۔ آپ کا نام کعب بن زید بن قیس بن مالک ہے۔
قبیلہ بنو نجار سے آپ کا تعلق تھا۔ حضرت کعبؓ غزوہ بدر میں حاضر ہوئے اور غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو اُمیّہ بن ربیعہ بن صخر کا تیر لگا تھا۔ آپ بئر معونہ کے اصحاب میں سے ہیں جہاں ان کے سب ساتھی شہید ہو گئے تھے۔ صرف آپ ہی زندہ بچے تھے۔[817]
بئر معونہ جو ہے وہ جگہ وہ ہے جہاں آنحضرت ﷺ نے جب ایک قبیلے کے کہنے پر اپنے ستّر صحابہ کو بھیجا جن میں سے بہت سارے حافظ قرآن اور قاری تھے اور ان لوگوں نے دھوکہ سے ان سب کو شہید کر دیا سوائے حضرت کعب کے اور آپ بھی بئر معونہ کے واقعہ میں اس لئے زندہ بچے کہ آپ اس وقت پہاڑی پر چڑھ گئے تھے اور بعض روایات کے مطابق کفار نے حملہ کر کے آپ کو بھی بڑا شدید زخمی کر دیا تھا اور کافر آپ کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ لیکن اس وقت آپ میں جان تھی اور اس کے بعد پھر کچھ دنوں میں وہ مدینہ پہنچے اور پھر ان کو زندگی بہر حال مل گئی اور ٹھیک ہو گئے۔[818]

265

حضرت مالک بن ابوخَوْلِیؓ

اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

نام و نسب و کنیت

حضرت مالک بن ابوخولیؓ کا تعلق قبیلہ بنو عِجل سے تھا جو قریش کے قبیلہ بنو عَدی بن کعب کے حلیف تھے۔ ابوخَولیؓ ان کے والد کی کنیت تھی جبکہ ان کا نام عمرو بن زُهَیر تھا۔ حضرت مالکؓ کا نام ہِلال بھی بیان کیا جاتا ہے۔[819]

ہجرت مدینہ

حضرت عمرؓ نے جب مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ حضرت مالکؓ اور ان کے بھائی حضرت خَوْلِیؓ بھی شامل تھے۔[820]

حضرت مالکؓ اپنے بھائی خولیؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور ایک قول کے مطابق غزوۂ بدر میں حضرت خولیؓ اپنے دو بھائیوں حضرت ہِلالؓ یعنی حضرت مالکؓ اور حضرت عبداللہؓ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔[821]

وفات

حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں حضرت مالک بن ابوخولیؓ کی وفات ہوئی تھی۔[822]

266

حضرت مالک بن دُخشُمؓ

حضرت مالک بن دُخُشُم۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کے خاندان بنو غَنم بن عوف سے تھا۔ آپ کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام فُرَیْعَہ تھا۔[823]

تمام غزوات میں شامل

علماء اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا حضرت مالک بن دُخُشُم بیعت عُقبہ میں شریک ہوئے تھے یا نہیں۔ ابن اسحاق اور موسیٰ بن عُقبہ کے نزدیک آپ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ بہر حال

یہ علماء کی بحث چلتی ہی رہتی ہے۔ حضرت مالک بن دُخشم غزوہ بدر، اُحد، خندق اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمرکاب رہے۔[824]

سُہیل بن عمرو قریش کے بڑے اور باعزت سرداروں میں سے ایک تھے۔ وہ جنگ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور ان کو حضرت مالک بن دُخشم نے قیدی بنایا۔

بدر کے قیدی کی جان بخشی

روایت میں آتا ہے کہ عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ بدر کے دن سہیل بن عمرو کو تیر مارا جس سے ان کی رَگ کٹ گئی تھی۔ میں بہتے ہوئے خون کے دھبوں کے پیچھے چلتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مالک بن دُخشم نے اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا یہ میرا قیدی ہے۔ میں نے اسے تیر مارا تھا۔ لیکن حضرت مالک نے کہا کہ یہ میرا قیدی ہے میں نے اسے پکڑا ہے۔ پھر وہ دونوں سہیل کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو ان دونوں سے لے لیا اور رَوحاء کے مقام پر سہیل حضرت مالک بن دُخشم کے ہاتھ سے نکل گیا۔ حضرت مالک نے لوگوں میں بلند آواز سے صدا لگائی اور اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ جس کو بھی وہ ملے اسے قتل کر دیا جائے۔ جنگ کے لئے آئے تھے۔ مسلمانوں سے لڑائی کی تھی۔ قیدی بنے تو وہاں سے نکل گئے۔ دوبارہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ بہر حال وہ جنگی قیدی تھا۔ اس کے لئے حکم ہوا۔ لیکن اس کی زندگی بچنی تھی۔ سہیل بن عمرو بجائے کسی اور کو ملتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ملا۔ لیکن جب ملا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا۔ اگر کسی اور صحابی کے ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ قتل کر دیتے۔ لیکن چونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اس لئے آپ نے قتل نہیں کیا۔

یہ اُسوہ ہے اور آپ کا یہ اُسوہ ان ظالموں کو جواب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ آپ نے ظلم کیا اور قتل و غارت کی کہ قتل کا جو سزاوار تھا جس کے لئے فیصلہ بھی ہو چکا تھا وہ بھی جب آپ کو نظر آیا تو آپ نے اسے قتل نہیں کیا۔ ایک روایت کے مطابق سہیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیکر کے درختوں کے جھنڈ میں ملا تھا۔ جس پر آپ نے حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو۔ اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے گئے۔ یعنی قید کر لیا گیا۔[825]

فرمایا یہ مت کہو کیا تم اسے نہیں دیکھتے کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا اقرار کیا ہے

صحیح بخاری میں یہ روایت ہے کہ حضرت عِتبان بن مالک جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ! میری بینائی کمزور ہو گئی ہے۔ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو اس نالے میں جو میرے اور ان کے درمیان ہے سیلاب آ جاتا ہے اور میں ان کی مسجد میں آ کر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا۔

یارسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے پاس آئیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں اور میں اسے مسجد بنالوں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان شاء اللہ میں آؤں گا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابوبکرؓ ایک دن صبح جس وقت دن چڑھا تو میرے ہاں آئے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اجازت مانگی۔ میں نے آپ کو اجازت دی۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے نہیں بلکہ فرمایا کہ تم اپنے گھر میں کہاں چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں۔ وہ کہتے ہیں میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر کے آپ کو بتایا کہ یہاں میں چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز کے لئے وہاں کھڑے ہو گئے۔ وہاں نماز پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور ہم بھی کھڑے ہو گئے اور صف باندھ لی۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے آپ کو خَزِیْرَہ گوشت اور آٹے یا روٹی سے تیار کردہ جو کھانا ہوتا ہے۔ وہ پیش کرنے کے لئے روک لیا جو ہم نے آپ کے لئے تیار کیا ہوا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ گھر میں محلے کے کچھ اور آدمی اِدھر اُدھر سے آ گئے۔ جب وہ اکٹھے ہو گئے تو ان میں سے **کسی کہنے والے نے کہا کہ مالک بن دُخشُم کہاں ہے؟ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ تو منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں رکھتا۔** شاید نہ آنے کی وجہ سے کہا۔ اس علاقے میں رہتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا یہ مت کہو کیا تم اسے نہیں دیکھتے کہ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا ہے۔ اور اس سے وہ اللہ کی رضامندی ہی چاہتا ہے۔ اس کہنے والے نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ ہم تو اس کی توجہ اور اس کی خیر خواہی منافقین کے لئے ہی دیکھتے ہیں۔ شاید دل کی نرمی کی وجہ سے وہ چاہتے ہوں گے کہ منافقین کو بھی تبلیغ کریں اور ان کو اسلام کے قریب لائیں۔ اس لئے ہمدردی بھی رکھتے ہوں گے اور اس کی وجہ سے صحابہ میں غلط فہمی پیدا ہو گئی تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یقیناً اس شخص پر آگ حرام کر دی ہے جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کیا بشرطیکہ وہ اس اقرار سے اللہ کی رضامندی چاہتا ہو۔ 826

تو یہ جواب ہے ان نام نہاد علماء کو بھی جو کفر کے فتوے لگانے والے ہیں اور خاص طور پر احمدیوں پر اس حوالے سے ظلم کرنے والے ہیں۔ یہ نام نہاد علماء کے اپنے فتووں نے ہی مسلمان ملکوں کے امن و سکون کو برباد کیا ہوا ہے۔ پاکستان میں آجکل لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ تنظیم چلی ہوئی ہے۔ وہ نعرے تو لگاتے ہیں۔ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ لیکن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہ ارشاد ہے کہ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتا ہے اس کو بھی تم یہ نہ کہو کہ مسلمان نہیں ہے۔ اگر وہ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے یہ بات کر رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر آگ حرام کر دی ہے۔ اور یہ کہتے ہیں نہیں تم لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہوئے نہیں کہتے۔ دلوں کا حال یہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے قوم کو بچا کے رکھے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عِتْبَان بن مالک نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کی کہ حضرت مالک بن دُخشُم منافق ہیں جس پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کیا وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت نہیں دیتا۔ عِتبان نے جواب دیا کیوں نہیں مگر اس کی گواہی کوئی نہیں ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ وَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ لیکن اس کی نماز کوئی نماز نہیں ہے۔ (شاید ان

لوگوں میں سے بھی بعض لوگوں میں آجکل کے بعض مولویوں کی طرح یہ سختی تھی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف سے کسی قسم کی رائے قائم کرنے سے منع فرمایا ہے۔[827]

دلوں کا حال صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا لیکن ان علماء اور خاص طور پر پاکستانی علماء کے بقول ان کے پاس یہ سند ہے، لائسنس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جو چاہیں ظلم کرتے رہیں۔

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت مالک بن دُخُشُم کو برا بھلا کہا گیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي. کہ تم میرے ساتھیوں کو برا بھلامت کہو۔[828]

مسجد ضرار کے متعلق الٰہی حکم

نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک سے واپسی پر مدینہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک جگہ ذی اَوان میں قیام فرمایا تو آپ کو مسجد ضرار کے بارے میں وحی نازل ہوئی۔

آپ ﷺ نے حضرت مالک بن دُخْشُم اور حضرت مَعن بن عَدِی کو بلا بھیجا اور مسجد ضرار کی طرف جانے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت مالک بن دُخْشُم اور حضرت مَعن بن عدی تیزی سے قبیلہ بنو سالم پہنچے جو کہ حضرت مالک بن دُخْشُم کا قبیلہ تھا۔ حضرت مالک بن دُخْشُم نے حضرت معن سے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دو یہاں تک کہ میں گھر سے آگ لے آؤں۔

چنانچہ وہ گھر سے کھجور کی سوکھی ٹہنی کو آگ لگا کر لے آئے۔ پھر وہ دونوں مسجد ضرار گئے اور ایک روایت کے مطابق مغرب اور عشاء کے درمیان وہاں پہنچے اور وہاں جا کر اس کو آگ لگا دی اور اس کو زمین بوس کر دیا۔[829]

تو کسی غلط فہمی کی وجہ سے ہم صحابہ پر بدظنی نہیں کر سکتے۔ جن کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ تاثر تھا کہ شاید یہ غلط راستہ پر چلے ہوئے ہیں یہاں تک کہ انہیں منافق بھی کہہ دیا لیکن بعد میں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے منافقین کے مرکز کی تباہی کرنے والے بنے اور اس کو ختم کرنے والے بنے۔

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمیں بھی اپنے جائزے لینے کی توفیق عطا فرمائے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں اور کس حد تک ہم اِن کو پورا کرنے والے ہیں۔[830]

ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت مالک بن دُخْشُم کا نام مالک بن دُخَيْشِن اور ابنِ دُخْشُن بھی بیان ہوا ہے۔[831]

آپؓ کے والد کا نام دُخْشُم بن مَرْضَخَہ تھا جبکہ ان کا نام دُخْشُم بن مالِک بن دُخْشُم بن مَرْضَخَہ بھی بیان ہوا ہے۔ آپؓ کی والدہ کا نام عُمَیرہ بنت سعد تھا۔[832]

حضرت مالکؓ کی شادی جمیلہ بنت اُبَیّ بنِ سَلُول سے ہوئی جو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی ہمشیرہ تھیں۔[833]

سُہَیل بن عَمرو کو قیدی بنانے کے موقع پر حضرت مالکؓ نے یہ اشعار کہے تھے

اَسَرْتُ سُهَيْلًا فَلَا اَبْتَغِيْ اَسِيْرًا بِهٖ مِنْ جَمِيْعِ الْاُمَمْ
وَخِنْدَفُ تَعْلَمُ اَنَّ الْفَتٰى فَتَاهَا سُهَيْلٌ اِذَا يُظَّلَمْ
ضَرَبْتُ بِذِي الشَّفْرِ حَتّٰى انْثَنٰى وَاَكْرَهْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ذِي الْعَلَمْ

کہ میں نے سُہیل کو قیدی بنایا اور اس کے بدلہ میں تمام اقوام سے کسی کو بھی قیدی نہیں بنانا چاہتا۔ بنو خِنْدَف جانتے ہیں کہ سُہَیل ہی اپنے قبیلہ کا جوانمرد ہے جب ان پر ظلم کیا جائے۔ مَیں نے جھنڈے والے پر وار کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا اور میں نے کٹے ہوئے ہونٹ والے سے، مراد سُہَیل بن عَمرو سے تھا، جنگ کرنے پر اپنے آپ کو مجبور کیا۔[834]

غزوۂ بدر کے قیدیوں کے حوالے سے اُسُدُ الْغَابَہ میں ایک روایت ہے کہ ابوصالح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابویُسر مالک بن دُخْشُم عَوْفِی اور طارق بن عُبَید انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو اِس جنگ میں کسی کو قتل کرے گا اسے اتنا ملے گا اور جو کسی کو قید کرے گا اسے اتنا ملے گا اور ہم نے ستّر لوگوں کو قتل کیا اور ستّر کو قید کیا۔

اس پر حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بھی ان لوگوں کی طرح کر سکتے تھے مگر ہم نے صرف اس وجہ سے نہیں کیا کیونکہ ہم مسلمانوں کی پیچھے کی طرف سے حفاظت کر رہے تھے۔ غنیمتیں تھوڑی ہیں اور لوگ بہت ہیں۔ اگر آپؐ ان لوگوں کو اتنا دیں گے جس قدر آپؐ نے وعدہ کیا ہے تو بعض لوگوں کے حصہ میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔ پس یہ لوگ باتیں کرتے رہے کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ (الانفال:2) کہ اے رسول! لوگ تجھ سے اموال غنیمت کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو ان سے کہہ دے کہ اموالِ غنیمت اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں۔[835]

غزوۂ احد کے دن حضرت مالِک بن دُخْشُمؓ حضرت خارِجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے۔ حضرت خارجہؓ زخموں سے چُور بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو تیرہ کے قریب مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالکؓ نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ حضرت خارجہؓ نے کہا اگر آپؐ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ نہیں مرے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ فَقَاتِلْ عَنْ دِيْنِكَ اس لیے تم بھی اپنے دین کے لیے قتال کرو۔[836]

ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کا ذکر یوں ملتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

شہید ہونے کی افواہ پھیلی تو حضرت مالک بن دخشمؓ حضرت خارجہ بن زیدؓ کے پاس سے گزرے جبکہ وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سینے پر تیرہ مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالکؓ نے ان سے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کر دیے گئے ہیں۔ حضرت خارجہؓ نے جواب دیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں تو یقیناً اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ یقیناً انہوں نے پیغام یعنی اسلام کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ پس اپنے دین کی خاطر لڑو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت مالکؓ حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس سے گزرے اور ان کو بارہ مہلک زخم آئے تھے۔ حضرت مالکؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے ہیں۔ حضرت سعدؓ نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیا ہے۔ پس اپنے دین کی خاطر لڑو کیونکہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔[837]

ایک روایت میں بیان ہے کہ ان لوگوں میں سے اکثر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ یعنی حضرت مالک بن دخشمؓ منافقین کی پناہ گاہ ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ تم کہتے ہو منافق ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتا؟ لوگوں نے عرض کیا جی۔ یا رسول اللہؐ نماز تو پڑھتا ہے مگر وہ ایسی نماز ہے جس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس پر **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا مجھے نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے۔[838] یہ آج کل کے مسلمانوں کے لیے بھی سبق ہے۔**

ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن دُخشُمؓ کے ساتھ حضرت مَعْن بن عَدِیؓ کے بھائی حضرت عاصم بن عدیؓ کو مسجد ضرار کے منہدم کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔[839]

حضرت مالکؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی نسل نہیں چلی۔[840]

267

حضرت مالک بن عمروؓ

حضرت مالک بن عمروؓ صحابی ہیں۔ حضرت مالک بن عمروؓ کا تعلق قبیلہ بنو سُلَیم کے خاندان بنو حَجَر سے تھا اور یہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ ان کے والد کا نام عَمرو بن سُمَیط تھا۔

حضرت مالکؓ اپنے دو بھائیوں حضرت ثَقْف بن عَمرو ؓ اور حضرت مُدْلِج بن عَمرو ؓ کے ہمراہ جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔[841]

حضرت مالکؓ غزوۂ احد اور دیگر غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شامل رہے اور 12 ہجری

میں جنگِ یمامہ میں یہ شہید ہوئے۔[842]

268

حضرت مالک بن قدامہؓ

حضرت مَالِكْ بن قُدَامَہ ؓ کے والد کا نام قُدَامَہ ؓ بن عَرْفَجَہ تھا جبکہ ایک روایت کے مطابق ان کے دادا کا نام حارث بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت مالک یعنی عَرْفَجَہ کے بجائے حارث بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت مالک کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو غَنَم سے تھا۔ حضرت مالک اپنے ایک بھائی حضرت مُنْذِر بن قُدَامَہ ؓ کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت مالک غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے۔[843]

269

حضرت مالک بن مسعودؓ

حضرت مالک بن مسعود انصاری۔ ان کا نام مالک بن مسعود تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو ساعدہ سے تھا۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔[844]

270

حضرت مالک بن نُمَیلہؓ

حضرت مالک بن نُمَیلہ۔ ان کی والدہ کا نام نُمَیلہ تھا۔ ان کو ابن نُمَیلہ کہا جاتا تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ مُزَیْنہ سے تھا جو قبیلہ اوس کی شاخ بنی معاویہ کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں ان کی شہادت ہوئی۔[845]

271

حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ

نام و نسب

حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ ہیں۔ حضرت مبشرؓ کے والد کا نام عَبدُالمُنذِر اور آپؓ کی والدہ کا نام نَسِیبَہ بنت زَیْد تھا۔ آپؓ اَوس کے قبیلے بنو عَمرو بن عوف سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ اور حضرت عاقِل بن ابوبُکَیر ؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت عاقِل بن ابوبُکَیرؓ اور حضرت مُجَذَّر بن زِیَاد ؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ **بہرحال آپؓ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں آپؓ شہید بھی ہوئے۔** حضرت سَائِب بن اَبُولُبَابَہ ؓ جو حضرت مبشرؓ کے بھائی حضرت اَبُولُبَابَہ ؓ کے بیٹے تھے ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ کا مال غنیمت میں حصہ مقرر فرمایا اور مَعْن بن عَدِی ؓ ہمارے پاس ان کا حصہ لے کر آئے۔[846]

ان کے بھائی، ان کے بھتیجوں کو بھی حصہ ملا۔ ہجرت مدینہ کے وقت مہاجرین میں سے حضرت ابوسَلَمَہ بن عبدالاَسَد ؓ اور حضرت عامر بن رَبِیعہ ؓ اور حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے بھائی حضرت اَبُواَحمَد بن جَحش ؓ نے قبا کے مقام پر حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ کے ہاں قیام کیا۔ پھر مہاجرین پے درپے وہاں آنے لگے۔[847]

حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ اپنے دو بھائیوں حضرت ابولُبَابَہ بن عبدالمنذر ؓ اور حضرت رِفَاعَہ بن عبدالمنذِرؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت رِفَاعہ ؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے۔ اسی طرح غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے تھے۔ غزوۂ احد کے دن آپؓ شہید ہوئے۔

جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کی جانب روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت اَبُولُبَابَہ ؓ کو مدینے کا عامل بنا کر رَوْحَاء کے مقام سے واپس روانہ کیا جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ رَوْحَاء ایک مقام کا نام ہے۔ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے لیے مال غنیمت اور ثواب میں حصہ مقرر فرمایا۔ علامہ ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُبَشِّر بن عَبدالمُنذِر ؓ بنو عمرو بن عوف سے تھے۔ آپؓ ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شہید ہوئے۔[848]

حضرت عبداللہ بن عَمرو بن حرامؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد سے پہلے خواب دیکھا کہ گویا حضرت مُبَشِّر بن عبدالمُنذِر ؓ مجھے کہہ رہے ہیں کہ تم چند روز میں ہمارے پاس آجاؤ گے۔ میں نے

پوچھا کہ آپؓ کہاں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ میں جنت میں ہوں۔ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں کھاتے پیتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا آپؓ بدر میں شہید نہیں ہوگئے تھے؟ آپؓ نے بتایا ہاں کیوں نہیں۔ لیکن مجھے پھر زندہ کر دیا گیا تھا۔ اس صحابی نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’اے ابو جابر! شہادت یہی ہوتی ہے۔‘[849]

شہید جو ہے وہ پھر اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے اور وہاں آزاد پھرتا ہے۔

علامہ زُرْقَانی غزوۂ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دو صحابہ قبیلہ اوس میں سے تھے جن میں سے ایک حضرت سَعْد بن خَیْثَمَہ ؓ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ طُعَیْمَہ بن عَدِی نے انہیں شہید کیا جبکہ بعض کہتے ہیں کہ عَمْرو بن عَبدِ وُدّ نے انہیں شہید کیا تھا۔ سَمْهُودِی نے اپنی کتاب ’وفا‘ میں لکھا ہے کہ اہل سِیَر کے کلام سے ظاہر ہے یعنی جو سیرت لکھتے ہیں کہ **غزوۂ بدر کے موقع پر شہید ہونے والے صحابہ ماسوائے حضرت عُبَیْدَہ ؓ کے بدر میں مدفون ہیں۔** حضرت عُبَیْدَہ ؓ کی وفات کچھ دیر بعد ہوئی تھی اور وہ صَفْرَاء یا رَوْحَاء کے مقام پر مدفون ہیں۔

طبرانی نے ثِقہ راویوں سے روایت کی ہے کہ حضرت ابنِ مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اصحاب جو بدر کے دن شہید کیے گئے اللہ ان کی روحوں کو جنت میں سبز پرندوں میں رکھے گا جو جنت میں کھائیں پئیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ ان کا رب اچانک ان پر مطلع ہو گا، ظاہر ہو گا اور کہے گا اے میرے بندو! تم کیا چاہتے ہو؟ پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب! کیا اس سے اوپر بھی کوئی چیز ہے۔ جنت میں ہم آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا تم کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ چوتھی مرتبہ صحابہ کہیں گے کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں واپس لوٹا دے تاکہ ہم پھر سے ویسے ہی شہید کیے جائیں جیسے ہم پہلے شہید کیے گئے تھے۔[850]

272

حضرت مُجَذَّر بن زِیاد ؓ

حضرت مُجَذَّر بن زِیاد۔ غزوہ اُحد میں ان کی شہادت ہوئی۔ مُجَذَّر آپ کا لقب تھا اس کا مطلب ہے موٹے جسم والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجَذَّر اور عاقل بن بُکَیْر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ دوسری جگہ یہ آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُجَذَّر اور حضرت عُکَّاشَہ بن مِحْصَن کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ حضرت مُجَذَّر غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔[851]

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَبُو بَخْتَرِی کو قتل کرنے سے منع فرمایا تھا کیونکہ

مکّہ میں اس نے لوگوں کو رسول کریم ﷺ کو تکلیف پہنچانے سے روکا تھا۔
(اس کے عوض آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہیں کرنا) اور وہ خود بھی آنحضرت ﷺ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا تھا اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اس معاہدے کے خلاف کھڑے ہوئے تھے جو قریش نے بنوہاشم اور بنی مطلب کے خلاف کیا تھا۔
حضرت مُجَذَّرْ اَبُو بَخْتَرِی سے ملے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تمہارے قتل سے روکا ہے۔ اَبُو بَخْتَرِی کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی تھا جو اس کے ساتھ مکّہ سے نکلا تھا۔ اس کا نام جُنَادَة بن مُلَيْحه تھا جو بنولیث سے تھا۔ اَبُو بَخْتَرِی کا نام عاص تھا۔ اس نے کہا کہ میرے اس ساتھی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت مُجَذَّرْ نے کہا کہ نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف تمہارے اکیلے کے متعلق حکم دیا ہے۔
اس نے کہا کہ اگر مریں گے تو پھر ہم دونوں اکٹھے مریں گے۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مکہ کی عورتیں یہ بیان کرتی پھریں کہ میں نے اپنی زندگی کی خاطر اپنے ساتھی کو چھوڑ دیا۔ پھر وہ دونوں ان سے (حضرت مجذر سے) لڑائی کے لئے تیار ہو گئے اور لڑائی میں حضرت مُجَذَّرْ نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت مُجَذَّرْؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا مَیں نے اس کو بہت اصرار کے ساتھ کہا کہ وہ اسیر ہو جائے اور اسے مَیں آپ کے پاس لے آتا مگر وہ اس پر رضامند نہ ہوا اور آخر اس نے مجھ سے لڑائی کی اور مَیں نے اسے قتل کر دیا۔[852]
حضرت مُجَذَّرْ کی اولاد مدینہ اور بغداد میں موجود تھی۔ اَبِی وَجْزَة سے مروی ہے کہ شہدائے اُحد کے جو تین آدمی ایک قبر میں دفن کئے گئے تھے وہ مُجَذَّرْ بن زِيَاد، نُعْمَان بن مَالِك اور عَبْدَه بن حَسْحَاس تھے۔[853]
لیکن ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت انیسہ بنت عدی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا عبداللہ جو بدری ہے غزوہ اُحد میں شہید ہو گیا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے بیٹے کو اپنے مکان کے قریب دفن کروں تا کہ مجھے اس کا قرب حاصل رہے۔ حضور ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور یہ فیصلہ بھی ہوا کہ حضرت عبداللہ کے ساتھ ان کے دوست حضرت مُجَذَّرْ کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔
چنانچہ دونوں دوستوں کو ایک ہی کمبل میں لپیٹ کر اونٹ پر رکھ کر مدینہ بھیجا گیا ان میں سے عبداللہ ذرا دبلے پتلے تھے اور مُجَذَّرْ لحیم اور جسیم تھے۔ کہتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ اونٹ پر دونوں برابر اترے یعنی وزن ایک جیسا تھا۔ اتارنے والوں نے دیکھا تو لوگوں نے اس پر حیرت کا اظہار کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دونوں کے اعمال نے ان کے درمیان برابری کر دی۔[854]
موسیٰ بن عُقبہ نے بیان کیا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابویَسر نے ابوبَخْتَرِی کو قتل کیا اور بہت سے

لوگوں نے کہا ہے کہ مُجَذَّر نے اسے قتل کیا تھا۔ حضرت مُجَذَّرؓ نے جاہلیت میں سُوَید بن صَامِت کو قتل کر دیا تھا اور اس قتل نے جنگِ بُعَاث کو برانگیختہ کیا تھا۔ بعد میں حضرت مُجَذَّرؓ اور حضرت حارث بن سُوَید بن صامتؓ نے اسلام قبول کر لیا لیکن حارِث بن سُوَید موقع کی تلاش میں رہے کہ اپنے والد کے بدلہ میں انہیں قتل کریں۔

غزوۂ احد میں جب قریش نے مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کیا تو حارث بن سوید نے پیچھے سے ان کی گردن پر وار کر کے انہیں شہید کر دیا۔ غزوۂ حمراء الاَسَد سے واپسی پر حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو بتایا کہ حارِث بن سُوَید نے مُجَذَّر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ حارِث بن سُوَید کو مُجَذَّر بن زیاد کے بدلے میں قتل کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دن تشریف لے گئے جب قبا میں سخت گرمی تھی۔ حضرت عُوَیم بن سَاعِدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مسجد قبا کے دروازے پر حارث بن سُوَید کو قتل کیا تھا۔ طبقات الکبریٰ کی یہ روایت ہے غالباً۔[855]

273

حضرت مُحرز بن عامر بن مالکؓ

حضرت مُحرِز بن عامر بن مالک۔ ان کی وفات غزوہ احد کے لئے نکلنے والی صبح کے وقت ہوئی۔ ان کا پورا نام مُحرِز بن عامر تھا۔ ان کا تعلق بنو عدی بن نجار سے تھا۔ ان کی والدہ کا نام سُعدیٰ بنت خیثمہ بن حارث تھا اور ان کا تعلق اَوس قبیلہ سے تھا۔ ان کی والدہ حضرت سعدؓ بن خیثمہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ام سہل بنت ابی خارجہ سے آپ کی اولاد اسماء اور کلثم تھیں۔ آپ نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ جس دن حضور ﷺ نے غزوہ احد کے لئے نکلنا تھا اس دن صبح کے وقت ان کی وفات ہو گئی تھی۔ **ان کا شمار ان لوگوں میں کیا گیا ہے جو غزوہ احد میں شامل ہوئے تھے۔**[856]

کیونکہ شامل ہونے کی نیت تھی اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو شامل ہونے والوں میں شمار فرمایا۔[857]

274

حضرت محرز بن نضلہؓ

نام ونسب وکنیت

ان کی ولدیت نَضْلَة بن عبد اللہ ہے جبکہ دوسرے قول کے مطابق آپ کے والد کا نام وَهْب تھا۔ آپؓ کی کنیت ابو نَضْلَة تھی۔ آپؓ گورے اور خوبصورت چہرہ والے تھے۔ آپؓ کا لقب فُهَيْرَة تھا۔ آپؓ اَخْرَم کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ آپؓ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔ جبکہ بنو عبد الاشہل انہیں اپنا حلیف بتاتے ہیں۔ مُحْرِزْ یا اَخْرَم دونوں نام آپؓ کے ہیں۔ حضرت مُحْرِز ؓ کا تعلق مکہ کے قبیلہ بَنُو غَنْمَ بن دُوْدَان سے تھا۔ یہ قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔

مدینہ کی طرف ہجرت

اس قبیلے کے مردوں اور عورتوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی توفیق ملی۔ ان مہاجرین میں حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَه ؓ بھی شامل تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن اسماعیل کو سنا وہ کہتے تھے کہ یَوْمُ السَّرْح، یہ غزوۂ ذِی قَرَد اور غَزْوَةُ الْغَابَه کا نام ہے جو 6 ہجری میں ہوا تھا، میں سوائے حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَه ؓ کے بنو عبد الاشہل کے گھر سے کوئی اور نہیں نکلا۔ وہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کے گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام ذُو اللِّمَّه تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَه ؓ اور حضرت عُمَارَه بن حَزْم ؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ واقدی کے نزدیک آپؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق میں شریک ہوئے تھے۔ صالح بن کَيْسَان سے مروی ہے کہ حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَه ؓ نے بتایا کہ میں نے خواب میں ورلے آسمان کو دیکھا کہ وہ میرے لیے کھول دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس میں داخل ہو گیا اور ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔ پھر سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى تک چلا گیا۔ مجھ سے کہا گیا یہ تمہاری منزل ہے۔

حضرت مُحْرِز ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے یہ خواب بیان کیا جو فن تعبیر کے ماہر تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ شہادت کی خوشخبری ہو! پھر ایک روز آپؓ شہید کر دیئے گئے۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ یوم السَّرْح میں غَزْوَةُ الْغَابَه کے لیے روانہ ہوئے، یہ غزوہ ذی قَرَد بھی کہلاتا تھا جو 6 ہجری میں ہوا۔ عَمْرو بن عثمان جَحْشِی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَه ؓ جب غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تو آپؓ 31 تا 32 سال کے تھے اور جب آپؓ شہید ہوئے تو 37 یا 38 سال کے قریب تھے۔[858]

حضرت مُحْرِز ؓ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت اَیَاس بن سَلَمَہ ؓ غزوۂ ذِی قَرَد کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ صلح حدیبیہ واقعہ کے بعد ہم مدینہ کی طرف واپس جانے کے لیے نکلے۔ پھر ہم ایک جگہ اترے۔ ہمارے اور بنو لِحْیَان کے درمیان ایک پہاڑ تھا۔ وہ مشرک تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے لیے دعا کی جو اس پہاڑ پر رات کو چڑھے گویا وہ نبی ﷺ اور صحابہؓ کے لیے حالات پر نظر رکھنے اور حفاظت کی غرض سے جاسوس کا کام دے یعنی نگرانی کے لیے، حفاظت کے لیے اوپر چڑھے۔ دیکھے کہ کوئی دشمن وغیرہ حملہ آور نہ ہو جائے۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع ؓ کہتے ہیں میں اس رات دو یا تین مرتبہ چڑھا۔ پھر ہم مدینہ پہنچے۔ پھر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رباح نامی آدمی کے ہاتھ اپنے اونٹ بھیجے جو رسول اللہ ﷺ کا غلام تھا اور میں حضرت طلحہؓ کے گھوڑے کے ساتھ اس پر سوار ہو کر نکلا اور میں اس کو اونٹوں کے ساتھ پانی پلانے کے لیے جا رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو عبدالرحمٰن فَزَارِی نے رسول اللہ ﷺ کے اونٹوں پر حملہ کیا۔ ساتھ ایک قبیلہ تھا جو دشمن تھا اور سب کو ہانک کر لے گیا اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے رباح! یہ گھوڑا پکڑو اور اسے طَلْحَہ بن عُبَیْدِاللہ کو پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ کو خبر دو کہ مشرکوں نے آپ کے جانور لوٹ لیے ہیں۔ پھر میں ایک ٹیلے پر مدینے کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور تین دفعہ پکارا یَا صَبَاحَاهُ! یَا صَبَاحَاهُ! یہ کلمہ اہل عرب اس وقت کہا کرتے تھے جب کوئی دشمن لوٹنے والا غارت کرنے والا صبح کو آ پہنچتا تھا تو اس کے ساتھ یہ نعرہ مارتے تھے گویا بلند آواز سے فریاد مانگی جا رہی ہے اور امداد کے لیے اعلان کیا جا رہا ہے تا کہ حمایتی جو ہیں وہ فوراً جائیں اور دشمن کا مقابلہ کریں اور اس کو دوڑا دیں۔

بعض نے کہا ہے کہ لڑنے والوں کا قاعدہ ہوتا تھا کہ رات ہوتے ہی جنگ بند کر دیتے تھے۔ اپنے ٹھکانوں پر چلے جاتے تھے۔ 'صباحاہ' کے متعلق دوسری روایت یہ بھی ہے۔ اور پھر صباحاہ کہہ کر دوسرے روز لڑنے والوں کو آگاہ کیا جاتا تھا کہ صبح ہو گئی ہے اب جنگ کے لیے پھر تیار ہو جاؤ۔ لغات الحدیث میں یہ وضاحت لکھی گئی ہے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ پھر میں ان لوگوں کے پیچھے تلاش کرتا ہوا اور انہیں تیر مارتا ہوا نکلا اور میں رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ:

اَنَا ابْنُ الْاَکْوَع وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ

کہ میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ پس میں ان میں سے جس شخص سے بھی ملتا تو اس کے کجاوے میں تیر مارتا یہاں تک کہ تیر کا پھل نکل کر اس کے کندھے تک جا پہنچتا۔ میں کہتا یہ لو، اَنَا ابْنُ الْاَکْوَع وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ کہ میں اَکْوَع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں ان کو تیر مارتا رہا اور انہیں زخمی کرتا رہا اور جب میری طرف کوئی گھڑ سوار آتا تو میں کسی درخت کی طرف آتا اور اس کے نیچے بیٹھ جاتا یعنی درخت کے پیچھے چھپ جاتا اور میں اسے تیر

مار کر زخمی کر دیتا یہاں تک کہ جب پہاڑ کا راستہ تنگ ہو گیا اور وہ اس تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور انہیں پتھر مارنے لگا۔ یہ لوگ جو آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے جانور لوٹ کر لے جا رہے تھے ان پر انہوں نے حملہ کیا۔ اکیلے تھے۔ پہلے تیر مارتے رہے پھر کہتے ہیں کہ درّے پر پہنچا وہاں سے پتھر مارنے شروع کیے اور اسی طرح میں ان کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے اونٹوں میں سے کوئی اونٹ ایسا پیدا نہیں کیا جسے میں نے اپنے پیچھے نہ چھوڑ دیا ہو یعنی کہ درّے کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے اور وہ لوگ آگے دوڑ گئے اور انہوں نے ان کو میرے اور اپنے درمیان چھوڑ دیا۔ پھر میں تیر اندازی کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے تیس سے زیادہ چادریں اور تیس نیزے یعنی اپنا وزن ہلکا ہونے کے لیے پھینک دیے۔ وہ لوگ دوڑ رہے تھے تو اونٹ چھوڑ دیے۔ پھر اپنا سامان بھی پیچھے پھینکنا شروع کر دیا تا کہ آسانی سے دوڑ سکیں۔

کہتے ہیں جو چیز بھی وہ پھینکتے جاتے تھے میں ان پر نشان کے طور پر پتھر رکھ دیتا تھا تا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپؐ کے صحابہ پہنچان لیں یہاں تک کہ وہ ایک تنگ گھاٹی میں آئے جہاں انہیں بدر فزاری کا کوئی بیٹا ملا۔ وہ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے اور میں ایک چوٹی پر بیٹھا تھا۔ فزاری نے کہا یہ کون شخص ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا اس شخص نے تو ہمیں تنگ کر رکھا ہے۔ اللہ کی قسم! یہ صبح سے ہم پر مسلسل تیر اندازی کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے ہم سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ اس نے کہا چاہیے کہ تم میں سے چار آدمی اس کی طرف جائیں۔ حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع ؓ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار آدمی میری طرف پہاڑ پر چڑھے۔ جب وہ میرے اتنے قریب آئے کہ میں ان سے بات کر سکا تو میں نے کہا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا میں سَلَمَہ بن اَکْوَع ہوں۔ پھر انہوں نے آگے کافروں کو کہا کہ اس کی قسم جس نے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے چہرے کو عزت عطا کی ہے کہ میں تم میں سے جس شخص کو پکڑنا چاہوں اسے پکڑ سکتا ہوں لیکن تم میں سے کوئی شخص مجھے پکڑنا تو نہیں پکڑ سکتا۔ چار آدمی جو آئے تھے ان میں سے ایک ذرا ڈر گیا۔

اس نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے اور وہ چاروں واپس چلے گئے اور میں اپنی جگہ پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے گھوڑے درختوں کے درمیان آتے ہوئے دیکھے۔ ان میں سے سب سے پہلے اخرم اسدیؓ تھے اور ان کے پیچھے ابو قتادہ انصاریؓ تھے اور ان کے پیچھے مقداد بن اسود کندیؓ تھے۔ میں نے اخرم یعنی حضرت مُحْرِز ؓ کے گھوڑے کی لگام پکڑی تو وہ چاروں طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ یہ ذرا سا confusion ہے میرا خیال ہے۔ وہ جو دوسرے لوگ وہاں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ اور قریب آ گئے ہیں تو وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ کہتے ہیں میں نے کہا اے اخرم! یعنی حضرت مُحْرِز ؓ کو کہا کہ تو ان سے بچ، تا کہ وہ تجھے ہلاک نہ کر دیں یہاں تک کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور آپؐ کے صحابہ نہ پہنچ جائیں۔ اس نے کہا اے سلمہ! اگر تو اللہ اور یوم آخرت پر

ایمان رکھتا ہے اور تو جانتا ہے کہ جنت حق ہے اور آگ حق ہے یعنی جہنم حق ہے۔ پس تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ یعنی اخرمؓ اور عبدالرحمٰن باہم برسرپیکار ہوئے اور انہوں نے عبدالرحمٰن سمیت اس کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اور عبدالرحمٰن نے ان کو یعنی اخرمؓ کو، حضرت مُحرِزؓ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لوگوں میں جانے کے لیے واپس مڑا تو پھر جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ لوگ آرہے تھے ان میں سے ابوقتادہؓ، عبدالرحمٰن کے پیچھے گئے اور اس کو پکڑ لیا اور نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا جو حضرت مُحرِزؓ کو شہید کر کے گیا تھا۔ تو یہ کہتے ہیں کہ پس اس کی قسم جس نے محمدؐ کے چہرے کو عزت عطا کی! میں نے دوڑتے ہوئے ان کا تعاقب جاری رکھا۔ میں پھر بھی ان کے پیچھے جاتا رہا یہاں تک کہ میں نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ میں سے کسی کو اور نہ ان کے غبار کو اپنے پیچھے پایا یعنی بہت آگے نکل گیا یہاں تک کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ایک گھاٹی میں پہنچے جہاں پانی تھا۔ اسے ذی قرد کہتے تھے۔ وہ لوگ جو مال لوٹ کے لے جانے والے چور تھے وہ اس سے پانی پینا چاہتے تھے اور وہ پیاسے تھے۔

پھر انہوں نے مجھے اپنے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ میں نے ان کو وہاں سے ہٹا دیا اور وہ اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ پی سکے۔ وہ وہاں سے نکلے اور ایک گھاٹی کی طرف تیزی سے بڑھے۔ میں بھی دوڑا۔ میں ان میں سے جس شخص کو پیچھے پاتا یعنی چھپ چھپ کے پیچھے دوڑتا رہا اور جو پیچھے رہ جاتا اس کے کندھے کی ہڈی میں تیر مارتا۔ میں یہ کہالو اَنَا ابْنُ الْاَکْوَعِ وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّعِ کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں اور یہ دن کمینوں کی تباہی کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اکوع کو اس کی ماں کھوئے۔ کیا صبح والا اکوع؟ یہ جو لوگوں کو زخمی کر رہے تھے تو ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ صبح والا اکوع، جو صبح سے ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اے اپنی جان کے دشمن تیرا صبح والا اکوع۔ انہوں نے دو گھوڑے گھاٹی میں پیچھے چھوڑ دیے۔ میں ان دونوں کو ہانکتے ہوئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس چل پڑا۔ مجھے عامر ایک چھاگل میں تھوڑے سے دودھ میں ملا ہوا پانی اور ایک چھاگل میں پانی لاتے ہوئے ملے۔ پھر میں نے وضو کیا اور پیا۔

پھر میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پانی پر تھے جہاں سے میں نے ان لوگوں کو، ان لٹیروں کو صبح بھگایا تھا۔ وہاں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وہ اونٹ اور وہ سب چیزیں جو میں نے مشرکوں سے چھڑائی تھیں لے لیں اور حضرت بلالؓ نے ان اونٹوں میں سے جو میں نے ان سے چھینے تھے ایک اونٹنی ذبح کی۔ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے کلیجی اور کوہان کے گوشت سے بھون رہے تھے۔ میں نے کہا یارسول اللہؐ! آپؐ کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں مجھے اس لشکر میں سے سو آدمی منتخب کرنے کی اجازت فرمائیں۔ تو میں ان لوگوں کا پیچھا کر کے ان سب کو قتل کر دوں۔ کوئی ان کے قبیلے کو خبر دینے والا بھی نہ بچے جو یہ سامان لوٹ کر لوٹے تھے، لوٹ کر لے جانے لگے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کھلکھلا کر ہنسے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپؐ کے دانت مبارک دکھائی دینے

لگے۔ آپؐ نے فرمایا اے سَلَمہ! کیا تم سمجھتے ہو کہ تم یہ کر سکتے ہو کہ ان کے گھروں میں پہنچنے سے پہلے ان سب کو مار دو؟ میں نے کہا ہاں اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو عزت عطا کی ہے! آپؐ نے فرمایا اب وہ غطفان کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس جگہ یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ جب حضرت سَلَمَہ بن اَکْوَع ؓ نے آنحضرت ﷺ سے مشرکین کا دوبارہ پیچھا کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا یَا ابْنَ الْاَکْوَعِ مَلَکْتَ فَاَسْجِحْ۔ اے ابن اَکْوَع! تم نے جب غلبہ پالیا ہے تو پھر جانے دو اور درگزر سے کام لو۔ اب پیچھے جانے کا ان کو قتل کرنے کا کیا فائدہ؟ تو یہ جو اسوہ ہے اس میں اک تو یہ ہے کہ یہ اکیلے جنگ کرتے رہے حضرت مُحْرِز ؓ آئے تو ان پہ انہوں نے چھپ کے حملہ کیا یا ان کو کسی طرح شہید کر دیا۔ پہلی دفعہ تو ان کے گھوڑے کو پکڑ کے انہوں نے پلٹا دیا اور بچ گئے لیکن پھر حملہ ہوا اور وہ شہید ہو گئے۔ ایک تو یہ حضرت مُحْرِز ؓ کی شہادت کا واقعہ ہے۔ دوسرا ان کی بہادری بھی ہے اور ان کو جنگ کے طریقے کا بھی پتا ہے۔ اَکْوَع ؓ نے ان لٹیروں سے سب مال چھینا اور پھر اہم بات یہ کہ جب مال واپس لے لیا اور پھر بھی کہا کہ میں ان کا پیچھا کر کے ان سب کو قتل کر دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو جانے دو۔ جب مال واپس آ گیا ہے تو چھوڑو۔ تو یہ اسوہ ہے آنحضرت ﷺ کا کیونکہ آپؐ کو قتل و غارت سے غرض نہیں تھی۔ یہ مقصد نہیں تھا۔ لٹیروں اور حملہ آوروں سے جب آپؐ نے واپس مال لے لیا اور سب لوگ چھوڑ کر فرار ہو گئے، ان میں سے کچھ زخمی بھی ہو گئے تو آپؐ نے بھی پھر وہاں کسی قسم کی جنگ اور قتل و غارت گری نہیں کی۔

بہر حال یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب ان سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کو چھوڑو۔ وہ چلے گئے ہیں تو اب جانے دو۔ اس دوران میں بنی غطفان کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا فلاں شخص نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا ہے۔ جب وہ ان کی جلد اتار رہے تھے تو انہوں نے ایک غبار دیکھا۔ انہوں نے کہا وہ لوگ آ گئے۔ وہ وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ جب صبح ہوئی تو **آپ ﷺ نے فرمایا آج ہمارے بہترین شاہ سوار ابو قَتَادہ ؓ ہیں پیادوں میں بہترین پیادہ یعنی پیدل چلنے والوں میں، جنگ کرنے والوں میں سَلَمہ ؓ ہیں۔** سَلَمہ ؓ نے ان لوگوں کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو حصے دیے ایک سوار کا اور ایک پیدل کا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ لوٹے ہوئے مجھے عَضْبَاء اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ تو کہتے ہیں کہ جب ہم جا رہے تھے تو انصار کے ایک شخص نے جس سے دوڑ میں کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا تھا اس نے کہنا شروع کر دیا کہ کوئی مدینہ تک دوڑ لگانے والا ہے۔

دوڑ کا مقابلہ

اب جنگوں اور دشمنوں کے تنگ کرنے کے باوجود صحابہؓ اپنی تفریح کے سامان بھی کرتے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کو ہلکے پھلکے چیلنج بھی دیتے تھے تا کہ وقت بھی گزر جائے اور دشمنوں کا جو مستقل

ذہنی دباؤ بھی جو ہے وہ بھی کچھ کم ہو۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ کوئی ہے جو مجھ سے دوڑ لگائے؟ کیا کوئی دوڑنے والا ہے؟ کہتے ہیں انہوں نے کئی دفعہ یہ بار بار دہرایا تو میں نے جب یہ بات سنی تو میں نے دوسرے صحابی کو چھیڑ کے کہا اسے کہ تم کسی معزز کی عزت نہیں کرتے؟ کسی بزرگ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے کہا نہیں سوائے اس کے کہ رسول اللہ ﷺ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے علاوہ مجھے کسی کا خوف نہیں۔ تو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ مجھے اس آدمی سے دوڑ لگانے دیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو تو لگاؤ۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ چلو۔ پھر کہتے ہیں میں نے اپنے پاؤں موڑے اور چھلانگ ماری اور دوڑ پڑا اور میں ایک یا دو گھاٹیاں اس کے پیچھے دوڑا پھر میں اپنی طاقت بچاتا رہا تھا پھر میں آہستگی سے اس کے پیچھے دوڑا پھر میں تیز ہوا، اسے جا لیا۔ یہ دوڑ لگتی رہی۔ وہ مدینہ کا سب سے تیز دوڑنے والا شخص تھا۔ کہتے ہیں اور تیز ہو کے میں نے اسے جا کے پکڑ لیا۔ میں نے اسے کندھے کے درمیان مکا مارا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! تو پیچھے رہ گیا۔

ایک راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے کہا کہ میں مدینہ تک اس سے آگے رہا اور پھر ہم صرف تین راتیں ٹھہرے یہاں تک کہ اس کے بعد پھر رسول ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے۔[859] وہاں پر ٹھہرے۔ پھر خیبر کی طرف چلے گئے۔

تاریخ طبری میں اس غزوہ کی بابت کچھ تفصیلات یوں درج ہیں۔ حضرت عاصِم بن عُمر بن قَتادہ سے مروی ہے کہ غزوۂ ذِی قَرَد میں دشمن کے پاس سب سے پہلا گھوڑا حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہ ؓ کا پہنچا جو بنو اسد بن خُزَیْمَہ میں سے تھے۔ حضرت مُحْرِز بن نضلہ ؓ کو اَخْرَمْ بھی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح آپؓ کو قُمَیْر بھی کہا جاتا تھا۔ اور جب دشمن کی طرف سے لوٹ مار اور خطرے کے لیے اجتماع کا اعلان ہوا تو حضرت محمود بن مَسْلَمَہ ؓ کے گھوڑے نے جو ان کے باغ میں بندھا ہوا تھا جب اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز سنی تو اپنی جگہ اچھل کود کرنے لگا۔ یہ ایک عمدہ اور سدھایا ہوا گھوڑا تھا۔ تب بَنُو عَبْدِالْاَشْهَل کی عورتوں میں سے بعض عورتوں نے بندھے ہوئے گھوڑے کو اس طرح اچھلتے کودتے دیکھا تو حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہ ؓ سے کہا اے قُمَیْر! کیا آپؓ طاقت رکھتے ہیں کہ اپنے اس گھوڑے پر سوار ہوں اور یہ گھوڑا جیسا ہے وہ آپؓ اسے دیکھ ہی رہے ہیں۔ پھر آپؓ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملیں۔ آپؓ نے کہا ہاں! میں تیار ہوں۔ پھر عورتوں نے وہ گھوڑا آپؓ کو دیا۔ آپؓ، حضرت مُحْرِز ؓ، اس پر سوار ہو کر چل دیے۔

انہوں نے اس گھوڑے کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی یہاں تک کہ آپؓ نے اس جماعت کو پا لیا جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا رہی تھی اور ان کے آگے آپؓ کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہ ؓ نے کہا اے تھوڑی سی جماعت! ٹھہرو۔ یہاں تک کہ دوسرے مہاجر اور انصار جو تمہارے پیچھے ہیں وہ بھی تم سے آملیں۔ راوی کہتے ہیں کہ دشمن کے ایک شخص نے آپؓ پر حملہ کیا اور آپؓ کو شہید کر دیا۔ پھر وہ گھوڑا بے قابو ہو کر بھاگا اور کوئی اس پر قابو نہ پا سکا یہاں تک کہ وہ بَنُو عَبْدِالْاَشْهَل کے محلے میں آکر اسی رسی کے پاس ٹھہر گیا جس سے وہ بندھا ہوا تھا۔ پس مسلمانوں میں اس دن آپؓ کے

علاوہ اور کوئی شہید نہیں ہوا تھا اور حضرت محمودؓ (طبقات ابن سعد کے مطابق ان صحابی کا نام حضرت محمد بن مسلمہؓ تھا ان) کے گھوڑے کا نام ذُوالِلَّمّہ تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت مُحْرِز بن نَضْلَہ ؓحضرت عُکّاشَہ بن مِحْصَن ؓ کے گھوڑے پر شہادت کے وقت سوار تھے۔ اس گھوڑے کو جَنَاح کہا جاتا تھا اور بعض جانور دشمن کے ہاتھ سے چھڑا لیے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام سے روانہ ہوئے اور غزوۂ ذی قَرَد کے پہاڑ پر پہنچ کر ٹھہرے اور وہیں اور صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اور ایک رات وہاں مقیم رہے۔ سَلَمَہ بن اَکْوَع ؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اگر آپؐ سو آدمی میرے ساتھ بھیج دیں تو میں بقیہ جانور بھی دشمن سے چھڑا لاتا ہوں اور ان کی گردن جا دباتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں جاؤ گے؟ اس وقت تو وہ غطفان کی شراب پی رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو سو سو میں تقسیم کرتے ہوئے ان میں کھانے کے لیے اونٹ تقسیم کیے جنہیں صحابہ نے بطور کھانے کے استعمال کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس تشریف لے آئے۔[860]

اور ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ان کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں کو جانے دیا اور یہی حضرت مُحْرِز ؓ وہاں صرف ایک شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق گھڑ سواروں میں سب سے پہلے شہید تھے اور یہی پہلی روایت میں بھی ہے۔[861]

275

حضرت محمد بن مسلمہؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ۔ حضرت محمد کے والد کا نام مسلمہ بن سلمہ تھا۔ ان کے دادا کا نام سلمہ کے علاوہ خالد بھی بیان کیا گیا ہے اور ان کی والدہ امّ سہم تھیں جن کا نام خلیدۃ بنت ابو عبیدۃ تھا۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا اور قبیلہ عبد اشہل کے حلیف تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمٰن اور ابو سعید بھی بیان کی جاتی ہے۔ علامہ ابن حجر کے نزدیک ابو عبد اللہ زیادہ صحیح ہے۔ ایک قول کے مطابق آپؓ بعثتِ نبوی سے بائیس سال پہلے پیدا ہوئے اور ان لوگوں میں سے تھے جن کا نام جاہلیت میں "محمد" رکھا گیا۔[862]

اہل عرب کا اپنے بچوں کا نام "محمد"......... رکھنا

مدینے کے یہود اُس نبی کے منتظر تھے جس کی بشارت حضرت موسیٰؑ نے دی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ

اس مبعوث ہونے والے نبی کا نام 'محمد' ہو گا۔ جب اہلِ عرب نے یہ بات سنی تو انہوں نے اپنے بچوں کے نام محمد رکھنا شروع کر دیے۔ سیرت النبیؐ پر مشتمل کتب میں جن افراد کا نام زمانہ جاہلیت میں بطور تفاؤل کے محمد رکھا گیا ان کی تعداد تین سے لے کر پندرہ تک بیان کی گئی ہے۔ علامہ سُہَیلی جو سیرت ابن ہشام کے شارح ہیں انہوں نے تین افراد کے اسماء لکھے ہیں جن کا نام محمد تھا۔ علامہ ابن اثیر نے چھ افراد کے نام لکھے ہیں جبکہ عبدالوہاب شعرانی نے ان کی تعداد چودہ درج کی ہے۔ معلومات کے لیے یہ پندرہ نام یا چند نام جو ہیں یہ بتا بھی دیتا ہوں۔ ان میں ہیں محمد بن سفیان، محمد بن اُحَیحَہ، محمد بن حُمْرَان، محمد بن خُزَاعِی، محمد بن عدی، محمد بن اسامہ، محمد بن بَرَاء، محمد بن حارث، محمد بن حِرمَازْ، محمد بن خَولِی، محمد بن یَحْمَدِی، محمد بن زید، محمد بن اُسیدی اور محمد فُقَیمِی اور حضرت محمد بن مسلمہ (شامل) ہیں۔[863]

قدیم اسلام لانے والے

حضرت محمد بن مسلمہؓ قدیم اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ حضرت مُصْعَب بن عُمیرؓ کے ہاتھ پر حضرت سعد بن معاذؓ سے پہلے اسلام لائے۔ جب حضرت ابوعبیدہ بن الجراح ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آنحضرت ﷺ نے ان کی آپؓ کے ساتھ مؤاخات قائم فرمائی۔ **آپؓ ان صحابہ میں شامل تھے جنہوں نے کعب بن اشرف اور ابورافع سلّام بن ابو حُقَیق کو قتل کیا تھا۔** یہ دونوں وہ فتنہ پرداز تھے جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے تھے اور اسی کوشش میں ہوتے تھے بلکہ مسلمانوں پہ حملہ بھی کروانے کی کوشش کی۔ آنحضرت ﷺ پر بھی حملہ کرنے کی کوشش کی تو آنحضور ﷺ نے ان کو پھر ان کے قتل پر مقرر کیا تھا۔ **آنحضور ﷺ نے بعض غزوات کے موقع پر ان کو مدینہ پر نگران بھی مقرر فرمایا۔**

حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے جعفر، عبداللہ، سعد، عبدالرحمٰن اور عمر نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور اس کے بعد سوائے غزوۂ تبوک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے کیونکہ غزوۂ تبوک میں وہ نبی کریم ﷺ کی اجازت سے مدینے میں ٹھہرنے کے لیے پیچھے رہ گئے تھے۔[864]

دو فتنہ پرداز اور اسلام کے مخالفین کا قتل

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ دو فتنہ پرداز اور اسلام کے مخالفین کے قتل میں حضرت محمد بن مسلمہؓ شامل تھے۔ اس کی کچھ تفصیل تو ڈیڑھ سال پہلے حضرت عباد بن بشرؓ کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔[865]

تاہم کچھ باتیں مختصر بیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ اور تفصیل بھی ہے۔ سیرت خاتم النبیین میں **حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں** یہ لکھا ہے کہ:

بدر کی جنگ نے جس طرح مدینے کے یہودیوں کی دلی عداوت کو ظاہر کر دیا تھا اور وہ مخالفت میں

بڑھ گئے تھے۔ اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں میں ترقی کرتے گئے۔ چنانچہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اسی کی ایک کڑی ہے۔ کعب گو مذہباً یہودی تھا لیکن دراصل یہودی النسل نہ تھا بلکہ عرب تھا۔ اس کا باپ اشرف بنونَبْہَان کا ایک ہوشیار اور چلتا پرزہ آدمی تھا۔ مدینہ میں آکر بنونضیر کے ساتھ تعلقات پیدا کیے اور ان کا حلیف بن گیا۔ بالآخر اس نے اتنا اقتدار اور رسوخ پیدا کر لیا کہ قبیلہ بنو نضیر کے رئیس اعظم ابورافع بن ابی الحقیق نے اپنی لڑکی اسے رشتہ میں دے دی اور اس کے بطن سے کعب پیدا ہوا جس نے بڑے ہو کر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر رتبہ حاصل کیا۔ حتیٰ کہ بالآخر اسے یہ حیثیت حاصل ہو گئی کہ تمام عرب کے یہودی اسے گویا اپنا سردار سمجھنے لگے۔ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے وہ ایک نہایت گندے اخلاق کا آدمی تھا اور خفیہ چالوں اور ریشہ دوانیوں کے فن میں اسے بڑا کمال حاصل تھا۔ نیکی تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹکی تھی۔ پس کمال تھا اس کا برائیوں میں، بدیوں میں، لڑانے میں، فساد پیدا کرنے میں، فتنہ پیدا کرنے میں۔ بہر حال جب آنحضرت ﷺ مدینے میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو کعب بن اشرف نے دوسرے یہودیوں کے ساتھ مل کر اس معاہدے میں شرکت اختیار کی جو آنحضرت ﷺ اور یہود کے درمیان باہمی دوستی اور امن وامان اور مشترکہ دفاع کے متعلق تحریر کیا گیا تھا مگر اندر ہی اندر کعب کے دل میں بغض وعداوت کی آگ سلگنے لگ گئی اور اس نے خفیہ چالوں اور خفیہ ساز باز سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت شروع کر دی۔ کعب کی مخالفت زیادہ خطرناک صورت اختیار کر گئی۔ اپنی مخالفت اور فتنہ پردازیوں میں بڑھتا ہی چلا گیا اور بالآخر جنگِ بدر کے بعد تو اس نے ایسا رویہ اختیار کیا جو سخت مفسدانہ اور فتنہ انگیز تھا اور جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک حالات پیدا ہو گئے۔

جب بدر کے موقعے پر مسلمانوں کو ایک غیر معمولی فتح نصیب ہوئی اور رؤسائے قریش اکثر مارے گئے تو اس نے سمجھ لیا کہ اب یہ نیا دین یونہی مٹتا نظر نہیں آتا۔ پہلے تو خیال تھا یہ نیا دین ہے ختم ہو جائے گا۔ خود ہی اپنی موت مر جائے گا لیکن جب اسلام کی ترقی دیکھی، بدر کے جنگ کے نتائج دیکھے تو پھر اس کو خیال پیدا ہوا کہ یہ اس طرح نہیں مٹے گا۔ چنانچہ بدر کے بعد اس نے اپنی پوری کوشش اسلام کے مٹانے اور تباہ وبرباد کرنے میں صرف کر دینے کا تہیہ کر لیا۔

جب کعب کو یہ یقین ہو گیا کہ واقعی بدر کی فتح نے اسلام کو وہ استحکام دے دیا ہے جس کا اسے وہم وگمان بھی نہ تھا تو وہ غیض وغضب سے بھر گیا اور فوراً سفر کی تیاری کر کے اس نے مکے کی راہ لی اور وہاں جا کر اپنی چرب زبانی اور شعر گوئی کے زور سے قریش کے دلوں کی سلگتی ہوئی آگ کو اَور شعلہ بار کر دیا، بھڑکا دیا اور ان کے دل میں مسلمانوں کے خون کی نہ بجھنے والی پیاس پیدا کر دی اور ان کے سینے جذباتِ انتقام وعداوت سے بھر دیے۔ اور جب کعب کی اشتعال انگیزی سے ان کے احساسات میں ایک انتہائی درجے کی بجلی پیدا ہو گئی تو اس نے ان کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر اور کعبہ کے پردے ان کے ہاتھوں میں دے دے کر ان سے قسمیں لیں کہ جب تک اسلام اور بانیٔ اسلام کو صفحہ دنیا سے ملیامیٹ نہ

کر دیں گے اس وقت تک چین نہیں لیں گے۔

اس کے بعد اس بدبخت نے دوسرے **عرب قبائل کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ اور پھر مدینے میں واپس آکر مسلمان خواتین پر تشبیب کہی۔** یعنی اپنے جوش دلانے والے اشعار میں نہایت گندے اور فحش طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ خاندانِ نبوت کی عورتوں کو بھی اپنے ان اوباشانہ اشعار کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا اور ملک میں ان اشعار کا چرچا کروایا۔ **بہرحال آخر پھر اس نے یہ کوشش بھی کی کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے قتل کی سازش کی** اور آپ کو کسی دعوت وغیرہ کے بہانے سے اپنے مکان پر بلا کر چند نوجوان یہودیوں سے آپ کو قتل کروانے کا منصوبہ باندھا مگر خدا کے فضل سے وقت پر اطلاع ہو گئی اور اس کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور کعب کے خلاف عہد شکنی، بغاوت، تحریکِ جنگ، فتنہ پردازی، فحش گوئی اور سازش قتل کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچ گئے تو آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے جو اس بین الاقوامی معاہدے کی رو سے جو آپ کے مدینے میں تشریف لانے کے بعد اہالیانِ مدینہ سے ہوا تھا مدینے کی جمہوری سلطنت کے صدر اور حاکمِ اعلیٰ تھے تو آپؐ نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ کعب بن اشرف اپنی کارروائیوں کی وجہ سے واجب القتل ہے۔ چونکہ اس وقت کعب کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے مدینے کی فضا ایسی ہو رہی تھی کہ اگر اس کے خلاف باضابطہ طور پر اعلان کر کے اسے قتل کیا جاتا تو مدینے میں ایک خطرناک خانہ جنگی شروع ہو جانے کا احتمال تھا جس میں نہ معلوم کتنا کشت و خون ہوتا اور آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہر ممکن اور جائز قربانی کر کے بین الاقوامی کشت و خون کو روکنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کعب کو برملا طور پر، کھلے طور پر قتل نہ کیا جاوے بلکہ چند لوگ خاموشی کے ساتھ کوئی مناسب موقع نکال کر اسے قتل کر دیں **اور یہ ڈیوٹی آپؐ نے قبیلہ اوس کے ایک مخلص صحابی محمد بن مسلمہؓ کے سپرد فرمائی** اور انہیں تاکید فرمائی کہ جو طریق بھی اختیار کریں قبیلہ اوس کے رئیس سعد بن معاذؓ کے مشورے سے کریں۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لیے تو کوئی بات کہنی ہو گی یعنی کوئی عذر وغیرہ بنانا پڑے گا جس کی مدد سے کعب کو اس کے گھر سے نکال کر کسی محفوظ جگہ میں قتل کیا جا سکے۔ آپؐ نے ان عظیم الشان اثرات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اس موقعے پر ایک خاموش سزا کے طریق کو چھوڑنے سے پیدا ہو سکتے تھے فرمایا کہ اچھا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہؓ نے سعد بن معاذؓ کے مشورے سے ابو نَائِلہ ؓ اور دو تین اَور صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا اور کعب کے مکان پر پہنچے اور کعب کو اس کے اندرونِ خانہ سے بلا کر کہا کہ ہمارے صاحب یعنی محمد رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہم سے صدقہ مانگتے ہیں اور ہم تنگ حال ہیں۔ کیا تم مہربانی کر کے ہمیں کچھ قرض دے سکتے ہو؟ یہ بات سن کر کعب خوشی سے کود پڑا اور کہنے لگا کہ واللہ! ابھی کیا ہے۔ وہ دن دور نہیں جب تم اس شخص سے بیزار ہو کر اسے چھوڑ دو گے۔ محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا۔ خیر ہم تو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اتباع اختیار کر چکے ہیں جس کام کے لیے تمہارے پاس آئے ہیں تم یہ بتاؤ کہ قرض دو گے یا

نہیں؟ کعب نے کہا ہاں مگر کوئی چیز رہن رکھو۔ محمدؓ نے پوچھا کیا چیز؟ اس بدبخت نے جواب دیا کہ اپنی عورتیں رہن رکھ دو۔ محمدؓ نے غصے کو دبا کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے جیسے آدمی کے پاس ہم اپنی عورتیں رہن رکھ دیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر بیٹے سہی۔ محمد بن مسلمہؓ نے جواب دیا کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ ہم سارے عرب کا طعن اپنے سر پر نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر تم مہربانی کرو تو ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیتے ہیں۔ کعب راضی ہو گیا اور محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی رات کو آنے کا وعدہ دے کر واپس چلے آئے اور جب رات ہوئی تو یہ پارٹی ہتھیار وغیرہ ساتھ لے کر کعب کے مکان پر پہنچے کیونکہ اس وقت کھلے طور پر ہتھیار لا سکتے تھے جو معاہدے کے مطابق دینا تھا اور اسے گھر سے نکال کر باتیں کرتے کرتے ایک طرف کو لے گئے اور تھوڑی دیر بعد چلتے چلتے محمد بن مسلمہؓ یا ان کے کسی ساتھی نے کسی بہانے سے کعب کے سر پر ہاتھ ڈالا اور نہایت پھرتی کے ساتھ اس کے بالوں کو مضبوطی سے قابو کر کے اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ مارو۔ صحابہؓ نے جو پہلے سے تیار تھے۔ ہتھیار بند تھے، فوراً تلواریں چلا دیں اور بالآخر کعب قتل ہو کر گرا۔ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو کر جلدی جلدی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپؐ کو اس قتل کی اطلاع دی۔

جب کعب کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو شہر میں ایک سنسنی پھیل گئی اور یہودی لوگ سخت جوش میں آ گئے اور دوسرے دن صبح کے وقت یہودیوں کا ایک وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کعب کس کس جرم کا مرتکب ہوا ہے؟ اور پھر آپؐ نے اجمالاً ان کو کعب کی عہد شکنی اور تحریکِ جنگ اور فتنہ انگیزی اور فحش گوئی اور سازشِ قتل وغیرہ کی کارروائیاں یاد دلائیں جس پر یہ لوگ ڈر کر خاموش ہو گئے۔ انہوں نے مزید شور نہیں مچایا۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں چاہیے کہ کم از کم آئندہ کے لیے ہی امن اور تعاون کے ساتھ رہو اور عداوت اور فتنہ وفساد کا بیج نہ بوؤ۔ **چنانچہ یہود کی رضامندی کے ساتھ آئندہ کے لیے ایک نیا معاہدہ لکھا گیا** اور یہود نے مسلمانوں کے ساتھ امن وامان کے ساتھ رہنے اور فتنہ وفساد کے طریقوں سے بچنے کا از سرِ نو وعدہ کیا۔

اگر کعب مجرم نہ ہوتا تو یہودی کبھی اتنی آسانی سے نیا معاہدہ نہ کرتے اور اس کے قتل پر خاموش بھی نہ رہتے۔ بہرحال یہ نیا معاہدہ انہوں نے کیا کہ آئندہ ہم امن سے رہیں گے۔ تاریخ میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ اس کے بعد یہودیوں نے کبھی کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا ہو کیونکہ ان کے دل محسوس کرتے تھے کہ کعب اپنی مستحق سزا کو پہنچا ہے۔

کعب بن اشرف کے قتل پر بعض مغربی مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے اور اس قتل کو آنحضرت ﷺ کے دامن پر ایک بدنما دھبے کے طور پر ظاہر کر کے اعتراضات جمائے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اول تو یہ کہ آیا یہ قتل فی ذاتہٖ ایک جائز فعل تھا یا نہیں؟ دوسرے آیا جو طریق اس کے قتل کے واسطے اختیار کیا

گیا وہ جائز تھا یا نہیں؟

امرِ اوّل کے متعلق تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کعب بن اشرف آنحضرت ﷺ کے ساتھ باقاعدہ امن وامان کا معاہدہ کر چکا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کارروائی کرنا تو درکنار رہا اس نے اس بات کا عہد کیا تھا کہ وہ ہر بیرونی دشمن کے خلاف مسلمانوں کی امداد کرے گا اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے گا۔ اس نے اس معاہدے کی رو سے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ جو رنگ مدینے میں جمہوری سلطنت کا قائم کیا گیا ہے اس میں آنحضرت ﷺ صدر ہوں گے اور ہر قسم کے تنازعات وغیرہ میں آپؐ کا فیصلہ سب کے لیے واجب القبول ہو گا۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ اسی معاہدے کے ماتحت یہودی لوگ اپنے مقدمات وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور آپؐ ان میں احکام جاری فرماتے تھے۔ اگر ان حالات کے ہوتے ہوئے کعب نے تمام عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر مسلمانوں سے بلکہ حق یہ ہے کہ حکومتِ وقت سے غداری کی اور مدینے میں فتنہ وفساد کا بیج بویا اور ملک میں جنگ کی آگ مشتعل کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے خلاف قبائل عرب کو خطرناک طور پر ابھارا اور آنحضرت ﷺ کے قتل کے منصوبے کیے تو ان حالات میں کعب کا جرم بلکہ بہت سے جرموں کا مجموعہ ایسا نہ تھا کہ اس کے خلاف کوئی تعزیری قدم نہ اٹھایا جاتا؟ کیا یہ قتل سے کم کوئی اور سزا تھی جو یہود کی اس فتنہ پردازی کے سلسلے کو روک سکتی؟ کیا آج کل مہذب کہلانے والے ممالک میں بغاوت اور عہد شکنی اور اشتعالِ جنگ اور سازشِ قتل کے جرموں میں مجرموں کو قتل کی سزا نہیں دی جاتی؟

مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ اب جو سوال اٹھتا ہے وہ قتل کے طریق سے تعلق رکھتا ہے۔ سوال یہ اٹھتا ہے قتل کا طریق کیا تھا؟ جائز تھا کہ نہیں؟ یعنی سوال یہ ہے کہ قتل کا طریق کیسا تھا؟ اس سے تعلق رکھنے والا سوال ہے۔

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ عرب میں اس وقت کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی بلکہ ہر شخص اور ہر قبیلہ آزاد اور خود مختار تھا۔ ایسی صورت میں وہ کون سی عدالت تھی جہاں کعب کے خلاف مقدمہ دائر کر کے باقاعدہ قتل کا حکم حاصل کیا جاتا؟ کیا یہود کے پاس اس کی شکایت کی جاتی جن کا وہ سردار تھا اور جو خود مسلمانوں کے خلاف غداری کر چکے تھے اور آئے دن فتنے کھڑے کرتے رہتے تھے؟ کیا مکے کے قریش کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے؟ کیا قبائل سُلَیم وغَطَفَان سے دادرسی چاہی جاتی جو گذشتہ چند ماہ میں تین چار دفعہ مدینے پر چھاپہ مارنے کی تیاری کر چکے تھے؟

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ پھر سوچو کہ مسلمانوں کے لیے سوائے اس کے وہ کون سا راستہ کھلا تھا کہ جب ایک شخص کی اشتعال انگیزی اور تحریکِ جنگ اور فتنہ پردازی اور سازشِ قتل کی وجہ سے اس کی زندگی کو اپنے لیے اور ملک کے امن کے لیے خطرناک پاتے تو خود حفاظتی کے خیال سے موقع پا کر اسے خود قتل کر دیتے کیونکہ یہ بہت بہتر ہے کہ ایک شریر اور مفسد آدمی قتل ہو جائے بجائے

اس کے کہ بہت سے پر امن شہریوں کی جان خطرے میں پڑے اور ملک کا امن برباد ہو۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس معاہدے کی رو سے جو ہجرت کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان ہوا تھا **آنحضرت ﷺ کو ایک معمولی شہری کی حیثیت حاصل نہ تھی بلکہ آپؐ اس جمہوری سلطنت کے صدر قرار پائے تھے جو مدینے میں قائم ہوئی تھی** اور آپؐ کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جملہ تنازعات اور امورِ سیاسی میں جو فیصلہ مناسب خیال کریں صادر فرمائیں۔ پس آپؐ نے ملک کے امن کے مفاد میں کعب کی فتنہ پردازی کی وجہ سے اسے واجب القتل قرار دیا۔

پس اس فیصلۂ قتل پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ خود یہود نے کعب کی اس سزا کو اس کے جرموں کی روشنی میں واجبی سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور اس پر اعتراض نہیں کیا اور اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ قتل کا حکم دینے سے پہلے یہود کو بلا کر ان کو کعب کے جرم سنائے جاتے اور حُجت پوری کرنے کے بعد اس کے قتل کا باقاعدہ اور برملا طور پر حکم دیا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت حالات ایسے نازک ہو رہے تھے کہ ایسا طریق اختیار کرنے سے بین الاقوامی پیچیدگیوں کے بڑھنے کا سخت خطرہ تھا اور کوئی تعجب نہ تھا کہ مدینے میں ایک خطرناک سلسلہ کشت وخون اور خانہ جنگی کا شروع ہو جاتا۔ پس ان کاموں کی طرح جو جلد اور خاموشی کے ساتھ ہی کر گزرنے سے فائدہ مند ہوتے ہیں آنحضرت ﷺ نے امنِ عامہ کے خیال سے یہی مناسب سمجھا کہ خاموشی کے ساتھ کعب کی سزا کا حکم جاری کر دیا جائے مگر اس میں قطعاً کسی قسم کے دھوکے کا دخل نہ تھا اور نہ آنحضرت ﷺ کا یہ منشا تھا کہ یہ سزا ہمیشہ کے لیے بصیغۂ راز رہے کیونکہ جونہی یہود کا وفد دوسرے دن صبح آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فوراً بلا توقف انہیں ساری سرگزشت سنا دی اور اس فعل کی پوری پوری ذمہ داری اپنے اوپر لے کر یہ ثابت کر دیا کہ اس میں کوئی دھوکے وغیرہ کا سوال نہیں ہے اور یہودیوں کو یہ بات واضح طور پر بتا دی کہ فلاں فلاں خطرناک جرموں کی بنا پر کعب کے متعلق یہ سزا تجویز کی گئی تھی جو میرے حکم سے جاری کی گئی ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ اس موقعے پر آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو جھوٹ اور فریب کی اجازت دی۔ سو یہ بالکل غلط ہے اور صحیح روایات اس کی مکذب ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے قطعاً جھوٹ اور غلط بیانی کی اجازت نہیں دی بلکہ بخاری کی روایت کے بموجب جب محمد بن مسلمہؓ نے آپؐ سے یہ دریافت کیا کہ کعب کو خاموشی کے ساتھ قتل کرنے کے لیے تو کوئی بات کہنی پڑے گی تو آپؐ نے ان عظیم الشان فوائد کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو خاموش سزا کے محرک تھے جواب میں صرف اس قدر فرمایا کہ ’ہاں‘ اور اس سے زیادہ اس موقعے پر آپؐ کی طرف سے یا محمد بن مسلمہؓ کی طرف سے قطعاً کوئی تشریح یا توضیح نہیں ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کا صرف یہ مطلب تھا کہ محمد بن مسلمہؓ اور ان کے ساتھی جو کعب کے مکان پر جا کر اسے باہر نکال کر لائیں گے تو اس موقعے پر انہیں لازماً کوئی ایسی بات کہنی ہو گی جس کے نتیجے

میں کعب رضامندی اور خاموشی کے ساتھ گھر سے نکل کر ان کے ساتھ آجاوے اور اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں ہے۔ آخر جنگ کے دوران میں جاسوس وغیرہ جو اپنے فرائض ادا کرتے ہیں ان کو بھی تو اسی قسم کی باتیں کہنی پڑتی ہیں جس پر کبھی کسی عقل مند کو اعتراض نہیں ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تو بہر حال پاک ہے۔ باقی رہا محمد بن مسلمہؓ وغیرہ کا معاملہ جنہوں نے وہاں جاکر عملاً اس قسم کی باتیں کیں۔ سو ان کی گفتگو میں بھی در حقیقت کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہے۔ انہوں نے حقیقتاً کوئی غلط بیانی نہیں کی البتہ اپنے مشن کی غرض وغایت کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ ذو معنیین الفاظ ضرور استعمال کیے۔ مختلف معنی نکلنے والے الفاظ استعمال کیے مگر ان کے بغیر چارہ نہیں تھا اور حالاتِ جنگ میں ایک اچھی اور نیک غرض کے ماتحت سادہ اور صاف گوئی کے طریق سے اس قدر خفی انحراف ہرگز کسی عقل مند دیانت دار شخص کے نزدیک قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔

کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا جائز ہے؟

اب یہ سوال بھی بعضوں نے اٹھایا کہ کیا جنگ میں جھوٹ بولنا اور دھوکا دینا جائز ہے؟ بعض روایتوں میں یہ مذکور ہوا ہے کہ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ یعنی جنگ تو ایک دھوکا** ہے اور اس سے نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ میں دھوکے کی اجازت تھی۔ حالانکہ **اوّل تو اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے** بلکہ اس کے معنے صرف یہ ہیں کہ جنگ خود ایک دھوکا ہے۔ یعنی جنگ کے نتیجے کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہو گا۔ یعنی جنگ کے نتیجے پر اتنی مختلف باتیں اثر ڈالتی ہیں کہ خواہ کیسے ہی حالات ہوں نہیں کہا جا سکتا کہ نتیجہ کیا ہو گا اور ان معنوں کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ حدیث میں یہ روایت دو طرح سے مروی ہے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ یعنی جنگ ایک دھوکا ہے۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ سَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَۃً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا نام دھوکا رکھا تھا۔ سَمَّی الْحَرْبَ خُدْعَۃً۔ اور دونوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کا منشا یہ نہیں تھا کہ جنگ میں دھوکا کرنا جائز ہے بلکہ یہ تھا کہ جنگ خود ایک دھوکا دینے والی چیز ہے لیکن اگر ضرور اس کے یہی معنے کیے جائیں کہ جنگ میں دھوکا جائز ہے تو پھر بھی یقیناً اس جگہ دھوکے سے جنگی تدبیر اور حیلہ مراد ہے۔ جھوٹ اور فریب ہرگز مراد نہیں ہے کیونکہ اس جگہ خُدْعَۃٌ کے معنے داؤ پیچ اور تدبیرِ جنگ کے ہیں، جھوٹ اور فریب کے نہیں ہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ جنگ میں اپنے دشمن کو کسی حیلے اور تدبیر سے غافل کر کے قابو میں لے آنا یا مغلوب کر لینا منع نہیں ہے۔

اب داؤ پیچ کی بھی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہم میں نکلتے تو عموماً اپنا منزلِ مقصود ظاہر نہیں فرماتے تھے اور بعض اوقات ایسا بھی کرتے تھے کہ جانا تو جنوب کی طرف ہوتا تھا مگر شروع شروع میں شمال کی طرف رخ کر کے روانہ ہو جاتے تھے

اور پھر چکر کاٹ کر جنوب کی طرف گھوم جاتے تھے یا کبھی کوئی شخص پوچھتا تھا کہ کدھر سے آئے ہو تو بجائے مدینے کا نام لینے کے قریب یا دور کے پڑاؤ کا نام لے دیتے تھے یا اسی قسم کی کوئی اور جائز جنگی تدبیر اختیار فرماتے تھے یا جیسا کہ قرآن شریف میں اشارہ کیا گیا ہے کہ صحابہ بعض اوقات ایسا کرتے تھے کہ دشمن کو غافل کرنے کے لیے میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے تھے اور جب دشمن غافل ہو جاتا تھا اور اس کی صفوں میں ابتری پیدا ہو جاتی تھی تو پھر اچانک حملہ کر دیتے تھے اور یہ ساری صورتیں اس خُدْعَۃٌ کی ہیں جسے حالاتِ جنگ میں جائز قرار دیا گیا ہے اور اب بھی جائز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ کہ جھوٹ اور غداری وغیرہ سے کام لیا جاوے اس سے اسلام نہایت سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں خدا کے ساتھ شرک کرنے اور والدین کے حقوق تلف کرنے کے بعد تیسرے نمبر پر جھوٹ بولنے کا گناہ سب سے بڑا ہے۔ نیز فرماتے تھے کہ ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں مگر ایمان اور جھوٹ کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اور دھوکے اور غداری کے متعلق فرماتے تھے کہ جو شخص غداری کرتا ہے وہ قیامت کے دن خدا کے سخت عتاب کے نیچے ہو گا۔ الغرض جنگ میں جس قسم کے خُدْعَۃٌ کی اجازت دی گئی ہے وہ حقیقی دھوکا یا جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس سے وہ جنگی تدابیر مراد ہیں جو جنگ میں دشمن کو غافل کرنے یا اسے مغلوب کرنے کے لیے اختیار کی جاتی ہیں اور جو بعض صورتوں میں ظاہری طور پر جھوٹ اور دھوکے کے مشابہ تو سمجھی جا سکتی ہیں مگر وہ حقیقتاً جھوٹ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے خیال میں مندرجہ ذیل حدیث اس کی مصدّق ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ:

امّ کلثوم بنت عُقبہ روایت کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو صرف تین موقعوں کے لیے ایسی باتوں کی اجازت دیتے سنا جو حقیقتاً تو جھوٹ نہیں ہوتیں مگر عام لوگ انہیں غلطی سے جھوٹ سمجھ سکتے ہیں۔ پہلی یہ کہ جنگ۔ دوم یہ کہ لڑے ہوئے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا موقع اور سوم جبکہ مرد اپنی عورت سے یا عورت اپنے مرد سے کوئی ایسی بات کرے جس میں ایک دوسرے کو راضی اور خوش کرنا مقصود ہو۔ نیک نیت، ہر صورت میں نیت نیک ہونی چاہیے یا نیک مقاصد حاصل ہونے چاہئیں۔

یہ حدیث اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ جس قسم کے خُدْعَۃٌ کی جنگ میں اجازت دی گئی ہے جھوٹ اور دھوکا مراد نہیں ہے بلکہ وہ باتیں مراد ہیں جو بعض اوقات جنگی تدابیر کے طور پر اختیار کرنا ضروری ہوتی ہیں اور جو ہر قوم اور ہر مذہب میں جائز سمجھی گئی ہیں۔

کعب بن اشرف کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد ابن ہشام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کعب کے قتل کے بعد آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اب جس یہودی پر تم قابو پاؤ اسے قتل کر دو۔ چنانچہ ایک صحابی مُحَيِّصَہ نامی نے ایک یہودی پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا تھا اور یہی روایت ابوداؤد نے نقل کی ہے اور دونوں روایتوں کا منبع ابن اسحاق ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ علم روایت کی رو سے یہ روایت کمزور اور ناقابل اعتماد ہے۔ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے یہ بالکل نہیں کہا کیونکہ ابنِ

ہشام نے تو اسے بغیر کسی قسم کی سند کے لکھا ہے، کوئی سند ہے ہی نہیں اور ابوداؤد نے جو سند دی ہے وہ کمزور اور ناقص ہے۔ اس سند میں ابن اسحاق یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ زید بن ثابت کے ایک آزاد کردہ غلام سے سنا تھا اور اس نامعلوم الاسم غلام نے، پتا ہی نہیں یہ کون ہے اس کا نام Known بھی نہیں ہے، محیصہ کی ایک نامعلوم الاسم لڑکی سے سنا تھا۔ وہ بھی ایک لڑکی کی روایت دے رہا ہے جس کا نام پتا ہی نہیں۔ روایتوں میں کہیں نہیں پتا لگتا کون ہے اور اس لڑکی نے اپنے باپ سے سنا تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی روایت جس کے دو راوی بالکل نامعلوم الاسم ہوں، جن کے ناموں کا بھی پتا ہی نہ ہو اور مجہول الحال ہوں ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتی اور درایت کے لحاظ سے بھی غور کیا جاوے تو یہ قصہ درست ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا عام طریقِ عمل اس بات کو قطعی طور پر جھٹلاتا ہے کہ آپؐ نے اس قسم کا عام حکم دیا ہو۔ علاوہ ازیں اگر کوئی عام حکم ہوتا تو یقیناً اس کے نتیجے میں کئی قتل واقع ہو جاتے مگر روایت میں صرف ایک قتل کا ذکر ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی عام حکم نہیں تھا اور پھر جب صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ نیا معاہدہ ہو گیا تھا تو اس صورت میں یہ ہرگز قبول نہیں کیا جا سکتا کہ اس معاہدے کے ہوتے ہوئے اس قسم کا حکم دیا گیا ہو اور اگر اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا تو یہودی لوگ اس کے متعلق ضرور واویلا کرتے، شور مچاتے مگر کسی تاریخی روایت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ یہود کی طرف سے کبھی کوئی اس قسم کی شکایت کی گئی ہو۔

پس روایت اور درایت دونوں طرح سے یہ قصہ غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر اس میں کچھ حقیقت سمجھی جا سکتی ہے تو صرف اس قدر کہ جب کعب بن اشرف کے قتل کے بعد مدینے میں ایک شور پیدا ہوا اور یہودی لوگ جوش میں آ گئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کی طرف سے خطرہ محسوس کر کے صحابہ سے یہ فرمایا ہو گا، یہ امکان ہے۔ کوئی قطعی ثبوت اس کا بھی نہیں ہے کہ جس یہودی کی طرف سے تمہیں خطرہ ہو اور تم پر حملہ کرے تم اسے دفاع میں قتل کر سکتے ہو۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت صرف چند گھنٹے رہی۔ اگر یہ امکان لیا بھی جائے تو یہ امکان صرف چند گھنٹے تھا کیونکہ اس کے بعد تو معاہدہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ دوسرے دن ہی یہود کے ساتھ از سرِ نَو معاہدہ ہو کر امن وامان کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کی تاریخ کے متعلق کسی قدر اختلاف ہے۔ ابن سعد نے اسے ربیع الاوّل تین ہجری میں بیان کیا ہے لیکن ابن ہشام نے اسے سریہ زید بن حارثہ کے بعد رکھا ہے جو مسلّم طور پر جمادی الآخرہ میں واقع ہوا ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ میں نے اس جگہ ابن ہشام کی ترتیب ملحوظ رکھی ہے۔[866]

ایک حدیث کی غلط تشریح

کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں یہ بیان ہوا تھا کہ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اسے بہانے

سے گھر سے دور لے جا کر قتل کیا تو کیا یہ جھوٹ نہیں ہے؟ نیز یہ بھی بیان ہوا تھا کہ ایک حدیث کے حوالے سے بعض علماء کے نزدیک تین موقعوں پر جھوٹ کی اجازت ہے، لیکن حقیقت میں یہ غلط تصور ہے یا حدیث کی غلط تشریح ہے جو کہ تین موقعوں پر غلط بیان کو یا جھوٹ کو جائز قرار دیتی ہے۔ بہرحال میں نے اُس وقت اس کی وضاحت کر دی تھی جو سیرت خاتم النبیینؐ میں بیان ہوئی ہے لیکن اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنی کتاب 'نور القرآن' میں وضاحت سے روشنی ڈالی ہے جو ایک عیسائی کے اعتراض کے جواب میں آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا کچھ حصہ، اس میں سے بعض حصے مَیں ابھی بیان کروں گا جس سے اس بات کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام جھوٹ بولنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

اسلام جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیسائی کے اعتراض کے جواب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک یہ اعتراض ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے اور اپنے دین کو چھپا لینے کے واسطے قرآن میں صاف حکم دے دیا ہے مگر انجیل نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ یہ اعتراض ہے۔ اس کے جواب میں آپؑ فرماتے ہیں کہ واضح ہو کہ جس قدر راستی کے التزام کے لیے قرآن شریف میں تاکید ہے میں ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ انجیل میں اس کا عشرِ عشیر بھی تاکید ہو۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔

یعنی بتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔

یعنی اے ایمان والو! انصاف اور راستی پر قائم ہو جاؤ اور سچی گواہیوں کو للہ ادا کرو اگرچہ تمہاری جانوں پر ان کا ضرر پہنچے یا تمہارے ماں باپ اور تمہارے اقارب ان گواہیوں سے نقصان اٹھاویں۔ آپؑ اس معترض کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اب اے ناخدا ترس ذرا انجیل کو کھول اور ہمیں بتلا کہ راست گوئی کے لیے ایسی تاکید انجیل میں کہاں ہے؟

پھر اسی عیسائی کو جس کا نام فتح مسیح تھا مخاطب کر کے پھر آپؑ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تین جگہ جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے مگر یہ آپ کو اپنی جہالت کی وجہ سے غلطی لگی ہے اور اصل بات یہی ہے کہ کسی حدیث میں جھوٹ بولنے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ حدیث میں تو یہ لفظ ہیں کہ اِنْ قُتِلْتَ وَاُحْرِقْتَ یعنی سچ کو مت چھوڑ اگرچہ تو قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔ پھر جس حالت میں قرآن کہتا ہے کہ تم انصاف اور سچ مت چھوڑو اگرچہ تمہاری جانیں بھی اس سے ضائع ہوں اور حدیث کہتی ہے کہ اگرچہ تم جلائے جاؤ

اور قتل کیے جاؤ مگر سچ ہی بولو تو پھر اگر فرض کے طور پر کوئی حدیث قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہو تو وہ قابلِ سماعت نہیں ہو گی کیونکہ ہم لوگ اسی حدیث کو قبول کرتے ہیں جو احادیثِ صحیحہ اور قرآن کریم کے مخالف نہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ہاں بعض احادیث میں توریہ کے جواز کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ یعنی مصلحت کے تحت بعض ذو معنی الفاظ بیان کر دیے۔ اور اسی کو نفرت دلانے کی غرض سے کذب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور جب ذو معنی بات ہوتی ہے تو اسی بات کو مخالفین نفرت دلانے کے لیے جھوٹ کے نام سے موسوم کر رہے ہیں اور فرمایا کہ اور ایک جاہل اور احمق جب ایسا لفظ کسی حدیث میں بطور تسامح کے لکھا ہوا پاوے یعنی کسی کو سمجھانے کے لیے جب کوئی لفظ اس کو آسان کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو تسامح کے پاوے تو شاید اس کو حقیقی کذب ہی سمجھ لے کیونکہ وہ اس قطعی فیصلے سے بے خبر ہے کہ حقیقی کذب اسلام میں پلید اور حرام اور شرک کے برابر ہے مگر توریہ جو در حقیقت کذب نہیں گو کذب کے رنگ میں ہی اضطرار کے وقت عوام کے واسطے اس کا جواز حدیث سے پایا جاتا ہے مگر پھر بھی لکھا ہے کہ افضل وہی لوگ ہیں جو توریہ سے بھی پرہیز کریں اور توریہ اسلامی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ فتنہ کے خوف سے ایک بات کو چھپانے کے لیے یا کسی اَور مصلحت پر ایک راز کی بات مخفی رکھنے کی غرض سے ایسی مثالوں اور پیرایوں میں اس کو بیان کیا جائے کہ عقلمند تو اس بات کو سمجھ جائے اور نادان کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کا خیال دوسری طرف چلا جائے جو متکلم کا مقصود نہیں اور غور کرنے کے بعد معلوم ہو کہ جو کچھ متکلم نے کہا وہ جھوٹ نہیں بلکہ حقِ محض ہے اور کچھ بھی کذب کی اس میں آمیزش نہ ہو اور نہ دل نے ایک ذرہ بھی کذب کی طرف مَیل کیا ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ بعض احادیث میں دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے لیے یا اپنی بیوی کو کسی فتنہ اور خانگی ناراضگی اور جھگڑے سے بچانے کے لیے یا جنگ میں اپنے مصالح دشمن سے مخفی رکھنے کی غرض سے اور دشمن کو اَور طرف جھکا دینے کی نیت سے توریہ کا جواز پایا جاتا ہے مگر باوصف اس کے بہت سی حدیثیں دوسری بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کے برخلاف ہے اور بہرحال کھلی کھلی سچائی بہتر ہے اگر اس کی وجہ سے قتل کیا جائے اور جلایا جائے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حتی الوسع اس سے مجتنب رہنے کا حکم کیا ہے تا مفہوم کلام کا اپنی ظاہری صورت میں بھی کذب سے مشابہ نہ ہو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ جب میں دیکھتا ہوں کہ جناب سید المرسلین ﷺ جنگِ احد میں اکیلے ہونے کی حالت میں برہنہ تلواروں کے سامنے کہہ رہے تھے کہ میں محمد ہوں، میں نبی اللہ ہوں، میں ابن عبد المطلب ہوں۔

یہاں یہ وضاحت کر دوں کہ جب کتاب چھپی تھی تو اسی کتاب کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ سہو سے لکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ غزوۂ حنین کا ہے۔ جنگِ احد کا نہیں۔ حالانکہ اب مجھے ہمارے ریسرچ سیل نے ہی سیرۃ الحلبیہ کا حوالہ نکال کر بھجوایا ہے جس میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت ﷺ نے حنین اور احد دونوں جنگوں میں فرمائے تھے۔ اس لیے اب اشاعت کا جو شعبہ ہے، نظارت اشاعت بھی ہے ان کو بھی

اس حاشیے کو آئندہ نکال دینا چاہیے۔

اکثر مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ جلد بازی سے کام لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو الفاظ ہیں ان کا مطلب نکالنے کے لیے یا آسانی پیدا کرنے کے لیے حاشیے میں لکھ دیا جاتا ہے یہ غلطی تھی یا سہو ہو گیا۔ حالانکہ بہت ساری ریسرچ کرنے کی ضرورت ہے، توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس لیے بہرحال اب یہ حوالہ تو میرے سامنے آ گیا تھا اور بڑا واضح لکھا ہوا ہے کہ یہ الفاظ حنین اور اُحد دونوں مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ بہرحال یہ وضاحت اس بارے میں بھی ہو گئی۔

اب آگے پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں توریہ کو بطور تسامح کذب کے لفظ سے بیان بھی کیا گیا ہو تو یہ سخت جہالت ہے۔ یعنی الفاظ کو آسان کرنے کے لیے، سمجھانے کے لیے اگر کہیں کذب کا لفظ لکھ بھی دیا ہے تو فرمایا کہ یہ سخت جہالت ہے کہ کوئی شخص اس کو حقیقی کذب پر محمول کرے جبکہ قرآن اور احادیث صحیحہ بالاتفاق کذبِ حقیقی کو سخت حرام اور پلید ٹھہراتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی حدیثیں توریہ کے مسئلہ کو کھول کر بیان کر رہی ہیں تو پھر اگر فرض بھی کر لیں کہ کسی حدیث میں بجائے توریہ کے کذب کا لفظ آ گیا ہو تو نعوذ باللہ اس سے مراد حقیقی کذب کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ اس کے قائل کے نہایت باریک تقویٰ کا یہ نشان ہو گا جس نے توریہ کو کذب کی صورت میں سمجھ کر بطور تسامح کذب کا لفظ استعمال کیا ہو۔ ہمیں قرآن اور احادیث صحیحہ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی امر اس کے مخالف ہو گا تو ہم اس کے وہ معنے ہرگز قبول نہیں کریں گے جو مخالف ہوں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں قرآن نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور نیز فرمایا ہے کہ جھوٹے شیطان کے مصاحب ہوتے ہیں اور جھوٹے بے ایمان ہوتے ہیں اور جھوٹوں پر شیاطین نازل ہوتے ہیں اور صرف یہی نہیں فرمایا کہ تم جھوٹ مت بولو بلکہ یہ بھی فرمایا ہے کہ تم جھوٹوں کی صحبت بھی چھوڑ دو اور ان کو اپنا یار دوست مت بناؤ اور خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ جب تو کوئی کلام کرے تو تیری کلام محض صدق ہو۔ ٹھٹھے کے طور پر ہنسی کے طور پر بھی اس میں جھوٹ نہ ہو۔[867]

یہ تو اس کے حوالے سے بیان ہو رہا تھا جو پہلے بیان ہوا تھا۔ وضاحت ہو گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش

اب مَیں حضرت محمد بن مسلمہؓ کے باقی زندگی کے حوالے سے آگے چلتا ہوں۔ جب بنو نضیر نے دھوکے سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چکی کا پاٹ گرا کر قتل کرنے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اس کی خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دی تھی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے اٹھے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کے لیے اٹھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ بھی کچھ دیر انتظار کے بعد آپؐ کے پیچھے مدینہ آ گئے۔ جب صحابہ کرامؓ مدینہ پہنچے تو انہیں

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بلایا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! آپؐ اٹھ کر چلے آئے اور ہمیں علم نہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہودی میرے ساتھ دھوکا کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا تو مَیں اٹھ کر چلا آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (المائدۃ:11)

کہ اے ایمان دارو! تم اللہ کی اپنے اوپر نعمت یاد کرو جو اس وقت ہوئی تھی جب ایک قوم نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر دست درازی کرے تب اس نے اس قوم کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مومنوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

یہود بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ

بہر حال حضرت محمد بن مسلمہؓ کو آنحضرت ﷺ نے یہود کے پاس بھجوایا اور اس کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب حضرت محمد بن مسلمہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنو نضیر کے یہودیوں کے پاس جاؤ۔ انہیں کہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔ وہ یہودیوں کے پاس گئے کیونکہ انہوں نے یہ سازش کی تھی اور اپنے عہد کا پاس نہیں کیا تھا، اس کو توڑا تھا اس لیے ان کی سزا یہ تھی کہ شہر سے نکل جائیں۔ وہ یہودیوں کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا ہے لیکن میں اس کا تذکرہ تب تک نہیں کروں گا جب تک میں **تمہیں ایک ایسی بات نہ یاد کرا دوں جسے تم اپنی مجالس میں یاد کیا کرتے تھے**۔ ایک پرانی بات کا ذکر کیا کہ وہ میں تمہیں یاد کرانا چاہتا ہوں۔ پھر یہود نے پوچھا کہ وہ کیا امر ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ میں تمہیں اس تورات کی قسم دیتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر نازل کیا۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت سے قبل میں تمہارے پاس آیا تھا تم نے اپنے سامنے تورات کھول رکھی تھی تم نے مجھے اس محفل میں کہا تھا کہ اے ابن مسلمہ! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں کھانا پیش کریں تو ہم تمہیں کھانا پیش کرتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں یہودی بنائیں تو ہم تمہیں یہودی بنا دیتے ہیں۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت کہا تھا کہ مجھے کھانا کھلاؤ، مجھے یہودی نہ بناؤ۔ بخدا میں کبھی بھی یہودی نہیں بنوں گا۔ پھر واقعہ ہوا کہ تم نے مجھے ایک طشت میں کھانا دیا اور تم لوگوں نے مجھے کہا تھا کہ تم یہ دین صرف اس لیے قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ یہودیوں کا مذہب ہے۔ یعنی یہودیوں نے محمد بن مسلمہ کو کہا کہ تم اس لیے قبول نہیں کرتے کہ یہ یہودیوں کا مذہب ہے۔ گویا تم وہ حنیفیت چاہتے ہو جس کے بارے میں تم نے سن رکھا ہے۔ ابو عامر راہب تو اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی جو سن رکھا ہے کہ نبی آنے والا ہے۔ اور ابو عامر راہب جو ہے وہ اس کا مصداق نہیں بن سکتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب تمہارے پاس وہ ہستی آئے گی جو مسکرانے والی ہے، جو جنگ کرنے والی ہے۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ وہ یمن کی طرف سے آئیں گے۔ وہ اونٹ پر سواری کریں گے۔ وہ

چادر اوڑھیں گے۔ وہ تھوڑے پر قناعت کریں گے۔ ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہو گی۔ وہ حکمت کے ساتھ گفتگو کریں گے گویا وہ تمہارے قرابت دار ہیں۔ اللہ کی قسم! تمہاری اس بستی میں اب چھینا جھپٹی ہو گی اور قتل ہو گا اور مثلہ ہو گا۔ یہ سن کر یہود نے کہا کہ ہم اسی طرح کہا کرتے تھے۔

یہ ساری باتیں ان کو یاد کرائیں کہ تم اس طرح کہا کرتے تھے لیکن یہ وہ نبی نہیں ہے یعنی آنحضرت ﷺ وہ نبی نہیں ہیں۔ حضرت محمد مسلمہؓ نے کہا کہ میں اپنے پیغام سے اب فارغ ہو چکا جو میں تمہیں یاد کرانا چاہتا تھا۔

پھر آپؓ نے اگلی بات شروع کی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے کہ تم نے وہ معاہدہ توڑ دیا ہے جسے میں نے تمہارے لیے قائم کیا تھا کیونکہ تم نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے یہود کو ان کے اس ارادے کی خبر دی جو انہوں نے آپ ﷺ کے بارے میں کیا تھا اور یہ کہ عمرو بن جحاش کیسے چھت پر چڑھا تا کہ وہ آپؐ پر پتھر گرا دے۔

اس پر انہوں نے چپ سادھ لی اور وہ ایک حرف تک نہ بول سکے۔ پھر حضرت محمد بن مسلمہؓ نے انہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میرے اس شہر سے نکل جاؤ۔ میں تمہیں دس دن کی مہلت دیتا ہوں اس کے بعد جو ادھر نظر آیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔

یہود نے کہا اے ابن مسلمہ! ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ پیغام اَوس قبیلے کا کوئی شخص لے کر آئے گا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا اب دل تبدیل ہو چکے ہیں۔ چند دن یہود تیاری کرتے رہے۔ ان کی سواریاں ذوجدر مقام پر تھیں وہ لائی گئیں۔ ذوجدر قبا کی جانب مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر ایک چراگاہ ہے وہاں ان کے جانور چرا کرتے تھے۔ وہی سواریاں تھیں وہ لائی گئیں وہاں سے۔ انہوں نے بنو اشجع قبیلے سے کرائے پر اونٹ لیے اور روانگی کی تیاری مکمل کی۔ یہ تاریخ کی کتاب کا حوالہ ہے۔[868]

یہود کا بے باکانہ اور باغیانہ رویہ

یہودیوں کے رویے کی کہ ان کا رویہ کس طرح ہوتا تھا؟ ایک جگہ اس کا بیان کرتے ہوئے جس میں بنو قریظہ کی غداری کا واقعہ ہے گو یہ پہلے حضرت عمار بن یاسرؓ کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے لیکن تاریخی لحاظ سے یہاں بھی بیان کر دینا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لکھتے ہیں کہ:

"بنو قریظہ کا معاملہ طے ہونے والا تھا۔ ان کی غداری ایسی نہیں تھی کہ نظر انداز کی جاتی۔ رسول کریم ﷺ نے "غزوہ خندق سے" واپس آتے ہی اپنے صحابہؓ سے فرمایا: گھروں میں آرام نہ کرو بلکہ شام سے پہلے پہلے بنو قریظہ کے قلعوں تک پہنچ جاؤ اور پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھجوایا کہ وہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے معاہدہ کے خلاف یہ غداری کیوں کی؟ بجائے اس کے کہ بنو قریظہ شرمندہ ہوتے یا معافی مانگتے یا کوئی معذرت کرتے انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع

کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کی مستورات کو گالیاں دینے لگے اور کہا ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چیز ہیں؟ ہمارا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ ان کا یہ جواب لے کر واپس لوٹے تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ یہود کے قلعوں کی طرف جا رہے تھے چونکہ یہود گندی گالیاں دے رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے متعلق بھی ناپاک کلمات بول رہے تھے تو حضرت علیؓ نے اس خیال سے کہ آپؐ کو ان کلمات کے سننے سے تکلیف ہو گی عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں تکلیف کرتے ہیں! ہم لوگ اس لڑائی کے لیے کافی ہیں۔ آپؐ واپس تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ وہ گالیاں دے رہے ہیں اور تم یہ نہیں چاہتے کہ میرے کان میں وہ گالیاں پڑیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ! بات تو یہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کیا ہوا اگر وہ گالیاں دیتے ہیں۔ موسیٰ نبی تو ان کا اپنا تھا اس کو اس سے بھی زیادہ انہوں نے تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے آپؐ یہود کے قلعوں کی طرف چلے گئے مگر یہود دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو گئے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑائی شروع کر دی حتیٰ کہ ان کی عورتیں بھی لڑائی میں شریک ہوئیں۔ چنانچہ قلعہ کی دیوار کے نیچے کچھ مسلمان بیٹھے تھے کہ ایک یہودی عورت نے اوپر سے پتھر پھینک کر ایک مسلمان کو مار دیا لیکن کچھ دن کے محاصرہ کے بعد یہود نے یہ محسوس کر لیا کہ وہ لمبا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب ان کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ وہ ابولبابہ انصاری کو جو ان کے دوست اور اَوس قبیلہ کے سردار تھے ان کے پاس بھجوائیں تاکہ وہ ان سے مشورہ کر سکیں۔ آپؐ نے ابولبابہ کو بھجوا دیا۔ ان سے یہود نے یہ مشورہ پوچھا کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مطالبہ کو کہ فیصلہ میرے سپرد کرتے ہوئے تم ہتھیار پھینک دو، ہم یہ مان لیں؟ ابولبابہ نے منہ سے تو کہا ہاں! لیکن اپنے گلے پر اس طرح ہاتھ پھیرا جس طرح قتل کی علامت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ابولبابہ نے اپنے دل میں یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کے اس جرم کی سزا" یعنی جو مخالفین تھے، معاہدہ توڑنے والے یہودی تھے ان کے اس جرم کی سزا" سوائے قتل کے اَور کیا ہو گی۔ بغیر سوچے سمجھے اشارہ کے ساتھ ان سے ایک بات کہہ دی جو آخر ان کی تباہی کا موجب ہوئی۔ چنانچہ یہود نے کہہ دیا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لیتے تو دوسرے یہودی قبائل کی طرح ان کو زیادہ سے زیادہ یہی سزا دی جاتی کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا جاتا مگر ان کی بدقسمتی تھی۔" یہود نے فیصلہ نہیں مانا اور یہ کہا کہ اگر وہ مان لیتے تو یہی ہوتا کہ ان کو جلاوطنی کی سزا ہو جاتی مگر ان کی بدقسمتی تھی کہ "انہوں نے کہا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے کے لیے تیار نہیں بلکہ ہم اپنے حلیف قبیلہ اَوس کے سردار سعد بن معاذؓ کا فیصلہ مانیں گے۔ جو فیصلہ وہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا لیکن اس وقت یہود میں اختلاف ہو گیا۔ یہود میں سے بعض نے کہا کہ ہماری قوم نے غداری کی ہے اور مسلمانوں کے رویے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مذہب سچا ہے وہ لوگ اپنا مذہب ترک کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ ایک شخص عمرو بن سُعدی

نے جو اس قوم کے سرداروں میں سے تھا اپنی قوم کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے غداری کی ہے کہ معاہدہ توڑا ہے اب یا مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ پر راضی ہو جاؤ۔ یہود نے کہا نہ مسلمان ہوں گے نہ جزیہ دیں گے۔" ان میں سے اکثریت یہی تھی" کہ اس سے قتل ہونا اچھا ہے۔ پھر اس شخص نے ان سے کہا میں تم سے بری ہوتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ قلعہ سے نکل کر باہر چل دیا۔ جب وہ قلعہ سے باہر نکل رہا تھا تو مسلمانوں کے ایک دستہ نے جس کے سردار محمد بن مسلمہؓ تھے اسے دیکھ لیا اور اسے پوچھا کہ وہ کون ہے۔ اس نے بتایا کہ میں فلاں ہوں۔ اس پر محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ اِقَالَۃَ عَثَرَاتِ الْکِرَامِ یعنی آپ سلامتی سے چلے جائیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی الٰہی! مجھے شریفوں کی غلطیوں پر پردہ ڈالنے کے نیک عمل سے کبھی محروم نہ کیجیو۔ یعنی یہ شخص کیونکہ اپنے فعل پر اور اپنی قوم کے فعل پر پچھتاتا ہے تو ہمارا بھی اخلاقی فرض ہے کہ اسے معاف کر دیں۔ اس لیے میں نے اسے گرفتار نہیں کیا اور جانے دیا ہے۔ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ ایسے ہی نیک کاموں کی توفیق بخشتا رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو سرزنش نہیں کی" کچھ نہیں پوچھا" کہ کیوں اس یہودی کو چھوڑ دیا بلکہ اس کے فعل کو سراہا" یا تعریف کی۔[869]

پس مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور تربیت کے مطابق ہمیشہ انصاف کا سلوک کیا ہے۔

ابورافع کی خون آشام کارروائیاں اور اس کا قتل

اہلِ خیبر کی جب شرارت ہوئی تو پھر اس کی وجہ سے ابورافع یہودی کا قتل ہوا اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ اور قتل کرنے کے لیے جو صحابہ کی جماعت بھیجی گئی تھی اس میں بھی حضرت محمد بن مسلمہؓ شامل تھے جنہوں نے ابورافع یہودی کو قتل کیا تھا۔ قتل تو ایک شخص نے کیا تھا لیکن بہرحال وہ جماعت جو وہاں گئی تھی ان میں یہ شامل تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس واقعہ کی تفصیل تواریخ سے لے کے اس طرح بیان کی ہے کہ:

جن یہودی رؤسا کی مفسدانہ انگیخت اور اشتعال انگیزی سے 5 ہجری کے آخر میں مسلمانوں کے خلاف جنگِ احزاب کا خطرناک فتنہ برپا ہوا تھا اس میں سے حُیی بن اخطب تو بنو قریظہ کے ساتھ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ چکا تھا لیکن سلّام بن ابی الحقیق جس کی کنیت ابورافع تھی ابھی تک خیبر کے علاقہ میں اسی طرح آزادانہ اور اپنی فتنہ انگیزی میں مصروف تھا بلکہ احزاب کی ذلت بھری ناکامی اور پھر بنو قریظہ کے ہولناک انجام نے اس کی عداوت کو اَور بھی زیادہ کر دیا تھا اور چونکہ قبائل غطفان کا مسکن خیبر کے قریب تھا اور خیبر کے یہودی اور نجد کے قبائل آپس میں گویا ہمسائے تھے اس لیے اب ابورافع نے جو ایک بہت بڑا تاجر اور امیر کبیر انسان تھا دستور بنالیا تھا کہ نجد کے وحشی اور جنگجو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں وہ کعب بن اشرف کا پورا پورا مثیل تھا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس نے غطفانیوں کو آنحضرت ﷺ کے خلاف حملہ آور ہونے کے لیے

اموالِ کثیر سے امداد دی اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ماہ شعبان میں بنو سعد کی طرف سے جو خطرہ مسلمانوں کو پیدا ہوا تھا اور اس کے سدباب کے لیے حضرت علیؓ کی کمان میں ایک فوجی دستہ مدینہ سے روانہ کیا گیا تھا اس کی تہ میں بھی خیبر کے یہودیوں کا ہاتھ تھا جو ابورافع کی قیادت میں یہ سب شرارتیں کر رہے تھے۔ مگر ابورافع نے اسی پر بس نہیں کی۔ اس کی عداوت کی آگ مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ چنانچہ بالآخر اس نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنگِ احزاب کی طرح نجد کے قبائل غطفان اور دوسرے قبیلوں کا پھر ایک دورہ کرنا شروع کیا اور انہیں مسلمانوں کے تباہ کرنے کے لیے ایک لشکرِ عظیم کی صورت میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی اور مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے پھر وہی احزاب والے منظر پھرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ خزرج کے بعض انصاری حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب اس فتنہ کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کسی طرح اس فتنہ کے بانی مبانی ابورافع کا خاتمہ کر دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سوچتے ہوئے کہ ملک میں وسیع کشت وخون کی بجائے ایک مفسد اور فتنہ انگیز آدمی کا مارا جانا بہت بہتر ہے ان صحابیوں کو اجازت مرحمت فرمائی اور عبد اللہ بن عتیک انصاریؓ کی سرداری میں چار خزرجی صحابیوں کو ابورافع کی طرف روانہ فرمایا مگر چلتے ہوئے تاکید فرمائی کہ دیکھنا کسی عورت یا بچے کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ چنانچہ 6 ہجری کے ماہ رمضان میں یہ پارٹی روانہ ہوئی اور نہایت ہوشیاری کے ساتھ اپنا کام کر کے واپس آگئی اور اس طرح اس مصیبت کے بادل مدینہ کی فضا سے ٹل گئے۔ اس واقعہ کی تفصیل بخاری میں ہے جس کی روایت اس معاملہ میں صحیح ترین روایت ہے۔ اس میں اس طرح درج ہے کہ براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک پارٹی ابورافع یہودی کی طرف روانہ فرمائی اور ان پر عبد اللہ بن عتیک انصاریؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ ابورافع کا قصہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ دیا کرتا تھا اور آپؐ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا تھا اور ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ جب عبد اللہ بن عتیکؓ اور ان کے ساتھی ابورافع کے قلعہ کے قریب پہنچے اور سورج غروب ہو گیا تو عبد اللہ بن عتیکؓ نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچے اور اس کے قریب اس طرح چادر لپیٹ کر بیٹھ گئے جیسے کوئی شخص کسی حاجت کے لیے بیٹھا ہو۔ جب قلعہ کا دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ پر آیا تو اس نے عبد اللہؓ کی طرف دیکھ کر آواز دی کہ اے شخص! میں قلعے کا دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔ تم نے اندر آنا ہو تو جلد آجاؤ۔ عبد اللہؓ چادر میں لپٹے لپٹائے جلدی سے دروازہ کے اندر داخل ہو کر ایک طرف کو چھپ گئے اور دروازہ بند کرنے والا شخص دروازہ بند کر کے اور اس کی کنجی ایک قریب کی کھونٹی سے لٹکا کر چلا گیا۔

اس کے بعد عبد اللہ بن عتیکؓ کا اپنا بیان ہے کہ مَیں اپنی جگہ سے نکلا اور سب سے پہلے میں نے قلعہ کے دروازے کا قفل کھول دیا تا کہ ضرورت کے وقت جلدی اور آسانی کے ساتھ باہر نکلا جا سکے۔ اس وقت ابورافع ایک چوبارے میں تھا اور اس کے پاس بہت سے لوگ مجلس جمائے بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور خاموشی ہو گئی تو میں ابورافع کے مکان کی سیڑھیاں چڑھ کر

اوپر چلا گیا اور میں نے یہ احتیاط کی کہ جو دروازہ میرے راستہ میں آتا تھا اسے میں آگے گزر کر اندر سے بند کر لیتا تھا۔ جب میں ابورافع کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت وہ چراغ بجھا کر سونے کی تیاری میں تھا اور کمرہ بالکل تاریک تھا۔ میں نے آواز دے کر ابورافع کو پکارا۔ جس کے جواب میں اس نے کہا۔ کون ہے؟ بس میں اس آواز کی سمت کا اندازہ کر کے اس کی طرف لپکا اور تلوار کا ایک زوردار وار کیا مگر اندھیرا بہت تھا اور میں اس وقت گھبرایا ہوا تھا اس لیے تلوار کا وار غلط پڑا اور ابورافع چیخ مار کر چلایا جس پر میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے پھر کمرہ کے اندر جا کر اپنی آواز کو بدلتے ہوئے پوچھا۔ ابورافع یہ شور کیسا ہوا تھا؟ اس نے میری بدلی ہوئی آواز کو نہ پہچانا اور کہا کہ تیری ماں تجھے کھوئے مجھ پر ابھی ابھی کسی شخص نے تلوار کا وار کیا ہے۔ میں یہ آواز سن کر پھر اس کی طرف لپکا اور تلوار کا وار کیا۔ اس دفعہ وار کاری پڑا مگر وہ مرا پھر بھی نہیں جس پر میں نے اس پر ایک تیسرا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد میں جلدی جلدی دروازے کھولتا ہوا مکان سے باہر نکل آیا لیکن جب میں سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا تو ابھی چند قدم ہی باقی تھے کہ میں سمجھا کہ میں سب قدم اتر آیا ہوں جس پر میں اندھیرے میں گر گیا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پنڈلی کا جوڑ اتر گیا مگر میں اسے اپنی پگڑی سے باندھ کر گھسٹتا ہوا باہر نکل گیا لیکن میں نے اپنے جی میں کہا کہ جب تک ابورافع کے مرنے کا اطمینان نہ ہو جائے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ میں قلعے کے پاس ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب صبح ہوئی تو قلعہ کے اندر سے کسی کی آواز میرے کان میں آئی کہ ابورافع تاجر حجاز وفات پا گیا ہے۔

اس کے بعد میں اٹھا اور آہستہ آہستہ اپنے ساتھیوں میں آملا اور پھر ہم نے مدینہ میں آکر آنحضرت ﷺ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ آپؐ نے سارا واقعہ سن کر مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپؐ نے دعا مانگتے ہوئے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا جس کے بعد میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں تھی۔

ایک دوسری روایت میں ذکر آتا ہے کہ جب عبداللہ بن عتیکؓ نے ابورافع پر حملہ کیا تو اس کی بیوی نے نہایت زور سے چلانا شروع کیا جس پر مجھے فکر ہوا کہ اس کی چیخ و پکار سن کر کہیں دوسرے لوگ نہ ہوشیار ہو جائیں اس پر میں نے اس کی بیوی پر تلوار اٹھائی مگر پھر یہ یاد کر کے کہ آنحضرت ﷺ نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے میں اس ارادے سے باز آ گیا۔

پھر سیرت خاتم النبیینؐ میں لکھا ہے کہ ابورافع کے قتل کے جواز کے متعلق ہمیں اس جگہ کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ **ابورافع کی خون آشام کارروائیاں تاریخ کا ایک کھلا ہوا ورق ہیں** اور اس سے ایک ملتے جلتے واقعہ میں ایک تفصیلی بحث کعب بن اشرف کے قتل کے ضمن میں بیان ہو چکی ہے۔

اس وقت مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں چاروں طرف سے مصیبت میں مبتلا تھے سارا ملک مسلمانوں کو مٹانے کے لیے متحد ہو رہا تھا۔ ایسے نازک وقت میں ابورافع عرب کے مختلف قبائل کو اسلام کے خلاف ابھار رہا تھا۔ (یہ میں خلاصہ بیان کر رہا ہوں پوری تاریخ نہیں بیان کر رہا کہ کیوں اس کا قتل

جائز تھا؟) اس کا اور اس بات کی تیاری کر رہا تھا کہ غزوۂ احزاب کی طرف عرب کے وحشی قبائل پھر متحد ہو کر مدینے پر دھاوا بول دیں۔ عرب میں اس وقت کوئی حکومت نہیں تھی کہ جس کے ذریعہ داد رسی چاہی جاتی بلکہ ہر قبیلہ اپنی جگہ آزاد اور خود مختار تھا۔ پس سوائے اس کے کہ اپنی حفاظت کے لیے خود کوئی تدبیر کی جاتی اور کوئی صورت نہیں تھی۔[870]

پچھلے خطبے میں اس کی یہ تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے کہ کیوں کیا وجوہات تھیں؟ حکومت کے ضمن میں، کوئی حکومت نہیں تھی اور جو حکومت تھی وہ آنحضرت ﷺ کی اپنی تھی۔ بہرحال ان حالات میں صحابہ نے جو کچھ کیا وہ بالکل درست اور بجا تھا اور حالتِ جنگ میں جب کہ ایک قوم موت و حیات کے ماحول میں سے گزر رہی ہو اس قسم کی تدابیر بالکل جائز سمجھی جاتی ہیں۔

حضرت عمرؓ کا اعتماد

حضرت عمرؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنے دورِ خلافت میں جُھینہ قبیلہ سے وصولی زکوٰۃ کے لیے مقرر کیا تھا۔ جب کبھی کسی عامل کے خلاف دربار خلافت میں شکایات موصول ہوتیں تو حضرت عمرؓ تحقیق کے لیے انہیں روانہ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کو ان پر اعتماد تھا اس لیے سرکاری محاصل کی وصولی کے لیے بھی ان ہی کو، حضرت محمد بن مسلمہؓ کو، بھیجا جاتا تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے ہاں مختلف علاقوں کے مشکل معاملات کو سلجھانے کے لیے مقرر تھے۔ کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے محل تعمیر کیا تو اس کی چھان بین کے لیے حضرت عمرؓ کے نمائندے تھے۔ اس کے متعلق روایت کچھ یوں ملتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک محل بنایا ہے اور اس کا دروازہ رکھا ہے جس کی وجہ سے آواز سنائی نہیں دیتی۔

چنانچہ آپؓ نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا اور حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حسبِ منشا کوئی کام کرنا چاہتے تو ان ہی کو یعنی محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا سعد کے پاس پہنچ کر اس کا دروازہ جلا دینا۔ چنانچہ وہ کوفہ پہنچے، دروازے پر پہنچے تو چقماق نکالی، آگ سلگائی پھر دروازے کو جلا دیا۔ حضرت سعد کو معلوم ہوا تو وہ باہر تشریف لائے اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے انہیں ساری بات بتائی کہ میں نے کیوں جلایا ہے۔[871]

گوشہ نشینی اختیار کرنا

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت محمد بن مسلمہؓ کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور لکڑی کی تلوار بنوا لی۔ کہتے تھے کہ مجھے حضور ﷺ نے یہی حکم دیا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک تلوار تحفہ میں دی اور فرمایا کہ اس سے مشرکین سے جہاد کرنا جب تک وہ تم سے قتال کرتے رہیں اور جب تُو مسلمانوں کو دیکھے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع کر دیں تو اسے یعنی تلوار کو کسی چٹان کے

پاس لا کر مارنا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے۔ پھر اپنے گھر میں بیٹھ جانا یہاں تک کہ تمہارے پاس کسی خطاکار کا ہاتھ پہنچے یا تمہیں موت آ لے۔ پس آپؓ نے ایسا ہی کیا۔ آپؓ فتنوں سے الگ رہے اور جنگِ جمل اور صِفّین میں شامل نہیں ہوئے۔[872]

ضُبَیْعَۃ بِن حُصَین ثَعْلَبِی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حُذَیفہ ؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ **میں ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں جسے فتنہ کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہم نے کہا وہ کون ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ وہ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ ہیں۔** پھر جب حضرت حذیفہؓ فوت ہو گئے اور فتنہ ظاہر ہو گیا تو مَیں ان لوگوں کے ساتھ نکلا جو مدینہ سے نکل رہے تھے۔ پھر میں پانی کے ایک مقام پر پہنچا۔ وہاں پانی available تھا۔ میں نے وہاں ایک ٹوٹا ہوا خیمہ دیکھا جو ایک طرف کو جھکا ہوا تھا اور ہوا کے تھپیڑے اسے لگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن مسلمہؓ کا خیمہ ہے۔ میں ان کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ ایک عمر رسیدہ انسان ہیں۔ میں نے ان سے کہا: اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپؓ مسلمانوں کے بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ آپؓ نے اپنا شہر اور اپنا گھر اور اپنے اہل و عیال اور اپنے پڑوسی چھوڑ دیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ شر سے کراہت کی وجہ سے چھوڑا ہے۔[873]

ان کی وفات کے متعلق اختلاف ہے کہ کب ہوئی؟ مختلف روایات کے مطابق تینتالیس، چھیالیس یا سینتالیس ہجری میں مدینے میں آپؓ کی وفات ہوئی اور اس وقت آپؓ کی عمر 77 سال تھی۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ مَروان بن حَکَم نے پڑھائی جو اس وقت مدینے کے امیر تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ کسی نے انہیں شہید کر دیا تھا۔[874]

276

حضرت مدلج بن عمروؓ

اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جنگ بدر میں شرکت

نام و نسب

حضرت مُدْلِج بن عَمْرو کا نام مِدْلَاج بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ بَنُو سُلَیم کے خاندان بَنُو حَجْر سے تھا۔ یہ بنو کبیر بن غَنْم بن دُوْدَان کے حلیف تھے جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق بَنُو عَمرو بن دُوْدَان کے حلیف تھے جو پھر آگے بَنُو عَبدِ شَمْس کے حلیف تھے۔[875]

تمام غزوات میں شرکت

حضرت مُدْلِج ؓ غزوۂ بدر میں اپنے دو بھائیوں حضرت ثَقْف بِن عَمْرو ؓ اور حضرت مَالِك بن عَمْرو ؓ کے ہمراہ شامل ہوئے تھے۔ حضرت مُدْلِج بن عمروؓ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ بدر، اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں شامل ہوئے۔[876]

حضرت مُدْلِج بن عمروؓ کی وفات پچاس ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں ہوئی تھی۔[877]

277

حضرت مرارہ بن ربیع انصاریؓ

نام و نسب

حضرت مُرارہ ؓ کے والد کا نام رَبیع بن عَدِی تھا۔ ان کے والد کا نام رِبْعِیّ اور رَبِیْعَہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت مُرارہ بن ربیع عَمری ؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ اَوس کے خاندان بنو عمرو بن عوف سے تھا جبکہ ایک روایت کے مطابق ان کا تعلق بنو عمرو بن عوف کے اتحادی قبیلہ قُضَاعَہ سے تھا۔ قُضَاعَہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینے سے دس منزل پر وادی القریٰ سے آگے واقع ہے اور مدائنِ صالح کے مغرب میں آباد ہے۔[878]

حضرت مُرارہ ؓ کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ امام بخاریؒ اور صحابہؓ کے حالات پر مشتمل کتب میں ان کے غزوۂ بدر میں شامل ہونے کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ ابن ہشام نے بدری صحابہ کی فہرست میں ان کا نام درج نہیں کیا۔

غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے

یہ ان تین انصار صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو سکے تھے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت بھی نازل فرمائی تھی کہ: وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَ ظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبہ:118)

اور ان تینوں پر بھی اللہ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو پیچھے چھوڑ دیے گئے یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ

سے پناہ کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف پھر وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تا کہ وہ توبہ کر سکیں۔ یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جیسا کہ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ یہ تینوں پیچھے رہ جانے والے صحابہ حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت مرارہ بن ربیعؓ اور حضرت ہِلَال بن امیہؓ تھے اور یہ تینوں انصار سے تھے۔[879]

اس حوالے سے حضرت مُرارہؓ کا علیحدہ کوئی بیان نہیں ہے حضرت کعب بن مالکؓ کا ہی تفصیلی بیان ہے جو حضرت ہِلَال بن امیہؓ کے تعلق میں گذشتہ خطبے میں بیان کر چکا ہوں[880] اس لیے دوبارہ یہاں بیان کی ضرورت نہیں ہے۔[881]

278

حضرت مَرْثَدْ بن ابی مَرْثَدْؓ

باپ بیٹا جنگ بدر میں شامل

حضرت مَرْثَدْ بن ابی مَرْثَدْ۔ ان کی وفات صفر تین ہجری میں مقام رجیع میں ہوئی۔ آپ بدری صحابی تھے۔ آپ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے۔ آپ اپنے والد کے ساتھ بدر میں شریک ہوئے تھے۔

ابتدائی قبول اسلام اور ہجرت مدینہ

آپ اسلام کے شروع میں مشرف باسلام ہوئے اور بدر سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مؤاخات حضرت اوس بن صامت سے فرما دی۔

بدر کے روز یہ گھوڑے پر حاضر ہوئے جس کا نام سَبَلْ تھا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت مَرْثَدْؓ **اس فوجی دستہ کے سالار تھے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجیع کی طرف روانہ فرمایا تھا۔**

یہ واقعہ ماہ صَفر تین ہجری میں پیش آیا اور بعض کا خیال ہے کہ اس دستہ کی کمان حضرت عاصم بن ثابت کے پاس تھی۔[882]

ان کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ بنو عَضَل اور قَارَّہ نے اسلام لانے کا دکھاوا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھجوانے کی درخواست کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے) حضرت مَرْثَدْؓ یا حضرت عاصمؓ کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی۔ یہ لوگ ابھی مقام رجیع پر پہنچے تھے کہ بنو ھُذَیْل ننگی تلواریں لے کر آ گئے اور کہا کہ ہمارا مقصد

تمہیں قتل کرنا نہیں بلکہ تمہارے بدلہ میں ہم اہل مکہ سے مال حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہم تمہاری حفاظتِ جان کا عہد کرتے ہیں۔

اس پر حضرت مَرْثَدؓ اور خالد رضی اللہ عنہ اور عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں تم لوگوں کے عہد پر بھروسہ نہیں اور اس طرح لڑتے ہوئے تینوں نے جان دے دی۔[883]

عمران بن مَنَّاح کہتے ہیں کہ جب ابو مَرثَد اور ان کے بیٹے مَرثَد بن ابی مَرثَد نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اس وقت آپ دونوں حضرت کلثوم بن ہدِمؓ کے ہاں ٹھہرے۔ محمد بن عمر کہتے ہیں کہ آپؓ غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے اور سریۂ رَجیع والے دن آپؓ کی شہادت ہوئی۔[884]

حضرت مَرثَدؓ کے ایک بیٹے اُنَیس بن ابی مَرثَد الغنوی کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کو انس بھی کہا جاتا ہے مگر اُنَیس اکثر ملتا ہے۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شامل تھے۔[885]

ابن حجر نے حضرت مَرثَدؓ کی شہادت صفر چار ہجری بیان کی ہے۔[886]

279

حضرت مِسْطَح بن اُثَاثہ ؓ

نام و نسب

حضرت مِسْطَح بن اُثَاثہ۔ ان کا نام عَوف اور لقب مِسْطَح تھا ان کی والدہ حضرت ام مسطح سلمیٰ بنت صَخر تھیں جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی خالہ رَیطہ بنت صَخر کی بیٹی تھیں۔[887]

مکہ سے ہجرت

حضرت مِسْطَح بن اُثَاثہ نے حضرت عُبَیدہ بن حارث اور ان کے دو بھائیوں حضرت طُفَیل بن حارث حضرت حُصَین بن حارث کے ساتھ مکہ سے ہجرت کی۔

سفر سے پہلے طے پایا کہ یہ لوگ وادیٔ نَاجِح میں اکٹھے ہوں گے لیکن حضرت مِسطَح بن اُثاثہ پیچھے رہ گئے کیونکہ ان کو سفر کے دوران سانپ نے ڈس لیا تھا۔ اگلے دن ان لوگوں کو جو پہلے چلے گئے حضرت مِسطَح کے سانپ کے ڈسے جانے کی اطلاع ملی پھر یہ لوگ واپس گئے اور انہیں ساتھ لے کر مدینہ آ گئے۔ مدینہ میں سب لوگ حضرت عبد الرحمٰن بن سلمہ کے ہاں ٹھہرے۔[888]

تمام غزوات میں شرکت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مِسطَح بن اُثاثہ اور زید بن مُزَیِّن کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم

کیا تھا۔ حضرت مسطح غزوہ بدر سمیت دیگر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔[889]

ہجرت کے آٹھ مہینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیدہ بن حارث کو ساٹھ یا ایک روایت کے مطابق اسّی سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُبَیدہ بن حارث کے لئے ایک سفید رنگ کا پرچم باندھا، ایک جھنڈا بنایا جسے مِسطح بن اُثاثہ نے اٹھایا۔ اس سَرِیّہ کا مطلب یہ تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے کو راہ میں روک لیا جائے۔ قریش کے قافلے کا امیر ابوسفیان تھا، بعض کے مطابق عِکْرِمَہ بن ابوجہل اور بعض کے مطابق مِکْرَز بن حَفْص تھا۔ اس قافلے میں 200 آدمی تھے جو مال لے کر جا رہے تھے۔ صحابہ کی اس جماعت نے رَابِغ وادی پر اس قافلے کو جالیا، اس مقام کو وَدَّان بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قافلہ صرف تجارتی قافلہ نہیں تھا بلکہ جنگی سامان سے لیس بھی تھا اور اس قافلے کی جو آمد ہونی تھی وہ بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں استعمال ہونی تھی کیونکہ واقعات سے پتہ لگتا ہے کہ وہ پوری طرح سے تیار تھے۔ بہرحال یہ لوگ جب گئے تو دونوں فریق کے درمیان تیر اندازی کے علاوہ کوئی مقابلہ نہیں ہوا اور لڑائی کے لئے باقاعدہ صف بندی بھی نہیں ہوئی۔

سب سے پہلا تیر جو اسلام کی طرف سے چلایا گیا

پہلے بھی اس کا ایک اور صحابی کے ذکر میں ایک دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ وہ صحابی جنہوں نے مسلمانوں کی جانب سے پہلا تیر چلایا وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے اور یہ وہ پہلا تیر تھا جو اسلام کی طرف سے چلایا گیا۔ اس موقع پر حضرت مِقْدَاد بن اَسْوَد اور حضرت عُیَیْنَہ بن غَزْوَان، (سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری میں عُتْبَہ بن غَزْوَان ہے) مشرکوں کی جماعت سے نکل کر مسلمانوں میں آ ملے کیونکہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کی طرف جانا چاہتے تھے۔ حضرت عُبَیدہ بن حَارِث کی سرکردگی میں یہ اسلام کا دوسرا سَرِیّہ تھا۔ تیر اندازی کے بعد دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے۔ پہلے بھی کسی خطبہ میں ایک دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔[890]

اور مشرکین پر مسلمانوں کا اس قدر رعب پڑا کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کا بہت بڑا لشکر ہے جو ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ خوفزدہ ہو کر واپس چلے گئے اور مسلمانوں نے بھی ان کا پیچھا نہیں کیا۔[891]

کیونکہ مقصد جنگ نہیں تھا صرف ان کو روکنا تھا اور یہ سبق دینا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف اگر وہ تیاری کریں گے تو مسلمان بھی تیار ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع پر حضرت مِسطح اور اِبنِ اِلیاس کو پچاس وسق غلہ عطا فرمایا (اس زمانے میں مال غنیمت میں یہ دیا جاتا تھا طبقات الکبریٰ میں یہ باتیں لکھی ہیں)۔

وفات

ان کی وفات 56 برس کی عمر میں 34 ہجری میں حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہوئی اور یہ بھی کہا

جاتا ہے کہ آپ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے اور حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صِفّین میں شامل ہوئے اور اسی سال 37 ہجری میں وفات پائی۔[892]

حضرت مسطح وہی شخص ہیں جن کے نان و نفقہ کا بندوبست حضرت ابو بکرؓ کیا کرتے تھے، ان کے ذمہ تھا۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی۔ الزام لگایا گیا تو ان لگانے والوں میں مسطح بھی شامل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت قسم کھائی کہ آئندہ ان کی کفالت نہیں کریں گے جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ (النور:23)

اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بہر حال یہ آیت نازل ہوئی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے دوبارہ ان کا نان و نفقہ جاری فرما دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی بریت نازل فرمادی تو پھر بہتان لگانے والوں کو سزا بھی دی گئی۔ بعض روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے والے جن اصحاب کو کوڑے لگوائے تھے ان میں حضرت مِسطح بھی شامل تھے۔[893]

یہ افک کا الزام لگانے کا جو واقعہ ہے یہ کیونکہ ایک بڑا تاریخی، ایک اہم واقعہ ہے۔ تاریخی تو نہیں ایک اہم واقعہ ہے اور مسلمانوں کے لئے اس میں سبق بھی ہے اس لئے اس کی تفصیل بھی بڑی لکھی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں قرآن کریم میں آیات بھی نازل فرمائیں۔ بہر حال اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس واقعہ کا ذکر کر کے وعدہ اور وعید کے فرق کو ظاہر فرمایا ہے۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ "جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔" ان کا مقصد فتنہ نہیں تھا۔ سادہ لوحی میں شامل ہو گئے۔ "ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی: وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (النور:23) تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔ اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ

داخل ہے کہ "یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مسئلہ حل کیا کہ "اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔" وعید کیا ہے؟

فرمایا کہ "مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ مَیں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرّع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلّق باخلاق اللہ ہو جائے۔ مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر بازپرس ہوگی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔"[894]

وعدہ ایک ایسا عہد ہے جو تمام منفی اور مثبت پہلو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے اور اس کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ اس کو توڑنا، پھر اس کی پوچھ گچھ بھی ہوگی یا پھر کچھ جرمانہ بھی ہوگا۔

واقعۂ افک اور اس کی تفصیلات

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عائشہؓ واقعہ افک کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ اس کی تفصیل کی کیونکہ اہمیت ہے۔ اس لئے میں بھی اب بیان کر رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں نکلنے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک حملے کے وقت جو آپؐ نے کیا ہمارے درمیان قرعہ ڈالا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا قرعہ نکلا۔ مَیں آپؐ کے ساتھ گئی۔ اس وقت حجاب کا حکم اتر چکا تھا، پردے کا حکم آ گیا تھا۔ مَیں ہودج میں بٹھائی جاتی (ہودج جو اونٹ کے اوپر سواری کی جگہ بنائی جاتی ہے۔ covered ہوتی ہے) اور ہودج سمیت اتاری جاتی۔ کہتی ہیں کہ ہم اسی طرح سفر میں رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس حملے سے فارغ ہوئے اور واپس آئے اور ہم مدینہ کے قریب ہی تھے کہ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب لوگوں نے کوچ کرنے کا اعلان کیا تو مَیں بھی چل پڑی اور فوج سے آگے نکل گئی۔ کہتی ہیں مَیں پیدل ہی چل پڑی۔ کیونکہ رفع حاجت کے لئے جانا تھا تو ایک طرف ہو کے چلی گئیں جب مَیں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی، تو اپنے ہودج کی طرف آئی اور مَیں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ظفار کے کالے نگینوں کا میرا ہار گر گیا ہے۔ ایک ہار پہنا ہوا تھا وہ گر گیا ہے۔ کہتی ہیں مَیں اپنا ہار ڈھونڈنے کے لئے واپس لوٹی اور اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا تو کچھ وقت لگ گیا۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرے اونٹ کو تیار کرتے تھے، آئے اور انہوں نے میرا ہودج اٹھا لیا اور وہ ہودج میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ وہ خالی تھا۔ لیکن وہ سمجھے کہ مَیں اسی میں ہوں۔ کہتی ہیں کہ عورتیں ان دنوں میں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں۔ بھاری بھر کم نہ تھیں۔ ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہ ہوتا تھا۔ وہ تھوڑا سا تو کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا تو اس کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھے۔ یہ احساس نہیں ہوا کہ یہ ہلکا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اس کو اٹھا لیا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو بھی اٹھا کر چلا دیا اور خود بھی چل پڑے۔ جب سارا لشکر گزر چکا اور اس کے بعد میں نے اپنا ہار بھی ڈھونڈ لیا تو میں ڈیرے پر واپس آئی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں اپنے اس ڈیرے کی طرف گئی جس میں مَیں تھی اور مَیں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو یہیں واپس لوٹ

آئیں گے۔ کہتی ہیں مَیں بیٹھی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔

صَفوان بن مُعَطَّل سُلَمِی ذَکْوَانِی فوج کے پیچھے رہا کرتے تھے۔ ایک آدمی پیچھے ہوتا تھا تاکہ دیکھ لے کہ قافلہ چلا گیا ہے تو کوئی چیز پیچھے تو نہیں رہ گئی۔ کہتی ہیں وہ صبح میرے ڈیرے پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا اور میرے پاس آئے۔ اور حجاب کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ واپس آئے تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا۔ ان کے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھنے پر میں جاگ اٹھی۔ اس کے بعد پہلے اونٹنی قریب لے آئے، اور جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی تو میں اس پر سوار ہو گئی اور وہ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر چل پڑے۔ کہتی ہیں: یہاں تک کہ ہم فوج میں اس وقت پہنچے جب لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے ڈیروں میں تھے۔ پھر جس کو ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گیا۔ یعنی اس بات پر بعض لوگوں نے الزام لگانے شروع کر دئے۔ غلط قسم کی باتیں حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کر دیں۔

فرماتی ہیں **اس تہمت کا بانی عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول تھا۔** ہم مدینہ پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا لوگ چرچا کرتے رہے اور میری اس بیماری کے اثناء میں جو بات مجھے شک میں ڈالتی تھی وہ یہ تھی کہ مَیں نبی ﷺ سے وہ مہربانی نہیں دیکھتی تھی جو مَیں آپؐ سے اپنی بیماری میں دیکھا کرتی تھی۔ بڑا چرچا ہو گیا۔ تہمت لگائی۔ مشہوری ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ تک بھی باتیں پہنچیں۔ کہتی ہیں آنحضرت ﷺ کا بیماری میں جو سلوک میرے ساتھ پہلے ہوا کرتا تھا وہ مجھے نظر نہیں آتا تھا۔ آپؐ صرف اندر آتے اور السلام علیکم کہتے۔ پھر پوچھتے کہ اب وہ کیسی ہے۔ اور وہ بھی ان کے والدین سے پوچھ لیتے۔ کہتی ہیں کہ مجھے اس تہمت کا کچھ بھی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب مَیں نے بیماری سے شفا پائی۔ اور نقاہت کی حالت میں تھی کہ مَیں اور امّ مسطح مَنَاصِعْ کی طرف گئیں جو قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم رات کو ہی نکلا کرتے تھے اور یہ اس وقت سے پہلے کی بات ہے جب ہم نے اپنے گھروں میں، گھروں کے قریب بیوت الخلاء بنائے تھے۔ اس زمانے میں رفع حاجت کے لئے لوگ باہر جایا کرتے تھے اور عورتیں رات کو جب اندھیرا پھیل جائے نکلا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی کہ جنگل میں یا باہر جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور امّ مسطح بنت ابی رُھم دونوں جا رہی تھیں کہ اتنے میں وہ اپنی اوڑھنی سے اٹکی اور ٹھوکر کھائی۔ تب بولی کہ مسطح بدنصیب ہو۔ مَیں نے اس سے کہا کہ کیا بری بات کی ہے تم نے۔ کیا تُو ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہے جو جنگِ بدر میں موجود تھا۔ اس نے کہا کہ اری بھولی بھالی لڑکی! کیا تم نے نہیں سنا جو لوگوں نے افترا کیا ہے؟ تب اس نے مجھے تہمت لگانے والوں کی بات سنائی کہ یہ الزام تمہارے پر لگایا گیا ہے۔ کہتی ہیں مَیں بیماری سے ابھی اٹھی تھی، نقاہت تو تھی ہی۔ یہ بات سن کے میری بیماری بڑھ گئی۔

جب اپنے گھر لوٹی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے۔ آپؐ نے السلام علیکم کہا اور آپؐ نے پوچھا اب تم کیسی ہو؟ مَیں نے کہا: مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ کہتی تھیں کہ میں اُس

وقت یہ چاہتی تھی کہ میں ان کے پاس جا کر اس کی نسبت معلوم کروں یعنی یہ الزام جو لگا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں! میری ماں نے کہا کہ بیٹی اس بات سے اپنی جان کو جنجال میں نہ ڈالو۔ ہلکان نہ کرو۔ اطمینان سے رہو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی شخص کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو، اس کی بیوی ہو جس سے وہ محبت بھی رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور پھر لوگ اس کے بر خلاف باتیں نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں۔ مَیں نے اس پہ کہا کہ سبحان اللہ۔ لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ مَیں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ صبح تک میرے آنسو نہیں تھمے۔ اتنا بڑا الزام مجھ پر لگایا ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اور مَیں روتی رہی۔ جب صبح اٹھی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید کو بلایا۔

اس وقت جب وحی کے آنے میں دیر ہوئی تا ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کریں۔ یعنی یہ فیصلہ کہ اس طرح جو الزام لگایا ہے اس کے بعد آیا ان کو رکھوں نہ رکھوں؟ اسامہؓ نے تو آپؐ کو اس محبت کی بنا پر مشورہ دیا جو ان کو آپ ﷺ کی بیویوں سے تھی۔ اسامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کی بیوی ہیں اور ہم اللہ کی قسم! سوائے بھلائی کے اَور کچھ نہیں جانتے۔ ہم نے تو کوئی عیب نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ لیکن علی بن ابی طالب نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں رکھی۔ حضرت علیؓ ذرا تیز طبیعت کے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ آپؐ پر کبھی تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اور عورتیں بھی بہت ہیں۔ پھر حضرت علی نے یہ کہا کہ اس خادمہ سے پوچھئے۔ جو حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھیں۔ ان سے پوچھیں کہ کیسی ہیں۔ (وہ) آپؐ سے سچ سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا۔ وہ خادمہ تھیں اور آپؐ نے کہا بریرہ! کیا تم نے اس میں یعنی حضرت عائشہؓ میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے؟ بریرہ نے کہا کہ ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں ان کے لئے معیوب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے۔ یعنی آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ ذرا بے پرواہی ہے اور اتنی گہری نیند اُن کو آتی ہے کہ گھر کی بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے۔ ان کی یہ ایک مثال دے کے بتایا کہ کوئی برائی تو نہیں ہے لیکن یہ کمزوری ہے۔ نیند غالب آجاتی ہے۔

ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دکھ دیا ہے

یہ سن کر اسی دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب فرمایا اور عبداللہ بن اُبَی بن سَلُول کی شکایت کی کیونکہ اسی نے مشہور کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسے شخص کو کون سنبھالے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے دکھ دیا ہے۔ مَیں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی بیوی میں سوائے بھلائی کے اور کوئی بات مجھے معلوم نہیں اور ان لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت بھی مجھے بھلائی

کے سوا کوئی علم نہیں۔ یعنی کہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں جس پر الزام لگایا ہے اور میرے گھر والوں کے پاس جب بھی وہ آیا کرتے میرے ساتھ ہی آتے۔ اس پر حضرت سعد بن مُعَاذ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! بخدا میں اس سے آپؐ کا بدلہ لوں گا جس نے یہ الزام لگایا ہے۔ اگر وہ اوس کا ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہوا تو جو بھی آپؐ ہمیں حکم دیں گے ہم آپؐ کا حکم بجا لائیں گے۔ اس پر سعد بن عُبَادہ کھڑے ہوئے اور وہ خزرج قبیلہ کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ اچھے آدمی تھے لیکن قومی عزت نے انہیں بھڑکایا اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے اور نہ ایسا کر سکو گے۔ بحث شروع ہو گئی۔ اس پر اُسَید بن حُضَیر کھڑے ہو گئے۔ تیسرا شخص بھی کھڑا ہو گیا اور انہوں نے کہا کہ تم نے غلط کہا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے جس نے بھی الزام لگایا ہے۔ اور پھر یہاں تک کہہ دیا کہ تُو تو منافق ہے جو منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے۔ آپس میں غصہ میں آ گئے، طیش میں آ گئے۔ یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی۔ شروع تو نہیں ہوئی لیکن لڑنے کے قریب تھے، کہتے ہیں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے تھے آپ اترے اور ان کو ٹھنڈا کیا یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ بھی خاموش ہو رہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں، یہ روایت چل رہی ہے۔ بخاری کی لمبی روایت ہے کہ میں سارا دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند آتی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آ گئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن اتنا روئی کہ میں سمجھی کہ یہ رونا میرے جگر کو شق کر دے گا۔ میں ختم ہو جاؤں گی۔ کہتی تھیں کہ اسی اثناء میں کہ وہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے یعنی ماں باپ بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اسے اجازت دے دی۔ وہ بھی بیٹھ کر میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں اندر آئے اور بیٹھ گئے۔ اور اس سے پہلے جس دن سے مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ دور سے حال پوچھ کر چلے جایا کرتے تھے یا ملازمہ سے حال پوچھ کے چلے جایا کرتے تھے اور جب گھر آ گئی ہیں تو وہاں پوچھتے تھے۔ بہر حال اُس دن آئے اور کہتی ہیں میرے پاس بیٹھے اور آپؐ ایک مہینہ منتظر رہے۔ مگر میرے متعلق آپؐ کو کوئی وحی نہ ہوئی۔ جس دن سے یہ الزام لگا تھا مہینہ گزر گیا تقریباً اور آپؐ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے لیکن اس دن آ کر بیٹھے اور آنحضرت ﷺ اس انتظار میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بتا دے گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ نے تشہد پڑھا پھر آپؐ نے مجھے فرمایا کہ عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے۔ پہلی دفعہ یہ بات آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کی۔ سو اگر تم بَری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بَری فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی کمزوری ہو گئی ہے تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم کرتا ہے۔ کہتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے بات ختم کر لی تو پہلے چونکہ مَیں بہت رو رہی تھی

میرے آنسو خشک ہو گئے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا۔

میں نے اپنے باپ سے کہا۔ اس وقت حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیجئے۔ انہوں نے کہا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ سے کیا کہوں۔ کیا بات کروں۔ کیا جواب دوں۔ یہی چاہتی ہوں گی ناں کہ میری بریت کا جواب دیں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا۔ آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ نے فرمایا ہے اس کا میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا بخدا میں نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ میں کم عمر لڑکی تھی۔ قرآن مجید کا اس وقت مجھے زیادہ علم نہیں تھا۔ بہر حال میں نے اس کے باوجود اس وقت کہا کہ بخدا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے وہ بات سنی ہے جس کا لوگ آپس میں تذکرہ کرتے ہیں۔ یعنی یہ جو مجھ پر بڑا گندا الزام لگایا گیا ہے، وہ بات آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اور آپ نے اسے درست سمجھ لیا ہے۔ بلکہ یہ کہتی ہیں مَیں نے کہا کہ آپ نے شاید سمجھ لیا ہے کہ یہ درست ہے۔ اور اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بَری ہوں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور **اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقعہ بَری ہوں** تو آپ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے کیونکہ اتنا مشہور ہو چکا ہے اور لوگ اتنی زیادہ باتیں کر رہے ہیں کہ شاید یہ ہو جائے کہ میں سچی نہیں ہوں۔ اور اگر میں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں اور میں نے ایسی کوئی غلط حرکت نہیں کی تو آپ اس اقرار پر مجھے سچا سمجھ لیں گے۔ اگر اقرار کر لوں تو آپ سچا سمجھ لیں کہ ہاں شاید بات ٹھیک ہی ہو گی۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اپنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مثال نہیں پاتی سوائے یوسف کے باپ کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ صبر کرنا ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگنی چاہئے۔ حضرت یعقوبؑ نے یوسف کے بھائیوں کو جو کہا تھا کہ اللہ ہی سے اس بات میں مدد مانگنی چاہئے جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔ کہتی ہیں میں نے یہ آیت پڑھ دی۔ اس کے بعد میں ایک طرف ہٹ کر اپنے بستر پر آ گئی اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری کرے گا۔ وہ جانتی تھیں میں بے گناہ ہوں اللہ تعالیٰ بری کرے گا لیکن کہتی ہیں کہ بخدا مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ میرے متعلق بھی کوئی وحی نازل ہو گی۔ یہ تو خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ بری کر دے گا لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ اس حد تک، یہاں تک ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ میری بریت کے بارہ میں وحی نازل کرے بلکہ میں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میری نسبت قرآن کریم میں بیان کیا جائے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں میرے بارے میں کوئی وحی کرے لیکن مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ایسی خواب دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دیتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اللہ کی قسم! آپؐ ابھی بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ اہلِ بیت میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ اتنے میں آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور وحی کے دوران جو سخت تکلیف آپؐ کو ہوا کرتی تھی وہ آپؐ کو ہونے لگی۔ آپ کو اتنا پسینہ آتا تھا کہ سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ سے وحی کی حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے فرمائی یہ تھی کہ عائشہ! اللہ کا شکر بجالاؤ کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت کر دی ہے۔ کہتی ہیں اس پر میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں ان کے پاس اٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کروں گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی تھی۔ وہ لوگ یعنی کہ جنہوں نے بہتان باندھا ہے وہ تم ہی میں سے ایک جتھا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری بریت میں یہ وحی نازل کی تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! جو مسطح نے عائشہ پر افتراء کیا ہے میں اس کے بعد اب اس کو کوئی خرچ نہیں دوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی سورہ نور کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ آیت میں نے پڑھ دی ہے اور اس کا ترجمہ بھی پڑھ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم میں سے صاحب فضیلت اور صاحب توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے کہ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے مجھے بخش دے۔ مسطح کو جو خوراک وہ دیا کرتے تھے پھر ملنے لگی۔

اور رسول اللہ ﷺ حضرت زینب بنت جحش سے بھی میرے معاملے کے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زینب! تم کیا سمجھتی ہو جو تم نے دیکھا ہے۔ وہ کہتیں یا رسول اللہ میں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھوں گی۔ میں تو عائشہؓ کو، (یعنی کہ میں کبھی یہ نہیں کہہ سکتی) پاکدامن ہی سمجھا ہے۔ اپنے کانوں کو اور آنکھوں کو میں محفوظ سمجھتی ہوں اور ہمیشہ محفوظ رکھوں گی۔ میں غلط باتیں نہیں کہہ سکتی۔ کہتی ہیں مَیں نے تو عائشہؓ کو پاکدامن ہی دیکھا ہے اور پاکدامن ہی سمجھتی بھی ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ یہی زینبؓ وہ تھیں جو آنحضرت ﷺ کی ازواج میں سے میری برابری کیا کرتی تھیں۔ اللہ نے انہیں پرہیزگاری کی وجہ سے بچائے رکھا اور ان کی بہن حَمْنَہ بنتِ جحش اُن کی طرفداری کر رہی تھی اور ہلاک ہو گئی یعنی جن لوگوں نے الزام لگایا تھا اُن کی طرفداری کر رہی تھی اور ان لوگوں کے ساتھ تھی جو ہلاک ہوئے۔[895]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے جو میں پہلے بخاری کے حوالے سے بیان کر چکا ہوں۔ زائد بات جو انہوں نے اس میں لکھی ہے وہ یہ ہے کہ یہ جب کہتی ہیں کہ ان صحابی نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا تو میں جاگ اٹھی تو میں نے اس وقت دیکھتے ہی جھٹ اپنا منہ اپنی اوڑھنی سے ڈھانک لیا کیونکہ پردے کا حکم جاری ہو چکا تھا اور خدا کی قسم! اس نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی۔ انہوں نے بات بھی کوئی نہیں کی اور نہ میں نے اس کلمہ کے سوا ان کے منہ سے کوئی

اَور الفاظ سنے یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کے سوا۔ اس کے بعد وہ اپنے اونٹ کو آگے لایا اور میرے قریب اسے بٹھا دیا اور اس نے اونٹ کے دونوں گھٹنوں پر اپنا پاؤں رکھ دیا تا کہ وہ اچانک نہ اٹھ سکے۔ چنانچہ میں اونٹ کے اوپر سوار ہو گئی۔[896]

وہاں بخاری میں یہ تھا کہ ہاتھ پہ پاؤں رکھ کے چڑھیں یہاں یہ ہے کہ انہوں نے اونٹ کے آگے گھٹنوں پر پاؤں بھی رکھ دیا تا کہ اونٹ ایک دم نہ اٹھ جائے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ میرے بارے میں خدا تعالیٰ کی وحی کی میرے لئے بڑی اہمیت تھی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے لئے تو اس وحی کی بڑی اہمیت تھی کیونکہ مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔

بہر حال یہ ایک اہم واقعہ تھا اور آنحضرت ﷺ کے اہل پر ایک بہت بڑا الزام لگایا گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ کا ایک خاص مقام تھا اور یہ مقام اس وجہ سے بھی تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وحی بھی مجھے سب سے زیادہ عائشہ کے حجرے میں ہی ہوتی ہے۔[897]

ایسے الزام لگانے والوں کے بارہ میں مومن کا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے۔

اور سورہ نور میں ان الزام لگانے والوں کے بارے میں مومنوں کا جو ردّ عمل ہونا چاہئے اس کے بارے میں بھی تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کیا ہونا چاہئے۔ اس بارے میں مکمل دس گیارہ آیتیں ہیں۔ بہر حال حضرت عائشہؓ نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس واقعہ کے علاوہ جو حدیث کے حوالے سے مَیں بیان کر چکا ہوں حضرت مصلح موعودؓ نے جو زائد باتیں بیان فرمائی ہیں وہ بیان کرتا ہوں۔ اوّل پہلے تو آیت پڑھ دوں۔ آیت یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ ؕ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ مَّا اکۡتَسَبَ مِنَ الۡاِثۡمِ ۚ وَ الَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ مِنۡہُمۡ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ (النور:12) یعنی یقیناً وہ لوگ جو جھوٹ گھڑ لائے انہی میں سے ایک گروہ ہے۔ اس معاملہ کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے ہے جو اس نے گناہ کمایا جبکہ ان میں سے وہ اس کے بیشتر کے ذمہ دار ہیں اس کے لئے بہت بڑا عذاب مقدر ہے۔

اس کے آگے پھر مزید آیتیں بھی ہیں۔ بڑی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ بہر حال اس آیت کی تفسیر میں جو سارا واقعہ بیان کیا ہے اور پھر آپؓ نے یہ لکھا کہ جب مدینہ پہنچے تو عبداللہ بن اُبی بن سَلول اور اس کے ساتھیوں نے مشہور کر دیا کہ حضرت عائشہؓ نعوذ باللہ جان بوجھ کر پیچھے رہی تھیں اور ان کو صَفوان سے تعلق تھا، جو بعد میں اونٹ لے کے آئے تھے۔ لکھتے ہیں کہ یہ شور اتنا بڑھا کہ بعض صحابہ بھی نادانی سے ان کے ساتھ مل گئے جن میں سے ایک حسان بن ثابت ہیں اور دوسرے مِسطح بن اُثاثہ۔ اسی طرح ایک صحابیہ حَمنہ بنت جحش بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی سالی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چونکہ اس حادثے سے صدمہ سخت ہوا تھا اور وہ چھوٹی عمر میں ایک ایسے جنگل میں تن تنہا رہ گئی تھیں جہاں ہُو کا عالم تھا اور مدینہ پہنچ کر اس صدمہ سے بیمار ہو گئیں۔ تنہائی کا جو ایک خوف تھا، ایک ڈر تھا حضرت مصلح

موعودؓ نے لکھا ہے کہ یہ بھی بیماری کی وجہ ہے۔ ادھر ان کے متعلق منافقین میں کھچڑی پکتی رہی۔ آخر رسول اللہ ﷺ کو یہ باتیں پہنچ گئیں۔ آپؐ حضرت عائشہؓ کی بیماری کو دیکھ کر ان سے دریافت نہیں فرما سکتے تھے۔ پوچھا بھی نہیں کہ منافقین کیا باتیں کر رہے ہیں؟ ادھر دن بدن باتیں زیادہ بڑھتی جاتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں یہ دیکھ کر حیران ہوتی کہ رسول کریم ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو آپؐ کا چہرہ اترا ہوا ہوتا تھا اور مجھ سے بات نہیں کرتے تھے۔ کہتی ہیں بڑا پریشان چہرہ ہوتا تھا اور دوسروں سے میرا حال پوچھ کے چلے جاتے تھے۔

کہتی ہیں میں آپؐ کی اجازت سے ایک دن اپنے والدین کے ہاں چلی گئی اور پھر وہی قضائے حاجت والا واقعہ ہوا۔ جو رشتہ دار تھیں ان کے ساتھ باہر جاتی تھیں اُس نے اپنے بیٹے مسطح کا نام لے کر کہا کہ اس کا برا ہو۔ حضرت عائشہؓ نے اس پر کہا کہ ایسا کیوں کہتی ہو؟ اس نے کہا کہ ایسا کیوں نہ کہوں۔ تمہیں پتہ نہیں کہ وہ تو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے وہ عورت کوئی موقع نکالنا چاہتی تھی کہ بات کہے۔ حضرت عائشہؓ کو بات بتائے کہ آپ پہ کیا الزام لگ رہے ہیں کیونکہ ان کو پتہ نہیں تھا۔ جب حضرت عائشہؓ نے یہ بات سنی تو انہیں بڑا سخت صدمہ ہوا۔ واپس آ گئیں اور جیسا کہ پہلے انہوں نے ذکر کیا ہے کہ مجھے بڑی نقاہت تھی۔ جوں توں کر کے گھر تک پہنچیں مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیماری پھر زور پکڑ گئی۔

بہرحال پھر آپؓ آگے واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور اسامہ بن زیدؓ کو بلا کر مشورہ لیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ اور اسامہ بن زیدؓ دونوں نے کہا کہ یہ منافقوں کی پھیلائی ہوئی بات ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں لیکن حضرت علیؓ کی طبیعت تیز تھی۔ انہوں نے کہا کہ بات کوئی ہو یا نہ ہو۔ آپؐ کو ایسی عورت سے جس پر اتہام لگ چکا ہے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ آپؐ اُن کی لونڈی سے پوچھ لیں۔ اگر کوئی بات ہوئی تو وہ بتا دے گی۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی لونڈی بریرہ سے پوچھا کیا تجھے عائشہؓ کا کوئی عیب معلوم ہے؟ اُس نے کہا عائشہؓ کا سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں کہ کم سنی کی وجہ سے وہ سو جاتی ہیں۔ جلدی نیند کا غلبہ آ جاتا ہے اور پھر گہری نیند آتی ہے اور وہی واقعہ بیان کیا۔ بہرحال کہتے ہیں پھر رسول کریم ﷺ باہر تشریف لائے۔ صحابہ کو جمع کیا اور پھر فرمایا کہ کوئی ہے جو مجھے اس شخص سے بچائے جس نے مجھے دکھ دیا ہے۔ اس سے مراد آپؐ کی عبداللہ بن اُبی بن سَلول سے تھی کہ اس نے دکھ دیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ جو اَوس قبیلہ کے سردار تھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر وہ شخص ہم میں سے ہے تو ہم اس کو مارنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر وہ خزرج سے ہے تب بھی اس کو مارنے کے لئے تیار ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ شیطان تو ہر وقت فتنہ ڈلوانے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا ہے اس موقع پر بھی شیطان نہیں چونکا۔ خزرج کو یہ خیال نہ آیا کہ رسول کریم ﷺ کو اس بات

سے کتنا صدمہ پہنچا ہے۔ جب سعد بن معاذؓ نے یہ بات کی تو دوسرے قبیلہ کو غصہ آ گیا۔ چنانچہ سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے سعد بن معاذؓ سے کہا کہ تم ہمارے آدمی کو نہیں مار سکتے اور نہ تمہاری طاقت ہے کہ ایسا کر سکو۔ اس مکالمے میں دوسرے صحابی بھی اٹھے اور انہوں نے کہا کہ ہم اسے مار ڈالیں گے اور دیکھیں گے کون اسے بچاتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اب بجائے اس کے کہ یہ مقابلہ باتوں تک ہی رہتا اوس اور خزرج نے میانوں سے تلواریں نکالنی شروع کر دیں کہ باقاعدہ جنگ ہونے لگی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مشکل سے ان کو ٹھنڈا کیا۔ اوس کہتے تھے کہ جس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دیا ہے اس کو ہم مار ڈالیں گے اور خزرج کہتے تھے کہ تم یہ بات اخلاص سے نہیں کرتے۔ چونکہ تم جانتے ہو کہ وہ ہم میں سے ہے اس لئے یہ بات کہتے ہو۔ بہر حال یہ بات بھی ثابت ہے کہ ان دونوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بھی تھی مگر شیطان نے ان میں فتنہ پیدا کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس وقت کی حالت کے متعلق ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کیسی دردناک حالت ہو گی۔ ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ایذاء پہنچ رہی تھی اور ادھر مسلمانوں میں تلوار چلنے تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ تو شیطان بعض دفعہ نیکیوں میں بھی یہ حالت کر دیتا ہے۔

بہر حال پھر آگے حضرت مصلح موعودؓ وہی واقعہ بیان کرتے ہیں جو حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ سے یہ سارا واقعہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر میں مانوں گی تو جھوٹ کہوں گی۔ اگر اپنے آپ کو بَری ثابت کروں گی تو آپ لوگ یقین نہیں کریں گے۔ اس وقت میں وہی کہتی ہوں جو حضرت یوسفؑ کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (یوسف:19) کہ اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لئے مناسب ہے اور اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور مانگی جاتی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ کہا کہ وہاں سے اٹھ کر میں اپنے بستر پہ آ گئی۔ اس پر پھر یہ آیت نازل ہوئی جو مَیں نے ابھی پہلے پڑھی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے خطرناک جھوٹ بولا ہے وہ تمہی میں سے ایک گروہ ہے مگر تم اس کے اس الزام کو اپنے لئے کسی خرابی کا موجب نہ سمجھو بلکہ خیر کا موجب سمجھو کیونکہ اس الزام کی وجہ سے جھوٹا الزام لگانے والوں کی سزاؤں کا جلدی ذکر ہو گیا اور تمہیں ایک پر حکمت تعلیم مل گئی۔ اور یقیناً اس میں سے ہر شخص اپنے اپنے گناہ کے مطابق سزا پائے گا اور جو شخص اس گناہ کے بڑے حصہ کا ذمہ دار ہے اس کو بہت بڑا عذاب ملے گا۔ بہر حال اس وحی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ روشن ہوا اور اس وقت حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میری والدہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر کرو تو میں نے یہی کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی۔[898]

واقعہ افک میں شامل ہونے والوں کی سزا

بہر حال جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی ایک جگہ ایک خطبہ میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کی وجہ سے تین اشخاص کو کوڑے لگے تھے جن میں سے

ایک حَسَّان بن ثابت تھے جو آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے شاعر اعظم تھے۔ ایک مسطح تھا جو حضرت عائشہ کے چچازاد اور حضرت ابو بکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور وہ اس قدر غریب آدمی تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں ہی رہتا تھا۔ وہیں کھانا کھاتا تھا۔ آپؓ ہی ان کے لئے کپڑے بنواتے تھے اور ایک عورت تھیں۔ ان تینوں کو سزا ہوئی۔[899]

اور سنن ابی داؤد میں بھی اس سزا کا ذکر ہے۔[900]

بہر حال بعض کے نزدیک یہ سزا ہوئی، بعض کے نزدیک نہیں ہوئی۔[901]

لیکن یہ جو صحابہ تھے انہیں سزا ہوئی یا نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا۔ جو دنیاوی سزا تھی وہ ملنی تھی وہ مل گئی اور بعد کے غزوات میں بھی جیسا کہ میں نے بتایا یہ شامل ہوئے اور یہ مسطح ایک بدری صحابی تھے۔ ان کا ایک بڑا مقام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام بخیر کیا اور اس مقام کو قائم رکھا اور قائم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔[902]

280

حضرت مسعود بن خلدہؓ

ان کا نام مسعود بن خلدہ تھا اور بعض روایات میں مسعود بن خالد بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بنو زُرَیق سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ واقعہ بئر معونہ میں شہید ہوئے جبکہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔[903]

281

حضرت مسعود بن ربیعہ بن عمروؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت مسعود بن رَبیعہ بن عمروؓ۔ حضرت مسعود بن رَبِیعہؓ کا تعلق قبیلہ قَارَہ سے تھا اور آپؓ قبیلہ بنوزُہرہ کے حلیف تھے۔ حضرت مسعودؓ کی کنیت ابو عمیر تھی۔ حضرت مسعودؓ کے والد کا نام ربیع کے علاوہ رَبیعہ اور عامر بھی بیان کیا گیا ہے۔

دارارقم میں قبول اسلام اور ہجرت

حضرت مسعودؓ کے ایک بیٹے کا نام عبداللہ بھی ملتا ہے۔ حضرت مسعودؓ کے خاندان کو مدینہ میں بنوقَارِی کہا جاتا تھا۔ حضرت مسعود بن رَبیعہ رسول اللہ ﷺ کے دارِارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لے آئے تھے۔ حضرت مسعود بن رَبیعہ نے جب مدینے کی طرف ہجرت کی تو آنحضرت ﷺ نے ان کی اور حضرت عُبید بن تَیِّہَانؓ کے درمیان مؤاخات کا رشتہ قائم فرمایا۔ حضرت مسعود بن رَبِیعہ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور اس کے علاوہ **تمام دیگر غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔**

وفات

آپؓ کی وفات تیس ہجری میں ہوئی اور اس وقت آپؓ کی عمر 60 سال سے زیادہ تھی۔[904]

282

حضرت مسعود بن سعدؓ

حضرت مسعود کا تعلق انصار کے قبیلہ بنوزُرَیق سے تھا۔ غزوہ بدر اور احد میں آپ شریک ہوئے اور بعض کے نزدیک حضرت مسعود بن سعد واقعہ بئرِ معونہ میں شہید ہوئے جبکہ عبداللہ بن محمد بن عُمارہ اور ابونُعَیم کے نزدیک آپ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔[905]

283

حضرت مصعب بن عمیرؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت مصعب بن عمیرؓ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عبد الدار سے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اس کے علاوہ ان کی کنیت ابو محمد بھی بیان کی جاتی ہے۔

حضرت مصعبؓ کے والد کا نام عمیر بن ہاشم اور ان کی والدہ کا نام خناس یا حَنَاس بنت مالک تھا جو مکہ کی ایک مال دار خاتون تھیں۔

ناز و نعمت میں پرورش پانے والے

حضرت مصعب بن عمیرؓ کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی والدہ نے ان کی پرورش بڑے ناز و نعمت سے کی۔ وہ انہیں بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہناتی تھیں اور حضرت مصعبؓ مکّے کی اعلیٰ درجے کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرمی جوتا جو حضرِ موت کے علاقے کا بنا ہوا جوتا تھا، امیر لوگوں کے لیے مخصوص تھا، وہاں سے منگوا کے پہنا کرتے تھے۔ حضرِ موت عدن سے مشرق کی طرف سمندر کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے۔ بہرحال اعلیٰ لباس، اعلیٰ خوشبو اور جوتا تک وہ باہر سے منگوایا کرتے تھے۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کی بیوی کا نام حمنہ بنت جحش تھا جو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن تھیں۔ حَمْنَہ بنت جحش سے ایک بیٹی زینب پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو یاد کرتے تو فرمایا کرتے تھے کہ **مَیں نے مصعب سے زیادہ حسین و جمیل اور ناز و نعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔**[906]

حضرت مصعب بن عمیرؓ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے اور ابتدا میں ہی اسلام قبول کرنے والے سابقین میں شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ جب دارِ ارقم میں تبلیغ کیا کرتے تھے اس وقت آپؓ نے اسلام قبول کیا لیکن اپنی والدہ اور قوم کی مخالفت کے اندیشے سے اسے مخفی رکھا۔ حضرت مصعبؓ چھپ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ایک دفعہ عثمان بن طلحہؓ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کے گھر والوں اور والدہ کو خبر کر دی۔ والدین نے ان کو قید کر دیا۔

حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے

آپؓ قید میں ہی رہے یہاں تک کہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ ان کو موقع ملا، باہر آئے اور پھر ہجرت کر گئے۔ کچھ عرصے بعد بعض مہاجرین حبشہ سے مکہ واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ان میں شامل تھے۔ آپؓ کی والدہ نے جب آپؓ کی حالتِ زار دیکھی تو آئندہ سے مخالفت ترک کر دی اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دو ہجرتیں کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے پہلے حبشہ اور بعد میں مدینے کی طرف ہجرت کی۔[907]

اسلام کی خاطر اتنے دکھ جھیلے کہ......

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مَیں نے آسائش کے زمانے میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی۔ **اسلام کی خاطر انہوں نے اتنے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا کہ ان کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی ہے** اور نئی جلد آتی ہے۔[908] یہ قربانی کے ایسے ایسے معیار تھے جو حیرت انگیز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا تو......رونے لگے

ایک روز مصعب بن عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے جبکہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت مصعبؓ کے پیوند شدہ کپڑوں میں چمڑے کی ٹاکیاں لگی ہوئی تھیں۔ کہاں تو وہ کہ اعلیٰ درجے کا لباس اور کہاں مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت کہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہؓ نے حضرت مصعبؓ کو دیکھا تو سر جھکا لیے کہ وہ بھی حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تبدیلی حالت میں کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے آکر سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا جواب دیا اور اس کی احسن رنگ میں ثنا بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ دنیا داروں کو ان کی دنیا نصیب ہو۔ میں نے مصعبؓ کو اُس زمانے میں دیکھا ہے جب شہر مکہ میں اس سے بڑھ کر صاحبِ ثروت و نعمت کوئی نہ تھا۔ یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی مگر خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے اور اس نے وہ سب کچھ خدا اور اس کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ **رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو دیکھا تو ان کی ناز و نعمت والی حالت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ رہا کرتے تھے۔** جو ان کی پہلی حالت تھی آنحضرت ﷺ کو یاد آئی کہ کس طرح اب قربانی کر رہے ہو۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ آئے۔ ان کے بدن پر چمڑے کی پیوند لگی ہوئی ایک چادر تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا تو ان کی اس ناز و نعمت کو یاد کر کے رونے لگے جس میں وہ پہلے تھے اور جس حالت میں وہ

اب تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہو گا تمہارا اس وقت جبکہ تم میں سے ایک شخص ایک جوڑے میں صبح کرے گا تو دوسرے جوڑے میں شام کرے گا یعنی اتنی فراخی پیدا ہو جائے گی کہ صبح شام تم کپڑے بدلا کرو گے اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کے سامنے ایک برتن کھانے کا رکھا جائے گا تو دوسرا اٹھایا جائے گا یعنی کھانا بھی قسم قسم کا ہو گا اور مختلف کورسز (courses) سامنے آتے جائیں گے جس طرح آج رواج ہے۔ اور تم اپنے مکانوں میں ایسے ہی پردے ڈالو گے جیسا کہ کعبے پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ بڑے قیمتی قسم کے پردے استعمال کیے جائیں گے۔ یہ بالکل آج کل کے نظارے یا اس کشائش کے نظارے ہیں جب مسلمانوں کو بعد میں وہ کشائش ملی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس وقت آج سے بہت اچھے ہوں گے اور عبادت کے لیے فارغ ہوں گے ایسی فراخی ہو گی، ایسے حالات ہوں گے تو پھر عبادت کے لیے بالکل فارغ ہوں گے اور محنت اور مشقت سے بچ جائیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم آج کے دن ان دنوں سے بہتر ہو۔[909] تمہاری حالت، تمہاری عبادتیں، تمہارے معیار اس سے بہت بلند ہیں جو بعد میں آنے والوں کے کشائش کی صورت میں ہوں گے۔

ہجرت حبشہ کی تفصیل

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بارے میں لکھا ہے اس میں سے کچھ مَیں پہلے دوسرے صحابہؓ کے ذکر میں بیان کر چکا ہوں۔[910] مختصر یہاں ذکر کر دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ماہِ رجب پانچ نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی تھے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ ان ابتدائی مہاجرین میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو قریش کے طاقتور قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور کمزور لوگ کم نظر آتے ہیں جس سے دو باتوں کا پتا چلتا ہے۔ اول یہ کہ طاقتور قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ کمزور لوگ مثلاً غلام وغیرہ اس وقت ایسی کمزوری اور بے بسی کی حالت میں تھے کہ ہجرت کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بہرحال قریشِ مکہ کو ان لوگوں کی ہجرت کا جب علم ہوا تو وہ سخت برہم ہوئے کہ یہ شکار مفت میں ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ چنانچہ انہوں نے ان مہاجرین کا پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو چکا تھا اور یہ لوگ ناکام واپس لوٹے۔ حبشہ میں پہنچ کر مسلمانوں کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور خدا خدا کر کے قریش کے مظالم سے چھٹکارا ملا۔[911]

مدینہ کے پہلے مبلغ و مربی کے طور پر تقرر

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقعے پر مدینہ سے آئے ہوئے بارہ افراد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب یہ لوگ واپس مدینہ جانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ بھجوایا تاکہ وہ انہیں قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ مدینہ میں آپؓ قاری اور مقری، استاد

کے نام سے مشہور ہو گئے۔[912]

مقری یعنی استاد اس کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اوس اور خزرج کے انصار نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ کوئی شخص ہمیں قرآن پڑھانے کے لیے بھیجیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو بھیجا۔[913]

مدینے میں حضرت مصعبؓ نے حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام کیا۔ آپؓ نمازوں میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔[914]

حضرت مصعبؓ ایک عرصے تک حضرت اسعد بن زُرارہؓ کے گھر قیام پذیر رہے لیکن بعد میں حضرت سعد بن معاذؓ کے گھر منتقل ہو گئے۔[915]

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مہاجر صحابہ میں سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ تشریف لانے والے مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ تھے۔ مدینے پہنچ کر ان دونوں صحابہؓ نے ہمیں قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ پھر عمارؓ، بلالؓ اور سعدؓ آئے اور حضرت عمر بن خطابؓ بھی صحابہ کو ساتھ لے کر آئے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی مدینہ والوں کو اتنا خوش ہونے والا نہیں دیکھا تھا جتنا وہ نبی کریم ﷺ کی آمد پر خوش ہوئے تھے۔ بچیاں اور بچے بھی کہنے لگے تھے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں۔[916]

سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بارے میں مزید بیان کرتے ہیں کہ "دارِ ارقم میں جو اشخاص ایمان لائے وہ بھی سابقین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں۔ اوّل مصعب بن عمیرؓ" "جو بنو عبد الدار میں سے تھے اور بہت شکیل اور حسین تھے اور اپنے خاندان میں نہایت عزیز و محبوب سمجھے جاتے تھے۔ یہ وہی نوجوان بزرگ ہیں جو ہجرت سے قبل یثرب میں پہلے اسلامی مبلغ بنا کر بھیجے گئے اور جن کے ذریعہ مدینے میں اسلام پھیلا۔"[917]

مدینہ میں سب سے پہلا جمعہ

پھر ایک سیرت کی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ مدینہ میں پہلے شخص تھے جنہوں نے ہجرت سے قبل جمعہ پڑھایا۔ حضرت مصعبؓ نے بیعت عقبہ ثانیہ سے قبل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینے میں نماز جمعہ کے لیے اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے اجازت دی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینے میں حضرت سعد بن خیثمہؓ کے گھر پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس میں مدینے کے بارہ افراد شامل ہوئے۔ اس موقعے پر انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعے کی نماز پڑھائی۔ لیکن ایک روایت دوسری بھی ہے جس کے مطابق حضرت ابو اُمَامہ اَسْعَد بن زُرارہ ؓ تھے جنہوں نے مدینہ میں پہلا جمعہ پڑھایا۔[918]

حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی

بہر حال حضرت مصعبؓ پہلے مبلغ تھے۔ حضرت مصعبؓ حضرت اسعد بن زُرارہ کو ساتھ لے کر انصار کے مختلف محلّوں میں تبلیغ کی غرض سے جاتے تھے۔ حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے بہت سے صحابہ مسلمان ہوئے جن میں کِبَارْ صحابہ مثلاً حضرت سعد بن معاذؓ، حضرت عَبَّاد بن بِشر ؓ، حضرت محمد بن مَسلمہ ؓ، حضرت اُسید بن حُضیر ؓ وغیرہ شامل تھے۔[919]

حضرت مصعبؓ کی تبلیغی مساعی اور کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"مکّہ سے رخصت ہوتے ہوئے ان بارہ نَو مسلمین نے درخواست کی کہ کوئی اسلامی معلم ہمارے ساتھ بھیجا جاوے جو ہمیں اسلام کی تعلیم دے اور ہمارے مشرک بھائیوں کو اسلام کی تبلیغ کرے۔ آپ ﷺ نے مصعب بن عمیرؓ کو جو قبیلہ عبد الدار کے ایک نہایت مخلص نوجوان تھے ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اسلامی مبلغ ان دنوں میں قاری یا مُقْرِئ کہلاتے تھے کیونکہ ان کا کام زیادہ تر قرآن شریف سنانا تھا کیونکہ یہی تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ تھا۔ چنانچہ مصعبؓ بھی یثرب میں مقرئ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ مصعبؓ نے مدینہ پہنچ کر اسعد بن زُرارہؓ کے مکان پر قیام کیا جو مدینے میں سب سے پہلے مسلمان تھے اور ویسے بھی ایک نہایت مخلص اور بااثر بزرگ تھے اور اسی مکان کو اپنا تبلیغی مرکز بنایا اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور چونکہ مدینہ میں مسلمانوں کو اجتماعی زندگی نصیب تھی اور تھی بھی نسبتاً امن کی زندگی، اس لیے اسعد بن زرارہؓ کی تجویز پر آنحضرت ﷺ نے مصعبؓ بن عمیر کو جمعہ کی نماز کی ہدایت فرمائی۔ اس طرح مسلمانوں کی اشتراکی زندگی کا آغاز ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور اوس و خزرج بڑی سرعت کے ساتھ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ بعض صورتوں میں تو ایک قبیلے کا قبیلہ ایک دن میں ہی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ بنو عَبدالْاَشْهَل کا قبیلہ بھی اسی طرح ایک ہی وقت میں اکٹھا مسلمان ہوا تھا۔ یہ قبیلہ انصار کے مشہور قبیلہ اوس کا ایک ممتاز حصہ تھا اور اس کے رئیس کا نام سعد بن معاذ تھا جو صرف قبیلہ بنو عبد الاشہل کے ہی رئیس اعظم نہ تھے بلکہ تمام قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ جب مدینہ میں اسلام کا چرچا ہوا تو سعد بن معاذ کو یہ برا معلوم ہوا اور انہوں نے اسے روکنا چاہا۔ "اسلام لانے سے پہلے یہ سعد بن معاذؓ بڑے مخالف تھے۔" مگر اسعد بن زرارہ سے ان کی بہت قریب کی رشتہ داری تھی یعنی وہ ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے اور اسعد مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لیے سعد بن معاذ خود براہ راست دخل دیتے ہوئے رکتے تھے کہ کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ایک دوسرے رشتہ دار اُسید بن الحضیر سے کہا کہ اَسعد بن زرارہ کی وجہ سے مجھے تو کچھ حجاب ہے۔" مسلمان ہو گیا ہے اور اس کے ہاں تبلیغ کا ساتھ بھی دے رہا ہے۔" مگر تم جا کر مصعبؓ کو روک دو۔" بجائے اَسعد بن زرارہؓ کو

روکنے کے حضرت مصعبؓ کو روک دو" کہ ہمارے لوگوں میں یہ بے دینی نہ پھیلائیں اور اسعد سے بھی کہہ دو کہ یہ طریق اچھا نہیں ہے۔ اُسید قبیلہ عبد الاشہل کے ممتاز رؤساء میں سے تھے۔ حتّٰی کہ ان کا والد جنگ بُعَاث میں تمام اوس کا سردار رہ چکا تھا اور سعد بن معاذ کے بعد اسید بن الحضیر کا بھی اپنے قبیلہ پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ سعد کے کہنے پر وہ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کے پاس گئے اور مصعب سے مخاطب ہو کر غصہ کے لہجے میں کہا۔ تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو؟ اس سے باز آ جاؤ ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ پیشتر اس کے کہ مصعب کچھ جواب دیتے اسعد نے آہستگی سے مصعب سے کہا کہ یہ اپنے قبیلہ کے ایک بااثر رئیس ہیں۔ ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔ چنانچہ مصعب نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اسید سے کہا کہ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سن لیں اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں۔ اُسید اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے۔ "سعید فطرت تھے،" اور مصعب نے انہیں قرآن شریف سنایا اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ اُسید پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے اور پھر کہنے لگے کہ میرے پیچھے ایک ایسا شخص ہے کہ جو اگر ایمان لے آیا تو ہمارا سارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔ تم ٹھہرو میں اسے ابھی یہاں بھیجتا ہوں۔

سعد بن معاذ کا قبول اسلام

یہ کہہ کر اسید اٹھ کر چلے گئے اور کسی بہانہ سے سعد بن معاذ کو مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کی طرف بھجوا دیا۔ سعد بن معاذ آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اسعد بن زرارہ سے کہنے لگے کہ دیکھو اسعد تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔ " ابھی میں رشتہ داری کی وجہ سے چپ ہوں لیکن ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ۔ " اس پر مصعبؓ نے اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا۔ " جیسے پہلے کو کیا تھا" اور کہا کہ آپ ذرا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سن لیں اور پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو (بے شک) ردّ کر دیں۔ سعد نے کہا۔ ہاں یہ مطالبہ تو معقول ہے اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ بت بھی رام تھا۔ "یعنی سعد بن معاذؓ جو تھے وہ بھی یہ باتیں سن کے رام ہو گئے۔ " چنانچہ سعد نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ دیا اور پھر اس کے بعد سعد بن معاذ اور اسید بن الحضیر دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعدؓ نے ان سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ اے بنی عبد الاشہل! تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے۔ سعد نے کہا تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں جب تک تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔ اس کے بعد سعد نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے اور ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی

کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا اور سعدؓ اور اسیدؓ نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی قوم کے بت نکال کر توڑے۔

سعد بن معاذؓ اور اسید بن الحضیرؓ جو اس دن مسلمان ہوئے دونوں چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انصار میں تو" حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ " انصار میں تو لاریب ان کا بہت ہی بلند پایہ تھا۔" کوئی شک نہیں اس میں، بہت بلند تھے۔" بالخصوص سعد بن معاذؓ کو تو انصارِ مدینہ میں وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو مہاجرینِ مکہ میں حضرت ابو بکرؓ کو حاصل تھی۔ یہ نوجوان نہایت درجہ مخلص، نہایت درجہ وفادار اور اسلام اور بانیٔ اسلام کا ایک نہایت جاں نثار عاشق نکلا اور چونکہ وہ اپنے قبیلہ کا رئیسِ اعظم بھی تھا اور نہایت ذہین تھا اسلام میں اسے وہ پوزیشن حاصل ہوئی جو صرف خاص بلکہ اَخصّ صحابہ کو حاصل تھی اور " حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ " اور لاریب۔

اس کی جوانی کی موت پر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ سعدؓ کی موت پر تو رحمٰن کا عرش بھی حرکت میں آ گیا ہے۔ ایک گہری صداقت پر مبنی تھا۔ غرض اس طرح سرعت کے ساتھ اوس و خزرج میں اسلام پھیلتا گیا۔ یہود خوف بھری آنکھوں کے ساتھ یہ نظارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں یہ کہتے تھے کہ خدا جانے کیا ہونے والا ہے۔"[920]

حضرت مصعبؓ کی تبلیغ سے بہت سے افراد مسلمان ہوئے۔ آپؓ سن تیرہ نبوی میں حج کے موقعے پر مدینے سے ستّر انصار کا وفد لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے سیرت خاتم النبیینؐ میں، مختلف روایتوں سے لے کر، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ:" اگلے سال یعنی تیرہ نبوی کے ماہ ذی الحجہ میں حج کے موقعہ پر اوس اور خزرج کے کئی سو آدمی مکہ میں آئے۔ ان میں ستر شخص ایسے شامل تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے اور یا اب مسلمان ہونا چاہتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے ملنے کے لیے مکہ آئے تھے۔ مصعبؓ بن عمیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ مصعبؓ کی ماں زندہ تھی اور گو مشرکہ تھی مگر ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ جب اسے ان کے آنے کی خبر ملی تو اس نے ان کو کہلا بھیجا کہ پہلے مجھ سے آ کر مل جاؤ پھر کہیں دوسری جگہ جانا۔ مصعبؓ نے جواب دیا کہ میں ابھی تک رسول اللہ ﷺ سے نہیں ملا۔ آپؐ سے مل کر پھر تمہارے پاس آؤں گا۔ چنانچہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ سے مل کر اور ضروری حالات عرض کر کے پھر اپنی ماں کے پاس گئے۔" یہ بات سن کے، یہ دیکھ کر کہ پہلے مجھے ملنے نہیں آئے" وہ بہت جلی بھنی بیٹھی تھی۔ ان کو دیکھ کر بہت روئی اور بڑا شکوہ کیا۔ مصعبؓ نے کہا ماں! میں تم سے ایک بڑی اچھی بات کہتا ہوں جو تمہارے واسطے بہت ہی مفید ہے اور سارے جھگڑوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ مصعبؓ نے آہستہ سے جواب دیا۔ بس یہی کہ بت پرستی ترک کر کے مسلمان ہو جاؤ اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ وہ پکّی مشرکہ تھی سنتے ہی شور مچا دیا کہ مجھے ستاروں کی قسم ہے میں تمہارے دین میں کبھی داخل نہ ہوں گی اور اپنے رشتہ داروں کو اشارہ کیا کہ مُصْعَبؓ کو پکڑ کر قید کر لیں مگر وہ بھاگ کر نکل گئے۔"[921]

مدینہ میں حضرت مُصْعَب کی خدمات

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے یہ ذکر کرتے ہوئے کہ مدینے کے مبلغ کے طور پر ان کو بھیجا گیا تھا اور ان کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ

"رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار خبر دی جا رہی تھی کہ تمہارے لیے ہجرت کا وقت آرہا ہے اور آپؐ پر یہ بھی کھل چکا تھا کہ آپؐ کی ہجرت کا مقام ایک ایسا شہر ہے جس میں کنویں بھی ہیں اور کھجوروں کے باغ بھی پائے جاتے ہیں۔ پہلے آپؐ نے یمامہ کی نسبت خیال کیا کہ شاید وہ ہجرت کا مقام ہو گا مگر جلد ہی یہ خیال آپؐ کے دل سے نکال دیا گیا اور آپؐ اس انتظار میں لگ گئے کہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق جو شہر بھی مقدر ہے وہ اپنے آپ کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لیے پیش کرے گا۔ اسی دوران میں حج کا زمانہ آ گیا۔ عرب کے چاروں طرف سے لوگ مکہ میں حج کے لیے جمع ہونے شروع ہوئے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اپنی عادت کے مطابق جہاں کچھ آدمیوں کو کھڑا دیکھتے تھے ان کے پاس جا کر انہیں توحید کا وعظ سنانے لگ جاتے تھے اور خدا کی بادشاہت کی خوشخبری دیتے تھے اور ظلم اور بدکاری اور فساد اور شرارت سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔ بعض لوگ آپ کی بات سنتے اور حیرت کا اظہار کر کے جدا ہو جاتے۔ بعض باتیں سن رہے ہوتے تو مکہ والے آکر ان کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے۔ بعض جو پہلے سے مکہ والوں کی باتیں سن چکے ہوتے وہ ہنسی اڑا کر آپ سے جدا ہو جاتے۔ اسی حالت میں آپ منیٰ کی وادی میں پھر رہے تھے کہ چھ سات آدمی جو مدینہ کے باشندے تھے آپؐ کی نظر پڑے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ کس قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ خزرج قبیلہ کے ساتھ۔ آپؐ نے کہا کہ وہی قبیلہ جو یہودیوں کا حلیف ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کیا آپ لوگ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری باتیں سنیں گے؟ ان لوگوں نے چونکہ آپؐ کا ذکر سنا ہوا تھا اور دل میں آپؐ کے دعویٰ سے کچھ دلچسپی تھی، انہوں نے آپؐ کی بات مان لی اور آپؐ کے پاس بیٹھ کر آپؐ کی باتیں سننے لگ گئے۔ آپؐ نے انہیں بتایا کہ خدا کی بادشاہت قریب آ رہی ہے۔ بت اب دنیا سے مٹا دیے جائیں گے۔ توحید کو دنیا میں قائم کر دیا جائے گا۔ نیکی اور تقویٰ پھر ایک دفعہ دنیا میں قائم ہو جائیں گے۔ کیا مدینہ کے لوگ اس عظیم الشان نعمت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں؟" ان لوگوں نے کہا "انہوں نے آپؐ کی باتیں سنیں اور متاثر ہوئے اور کہا آپؐ کی تعلیم کو تو ہم قبول کرتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ مدینہ اسلام کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے یا نہیں اس کے لیے ہم اپنے وطن جا کر اپنی قوم سے بات کریں گے پھر ہم دوسرے سال اپنی قوم کا فیصلہ آپؐ کو بتائیں گے۔ یہ لوگ واپس گئے اور انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں آپؐ کی تعلیم کا ذکر کرنا شروع کیا۔

اس وقت مدینہ میں دو عرب قبائل اَوس اور خزرج بستے تھے اور تین یہودی قبائل یعنی بنو قریظہ اور بنو نضیر اور بنو قینقاع۔ اَوس اور خزرج کی آپس میں لڑائی تھی۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر اوس کے ساتھ اور بنو قینقاع خزرج کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ مدتوں کی لڑائی کے بعد ان میں یہ احساس پیدا ہو رہا تھا کہ ہمیں

آپس میں صلح کر لینی چاہیے۔ آخر باہمی مشورے سے یہ قرار پایا کہ عبد اللہ بن اُبی بن سلول جو خزرج کا سردار تھا اسے سارا مدینہ اپنا بادشاہ تسلیم کر لے۔ یہودیوں کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اوس اور خزرج بائبل کی پیشگوئیاں سنتے رہتے تھے۔ جب یہودی اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں کا حال بیان کرتے تو اس کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ ایک نبی جو موسیٰ کا مثیل ہو گا ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا وقت قریب آ رہا ہے۔ جب وہ آئے گا ہم پھر ایک دفعہ دنیا پر غالب ہو جائیں گے۔ یہود کے دشمن تباہ کر دیے جائیں گے۔ جب ان حاجیوں سے مدینہ والوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو سنا آپؐ کی سچائی ان کے دلوں میں گھر کر گئی اور انہوں نے کہا یہ تو وہی نبی معلوم ہوتا ہے جس کی یہودی ہمیں خبر دیا کرتے تھے۔ پس بہت سے نوجوان" یہ سن کر "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی سچائی سے متاثر ہوئے اور یہودیوں سے سنی ہوئی پیشگوئیاں ان کے ایمان لانے میں مؤید ہوئیں۔" مددگار ہو گئیں۔

"چنانچہ اگلے سال حج کے موقع پر پھر مدینہ کے لوگ آئے۔ بارہ آدمی اس دفعہ مدینہ سے یہ ارادہ کر کے چلے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ ان میں سے دس خزرج قبیلہ کے تھے اور دو اوس کے۔ منیٰ میں وہ آپ سے ملے اور انہوں نے آپؐ کے ہاتھ پر اس بات کا اقرار کیا کہ وہ سوائے خدا کے اَور کسی کی پرستش نہیں کریں گے۔ وہ چوری نہیں کریں گے۔ وہ بدکاری نہیں کریں گے۔ وہ اپنی لڑکیوں کو قتل نہیں کریں گے۔ وہ ایک دوسرے پر جھوٹے الزام نہیں لگائیں گے۔ نہ وہ خدا کے نبی کی دوسری نیک تعلیمات میں نافرمانی کریں گے۔

یہ لوگ واپس گئے تو انہوں نے اپنی قوم میں اَور بھی زیادہ زور سے تبلیغ شروع کر دی۔ مدینہ کے گھروں میں سے بت نکال کر باہر پھینکے جانے لگے۔ بتوں کے آگے سر جھکانے والے لوگ اب گردنیں اٹھا کر چلنے لگے۔ خدا کے سوا اب لوگوں کے ماتھے کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہودی حیران تھے کہ صدیوں کی دوستی اور صدیوں کی تبلیغ سے جو تبدیلی وہ نہ پیدا کر سکے اسلام نے وہ تبدیلی چند دنوں میں پیدا کر دی۔ توحید کا وعظ مدینہ والوں کے دلوں میں گھر کرتا جاتا تھا۔ یکے بعد دیگرے لوگ آتے اور مسلمانوں سے کہتے ہمیں اپنا دین سکھاؤ لیکن مدینہ کے نَو مسلم نہ تو خود اسلام کی تعلیم سے پوری طرح واقف تھے اور نہ ان کی تعداد اتنی تھی کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں آدمیوں کو اسلام کے متعلق تفصیل سے بتا سکیں۔ اس لیے انہوں نے مکہ میں ایک آدمی بھجوایا اور مبلغ کی درخواست کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُصْعَب رضی اللہ عنہ نامی ایک صحابی کو جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے مدینہ میں تبلیغ اسلام کے لیے بھجوایا۔ **مُصْعَب رضی اللہ عنہ مکہ سے باہر پہلا اسلامی مبلغ تھا۔**"[922]

ایک اَور جگہ اسی امر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: "جب مدینہ والوں کو اسلام کی خبر ہوئی اور ایک حج کے موقعہ پر کچھ اہل مدینہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور آپؐ کی صداقت کے قائل ہو گئے تو انہوں نے واپس جا کر اپنی قوم سے ذکر کیا کہ جس رسول کی آمد کا

مدینہ میں رہنے والے یہودی ذکر کیا کرتے تھے وہ مکہ میں پیدا ہو گیا ہے اس پر ان کے دلوں میں رسول کریمؐ کی طرف رغبت پیدا ہو گئی اور انہوں نے دوسرے حج پر ایک وفد بنا کر آپؐ کی طرف بھجوایا اس وفد نے جب آپؐ سے تبادلہ خیالات کیا تو آپؐ پر ایمان لے آیا اور آپؐ کی بیعت کر لی۔ چونکہ اس وقت مکہ میں آپؐ کی شدید مخالفت تھی یہ ملاقات ایک وادی میں مکہ والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوئی اور وہیں بیعت بھی ہوئی۔ اس لیے اسے بیعت عقبہ کہتے ہیں۔" عقبہ کا مطلب ہے کہ دشوار گزار گھاٹی یا پہاڑی، دشوار گزار پہاڑی راستہ۔ تو "رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان لوگوں کو مدینہ کے مومنوں کی تنظیم کے لیے افسر مقرر کیا اور اسلام کی اشاعت کی تاکید کی اور ان کی امداد کے لیے اپنے ایک نوجوان صحابی مُصْعَب ابن عمیر کو بھجوایا تا کہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو دین سکھائیں... یہ لوگ جاتے ہوئے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ دعوت بھی دے گئے کہ اگر مکہ چھوڑنا پڑے تو آپؐ مدینہ تشریف لے چلیں۔ جب یہ لوگ واپس گئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں مدینے کے لوگوں میں اسلام پھیل گیا اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کچھ اور صحابہ کو مدینہ بھجوا دیا جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے... اس کے بعد ہجرت کا حکم ملنے پر آپؐ خود وہاں تشریف لے گئے اور آپؐ کے جاتے ہی بہت تھوڑے عرصہ میں وہ سب اہلِ مدینہ جو مشرک تھے مسلمان ہو گئے۔"[923]

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔[924]

غزوۂ احد میں مسلمانوں کے علمبردار

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ بدر اور احد میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔ غزوہ بدر میں مہاجرین کا بڑا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو دیا تھا۔[925]

پھر دوسری روایت اس طرح ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھی ہے کہ غزوۂ احد میں بھی مہاجرین کا جھنڈا حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کے پاس تھا۔ "آپؐ نے لشکر اسلامی کی"، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لشکر اسلامی کی صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے۔ اس موقعہ پر آپؐ کو یہ اطلاع دی گئی کہ لشکر قریش کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں ہو۔ طلحہ اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا جو قریش کے مورث اعلیٰ قُصیّ بن کِلاب کے قائم کردہ انتظام کے ماتحت جنگوں میں قریش کی علمبرداری کا حق رکھتا تھا۔ یہ معلوم کر کے "جب یہ پتا لگا تو" آپؐ نے فرمایا۔ ہم قومی وفاداری دکھانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت علیؓ سے مہاجرین کا جھنڈا لے کر مُصْعَب بن عمیرؓ کے سپرد فرما دیا جو اسی خاندان کے ایک فرد تھے جس سے طلحہ تعلق رکھتا تھا۔"[926]

حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے لڑ رہے تھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابن قَمِئَۃ نے شہید کیا۔[927]

جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا

تاریخ میں آتا ہے کہ غزوۂ احد کے علمبردار حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ نے جھنڈے کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ غزوۂ احد کے روز حضرت مُصْعَبؓ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے کہ ابن قَمِئَۃ نے جو گھوڑے پر سوار تھا حملہ آور ہو کر حضرت مُصْعَبؓ کے دائیں بازو پر جس سے آپؓ نے جھنڈا تھام رکھا تھا تلوار سے وار کیا اور اسے کاٹ دیا۔ اس پر حضرت مُصْعَبؓ یہ آیت تلاوت کرنے لگے کہ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اور جھنڈا بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ ابن قَمِئَۃ نے بائیں ہاتھ پر وار کر کے اسے بھی کاٹ ڈالا تو آپؓ نے دونوں بازوؤں سے اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد ابن قَمِئَۃ نے تیسری مرتبہ نیزے سے حملہ کیا اور حضرت مُصْعَبؓ کے سینے میں گاڑ دیا۔ نیزہ ٹوٹ گیا۔ حضرت مُصْعَبؓ گر پڑے۔ اس پر بنو عبدالدار میں سے دو آدمی سُوَیبِط بن سعد بن حَرْمَلَه اور ابو رُوم بن عُمیر آگے بڑھے اور جھنڈے کو ابو رُوم بن عُمیر نے تھام لیا اور وہ انہی کے ہاتھ میں رہا یہاں تک کہ مسلمان واپس ہوئے اور مدینہ میں داخل ہو گئے۔[928]

شہادت کے وقت حضرت مُصْعَبؓ کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زائد تھی۔[929]

جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت

اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت خاتم النبیینؐ میں اس طرح لکھا ہے کہ: "قریش کے لشکر نے قریباً چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا اور اپنے پے در پے حملوں سے ہر آن دباتا چلا آتا تھا اس پر بھی مسلمان شاید تھوڑی دیر بعد سنبھل جاتے مگر غضب یہ ہوا کہ قریش کے ایک بہادر سپاہی عبداللہ بن قَمِئَۃ نے **مسلمانوں کے علمبردار مُصْعَب بن عمیرؓ پر حملہ کیا اور اپنی تلوار کے وار سے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ گرایا۔ مُصْعَبؓ نے فوراً دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا** اور ابن قَمِئَۃ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھے مگر اس نے دوسرے وار میں ان کا دوسرا ہاتھ بھی قلم کر دیا۔ اس پر مُصْعَبؓ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کو جوڑ کر گرتے ہوئے اسلامی جھنڈے کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسے چھاتی سے چمٹا لیا۔ جس پر ابن قَمِئَۃ نے ان پر تیسرا وار کیا اور اب کی دفعہ مُصْعَبؓ شہید ہو کر گر گئے۔ جھنڈا تو کسی دوسرے مسلمان نے فوراً آگے بڑھ کر تھام لیا مگر چونکہ مُصْعَبؓ کا ڈیل ڈول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا ابن قَمِئَۃ نے سمجھا کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی طرف سے یہ تجویز محض شرارت اور دھوکا دہی کے خیال سے ہو۔ بہر حال اس نے مُصْعَبؓ کے شہید ہو کر گرنے پر شور مچا دیا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار لیا ہے۔ اس خبر سے مسلمانوں کے رہے سہے اوسان بھی جاتے رہے اور ان کی جمعیت بالکل منتشر ہو گئی۔"[930]

ان کی زیارت کرلو اور ان پر سلام بھیجو

جنگ احد میں مسلمانوں کا جو حوصلہ تھا اس کے پست ہونے کی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہوئی تھی لیکن بہر حال بعد میں اکٹھے بھی ہو گئے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب حضرت مُصْعَب ؓ کی نعش کے پاس پہنچے تو ان کی نعش چہرے کے بل پڑی تھی۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں سے ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہر گز اپنے طرز عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اس کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْهَدُ أَنَّكُمُ الشُّهَدَاءُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ کہ خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بھی اللہ کے ہاں شہداء ہو۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کی زیارت کر لو اور ان پر سلام بھیجو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے روز قیامت تک جو بھی ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب دیں گے۔ حضرت مُصْعَب ؓ کے بھائی حضرت ابورُوم بن عُمیر حضرت سُوَیبط بن سعد اور حضرت عامر بن ربیعہ نے حضرت مُصْعَب ؓ کو قبر میں اتارا۔[931]

شہید ہوئے تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ ....

سیرت خاتم النبیین ؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ؓ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ: "احد کے شہداء میں ایک صاحب مُصْعَب بن عمیر ؓ تھے۔ یہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو مدینہ میں اسلام کے مبلغ بن کر آئے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں مُصْعَب ؓ مکہ کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ خوش پوش اور بانکے سمجھے جاتے تھے اور بڑے نازونعمت میں رہتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی حالت بالکل بدل گئی۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دفعہ ان کے بدن پر ایک کپڑا دیکھا جس پر کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔ آپ ؐ کو ان کا وہ پہلا زمانہ یاد آ گیا تو آپ ؐ چشم پُر آب ہو گئے۔ احد میں جب مُصْعَب ؓ شہید ہوئے تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہیں تھا کہ جس سے ان کے بدن کو چھپایا جا سکتا۔ پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا اور سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم سے سر کو کپڑے سے ڈھانک کر پاؤں کو گھاس سے چھپا دیا گیا۔"[932]

پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کے سامنے افطار کے وقت کھانا لایا گیا اور وہ روزے سے تھے۔ کہنے لگے کہ مُصْعَب بن عمیر ؓ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ ایک ہی

چادر میں کفنائے گئے۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے۔ اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ بھی کہا کہ حمزہ شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ان کے بعد وہ کہنے لگے ہمیں دنیا کی وہ کشائش ہوئی جو ہوئی یا یوں کہا کہ ہمیں دنیا سے وہ کچھ دیا گیا جو دیا گیا اور ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی ہی نہ مل گیا ہو۔ پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا۔[933]

اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت اور اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کا سلوک ان کے سامنے آگیا جس کی وجہ سے وہ جذباتی ہو گئے کہ ایسی کشائش ہمیں مل گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہیں بدلہ نہ دے دیا ہو یہ نہ ہو کہ وہاں جا کے ہمیں کچھ نہ ملے۔

حضرت خَبَّابْ بن اَرَت ؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ وطن چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی ہم چاہتے تھے اور ہمارا بدلہ اللہ کے ذمہ ہو گیا۔ ہم میں سے ایسے بھی ہیں جو مر گئے اور انہوں نے اپنے بدلے سے کچھ نہیں کھایا۔ انہی میں سے حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ بھی ہیں اور ہم میں ایسے بھی ہیں جن کا میوہ پک گیا اور وہ اس میوے کو چن رہے ہیں۔ حضرت مُصْعَبؓ احد کے دن شہید ہوئے اور ہمیں صرف ایک ہی چادر ملی جس سے ہم ان کو کفناتے۔ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا تو نبی ﷺ نے ہمیں فرمایا۔ ہم ان کا سر ڈھانپ دیں اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔[934]

نبی ﷺ کے نقباء میں سے ایک

ترمذی کی ایک روایت ہے حضرت علی بن ابو طالبؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نجیب رفیق عنایت فرمائے ہیں یا فرمایا کہ نقباء عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں تو ہم نے عرض کیا وہ کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں اور میرے دونوں بیٹے، جعفر اور حمزہ، ابو بکر، عمر، مُصْعَب بن عُمیر، بلال، سلمان، مقداد، ابو ذر، عَمّار اور عبد اللہ بن مسعود۔[935]

حضرت عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد کہا کرتے تھے کہ حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ جب ایمان لائے اس وقت سے غزوۂ احد میں شہید ہونے تک میرے دوست اور ساتھی رہے۔ وہ ہمارے ساتھ دونوں ہجرتوں میں حبشہ گئے۔ مہاجرین میں وہ میرے رفیق تھے۔ میں نے ایسا آدمی کبھی نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور ان سے کم جس سے اختلاف ہو۔[936]

رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ احد کے بعد مدینہ لوٹے تو آپؐ کو حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کی بیوی حضرت حَمْنَہ بنت جَحْش ملیں۔ لوگوں نے انہیں ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن جحش کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے

انہیں ان کے ماموں حضرت حمزہ کی شہادت کی خبر دی۔ اس پر انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ پڑھا اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ پھر لوگوں نے انہیں ان کے خاوند حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ اس پر وہ رونے لگیں اور بے چین ہو گئیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لیے اس کے خاوند کا ایک خاص مقام و مرتبہ ہوتا ہے۔[937]

ایک دوسری روایت میں حضرت حَمْنَہ بنت جحش کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ تمہارا بھائی شہید کر دیا گیا ہے تو انہوں نے کہا اللہ اس پر رحم کرے اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ لوگوں نے کہا تمہارے خاوند بھی شہید کر دیے گئے ہیں وہ کہنے لگیں ہائے افسوس! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کو خاوند سے ایسا تعلق ہے جو کسی اَور سے نہیں۔[938]

یہ واقعہ ایک خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے انداز میں بھی بیان فرمایا ہے جس میں حضرت مُصْعَب بن عمیرؓ کی شہادت کا واقعہ اور ان کی شہادت پر ان کی بیوی کے جو جذبات تھے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اس طرح آپؒ فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ یا صحابیات جن کے اقرباء کی تعداد ایک سے زیادہ ہوتی ان کو ٹھہر ٹھہر کر اس انداز میں خبر دیتے کہ صدمہ یکلخت دل کو مغلوب نہ کر لے۔ چنانچہ جس وقت حضور کی خدمت میں حضرت عبد اللہ کی بہن حمنہ بنت جحش حاضر ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! تو صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کس کے ثواب کی؟ آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہ کی۔

تب حضرت حمنہ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیْئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ اس نے عرض کی کہ یہ کس کے ثواب کی۔ آپؐ نے فرمایا اپنے بھائی عبد اللہ کی۔ اس پر حمنہ نے پھر یہی کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ غَفَرَ لَہٗ وَ رَحِمَہٗ ھَنِیْئًا لَہُ الشَّھَادَۃَ۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے حمنہ! صبر کر اور خدا سے ثواب کی امید رکھ۔ انہوں نے عرض کیا حضور یہ کس کے لیے؟ فرمایا مُصْعَب بن عمیرؓ کے لیے۔ اس پر حمنہ نے کہا ہائے افسوس! یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ واقعی شوہر کا بیوی پر بڑا حق ہے کہ کسی اَور کا نہیں۔ اس سے پوچھا مگر تو نے ایسا کلمہ کیوں کہا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے اس کے بچوں کی یتیمی یاد آ گئی تھی جس سے میں پریشان ہو گئی اور پریشانی کی حالت میں یہ کلمہ میرے منہ سے نکل گیا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے مُصْعَبؓ کی اولاد کے حق میں یہ دعا کی کہ اے اللہ! ان کے سرپرست اور بزرگ ان پر شفقت اور مہربانی کریں اور ان کے ساتھ سلوک سے پیش آویں۔[939]

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ یہ اچھا سلوک رکھا۔ آنحضرت ﷺ کی دعا قبول ہوئی۔[940]

284

حضرت مُظَہِّر بن رَافِعؓ

اپنے بھائی کے ہمراہ بدر میں شریک

نام و نسب

حضرت مُظَہِّر بن رَافِع ؓ۔ حضرت مُظَہِّر کے والد کا نام رافع بن عدی تھا۔ حضرت مُظَہِّر کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو حارثہ بن حارث سے تھا۔ حضرت مُظَہِّر اور حضرت ظُہَیر ؓ دونوں سگے بھائی تھے۔ یہ دونوں حضرت رَافِع بن خَدِیج رضی اللہ تعالیٰ کے چچا تھے۔[941]

حضرت رافعؓ جو کم عمری کی وجہ سے بدر میں شامل نہ کئے گئے

یعنی حضرت رَافِع بن خَدِیج ؓ کا بھی ذکر آتا ہے جو بدری صحابی تو نہیں تھے لیکن ان کا بھی تاریخ میں ایک مقام ہے، ان کے یہ چچا تھے یعنی بھتیجے کا نام بھی رافع تھا اور باپ کا نام بھی۔ حضرت رافعؓ کے بارے میں مختصر یہ بتادوں کہ یہ وہ صحابی تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں جانے کے لیے خود کو پیش کیا لیکن **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمری کی وجہ سے واپس بھیج دیا تھا** اور اُحد کے دن ان کو شامل ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

قیامت کے دن میں تمہارے لئے شہادت دوں گا

حضرت رافعؓ غزوۂ احد اور خندق اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ احد کے دن ایک تیر ان کی ہنسلی کی ہڈی میں لگا تھا۔ تیر تو نکال لیا گیا تھا لیکن اس کا اگلا حصہ ان کی وفات تک جسم کے اندر ہی رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافعؓ سے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ ان کی وفات عبد الملک بن مروان کے دورِ حکومت میں 74 ہجری میں 86 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔[942]
یہ تو ان کے بھتیجے کا ذکر تھا۔

اپنے بھائی کے ساتھ بدر میں شریک

حضرت ظُہَیر ؓ کے بارے میں بتاتا ہوں۔ **امام بخاریؒ نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت ظُہَیر ؓ اپنے بھائی کے ہمراہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے** اور اس بھائی کا نام انہوں نے اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔ بخاری کے شارحین نے لکھا ہے کہ حضرت ظُہَیر ؓ کے بھائی کا نام مُظَہِّر تھا۔ اسی طرح سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل کتاب سبل الھدیٰ والرشاد میں حضرت ظُہَیر ؓ بن رافع کے ضمن میں لکھا ہے کہ

بخاری کے مطابق ان کے بھائی حضرت مُظَہِّر بھی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ حضرت ظُھَیر میں نے کہا تھا۔ حضرت مُظَہِّر کا ذکر ہو رہا ہے۔ یہ ان کے بارے میں بتا رہا ہوں۔ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابیں جیسے اُسد الغابہ، الاصابۃ، الاستیعاب وغیرہ جو ہیں ان میں حضرت مُظَہِّر کے حالات کے ضمن میں ان کے غزوۂ بدر میں شامل ہونے کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ان تینوں کتابوں میں حضرت مُظَہِّر کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ غزوۂ اُحد اور بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ **حضرت مُظَہِّر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔**[943]

لیکن جو کتابیں ہیں وہ حضرت مُظَہِّر کو ثابت کرتی ہیں کہ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے، اسی پر زیادہ تر اعتماد کیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا یہود کو ان کی شرارتوں کی وجہ سے خیبر سے نکال دینا

یَحْیٰ بن سَہْل بن اَبُو حَثْمَہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُظَہِّر بن رَافِع حَارِثِی میرے والد کے پاس ملک شام سے چند طاقتور مزدور اپنے ساتھ لے کر آئے تاکہ وہ ان کی زمینوں میں کام کر سکیں۔ جب یہ خیبر میں پہنچے تو وہاں تین دن قیام کیا۔ وہاں یہود نے ان مزدوروں کو حضرت مُظَہِّر کے قتل پر اکسانا شروع کر دیا اور دو یا تین چھریاں مخفی طور پر انہیں دے دیں۔

جب حضرت مُظَہِّر خیبر سے باہر نکلے اور ثبار نامی جگہ پر پہنچے جو خیبر سے 6 میل کے فاصلے پر واقع ہے تو ان لوگوں نے حضرت مُظَہِّر پر حملہ کر دیا اور پیٹ چاک کر کے انہیں شہید کر دیا۔ پھر وہ لوگ خیبر واپس چلے گئے جس پر یہود نے انہیں زادِ راہ اور خوراک دے کر روانہ کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ملک شام واپس پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ خبر ملی تو فرمایا کہ میں خیبر کی طرف نکلنے والا ہوں اور وہاں موجود اموال کو تقسیم کرنے والا ہوں اور اس کی حدود کو واضح کرنے والا ہوں اور زمینوں میں حدِ فاصل لگانے والا ہوں یعنی اس کا بدلہ لیا جائے گا اور یہود کو وہاں سے جلاوطن کرنے والا ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس وقت تک ٹھکانہ دوں گا جب تک اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اللہ نے انہیں جلاوطن کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے پھر ایسا ہی کیا۔[944]

شہادت

حضرت مُظَہِّر کی شہادت کا واقعہ 20 ہجری میں پیش آیا تھا۔[945]

285

حضرت معاذ بن جبلؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ ۔ آپؓ کا نام مُعَاذ تھا۔ آپؓ کے والد کا نام جَبَل بن عَمْرو اور والدہ کا نام ہند بنت سَهَل تھا جو جُهَينه قبیلے کی شاخ بنو رَبْعَة سے تھیں۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ کی کنیت عبد الرحمٰن تھی۔ آپ کا تعلق خزرج قبیلے کی شاخ اُدَیّ بن سَعد بن علی سے تھا۔

سیر الصحابہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سعد بن علی کے دو بیٹے تھے سَلِمَه اور اُدَیّ۔ سَلِمَه کی نسل سے بنو سَلِمَه ہیں۔ اسلام کے زمانے میں اُدَیّ بن سعد کے خاندان میں سے صرف دو شخص باقی تھے۔ ایک حضرت مُعَاذؓ اور دوسرے ان کے صاحبزادے عبد الرحمٰن۔ بنو اُدَیّ کے مکانات بنو سَلِمَه کے پڑوس میں واقع تھے۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ انتہائی سفید، خوبصورت چہرے والے، چمکدار دانتوں والے، سُرمگیں آنکھوں والے تھے۔ **آپؓ اپنی قوم کے نوجوانوں میں سے زیادہ خوبصورت نوجوان اور زیادہ سخی تھے۔**

اَبُو نُعَیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ انصار کے نوجوانوں میں سے بردباری، حیا اور سخاوت میں بہتر تھے۔

بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں ستّر انصار کے ہمراہ شریک ہوئے اور قبولِ اسلام کے وقت آپؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

تمام غزوات میں شرکت

حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ غزوۂ بدر، غزوۂ اُحُد، غزوۂ خندق اور بعد کے تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں اس وقت شامل ہوئے جب آپؓ کی عمر بیس یا اکیس سال تھی۔ ان کے اَخْیَافی بھائی یعنی ایسے بھائی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں، حضرت عبد اللہ بن جَدّ بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اُسُدُ الْغَابَه کے مطابق آپؓ کے اخیافی بھائی کا نام سَهْل بن محمد بن جَدّ ہے اور سہل بنو سلمہ سے تھے۔ اسی وجہ سے بنو سلمہ ان کو بھی اپنے قبیلے میں سے شمار کرتے تھے۔ جب مہاجرینِ مکہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ سے کروائی۔

تاریخ کی مختلف کتابوں میں بس یہی حوالہ درج ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ نے بنو سلمہ کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر بنو سلمہ کے بت توڑے تھے۔[946]

اپنے خاندان کے بت توڑنا

پہلے ایک صحابی کے ذکر میں یہ واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ کس طرح اپنے خاندان کے، گھر والوں کے بت توڑتے تھے[947] اور یہاں بھی بیان کر دیتا ہوں۔

حضرت عمرو بن جَمُوح ؓ نے اپنے گھر میں ہی لکڑی کا ایک بت بنا کر اسے 'مَنات' کا نام دے رکھا تھا اور اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے موقع پر بنو سَلِمَہ کے بعض نوجوانوں نے بیعت کی۔ ان میں حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ بھی تھے۔ خود عمرو کے بیٹے مُعَاذ نے بھی بیعت کر لی تھی اور یہ واقعہ جو مَیں کہہ رہا ہوں یہ پہلے مُعَاذ بن عمرو کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

تو کہتے ہیں انہوں نے اپنے والد عمرو کو اسلام کی طرف بلانے کے لیے تدبیر کی کہ حضرت عمرو کا وہ بت جسے انہوں نے اپنے گھر میں سجا رکھا تھا، رات کو اسے اٹھا کے کوڑے کا جو گڑھا تھا، ڈھیر تھا وہاں پھینک آتے تھے اور جن لڑکوں کی مدد لیا کرتے تھے ان میں حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ بھی شامل تھے۔ بہر حال ایک دن اس کوڑے میں انہوں نے اٹھا کے پھینک دیا۔ عَمرو اسے تلاش کر کے اپنے گھر لے آئے اور کہا کہ اگر مجھے اس شخص کا پتہ چل جائے جو میرے بت کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو مَیں اسے عبرتناک سزا دوں گا۔ اگلے دن پھر ان نوجوانوں نے اس بت کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ وہ پھر گڑھے میں الٹا پڑا تھا۔ وہ پھر اسے اٹھا کے لے آئے۔ تیسرے دن پھر اس بت کو صاف ستھرا کر کے سجا کے رکھا اور ساتھ اپنی تلوار ٹانگ دی اور بت کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے نہیں پتہ کہ کون تمہارے ساتھ یہ حرکتیں کرتا ہے لیکن اب مَیں تلوار بھی تمہارے ساتھ چھوڑ کے جا رہا ہوں اپنی حفاظت اب خود کر لینا، تلوار اب تمہارے پاس ہے۔ اگلے دن پھر حضرت عمرو نے دیکھا کہ بت اپنی جگہ موجود نہیں ہے اور پھر محلے کے اسی گڑھے کے اندر ایک مُردہ کتے کے گلے میں وہ بندھا ہوا پڑا مل گیا۔

یہ دیکھ کے وہ بہت سٹپٹائے اور سخت پریشان ہو کر سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ بت جسے مَیں نے خدا بنا کر رکھا ہوا ہے اس میں تو اتنی قدرت اور طاقت بھی نہیں ہے کہ تلوار پاس ہوتے ہوئے اپنے آپ کو بچا سکے، اس نے میری کیا حفاظت کرنی ہے اور پھر اس پر مزید یہ کہ ایک مردہ کتا اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے۔ پھر یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔ **بہر حال یہ بات پھر ان کو اسلام کی طرف مائل کرنے والی بنی اور اسلام قبول کرنے کا موجب بن گئی۔**[948]

آنحضرت ﷺ سے محبت واخلاص

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ کے آنحضرت ﷺ سے محبت واخلاص کا اس بات سے بھی اندازہ ہوتا

ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد جب نبی کریم ﷺ مدینہ واپس تشریف لائے تو گریہ وزاری کی آواز گلیوں سے آ رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ انصار کی خواتین ہیں جو اپنے شہدا پر رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا حمزہؓ کے لیے کوئی رونے والا نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کے لیے بخشش کی دعا کی۔ جب حضرت سَعد بن مُعاذؓ اور حضرت سَعد بن عُبَادہ ؓ اور حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے یہ سنا تو وہ اپنے اپنے محلّوں میں گئے اور مدینے کی رونے والیوں اور نوحہ کرنے والیوں کو اکٹھا کر کے لائے۔ **انہوں نے کہا کہ اب کوئی انصار کے شہدا پر نہیں روئے گا جب تک نبی ﷺ کے چچا پر نہ رو لو کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ مدینے میں حمزہؓ کے لیے رونے والا کوئی نہیں۔ یہ عشق تھا آنحضرت ﷺ سے۔** آپؐ کی وجہ سے کہ آپؐ کو حضرت حمزہؓ کی تکلیف پہنچی۔[949]

گو کہ رونا اور نوحہ کرنا منع ہے لیکن یہاں آنحضرت ﷺ نے کچھ وقت کے لیے اجازت دی یا لوگوں کے جذبات کو دیکھ کے خود اظہار کیا کہ کاش کہ حمزہؓ کے لیے بھی جذبات کا اظہار ہوتا لیکن بہرحال یہ نوحہ کرنا عمومی طور پر اسلام میں منع ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ حنین کی طرف تشریف لے گئے۔ حنین جو ہے وہ مکے کے شمال مشرق میں طائف کے قریب ایک وادی ہے تو **آپؐ نے حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ کو مکے میں پیچھے چھوڑا تاکہ وہ اہل مکہ کو دین سکھائیں اور انہیں قرآن پڑھائیں۔**[950]

غزوۂ تبوک میں شرکت

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ نے غزوۂ تبوک میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔

نبی کریم ﷺ نے جب حضرت کَعب بن مالکؓ کے بارے میں پوچھا جو اس وقت مدینہ میں ہی رہ گئے تھے تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت کعب بن مالک کی برائی کی تو حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ نے اس شخص کو ڈانٹا اور کہا یا رسول اللہؐ! ہم نے تو ان میں بھلائی ہی دیکھی ہے۔ کوئی برائی نہیں دیکھی۔[951] یہ تھے اعلیٰ اخلاق کہ پیچھے کسی کی برائی نہیں کرنی۔

قرآن جمع کرنے والوں میں سے ایک

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انسؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا وہ سب انصار میں سے ہیں۔ حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو زیدؓ۔ حضرت ابو زیدؓ حضرت انسؓ کے چچا تھے۔[952]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو ابن مسعودؓ اور ابو حذیفہ کے غلام سالمؓ اور اُبَی بن کعبؓ اور مُعَاذ بن جَبَل ؓ سے۔[953]

قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت

یہ بخاری کی روایت ہے جو مَیں نے پہلے پڑھی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت کعبؓ کے ذکر میں پہلے بھی کچھ وضاحت ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ ﷺ سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ سے قرآن پڑھیں اور لوگوں کو قرآن شریف پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اَور بہت سے صحابہ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابی حُذَیفہؓ، مُعَاذ بن جَبَل ؓ، اُبَی بن کعبؓ۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، مُعَاذ بن جَبَل ؓ اور ابی بن کعبؓ مدینے کے رؤساء میں سے تھے۔ گویا ہر گروہ میں سے رسول اللہ ﷺ نے تمام گروہوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مِنْ) عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ۔ جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، مُعَاذ بن جَبَل ؓ اور ابی بن کعبؓ سے۔

یہ چار تو وہ تھے جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ ﷺ سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرا لی لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک لفظ کو اَور طرح پڑھا تو حضرت عمرؓ نے ان کو روکا اور کہا کہ اس طرح نہیں، اس طرح پڑھنا چاہیے۔ اس پر عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا نہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح سکھایا ہے۔ حضرت عمرؓ ان کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یہ قرآن غلط پڑھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عبد اللہ بن مسعودؓ پڑھ کے سناؤ۔ جب انہوں نے پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تو ٹھیک ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مجھے تو آپؐ نے یہ لفظ اَور رنگ میں سکھایا ہے آپؐ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی چار صحابہ رسول اللہ ﷺ سے قرآن نہیں پڑھتے تھے بلکہ دوسرے لوگ بھی پڑھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کا یہ سوال کہ مجھے آپؐ نے اس طرح پڑھایا ہے بتاتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی رسول کریم ﷺ سے پڑھتے تھے۔[954]

........اور ان میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے مُعَاذ بن جَبَل ؓ ہیں

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں۔ (میری امّت میں سے میری امّت پر سب سے

زیادہ رحم کرنے والے ابو بکرؓ ہیں) اور اللہ کے دین میں ان سب سے زیادہ مضبوط عمرؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حیا والے عثمانؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ اللہ کی کتاب قرآن کو جاننے والے ابی بن کعبؓ ہیں اور ان میں سب سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والے مُعَاذ بن جَبَل ؓ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابتؓ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ سنو! ہر امّت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور اس امّت کے امین ابو عُبَیدہ بن جرّاح ؓ ہیں۔[955]

یہ روایت پہلے بھی کم و بیش اسی طرح بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابو بکرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں عمرؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں ابو عُبَیدہ بن الجرّاح ؓ۔ کیا ہی اچھے آدمی ہیں اُسَید بن حُضَیر ؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں ثابت بن قیس بن شَمَّاس ؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعَاذ بن جَبَل ؓ۔ اور کیا ہی اچھے آدمی ہیں مُعَاذ بن عَمرو بن جَموحؓ۔ مسند احمد بن حنبل کی یہ روایت ہے۔[956]

نبی کریم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے مُعَاذ! مَیں تم سے محبت کرتا ہوں

پھر حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اے مُعَاذ! مَیں یقیناً تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت مُعَاذ ؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مَیں بھی آپؐ سے محبت کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ! مَیں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ ذکر کرنا اور یہ ہرگز نہ چھوڑنا کہ تم کہو کہ اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِكَ وَشُکۡرِكَ وَحُسۡنِ عِبَادَتِكَ کہ اے میرے اللہ! میری مدد فرما اپنے ذکر کے لیے اور اپنے شکر کے لیے اور اپنی عبادت کی خوبصورتی کے لیے۔[957]

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے کے بارے میں نہ بتاؤں تو حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔[958]

حضرت مُعَاذؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ افضل ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے محبت کرو اور اللہ ہی کے لیے تم نفرت کرو اور تم اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں لگائے رکھو۔ حضرت مُعَاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اَور کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اور تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ (تم لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو) اور ان کے لیے اس چیز کو ناپسند کرو جو تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔[959]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت مُعَاذؓ نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور پھر وہ

اپنے لوگوں کے پاس آتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔[960]

لمبی نماز پڑھانے پر ناراضگی

پہلے مسجدِ نبوی میں آ کے نماز پڑھتے۔ پھر اپنے محلے میں چلے جاتے۔ وہاں جا کے اپنے لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعَاذؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر آ کر اپنے لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر اپنے لوگوں کے پاس آ کر ان کی امامت کی تو اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ اس پر ایک آدمی الگ ہو گیا اور سلام پھیرا اور اکیلے نماز پڑھی اور جانے لگا۔ دیکھا کہ لمبی سورت پڑھ رہے ہیں تو سلام پھیر کے الگ ہو گیا اور آ کے علیحدہ نماز پڑھ لی۔ اس پر لوگوں نے اسے کہا کہ اے فلاں! کیا تُو منافق ہو گیا ہے؟ اسے بُرا بھلا کہا۔ اسے کہا تم منافق ہو گئے ہو تم نے باجماعت نماز چھوڑی ہے اور علیحدہ نماز پڑھ رہے ہو۔ اس پر اس نے جواب دیا۔ نہیں، خدا کی قسم! مَیں منافق نہیں ہوں اور مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں گا اور ضرور آپؐ کو یہ بتاؤں گا کہ مَیں نے یہ کیا تھا۔ منافقت ہوتی تو مَیں چھپ جاتا۔ مَیں تو یہ بات جا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم پانی لانے والے اونٹ رکھتے ہیں یعنی اونٹوں پر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کے جاتے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں پانی پہنچاتے ہیں تو دن بھر کام کرتے ہیں اور حضرت مُعَاذؓ نے آپؐ کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی پھر آ کر سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی پھر ہمارے پاس ہمارے محلے میں آئے اور نماز شروع کر دی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مُعَاذؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے مُعَاذ! کیا تم آزمائش میں ڈالنے والے ہو؟ لوگوں کو کیوں مشکل میں ڈالتے ہو؟ یہ پڑھا کرو۔ اور پھر آپؐ نے بتایا کہ سورتوں میں کیا پڑھنا ہے۔ یہ پڑھا کرو۔ دو دفعہ کہا یہ پڑھا کرو۔ یہ پڑھا کرو۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا اور وَالضُّحٰی، وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کی تلاوت کیا کرو۔ یہ چار مثال کے طور پر آپؐ نے ان کو بیان فرمائیں۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔[961]

بخاری میں ایک روایت اس طرح بھی بیان ہوئی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کہتے تھے کہ سامنے سے ایک آدمی پانی اٹھانے والے دو اونٹ لیے آ رہا تھا۔ رات ہو چکی تھی اور اس نے اتفاق سے حضرت مُعَاذؓ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ مسجد میں نماز ہو رہی تھی۔ وہ امامت کرا رہے تھے تو اس نے اپنے اونٹ بٹھا دیے اور حضرت مُعَاذؓ کی طرف چلا آیا۔ حضرت مُعَاذؓ نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی تو وہ نماز چھوڑ کر چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ حضرت مُعَاذؓ نے اس بات کا بُرا منایا ہے تو وہ آدمی جو اونٹوں والا تھا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت مُعَاذؓ کی شکایت کی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا اے مُعَاذ! تم تو بہت ہی ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ کیوں لوگوں کو ابتلا میں ڈالتے ہو؟ اتنی لمبی لمبی سورتیں پڑھ کے ابتلا میں ڈالنے والے ہو۔ کیوں نہ تم نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَاللَّيْلِ اِذَا

یَغْشٰی پڑھی کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے اور کمزور اور حاجت مند بھی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے جیسا کہ مَیں نے کہا۔[962]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھنے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ کو نصیحت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الغاشیہ، سورۃ الفجر اور اسی قسم کی بعض اَور سورتوں کو عام طور پر فرض نمازوں میں پڑھنا زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ نسائی نے جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی ان کے ساتھ پیچھے سے آکر شامل ہوا۔ حضرت مُعاذؓ نے نماز لمبی شروع کر دی۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ انہوں نے سورۂ آل عمران یا سورۂ نساء کی تلاوت شروع کر دی تھی۔ جب نماز لمبی ہو گئی تو اس نے اپنی نماز توڑ کر ایک دوسرے کونے میں جاکر علیحدہ نماز شروع کر دی اور فارغ ہو کر چلا گیا۔ نماز کے بعد کسی شخص نے حضرت مُعاذؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ آپؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؓ کے ساتھ نماز شروع کی مگر جب آپؓ نے نماز میں دیر لگا دی تو وہ نماز توڑ کر علیحدہ ہو گیا اور ایک کونے میں نماز پڑھ کر چلا گیا۔ حضرت مُعاذؓ نے کہا وہ منافق ہو گا۔ پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس واقعے کا ذکر کیا۔ یہاں آپ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت مُعاذؓ نے خود ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہؐ! مَیں نماز پڑھا رہا تھا کہ پیچھے فلاں شخص آکر شامل ہوا مگر جب نماز لمبی ہو گئی تو وہ نماز توڑ کر الگ ہو گیا اور علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا۔ جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کی گئی ہے تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں آیا تو یہ نماز پڑھا رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ نماز میں شامل ہو گیا مگر انہوں نے نماز لمبی کر دی۔ آخر ہم کام کرنے والے آدمی ہیں۔ میری اونٹنی بغیر چارے کے کھڑی تھی۔ مَیں نے نماز توڑ کر مسجد کے ایک کونے میں اپنی نماز ختم کر لی اور پھر گھر جاکر اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر حضرت مُعَاذؓ پر ناراض ہوئے اور ان سے فرمایا مُعَاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ تمہیں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالْفَجْرِ اور وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى کے پڑھنے میں کیا تکلیف ہوتی تھی؟ تم نے یہ سورتیں کیوں نہ پڑھیں اور لمبی سورتیں کیوں پڑھنا شروع کر دیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کو اوسط سورتوں میں قرار دیا ہے۔ خاص اوقات میں انسان بے شک لمبی سورتیں پڑھ لے یا تکلیف اور بیماری کی صورت میں چھوٹی سورتیں پڑھ لے لیکن اوسط سورتیں یہی ہیں جن کو عام طور پر بالجہر نمازوں میں پڑھنا چاہیے۔[963]

بہرحال یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ضروری نہیں کہ یہی سورتیں پڑھی جائیں۔ **صرف اصولی ہدایت یہ ہے کہ جب باجماعت نماز ادا ہو رہی ہو تو زیادہ لمبی سورتیں نہیں پڑھنی۔** لیکن اپنے حالات کے مطابق اور بعض لوگوں کو جس جس طرح سورتیں حفظ ہوتی ہیں، بعض کو چھوٹی سورتیں حفظ ہیں۔ امامت کے لیے اور کوئی بھی نہیں ملتا اور اسی کو نماز پڑھانی پڑتی ہے تو وہ بھی پڑھائی جا سکتی ہیں۔ اصولی ہدایت یہ ہے کہ باجماعت نماز میں لمبی سورتیں نہیں پڑھانی کیونکہ مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

بوڑھے بھی ہوتے ہیں، بیمار بھی ہوتے ہیں، کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ کہتے ہیں کہ مَیں سواری پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپؐ کے درمیان کجاوہ کا پچھلا حصہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے کہا مَیں حاضر ہوں یارسول اللہؐ! اور یہ میری سعادت ہے۔ پھر آپؐ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے پھر عرض کیا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ پھر آپ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں۔ یعنی بندے اللہ کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپؐ کچھ دیر چلے اور فرمایا اے مُعَاذ بن جَبَل! مَیں نے کہا لبیک یارسول اللہؐ! میری سعادت ہے۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ پہلے تو اللہ کا حق ہے جو بندوں نے ادا کرنا ہے۔ اب بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ جب وہ ایسا کریں، جب وہ بات مان لیں بندے اپنا حق ادا کر دیں تو پھر بندوں کا اللہ پر کیا حق بن جاتا ہے تو مَیں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ انہیں عذاب نہ دے۔ جو اس طرح اللہ تعالیٰ کی بات ماننے والے ہیں پھر یہ بندوں کا حق بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے۔ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔[964]

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک دن مَیں آپؐ کے قریب ہوا اور ہم چل رہے تھے تو مَیں نے عرض کیا **یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور مجھے آگ سے دور کر دے۔** اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے تو ایک بڑی بات پوچھی ہے۔ بہت بڑی بات ہے یہ۔ ہاں یہ بات اس کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا کیا میں خیر کے دروازوں کے متعلق نہ بتاؤں۔ یہ بات بیان کر کے پھر آپؐ نے فرمایا کہ خیر کے دروازوں کے متعلق بتاتا ہوں۔ فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو ایسے بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کے درمیان آدمی کا نماز پڑھنا یعنی تہجد پڑھنا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یعنی کہ ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں جبکہ وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پس کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی

ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے اس کی جزا کے طور پر جو وہ کیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا کیا مَیں تم کو ان سب کی بلند چوٹی اور اس کا ستون اور اس کی بلندی کا اوپر کا حصہ نہ بتاؤں۔ فرمایا وہ جہاد ہے۔ پھر فرمایا کیا مَیں تم کو ایسی بات نہ بتاؤں جس پر اس سب کا مدار ہے یعنی بنیاد ہے۔ اس کے گرد ساری چیزیں گھومتی ہیں۔ مَیں نے عرض کیا ضرور یارسول اللہؐ! اس پر آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا کہ اس کو روک رکھو۔ زبان کو پکڑ کے فرمایا اس کو روک رکھو۔ مَیں نے عرض کیا اے نبی اللہ ﷺ کیا ہمارا مؤاخذہ اس پر ہو گا جو ہم اس کے ذریعے کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا بھلا ہو اے مُعَاذ! لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں نہیں گراتی مگر ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصلیں۔[965]

فتاویٰ دینے والے صحابہؓ

یعنی جو تم زبان سے باتیں کرتے ہو، تیز باتیں کرتے ہو۔ زبان سے دیے گئے زخم ایسے ہیں جو جذباتی تکلیفیں بھی پہنچاتے ہیں۔ جو فتنہ پیدا کرتے ہیں اور بہت ساری برائیاں جن سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ چیزیں، زبان سے کہی ہوئی باتیں جب زبان بیان کر رہی ہو، برائیاں بیان کر رہی ہو یا برائی کا ذریعہ بن رہی ہو تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ وہ ان کو اوندھے منہ آگ پر گرانے والی ہوتی ہیں۔ اس لیے زبان کو سنبھال کے استعمال کرو اور اس سے اچھی اچھی باتیں ادا کی جائیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ کہتے تھے کہ حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں مدینے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔[966]

محمد بن سَہْل بن اَبُو خَیْثَمَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مہاجرین کے تین آدمی اور انصار میں سے تین آدمی فتویٰ دیا کرتے تھے وہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ تھے۔[967]

عبد الرحمٰن بن قاسم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب کوئی ایسا امر پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل فقہ کا مشورہ لینا چاہتے تو آپؓ مہاجرین و انصار کے آدمیوں کو بلاتے۔

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بلاتے۔ **یہ سارے حضرت ابو بکرؓ کے زمانۂ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔**[968]

یعنی کہ افتاء کمیٹی کے یہ ممبر تھے یا ان کو آپؓ نے اختیار دیا تھا کہ فتوے دے دیا کرو اپنے اس علم کی بنا پر جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سیکھا تھا۔

حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ حضرت ابو بکرؓ کے دَور میں شام چلے گئے اور وہاں بود و باش اختیار کر لی۔ جس وقت حضرت مُعَاذ بن جَبَلؓ شام روانہ ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کی روانگی نے مدینہ اور

اہل مدینہ کو فقہ میں اور جن امور میں وہ ان کو فتویٰ دیا کرتے تھے محتاج بنا دیا ہے۔ **حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ لوگوں کو ان کی ضرورت ہے، انہیں روک لیں۔** مگر حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ جس شخص نے ارادہ کر لیا ہو اور وہ شہادت چاہتا ہو مَیں اس کو نہیں روک سکتا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا بخدا آدمی کو اس کے بستر پر بھی شہادت عطا کر دی جاتی ہے۔[969]

خوف اور خشیت کا ایک مقام

ثَور بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت مُعاذ بن جَبَل ؓ جب رات کو نماز تہجد ادا کرتے تھے تو یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! آنکھیں سوئی ہوئی ہیں اور ستارے ٹمٹما رہے ہیں۔ تُو حیّ وقیوم ہے۔ اے اللہ! جنت کے لیے میری طلب سست ہے اور آگ سے میرا بھاگنا کمزور اور ضعیف ہے۔ اے اللہ! میرے لیے اپنے ہاں ہدایت رکھ دے جسے قیامت کے روز تُو مجھے لوٹا دے۔ یقیناً تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔[970]

کیا خوف اور خشیت کا مقام ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جبکہ حضرت مُعاذ ؓ پالان پر آپؐ کے پیچھے سوار تھے فرمایا اے مُعاذ بن جَبَل! انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! حاضر ہوں، حضورؐ کی خدمت میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اے مُعَاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ کی خدمت میں ہوں۔ فرمایا مُعَاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہؐ! آپؐ کی خدمت میں ہوں۔ تین بار آپؐ نے پکارا۔ پھر فرمایا جو کوئی بھی اپنے دل کی سچائی سے یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ ضرور اس کو آگ پر حرام کر دے گا۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا مَیں لوگوں کو اس کے متعلق خبر نہ دوں؟ وہ خوش ہو جائیں گے۔ یہ باتیں لوگوں کو جا کے بتاؤں؟ آپؐ نے فرمایا تب تو وہ بھروسا کر لیں گے کہ اتنی بات کہہ لی ہے اور باقی نیکیاں نہیں کریں گے، اس لیے لوگوں کو نہیں بتانا۔

حضرت مُعَاذؓ نے مرتے وقت یہ بات بتلائی تھی کہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔ یعنی کہ آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی بات کو آگے نہیں بتایا۔[971]

یہ ان کا خیال تھا کہ شاید یہ بات مجھے مرتے ہوئے آگے صاحبِ علم لوگوں کو پہنچا دینی چاہیے۔ پھر آپؓ نے بتائی لیکن اپنی زندگی یا صحت کی حالت میں نہیں بتائی۔ حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے بعض حدیثیں جو اس سے متعلقہ ہیں ان کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ پھر اس کو بھی یہاں بیان کیا ہے کہ یہاں یہ بات جو کی گئی ہے کہ کسی علمی بات کو خاص لوگوں میں محدود کرنا۔ کیونکہ یہ علمی بات ہے اس لیے اس کو خاص لوگوں میں محدود کرنا ہے کیونکہ عام لوگ اس کے صحیح مطلب تک نہ پہنچنے کی وجہ سے نقصان اٹھائیں گے۔ صرف اتنا کہہ دینا اور باقی کوئی عمل نہ کرنا۔ یہ نہ ہو

کہ ایک بات پہنچ جائے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ دیا اور کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ اب ایسے بھی دیکھیں کہ اس کے باوجود عملاً مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھ کے سمجھتے ہیں کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ وہ مختلف احادیث بیان کر رہے تھے اور یہ بھی اس میں شامل تھی کہ اس حدیث نے اس قسم کی باتوں کی نوعیت واضح کر دی ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ مسلم نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت صحیح سند سے بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَا يَبْلُغُهٗ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةٌ۔ ان ارشادات نبویہ کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی عقل اور سمجھ کے مطابق مخاطب کرنا چاہیے کیونکہ بعض باتیں فتنے میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ بہر حال وہ پھر آگے لکھتے ہیں کہ ہم اب بھی دیکھتے ہیں کہ مومن ساز لوگوں نے کس طرح لا الہ الا اللہ کے محض زبانی اقرار کو اپنے لیے آڑ بنا رکھا ہے اور شریعت کی تکلیفوں سے بنی نوع انسان کو آزاد کر کے ان کو ایمان کا سرٹیفکیٹ دے دینا چاہتے ہیں اور صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ یعنی اس کے ضروری لوازمات کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ ہر مولوی، ہر منبر کا خطبہ دینے والا وہ سمجھتا ہے کہ جو میرے پیچھے نمازیں پڑھ رہا ہے اس نے وہی کلمہ پڑھ لیا تو سرٹیفکیٹ مل گیا۔ باقی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں کہ زبان سے اقرار کرنے والے انہی مومنوں کے ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایمان اس وقت نہ دلوں میں ہوگا نہ زبان پر بلکہ ثریا پر ہوگا۔ یہ آخری زمانے کے بارے میں ہے۔ جبکہ وہ لوگ موجود تھے اور یہ کلمہ پڑھنے والی بات بھی آپؐ نے کہی تھی۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں کہ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ یعنی جو شخص موت تک ہر قسم کے شرک سے بچتا رہے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔ آنحضرت ﷺ کا حضرت مُعاذؓ کو دو تین دفعہ مخاطب کر کے خاموش ہو جانا اور پھر یہ بات بتلانا یہ اسی اصل کے مطابق ہے کہ آپؐ نے جستجو کے متعلق احساس اور خواہش کو ابھارا ہے۔ دو تین دفعہ جب انہوں نے کہا حاضر ہوں، حاضر ہوں، لبیک تو توجہ پیدا ہوئی، شوق پیدا ہوا کہ آنحضرت ﷺ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ جب جوش اور ایک خالص توجہ پیدا ہو گئی تو پھر آپؐ نے ان کو بتایا۔ پھر شاہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ تا آپؐ کی بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور اس کا اثر نفس پہ قائم رہے۔ یہ بات ذہن نشین کرانے کے لیے آپؐ نے تین دفعہ ان کو توجہ دلائی تھی۔ حضرت مُعاذؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا پورا ادب کیا اور مرتے وقت وہ بتلایا کہ مبادا ایک نہایت ضروری بات کے نہ بتانے سے ان سے مؤاخذہ نہ ہو۔[972]

یہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کہے کہ تمہارے علم میں ایک بات آئی اور تم نے آگے نہیں بتائی یعنی علمی بات کم از کم علم رکھنے والے لوگوں تک پہنچ جانی چاہیے۔

آجکل کے مسلمانوں کی حالت

ویسے تو آج کل مسلمان ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، کلمہ پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ شرک سے پاک ہو گئے ہیں لیکن دل شرک سے بھرے ہوئے ہیں۔ انحصار دنیاوی چیزوں پر ہے۔ بڑے بڑے خطیب بھی

دنیاوی چیزوں پہ انحصار کرتے ہیں۔ ان کی اگر اصلی حالت، حقیقت جانی جائے تو یہ جو حدیث پہلے بیان ہوئی ہے، کلمہ پڑھنے والوں پر آگ حرام ہونے کا جو ذکر ہوا ہے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جزا اللہ تعالیٰ نے دینی ہے اور کسی انسان کا کام نہیں ہے کہ کسی کلمہ گو، کسی مسلمان پر فتویٰ لگائے کہ کس کو ہم نے مسلمان کہنا ہے اور کس کو غیر مسلم بنانا ہے۔ یہ خود ساختہ فتوے قرآن کی تعلیم کے بھی خلاف ہیں۔ پس آج کل جو مسلمان ربیع الاول کے حوالے سے میلاد النبیؐ بھی منا رہے ہیں تو اصل تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیم اور اسوے کو ہم اپنائیں۔ اپنے علم کے زعم میں صرف اپنے آپ کو مسلمان نہ سمجھیں بلکہ کلمہ گو کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں۔ یہ باتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ کی روح کو خوش کرنے والی ہوں گی۔ ان کی امّت کی طرف سے خوشی پہنچانے والی ہوں گی۔ آپؐ پر درود بھیجنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر کرے کہ **اس نے آنحضرت ﷺ کے دین کو لاوارث نہیں چھوڑا بلکہ وعدے کے مطابق اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق احیائے دین کے لیے مسیح موعود کو بھیجا ہے** جو اس کلمہ اور شریعت کے احکام پر عمل کی حقیقت ہمیں بتانے والا ہے تاکہ حقیقت میں جہنم کی آگ ہم پر حرام ہو۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کرنے والوں کو بھی عقل دے کہ اس بات کو سمجھیں۔ اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اسلام کی حقیقی تعلیم اور کلمہ کی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔

تبوک کے سفر میں نبی ﷺ کے بچے ہوئے پانی کی برکت

حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے سال نکلے۔ آپؐ نمازیں جمع کرتے تھے۔ آپؐ ظہر عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی ادا فرماتے۔ ایک روز آپؐ نے نماز میں کچھ تاخیر فرمائی۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کیں۔ پھر اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ چاروں نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ جب تک وقفہ تھوڑا ہوتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ ظہر عصر کی نمازیں عصر کے ساتھ آخری وقت میں جمع کر لی جاتی ہوں اور مغرب عشاء کی مغرب کے پہلے وقت میں۔ بہر حال فرمایا کہ کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور جب تک خوب دن نہ نکل آئے تم اس تک نہیں پہنچو گے۔ یعنی اندازہ لگا کے آپؐ نے بتایا کہ تم لوگ دن کے وقت پہنچو گے۔ پس تم میں سے جو اس کے پاس پہنچے اس کے پانی کو بالکل نہ چھوئے جب تک کہ میں نہ آ جاؤں۔ وہاں پہنچ کے پانی نہ پینے لگ جانا۔ نہ چھیڑنا اس کو جب تک میں اس پہ نہ آ جاؤں۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم اس چشمہ پر پہنچے لیکن دو آدمی وہاں ہم سے پہلے پہنچ چکے تھے اور چشمہ تسمہ کی طرح تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی بہ رہا تھا، بڑی باریک دھار بن رہی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ پانی کو چھیڑا تو

نہیں؟ ان دونوں نے کہا جی ہاں ہم نے اس میں سے پانی نکالا تھا، پیا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو تنبیہ فرمائی کہ میں نے تمہیں روکا تھا تو کیوں تم نے اس کو چھوا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپؐ نے ان کو کہا۔ راوی کہتے ہیں پھر لوگوں نے اس چشمے سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ سے تھوڑا تھوڑا کر کے پانی نکالا یہاں تک کہ ایک برتن میں کچھ پانی جمع ہو گیا۔ بالکل باریک سی دھار پانی کی آ رہی تھی۔ راوی کہتے ہیں پھر رسول کریم ﷺ نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا۔ پھر اس پانی کو اس چشمے میں واپس ڈال دیا یعنی وہیں چشمے کے اوپر بیٹھ کے دھویا۔ چہرہ بھی دھویا اور پانی وہیں چشمے میں گرتا جاتا تھا تو چشمہ تیزی سے بہنے لگا جب آپؐ نے منہ ہاتھ دھویا اور وہیں پانی ڈال دیا تو چشمہ جس کی پہلے باریک دھار بن رہی تھی تیزی سے بہنے لگا یہاں تک کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے۔ **پھر حضورؐ نے فرمایا اے مُعَاذؓ! اگر تیری عمر لمبی ہوئی تو تُو دیکھ لے گا کہ یہ جگہ باغوں سے بھر گئی ہے۔**[973]

کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جبکہ نبی کریم ﷺ تبوک کے مقام پر ابھی پہنچے ہی تھے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ یہ واقعہ تبوک کے مقام سے واپسی پر ایک وادی میں ہوا جس کا نام مُشَقَّق ہے۔[974]

نبی ﷺ کی برکت کے طفیل ایک وادی چشموں اور باغات سے بھر گئی

یہ واقعہ حضرت امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا میں بھی بیان کیا ہے۔ محمد بن عبد الباقی زَرْقَانِی نے اس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ابو ولید باجی کہتے ہیں کہ یہ غیب کی خبر ہے جو واقع ہو چکی ہے اور حضرت مُعَاذؓ کا خاص طور پر تذکرہ آنحضرت ﷺ نے اس لیے فرمایا کیونکہ ملک شام منتقل ہو گئے تھے اور وہاں ان کی وفات ہوئی تھی۔ آپؐ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا کہ حضرت مُعَاذؓ یہ جگہ دیکھیں گے اور وہ وادی آپؐ کی برکت کے طفیل درختوں اور باغات کا مجموعہ بن جائے گی۔

علامہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ ابنِ وَضَّاح کہتے ہیں کہ میں نے اس چشمہ کے ارد گرد وہ ساری جگہ دیکھی ہے۔ درختوں کی سرسبزی اور شادابی اس قدر تھی کہ شاید یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے اور ایسی ہی آپؐ کی پیشگوئی تھی۔[975]

اٹلس سیرت النبوی ﷺ میں لکھا ہے کہ تبوک کے محکمہ شریعہ کے رئیس نے بتایا کہ یہ چشمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا۔ بعد میں نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمہ کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا، تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔ یہ نبی ﷺ کے معجزہ ہی کی برکت ہے کہ آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ

اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جا رہے ہیں اور نبی ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا اور دن بدن بھرتا جا رہا ہے۔[976]

حضرت معاذؓ کی فیاضی

حضرت معاذؓ بہت فیاض تھے اور خوب خرچ کرنے والے تھے جس کی وجہ سے اکثر انہیں قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ جب قرض خواہوں نے زیادہ تنگ کیا تو کچھ دن گھر میں چھپ کر بیٹھے رہے تو وہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت معاذؓ سے قرض دلوانے کی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب حضرت معاذؓ کی جائیداد سے قرض زیادہ ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا حصہ نہ لے گا خدا اس پر رحم کرے گا۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے اپنا قرض معاف کر دیا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قرض کا مطالبہ کرتے رہے تو آپ ﷺ نے ساری جائیداد کو ان لوگوں میں تقسیم کر دیا لیکن ابھی بھی قرض مکمل ادا نہ ہوا بلکہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو قرض کا کچھ حصہ مل گیا۔ قرض خواہوں نے مزید کا تقاضا کیا کہ بقایا بھی ہمیں دیا جائے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ ابھی اس سے زیادہ نہیں مل سکتا۔ اسی مال کو لے جاؤ۔ جب حضرت معاذؓ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نقصان پورا کرے اور تمہارا قرض ادا کرا دے۔[977]

اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یہ بھی فرمایا کہ اے معاذ! تم پر قرض بہت ہے۔ اگر کوئی ہدیہ لائے تو اسے قبول کر لینا۔ مَیں تمہیں اس کی اجازت دیتا ہوں۔(بحوالہ سیر الصحابہ جلد 5 صفحہ 146) آپؐ نے فرمایا: تحفے قبول کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔ یعنی تحفہ قبول کرنا تو ویسے کوئی حرج نہیں۔ یہی کہا جاتا ہے کہ محبت بڑھتی ہے۔ ایک دوسرے کو تحفے دینے چاہئیں لیکن یہ کیونکہ وہاں آنحضرت ﷺ کے نمائندہ بنا کے بھیجے گئے تھے اس لیے آپؐ نے خاص طور پر فرمایا کہ اس نمائندگی کی وجہ سے اگر تمہیں لوگ تحفہ دیں تو تمہیں اختیار ہے کہ وہ تحفہ تم اپنے پر خرچ کر سکتے ہو کیونکہ وہ عموماً بیت المال کے لیے یا آنحضرت ﷺ کے لیے دیا جاتا تھا۔

حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجنا

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کی طرف بھیجا تو رسول اللہ ﷺ انہیں نصیحت کرنے کے لیے ان کے ساتھ باہر تشریف لے گئے۔ حضرت معاذؓ سواری پر بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ ﷺ بات مکمل کر چکے تو فرمایا **اے معاذ! ممکن ہے کہ آئندہ سال تمہاری مجھ سے ملاقات نہ ہو** اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم میری مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ سے جدائی کی وجہ

سے یہ سن کے زار و قطار رونے لگے۔ پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنا رخ تبدیل کیا اور مدینے کی طرف منہ مبارک کر کے فرمایا:

لوگوں میں سے میرے نزدیک وہ ہیں جو متقی ہیں چاہے وہ کوئی ہوں اور کہیں بھی ہوں۔[978]

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے حضرت معاذؓ کو اس موقعے پر فرمایا تم عنقریب ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو اہل کتاب ہیں۔ جب تم ان کے پاس پہنچو تو انہیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اگر وہ تمہاری یہ بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں مقرر کی ہیں اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ مقرر کیا ہے جو ان کے دولتمندوں سے لیا جائے اور ان کے محتاجوں کو لوٹا دیا جائے۔ پھر اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو خبر دار ان کے عمدہ عمدہ مال صدقے میں نہ لینا بلکہ درمیانے درجے کا لینا اور مظلوم کی پکار سے بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔[979]

مظلوم کی آہ سے بچنے کی خاص طور پر نصیحت فرمائی کیونکہ اس کی آہ اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کو رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا۔ آپؓ ان لوگوں کو قرآن اور دین سکھاتے تھے۔ ان کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ یمن کے عاملین جو زکوٰۃ اکٹھی کرتے تھے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس بھجواتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے یمن کا انتظام پانچ صحابہ حضرت خالد بن سعیدؓ، حضرت مہاجر بن اُمَیَّہ ؓ، حضرت زیادؓ بن لبیدؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ میں تقسیم فرمایا ہوا تھا۔[980]

یعنی انتظامات ان پانچ کے سپرد تھے۔ یہ ایک روایت ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے جب مجھے یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ ہر تیس گائے میں زکوٰۃ کے طور پر ایک سالہ گائے لینا اور ہر چالیس گائے پر دو سالہ یعنی زکوٰۃ کی شرح بیان فرما رہے ہیں، نصاب بیان فرما رہے ہیں اور ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی قیمت کے برابر مَعَافِر یعنی ایک یمنی کپڑا ہوتا ہے وہ وصول کرنا۔ مَعَافِر ایک قبیلے کا نام تھا جو یہ کپڑا بناتے تھے۔ انہی کے نام پہ اس کا نام بھی ہو گیا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے۔[981]

علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاؤں میں لنگڑاہٹ تھی۔ جب وہ یمن گئے تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اپنا پاؤں پھیلا دیا یعنی ٹانگ آگے کر لی یا دائیں طرف پھیلا دی ہو گی جس طرح بھی ان کی صورت تھی تو جو بھی پاؤں خراب تھا لوگوں نے بھی اسی طرح اس طرف اپنے پاؤں پھیلا دیے۔

حضرت معاذؓ نے جب نماز پڑھالی تو کہا تم لوگوں نے اچھا کیا کہ جس طرح مَیں کر رہا تھا تم نے کیا

لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا کیونکہ مجھے تکلیف ہے اس لیے میں نے نماز میں اپنا پاؤں پھیلایا تھا۔[982]

مطلب یہ تھا کہ مجھے دیکھ کے تم نے اطاعت کا جو نمونہ دکھایا وہ ہر لحاظ سے ہی قابل تعریف ہے۔ اطاعت اسی طرح ہونی چاہیے کہ امام کے پیچھے مکمل طور پر اس کی پیروی کی جائے لیکن میری یہ مجبوری ہے۔ یہ سنت نہیں ہے اور جس کو مجبوری نہیں وہ صحیح طرح نماز پڑھے۔ اسی طرح جس طرح حکم ہے، جس طرح سنت ہے، جس طرح ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ کا تعامل رہا ہے۔ حضرت معاذؓ نے یمن میں بیت المال کے پیسوں سے تجارت کی اور اس سے جو منافع ہوا اس سے اپنا قرض ادا کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مال سے تجارت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ہدیہ بھی قبول کرتے رہے اور یہاں تک کہ آپ کے پاس تیس راس بھیڑ بکریاں ہو گئیں۔[983]

یہ اجازت جو آنحضرت ﷺ نے انہیں دی تھی یقیناً قرض کی ادائیگی کے لیے تھی اور تجارت اس حد تک تھی کہ جو منافع ہوتا تھا اس مال میں سے کچھ قرض اتارتے جاتے تھے یا منافع اگر نہیں بھی لیتے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ تجارت پر جو منافع تھا اس میں اپنے کام کی اجرت کے طور پر لیتے ہوں کہ یہ میں نے اس طرح خرچ کیا۔ جو میرا مشورہ تھا اور جو محنت تھی اس کی یہ اجرت ہے اور اس کی اجازت آنحضرت ﷺ نے عطا فرمائی تھی اس لیے پھر انہوں نے یہ لے لی تا کہ قرض ادا ہو اور یہی بات قابل قبول لگتی ہے کہ منافع کی شرح میں سے اجرت لیتے ہوں یا کچھ حد تک منافع لیتے ہوں لیکن بہر حال جو بھی تھا وہ آنحضرت ﷺ کی اجازت سے تھا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب حضرت معاذؓ حج کرنے آئے تو وہ حضرت عمرؓ سے ملے جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے حج پر عامل بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ کی یَوْمُ التَّرْوِيَة کو ملاقات ہوئی۔ دونوں نے آپس میں معانقہ کیا اور ایک دوسرے سے رسول اللہ ﷺ کی تعزیت کی۔ پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔[984]

بیت المال کے اموال سے تجارت اور........

الاستیعاب میں لکھا ہے، یہ بھی تاریخ کی ایک کتاب ہے، کہ حضرت معاذؓ بہت سخی تھے اور اسی سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے یہ نوبت آ گئی کہ ان کا سارا مال قرضے کی زد میں آ گیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ ان کا قرض معاف کر دیں۔ پہلے بھی یہ بیان ہوا ہے۔ یہ مختلف حوالے سے دوسری یا وہی بات بیان ہو رہی ہے۔ آپؐ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا لیکن انہوں نے قرض معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر آگے اس نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کی خاطر کسی کا قرض معاف کرتا تو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خاطر حضرت معاذ بن جبلؓ کا قرض معاف کر دیتے۔ سب سے بڑا تو آنحضرت ﷺ کا مقام تھا آپ کی خاطر ہی کوئی

اپنے قرض کو معاف کر سکتا تھا یا مالی قربانی دے سکتا تھا۔ لیکن اس میں سے بھی بہت سارا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے بعض لوگوں نے معاف نہیں کیا اور یہی عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو قرض واپس لیں گے۔
بہرحال رسول اللہ ﷺ نے پھر قرض کی ادائیگی کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کی جائیداد وغیرہ سب بیچ دی اور حضرت معاذ بن جبلؓ خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر جس سال مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کے ایک حصے کا امیر بنا کر بھیجا۔ یہاں بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ امیر بنا کے بھیجا تھا۔ اس لیے ہدیہ وغیرہ جو تھا، جو بطور امیر اُن کو ملتا تھا وہ یہی خیال کیا جاتا ہے کہ بیت المال کا ہو گا۔ **وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کے مال میں، بیت المال کے مال میں تجارت کی۔** وہ وہاں رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور وہ خوشحال ہو گئے۔ اس عرصے میں تجارت میں ان کو فائدہ ہوتا رہا اور وہ جتنا بھی حصہ لیتے تھے، لیتے رہے تو خوشحالی ہو گئی۔ پھر جب وہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اس شخص کو یعنی حضرت معاذؓ کو بلوائیں اور اس کے پاس اس کی ضرورت کا سامان چھوڑ کر اس سے وصول کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے قرض کی ادائیگی کی اجازت دی تھی۔ اب قرض کی ادائیگی ہو گئی اور جو ضرورت کے لیے ایک انسان کو چیزیں چاہئیں وہ بھی ان کے پاس رہنی چاہئیں لیکن یہ جو خوشحالی ہوئی ہے یہ **حضرت عمرؓ کے خیال میں نہیں ہونی چاہیے تھی۔** اس لیے یہ مال چھوڑ کے باقی جو ہے وصول کر لیں۔
اب حضرت ابوبکرؓ کے پاس یہ معاملہ آیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو آنحضرت ﷺ سے عشق تھا ان کو یہ برداشت نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کی اجازت دی ہو اور میں اس میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ کروں تو بہرحال حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور میں اس سے کچھ نہیں لوں گا اور یہ کہہ کے بھیجا تھا کہ تم تجارت کر سکتے ہو اور کچھ حصہ لے سکتے ہو یہاں تک کہ وہ خود مجھے دے دیں۔ مَیں نے تو نہیں مانگنا۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پہ گئے تھے اور یہ اجازت سے جو بھی ہدیہ اور باقی چیزیں لیتے تھے تو سوائے اس کے کہ مجھے خود دے دیں مَیں نے نہیں کہنا۔ حضرت عمرؓ پھر حضرت معاذؓ کے پاس گئے۔ حضرت عمرؓ بھی بعض اصولوں کے بڑے پکے تھے۔ وہ حضرت معاذؓ کے پاس گئے اور حضرت معاذؓ سے ذکر کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کی طرف اس لیے بھیجا تھا تا کہ میری ضرورت پوری ہو اور میں تو کچھ بھی نہیں دوں گا۔ اور یہ روایات سے بھی اور ان کی زندگی کے سارے عرصہ اور سیرت سے بھی ثابت ہے کہ اگر تو ان کے پاس خوشحالی بھی تھی تو چند دن کے لیے ہوتی ہو گی کیونکہ اکثر وہ لوگوں میں بانٹ دیا کرتے تھے۔ بعض ایسی روایات آگے آئیں گی جن سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح وہ بانٹا کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ مَیں آپ کی بات مانتا ہوں۔ پہلے تو حضرت عمرؓ کو کہہ دیا مَیں کچھ نہیں دوں گا اور پھر کچھ عرصے کے بعد یا کچھ وقفے کے حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا اچھا میں آپ کی بات مانتا ہوں اور میں وہی کروں گا جس کا آپ نے کہا ہے کیونکہ میں نے خواب دیکھی ہے، (کچھ عرصہ کے بعد ہی گئے ہوں گے کیونکہ یہاں خواب کا ذکر ہے)

کہتے ہیں میں نے خواب دیکھی ہے کہ پانی میں ڈوب رہا ہوں اور آپؓ نے یعنی حضرت عمرؓ نے مجھے بچایا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذؓ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آئے اور ساری بات ان سے بیان کی اور قسم کھا کر کہا کہ مَیں آپؓ سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپاؤں گا جو میں نے لیا جس طرح لیا سب کچھ میرے سامنے ہے۔ **حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں آپ سے کچھ بھی نہیں لوں گا۔ ٹھیک ہے آپ نے اپنا سارا کچھ حساب کتاب مجھے بتا دیا لیکن میں کچھ نہیں لوں گا۔ میں نے تمہیں وہ سب ہدیہ دیا۔ تحفہ کے طور پر تمہیں دے دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ بہترین حل ہے۔**[985]

حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے۔ جب یہ بات ان کو پتہ لگی کہ جو کچھ ہے وہ خود حضرت معاذؓ کو دے رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اب کیونکہ خلیفہ وقت نے فیصلہ کر دیا ہے تو کامل اطاعت کے ساتھ اس کو قبول کر لیا۔ ان کو اس سے غرض نہیں تھی کہ کیوں لیا جا رہا ہے۔ ان کو یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد اب یہ خلیفہ وقت کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے یا اپنے پاس مال رکھ سکتے ہیں یا نہیں رکھ سکتے۔ پہلے حضرت عمرؓ زور دیتے رہے کہ لینا چاہیے لیکن جب حضرت ابوبکرؓ نے فیصلہ کر دیا کہ میں نہیں لوں گا اور میں تحفہ کے طور پر دے رہا ہوں تو پھر حضرت عمرؓ کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ خاموشی سے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ یہ فیصلہ اس سارے معاملے کا بہترین حل ہے۔ یہاں مزید وضاحت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس وقت تک انہیں اس طرف متوجہ نہیں کیا جب تک حضرت معاذؓ کی ضرورت پوری نہیں ہو گئی اور جب آنحضرت ﷺ کی وفات بھی ہو گئی اور ان کی ضرورت بھی پوری ہو گئی، کشائش بھی پیدا ہو گئی، قرضے بھی اتر گئے تو خواب کے ذریعے خود ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذؓ کو اس طرف توجہ دلا دی کہ اب نہیں۔ اب اپنی جائیداد پہ ہی گزارا کرو۔ اب نہ وہ ہدیہ بحیثیت امیر کے تم لے سکتے ہو نہ بیت المال میں سے خرچ کر سکتے ہو اور اس کے بعد وہ زیادہ عرصہ وہاں رہے بھی نہیں۔ بہر حال یہ اس کی مختصر وضاحت ہے۔

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا جب تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو گا تو تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی اس کا حکم نہ ملا تو؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں پھر اجتہاد سے اپنی رائے قائم کروں گا اور میں اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ معاذ نے بیان کیا کہ یہ باتیں سن کے رسول اللہ ﷺ نے پھر میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو ایسی بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہوئی۔[986]

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا تو آپؐ نے فرمایا:

ناز و نعم والی زندگی اختیار کرنے سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے ناز و نعم والی زندگی اختیار نہیں کرتے۔[987]

اس سے اس بات کی بھی مزید وضاحت ہو گئی کہ جو ہدیے اور تجارت کا مال تھا وہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے تھا اور آنحضرت ﷺ کو پتہ تھا کہ ان کا ہاتھ کھلا ہے۔ غریبوں کی مدد کرنے والے ہیں اسی پر خرچ کریں گے لیکن پھر بھی یہ نصیحت کر دی کہ یہ سب کچھ اجازتیں میں تمہیں دے رہا ہوں اس لیے نہیں کہ ناز و نعم کی زندگی گزارو بلکہ اس لیے کہ تمہاری ضروریات پوری ہوں۔ اس سے بچنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ یمن کی طرف روانہ ہونے کے لیے جب میں نے رکاب میں اپنا پاؤں رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے آخری نصیحت یہ فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔[988]

آج کل کے مسلمانوں کا حال دیکھیں کہ کیا وہ اسی طرح پیش آتے ہیں اور منا رہے ہیں سیرت النبیؐ کی میلاد النبیؐ۔ میلاد النبیؐ منانے کی اصل چیز تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اسوہ اور آپؐ کی نصائح پر عمل کیا جائے۔

جب حضرت معاذؓ کو آنحضرت ﷺ نے یمن پر حاکم بنا کر بھیجا تو ان کے رتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ اِنِّیْ بَعَثْتُ لَکُمْ خَیْرَ اَھْلِیْ کہ مَیں اپنے لوگوں میں سے بہترین کو تمہارے لیے بھیجتا ہوں۔[989]

ابن اَبُوْ نَجِیْح روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو اہل یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا اور اہل یمن کو تحریر فرمایا کہ یقیناً میں نے تم پر اپنے لوگوں میں سے بہترین صاحب علم اور صاحب دین شخص کو حاکم بنایا ہے۔[990]

نبی ﷺ کی دس باتوں کی نصیحت

ایک حدیث میں آتا ہے، یہ روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے۔ حضرت معاذؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا خواہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ دوسری بات یہ کہ والدین کی نافرمانی نہ کرو خواہ وہ تمہیں گھر بار اور مال سے بے دخل کر دیں۔ والدین کی نافرمانی نہیں کرنی چاہے کچھ بھی ہو جائے کچھ بھی ان سے نہ ملے۔ پھر تیسری بات یہ فرمائی کہ فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑنے والا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور حفاظت سے باہر نکل جاتا ہے۔ پھر فرمایا شراب نہ پیو کیونکہ شراب ہر بے حیائی کی جڑ ہے۔ پھر فرمایا گناہ اور نافرمانی سے بچو کیونکہ گناہ کی وجہ سے خدا کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت فرار اختیار نہ کرو۔ اگر دشمن سے آمنا

سامنا ہو جائے تو پھر ڈر کے دوڑ نہیں جانا خواہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ پھر فرمایا اگر لوگ طاعون جیسی وبا کا شکار ہو جائیں اور تم ان کے درمیان ہو تو اپنی جگہ پر ہی رہو۔ طاعون کی بیماری اگر پھیلتی ہے، کوئی بھی ایسی وبا پھیلتی ہے جو وسیع طور پر پھیلنے والی ہے تو پھر اگر تم بیماری کے علاقے میں ہو تو جہاں ہو وہیں رہو۔ پھر فرمایا کہ اپنے اہل و عیال پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو۔ جتنی طاقت ہے اتنا ان پہ خرچ کرو، ان کے حق ادا کرو اور ان کی تادیب و تربیت میں کوتاہی نہ کرو۔ پھر ان کی تربیت صحیح طرح کرو اور کہیں تھوڑی بہت سختی بھی کرنی پڑے تو وہ بھی کرو تاکہ ان کی صحیح تربیت ہو اور انہیں خدا کا خوف یاد دلاتے رہو۔ یہ دس باتیں ہیں جو آپ نے ان کو فرمائیں۔[991]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا اے معاذ! مَیں تمہیں مشفق بھائی کی نصیحت جیسی نصیحت کرتا ہوں۔

یہ روایت ابن عمرؓ سے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ مَیں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ مریض کی عیادت کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ بیواؤں اور ضعیفوں کی ضروریات پوری کرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ ضرورت مندوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور لوگوں کو اپنی طرف سے انصاف فراہم کرنے اور حق بات کہنے اور اس بات کی تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت تمہارے آڑے نہ آئے۔[992]

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا: کسی چیز کی خواہش کرو۔ کسی نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ گھر سونے سے بھر جائے اور میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ ایک شخص نے کہا میری خواہش ہے کہ یہ مکان ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کروں اور صدقہ کر دوں۔ صحابہ کی کیسی عجیب اور عظیم خواہشیں تھیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اَور خواہش کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں سمجھ نہیں آرہی کہ ہم کیا خواہش کریں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ یہ گھر حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ اور حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ اور سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ اور حضرت حذیفہ بن یمانؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ہو۔[993]

پچھلی دفعہ بھی یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ اس دفعہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ذکر میں بھی یہ روایت آگئی۔ حضرت معاذؓ 9؍ ہجری سے 11؍ ہجری تک دو سال یمن میں رہے۔[994]

حضرت عمرؓ کا چار سو دینار حضرت معاذؓ کی طرف بھیجنا اور.........

ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطابؓ نے چار سو دینار ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کے پاس لے جاؤ۔ (یہ گذشتہ خطبے میں حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کے ذکر میں بھی بیان ہوا تھا لیکن اس کی بقایا تفصیل رہ گئی تھی تو اس لیے پوری تفصیل اب بیان کر دیتا ہوں) اور گھر میں ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرو۔ دیکھو کہ وہ اس مال کے ساتھ کیا کریں گے۔ چنانچہ غلام تھیلی لے کر ان کے پاس گیا اور کہا

امیر المومنین نے آپؓ کے لیے کہا ہے کہ اس مال کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے اپنی لونڈی کو بلایا اور کہا یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ اور یہ پانچ فلاں کے پاس لے جاؤ یہاں تک کہ وہ سب ختم کر دیے۔ اپنی ملازمہ کو بُلا کے مختلف گھروں میں بھجوانے کے لیے دیے کہ جا کے فلاں فلاں گھروں میں یہ دے آؤ۔ غریب گھر ہوں گے۔ پھر وہ غلام جو تھا حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ساری بات بتائی۔ حضرت عمرؓ نے اتنے ہی دینار حضرت معاذؓ کے لیے بھی تیار رکھے ہوئے تھے۔ جتنے ابوعبیدہؓ کو بھیجے تھے اتنے ہی حضرت معاذؓ کے لیے تیار رکھے تھے۔ دوسری تھیلی تیار کی ہوئی تھی۔ انہوں نے غلام سے کہا کہ اس کو حضرت معاذؓ کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس گھر میں تھوڑی دیر رکنا اور دیکھنا کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ غلام تھیلی لے کر حضرت معاذؓ کے پاس گیا۔ ان سے کہا کہ امیر المومنین نے کہا ہے کہ اس کو اپنی ضروریات کے لیے استعمال کریں۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ پھر انہوں نے لونڈی کو بلایا اور کہا اتنے دینار فلاں گھر لے جاؤ اور اتنے فلاں گھر میں لے جاؤ۔ اتنے میں حضرت معاذؓ کی اہلیہ بھی آگئیں اور انہوں نے کہا بخدا ہم بھی مساکین ہیں یعنی گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ کچھ گھر کے لیے بھی تو رکھ لو۔ منافع کمانے کی، ہدیہ لینے کی وہ باتیں جو پہلے آئی تھیں وہ بھی یہاں مزید clear ہوتی ہیں، واضح ہو جاتی ہیں۔ ہمارے گھر میں بھی کچھ نہیں ہے۔ ہم بھی مسکینوں میں شامل ہیں۔ ہمیں بھی دیں۔ تھیلی میں صرف اس وقت دو دینار بچے تھے۔ سارے آپ بانٹ چکے تھے۔ حضرت معاذؓ نے وہ دونوں دینار جو تھے اپنی اہلیہ کی طرف اچھال دیے اور غلام حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان کو ساری بات سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ اس سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا یقیناً یہ دونوں حضرت عبیدہؓ اور حضرت معاذؓ اسی طرح خرچ کرنے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔[995]

جس طرح یہ خرچ کرتے ہیں ان کی یہ صفت ایک ہے۔

طاعون عمواس اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ

شُرَیح بن عُبَید اور رَاشِد بن سَعد وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ جب سَرْغ مقام پر پہنچے، سَرْغ وادی تبوک کی ایک بستی کا نام ہے۔ تو آپؓ کو بتایا گیا کہ شام میں سخت وبا پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شام میں شدید وبا پھیلی ہوئی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر میری وفات کا وقت آجائے اور ابوعبیدہ بن جرّاحؓ زندہ ہوں تو مَیں انہیں اپنا خلیفہ نامزد کر دوں گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان کے متعلق سوال کیا کہ تم نے اسے امّتِ محمدیہ پر خلیفہ کیوں مقرر کیا تو مَیں یہ عرض کروں گا کہ مَیں نے تیرے رسولؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرا امین ابوعبیدہ بن جرّاح ہے۔ یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ لوگوں کو یہ بات اچھی نہ لگی وہ کہنے لگے کہ قریش کے بڑے لوگوں یعنی بنو فِہر کا کیا بنے گا؟ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میری وفات کا وقت آ

جائے اور ابوعبیدہ بن جَرَّاح ؓ بھی فوت ہو چکے ہوں تو معاذ بن جبلؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں گا اور اگر میرے رب عزّوجل نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں خلیفہ مقرر کیا تو مَیں کہوں گا کہ مَیں نے تیرے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے لائے جائیں گے۔ [996]

علم میں ان کا بہت مقام ہو گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن جَرَّاح ؓ نے جنگِ یرموک 15 ہجری کے موقعے پر میمنہ، وہ حصہ جو لڑائی کے وقت فوج کا جو کمانڈر ہوتا ہے اس کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اس کے ایک حصے کا افسر مقرر کیا۔ عیسائیوں کا حملہ اس قدر سخت ہوا کہ مسلمانوں کا میمنہ ٹوٹ کر فوج سے الگ ہو گیا لوگ بکھر گئے۔

جب حضرت معاذؓ نے یہ حالت دیکھی تو نہایت شجاعت اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور گھوڑے سے نیچے اتر گئے اور کہا کہ مَیں اب پیادہ پا لڑوں گا۔ اگر کوئی بہادر اس گھوڑے کا حق ادا کر سکتا ہے تو گھوڑا اس کے لیے حاضر ہے۔ ان کے بیٹے بھی میدانِ جنگ میں موجود تھے انہوں نے کہا مَیں اس کا حق ادا کروں گا کیونکہ مَیں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں۔ غرض دونوں باپ بیٹا رومی فوج کو چیر کر اندر گھس گئے اور اس دلیری سے لڑے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ [997]

اور جو خوف کی حالت تھی وہ پھر انہوں نے دوبارہ ان کو شکست دے کے مسلمانوں کو فتح دلوادی۔

ابوادریس خَوْلَانی بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں چمکتے دانتوں والا نوجوان موجود تھا اور اس کے گرد لوگ جمع تھے۔ جب لوگوں کا کسی بات پر اختلاف ہوتا تو وہ معاملہ اس کے پاس لے جاتے اور اس کی رائے کو فوقیت دیتے تو میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔ اگلے روز میں دوپہر کے وقت گیا تو دیکھا کہ وہ میرے سے پہلے دوپہر کے وقت وہاں موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان کا انتظار کیا۔ جب انہوں نے نماز ادا کر لی تو میں ان کے سامنے گیا اور انہیں سلام کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے اللہ کی خاطر آپ سے محبت ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاذؓ نے پھر کہا، پھر سوال کیا اللہ کی قسم! مَیں نے کہا اللہ کی قسم۔ پھر انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ خوش ہو جاؤ کیونکہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ عزّوجل نے یہ فرمایا ہے کہ میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت لازم ہو گئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہو گئی۔ [998]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں جب باری کے مطابق ایک کے پاس ہوتے تو دوسری کے پاس پانی تک بھی نہیں پیتے تھے۔ اتنا انصاف تھا۔

ایک اَور روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی دو بیویاں تھیں۔ جس دن ایک کی باری ہوتی دوسری کے گھر میں وضو تک نہیں کرتے تھے۔ پھر دونوں ملک شام میں وبائی بیماری میں فوت ہو گئیں۔ ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ دفن کرتے وقت حضرت معاذؓ نے قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو قبر میں داخل کریں۔ یہ ان کا انصاف تھا۔[999]

ایک اور روایت ہے سیر الصحابہ کی کہ حضرت معاذؓ کی دو بیویاں تھیں۔ اور وہ دونوں طاعونِ عَمَوَاس سے وفات پا گئی تھیں۔ جبکہ ایک بیٹے کا پتا چلتا ہے جس کا نام عبد الرحمٰن بیان ہوا ہے اور وہ جنگ یرموک میں حضرت معاذؓ کے ساتھ شامل تھے ان کی وفات بھی طاعون عَمَوَاس سے ہوئی۔ (یعنی طاعون کی وہ وبا جو اس زمانے میں پھیلی تھی)[1000]

وفات

جب حضرت ابوعبیدہؓ کی طاعون عَمَوَاس سے وفات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو شام پر عامل مقرر فرمایا۔ عَمَوَاس یہ ایک بستی کا نام ہے۔ میں اس کی تفصیل پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ رَملہ سے سات میل کے فاصلے پر ہے اور بیت المقدس کے راستے پر واقع ہے۔ حضرت معاذؓ کی بھی اسی سال اسی طاعون سے وفات ہوئی۔[1001]

کثیر بن مُرَّہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے اپنی بیماری میں ہمیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بات سنی تھی جسے میں نے تم سے چھپا کر رکھا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا۔ آپ نے فرمایا جس کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔[1002]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ تمہیں یہ حدیث بتانے میں صرف یہ بات مانع تھی کہ کہیں تم اس پر ہی بھروسہ کر لو اور باقی عمل چھوڑ دو۔[1003]

جب شام میں طاعون پھیلی اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو بھی طاعون ہو گئی تو اس کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ذرا سنبھلے تو کہا:

اے اللہ! تو اپنا غم مجھ پر مسلط کر دے۔ تیری عزت کی قسم! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ پھر جب ذرا سنبھلے تو دوبارہ ایسا ہی کہا۔

جب حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو فرمایا دیکھو صبح ہو گئی ہے؟ کہا گیا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو کہا گیا کہ صبح ہو گئی ہے۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ میں اس رات سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کی صبح جہنم کی طرف لے جائے۔ میں موت کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں اپنے محبوب سے ملنے والے کو خوش آمدید کہتا ہوں جو ایک مدّت کے بعد آ رہا ہے۔ اے اللہ! تُو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے ڈرتا ہوں لیکن آج کے دن مَیں پُر امید ہوں۔ مَیں دنیا اور لمبی زندگی سے اس لیے

محبت نہیں کرتا کہ اس میں نہریں کھودوں یا اس میں درخت لگاؤں بلکہ اس لیے کہ دوپہر کی پیاس اور حالات کی تکالیف برداشت کروں اور ان علماء کے ساتھ بیٹھوں جہاں تیرا ذکر کیا جائے۔ پھر ایک اَور روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں مرنے کے غم کی وجہ سے نہیں رو رہا اور نہ اس لیے کہ دنیا پیچھے چھوڑے جا رہا ہوں بلکہ مَیں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ دو گروہ ہوں گے اور مَیں نہیں جانتا کہ میں کس گروہ میں اٹھایا جاؤں گا۔[1004]

ایک جنتی ہے اور ایک دوزخی اور مجھے تو صرف اللہ کا خوف ہے اس لیے رو رہا ہوں۔ مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے کہ حضرت معاذؓ نے کہا کہ مَیں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہو گی جو پھوڑے پھنسیوں یا سخت کاٹنے والی چیز کی طرح ہو گی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصّے میں ظاہر ہو گی۔ اللہ اس کے ذریعے انہیں شہادت عطا فرمائے گا اور ان کے اعمال کا تزکیہ فرمائے گا۔ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تو اسے اور اس کے اہل خانہ کو اس کا وافر حصہ عطا فرما۔ یہ آپؓ ہی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب اس طاعون میں مبتلا ہو گئے اور ان میں سے ایک بھی زندہ باقی نہیں رہا۔ جب حضرت معاذؓ کی شہادت والی انگلی میں طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں ہیں۔ میں اسی بات پر خوش ہوں۔[1005]

تاریخ طبری میں ہے کہ آپؓ کی ہتھیلی میں پھوڑا نکلا۔ آپ اپنی ہتھیلی کو دیکھتے اور اس ہاتھ کی پشت کو بوسہ دیتے اور کہتے مجھے یہ پسند نہیں کہ تیرے بدلے میں دنیا کی کوئی چیز ملے۔[1006]

حضرت معاذ بن جبلؓ نے 18ر ہجری میں وفات پائی۔ آپؓ کی عمر کے متعلق مختلف آراء ہیں ان کے مطابق تینتیس چونتیس اور اڑتیس سال عمر بیان کی گئی ہے۔[1007]

حضرت معاذؓ کی روایات کی تعداد جو حدیثوں میں ہے 157 ہے جس میں سے دو حدیثوں پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔ دونوں میں یہ درج ہیں۔[1008]

سب سے پہلے تو میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دو خطبے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں جو بیان ہوا تھا اس میں مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت تھی جس میں طاعون کے بارے میں کہا گیا تھا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے، اور وہ تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گا لیکن وہاں پھوڑے پھنسیوں کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی جو آدمی کو سیڑھی کے پائے سے پکڑ لے گی۔ یہ ترجمے میں غلطی تھی صحیح طرح ترجمہ بیان نہیں ہو سکا تھا، اور اس سے بات واضح بھی نہیں ہوتی تو اس بارے میں صحیح ترجمے کے ساتھ جو روایت ہے وہ دوبارہ بیان کرتا ہوں۔ اسماعیل بن

عبید اللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ شام کی طرف ہجرت کرو گے۔ وہ تمہارے لیے فتح کیا جائے گا۔ وہاں تم لوگوں میں ایک بیماری ظاہر ہو گی جو پھوڑے یا سخت کاٹنے والی ایک چیز کی طرح ہو گی۔ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصے میں ظاہر ہو گی۔ اب جو یہ ہے کہ ”سیڑھی کے پائے سے پکڑے گی“ یہ ترجمہ جو مختلف الفاظ کا ہوتا ہے پہلے غلط کیا گیا تھا۔ اصل ترجمہ یہ ہے کہ وہ انسان کی ناف کے نچلے حصہ میں ظاہر ہو گی۔ جس طرح ناف کے نچلے حصے میں ٹانگ کے اوپر اور درمیان جسم کے ایک پھوڑا نکلتا ہے۔ فرمایا کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو شہادت عطا کرے گا اور اس کے ذریعہ ان کے اعمال کو پاک کرے گا۔ پھر حضرت معاذؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو اس سے وافر حصہ دے۔ اس پر ان سب کو طاعون ہو گئی حتیٰ کہ ان میں ایک بھی نہ بچا۔ آپؓ کی شہادت کی انگلی پر طاعون کا دانہ نکلا تو آپؓ نے کہا کہ میں ہرگز خوش نہ ہوں گا کہ مجھے اس کے بدلے سرخ اونٹ ملیں۔[1009]

تو یہ درستی تھی۔ ترجمہ جو پرنٹ ہو رہا ہے اور الفضل میں بھی چھپتا ہے اس میں تو کر دی گئی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے سامنے بھی پیش کر دوں۔[1010]

286

حضرت معاذ بن حارث بن رفاعہؓ

تین بھائی جنگ بدر میں شریک

نام و نسب

حضرت معاذ بن حارثؓ۔ حضرت معاذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو مالک بن نجار سے تھا۔ حضرت معاذؓ کے والد کا نام حارث بن رفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عفراء بنت عُبَیْد تھا۔ حضرت معوذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں بھائی اپنے والد کے علاوہ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب ہوتے تھے اور ان تینوں کو بنو عفراء بھی کہا جاتا تھا۔

حضرت معاذؓ اور ان کے دو بھائی حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے مگر **حضرت معاذؓ بعد کے تمام غزوات میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک رہے۔**

مکہ میں اسلام قبول کرنے والے اولین انصار میں سے

ایک روایت کے مطابق حضرت معاذ بن حارثؓ اور حضرت رافع بن مالک زُرَقِیؓ ان اولین انصار میں سے ہیں جو حضور اکرمؐ پر مکّے میں ایمان لائے تھے اور حضرت معاذؓ ان آٹھ انصار میں شامل ہیں جو آنحضرت ﷺ پر بیعتِ عقبہ اولیٰ کے موقع پر مکے میں ایمان لائے۔ **اسی طرح بیعت عقبہ ثانیہ میں بھی حضرت معاذؓ حاضر تھے۔**

حضرت مَعْمَر بن حَارِثؓ جب مکے سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے اور حضرت معاذ بن حارثؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔[1011]

ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں سے

ابوجہل کے قتل کی تفصیل گو پہلے گذشتہ سال کے ایک خطبے میں کچھ حد تک بیان ہو چکی ہے[1012] لیکن یہاں بھی یہ بیان کرتا ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کیونکہ حضرت معاذؓ سے بھی اس کا تعلق ہے اور یہ بخاری کی روایات ہیں جو بیان کروں گا اور خلاصہ تو ان کا بیان نہیں ہو سکتا، بخاری کی پوری روایت ہی پڑھنی ہو گی۔

صالح بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ مَیں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ مَیں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ مَیں نے آرزو کی کہ کاش مَیں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان اور تنومند ہوتے۔ **اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟** مَیں نے کہا ہاں بھتیجے۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے بتلایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مَیں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ اس کی آنکھ سے جدا نہ ہو گی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدر ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا۔ دوسری طرف جو کھڑا تھا اور اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ہو گا کہ مَیں نے ابوجہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ مَیں نے کہا دیکھو یہ ہے وہ تمہارا ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اسے اتنا مارا کہ اس کو جان سے مار ڈالا اور پھر لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا مَیں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا مال معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا اور **ان دونوں کا نام معاذ تھا۔ مُعَاذ بن عفراء اور مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔**[1013]

کون دیکھے گا کہ ابو جہل کا کیا حال ہوا ہے؟

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کون دیکھے گا کہ ابو جہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دونوں بیٹوں حضرت معاذؓ اور حضرت معوذؓ نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابو جہل ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابو جہل کی داڑھی پکڑی۔ ابو جہل کہنے لگا کیا اُس سے بڑھ کر بھی کوئی شخص ہے جس کو تم نے مارا ہے یا یہ کہا کہ اُس شخص سے بڑھ کر کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے مارا ہو۔ احمد بن یونس نے اپنی روایت میں یوں کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ الفاظ کہے کہ تم ہی ابو جہل ہو؟ یہ بھی بخاری کی حدیث ہے۔[1014]

بخاری کی جو روایت ہے اس حدیث کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ درج کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں معوذؓ اور معاذؓ نے ابو جہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ بخاری کتاب المغازی میں یہ ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ معاذ بن عمروؓ اور معاذ بن عفراءؓ کے بعد معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔[1015]

<u>غزوۂ بدر کے موقعے پر ابو جہل کے قتل میں کون کون شریک تھا</u>۔ اس کے بارے میں ایک جگہ تفصیل یوں ملتی ہے۔

ابن ہشام نے علامہ ابن اسحاق سے روایت کی ہے کہ مُعاذ بن عَمرو بن جَموحؓ نے ابو جہل کی ٹانگ کاٹی تھی جس کے نتیجے میں وہ گر گیا اور عکرمہ بن ابو جہل نے حضرت معاذؓ کے ہاتھ پر تلوار ماری جس کے نتیجے میں وہ ہاتھ یا بازو الگ ہو گیا۔ پھر مُعوذ بن عَفراءؓ نے ابو جہل پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں وہ نیچے گر گیا اور اس میں زندگی کی کچھ رمق ابھی باقی تھی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں مقتولین میں ابو جہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔ یعنی جب آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا کہ ابو جہل کو مقتولین میں تلاش کریں تو اس وقت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا۔ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق عفراء کے دو بیٹوں نے ابو جہل پر حملہ کیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اسی طرح بخاری میں باب قتل ابی جہل میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک یہ وہم ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض راویوں پر معاذ بن عَمرو بن جموحؓ مشتبہ ہو گئے یعنی معاذ بن عَفراءؓ کی بجائے وہ معاذ بن عَمرو بن جموحؓ تھے جنہیں لوگ سمجھے کہ معاذ بن عفراءؓ ہیں۔ کہتے ہیں معاذ بن عمرو بن جموحؓ معاذ بن عفراءؓ کے ساتھ مشتبہ ہو گئے ہیں۔

علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ معاذ بن جموحؓ، عفراء کی اولاد میں سے نہیں اور معاذ بن عفراءؓ ابو جہل کو قتل کرنے والوں میں شامل تھا۔ شاید معاذ بن عفراء کا کوئی بھائی یا چچا اس وقت موجود ہو یا

روایت میں عفراء کے ایک بیٹے کا ذکر ہو اور راوی نے غلطی سے دو بیٹوں کا کہہ دیا ہو۔ بہر حال ابو عمر کہتے ہیں کہ اس روایت کی نسبت حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں ہے کہ ابن عفراء نے ابوجہل کو قتل کیا تھا یعنی عفراء کا ایک بیٹا تھا۔ ابن تِین کہتے ہیں کہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ دونوں معاذؓ یعنی معاذ بن عمرو بن جموحؓ اور معاذ بن عفراءؓ ماں کی طرف سے بھائی ہوں یا دونوں رضاعی بھائی ہوں۔ علامہ داؤدی نے عفراء کے دونوں بیٹوں سے مراد سہل اور سہیل لیے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں معوذ اور معاذ ہیں۔[1016]

بہر حال یہ روایتیں آتی ہیں کہ تین نے قتل کیا۔ بعض میں دو نے اور ان میں حضرت معاذ بن حارثؓ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے غزوۂ بدر کے جو حالات لکھے ہیں اور جس میں ابوجہل کے قتل کا واقعہ لکھا ہے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ

"میدانِ کارزار میں کشت وخون کا میدان گرم تھا۔ مسلمانوں کے سامنے ان سے سہ چند جماعت تھی۔" تین گنا جماعت تھی "جو ہر قسم کے سامانِ حرب سے آراستہ ہو کر اس عزم کے ساتھ میدان میں نکلی تھی کہ اسلام کا نام ونشان مٹا دیا جاوے اور مسلمان بیچارے تعداد میں تھوڑے، سامان میں تھوڑے، غربت اور بے وطنی کے صدمات کے مارے ہوئے ظاہری اسباب کے لحاظ سے اہلِ مکہ کے سامنے چند منٹوں کا شکار تھے مگر توحید اور رسالت کی محبت نے انہیں متوالا بنا رکھا تھا اور اس چیز نے جس سے زیادہ طاقتور دنیا میں کوئی چیز نہیں یعنی زندہ ایمان نے ان کے اندر ایک فوق العادت طاقت بھر دی تھی۔ وہ اس وقت میدانِ جنگ میں خدمتِ دین کا وہ نمونہ دکھا رہے تھے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہر اک شخص دوسرے سے بڑھ کر قدم مارتا تھا اور خدا کی راہ میں جان دینے کے لیے بے قرار نظر آتا تھا۔ حمزہؓ اور علیؓ اور زبیرؓ نے دشمن کی صفوں کی صفیں کاٹ کر رکھ دیں۔ انصار کے جوشِ اخلاص کا یہ عالم تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو مَیں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی مگر کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو نوجوان لڑکے میرے پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میرا دل کچھ بیٹھ سا گیا کیونکہ ایسے جنگوں میں دائیں بائیں کے ساتھیوں پر لڑائی کا بہت انحصار ہوتا تھا اور وہی شخص اچھی طرح لڑ سکتا ہے جس کے پہلو محفوظ ہوں۔ مگر عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ مَیں اس خیال میں ہی تھا کہ ان لڑکوں میں سے ایک نے مجھ سے آہستہ سے پوچھا کہ گویا وہ دوسرے سے اپنی یہ بات مخفی رکھنا چاہتا ہے۔" یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کو پتا نہ لگے جو دوسری طرف کھڑا ہے "کہ چچا وہ ابوجہل کہاں ہے جو مکہ میں آنحضرت ﷺ کو دکھ دیا کرتا تھا۔ مَیں نے خدا سے عہد کیا ہوا ہے کہ مَیں اسے قتل کروں گا یا قتل کرنے کی کوشش میں مارا جاؤں گا۔ مَیں نے ابھی اس کا جواب نہیں دیا تھا۔" عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ مَیں نے ابھی جواب نہیں دیا تھا۔ "کہ دوسری طرف سے دوسرے نے بھی اسی طرح آہستہ

سے یہی سوال کیا۔ مَیں ان کی یہ جرأت دیکھ کر حیران سارہ گیا کیونکہ ابوجہل گویا سردارِ لشکر تھا اور اس کے چاروں طرف آزمودہ کار سپاہی جمع تھے۔ مَیں نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا کہ وہ ابوجہل ہے۔ عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ میرا اشارہ کرنا تھا کہ وہ دونوں بچے باز کی طرح جھپٹے اور دشمن کی صفیں کاٹتے ہوئے ایک آن کی آن میں وہاں پہنچ گئے اور اس تیزی سے وار کیا کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور ابوجہل خاک پر تھا۔ عکرمہ بن ابوجہل بھی اپنے باپ کے ساتھ تھا وہ اپنے باپ کو تو بچا نہ سکا مگر اس نے پیچھے سے معاذؓ پر ایسا وار کیا کہ اس کا بایاں بازو کٹ کر لٹکنے لگا۔ معاذؓ نے عکرمہ کا پیچھا کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا چونکہ کٹا ہوا بازو لڑنے میں مزاحم ہوتا تھا۔ معاذ نے اسے زور سے کھینچ کر اپنے جسم سے الگ کر دیا اور پھر لڑنے لگ گئے۔"[1017]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "ابوجہل جس کی پیدائش پر ہفتوں اونٹ ذبح کر کے لوگوں میں گوشت تقسیم کیا گیا تھا۔ جس کی پیدائش پر دفوں کی آواز سے مکہ کی فضا گونج اٹھی تھی۔" بڑے ڈھول ڈھمکے بجائے جا رہے تھے اور بڑے باجے بجائے جا رہے تھے، دف بجائے جا رہے تھے اور اس کی پیدائش پر بڑی خوشی منائی جا رہی تھی کہ مکہ کی فضا بھی گونج اٹھی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ "بدر کی لڑائی میں جب مارا جاتا ہے تو پندرہ پندرہ سال کے دو انصاری چھوکرے تھے جنہوں نے اسے زخمی کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب جنگ کے بعد لوگ واپس جا رہے تھے تو مَیں میدان میں زخمیوں کو دیکھنے کے لیے چلا گیا۔ آپؓ بھی مکہ کے ہی تھے اس لیے ابوجہل آپؓ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں میدانِ جنگ میں پھر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ابوجہل زخمی پڑا کراہ رہا ہے۔ جب مَیں اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مَیں اب بچتا نظر نہیں آتا۔ تکلیف زیادہ بڑھ گئی ہے۔ تم بھی مکہ والے ہو۔ مَیں یہ خواہش کرتا ہوں کہ تم مجھے مار دو تا میری تکلیف دور ہو جائے لیکن تم جانتے ہو کہ مَیں عرب کا سردار ہوں اور عرب میں یہ رواج ہے کہ سرداروں کی گردنیں لمبی کر کے کاٹی جاتی ہیں اور یہ مقتول کی سرداری کی علامت ہوتی ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ تم میری گردن لمبی کر کے کاٹنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس کی گردن ٹھوڑی سے کاٹ دی۔" ٹھوڑی کے قریب سے کاٹی" اور کہا تیری یہ آخری حسرت بھی پوری نہیں کی جائے گی۔ اب انجام کے لحاظ سے دیکھو تو ابوجہل کی موت کتنی ذلت کی موت تھی۔ جس کی گردن اپنی زندگی میں ہمیشہ اونچی رہا کرتی تھی وفات کے وقت اس کی گردن ٹھوڑی سے کاٹی گئی اور اس کی یہ آخری حسرت بھی پوری نہ ہوئی۔"[1018]

حضرت رُبَیِّع بنتِ مُعَوِّذؓ سے مروی ہے کہ میرے چچا حضرت مُعاذ بن عَفراءؓ نے مجھے کچھ تر و تازہ کھجوریں دے کر حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں بھیجا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے زیور عطا فرمایا جو بحرین کے حاکم نے آپؐ کو بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ایک اَور روایت میں ہے کہ حضرت رُبَیِّع بنتِ معوذؓ سے روایت

ہے کہ میرے چچا حضرت مُعاذؓ نے میرے ہاتھ ایک ہدیہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو آپؐ نے اسے زیور عطا فرمایا جو بحرین کے حاکم کی طرف سے آپؐ کو ملا تھا۔ علامہ ابن اَثیر لکھتے ہیں کہ بحرین کے حاکم اور دیگر بادشاہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تب تحائف وغیرہ بھیجے تھے جب اسلام وسعت اختیار کر چکا تھا اور آپؐ نے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے تھے اور انہیں تحائف ارسال فرمائے تھے۔ تو انہوں نے بھی آپ کی خدمت میں خطوط لکھے اور اپنے تحائف ارسال کیے۔[1019]

شادی اور اولاد

حضرت معاذ بن حارثؓ نے چار شادیاں کی تھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔ حَبِیبہ بنتِ قَیس۔ ان سے ایک بیٹا عُبَیْد اللہ پیدا ہوا۔ دوسری شادی امّ حارث بنت سَبْرَہ سے تھی ان سے حارث، عوف، سلمیٰ، امّ عبد اللہ اور رَمْلَہ پیدا ہوئے۔ امّ عبد اللہ بنت نُمَیر تیسری بیوی تھیں۔ ان سے ابراہیم اور عائشہ پیدا ہوئے۔ امّ ثابت رَمْلَہ بنتِ حارث چوتھی تھیں ان سے سارہ پیدا ہوئیں۔[1020]

وفات

علامہ ابن اَثیر نے اپنی تصنیف اُسد الغابہ میں حضرت معاذؓ کی وفات کے متعلق مختلف اقوال درج کیے ہیں۔

ایک قول کے مطابق حضرت معاذؓ غزوۂ بدر میں زخمی ہوئے اور مدینہ واپس آنے کے بعد ان زخموں کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی۔

ایک قول کے مطابق وہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔

ایک قول کے مطابق وہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت تک زندہ رہے۔ ان کی وفات حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے درمیان جنگِ صِفّین کے دوران ہوئی۔ جنگِ صِفّین چھتیس اور سینتیس ہجری میں ہوئی تھی اور حضرت مُعاذؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ میں شرکت کی تھی۔[1021]

بہر حال ان کی وفات کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں بعض باتیں جو ہیں ان سے یہی پتا لگتا ہے اور اگر یہ وہی ہیں تو ان کی اولاد اور بیویوں کو اگر دیکھا جائے تو انہوں نے لمبی زندگی پائی تھی۔[1022]

288

حضرت معاذ بن ماعصؓ

اپنے بھائی کے ساتھ جنگ بدر میں شریک

حضرت معاذ بن ماعص کی واقعہ بئر معونہ میں شہادت ہوئی۔ ان کے والد کا نام ناعص بھی بیان ہوتا ہے۔ ان کا تعلق خزرج قبیلہ زرقی سے تھا۔ بعض روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر اور احد میں شریک تھے اور بئر معونہ کے موقعہ پر شہید ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ غزوۂ بدر میں زخمی ہو گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد اسی زخم کی وجہ سے وفات پا گئے تھے۔[1023]

آپ کے ساتھ آپ کے بھائی عائذ بن ماعص بھی غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔[1024]

صلح حدیبیہ کے بعد جب عُیَینہ بن حصن نے غطفان قبیلہ کے ساتھ جنگل میں چرنے والی آنحضور ﷺ کی اونٹنیوں پر حملہ کیا اور حفاظت پر مامور ایک شخص کو قتل کر کے اونٹنیوں کو ہانک کر لے گیا اور شہید ہونے والے شخص کی بیوی کو بھی اٹھا کر لے گیا تب آنحضور ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ نے آٹھ سواروں کو دشمن کے تعاقب میں بھیجا۔ **ان آٹھ سواروں میں حضرت معاذ بن ماعص بھی شامل تھے۔**

اس موقع پر ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان آٹھ سواروں میں حضرت ابو عیاش بھی شامل تھے۔ بھیجنے سے پہلے آپ نے حضرت ابو عیاش سے فرمایا کہ تم اپنا گھوڑا کسی اَور کو دے دو جو تم سے اچھا شہسوار ہے۔ ابو عیاش نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں ان سب سے بہتر شہسوار ہوں۔ کہتے ہیں یہ کہہ کر ابھی میں پچاس گز ہی چلا تھا کہ گھوڑے نے گرا دیا۔ ابو عیاش کہتے ہیں کہ اس پر میں بہت زیادہ فکر مند ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے اگر تم اپنا گھوڑا کسی اور کو دے دو تو بہتر ہے جبکہ میں کہہ رہا تھا کہ میں ان سب سے بہتر ہوں۔ پھر بنو زریق کے لوگوں کا خیال ہے کہ **اس کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیاش کے گھوڑے پر معاذ بن ماعص یا عائذ بن ماعص کو سوار کر دیا۔**[1025]

289

حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ

نام ونسب

حضرت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ۔ حضرت مُعَاذ بن عَمْرو ؓ کا تعلق بنو خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ **آپؓ بیعت عقبہ ثانیہ اور غزوۂ بدر اور احد میں شامل ہوئے تھے۔** آپؓ کے والد حضرت عَمْرو بن جَمُوح ؓ صحابی رسول اللہ ﷺ تھے جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔ آپؓ کی والدہ کا نام ہِند بنت عَمْرو تھا۔ موسیٰ بن عُقْبَہ، ابو مَعْشَر اور محمد بن واقدی کے نزدیک آپؓ کے بھائی مُعَوِّذ بن عَمْرو ؓ بھی غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے۔ اور آپؓ کی بیوی کا نام ثُبَیْتَہ بِنت عَمْرو تھا جو بنو خَزْرَج کی شاخ بنو سَاعِدَہ سے تھیں۔ ان سے آپؓ کا ایک بیٹا عبد اللہ اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئیں۔[1026]

حضرت مُعَاذ ؓ بیعت عَقَبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے لیکن ان کے والد عَمْرو بن جَمُوح اپنے مشرکانہ عقائد پر بہت سختی سے قائم تھے۔

حضرت معاذؓ کے والد کا قبول اسلام

سیرت ابن ہشام میں حضرت معاذؓ کے والد کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ درج ہے۔ کوئی سال ہوا ہے میں نے ان کے واقعہ میں تھوڑا سا بیان کیا تھا کہ جب یہ لوگ، بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل ہونے والے جو لوگ تھے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے اسلام کی خوب اشاعت کی اور ان کی قوم میں کچھ بزرگ ابھی تک اپنے شرکیہ دین پر قائم تھے ان میں سے ایک عَمْرو بن جَمُوح ؓ بھی تھے۔ آپؓ کے بیٹے مُعَاذ بن عَمْرو ؓ بیعتِ عَقَبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تھے اور اس موقع پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی تھی۔ عَمْرو بن جَمُوح ؓ بنو سلمہ کے سرداروں میں سے تھے اور ان کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت بنا کر رکھا ہوا تھا جیسا کہ اس وقت کے بڑے لوگ بنا کر رکھتے تھے۔ اسے مَنَاۃ کہا جاتا تھا۔ اس کو معبود بنا کر اس کی تزئین و تطہیر کرتے تھے۔ جب بنو سلمہ کے کچھ نوجوان اسلام لے آئے جن میں حضرت مُعَاذ بن جَبَل ؓ اور عَمْرو بن جَمُوح ؓ کے بیٹے حضرت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ تھے۔ یہ ان نوجوانوں میں سے تھے جو اسلام لائے اور عقبہ ثانیہ میں شامل ہوئے تو یہ لوگ رات کو عَمْرو بن جَمُوح کے بت کدہ میں داخل ہو کر اس بت کو اٹھا کر لے آتے اور اسے بنو سلمہ کے کوڑا کرکٹ میں پھینکنے کے لیے بنائے جانے والے گڑھے میں اوندھا لٹا دیتے، پھینک دیتے۔

جب صبح عمرو اٹھتے تو کہتے تمہارا برا ہو۔ کس نے رات ہمارے معبودوں سے دشمنی کی۔ پھر اس کو ڈھونڈنے نکل پڑتے یہاں تک کہ جب اسے پالیتے تو اسے دھوتے اور صاف کرتے۔ پھر کہتے خدا کی قسم! اگر میں یہ جان لوں کہ کس نے تیرے ساتھ ایسا کیا تو ضرور میں اسے رسوا کروں گا۔

پھر جب رات ہوتی اور عمرو سو جاتے تو دوبارہ ان کے بیٹے وہی حرکت کرتے۔ پھر عَمْرو بن جَمُوح نے بت کو وہاں سے باہر نکالا جہاں اسے پھینکا گیا تھا پھر اسے دھویا اور صاف کیا۔ پھر وہ اپنی تلوار لائے اور اس کے گلے میں لٹکا دی اور کہا کہ اللہ کی قسم! یقیناً مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ تیرے ساتھ ایسا کون کرتا ہے پس اگر تجھ میں کوئی طاقت ہے تو اس کو روک لے اور یہ تلوار تیرے پاس پڑی ہے۔ بت کے پاس تلوار رکھ دی۔ جب شام ہوئی اور عمرو سو گئے تو ان نوجوانوں نے جن میں ان کا اپنا بیٹا شامل تھا اس بت سے دوبارہ وہی سلوک کیا۔ اس کے گلے سے وہ تلوار لی اور ایک مردہ کتے کو لے کر اس بت کو رسی کے ساتھ اس سے باندھ دیا اور بنو سلمہ کے پرانے کنویں میں پھینک دیا جس میں کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکا جاتا تھا۔ پس وہ اسے ڈھونڈتے رہے یہاں تک کہ اس کنویں میں اوندھے منہ مردہ کتے کے ساتھ بندھا پایا۔ جب انہوں نے یہ نظارہ دیکھا تو ان پر حقیقت کھل گئی اور ان کی قوم کے مسلمان لوگوں نے بھی انہیں اسلام کی تعلیم دی تو آپؓ خدا کی رحمت سے اسلام لے آئے۔[1027]

ابن ہشام کی سیرت میں یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ بت تو تلوار کے ساتھ بھی کچھ نہیں کر سکا تو ایسے خدا کو پوجنے کا کیا فائدہ!

حضرت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ ابوجہل کو قتل کرنے والوں میں بھی شامل تھے۔

چنانچہ بخاری کی روایت میں درج ہے کہ صالح بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ میں بدر کی لڑائی میں صف میں کھڑا تھا کہ میں نے اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو انصاری لڑکے ہیں۔ ان کی عمریں چھوٹی ہیں۔ میں نے آرزو کی کہ کاش میں ایسے لوگوں کے درمیان ہوتا جو ان سے زیادہ جوان، تنومند ہوتے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھے ہاتھ سے دبا کر پوچھا کہ چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں بھتیجے۔ تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے بتلایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ پاؤں تو میری آنکھ اس کی آنکھ سے جدا نہ ہو گی جب تک ہم دونوں میں سے وہ نہ مر جائے جس کی مدت پہلے مقدر ہے۔ میں اس پر بڑا حیران ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھے ہاتھ سے دبایا اور اس نے بھی مجھے اسی طرح پوچھا۔ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا ہو گا کہ میں نے ابوجہل کو لوگوں میں چکر لگاتے دیکھا۔ میں نے کہا دیکھو وہ ہے تمہارا ساتھی جس کے متعلق تم نے مجھ سے دریافت کیا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں جلدی سے اپنی تلواریں لیے اس کی طرف لپکے اور اس پر حملہ کر کے دونوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ پھر وہ دونوں لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو مارا ہے۔ دونوں نے کہا میں نے اس کو مارا ہے۔ آپؐ نے

پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ کر صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے تلواروں کو دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے ہی اس کو مارا ہے اس کا سامان غنیمت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ کو ملے گا اور ان دونوں کا نام معاذ تھا۔ مُعَاذ بن عَفْرَاء ؓ اور مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ۔[1028]

ابوجہل کو قتل کرنے والے کون کون تھے

پہلے بھی شروع میں ایک دفعہ معاذ اور مُعَوِّذ کے واقعات کو بیان کر چکا ہوں اور یہاں پھر ابہام پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس قتل کا واقعہ جو متفرق کتب حدیث میں سیرت میں بھی بیان ہوا ہے اور یہ جو بخاری سے بھی روایت بیان ہوئی ہے اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ اور حضرت مُعَاذ بن عَفْرَاء ؓ نے ابوجہل پر حملہ کر کے اسے قتل کیا تھا اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر قلم کیا تھا۔ دوسری جگہ معاذ اور مُعَوِّذ کا ذکر ملتا ہے۔ بہر حال اس کے علاوہ بخاری میں ہی ایسی روایات بھی ہیں جب میں یہ ذکر ہے کہ ابوجہل کو عفراء کے دو بیٹوں معاذ اور مُعَوِّذ نے قتل کیا تھا اور بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جا کر اس کا کام تمام کیا۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن فرمایا کون دیکھے گا کہ ابوجہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دونوں بیٹوں معاذ اور مُعَوِّذ نے تلواروں سے مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابوجہل ہو؟ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں انہوں نے ابوجہل کی داڑھی پکڑی۔ ابوجہل کہنے لگا کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی شخص ہے جس کو تم نے مارا یا یہ کہا کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ہے جس کو اس کی قوم نے مارا ہو؟[1029] یہ دونوں روایتیں بخاری میں ہی ملتی ہیں۔

دو نام معاذ آتے ہیں اور ایک جگہ معاذ اور مُعَوِّذ کے نام آتے ہیں۔ ایک جگہ دونوں کی ولدیت مختلف ہے۔ ایک جگہ ایک ہی باپ کے دونوں بیٹے کہلاتے ہیں۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ابوجہل کے قاتلین کی کہ کس طرح اس کی تطبیق کی جائے، کس طرح اس کی وضاحت ہو؟ اس کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں (مُعَوِّذ ؓ اور معاذؓ) نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔

امام ابن حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ معاذ بن عمروؓ اور معاذ بن عفراء کے بعد مُعَوِّذ بن عفراء ؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔"[1030]

اس لیے پہلی دو روایتوں میں ان دنوں بھائیوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ دوسری روایت میں دو مختلف لوگوں کا ذکر ملتا ہے اور جو شرح فتح الباری ہے اس میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں ہی ہوں۔

علامہ بدر الدین عینی ابوجہل کے قاتلین کی تطبیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوجہل کو مُعَاذ بن عَمْرو بن جَمُوح ؓ اور مُعَاذ بن عَفْرَاء ؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے قتل کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ نے

اس کا سر قلم کیا اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔[1031]

علامہ بدر الدین عینی مزید لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ہے کہ جن دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا وہ مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ اور مُعَاذ بن عَفْرَاء ؓ ہیں۔ مُعَاذ بن عَفْرَاء ؓ کے والد کا نام حارث بن رِفَاعَہ تھا اور عَفْرَاء ؓ ان کی ماں تھیں جو عُبَید بن ثَعْلَبَہ نجاریہ کی بیٹی تھیں۔ اسی طرح بخاری کتاب الجہاد میں باب مَنْ لَّمْ يُخَمِّسِ الْاَسْلَابَ میں ذکر آچکا ہے کہ حضرت مُعَاذ بن عَمرو ؓ تھے جنہوں نے ابوجہل کی ٹانگ کاٹی اور گرادیا تھا۔ پھر مُعَوَّذ بن عَفْرَاء نے اس کو مارا یہاں تک کہ اس نے اس کو زمین پر گرادیا۔ پھر اس کو چھوڑ دیا جبکہ اس میں ابھی کچھ رمق باقی تھی، جان تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس پر کاری ضرب لگائی اور اس کا سر جدا کر دیا۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ اگر تو کہے کہ ان تمام باتوں کو یوں اکٹھا بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ شاید ابوجہل کا قتل ان سب کا کام تھا اس لیے اکٹھا کیا ہے۔[1032]

زرقانی کی ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب ابوجہل کو دیکھا تو اس کو اس حال میں پایا کہ آخری سانس لے رہا تھا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی ٹانگ ابوجہل کی گردن پر رکھ کر کہا کہ اے اللہ کے دشمن! اللہ نے تجھے رسوا کر دیا ہے۔ اس پر ابوجہل نے متکبرانہ انداز میں کہا میں تو کوئی رسوا نہیں ہوا۔ اور کیا تم نے مجھ سے بھی معزز کسی اور شخص کو قتل کیا ہے؟ یعنی مجھے تو اس میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہا۔ پھر ابوجہل نے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ میدان کس کے ہاتھ میں رہا۔ فتح اور کامیابی کس کے ہاتھ میں رہی؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور رسولؐ کی فتح ہوئی۔

ابوجہل......اس امت کا فرعون

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوجہل نے کہا اس یعنی حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے یہ بات بھی کہنا کہ میں ساری زندگی اس شخص کا دشمن رہا اور آج اس وقت بھی میں اس کی دشمنی اور عداوت میں انتہا تک ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ابوجہل کا سر قلم کیا اور اس کا سر لے کر جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جس طرح میں اللہ کے نزدیک تمام نبیوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہوں اور میری امت اللہ کے نزدیک باقی تمام امتوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہے اسی طرح اس امت کا فرعون باقی تمام امتوں کے فراعین سے زیادہ سخت اور متشدد ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ (یونس:91) قرآن شریف میں سورۂ یونس میں آیا ہے کہ جب اسے غرقابی نے آلیا تو اس نے کہا میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر وہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ جبکہ اس امت کا فرعون دشمنی اور کفر میں بہت بڑھ کر ہے۔ جس طرح کہ مرتے ہوئے ابوجہل کی باتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ روایات میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ ابوجہل کی ہلاکت کی خبر ملنے پر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابوجہل کا سر دیکھنے پر فرمایا کہ اَللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کہ اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَ اَهْلَهٗ کہ ہر قسم کی تعریف کا مستحق اللہ ہے جس نے اسلام اور اس کے ماننے والوں کو عزت دی۔ اسی طرح یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ **آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے اور اس امت کا فرعون ابوجہل تھا جسے** اللہ تعالیٰ نے بہت ہی برے انداز میں قتل کروایا۔[1033]

وفات

حضرت مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوئی۔[1034]

خلیفہ بن خَیَّاط بیان کرتے ہیں کہ مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ کو بدر کے دن ایک زخم لگا تھا۔ آپؓ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک علیل رہے۔ پھر مدینہ میں وفات پائی۔ حضرت عثمانؓ نے آپؓ کا جنازہ پڑھا اور آپؓ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ **رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مُعَاذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ کیا ہی اچھا شخص ہے۔**[1035]

اللہ تعالیٰ ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیبؐ کی محبت ڈوب کر ان کی رضا کو حاصل کرنے والے بنے۔[1036]

289

حضرت معبد بن عبادؓ

حضرت مَعْبَد بن عَبَّاد ایک صحابی تھے جن کی کنیت ابو حُمَیْضَہ تھی۔ والد تھے عَبَّاد بن قُشَیْر۔ حضرت مَعْبَد بن عَبَّاد کا نام مَعْبَد بن عُبَادَۃ اور مَعْبَد بن عُمَارہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سالم بن غنم بن عوف سے تھا ان کی کنیت ابو حُمَیْضَہ ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو خُمَیْصَہ اور ابو عُصَیْمَہ بھی بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں یہ شریک ہوئے تھے۔[1037]

290

حضرت مُعَتِّب بن عُبَیْدؓ

آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی حضرت مُعَتِّب بن عُبَیْد **تھے**۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی آپ کے بھتیجے اُسَیر بن عُروۃ آپ کے وارث ہوئے۔ حضرت مُعَتِّب بن عُبَیْد غزوۂ بدر اور اُحد میں

شریک ہوئے اور انہوں نے یوم الرجیع میں شہادت پائی۔[1038]

رجیع کا جو واقعہ ہے کہ اس میں دس مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس واقعہ کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی لکھا ہے کہ "یہ دن مسلمانوں کے لئے سخت خطرے کے دن تھے اور آنحضرت ﷺ کو چاروں طرف سے متوحّش خبریں آرہی تھیں۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ آپ کو قریش مکہ کی طرف سے تھا جو جنگ اُحد کی وجہ سے بہت دلیر اور شوخ ہو رہے تھے۔ اس خطرے کو محسوس کر کے آنحضرت ﷺ نے ماہ صفر چار ہجری میں اپنے دس صحابیوں کی ایک پارٹی تیار کی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ خفیہ خفیہ مکہ کے قریب جا کر قریش کے حالات دریافت کریں اور ان کی کارروائیوں اور ارادوں سے آپ کو اطلاع دیں لیکن ابھی یہ پارٹی روانہ نہیں ہوئی تھی کہ قبائل عَضَل اور قَارَہ کے چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں۔ آپ چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ خواہش معلوم کر کے وہی پارٹی...... جو خبر رسانی کے لئے تیار کی گئی تھی ان کے ساتھ روانہ فرما دی۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنو لِحْیَان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بنو لِحْیَان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قَارَہ کے لوگوں کے لئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قَارَہ کے یہ غدار لوگ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنو لِحْیَان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آرہے ہیں تم آجاؤ۔ جس پر قبیلہ بنو لِحْیَان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں (رجیع ایک جگہ ہے) ان کو دبایا۔ دس آدمی دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔" اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو تمہیں گھیر لیا جائے تو پھر یہی حکم ہے کہ جنگ کرو۔ "فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلے پر چڑھ کر مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔

عاصم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے خدا تُو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ غرض عاصم اور ان کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ جب سات صحابہ مارے گئے اور صرف خُبَیب بن عَدی اور زَید بن دَثِنَہ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے تو کفار نے جن کی اصل خواہش ان لوگوں کو زندہ پکڑنے کی تھی پھر

آواز دے کر کہا کہ اب بھی نیچے اتر آؤ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اب کی دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان ان کے پھندے میں آکر نیچے اتر آئے مگر نیچے اترتے ہی کفار نے ان کو اپنی تیر کمانوں کی تندیوں سے جکڑ کر باندھ لیا اور اس پر خُبیب اور زید کے ساتھی سے جن کا نام تاریخ میں عبداللہ بن طارق مذکور ہوا ہے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے پکار کر کہا کہ یہ تمہاری پہلی بدعہدی ہے اور نامعلوم تم آگے چل کر کیا کرو گے۔

عبداللہ نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا جس پر کفار تھوڑی دور تک عبداللہ کو گھسیٹتے ہوئے، زدو کوب کرتے ہوئے لے گئے اور پھر انہیں قتل کر کے وہیں پھینک دیا اور چونکہ ان کا انتقام پورا ہو چکا تھا وہ قریش کو خوش کرنے کے لئے نیز روپے کی لالچ میں خُبیب اور زید کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچ کر انہیں قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ چنانچہ خُبیب کو تو حارث بن عامر بن نوفل کے لڑکوں نے خرید لیا کیونکہ خُبیب نے بدر کی جنگ میں حارث کو قتل کیا تھا اور زید کو صَفوان بن اُمیّہ نے خرید لیا۔" اور یہ بھی پھر آخر میں شہید کر دیئے گئے تھے۔[1039]

291

حضرت معتب بن عوفؓ

حضرت مُعَتِّب بن عوف صحابی تھے۔ حضرت مُعَتِّب بن عوف کا تعلق قبیلہ بنو خُزاعہ سے ہے۔ یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ آپ کو مُعَتِّب بن الحمراء بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عوف ہے۔ حضرت مُعَتِّب بن عوف دوسری ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ جب حضرت مُعَتِّب بن عوف نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو آپ حضرت مبشر بن عبد المنذر کے ہاں ٹھہرے۔

مؤاخات مدینہ کے وقت آنحضور ﷺ نے حضرت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے ساتھ آپ کی مؤاخات کروائی تھی۔

حضرت مُعَتِّب بن عوف غزوہ بدر، احد، خندق سمیت تمام غزوات میں آنحضور ﷺ کے ہمراہ شامل ہوئے۔ حضرت مُعَتِّب بن عوف کی وفات 57 ہجری میں بعمر 78 سال ہوئی۔[1040]

292

حضرت معتب بن قشیرؓ

حضرت مُعَتِّب بن قُشَیر انصاری۔ بعض روایات میں آپ کا نام مُعَتِّب بن بشیر بھی بیان ہوا ہے۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو ضُبَیعة سے تھا۔ حضرت مُعتِّب بن قشیر بیعت عقبہ میں شامل تھے۔ آپ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔[1041]

293

حضرت معمر بن حارثؓ

نام و نسب

حضرت مَعْمَر بن حارِث ؓ۔ حضرت مَعْمَر بن حارِث ؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو جُمَحّ سے تھا۔ ان کے والد کا نام حارِث بن مَعْمَر تھا اور والدہ کا نام قُتَیْلہ بنت مَظْعُون تھا جو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ یوں حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت مَعْمَر ؓ کے ماموں تھے۔ حضرت معمر ؓ کے دو اَور بھائی تھے جن کے نام حَاطِبؓ اور حَطَّاب ؓ تھے۔ یہ تینوں رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل اسلام قبول کر چکے تھے۔ **حضرت معمرؓ کا شمار اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے۔**[1042]

مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت عائشہؓ بنت قُدَامہ سے روایت ہے کہ بنو مَظْعُون میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت قُدَامہ ؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت سَائِب ؓ بن عثمان بن مظعون اور حضرت مَعْمَر بن حارِث ؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو حضرت عبداللہ بن سَلَمہ ؓ عَجْلَانِی کے گھر ٹھہرے تھے۔[1043]

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معمرؓ کی مؤاخات حضرت مُعَاذ بن عَفْراء ؓ کے ساتھ کروائی تھی۔

حضرت مَعْمَر بن حارِث ؓ غزوۂ بدر، اُحد، خندق سمیت **تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔**

وفات

حضرت مَعْمَر بن حارِث ؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں 23 ہجری میں ہوئی تھی۔ [1044]

294

حضرت معن بن عدی انصاریؓ

حضرت معن بن عدی۔ حضرت معن انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ [1045]

بیعت عقبہ میں شامل

حضرت معن حضرت عاصم بن عدی کے بھائی تھے۔ پہلے ان کا ذکر ہو چکا ہے اس حوالے سے۔ حضرت معن ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔

حضرت معن اسلام قبول کرنے سے پہلے **عربی میں کتابت جانتے تھے**۔ جبکہ اس وقت عرب میں کتابت بہت کم تھی۔ لکھنا جانتے تھے۔

تمام غزوات میں شامل

حضرت معن غزوہ بدر احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔ حضرت زید بن خطاب نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت معن بن عدی اور زید بن خطاب کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا۔ [1046]

حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو میں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ آپ ہمارے بھائی انصار کے پاس ہمارے ساتھ چلیں چنانچہ ہم گئے اور ان میں سے دو نیک آدمی ہمیں ملے جو بدر میں شریک ہوئے تھے میں نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی ہی تھے۔ [1047]

راوی نے آگے جو لکھا ہے۔ حضرت عمر کی جو روایت ابھی بیان ہوئی ہے اس کی مزید تفصیلات بخاری کی ایک اور روایت میں بھی درج ہیں جس کا کچھ حصہ میں پیش کرتا ہوں۔

خلافت ابو بکرؓ......... کے متعلق حضرت عمرؓ کا ایک اہم خطاب

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین میں سے کئی افراد کو قرآن پڑھایا کرتا تھا۔ ان

میں سے عبد الرحمٰن بن عوف بھی تھے۔ ایک بار میں ان کے اس گھر میں تھا جو منیٰ میں ہے اور وہ عمر بن خطاب کے پاس گئے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ اس آخری حج کا ہے جو حضرت عمر نے کیا تھا۔ جب عبد الرحمٰن میرے پاس واپس لوٹ کر آئے عبد الرحمٰن بن عوف۔ واپس لوٹ کر آئے تو انہوں نے کہا کاش تم بھی اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المؤمنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! کیا آپ کو فلاں حکم کے متعلق علم ہوا کہ جو کہتا ہے کہ اگر عمر گئے تو میں فلاں کی بیعت کروں گا یعنی پہلے ہی بتا رہا ہے حضرت عمر کے خلافت کے وقت میں کہ آپ کے بعد پھر میں فلاں کی بیعت کروں گا اور پھر اس نے کہا کہ اللہ کی قسم ابو بکر کی بیعت تو یوں ہی افراتفری میں ہو گئی تھی۔ پھر یہ ہی نہیں کہ اگلی کا اظہار کر دیا بلکہ یہ بھی اظہار کر دیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نعوذ باللہ افراتفری میں غلطی سے ہو گئی تھی اور اس طرح وہ ان کی خلافت کا مقام ان کو ملا۔ یہ سن کر حضرت عمر رنجیدہ ہوئے پھر انہوں نے کہا اگر اللہ نے چاہا تو میں آج شام لوگوں میں کھڑا ہوں گا اور انہیں ان لوگوں سے چوکس کروں گا جو ان کے معاملات کو زبردستی اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں۔ عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ امیر المؤمنین ایسا نہ کریں کیونکہ حج میں عامی لوگ اور اوباش بھی اکٹھے ہوئے ہوتے ہیں تو جب آپ لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی لوگ زبردستی آپ کے قریب ہو جائیں گے اکٹھے ہو جائیں گے اور میں ڈرتا ہوں کہیں آپ کھڑے ہو کر ایسی بات نہ کہہ دیں کہ ہر بات اڑانے والا آپ کے متعلق کچھ اور کا اور نہ اڑا دے اپنی طرف سے باتیں لگا کے کچھ اور ہی مشہور نہ کر دے اور لوگ اسے نہ سمجھیں اور نہ ہی مناسب محل پر اسے چسپاں کریں۔ سمجھ بھی نہ آئے اور پھر صحیح موقع پر اس کو چسپاں بھی نہ کریں اس کی وضاحت بھی نہ ہو سکے۔ پھر انہوں نے مشورہ دیا حضرت عمر کو کہ آپ اس وقت تک انتظار کریں کہ مدینہ میں پہنچیں۔ حج کے دن تھے۔ مدینہ پہنچیں گے کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے وہاں کیا ہو گا کہ سمجھدار اور شریف لوگوں کو الگ تھلگ لے کر جو آپ نے کہنا ہو انہیں اطمینان سے کہیں۔ اور کہا کہ میں نے کہا کہ اہل علم آپ کی بات سمجھیں گے اور مناسب محل پر اسے چسپاں بھی کریں گے۔ اپنی اپنی تشریحیں نہیں کرنی لگ جائیں گے۔ پھر حضرت عمر نے کہا کہ اچھا ٹھیک ہے اللہ کی قسم ان شاء اللہ پہلی بار جو مدینہ میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوں گا تو یہ بات بیان کروں گا پھر میں وہاں جاتے ہی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم مدینہ ذوالحجہ کے اخیر میں پہنچے اور جب جمعہ کا دن ہوا تو جونہی سورج ڈھلا ہم جلدی مسجد میں آ گئے جمعہ کا وقت ہوا۔ وہاں پہنچ کر میں نے سعید بن زید کو منبر کے پاس بیٹھے ہوئے پایا تو میں بھی انکے پاس بیٹھ گیا۔ میرا گھٹنا انکے گھٹنے سے لگ رہا تھا۔ اب یہ پوری تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت عمر بن خطاب نکلے۔ جب میں نے انہیں سامنے سے آتے دیکھا تو میں نے سعید بن زید سے کہا کہ آج وہ ایسی بات کہیں گے جو انہوں نے جب سے کہ وہ خلیفہ ہوئے نہیں کہی۔ انہوں نے میری بات کو عجیب سمجھا جو ان کے پاس بیٹھا تھا صحابی انہوں نے عجیب سمجھا۔ کہنے لگے

امید نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو انہوں نے اس سے پہلے نہیں کہی۔ حضرت عمر منبر پر بیٹھ گئے جب اذان دینے والا خاموش ہو گیا وہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی وہ تعریف کی جس کا وہ اہل ہے پھر کہا کہ اما بعد میں تم سے ایک ایسی بات کہنے لگا ہوں کہ میرے لئے مقدر تھا کہ میں وہ کہوں میں نہیں جانتا کہ شاید یہ بات میری موت کے قریب کی ہو اس لئے جس نے اس بات کو سمجھا اور اچھی طرح یاد رکھا تو جہاں بھی اس کی اونٹنی اس کو پہنچا دے وہ اس کو بیان کرے یعنی اس کو جہاں تک تم پہنچا سکتے ہو ان باتوں کو دوسروں تک صحیح رنگ میں ان کو پہنچانا اور جس کو یہ خدشہ ہو کہ اس نے اس کو نہیں سمجھا تو میں کسی کے لئے جائز نہیں رکھتا کہ میرے متعلق جھوٹ کہے۔ غلط بات نہ پہنچانا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ بھیجا اور آپ پر احکام شریعت نازل کئے۔ پھر بعض احکام کا بھی ذکر کیا ایک لمبی تفصیل ہے حدیث ہے یہ اس کو میں چھوڑتا ہوں پھر آپ نے فرمایا کہ سنو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بڑھا چڑھا کر میری تعریف نہ کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا اور تم یہ کہو کہ وہ اللہ کا بندہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ کہا کرو میرے متعلق کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ پھر **حضرت عمر نے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کوئی کہنے والا یہ کہتا ہے اس بات کو بیان کیا کہ حضرت ابو بکر کو خلافت تو یونہی مل گئی۔** آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم۔ اگر عمر مر گیا تم نے یہ کہا ہے کہ اس شخص نے ابو بکر کے متعلق بھی کہا ہے اور پھر میرے متعلق بھی کہا ہے کہ اللہ کی قسم اگر عمر مر گیا تو میں فلاں کی بیعت کروں گا آپ نے فرمایا اس لئے کوئی شخص دھوکہ میں رہ کر یہ نہ کہے پھر آپ نے بات کو پہلے حضرت عمر کی طرف لے گئے آئندہ آنے والی تو بعد کی بات ہے نہ حضرت ابو بکر کی طرف لے گئے اس بارے میں وضاحت کر دوں آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص دھوکے میں رہ کر یہ نہ کہے کہ ابو بکر کی بیعت یونہی افراتفری میں غلطی سے ہو گئی تھی اور وہ سرانجام پا گئی اور اس طرح آپ خلیفہ بن گئے۔ سنو یہ درست ہے کہ وہ بیعت اسی طرح ہوئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس افراتفری کی بیعت کے شر سے بچائے رکھا وہ افراتفری میں بھی تھی ٹھیک ہے ایسا موقع آیا تھا لیکن اس کے شر سے اللہ تعالیٰ نے بچایا اور تم میں ابو بکر جیسا کوئی نہیں کہ جس کے پاس اونٹوں پر سوار ہو کر لوگ آئیں۔ یعنی کہ ایسا عالم بہ عمل اور مخلص اور تقویٰ کے معیار پر پہنچا ہوا اور کوئی شخص نہیں تھا۔ پھر آگے کچھ تفصیل ہے اس کی بیان ہوئی باقی باتوں کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے یعنی کہ جو بیعت ہوئی تھی وہ بڑے مشورے سے ہوئی تھی اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر بیعت کی کسی شخص کی تو اس کی بیعت نہ کی جائے اور نہ اس شخص کی جس نے اس کی بیعت کی۔ اس لئے کہ کہیں وہ اپنے آپ کو مروا نہ ڈالے اور اصل میں ہمارا واقعہ یوں ہوا تھا پھر حضرت عمر نے بیان فرمایا کہ جب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی تو انصار ہمارے مخالف ہو گئے اور ہم سب ثقیفہ بنو ساعدہ میں اکٹھے ہو کر اور علی اور زبیر اور جو ان دونوں کے

ساتھ تھے ہمارے مخالف تھے اور مہاجر اکٹھے ہو کر ابو بکر کے پاس آئے میں نے ابو بکر سے کہا کہ ابو بکر آؤ ہم اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس چلیں ہم انہیں کا قصہ بیان کرتے ہوئے چلے وہی باتیں کرتے ہوئے چلے جارہے تھے کہ وہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ان میں سے دو نیک مرد ہمیں ملے اور پہلی روایت جو میں نے بیان کی تھی اس کے مطابق **وہ جو دو نیک مرد تھے ان میں سے ایک حضرت معن بن عدی تھے۔**

بہر حال آپ فرماتے ہیں اور جس مشورے پر وہ لوگ یعنی انصار جو تھے بالا تفاق آمادہ تھے ان دونوں نے جو ملے ہمیں رستہ میں ان کا ذکر کیا اور انہوں نے کہا کہ اے مہاجرین کی جماعت تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ ہم نے کہا کہ ہم ان انصاری بھائیوں کو ملنا چاہتے ہیں تو ان دونوں نے کہا یہ جو ملے تھے راستے میں جن میں حضرت معن بن عدی بھی تھے کہ ہر گز نہ وہاں جانا تمہیں یہی مناسب ہے کہ ان کے پاس نہ جاؤ۔ جو تم نے مشورہ کرنا ہے وہ خود ہی کر لو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے اور ہم یہ کہہ کر چل پڑے اور بنو ساعدہ کے شامیانے میں ان کے پاس پہنچے۔[1048]

وہاں انصار کی حضرت ابو بکر کی اور حضرت عمر کی ایک لمبی بحث ہوئی اور جو گفتگو تھی وہ خلافت کے انتخاب کے بارے میں تھی اور اس کی پھر ایک آگے لمبی تفصیل ہے۔ اس کی کچھ حد تک تفصیل جو **حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے** وہ میں بیان کر دیتا ہوں۔ اس ثقیفہ بنو ساعدہ والے یہاں انصار کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات پر صحابہ کے تین گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ نے یہ خیال کیا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد ایک ایسا شخص ضرور ہونا چاہئے جو نظام اسلامی کو قائم کرے مگر چونکہ نبی کے منشاء کو اس کے اہل و عیال ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اس لئے نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے ہی کوئی شخص مقرر ہونا چاہئے۔ ایک گروہ یہ کہتا تھا کہ آپ کی اولاد میں سے کوئی شخص ہونا چاہئے۔ کسی اور خاندان میں سے کوئی اور شخص نہیں ہونا چاہئے۔ اس گروہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کسی اور خاندان میں سے کوئی شخص خلیفہ مقرر ہو گیا تو لوگ اس کی باتیں مانیں گے نہیں اور اس طرح نظام میں خلل واقع ہو گا۔... سے مراد ہے اولاد یا ان کے قریبی داماد وغیرہ بھی ہو سکتے ہیں تو بہر حال اور اس طرح نظام میں خلل واقع ہو گا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں لیکن اگر آپ کے خاندان میں سے ہی کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو چونکہ لوگوں کو اس خاندان کی اطاعت کی عادت ہے اس لئے وہ خوشی سے اس کی اطاعت قبول کر لیں گے۔ جیسے ایک بادشاہ کی بات ماننے کے لوگ عادی ہو چکے ہوتے ہیں جب وفات پا جاتا ہے تو اس کا بیٹا جانشین بنتا ہے تو اس کی اطاعت بھی شوق سے کرنے لگ جاتے ہیں۔

مگر دوسرا فریق جو تھا اس نے سوچا کہ اس کے لئے رسول کریم ﷺ کے اہل میں سے ہونے کی شرط ضروری نہیں ہے۔ مقصد تو یہ ہے کہ رسول کریم کا ایک جانشین ہو۔ پس جو سب سے زیادہ اس کا

اہل ہو اس کے سپرد یہ کام ہونا چاہئے۔ اس دوسرے گروہ کے پھر آگے دو حصے ہو گئے اور گو وہ دونوں اس بات پر متحد تھے کہ رسول کریم ﷺ کا کوئی جانشین ہونا چاہئے مگر ان میں سے اس بات پر اختلاف ہو گیا کہ رسول کریم کا جانشین کن لوگوں میں سے ہو۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ جو لوگ سب سے زیادہ عرصے تک آپ کے زیر تعلیم رہے ہیں وہ اس کے مستحق ہیں یعنی مہاجر اور ان میں سے بھی قریش جن کی بات ماننے کے لئے عرب تیار ہو سکتے ہیں اور بعض نے یہ خیال کیا کہ چونکہ رسول کریم ﷺ کی وفات مدینہ میں ہوئی ہے اور مدینہ میں انصار کا زور ہے اس لئے وہی اس کام کو اچھی طرح چلا سکتے ہیں۔ بہر حال اس پر انصار اور مہاجرین میں اختلاف بھی ہوا غرض اب انصار اور مہاجرین میں اختلاف ہو گیا انصار کا یہ خیال تھا کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے اصل زندگی جو نظام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ہمارے اندر گزاری ہے انصار یہ کہتے تھے مدینہ میں گزاری ہے اور مکہ میں کوئی نظام نہیں تھا اس لئے نظام حکومت ہم ہی بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں اور خلافت کے متعلق ہمارا ہی حق ہے کسی اور کا حق نہیں ہے۔ دوسری دلیل وہ یہ دیتے تھے کہ یہ علاقہ ہمارا ہے اور طبعاً ہماری بات کا ہی لوگوں پر زیادہ اثر ہو سکتا ہے مہاجرین کا اثر نہیں ہو سکتا پس رسول کریم ﷺ کا جانشین ہم میں سے ہونا چاہئے مہاجرین میں سے نہیں اس کے مقابلے میں مہاجرین یہ کہتے تھے کہ رسول کریم ﷺ کی جتنی لمبی صحبت ہم نے اٹھائی ہے اتنی لمبی صحبت انصار نے نہیں اٹھائی اتنا عرصہ ان کے ساتھ نہیں رہے اس لئے دین کو سمجھنے کی جو قابلیت ہمارے اندر ہے وہ انصار کے اندر نہیں ہے۔ اس اختلاف پر آپ لکھتے ہیں کہ اس اختلاف پر ابھی دوسرے لوگ غور ہی کر رہے تھے اور وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ اس آخری گروہ نے جو انصار کے حق میں تھا بنی ساعدہ کے ایک برآمدہ میں جمع ہو کر اس بارہ میں مشورہ شروع کر دیا اور سعد بن عبادۃ جو خزرج کے سردار تھے اور نقباء میں سے تھے ان کے بارے میں طبائع کا اس طرف رجحان ہو گیا کہ انہیں خلیفہ مقرر کیا جائے چنانچہ انصار نے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ملک ہمارا ہے زمینیں ہماری ہیں جائیدادیں ہماری ہیں اور اسلام کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو فیصلہ کیا اس بات پر کہ اس منصب کے لئے سعد بن عبادۃ سے بہتر اور کوئی شخص نہیں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ بعض نے کہا کہ اگر مہاجرین اس کا انکار کریں گے تو کیا ہو گا۔ سوال اٹھا۔ اس پر کسی نے کہا کہ پھر ہم کہیں گے کہ **مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ** یعنی ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے۔ سعد جو بہت دانا آدمی تھے انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلی کمزوری ہے۔ جن کو امیر بنانا چاہتے تھے خلیفہ انصار انہوں نے کہا کہ یہ تو پہلی کمزوری ہے یعنی یا تو ہم میں سے خلیفہ ہونا چاہئے یا ان میں سے۔ مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ کہنا تو گویا خلافت کے مفہوم کو نہ سمجھنا ہے اور اس سے اسلام میں رخنہ پڑے گا اور یہ رخنہ ڈالنا ہے۔ اس مشورے کے بعد جب مہاجرین کو اطلاع ہوئی تو وہ جلدی سے وہیں آ گئے جیسا کہ حضرت عمر نے بیان فرمایا جو پہلے ذکر ہو چکا کہ آپ حضرت ابو بکر اور کچھ اور لوگ گئے وہاں۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مہاجرین میں سے کوئی خلیفہ نہ

ہوا تو عرب اس کی اطاعت نہیں کریں گے صرف مدینہ کی بات نہیں بلکہ پورے عرب کی بات ہے۔ مدینہ میں بیشک انصار کا زور تھا مگر تمام عرب مکہ والوں کی عظمت اور ان کے شرف کا قائل تھا۔ پس مہاجرین نے سمجھا کہ اگر اس وقت انصار میں سے کوئی خلیفہ مقرر ہو گیا تو اہل عرب کے لئے سخت مشکل پیش آئے گی اور ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر اس ابتلا میں پورے نہ اتریں چنانچہ جب مہاجرین سب مہاجرین وہیں آئے ان میں حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت ابو عبیدۃ بھی شامل تھے۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر بیان کرنے کے لئے ایک بہت بڑا مضمون سوچا ہوا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جاتے ہی ایک ایسی تقریر کروں گا جس سے تمام انصار میرے دلائل کے قائل ہو جائیں گے اور وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ انصار کے بجائے مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کریں مگر جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت ابو بکر تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ انہوں نے بھلا کیا بیان کرنا ہے مگر خدا کی قسم جتنی باتیں میں نے سوچی ہوئی تھیں وہ سب انہوں نے بیان کر دیں حضرت ابو بکر نے بلکہ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے پاس سے بھی بہت سے دلائل دیئے **تب میں نے سمجھا کہ میں ابو بکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔** غرض مہاجرین نے انہیں بتایا کہ اس وقت قریش میں سے ہی امیر ہونا ضروری ہے اور رسول کریم ﷺ کی یہ حدیث بھی پیش کی کہ اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ۔ کہ قریش میں سے تمہارے امام ہونا اور ان کی سبقت دین اور ان کی قربانیوں کا ذکر کیا جو وہ دین کے لئے کرتے چلے آئے تھے۔ اس پر حباب بن منذر خزرجی نے مخالفت کی اور کہا کہ ہم اس بات کو نہیں مان سکتے کہ مہاجرین میں سے خلیفہ ہونا چاہئے۔ ہاں اگر آپ لوگ کسی طرح نہیں مانتے اور آپ کو اس پر بہت اصرار ہے تو پھر یہی ہے کہ ایک امیر آپ میں سے ہو جائے ایک ہمارے میں سے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک آپ لوگوں میں سے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ سوچ سمجھ کر بات کرو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت میں دو امیروں کا ہونا جائز نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ **حدیثیں تو ایسی موجود تھیں جن میں رسول کریم ﷺ نے نظام خلافت کی تشریح کی ہوئی تھی** مگر آپ کی زندگی میں صحابہ کا ذہن ادھر منتقل نہیں ہوا اور اس کی وجہ وہی خدائی حکمت تھی جس کا ذکر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس جو بیان کرائے ہیں اس کے پہلے سیاق میں کر چکے ہیں۔

بہر حال کہتے ہیں کہ پس تمہارا یہ مطالبہ حضرت عمر نے کہا کہ تمہارا یہ مطالبہ کہ ایک امیر تم میں سے ہو اور ایک ہم میں سے عقلاً اور شرعاً کسی طرح جائز نہیں۔ پھر حضرت ابو بکر کا انتخاب کس طرح ہوا کچھ بحث مباحثہ کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے انصار کو توجہ دلائی کہ تم پہلی قوم ہو جو مکہ کے باہر ایمان لائی اب رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد تم پہلی قوم نہ بنو جنہوں نے دین کے منشا کو بدل دیا اور کہتے ہیں کہ اس کا طبائع پر ایسا اثر ہوا کہ بشیر بن سعد خزرجی کھڑے ہوئے اور انہوں نے

اپنی قوم سے کہا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں ہم نے محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جو خدمت کی اور آپ کی نصرت و تائید کی وہ دنیاوی اغراض سے نہیں کی تھی اور نہ اس لئے کی تھی کہ ہمیں آپ کے بعد حکومت ملے بلکہ ہم نے خدا تعالیٰ کے لئے کی تھی۔ پس حق کا سوال نہیں ہے کہ ہمارا حق ہے امیر بنے یا ہم میں سے خلیفہ بنے بلکہ سوال اسلام کی ضرورت کا ہے اور اس لحاظ سے مہاجرین میں سے ہی امیر مقرر ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی لمبی صحبت پائی ہے۔ اس پر کچھ دیر تک اور بحث ہوتی رہی مگر آخر آدھ پون گھنٹے کے بعد لوگوں کی رائے اسی طرف ہوتی چلی گئی کہ مہاجرین میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرنا چاہئے چنانچہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہؓ کو اس منصب کے لئے پیش کیا۔ حضرت ابو بکر نے خود پیش کیا پھر کہ یا حضرت عمر ہیں یا حضرت ابو عبیدہؓ ہیں ان دونوں میں سے کسی کی بیعت کر لینی چاہئے مگر دونوں نے انکار کیا اور کہا کہ جسے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے بیماری کے دنوں میں نماز کا امام بنایا تھا اور جو سب مہاجرین میں سے بہتر ہے ہم تو اس کی بیعت کریں گے۔ جب حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کا اور حضرت ابو عبیدہؓ کا نام خلافت کے لئے پیش کیا تو اس پہ حضرت عمر نے خود جو بیان کیا ہے جو پچھلا تسلسل چل رہا تھا تو حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس بات کے سوا جیسا کہ انہوں نے کہا نہ یہ بڑی اعلیٰ تقریر کی حضرت ابو بکر نے اس میں یہ باتیں بھی ہوئیں۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ ساری باتیں بڑی اعلیٰ تھیں لیکن اس بات کے سوا میں نے اور کوئی بات ناپسند نہیں کی جو انہوں نے کہی یعنی کہ حضرت عمر کا نام پیش کیا یا حضرت ابو عبیدہؓ کا نام پیش کیا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ حال تھا جب میرا نام حضرت ابو بکر نے پیش کیا کہ اگر مجھے آگے بڑھا کر میری گردن اڑا دی جاتی تا کہ یہ موت مجھے کسی گناہ کے قریب نہ پھٹکنے دے تو مجھے یہ بات زیادہ پسند تھی اس سے کہ میں ایسی قوم کا امیر بنوں جس میں ابو بکر ہوں یعنی ان کا مقام ایسا ہے کس طرح ہو سکتا ہے اس وقت مجھے حضرت ابو بکر کی موجودگی میں امیر بنا دیا جائے تو میں نے اس کو ناپسند کیا باقی تقریر بہت اعلیٰ تھی۔

بہر حال حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں حضرت عمر نے جب کہا کہ جو مہاجرین میں سے سب سے بہتر ہے ہم اس کی بیعت کریں گے تو مطلب یہ تھا کہ اس منصب کے لئے حضرت ابو بکر سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہیں چنانچہ اس پر حضرت ابو بکر کی بیعت شروع ہو گئی پہلے حضرت عمر نے بیعت کی پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے بیعت کی پھر بشیر بن سعد خزرجی نے بیعت کی اور پھر اوس اور پھر خزرج کے دوسرے لوگوں نے اور اس قدر جوش پیدا ہوا اس وقت کہ سعد جو بیمار تھے اور اٹھ نہ سکتے تھے ان کی قوم ان کو روندتی ہوئی آگے بڑھ کر بیعت کرتی تھی چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں سعد اور حضرت علی کے سوا سب نے بیعت کر لی۔ حتی کہ سعد کے اپنے بیٹے نے بھی بیعت کر لی۔ حضرت علی نے کچھ دنوں بعد بیعت کی چنانچہ بعض روایات میں تین دن آتے ہیں اور بعض روایات میں یہ ذکر آتا ہے کہ آپ نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی تھی۔ چھ ماہ والی روایت میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مصروفیت کی وجہ

سے آپ حضرت ابو بکر کی بیعت نہ کر سکے اور جب آپ بیعت کرنے کے لئے آئے تو آپ نے یہ معذرت بھی کی کہ چونکہ فاطمہ بیمار تھیں اس لئے میں بیعت میں مجھے دیر ہو گئی ہے۔[1049]

بہر حال اس وقت سب نے بیعت کی۔

حضرت عروۃ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وفات دی تو لوگ آپ ﷺ پر روئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ سے پہلے مر جاتے ہمیں اندیشہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت معن جن کا ذکر ہو رہا ہے صحابی کا انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم۔ میں نہیں چاہتا تھا۔ لوگ تو یہ کہہ رہے تھے کہ ہم پہلے مر جاتے حضرت معن نے کہا نہیں۔ میں نہیں یہ چاہتا تھا کہ میں آپ ﷺ سے پہلے مر جاتا۔ کیوں۔ اس لئے کہ جب تک میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی اسی طرح تصدیق نہ کر لوں جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی میں نے۔[1050]

جس طرح میں نے آپ کو مانا تھا نبی اسی طرح اس بات کی تصدیق بھی نہ کر لوں وفات کے بعد کہ وہی نظام جس کی پیشگوئی آپ نے فرمائی تھی خلافت راشدہ کا وہ جاری ہو چکا ہے اور اسی کو جاری رکھنا ہے اور منافقین اور مرتدین کے جال میں نہیں آنا۔

پس یہی وہ ایمان کا معیار ہے جسے ہر احمدی کو بھی اپنے اندر قائم کرنا چاہئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت معن حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کے بعد مرتدین اور باغیوں کی سرکوبی میں شامل تھے اور حضرت خالد بن ولید نے دو سو گھڑ سواروں کے ہمراہ حضرت معن کو یمامہ کی طرف بطور ہراول دستے کے بھیجا تھا۔[1051]

شہادت

آنحضرت ﷺ نے حضرت معن کا حضرت زید بن خطاب کے ساتھ عقد مؤاخات قائم فرمایا تھا۔ ان دونوں اصحاب نے حضرت ابو بکر صدیق کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ میں 12 ہجری میں شہادت پائی تھی۔[1052]

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو بھی نبوت کے مقام کو بھی پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور خلافت کے ساتھ وفا اور اخلاص کا تعلق پیدا کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔[1053]

295

حضرت معوّذ بن حارث بن رفاعہؓ

اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جنگ بدر میں شامل

نام و نسب

حضرت مُعَوِّذ بن حارِثؓ۔ حضرت معوذؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت معوذؓ کے والد کا نام حارث بن رِفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عَفْراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں اپنے والد کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب تھے اور ان تینوں کو بنو عفراء بھی کہا جاتا تھا۔[1054]

بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل

صرف ابنِ اسحاق نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت معوذؓ ستر انصار کے ساتھ بیعتِ عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت معوذؓ نے اُمِّ یزید بنتِ قَیس سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام حضرت رُبَیِّعْ بنتِ مُعَوِّذ ؓ اور حضرت عُمَیْرَہ بنتِ مُعَوِّذ ؓ تھا۔[1055]

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔[1056]

غزوۂ بدر میں حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ جو بنو عفراء کہلاتے تھے وہ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابو حَمْرَاء کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔[1057]

ابو جہل کے قتل میں شامل

یہ روایت حضرت معاذؓ کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔[1058]

لیکن یہاں حضرت معوذؓ کے ضمن میں بھی اس کا آنا ضروری ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنگِ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابو جہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابنِ مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابو جہل ہو؟ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کی داڑھی پکڑی۔

ابو جہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا یہ کہا کہ اس کو اس کی قوم نے

قتل کیا ہو؟ اس جیسے بڑے آدمی کو کبھی ان کی قوم نے قتل کیا ہو؟[1059]

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں مُعوِذؓ اور معاذؓ نے ابوجہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ امام ابنِ حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمروؓ اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کے بعد حضرت معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔[1060]

حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ نے ابوجہل کے قتل کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انسان بڑی خوشیاں کرتا ہے اور اپنے لیے ایک چیز کو مفید خیال کرتا ہے لیکن وہی اس کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتی ہے۔ بدر کے موقعے پر کفارِ مکہ جب آئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس ہم نے مسلمانوں کو مار لیا اور ابوجہل نے کہا ہم عید منائیں گے اور خوب شرابیں اڑائیں گے اور سمجھا کہ بس اب مسلمانوں کو مار کر ہی پیچھے ہٹیں گے لیکن اسی ابوجہل کو مدینے کے دو لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کفارِ مکہ مدینہ والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے اور اسے یعنی ابوجہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ عرب میں رواج تھا کہ جو سردار ہوتا وہ اگر لڑائی میں مارا جاتا تو اس کی گردن لمبی کر کے کاٹتے تا کہ پہچانا جاوے کہ یہ کوئی سردار تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھا جب یہ بے حس و حرکت اور زخمی پڑا ہوا تھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا مجھے اَور تو کوئی افسوس نہیں، صرف یہ ہے کہ مجھے مدینہ کے دو اَرائیں بچوں نے مار دیا یعنی ایسے بچوں نے جو سبزیاں اگانے والوں کی، کھیتی باڑی کرنے والوں کی اولاد ہیں اور مکہ والوں کی نظر میں یہ کام کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جنگ و جدل اور جنگ و قتال کا کیا پتہ؟ لیکن مارا بھی اور اس کے اس تکبر کو توڑا بھی تو کس نے؟ انہی لوگوں نے۔ نہ صرف ان لوگوں نے بلکہ ان کے بچوں نے یا لڑکوں نے جو اتنے تجربہ کار نہیں تھے۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا اور وہ جو عید منانی چاہتا تھا وہی اس کے لیے ماتم ہو گیا اور وہ شراب جو اس نے پی تھی اسے ہضم ہونی بھی نصیب نہ ہوئی۔[1061]

غزوۂ بدر کے موقعے پر حضرت معوذؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؓ کو ابومُسَافِع نے شہید کیا تھا۔[1062]

296

حضرت معوذ بن عمرو بن جموحؓ

نام و نسب

حضرت مُعَوِّذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ۔ حضرت مُعَوِّذ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو جُشَم سے تھا۔[1063]

حضرت مُعَوِّذؓ کے والد کا نام عَمرو بن جَمُوح اور ان کی والدہ کا نام ہند بنت عمرو تھا۔ حضرت مُعَوِّذ بن عَمرو بن جَمُوح ؓ اپنے دو بھائیوں حضرت مُعاذؓ اور حضرت خَلّاد ؓ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شامل ہوئے تھے اس کے علاوہ یہ غزوۂ اُحد میں بھی شامل ہوئے تھے۔[1064]

جہاد اور شہادت کا شوق اور جذبہ

حضرت مُعَوِّذ بن عَمرو ؓ کے والد وہی عَمرو بن جَمُوح ہیں جن کو ان کے بیٹوں نے ان کی لنگڑاہٹ کی وجہ سے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے بدر میں شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کا ذکر مَیں پہلے بھی ایک دفعہ خطبے میں کر چکا ہوں۔ مختصر اً بتا دوں کہ جب احد کا موقع آیا تو حضرت عمرو بن جَمُوح ؓ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ بدر کے موقعے پر تم نے مجھے جنگ پہ جانے نہیں دیا تھا لیکن اب میں ضرور جاؤں گا۔ احد کی جنگ میں تم مجھے روک نہیں سکتے۔ ان کے بیٹوں نے بہتیرا کہا کہ آپ کی ٹانگ خراب ہے۔ آپ پہ تو جنگ ضروری بھی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں فرض نہیں ہے لیکن حضرت عَمرو بن جَمُوح ؓ نہیں مانے۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! میرے بیٹے میرے پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے جنگ میں مجھے شامل ہونے سے روک رہے ہیں لیکن میں آپؐ کے ساتھ جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے اور تم پر اس وجہ سے جہاد فرض نہیں ہے لیکن پھر آپؐ نے انہیں ان کا وہ جوش دیکھ کے، شوق دیکھ کے اجازت بھی دے دی۔ حضرت عمرو بن جَمُوح ؓ نے اپنا جنگ کا ساز و سامان لیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ اے اللہ! مجھے شہادت عطا فرما اور مجھے ناکام و نامراد اپنے اہل و عیال کی طرف نہ لوٹانا اور پھر حقیقتاً ان کی یہ خواہش پوری ہوئی اور وہ میدان احد میں شہید ہوئے۔

ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوی حضرت ہند نے انہیں اور اپنے بھائی عبد اللہ بن عمرو کو بھی ایک سواری پر رکھا اور ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی

قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ **میں نے عمرو کو جنت میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھا ہے۔**[1065]

297

حضرت مقداد بن عمرو الکندیؓ / مقداد بن اسودؓ

نام و نسب

بدری صحابہ کے ذکر میں آج میں حضرت مقداد بن اسود یا مقداد بن عمروؓ کا ذکر کروں گا۔ ان کا اصل نام مقداد بن عمروؓ ہے حضرت مقداد کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ تھا جو بنی بَہْرَاء سے تھے۔ البتہ حضرت مقداد کو اسود بن یغوث کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے انہیں بچپن میں اپنا متبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اس لیے مقداد بن اسودؓ کے نام سے معروف ہو گئے۔[1066]

حضرت مقداد کے والد عمرو بن ثعلبہ قبیلہ بَہْرَاء سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کے علاقے میں قُضَاعَہ کا ایک قبیلہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کے والد عمرو کے ہاتھوں کسی کا قتل ہو گیا جس وجہ سے وہ بھاگ کر حَضْرِ مَوْت، جو سمندر کے کنارے عدن کے شرقی جانب یمن میں ایک علاقہ ہے وہاں چلے گئے اور وہاں کِنْدَہ قبیلے کے حلیف بن گئے جس بنا پر کِنْدِی کہلائے جانے لگے۔ وہاں ایک خاتون سے عمرو نے شادی کر لی جس سے حضرت مقدادؓ پیدا ہوئے۔ جب مقدادؓ بڑے ہوئے تو ان کا ابو شِمَر بن حَجَر کِنْدِی سے جھگڑا ہو گیا۔ انہوں نے شِمَر کی ٹانگ تلوار سے کاٹ دی اور پھر مکہ بھاگ آئے اور اَسْوَد بن عَبْدِ یَغُوث کے حلیف بن گئے۔ مقدادؓ نے اپنے والد کو خط لکھا تو وہ بھی پھر مکہ آ گئے۔ اسود نے مقداد کو اپنا متبنّیٰ بنا لیا تھا جس وجہ سے ان کو مقداد بن اسود بھی کہا جانے لگا اور عموماً اسی نام سے مشہور ہو گئے لیکن جب آیت اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ (الاحزاب:6) یعنی ان کو، بچوں کو، لے پالکوں کو بھی ان کے باپوں کے نام سے پکارو تو انہیں مقداد بن عمرو کہا جانے لگا لیکن شہرت مقداد بن اسود کے نام سے تھی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کہ **لے پالکوں کو بھی اور جو کسی کے ساتھ منسوب ہیں، اصل نسب جو ہے وہ باپ کا ہے اس لیے باپ سے پکارا جانا چاہیے۔** حضرت مقدادؓ کی کنیت ابو مَعْبَد کے علاوہ ابو اسود، ابو عمر اور ابو سعید بھی بیان کی جاتی ہے۔

شادی اور اولاد

ایک دفعہ حضرت مقدادؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ

نے پوچھا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضرت مقدادؓ نے کہا کہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو پھر اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دیں۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ غصّے میں آ گئے اور انہیں ڈانٹ دیا۔

حضرت مقدادؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس امر کی شکایت کی **تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں تمہاری شادی کرواتا ہوں۔** اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعة سے ان کی شادی کروا دی۔[1067]

حضرت ضُبَاعَہ حضرت زُبیرؓ اور عاتِکہ بنت ابی وہب کی بیٹی تھیں اور حضور ﷺ نے ان کی شادی حضرت مقداد سے جب کروائی تو ان کے ہاں اولاد ہوئی۔ ان کے دو بچے پیدا ہوئے کریمہ اور عبداللہ۔ عبداللہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے ضباعہ کو خیبر میں سے چالیس وسق کھجوریں عطا کی تھیں۔[1068]

اور یہ تقریباً ڈیڑھ سو من یا کہہ لیں کہ چھ ہزار کلو کے قریب بنتا ہے۔[1069]

حضرت مقدادؓ کے ایک بیٹے کا نام مَعْبَد بھی تھا۔[1070]

حلیہ

حضرت مقداد کی بیٹی کریمہ آپؓ کا حلیہ بیان کرتی ہیں کہ ان کا قد لمبا اور رنگ گندمی تھا۔ پیٹ بڑا اور سر میں کثرت سے بال تھے۔ وہ اپنی داڑھی کو زرد رنگ لگایا کرتے تھے جو خوب صورت تھی۔ نہ بڑی تھی اور نہ چھوٹی تھی۔ آنکھیں سیاہ تھیں اور ابرو باریک اور لمبے تھے۔[1071]

قبول اسلام کا واقعہ

حضرت مقدادؓ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ ان سات صحابہ میں سے تھے جنہوں نے مکے میں اپنے اسلام کا سب سے پہلے اظہار کیا تھا۔[1072]

حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت

اس کی تفصیل پہلے میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مقدادؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بارے میں آتا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں حضرت مقدادؓ بھی شامل تھے۔ کچھ عرصے بعد مکہ واپس آ گئے۔

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت مقدادؓ ہجرت نہ کر سکے۔ پھر وہ مکّے میں اس وقت تک رہے جب تک کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عُبَیْدَہ بن حَارِث ؓ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا۔ حضرت مقدادؓ اور حضرت عُتْبَہ بن غَزْوَان ؓ عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں اس غرض سے لشکر میں شامل ہوئے تھے کہ وہ دونوں موقع پا کر مسلمانوں سے جا

ملیں گے۔[1073]

اس کی تفصیل بھی میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ تھوڑی سی مختصر جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھی ہے وہ کچھ بیان کر دیتا ہوں۔ وہ اس طرح ہے کہ: "غزوۂ وَدَّان سے واپس آنے پر ماہ ربیع الاول کے شروع میں آپؐ نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار عُبَیْدَہ بِن الْحَارِثْ مُطَّلِبِی کی امارت میں ساٹھ شتر سوار مہاجرین کا ایک دستہ روانہ فرمایا۔ اس مہم کی غرض بھی قریش مکہ کے حملوں کی پیش بندی تھی۔" "ان کو روکنا تھا" چنانچہ جب عُبَیْدَہ بن الحارث اور ان کے ساتھی کچھ مسافت طے کر کے ثَنِیَّةُ الْمَرَّة کے پاس پہنچے تو ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریش کے دو سو مسلح نوجوان عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ڈیرہ ڈالے پڑے ہیں۔ فریقین ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلے میں کچھ تیر اندازی بھی ہوئی لیکن پھر مشرکین کا گروہ یہ خوف کھا کر کہ مسلمانوں کے پیچھے کچھ کمک مخفی ہو گی۔ "کچھ کمک چھپی ہوئی ہو گی" ان کے مقابلہ سے پیچھے ہٹ گیا اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا۔ البتہ مشرکین کے لشکر میں سے دو شخص مِقْدَاد بن عَمْرو اور عُتْبَہ بن غَزْوَان، عِکْرِمَہ بن ابوجہل کی کمان سے خود بخود بھاگ کر مسلمانوں کے ساتھ آملے اور لکھا ہے کہ وہ اسی غرض سے قریش کے ساتھ نکلے تھے کہ موقعہ پا کر مسلمانوں میں آملیں کیونکہ وہ دل سے مسلمان تھے مگر بوجہ اپنی کمزوری کے قریش سے ڈرتے ہوئے ہجرت نہیں کر سکتے تھے اور ممکن ہے کہ اسی واقعہ نے قریش کو بددل کر دیا ہو اور انہوں نے اسے بدفال سمجھ کر پیچھے ہٹ جانے کا فیصلہ کر لیا ہو۔ تاریخ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ قریش کا یہ لشکر جو یقیناً کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا اور جس کے متعلق ابن اسحاق نے جَمْعٌ عَظِیْمٌ (یعنی ایک بڑا لشکر) کے الفاظ استعمال کیے ہیں کسی خاص ارادہ سے اس طرف آیا تھا لیکن یہ یقینی ہے کہ ان کی نیت بخیر نہیں تھی اور یہ خدا کا فضل تھا کہ مسلمانوں کو چوکس پا کر اور اپنے آدمیوں میں سے بعض کو مسلمانوں کی طرف جاتا دیکھ کر ان کو ہمت نہیں ہوئی اور وہ واپس لوٹ گئے اور صحابہ کو اس مہم کا یہ عملی فائدہ ہو گیا کہ دو مسلمان روحیں قریش کے ظلم سے نجات پا گئیں۔"[1074]

مدینہ ہجرت کے وقت حضرت مقداد بن اسودؓ حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے گھر ٹھہرے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت مقدادؓ اور حضرت جَبَّار بن صَخْرؓ کے مابین مؤاخات قائم کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت مقدادؓ کو بنو حُدَیْلَہ، انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے ان کے محلے میں رہائش کے لیے جگہ عطا فرمائی تھی۔ حضرت اُبَی بن کَعْبؓ نے انہیں اس محلے میں رہنے کی دعوت دی تھی۔[1075]

آنحضرت ﷺ کے حصہ کا رکھا ہوا دودھ پی لینا

حدیثوں میں رات کو بکری کا دودھ پینے کا جو ایک واقعہ بیان ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے لیے تین شخص جو دودھ رکھتے تھے اس کا تعلق حضرت مقدادؓ سے ہی ہے۔ وہ دودھ بھی ایک صحابی پی گئے۔ حضرت مقدادؓ یہ روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مَیں اور میرے دو ساتھی مدینہ ہجرت کر کے آئے

اور ہمارے کان اور آنکھیں مشقت کی وجہ سے متاثر ہو گئی تھیں۔ ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ پر پیش کرنے لگے کہ کسی کے ساتھ ٹھہر جائیں مگر کسی نے ہمیں قبول نہ کیا تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے تو وہاں تین بکریاں تھیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا ان کا دودھ ہم سب کے لیے دوہ لیا کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم دودھ دوہتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا اور ہم نبی کریم ﷺ کے لیے آپؐ کا حصہ رکھ دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ رات آپؐ تشریف لاتے اور اتنی آواز میں السلام علیکم کہتے کہ سونے والا بیدار نہ ہو اور جو جاگ رہا ہو وہ سن لے۔ کہتے ہیں کہ پھر آپؐ مسجد تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے۔ پھر اپنے حصے کا دودھ لیتے اور نوش فرماتے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میرے پاس شیطان آیا جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا یعنی شیطانی خیال میرے دل میں آیا۔ اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ انصار کے پاس جاتے ہیں اور انصار آپؐ کو تحفہ پیش کرتے ہیں۔ آپؐ کو اس گھونٹ کی یعنی تھوڑے سے دودھ کی جو آپؐ کے حصے کا رکھا ہوا تھا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں میں نے وہ حصہ جو آنحضرت ﷺ کے لیے رکھا ہوا تھا وہ لے کر پی لیا۔ جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، عربوں کا بیان کرنے کا اپنا ایک طریقہ ہے۔ کہتے ہیں میرے پیٹ میں چلا گیا، مَیں جان گیا کہ اب اس کے حصول کی کوئی راہ نہیں۔ بس یہ اب واپس نہیں آسکتا تو کہتے ہیں کہ شیطان نے مجھے نادم کیا اور کہا کہ تیرا برا ہو یہ تو نے کیا کیا! تو نے محمدؐ کے حصے کا دودھ پی لیا ہے۔ وہ تشریف لائیں گے اور اسے نہ پائیں گے تو وہ تیرے خلاف دعا کریں گے اور تُو ہلاک ہو جائے گا اور تیری دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ شیطان نے ندامت کیوں کی؟ حضرت مقدادؓ نے یہ فقرہ کیوں بولا؟ اس لیے کہ شیطان نے یہ وسوسہ آپ کے دل میں ڈالا کہ آنحضرت ﷺ آپ کے لیے بددعا کریں گے حالانکہ آنحضرت ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ اس چھوٹی سی بات پر انہوں نے کیوں دعا کرنی تھی۔ تو یہ خیال بھی شیطانی تھا کہ آنحضرت ﷺ تمہارے لیے بددعا کریں گے۔ بہر حال کہتے ہیں یہ خیال میرے دل میں آیا کہ دعا کریں گے تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور دنیا و آخرت تباہ ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ میرے اوپر ایک چادر تھی جب میں اسے اپنے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر باہر رہ جاتا اور جب سر پر ڈالتا تو میرے پاؤں باہر نکل جاتے اور مجھے نیند نہ آتی تھی۔ میرے دونوں ساتھی تو سو گئے تھے۔ انہوں نے وہ نہیں کیا تھا جو میں نے کیا تھا یعنی وہ دودھ پی لیا تھا۔ کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ آپؐ نے السلام علیکم کہا جیسے کہا کرتے تھے۔ پھر مسجد گئے اور نماز پڑھی یعنی نفل پڑھے۔ پھر اپنے مشروب کی طرف آئے۔ دودھ کا جو گلاس رکھا ہوا تھا اس کی طرف آئے۔ اس کا ڈھکنا اٹھایا تو اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ کہتے ہیں میں جاگ رہا تھا۔ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ اب آپ میرے خلاف دعا کریں گے۔ یعنی مجھے بددعا دیں گے اور مَیں ہلاک ہو جاؤں گا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا کہ **اَللّٰھُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِيْ، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِيْ۔ یعنی اے اللہ! جو مجھے کھلائے اس کو تُو کھلا اور جو مجھے پلائے تُو اس کو پلا۔** کہتے ہیں کہ یہ سن کر

مَیں نے اپنی چادر لی۔ اپنے اوپر مضبوطی سے اسے باندھا۔ جاگ تو میں رہا تھا اور چھری لے کر باہر گیا کہ یہ جو باہر بکریاں کھڑی ہیں ان میں سے جو سب سے اچھی، موٹی، صحت مند بکری ہے اس کی طرف چل پڑا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذبح کروں۔ کہتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ ان سب کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے یعنی ساری بکریوں کے۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا ایک برتن لایا۔ ان کو خیال بھی نہ ہوتا تھا کہ اس میں دودھ دوہ کر اس کو بھریں گے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس میں دودھ دوہا یہاں تک کہ اس کے اوپر تک جھاگ آ گئی، برتن پورا بھر گیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگوں نے آج رات اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ وہ کہتے ہیں مَیں نے کہا یا رسول اللہ! یہ نہ پوچھیں آپؐ۔ آپؐ یہ دودھ پئیں۔ آپؐ نے پیا پھر مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اَور پئیں۔ آپؐ نے پھر پیا۔ پھر مجھے دے دیا۔ جب مجھے محسوس ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں، آپؐ کا پیٹ بھر گیا ہے۔ جتنی آپؐ کی خوراک تھی اتنا دودھ آپؐ نے پی لیا ہے اور یہ بھی مجھے خیال آیا کہ میں نے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بھی لے لی ہے۔ یہی دعا کی تھی ناں کہ اللہ جو مجھے پلائے اس کو پلا اور جو مجھے کھلائے اس کو کھلا۔

کہتے ہیں اب دودھ بھی پلا دیا تھا اور مَیں نے دعا بھی لے لی تو مَیں ہنس پڑا اور میں اتنا ہنسا کہ بے اختیار زمین پر جا رہا۔ یعنی یہاں تک کہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب آپؐ نے مجھے ہنستے دیکھا تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مقداد! تیری کوئی شرارت ہے۔ آپؐ نے فرمایا مجھے لگتا ہے تم نے کوئی شرارت کی ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ساتھ یوں ہوا ہے، اور مَیں نے یہ کیا تھا سارا قصہ سنا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ یہ بات تو نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تا کہ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا لیتے وہ بھی اس سے پیتے۔ رحمت سے حصہ پاتے۔ کہتے ہیں میں نے کہا اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جب آپؐ نے وہ رحمت پا لی اور آپؐ کے ساتھ مَیں نے بھی وہ رحمت پا لی تو اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ لوگوں میں سے کون اسے حاصل کرتا ہے۔ مجھے تو اپنی فکر تھی کیونکہ میں نے ہی وہ جرم کیا تھا۔[1076]

تمام غزوات میں شرکت

حضرت مقدادؓ نے غزواتِ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی تھی۔ حضرت مقداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیر اندازوں میں سے بیان کیے جاتے ہیں۔[1077]

حضرت مقدادؓ کا والہانہ پُرجوش خطاب

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ **غزوۂ بدر کے موقع پر میں نے مقداد بن اسودؓ کی بات کا ایک ایسا منظر دیکھا کہ اگر مجھ کو حاصل ہو جاتا تو مجھے وہ ان تمام نیکیوں سے عزیز تر ہوتا جو ثواب میں اس ایک**

منظر کے برابر ہو۔ کہتے ہیں ہوا یوں کہ مقداد نبی کریم ﷺ کے پاس آئے جبکہ آپؐ مشرکوں کے خلاف دعا کر رہے تھے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ یعنی جا تُو اور تیرا رب دونوں جا کر لڑو۔ نہیں بلکہ ہم تو آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے بائیں بھی اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ **میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ چمکنے لگا** اور مقداد کی اس بات نے آپؐ کو خوش کر دیا۔[1078]

ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے

سیرت خاتم النبیین میں جنگ بدر کے حوالے سے اس کی کچھ تفصیل اس طرح بیان ہوئی ہے کہ دشمن کی خبر پا کر جب آنحضرت ﷺ ان کے ارادے جاننے کے لیے اور اگر وہ حملہ کرتے ہیں تو ان کے حملے کو روکنے کے لیے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو رَوْحَاء کے قریب پہنچ کر آپؐ نے بَسِیْس اور عَدِی نامی دو صحابیوں کو دشمن کی حرکات و سکنات کا علم حاصل کرنے کے لیے بدر کی طرف روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ وہ بہت جلد خبر لے کر واپس آئیں۔ روحاء سے آگے روانہ ہو کر جب مسلمان وادیٔ صَفْرا کے ایک پہلو سے گزرتے ہوئے ذَفْرَان میں پہنچے، یہ بھی ایک جگہ کا نام ہے جو بدر سے صرف ایک منزل ورے ہے تو اطلاع موصول ہوئی کہ قافلے کی حفاظت کے لیے قریش کا ایک بڑا جرار لشکر مکہ سے آرہا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس پر تمام صحابہ کو جمع کر کے انہیں اس خبر سے اطلاع دی اور پھر ان سے مشورہ پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ظاہری اسباب کا خیال کرتے ہوئے تو یہی بہتر ہے کہ قافلہ سے سامنا ہو۔ ہم دیکھیں کہ جو تجارتی قافلہ جا رہا ہے ان کی نیت کیا ہے یا وہ کیا چاہتے ہیں؟ کیونکہ وہ لشکر اگر جنگ کے لیے آرہا ہے تو اس کے مقابلے کے لیے ہم ابھی پوری طرح تیار نہیں ہیں۔ مگر آپؐ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

مدینہ سے چلتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے اکثر صحابہؓ کو جو آپؐ کے ساتھ چلے تھے علم نہیں تھا کہ ہم جنگ کے لیے جارہے ہیں کیونکہ جنگ کی بھی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ بلکہ ان کو یہ تھا کہ ایک قافلہ ہے اس کو دیکھتے ہیں کہ ان کی نیت کیا ہے؟ اور پھر اگر انہوں نے کوئی حملہ کیا تو چھوٹا قافلہ ہو گا اس سے لڑلیں گے لیکن لشکر کا اور باقاعدہ جنگ کا تو مدینہ سے نکلتے ہوئے صحابہؓ کو خیال بھی نہیں تھا لیکن بہر حال جب آپؐ نے پوچھا تو بعض نے کہا کہ لشکر کا مقابلہ تو ہم کر نہیں سکتے اس لیے ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔ آپؐ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

دوسری طرف اکابر صحابہ نے یہ مشورہ سنا تو اٹھ اٹھ کر جاں نثارانہ تقریریں کیں اور عرض کیا کہ ہمارے جان و مال سب خدا کے ہیں۔ ہم ہر میدان میں ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ مقداد بن اسودؓ نے جن کا دوسرا نام مقداد بن عمروؓ بھی تھا جو اصل نام ہے۔ کہا یا رسول اللہ! ہم موسیٰؑ کے اصحاب کی

طرح نہیں ہیں کہ آپؐ کو یہ جواب دیں کہ جاتُو اور تیرا خدا جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؐ جہاں بھی چاہتے ہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ **ہم آپؐ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہو کر لڑیں گے۔** آپؐ نے یہ تقریر سنی تو آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی سے تمتمانے لگا مگر اس موقع پر بھی آپؐ انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ وہ بھی کچھ بولیں کیونکہ آپؐ کو یہ خیال تھا کہ شاید انصار یہ سمجھتے ہوں کہ بیعتِ عقبہ کے ماتحت ہمارا فرض صرف اس قدر ہے کہ اگر عین مدینہ پر کوئی حملہ ہو تو اس کا دفاع کریں۔ چنانچہ باوجود اس قسم کی جاں نثارانہ تقریروں کے جو مہاجر صحابہ نے کیں آپؐ یہی فرماتے گئے کہ اچھا پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جاوے۔ سعد بن معاذؓ جو اوس قبیلے کے رئیس تھے انہوں نے آپؐ کے منشا کو سمجھا اور انصار کی طرف سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! شاید آپؐ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں تو ہم نے اپنا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے تو پھر اب آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے **اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے** اور ہم میں سے ایک فرد بھی پیچھے نہیں رہے گا اور آپؐ ان شاء اللہ ہم کو لڑائی میں صابر پائیں گے اور ہم سے وہ بات دیکھیں گے جو آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گی۔ آپ ﷺ نے یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ سِيْرُوْا وَابْشِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ وَعَدَنِيْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَصَارِعِ الْقَوْمِ یعنی تو پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو اور خوش ہو کیونکہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ کفار کے ان دو گروہوں یعنی لشکر یا قافلہ جو ہے ان میں سے کسی ایک گروہ پر وہ ہم کو ضرور غلبہ دے گا اور **خدا کی قسم! میں گویا اس وقت وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہو ہو کر گریں گے۔**
1079

جنگ بدر میں کتنے گھوڑے تھے

پھر حضرت مقدادؓ کے بارے میں ایک یہ بھی آتا ہے کہ غزوۂ بدر میں اللہ کی راہ میں قتال کرنے والے **پہلے گھڑ سوار ہونے کا شرف آپؓ کو حاصل ہوا۔** ان کے گھوڑے کا نام سَبْحَہ تھا۔

ایک روایت کے مطابق غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے دو گھوڑوں کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن ہمارے پاس دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر بن عوامؓ کا تھا اور دوسرا حضرت مقداد بن اسودؓ کا۔ ابن ہشام کے مطابق غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں کے پاس تین گھوڑے تھے۔ حضرت مَرْثَد بن ابو مرثدؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام سَبَلْ تھا۔ حضرت مقداد بن عمروؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام بَعْزَجَہ تھا یا سَبْحَہ تھا اور حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس گھوڑا تھا جس کا نام يَعْسُوب تھا۔ 1080

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مختلف تاریخوں سے سیرت خاتم النبیین میں جو لکھا ہے اس

کے مطابق غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے تھے۔ بعض کتابوں میں جیسا کہ میں نے کہا ہے تین کا ذکر ملتا ہے۔ بعض میں پانچ کا ذکر بھی ملتا ہے۔[1081]

بہر حال یہ گھوڑے دو تھے یا تین تھے یا پانچ تھے لیکن یہ ثابت ہے کہ مسلمانوں کے جنگی سامان اور کافروں کے جنگی سامان میں کوئی نسبت ہی نہیں تھی اور کافروں کے سازو سامان کے مقابلے میں مسلمان نہتے ہی کہلا سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود دشمن کے مقابلے کے لیے جب کھڑے ہوئے تو جیسا کہ مہاجرین نے بھی اور انصار نے بھی آپؐ سے جو عہد کیا تھا اس کو پورا کر کے دکھایا۔

کلمہ پڑھنے والے کا مقام

حضرت مقداد بن عمرو کندی قبیلہ بنو زُھْرَہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! بتائیں اگر کفار میں سے کسی شخص سے میرا مقابلہ ہو جائے اور ہم دونوں لڑ پڑیں اور وہ میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ ڈالے اور پھر مجھ سے ایک درخت کی پناہ لے کر یہ کہے۔ پھر دوڑ جائے اور ایک درخت کے پیچھے چھپ جائے اور یہ کہے کہ میں اللہ کی خاطر مسلمان ہو گیا۔ یارسول اللہ! کیا اب میں اسے مار ڈالوں جب کہ اس نے ایسی بات کہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسے قتل نہ کرو۔ حضرت مقدادؓ نے کہا یارسول اللہ! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور پھر اس کے بعد ایسا کہا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے قتل نہ کرو کیونکہ اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے اُس درجے پر ہو جائے گا جو تم کو اُس کے قتل کرنے سے پہلے حاصل تھا یعنی ایمان کا درجہ اور تم اس کے درجے پر ہو جاؤ گے جو اس کو اس کے کلمہ کے کہنے سے پہلے حاصل تھا یعنی کافر ہونے کی حالت میں جس کو اس نے کہا تھا۔[1082]

تو یہ قیاسی بات آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کی کہ اس طرح ہو کہ اس نے میرا ہاتھ بھی کاٹ دیا ہو پھر درخت کے پیچھے چھپ کے وہ کلمہ پڑھ لے اور اللہ کی خاطر کہے میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا میں بدلہ لوں؟ آپؐ نے کہا نہیں۔ اگر لو گے تو وہ کافر مومن ہو گا اور تم ایمان کے باوجود اس کافر کی جگہ کھڑے ہو گے۔

یہ ہے کلمہ پڑھنے والے کا مقام جو آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا اور آج کل کے علماء کہلانے والے اور اسلامی حکومتیں ان کے یہ عمل دیکھیں۔ کاش یہ خود دیکھیں کہ اس حدیث کے مطابق وہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔ مومن کے مقام پر یا کافر کے مقام پر؟

آنحضرت ﷺ کے اونٹ قبیلہ بنو غِفَّار کے ایک چرواہے کی نگرانی میں مدینے سے باہر چر رہے تھے اور اس چرواہے کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ بنو فَزَارَہ کے عُیَیْنَہ بن حِصْن نے بنو غَطَفَان کے کچھ گھڑ سواروں کے ساتھ مل کر حملہ کیا اور چرواہے کو مار ڈالا اور اس کی بیوی اور اونٹوں کو ساتھ لے گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کو سب سے پہلے ان لوگوں کا علم ہوا۔ ان کے ساتھ حضرت طَلْحہ بن عُبید اللہ کا غلام گھوڑا لے کر نکلا۔ جب حضرت سلمہؓ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع، اس وادی کے نام کے بارے میں مختلف رائے ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ مدینے سے باہر وہ مقام تھا جہاں مکہ کی طرف جانے والے لوگوں کو وداع کیا جاتا تھا جبکہ دوسرے قول کے مطابق یہ ملک شام کی جانب مدینہ سے باہر ایک مقام ہے اور غزوۂ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ نے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا یہاں استقبال کیا تھا اور آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس جگہ سے بعض سرایا کو وداع فرمایا تھا۔ بہر حال یہ جب وہاں پہنچے تو انہوں نے عُیَیْنَہ اور اس کے ساتھی کو دیکھ لیا اور مدینہ کے قریب سَلَعْ پہاڑی پر چڑھ کر مدد کے لیے پکارا جانے والا کلمہ بلند آواز سے کہا، لوگوں کو آواز دی اور کہا کہ یَا صَبَاحَاہْ! پھر حضرت سلمہؓ تیر برساتے ہوئے ان کے پیچھے دوڑ پڑے اور ان کے رخ موڑ دیے۔ حضرت سَلَمہ ؓ کی مدد کی پکار سن کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینے میں اعلان کروایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلو تو فوراً گھڑ سوار آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں آنے شروع ہو گئے اور ان میں سب سے پہلے جو لبیک کہتے ہوئے آئے وہ حضرت مقدادؓ تھے۔[1083]

مکہ کی طرف ایک خفیہ خط اور.........

آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جب مکے پر چڑھائی کرنے کی تیاری فرمائی تو اس مہم کو بہت پوشیدہ رکھا گیا اور باوجود اس کے کہ صحابہ اس مہم کی تیاری کر رہے تھے لیکن یہ عام نہیں تھا کہ مکے کی طرف جانا ہے۔ اس موقعے پر ایک بدری صحابی حضرت حاطِب بن بَلْتَعہ ؓ نے اپنی سادگی اور نادانی میں مکہ سے آئی ہوئی ایک عورت کے ہاتھ **ایک خفیہ خط مکہ روانہ کر دیا جس میں مکہ پر حملہ کرنے کی ساری تیاریوں کا ذکر کر دیا**۔ وہ عورت خط لے کر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کی خبر دے دی۔

چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علیؓ کو دو تین افراد کے ساتھ جن میں حضرت مقداد بھی شامل تھے اس عورت کا پیچھا کرنے اور وہ خط لینے کے لیے روانہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے، زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ رَوْضَۃ خَاخ جاؤ۔ وہاں ایک شتر سوار عورت ہے۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ اس سے وہ لے لو۔ چنانچہ ہم چل پڑے۔ ہمارے گھوڑے ہمیں لے کر سرپٹ دوڑے۔ ہم اس عورت کے پاس پہنچے تو ہم نے کہا کہ خط نکالو۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا کہ تم ضرور خط نکالو گی یا تمہیں اپنے کپڑے اتارنے پڑیں گے۔ اس نے وہ اپنے بالوں کے جُوڑے سے نکالا تو ہم اس خط کو لے کر رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان صحابی نے کافروں کے نام لکھا تھا۔ لکھا تو اپنی معصومیت کی وجہ سے تھا لیکن بہر حال یہ معاملہ کیونکہ کچھ خفیہ تھا تو اس پہ یہ سب کچھ راز فاش ہو جانا تھا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے خبر دی اور یہ خط واپس آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پہنچ گیا۔[1084]

موسیٰ بن یعقوب اپنی پھوپھی سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کو خیبر کی پیداوار میں سے پندرہ وسق جَو سالانہ عطا فرمایا تھا جو اندازاً سوا چھپن من جَو سالانہ بنتا ہے وہ ہم نے معاویہ بن ابوسفیان کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا تھا۔[1085]

یہ سالانہ مستقل آمد تھی اور ہو سکتا ہے کہ چند سالوں کی پیداوار یا مستقل پیداوار فروخت کی ہو کیونکہ صرف چھپن من کی تو اتنی زیادہ قیمت نہیں ہو سکتی۔

جنگ یرموک میں بھی حضرت مقدادؓ نے شرکت کی تھی اور اس جنگ میں قاری حضرت مقداد تھے۔ **رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے بعد یہ سنت جاری فرمائی تھی کہ جنگ کے وقت سورۂ انفال کی تلاوت کی جاتی تھی۔** آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی لوگ اس بات پر عمل کرتے رہے۔[1086]

ہمارے سب افسروں کو بھی ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے

رسول اللہ ﷺ نے ایک سَریہ بھیجا تھا **اس پر حضرت مقدادؓ کو امیر بنایا تھا۔** جب وہ واپس آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ اے ابومعبد! تُو نے امارت کے منصب کو کیسا پایا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں جب نکلا تو میری یہ حالت ہوئی کہ میں دوسرے لوگوں کو اپنا غلام تصور کر رہا تھا۔

اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابومعبد! امارت اسی طرح ہے سوائے اس کے کہ جسے اللہ تعالیٰ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ مقدادؓ نے عرض کیا کوئی شک نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے! میں دو آدمیوں پر بھی نگران بننا پسند نہ کروں گا۔[1087]

مجھے یہ ایک تجربہ ہوا اور اس میں مَیں نے دیکھا کہ مجھے یوں لگا کہ سب میرے غلام ہیں تو مَیں اس کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مجھے تو یہ پسند ہی نہیں کہ کبھی کسی دو آدمیوں کا بھی نگران بنوں۔ یہ تقویٰ کا معیار تھا ان لوگوں کا کہ افسر بننے سے تکبّر پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ دو آدمی بھی میرے ماتحت ہوں۔

پس ہمارے سب افسروں کو بھی ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو خواہش نہیں کرنی اور جب افسر بنایا جائے، عہدہ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے اس عہدے کے شر سے بچنے کی دعا بھی مانگنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کبھی تکبر پیدا نہ کرے اور اس کا فضل مانگنا چاہیے۔

حضرت مقدادؓ حمص کے محاصرے میں حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ کے ساتھ تھے۔[1088]

حضرت مقدادؓ نے مصر کی فتح میں بھی حصہ لیا۔[1089]

ایک افسر دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر

20 ہجری میں جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور حضرت عمرو بن عاصؓ امیر عسکر نے دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی تو **حضرت عمرؓ نے دس ہزار سپاہی اور چار افسر جن میں سے ایک حضرت مقدادؓ بھی**

تھے ان کی مدد کے لیے روانہ فرمائے اور لکھا کہ ان افسروں میں سے ہر ایک دشمن کے ایک ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ درحقیقت اس کمک کے پہنچتے ہی جنگ کی حالت بدل گئی اور نہایت قلیل عرصے میں تمام سرزمین جو فرعون کی زمین تھی توحید کا ورثہ بن گئی۔[1090]

جُبَیر بن نُفَیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقداد بن اسودؓ ہمارے پاس کسی کام سے تشریف لائے تو ہم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے۔ آپ تشریف رکھیں یہاں تک کہ ہم آپ کا کام کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ قوم کی حالت پر تعجب آتا ہے۔ ابھی جب آئے تو کہا میں ان لوگوں کے پاس سے گزرا، کچھ لوگوں کے پاس گزرا تو وہ فتنے کی تمنا کر رہے تھے۔ وہ گمان کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ویسے ہی آزمائے گا جیسے اس نے اپنے رسول ﷺ اور اس کے صحابہ کو آزمایا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خوش بخت وہ ہے جو فتنوں سے بچایا گیا۔ یہ بات آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ دہرائی اور آپ نے فرمایا کہ اگر ابتلا آجائے تو پھر صبر ہے۔[1091]

کہ فتنوں کی یعنی کسی آزمائش کی اور سختی کی دعا نہیں کرنی چاہیے، نہ خواہش کرنی چاہیے لیکن اگر ابتلا آجائے، امتحان آجائے تو پھر اس پہ صبر دکھانا چاہیے اور پھر ثابت قدمی دکھانی چاہیے نہ یہ کہ پھر بزدلی دکھائی جائے۔ حضرت مقداد کا جسم بھاری بھر کم تھا لیکن اس کے باوجود جہاد کے لیے نکلتے تھے۔

ایک دفعہ کسی سنار کے صندوق کے پاس بیٹھے تھے تو حضرت مقداد صندوق سے بھی بڑے نظر آ رہے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد سے معذور فرمایا ہے۔ کافی جسیم ہیں اور جیسا کہ ان کی بیٹی نے بتایا ہے کہ پیٹ بڑا تھا۔

حضرت مقداد نے جواب دیا کہ مجھ پر سورہ بَحُوث۔ (بَحُوث سورہ توبہ کا بھی دوسرا نام ہے کیونکہ اس سورت میں منافقین اور ان کے رازوں کو کھولا گیا ہے) کہتے ہیں مجھے اس سورت نے لازم قرار دیا ہے کہ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبہ:41) کہ جہاد کے لیے نکلو خواہ ہلکے ہو یا بھاری ہو۔[1092]

حضرت مصلح موعودؓ نے خِفَافًا وَّثِقَالًا کی وضاحت یوں بیان فرمائی ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں اور کسی قسم کی مشکل ان کے رستے میں نہیں آنی چاہیے۔

خِفَافًا وَّثِقَالًا کے کئی معنی ہیں تم بوڑھے ہو یا جوان ہو فرد، افراد یا گروہوں میں سے ہو۔ پیدل ہو یا سوار ہو۔ تمہارے پاس ہتھیار کافی ہیں یا نہیں ہیں۔ خوراک کافی ہے یا نہیں ہے۔[1093]

حضرت مقدادؓ نے اس آیت سے کیونکہ کئی معنی ہیں اس کے جسم کا ہلکا ہونا اور بھاری ہونا مراد لے کر اپنے شوقِ جہاد کا بھی اظہار کیا۔

وفات

حضرت مقدادؓ کا پیٹ بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ ان کا ایک رومی غلام تھا وہ ان سے کہنے لگا کہ میں آپ کے پیٹ کو کاٹ کر چربی نکال دوں گا (اس زمانے میں جو بھی آپریشن کا طریقہ تھا) اس سے وہ ہلکا ہو جائے گا۔ آج کل بھی لوگ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے حضرت مقدادؓ کا پیٹ چاک کیا اور چربی نکال کر دوبارہ سی دیا۔ لیکن اس وجہ سے حضرت مقدادؓ کی وفات ہو گئی۔ کوئی انفیکشن وغیرہ ہو گیا۔ ٹھیک نہیں ہو سکے۔ بہر حال وہ غلام یہ دیکھ کے پھر وہاں سے بھاگ گیا۔[1094]

لیکن ایک اور روایت بھی ہے اس کے مطابق حضرت مقدادؓ کی وفات دُهْنُ الْخِرْوَعِ یعنی کیسٹر آئل پینے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ یہ ابو فائد نے روایت کیا ہے۔ حضرت مقدادؓ کی بیٹی کریمہ کہتی ہیں کہ حضرت مقدادؓ کی وفات مدینے سے تین میل کے فاصلے پر جُرُف مقام پر ہوئی۔ وہاں سے ان کی نعش کو لوگوں کے کندھوں پر اٹھا کر مدینے لایا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ تینتیس ہجری میں حضرت مقدادؓ کی وفات ہوئی تھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ستر سال یا اس کے قریب تھی۔[1095]

اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے

اِبنِ بُرَیْدَہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے چار سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا (ابن ماجہ کی روایت ہے)۔ مختلف وقتوں میں مختلف ہے۔ بہر حال یہ روایت یہی ہے۔ کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ علیؓ ان میں سے ہیں، یہ آپؐ نے تین بار فرمایا اور پھر ابوذرؓ، پھر سلمانؓ اور مقدادؓ ہیں۔[1096]

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ **نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو سات سات نجیب رفقاء دیے گئے** ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ یا آپؐ نے رفقاء کے بجائے نگران کا لفظ استعمال فرمایا تھا لیکن مجھے چودہ عطا کیے گئے ہیں ہم نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں تو حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک تو مَیں ہوں یعنی حضرت علیؓ میرے دو بیٹے حسنؓ اور حسینؓ، جعفرؓ، حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمانؓ، عمارؓ، مقدادؓ، حذیفہؓ، ابوذرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ۔ یہ سنن ترمذی کی روایت ہے۔[1097]

قرآن کریم کی سورۃ انعام کی آیت ہے کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانعام:53) اور تو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی۔ تیرے ذمہ ان کا کچھ بھی حساب نہیں اور نہ ہی تیرا کچھ حساب ان کے ذمہ ہے۔ پس اگر پھر بھی تو انہیں دھتکار دے گا تو تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

حضرت سعد اس آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ یہ بھی ابن ماجہ کی روایت ہے کہ یہ آیت چھ اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی کہ میں خود یعنی حضرت سعدؓ، ابن مسعودؓ، صہیبؓ، عمارؓ، مقدادؓ اور بلالؓ۔

حضرت سعدؓ نے کہا کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ ان لوگوں کے تابع ہوں۔ پس تُو انہیں اپنے پاس سے دھتکار دے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ کے دل میں وہ بات داخل ہوئی جو اللہ نے چاہا کہ داخل ہو تو اللہ عزّوجل نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام:53) اور تُو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی۔[1098]

بہرحال اس آیت کی وجہ جو بھی تھی لیکن یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہی جواب دیا۔

ایک روایت کے مطابق **حضرت مقدادؓ پہلے صحابی تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑے پر لڑائی میں حصہ لیا۔**[1099]

یہ بھی تھوڑا سا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت مقدادؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک روز قضائے حاجت کے لیے بقیع کی طرف گئے جو قبرستان ہے۔ لوگ اس وقت دو تین روز بعد قضائے حاجت کے لیے جایا کرتے تھے اور وہ قضائے حاجت کے لیے ایک ویرانے میں داخل ہوئے اور اس دوران میں کیونکہ کھانا بہت کم ہوتا تھا اور کہتے ہیں کہ پاخانہ بھی اونٹ کی مینگنیوں کی طرح ہوتا تھا اور اس دوران میں قضائے حاجت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے ایک چوہا دیکھا جس نے بِل میں سے ایک دینار نکالا۔ پھر اندر گیا اور ایک اَور دینار نکالا حتی کہ اس نے سترہ دینار نکالے۔ اس کے بعد ایک سرخ رنگ کا کپڑا نکالا۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کپڑے کو کھینچا تو اس میں ایک دینار پایا اس طرح اٹھارہ دینار ہو گئے۔ پھر میں ان کو لے کر نکلا اور انہیں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کو ساری بات بتائی اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس کا صدقہ لے لیجیے۔ آپؐ نے فرمایا اس کا کوئی صدقہ نہیں ہے۔ انہیں لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ان میں تمہارے لیے برکت ڈال دے۔ پھر آپؐ نے فرمایا شاید تم نے اس سوراخ میں ہاتھ ڈالا ہو گا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ذریعہ عزت بخشی ہے! کہ میں نے ہاتھ نہیں ڈالا تھا بلکہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے میرے لیے انتظام کر دیا۔[1100]

جُبَیر بن نُفَیر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت مقدادؓ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی گزرا **اور اس نے کہا کیا ہی مبارک آنکھیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم بھی دیکھتے جو آپؓ نے دیکھا ہے۔ صحابہ کی طرف اشارہ کر** کے کہا کہ جو آپ لوگوں نے دیکھا ہے اور ہم بھی اس کا مشاہدہ کرتے جس کا آپ نے مشاہدہ کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت مقدادؓ غصہ میں آ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ اس شخص نے تو محض خیر کی بات کی ہے۔ حضرت مقدادؓ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ اس شخص کو

کون سی چیز اس زمانے میں حاضر ہونے کی تمنا پر مجبور کر رہی ہے جس سے اللہ نے اسے غائب رکھا۔ پھر کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اگر یہ اس وقت ہوتا تو کس مقام پر ہوتا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا زمانہ تو ایسے لوگوں نے بھی پایا جنہیں اللہ نے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا کیونکہ انہوں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو نہ مانا اور نہ ہی آپؐ کی تصدیق کی۔ اب یہ جو کہہ رہا ہے کہ کیا پتا اس وقت اس کی قسمت میں کیا تھا۔ اگر تصدیق نہ کرتا تو پھر دوزخ میں جاتا۔

پھر آگے کہنے لگے کہ تم اللہ کی حمد کیوں نہیں کرتے کہ اس نے تمہیں ایسے وقت میں پیدا کیا جس میں تم صرف اپنے رب کو پہچاننے والے ہو۔ کسی قسم کا شرک نہیں کرتے۔ اپنے رب کو پہچانتے ہو۔ رسولؐ پر ایمان لاتے ہو اور اپنے نبیؐ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنے والے ہو اور اللہ نے دوسروں کے ذریعہ تمہیں آزمائشوں سے بچا لیا۔ پہلے لوگ تھے یا اس زمانے کے دوسرے لوگ تھے آزمائشوں میں سے گزرے۔ تمہیں اللہ نے ان آزمائشوں سے بچا لیا ہے۔ تم اس پر خدا کا شکر ادا کرو۔ پھر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو جاہلیت کے زمانے میں بھیجا اور فترۃ وحی کے زمانے میں جو کسی بھی نبی کی بعثت کے زمانے سے سب سے زیادہ سخت زمانہ تھا یعنی وہ زمانہ جب ایک لمبا عرصہ کے بعد نزول ہوا۔ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے درمیان جو وقفہ ہے اس میں وحی نہیں ہوتی یا اس سے ایک لمبا عرصہ تھا جو ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان کا ہوتا ہے اور اس میں انبیاء کی وحی نہیں ہوتی۔ اس لفظ کو فترۃ کہتے ہیں۔ تو کہتے ہیں جو لمبا عرصہ تھا جس میں وحی نہیں ہوئی یا آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مبعوث نہیں ہوئے وہ زمانہ بڑا لمبا تھا جس میں شرک بھی پھیل گیا۔ پھر آپؓ نے کہا کہ یہ بڑا سخت زمانہ تھا۔ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اس سے افضل کسی کو نہیں مانتے تھے۔ پھر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فرقان کے ساتھ مبعوث ہوئے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا اور والد اور بیٹے کے درمیان فرق کر دیا حتیٰ کہ ایک آدمی اپنے والد، بیٹے یا بھائی کو کافر سمجھتا تھا جبکہ اللہ نے اس کے دل کا تالا ایمان کے لیے کھول دیا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ کفر کی حالت میں مر گیا تو دوزخ میں جائے گا۔ اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوتی تھیں جب اسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا محبوب جہنم میں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام جو انہوں نے قبول کر لیا اور آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو مان لیا تو وہ اپنے رشتہ داروں کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور پتا تھا کہ قبول نہیں کریں گے۔ اگر مخالفت کریں گے تو جہنم میں جائیں گے اور اس کے لیے پھر کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (الفرقان:75) کہ اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔ [1101]

تو پس یہ دعا ہے جو ہمیشہ کرنی چاہیے تاکہ نسلوں میں بھی دین قائم رہے۔ اور اللہ کا جو فضل ہوا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی جو اونچی آواز میں تلاوت کر رہا تھا تو **آپ ﷺ نے فرمایا یہ خشیت الٰہی رکھنے والا انسان ہے۔** وہ حضرت مقداد بن عمروؓ تھے۔[1102]

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنحضرت ﷺ کی امت میں ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے اندر خشیت بھی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔[1103]

298

حضرت ملیل بن وبرہؓ

حضرت مُلَیِّل بن وَبَرَة۔ ان کے نام کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں۔ ابن اسحاق اور ابو نعیم نے ان کا نام مُلَیِّل بن وَبَرَة بن عبد الکریم بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ جبکہ ابو عمر اور کلبی نے مُلَیِّل بن وَبَرَة بن خالد بن عجلان بیان کیا ہے۔ عبد الکریم بیچ میں سے نکل گیا۔ آپ کا تعلق خزرج کی شاخ بنو عجلان سے تھا۔ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں یہ شریک ہوئے۔[1104]

آپ کی اولاد میں زید اور حبیبہ تھیں جن کی والدہ اُمّ زید بنت نَضْلَہ بن مالک تھیں۔ حضرت مُلَیِّل کی اولاد آگے نہیں چلی۔[1105]

آپ کو ابنِ خالد بن عجلان کہا جاتا تھا۔[1106]

ایک روایت میں لکھا گیا ہے کہ آپ غزوہ بدر اور باقی تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔[1107]

299

حضرت منذر بن عمرو بن خنیسؓ

نام و نسب

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو بن خُنَیْس۔ ان کا لقب تھا مُعْنِقٌ لِیَمُوْتَ یا مُعْنِقٌ لِلْمَوْتِ یعنی آگے بڑھ کر موت کو گلے لگانے والا۔ ان کا نام مُنْذِر اور والد کا نام عَمْرو تھا۔ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو ساعدہ سے تھے۔ **بیعتِ عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔** آنحضرت ﷺ نے حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کو

اور حضرت سعد بن عُبَادۃ کو ان کے قبیلہ بنو ساعدہ کا نقیب مقرر فرمایا تھا یعنی سر دار مقرر کیا تھا یا نگران مقرر کیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت مُنْذِر پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد آنحضور ﷺ نے حضرت مُنْذِر اور حضرت طُلَیب بن عُمَیر کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ آپ غزوۂ بدر میں یعنی حضرت مُنْذِر غزوہ بدر میں اور احد میں بھی شریک ہوئے۔[1108]

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کے بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ:۔ "قبیلہ خزرج کے خاندان بنو ساعِدہ سے تھے اور ایک صوفی مزاج آدمی تھے۔ بئرِ معونہ میں شہید ہوئے۔"[1109]

بئرِ معونہ کی تفصیل پہلے صحابہ کے ذکر میں بھی آچکی ہے۔ کچھ حصہ حضرت مُنْذِر بن عَمْرو کے حوالے سے بھی خلاصۃً یہاں بیان کر دیتا ہوں جو سیرت خاتم النبیینؐ میں سے ہی ہے۔

قبائل سُلَیم اور غَطَفَان یہ قبائل عرب کے وسط میں سطح مرتفع نجد پر آباد تھے اور مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے۔ آپس میں ان کی مکہ کے قریش کے ساتھ ساز باز تھی کہ کس طرح اسلام کو ختم کیا جائے اور آہستہ آہستہ ان شریر قبائل کی شرارت بڑھتی جاتی تھی اور سارا سطح مرتفع نجد اسلام کی عداوت کے زہر کی لپیٹ میں آتا چلا جارہا تھا اور اس کا اثر ہو رہا تھا۔ چنانچہ ان ایام میں ایک شخص ابو بَرَاء عَامِرِی جو وسط عرب کے قبائل بنو عَامِر کا ایک رئیس تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا، پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ بڑی نرمی سے آپؐ نے اسے اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اس نے بھی بظاہر بڑے شوق سے تبلیغ سنی مگر مسلمان نہیں ہوا۔ پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ساتھ آپؐ چند اصحاب نجد کی طرف روانہ کریں جو وہاں جا کر اہل نجد میں اسلام کی تبلیغ کریں اور پھر ساتھ یہ بھی کہنے لگا کہ مجھے امید ہے کہ نجدی لوگ آپ کی دعوت کو ردّ نہیں کریں گے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تو اہل نجد پر اعتماد نہیں ہے۔ اَبُو بَرَاء کہنے لگا کہ آپؐ ہرگز فکر نہ کریں۔ جو لوگ میرے ساتھ جائیں گے مَیں ان کی حفاظت کا ضامن ہوں۔ چونکہ ابو بَرَاء ایک قبیلے کا رئیس اور صاحبِ اثر آدمی تھا آپؐ نے اس کے اطمینان دلانے پر یقین کر لیا اور صحابہ کی ایک جماعت نجد کی طرف روانہ فرما دی۔

حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ یہ تاریخ کی روایت ہے لیکن بخاری کی روایت میں آتا ہے کہ قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ جو مشہور قبیلہ بنو سُلَیم کی شاخ تھے ان کے چند لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری قوم میں سے جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں ان کے خلاف ہماری امداد کریں۔ یہ تشریح نہیں تھی کہ کس قسم کی امداد ہے آیا فوجی ہے یا تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال انہوں نے درخواست کی کہ چند آدمی اس کے لئے روانہ کئے جائیں جس پر آپ ﷺ نے یہ دستہ روانہ فرمایا جس کا ذکر ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ بدقسمتی سے بئرِ معونہ کی تفصیلات میں بخاری کی روایات میں بھی کچھ خلط واقع ہو گیا۔ دو واقعات کی کچھ روایتیں آپس

میں اکٹھی مل گئی ہیں۔ اس لئے تاریخ سے اور بخاری کی روایات سے صحیح طرح پتہ نہیں لگتا کہ حقیقت کیا ہے؟ جس کی وجہ سے حقیقت پوری طرح متعین نہیں ہو سکتی؟ لیکن بہر حال انہوں نے اس کا حل بھی نکالا ہے فرماتے ہیں کہ بہر حال اس قدر یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر قبائل رِعْل اور ذَکْوَان وغیرہ کے لوگ بھی آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے یہ درخواست کی تھی کہ چند صحابہ ان کے ساتھ بھجوائے جائیں۔ آپؓ نے یہ لکھا ہے کہ اگر ایک دو روایتیں مختلف ہیں اور اگر ان کی آپس میں مطابقت کرنی ہے کہ ایک دوسرے سے ان کا کیا تعلق ہے یا کس طرح اس کی تطبیق کی جاسکتی ہے تو فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کی مطابقت کی یہ صورت اس طرح ہو سکتی ہے کہ رِعل اور ذکوان کے لوگوں کے ساتھ ابوبَرَاء عَامِری رئیس قبیلہ عَامِر بھی آیا ہو۔ اس نے ان کی طرف سے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ساتھ بات کی ہو۔

چنانچہ تاریخی روایت کے مطابق آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ مجھے اہل نجد کی طرف سے اطمینان نہیں ہے اور پھر اس کا یہ جواب دینا کہ آپؐ کوئی فکر نہ کریں۔ مَیں اس کا ضامن ہوتا ہوں کہ آپؐ کے صحابہ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ابو بَرَاء کے ساتھ رِعل اور ذکوان کے لوگ بھی آئے تھے جن کی وجہ سے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فکر مند تھے۔

بہر حال آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے صفر 4 ہجری میں مُنْذِر بن عَمْرو اَنْصَارِی کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے، تعداد میں ستر تھے۔ قریباً سارے کے سارے قاری اور قرآن خواں تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئرِ معونہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن مِلْحَان ؓ جو انس بن مالکؓ کے ماموں تھے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی طرف سے دعوت اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عَامِر کے رئیس اور ابو بَرَاء عامری جس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس گئے اور باقی صحابہ پیچھے رہے۔ جب حَرَام بن مِلْحَان آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر آؤ بھگت کی لیکن پھر جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگ گئے تو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے پیچھے سے حملہ کر کے ان کو نیزہ مار کر وہیں شہید کر دیا۔ اس وقت حَرَام بن مِلْحَان کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ! فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ یعنی اللہ اکبر! کعبہ کے رب کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچا۔ عامر بن طفیل نے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عَامِر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ آور ہو جائیں مگر انہوں نے جیسا کہ ذکر ہوا اس کا انکار کیا لیکن جو زائد بات ہے اور یہاں ہوئی ہے۔ انہوں نے یہ کہا کہ ہم ابو بَراء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پہ حملہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ابو بَرَاء نے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں ان کا ضامن ہوں۔ تو اس قبیلے نے کہا کہ جب وہ ضامن ہو گیا تو ہم حملہ نہیں کریں گے۔

اس پر عَامِر نے سُلَیم میں سے بنو رِعْل اور ذَکْوَان اور عُصیہ وغیرہ کو جو دوسرا قبیلہ تھا اور جو بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفد بن کر آئے تھے، اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرض نہیں۔ ہم لڑنے تو آئے نہیں ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور تم سے بالکل لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو شہید کر دیا۔[1110]

تاریخ میں آتا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے بئرِ معونہ کے شہداء کے بارے میں خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنْذِر بن عَمْرو کے بارے میں فرمایا جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے کہ اَعْنَقَ لِیَمُوْتَ۔ یعنی حضرت مُنْذِر بن عَمْرو نے یہ جانتے ہوئے کہ اب شہادت ہی مقدر ہے اپنے ساتھیوں کی طرح اسی جگہ لڑتے ہوئے شہادت کو قبول کر لیا اس وجہ سے آپ مُعْنِق لِیَمُوْتَ یا مُعْنِقُ لِلْمَوْتِ کے لقب سے مشہور تھے۔[1111]

حضرت مُنْذِر بن عَمْرو سے ان لوگوں نے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امن دے دیں گے لیکن حضرت مُنْذِر نے ان کی امان لینے سے انکار کر دیا۔[1112]

حضرت سہلؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اَبُو اُسَیْد کے ہاں ان کے بیٹے مُنْذِر بن اَبِی اُسَیْد پیدا ہوئے تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی ران پر بٹھا لیا۔ اس وقت حضرت اَبُو اُسَیْد بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول ہو گئے۔ حضرت اَبُو اُسَیْد نے اشارہ کیا تو لوگ مُنْذِر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر سے اٹھا کر لے گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کام سے فراغت ہوئی تو دریافت فرمایا کہ بچہ کہاں گیا؟ حضرت اَبُو اُسَیْد نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اس کو گھر بھیج دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کا نام کیا رکھا ہے؟ اَبُو اُسَیْد نے عرض کیا کہ فلاں نام رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کا نام مُنْذِر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اس بچے کا نام مُنْذِر رکھا۔ یہ وہ مُنْذِر نہیں ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

شارحین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بچے کا نام مُنْذِر رکھنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت ابو اُسَید کے چچا کا نام مُنْذِر بن عَمْرو تھا، وہی صحابی جن کا ذکر ہوا جو بئرِ معونہ میں شہید ہوئے۔ ابو اُسَید کے چچا کا نام تھا مُنْذِر بن عَمْرو۔ یہ ابو اُسَید کے چچا تھے جو بئرِ معونہ میں شہید ہوئے تھے۔ پس یہ نام تفاؤل کی وجہ سے رکھا گیا تھا کہ یہ بھی ان کے اچھے جانشین ثابت ہوں۔[1113]

یہ بھی وجہ ہو گی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اپنے پیاروں کے ناموں کو زندہ رکھنے کے لئے بھی ان کے قریبیوں کے نام ان کے نام پر رکھتے ہوں گے۔[1114]

300

حضرت منذر بن قدامہؓ

پھر حضرت منذر بن قدامہ ایک صحابی تھے۔ حضرت منذر بن قدامہ کا تعلق قبیلہ بنو غنم سے تھا۔ انہوں نے غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شرکت کی۔ علامہ واقدی کے مطابق ان کو بنو قینقاع کے قیدیوں پر مقرر کیا گیا تھا۔[1115]

301

حضرت منذر بن محمدؓ

حضرت منذر بن محمد انصاری۔ حضرت منذر بن محمد کا تعلق قبیلہ بنو جَحْجَبَا سے تھا۔ مدینہ تشریف لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت منذر بن محمد اور طفیل بن حارث کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔[1116]

جب حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اور حضرت ابو سَبْرَہ بِن اَبِی رُھْم مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت مُنذر بن محمد کے گھر قیام کیا۔[1117]

شہادت

حضرت منذر نے غزوہ بدر اور اُحد میں شرکت کی اور بئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔[1118]

بئر معونہ کا پہلے بھی ایک دو جگہ صحابہ کے واقعات میں ذکر ہو چکا ہے۔ دوبارہ اس حوالے سے مختصر ذکر کر دیتا ہوں۔ **حضرت منذر کی شہادت کی جو تفصیل** "سیرت خاتم النبیین" میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے لکھی ہے اس میں یہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفر 4ہجری میں منذر بن عمرو انصاری کی امارت میں صحابہ کی ایک پارٹی روانہ فرمائی۔ یہ لوگ عموماً انصار میں سے تھے۔ ان کی تعداد ستّر تھی۔ سارے کے سارے قاری تھے۔ یعنی قرآن خواں تھے۔ جو دن کے وقت جنگل سے لکڑیاں جمع کرتے، لکڑیاں بیچتے اور پھر اپنا پیٹ پالتے۔ رات کا بہت سا حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ جب یہ لوگ اس مقام پر پہنچے جو ایک کنوئیں کی وجہ سے بئر مَعُوْنَہ کے نام سے مشہور تھا تو ان میں سے ایک شخص حَرَام بن مِلْحَان جو انس بن مالک کے ماموں تھے آنحضرت ﷺ کی طرف سے دعوت اسلام کا پیغام لے کر قبیلہ عامر کے رئیس اور اَبُو بَرَاء عامر کے بھتیجے عامر بن طفیل کے پاس آگے گئے۔ باقی صحابہ پیچھے

رہے۔ جب حرام بن ملحان آنحضرت ﷺ کے ایلچی کے طور پر عامر بن طفیل اور ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے شروع میں تو منافقانہ طور پر بڑی آؤ بھگت کی لیکن جب وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور اسلام کا پیغام پہنچانے اور اسلام کی تبلیغ کرنے لگے تو ان میں سے بعض شریروں نے کسی آدمی کو اشارہ کیا اور اس نے اس بے گناہ ایلچی کو پیچھے کی طرف سے نیزے کا وار کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس وقت جب حرام بن مِلحان زخمی ہوئے تو ان کی زبان پر الفاظ تھے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ کہ اللہ اکبر رب کعبہ کی قسم! کہ مَیں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ عامر بن طفیل نے آنحضرت ﷺ کے ایلچی کے قتل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اپنے قبیلہ بنو عامر کے لوگوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کی بقیہ جماعت پر حملہ کریں مگر انہوں نے اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ ہم ابو بَراء کی ذمہ داری کے ہوتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ نہیں کریں گے اس پر عامر نے قبیلہ بنو سُلَیم میں سے بَنُو رِعْل اور ذکوان اور عُصَیَّہ وغیرہ کو (یعنی وہی لوگ جو بخاری کی حدیث کے مطابق آنحضرت ﷺ کے پاس وفد بن کر آئے تھے کہ ہمیں کچھ لوگ بھیجیں جو ہمیں تبلیغ کریں) اپنے ساتھ لیا اور یہ سب لوگ مسلمانوں کی اس قلیل اور بے بس جماعت پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمانوں نے جب ان وحشی درندوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ان سے کہا کہ ہمیں تم سے کوئی تعرّض نہیں ہے۔ ہم کوئی لڑائی کرنے نہیں آئے۔ ہم تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک کام کے لئے آئے ہیں اور ہم تم سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ان صحابیوں میں سے جو اس وقت موجود تھے صرف ایک شخص بچا جو پاؤں سے لنگڑا تھا اور پہاڑی کے اوپر چڑھ گیا ہوا تھا۔ ان صحابی کا نام کعب بن زید تھا۔ (ان کا ذکر ہو چکا ہے) بعض اَور روایات سے پتہ لگتا ہے کہ کفار نے اس پر بھی حملہ کیا تھا جس سے وہ زخمی ہوئے تھے اور کفار انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے مگر اصل میں ان میں جان باقی تھی اور وہ بعد میں بچ گئے۔

صحابہ کی اس جماعت میں سے دو شخص یعنی عَمرو بن اُمیّہ ضَمْرِی اور مُنذِر بن محمد اس وقت اونٹوں وغیرہ کے چرانے کے لئے اپنی جماعت سے الگ ہو کر اِدھر اُدھر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دُور سے اپنے ڈیرے کی طرف نظر ڈالی تو انہوں نے دیکھا کہ پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ ہوا میں اڑتے پھر رہے ہیں۔ وہ اس صحرائی اشارے کو خوب سمجھتے تھے۔ (جب ریت میں پرندے اس طرح جھنڈ کے جھنڈ پھر رہے ہوں تو مطلب ہوتا ہے کہ نیچے ان کے لئے کھانے کا کوئی انتظام ہے) وہ فوراً سمجھ گئے کہ کوئی لڑائی ہوئی ہے۔ واپس آئے اور دیکھا تو ظالم کفار کے کشت و خون کا کارنامہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ دور سے ہی یہ نظارہ دیکھ کر انہوں نے فوراً آپس میں مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایک نے کہا کہ ہمیں یہاں سے فوراً نکل جانا چاہئے اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت ﷺ کو اطلاع دینی چاہئے۔ مگر دوسرے نے اس رائے کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں تو اس جگہ سے بھاگ کر نہیں جاؤں گا۔ جہاں ہمارا امیر منذر بن عمرو شہید ہوا ہے وہیں ہم لڑیں گے۔ چنانچہ وہ بھی آگے بڑھے اور لڑ کر شہید ہوئے۔[1119]

یعنی منذر بن محمد جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے جب وہ آئے تو انہوں نے بھی دشمنوں کا مقابلہ

کیا اور وہیں شہید ہوئے۔ اس طرح ان کی شہادت 4 ہجری میں ہوئی۔[1120]

302

حضرت مہجع ؓ

غزوۂ بدر کے سب سے پہلے شہید

حضرت مہجع جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے۔ ان کے والد کا نام صالح تھا۔ **غزوۂ بدر میں یہ سب سے پہلے شہید تھے۔** ان کا تعلق یمن سے تھا۔ شروع میں قیدی ہونے کی حالت میں یہ حضرت عمرؓ کے پاس لائے گئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ نے احسان کرتے ہوئے ان کو آزاد کر دیا۔ **آپ اوّل المہاجرین میں سے تھے۔** غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ آپ اسلامی لشکر کے سب سے پہلے شہید تھے۔ دو صفوں کے درمیان تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کو لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ عامر بن حضرمی نے آپ کو شہید کیا تھا، اس کا تیر لگا تھا۔ حضرت سعید بن مسیّب کی روایت ہے کہ حضرت مہجع شہید ہوئے تو آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ **انا مہجع و الی ربی ارجع۔ کہ میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں۔** حضرت مہجع ان لوگوں میں شامل تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الانعام:53) اور تو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی پکارتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں مندرجہ ذیل اصحاب بھی شامل تھے۔ حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت خبابؓ، حضرت عتبہؓ بن غزوان، حضرت اوسؓ بن خولی، حضرت عامرؓ بن فہیرۃ۔[1121]

اس کا مطلب یہ نہیں ہے نعوذ باللہ کہ یہ جو آیت نازل ہوئی تھی کہ آنحضرت ﷺ غریبوں کو دھتکارتے تھے۔ آپ کا پیار اور عزت اور احترام اور شفقت غریبوں کے لئے بے مثال اور غیر معمولی تھی جس کا ہمیں حدیثوں سے بھی، ان غرباء کے اپنے حوالوں سے بھی پتہ لگتا ہے۔ اس آیت میں اصل میں تو ان امیر لوگوں اور بڑے لوگوں کو جواب ہے جو یہ چاہتے تھے کہ ہمیں زیادہ عزت اور احترام دیا جائے اس پہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میں نے تو رسول کو یہ کہا ہوا ہے اور یہ حکم ہے کہ غریب لوگ جو ذکر اور عبادت میں بڑھے ہوئے ہیں ان کی عزت اور احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری دولت اور خاندانی عزت سے زیادہ ہے اور اللہ کا رسول تو وہی کرتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اسے حکم دیتا ہے۔ پس اس آیت سے اصل میں تو ان امیروں کو یہ جواب دیا گیا جن کے خیال میں یہ تھا کہ ان کا مقام زیادہ بلند ہے کہ اللہ کے رسول کو

تمہاری عزت اور تمہاری دولت کی کوئی پروانہیں ہے۔ اس کو تو یہی لوگ پیارے ہیں۔[1122]

303

حضرت نَحّاب بن ثعلبہؓ

حضرت نَحّاب بن ثعلبہ انصاری۔ ان کا تعلق انصار کے قبیلہ بَلِیؔ سے تھا۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ اور حضرت یزید تھے۔ ان کے بھائی حضرت یزید **بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شامل تھے۔** حضرت نحّاب بن ثعلبہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ثعلبہ کے ساتھ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ حضرت نحّاب بن ثعلبہ کا نام بحّاث بن ثعلبہ بھی بیان ہوا ہے۔[1123]

304

حضرت نصر بن حارثؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت نَصر بن حارِث ؓ۔ حضرت نَصر بن حارِث ؓ انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو عَبد بن رَزَاح میں سے تھے۔ ان کا نام نُمَیر بن حارِث بھی بیان کیا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابو حَارِث تھی۔ ان کے والد کا نام حارِث بن عَبد اور والدہ کا نام سَوْدَہ بنت سُوَّاد تھا۔[1124]

شہادت

حضرت نَصر بن حارِث ؓ کو غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے والد حارِثؓ کو بھی آنحضور ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت نصرؓ جنگِ قادسیہ میں شہید ہوئے۔[1125]

قادسیہ ایران، موجودہ عراق میں ایک مقام ہے جو کوفہ سے پینتالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور 14 ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان قادسیہ کے مقام پر ایک فیصلہ کن جنگ لڑی گئی تھی جس کے نتیجے میں پھر ایرانی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تھی۔[1126]

(305)

حضرت نعمان بن سنانؓ

حضرت نُعْمَان بِن سِنَانؓ ہے۔ حضرت نُعْمَان بِن سِنَان ؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نُعمان سے تھا۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت نعمانؓ بنو نُعمان کے آزاد کردہ غلام تھے جبکہ ابن سعد نے انہیں بنو عُبَید بِن عَدِی کا آزاد کردہ غلام لکھا ہے۔

حضرت نُعْمَان بِن سِنَان ؓ کو غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔[1127]

(306)

حضرت نعمان بن عبد عمروؓ

نام و نسب

حضرت نُعمان بن عبد عَمرو ؓ۔ حضرت نُعمان بن عبد عَمروؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خَزرج کی شاخ بنو دِینَار بِن نَجَّار سے تھا۔ ان کے والد کا نام عبدِ عَمرو بن مسعود تھا اور والدہ کا نام سُمَیراء بنتِ قَیس تھا۔ حضرت نُعمان بن عبد عمروؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔ جنگ بدر میں ان کے بھائی ضَحَّاک بن عبد عمرو بھی ان کے ساتھ شریک ہوئے۔

شہادت

حضرت نُعمان بن عبد عمروؓ کو غزوۂ احد میں شہادت کا رتبہ نصیب ہوا۔ حضرت نعمانؓ اور حضرت ضحاکؓ کا ایک تیسرا بھائی بھی تھا جن کا نام قُطبہ ؓ تھا، انہیں بھی آنحضور ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ واقعہ بئر معونہ میں حضرت قُطبہؓ کی شہادت ہوئی تھی۔[1128]

نبی ﷺ سے محبت سے سرشار ماں

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے **جس کا خاوند، بھائی اور باپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور وہ سب شہید**

ہو گئے تھے۔ جب ان کی تعزیت اس عورت سے کی گئی تو اس نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ اے اُمِّ فلاں! آپؐ ٹھیک ہیں اور الحمد للہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ تو پسند کرتی ہے، تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے دکھاؤ میں آپؐ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ تو پھر اس عورت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا گیا۔ جب اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگی کہ ہر مصیبت آپؐ کے بعد معمولی ہے۔ ایک اور روایت میں اس عورت کے بیٹے کے شہید ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔[1129]

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگِ احد کے موقعے پر جب اہلِ مدینہ بہت گھبراہٹ کا شکار ہو گئے تھے کیونکہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے حتی کہ مدینے کے گلی کوچوں میں چیخ پکار مچ گئی تھی تو ایک انصاری خاتون پریشان ہو کر گھر سے نکلی تو اس نے آگے اپنے بھائی، بیٹے اور شوہر کی لاش دیکھی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ پہلے اس نے کسے دیکھا تھا مگر جب وہ آخری کے پاس سے گزری تو اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ تیرا بھائی، تیرا شوہر، تیرا بیٹا ہے۔ اس نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا وہ آگے ہیں۔ وہ عورت چلتی ہوئی رسول اللہ ﷺ تک پہنچی اور اس نے رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لیا اور پھر کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! جب آپؐ سلامت ہیں تو مجھے کسی نقصان کی کوئی پروا نہیں۔[1130]

ایک قول کے مطابق اس عورت کا نام سُمَیرا ءبنتِ قَیس ؓ تھا جو نُعمان بن عبدِ عَمرو ؓ کی والدہ تھیں۔[1131]

میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں اور پھر اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگاؤں

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک موقعے پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں اس بہادری کی مثالیں بہت کثرت سے ملتی ہیں۔ دنیوی لوگوں میں تو کروڑوں لوگوں اور سینکڑوں ملکوں میں سے ایک آدھ مثال ایسی مل سکے گی مگر صحابہؓ میں، چند ہزار صحابہؓ میں سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی یہ مثال ہے جو ایک عورت سے تعلق رکھتی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں کئی دفعہ اسے بیان کر چکا ہوں۔ (یہ مثال میں بھی یہاں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں) اور جو اس قابل ہے کہ ہر مجلس میں سنائی جائے اور اس کی یاد کو تازہ رکھا جائے۔ بعض واقعات ایسے شاندار ہوتے ہیں کہ بار بار سنائے جانے کے باوجود پرانے نہیں ہوتے۔ ایسا ہی واقعہ اس عورت کا ہے جس نے جنگ احد کے موقعے پر مدینے میں یہ خبر سنی کہ آنحضرت ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ وہ مدینے کی دوسری عورتوں کے ساتھ گھبرا کر باہر نکلی اور جب پہلا سوار احد سے واپس آتے ہوئے اسے نظر آیا تو اس نے اس سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ تمہارا خاوند مارا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے رسول کریم ﷺ کے متعلق سوال کیا ہے اور تم میرے خاوند کی خبر سنا رہے ہو۔ اس نے پھر کہا کہ تمہارا باپ بھی مارا گیا ہے۔ مگر اس عورت نے کہا میں تمہیں رسولِ کریم ﷺ کے متعلق پوچھتی ہوں اور تم

باپ کا حال بتا رہے ہو۔ اس سوار نے کہا کہ تمہارے دونوں بھائی بھی مارے گئے۔

مگر اس عورت نے پھر یہی کہا کہ تم میرے سوال کا جواب جلد دو۔ میں رشتے داروں کے متعلق نہیں پوچھتی۔ میں تو آنحضرت ﷺ کے متعلق پوچھتی ہوں۔ اس صحابی کا دل چونکہ مطمئن تھا اور جانتا تھا کہ آپؐ بخیریت ہیں۔ اس لیے اس کے نزدیک اس عورت کے لیے سب سے اہم سوال یہی تھا کہ اس کے متعلقین کی موت سے اسے آگاہ کیا جائے مگر اس عورت کے نزدیک سب سے پیاری چیز آنحضرت ﷺ کی ذات تھی۔ اس لیے اس نے جھڑک کر کہا کہ تم میرے سوال کا جواب دو۔ اس پر اس نے کہا کہ رسول کریم ﷺ تو خیریت سے ہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ جب آپؐ زندہ ہیں تو پھر مجھے کوئی غم نہیں خواہ کوئی مارا جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اور ظاہر ہے کہ اس مثال کے سامنے اس بڑھیا کی مثال کی کوئی حقیقت نہیں جس کے متعلق خود نامہ نگار کو اعتراف ہے، (کسی واقعہ کے بارے میں ذکر کر رہے ہیں کہ اس کا دل مغموم) غم کے بوجھ سے دبا ہوا معلوم ہوتا تھا اور آپؓ بیان کرتے ہیں وہ دل میں رو رہی تھی۔ کسی کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ دل مغموم تھا اور دل میں رو رہی تھی لیکن اظہار نہیں کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں مگر صحابیہ کا واقعہ یہ نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے ضبط کیا ہوا تھا اور دل میں رو رہی تھی اور ظاہر نہیں کر رہی تھی بلکہ یہ صحابیہ تو دل میں بھی خوش تھی کہ رسول کریم ﷺ زندہ ہیں۔ اس عورت کے دل پر صدمہ ضرور تھا گو وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جس عورت کا بھی اپنے اس بیان میں ذکر فرما رہے ہیں یا اخباروں نے اس زمانے میں اس کو لکھا تھا جب آپؓ نے یہ بیان فرمایا مگر اس صحابیہ کے دل پر تو کوئی صدمہ بھی نہیں تھا اور یہ ایسی شاندار مثال ہے کہ دنیا کی تاریخ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتی اور بتاؤ اگر ایسے لوگوں کے متعلق یہ نہ فرمایا جاتا کہ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ۔ تو دنیا میں اَور کون سی قوم تھی جس کے متعلق یہ الفاظ کہے جاتے؟ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں میں جب اس عورت کا واقعہ پڑھتا ہوں تو میرا دل اس کے متعلق ادب اور احترام سے بھر جاتا ہے **اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں اور پھر اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگاؤں کہ اس نے میرے محبوب کے لیے اپنی محبت کی ایک بے مثل یادگار چھوڑی۔**[1132]

پھر اسی عشق و محبت کا ذکر بیان کرتے ہوئے ایک اور جگہ آپؓ نے اس طرح بیان فرمایا کہ "دیکھو اس عورت کو رسول کریم ﷺ سے کس قدر عشق تھا۔ لوگ اسے یکے بعد دیگرے باپ بھائی اور خاوند کی وفات کی خبر دیتے چلے گئے لیکن وہ جواب میں ہر دفعہ یہی کہتی چلی گئی کہ مجھے بتاؤ کہ رسول کریم ﷺ کا کیا حال ہے؟ غرض یہ بھی ایک عورت ہی تھی جس نے رسول کریم ﷺ سے اس قدر عشق کا مظاہرہ کیا۔"[1133]

پھر ایک دوسری جگہ آپؓ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں کہ ذرا اس حالت کا نقشہ اپنے ذہنوں میں اب کھینچو۔ تم میں سے ہر ایک نے مرنے والے کو دیکھا ہو گا۔ کوئی نہ کوئی قریبی مرتا ہے۔ کسی نے اپنی ماں کو، کسی نے باپ کو، کسی نے بھائی کو، بہن کو مرتے دیکھا ہو گا۔ ذرا وہ نظارہ تو یاد کرو کہ کس طرح

اپنے عزیزوں کے ہاتھوں میں اور گھروں میں اچھے سے اچھے کھانے پکوا کر اور کھا کر، علاج کروا کر اور خدمت کرا کر مرنے والوں کی حالت کیا ہوتی ہے اور کس طرح گھر میں قیامت برپا ہوتی ہے اور مرنے والوں کو سوائے اپنی موت کے کسی دوسری چیز کا خیال تک بھی نہیں ہوتا مگر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے دلوں میں ایسا عشق پیدا کر دیا تھا کہ انہیں آپؐ کے مقابلے میں کسی اَور چیز کی پرواہی نہ تھی مگر یہ عشق صرف اس وجہ سے تھا کہ آپؐ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے اگر عشق تھا تو اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ آپؐ کے محمدؐ ہونے کی وجہ سے عشق نہیں تھا بلکہ آپؐ کے رسولؐ اللہ ہونے کی وجہ سے یہ تھا۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ دراصل خدا تعالیٰ کے عاشق تھے اور چونکہ خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ ﷺ سے پیار کرتا تھا اس لیے آپؐ کے صحابہ آپؐ سے پیار کرتے تھے اور صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتوں کو بھی دیکھ لو ان کے دلوں میں بھی آپؐ کی ذات کے ساتھ کیا محبت اور کیا عشق تھا۔ پھر آپؓ نے اس عورت کا یہ واقعہ بھی بیان فرمایا۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ یہ محبت تھی جو خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے متعلق ان لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی مگر باوجود اس کے وہ خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے اور یہی توحید تھی جس نے ان کو دنیا میں ہر جگہ غالب کر دیا تھا۔ خدا تعالیٰ کے مقابلے میں وہ نہ ماں باپ کی پروا کرتے تھے اور نہ بہن بھائیوں کی اور نہ بیویوں کی اور خاوندوں کی۔ ان کے سامنے ایک ہی چیز تھی اور وہ یہ کہ ان کا خدا ان سے راضی ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رضی اللہ عنہم فرما دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر مقدم کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا مگر آپؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ رہی اور اب اگر ان کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے تو محض دماغی ہے۔ دماغ میں ضرور ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ توحید کے قائل ہیں۔ دل میں یہ نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ذکر اگر ان کے سامنے کیا جائے تو ان کے دلوں میں محبت کی تاریں ہلنے لگتی ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے عزیزوں کے ذکر پہ بھی تاریں ہلتی ہیں۔[1134]

شیعہ سنی سب آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی اولاد کے ذکر پر جوش میں آجاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مسلمانوں کے دلوں کی تاریں نہیں ہلتیں حالانکہ آنحضرت ﷺ جیسی نعمت ہمیں خدا تعالیٰ نے ہی دی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ کی محبت اور نام سے بھی ایک ایسا ہیجان ہمارے دلوں میں پیدا ہونا چاہیے کیونکہ حقیقی ترقی اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہی حاصل ہو گی۔ توحید پہ قائم رہنے سے ہی حاصل ہو گی۔ **پس یہ ہے بنیادی اصول جسے ہمیں، ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے۔** اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اندر اللہ اور رسولؐ کی حقیقی محبت اور اس کا صحیح ادراک پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔[1135]

307

حضرت نعمان بن عصرؓ

حضرت نُعمان بن عَصَر ؓ۔ حضرت نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ بَلِی سے تھا اور قبیلہ بنو مُعَاویہ کے حلیف تھے۔ انہیں لَقِیط بِن عَصَر بھی کہا جاتا تھا۔ اسی طرح انہیں نُعمان بَلَوِی کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

بیعت عقبہ میں شامل

حضرت نعمان بن عصرؓ **بیعتِ عَقَبہ اور غزوۂ بدر اور اسی طرح باقی تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔**

شہادت

اِن کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی اور بعض کے نزدیک حضرت نُعمان وہ شخص تھے جنہیں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد مرتدین سے جنگ میں طُلَیحہ نے شہید کیا تھا۔[1136]

308

حضرت نعمان بن مالکؓ

حضرت نعمان بن مالکؓ۔ حضرت نعمان بن مالکؓ کا نام نعمان بن قَوقَل بھی بیان کیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے ان کا نام ابن قوقل بیان کیا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی جو ایک عالم تھے وہ بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ابن قوقل کا مکمل نام نعمان بن مالک بن ثعلبہ بن اصرم تھا اور ثعلبہ یا اَصرَم کا لقب قوقل تھا اور نعمان اپنے دادا کی طرف منسوب ہوتے تھے اس لیے انہیں نعمان بن قوقل کہا جاتا تھا۔[1137]

حضرت نعمان بن مالکؓ کی چال میں ذرا لنگڑا پن پایا جاتا تھا۔[1138]

نام و نسب

حضرت نعمان بن مالکؓ کے والد کا نام مالک بن ثعلبہ اور والدہ کا نام عَمرہ بنت ذیاد تھا اور وہ حضرت مُجَذَّر بن ذیاد کی ہمشیرہ تھیں۔

حضرت نعمانؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کی شاخ بنو غَنَم سے تھا۔ یہ قبیلہ قوقل کے نام سے مشہور تھا۔ ابن ہشام کے نزدیک حضرت نعمان بن مالکؓ نعمان قوقل کے نام سے بھی مشہور تھے اور ابن ہشام نے ان کا قبیلہ بنو دَعْد بھی بیان کیا ہے۔

قوقل نام کی وجہ تسمیہ

قوقل کیوں کہلاتے تھے پچھلی دفعہ بھی ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں[1139] کہ جب مدینے میں کسی سردار کے پاس کوئی شخص پناہ کا طلب گار ہوتا تو اسے یہ کہا جاتا تھا کہ اس پہاڑ پر جیسے مرضی چڑھ۔ یعنی اب تو امن میں ہے، جس طرح مرضی رہ اور تُو اس حالت میں لوٹ جا کہ تو فراخی محسوس کر، کوئی تنگی نہیں اب تجھے اور کسی چیز کا خوف نہ کھا اور وہ لوگ جو پناہ دینے والے تھے وہ قواقلہ کے نام سے مشہور تھے۔ تاریخ لکھنے والے ابن ہشام یہ کہتے ہیں کہ ایسے سردار جب کسی کو پناہ دیتے تو اسے ایک تیر دے کر کہتے اس تیر کو لے کر اب جہاں مرضی جا۔ حضرت نعمانؓ کے دادا ثعلبہ بن دعد کو قوقل کہا جاتا تھا۔ پناہ دینے والوں میں سے تھے۔ اسی طرح خزرج کے سردار غنم بن عوف کو بھی قوقل کہا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت بھی قوقل کے لقب سے مشہور تھے۔ بنو سالم، بنو غنم اور بنو عوف بن خزرج کو بھی قواقلہ کہا جاتا تھا۔ بنو عوف کے سردار حضرت عبادہ بن صامت تھے۔

جنگ احد میں شہادت

حضرت نعمان بن مالکؓ غزوۂ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں شہید ہوئے۔ انہیں صفوان بن امیہ نے شہید کیا تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نعمان بن مالکؓ کو اَبان بن سعید نے شہید کیا تھا۔ حضرت نعمان بن مالکؓ حضرت مُجذَّر بن زیاد اور حضرت عبادہ بن حِسْحاس کو غزوۂ احد کے موقع پر ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔[1140]

حضرت نعمان بن مالکؓ نے رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ احد کے لیے نکلتے اور آپ ﷺ کے عبد اللہ بن اُبَی بن سلول سے مشورہ کے وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بخدا میں جنت میں ضرور داخل ہوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیسے؟ تو حضرت نعمانؓ نے عرض کیا اس وجہ سے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں لڑائی سے ہرگز نہ بھاگوں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ چنانچہ وہ اسی روز شہید ہو گئے۔[1141]

خالد بن ابو مالک جعدی روایت کرتے ہیں کہ **میں نے اپنے والد کی کتاب میں یہ روایت پائی کہ** حضرت نعمان بن قوقل انصاریؓ نے دعا کی تھی کہ مجھے تیری قسم اے میرے رب! ابھی سورج غروب نہیں ہو گا کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت کی سرسبزی میں چل رہا ہوں گا۔ چنانچہ وہ اسی روز

شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی کیونکہ میں نے اسے دیکھا، یہ کشفی رنگ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ جنت میں چل رہا تھا اور اس میں کسی قسم کا لنگڑا پن یا لڑکھڑاہٹ نہیں تھی۔[1142]

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں تھے جبکہ صحابہ اسے فتح کر چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بھی حصہ دیں۔ سعید بن عاص کے ایک بیٹے نے کہا کہ یا رسول اللہ! اسے حصہ نہ دیں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ نعمان بن قوقل کا قاتل ہے۔ ابن سعید بن عاص نے کہا کہ اس پر تعجب ہے ہم پر اکڑتا ہے۔ ابھی ضأن پہاڑی، جو تہامہ کے علاقہ میں ہے اور حضرت ابوہریرہ کے قبیلے دوس کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے کہتے ہیں اس کی چوٹی پر سے بکریاں چراتا ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھ پر عیب لگاتا ہے کہ میں نے ایک مسلمان مرد کو قتل کر دیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ جس کو اللہ نے میرے ہاتھ سے عزت دی اور مجھے اس کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا۔ بڑا ہوشیاری سے بیان دیا۔ سفیان کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حصہ دیا یا نہیں۔[1143]

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت نعمان بن قوقلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر میں فرض نمازیں ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور حرام چیزوں کو حرام قرار دوں اور حلال چیزوں کو حلال قرار دوں اور اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! مَیں اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کروں گا۔[1144]

جمعہ کے وقت خطبہ شروع ہو گیا ہو تو دو سنتیں پڑھ لے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نعمان بن قوقلؓ مسجد میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا اے نعمان! دو رکعتیں ادا کرو۔ یہ جمعہ کی جو سنتیں ہیں ان کا بھی مسئلہ اس میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپؐ نے انہیں کہا کہ دو رکعتیں ادا کرو اور ان میں اختصار سے کام لو۔

مختصر طور پر جمعہ کی سنتیں پہلے پڑھ لو۔ خطبہ شروع ہو گیا ہے دو رکعت ادا کرو اور مختصر پڑھو۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دو رکعت نماز پڑھے اور وہ دونوں رکعتیں ہلکی ہوں۔[1145]

309

حضرت نعیمان بن عمروؓ

نام و نسب

حضرت نُعَیمان بن عَمرو ؓ۔ حضرت نعمانؓ کا نام نعمان بھی ملتا ہے اور نُعَیمان بھی۔ اور ان کے والد کا نام عَمرو بن رِفاعہ اور والدہ کا نام فاطمہ بنتِ عمرو تھا۔ حضرت نُعَیمان ؓ کی اولاد میں محمد، عامر، سَبْرَۃ، لُبَابَہ، کَبْشَہ، مریم اور اُمِّ حَبِیب، اَمَۃُ اللہ اور حَکِیمہ کا ذکر ملتا ہے۔ ابنِ اسحاق کے نزدیک حضرت نُعَیمان بیعت عقبہ ثانیہ میں ستر انصار کے ہمراہ شامل ہوئے تھے۔

تمام غزوات میں شرکت

حضرت نعمان غزوۂ بدر، احد، خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نُعَیمان کے لیے سوائے خیر کے کچھ نہ کہو

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نُعَیمان کے لیے سوائے خیر کے کچھ نہ کہو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت نُعَیمان ؓ کی وفات حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ حکومت میں 60 ہجری میں ہوئی تھی۔[1146]

ایک دلچسپ مزاحیہ واقعہ جس پر نبی ﷺ خوب محظوظ ہوئے

حضرت اُمِّ سَلَمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نبی کریم ﷺ کی وفات سے ایک سال قبل بُصریٰ جو ملک شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے ہمراہ شام کے تجارتی سفر کے دوران اسی شہر میں قیام کیا تھا اور اسی طرح جب حضرت خدیجہؓ کا سامان شام کی طرف لے کر گئے تھے تو اس وقت بھی اسی جگہ پر قیام کیا تھا اور اس سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ کا غلام مَیْسَرَہ بھی تھا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ جب وفات سے ایک سال قبل تجارت کے لیے اس طرف گئے تو ان کے ساتھ نُعَیمان اور سُوَیْبِط بن حَرْمَلَہ نے بھی سفر کیا اور یہ دونوں جنگِ بدر میں بھی موجود تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اس سفر میں نُعَیمان زادِ راہ پر متعین تھے اور اسی سفر کا واقعہ ہے جب ان کے ساتھی نے حضرت نُعَیمان ؓ کو ایک قوم کے پاس مذاق مذاق میں فروخت کر دیا تھا۔ یہ واقعہ مَیں حضرت سُوَیْبِط ؓ کے ضمن میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔[1147] بہر حال کچھ مختصر بیان کر دیتا

ہوں۔ سُوَیْبِط ؓ جو ان کے ساتھی تھے ان کی طبیعت میں مزاح تھا بلکہ بعض روایات سے پتا لگتا ہے کہ دونوں ہی، حضرت نعمانؓ بھی اور حضرت سُوَیْبِط ؓ بھی آپس میں بڑے بے تکلف تھے، مذاق کیا کرتے تھے اور ان کی طبیعت میں مزاح تھا۔ تو انہوں نے سفر کے دوران نعمان سے کہا کہ مجھے کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک حضرت ابو بکرؓ نہیں آئیں گے، جو کہیں باہر گئے ہوئے تھے، کھانا نہیں دوں گا۔ سُوَیْبِطؓ نے اس پر کہا کہ اگر تم نے مجھے کھانا نہ دیا تو پھر میں ایسی باتیں کروں گا جس پر تمہیں غصہ آئے۔ راوی نے کہا کہ ان کا اس دوران ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا تو سُوَیْبِط نے ان سے کہا کہ کیا تم مجھ سے میرا ایک غلام خریدو گے۔ بہر حال کچھ وقفے کے بعد چند دنوں کے بعد یا کچھ سفر میں چلتے چلتے ہی اس وقت یہ ذکر ہو گا۔ تو اس قوم کو حضرت سُوَیْبِط نے کہا کہ میرے سے غلام خریدو گے۔ قوم نے کہا ہاں خریدیں گے تو سُوَیْبِط نے اس پر ان کو کہا کہ وہ بڑا بولنے والا ہے اور یہی کہتا رہے گا کہ میں آزاد ہوں اور جب وہ تمہیں یہ بات کہے کہ تم اس کو چھوڑ دو تو پھر یہ نہ ہو کہ تم میرے غلام کو خراب کرنا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اسے تجھ سے خریدنا چاہتے ہیں اور انہوں نے اسے دس اونٹنیوں کے عوض خرید لیا۔ پھر وہ لوگ نُعَیْمَان کے پاس آئے اور ان کے گلے میں پگڑی یا رسی ڈالی تا کہ غلام بنا کے لے جائیں۔ نُعَیْمَان ؓ ان سے بولے کہ یہ شخص تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں۔ غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس نے تمہارے بارے میں پہلے ہی ہمیں بتا دیا تھا۔ بہر حال وہ زبردستی انہیں ساتھ لے گئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے اور لوگوں نے اس کے متعلق بتایا تو پھر آپ ان لوگوں کے پیچھے گئے، اس قوم کے پیچھے گئے اور ان کو اونٹنیاں واپس دیں اور نعمان کو واپس لے آئے۔ راوی نے بتایا کہ جب یہ لوگ واپس نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو بتایا تو راوی کہتے ہیں کہ **نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ اس سے بہت محظوظ ہوئے۔ بڑا ہنسے اور ایک سال تک ان میں یہ لطیفہ بنا رہا۔**[1148]

بعض جگہ بعض کتابوں میں اس فرق کے ساتھ یہ واقعہ ملتا ہے کہ فروخت کرنے والے حضرت سویبط نہیں تھے بلکہ حضرت نعمان تھے۔[1149]

بہر حال دونوں کے بارے میں ہی یہ روایت آتی ہے۔

حضرت نُعَیْمَان ؓ کے بارے میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ ان کی طبیعت میں بھی مزاح پایا جاتا تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ ان کی باتیں سن کر محظوظ ہوا کرتے تھے۔

رَبِیْعَہ بن عُثْمَان سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بَدّو آیا اور مسجد میں داخل ہو کر اس نے اپنے اونٹ کو صحن میں بٹھا دیا۔ اس پر بعض صحابہ نے حضرت نعمانؓ سے کہا کہ اگر تم اس اونٹ کو ذبح کر دو تو ہم اسے کھائیں گے کیونکہ ہمیں گوشت کھانے کا بڑا دل کر رہا ہے۔ اور بہر حال **یہ بدو کا اونٹ ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جب شکایت ہو گی تو پھر رسول اللہ ﷺ اس کا تاوان ادا کر دیں**

گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت نعمانؓ نے ان کی باتوں میں آ کے اونٹ ذبح کر دیا اور جب بدو باہر نکلا اور اپنی سواری کو اس حالت میں دیکھا تو شور مچانے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرا اونٹ ذبح ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا نعمان نے۔ یہ کرنے کے بعد نعمان وہاں سے چلے گئے۔ کہیں جا کے چھپ گئے تو آپؐ ان کی تلاش میں نکلے۔ بہر حال نبی کریم ﷺ ان کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ انہیں حضرت ضُبَاعَه بنتِ زُبیر بن عبد المطلبؓ کے ہاں چھپا ہوا پایا۔ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے وہاں ایک شخص نے اپنی انگلی سے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کہیں نظر نہیں آ رہا۔ بہر حال آپ ﷺ نے اسے وہاں سے نکالا اور فرمایا کہ یہ حرکت تم نے کیوں کی ہے؟ تو نعمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جن لوگوں نے آپؐ کو میرے بارے میں خبر دی ہے کہ میں نے یہ ذبح کیا، انہوں نے ہی مجھے اس پہ اکسایا تھا۔ انہوں نے ہی مجھے کہا تھا اور یہ بھی کہ رسول اللہ ﷺ بعد میں اس کا تاوان دے دیں گے، قیمت ادا کر دیں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سن کے نعمانؓ کے چہرے کو چھوا، اپنا ہاتھ لگایا اور مسکرانے لگے اور آپؐ نے اس بدو کو اس اونٹ کی قیمت ادا کر دی۔[1150]

محبت کا ایک منفرد دلچسپ انداز

زُبیر بن بَکّار اپنی کتاب اَلْفُکَاهَة و الْمِزَاح میں حضرت نعمانؓ کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مدینے میں جب بھی کوئی پھیری والا داخل ہوتا، باہر سے کوئی تاجر کوئی چیز لے کر آتا تو حضرت نعمانؓ اس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے کوئی چیز خرید لیتے اور وہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ عرض کرتے کہ آپؐ کے لیے میری طرف سے تحفہ ہے۔ جب اس چیز کا مالک حضرت نعمانؓ سے اس کی قیمت لینے کے لیے آتا۔ وہاں پھر رہے ہوتے تھے۔ بتا دیتے تھے کہ میں وہاں رہتا ہوں۔ بعد میں قیمت بھی لے لیتے تھے۔ واقف ہوتے تھے۔ بہر حال جب وہ قیمت لینے آتا تو وہ اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے آتے اور عرض کرتے کہ اسے اس کے مال کی قیمت ادا کر دیں۔ یہ چیز جو میں نے خریدی تھی اور آپؐ کو دی تھی اس کی قیمت ادا کر دیں۔

اس پر آپ ﷺ فرماتے کہ کیا تم نے یہ چیز مجھے بطور تحفہ نہیں دی تھی تو وہ کہتے یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس اس چیز کی ادائیگی کے لیے کوئی رقم نہیں تھی تاہم میرا شوق تھا کہ اگر وہ کھانے کی چیز ہے تو آپؐ اسے کھائیں۔ رکھنے کی چیز ہے تو آپؐ اسے رکھیں۔ اس پر آپ ﷺ مسکرانے لگتے اور اس چیز کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرنے کا حکم فرماتے۔[1151]

تو یہ عجیب پیار اور محبت اور مزاح کی مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ یہ صرف خشک مجلسیں نہیں ہوتی تھیں۔[1152]

(310)

حضرت نوفل بن عبد اللہ بن نضلہؓ

حضرت نوفل بن عبداللہ بن نَضْلَہ ہیں۔ ان کی وفات غزوہ اُحد میں ہوئی۔ بعض نے آپ کا نام نوفل بن ثَعْلَبَہ بن عبداللہ بن نَضْلَہ بن مالک بن عجلان بیان کیا ہے۔

آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور غزوہ اُحد میں آپ شہید ہوئے۔ آپ کی نسل آگے نہیں چلی۔[1153]

(311)

حضرت ہلال بن امیہ انصاریؓ

نام و نسب

حضرت ہِلَال ؓ۔ حضرت ہِلَال بن امیہ واقفیؓ ان کا پورا نام ہے۔ یہ انصار کے قبیلہ اوس کے خاندان بنو واقف سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام امیہ بن عامر اور والدہ کا نام انیسہ بنت ہِدْم تھا جو حضرت کلثوم بن ہِدْم ؓ کی بہن تھیں۔ کلثوم بن ہِدْم ؓ وہی صحابی ہیں جن کے ہاں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہجرتِ مدینہ کے موقعے پر قبا میں قیام فرمایا تھا۔[1154]

شادی

حضرت ہِلَال بن امیہ کی دو شادیوں کا ذکر ملتا ہے ایک فُرَیْعَۃُ بنت مَالِك بن دُخْشُم سے جبکہ دوسری مُلَیْکَۃُ بنت عبد اللہ کے ساتھ۔ حضرت ہِلَال ؓ کی دونوں بیویوں کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی۔[1155]

قدیمی اسلام قبول کرنے والے

حضرت ہِلَال بن امیہ ؓ قدیمی اسلام قبول کرنے والے تھے اور انہوں نے قبیلہ بنو واقف کے بت توڑے تھے اور فتح مکہ کے دن ان کی قوم کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔[1156]

حضرت ہِلَال بن امیہ ؓ کو غزوۂ بدر، غزوۂ احد اور اسی طرح بعد کے غزوات میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہم راہ شریک ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی تاہم غزوۂ تبوک میں یہ شامل نہ ہو سکے

تھے۔ ابن ہشام نے بدری صحابہ کی جو فہرست اپنی کتاب میں درج کی ہے اس میں حضرت ھِلَال ؓ کا نام شامل نہیں ہے تاہم بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں انہیں بدری صحابہ میں شمار کیا ہے۔[1157]

ان تین صحابہ میں سے جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے

حضرت ھِلَال بن امیہ ؓ ان تین انصار صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ تبوک میں بغیر کسی عذر کے شامل نہ ہو سکے تھے۔ دوسرے دو صحابہ کعب بن مالکؓ اور مُرَارۃ بن رَبِیع ؓ تھے۔ ان کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی کہ وَّ عَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیۡنَ خُلِّفُوۡا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ بِمَا رَحُبَتۡ وَ ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمۡ اَنۡفُسُہُمۡ وَ ظَنُّوۡۤا اَنۡ لَّا مَلۡجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّاۤ اِلَیۡہِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیۡہِمۡ لِیَتُوۡبُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ (التوبۃ:118) اور ان تینوں پر بھی اللہ توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین ان پر باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں تنگی محسوس کرنے لگیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ نہیں مگر اسی کی طرف۔ پھر وہ ان پر قبولیت کی طرف مائل ہوتے ہوئے جھک گیا تاکہ وہ توبہ کر سکیں اور یقیناً اللہ ہی بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔[1158]

جنگ تبوک اور پیچھے رہ جانے والے

غزوۂ تبوک 9 ہجری میں ہوا تھا اور صحیح بخاری میں اس کے بارے میں ایک تفصیلی روایت بھی ہے جس میں ان تینوں صحابہ کے پیچھے رہ جانے کا تذکرہ بیان ہوا ہے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کے پوتے عبدالرحمٰن اپنے والد عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعبؓ جب نابینا ہو گئے تو وہ انہیں پکڑ کر لے جایا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ یہ جو لمبی روایت ہے یہ حضرت کعبؓ کے حوالے سے ہے۔ حضرت ھِلَال بن امیہ ؓ جن صحابی کا ذکر ہو رہا ہے ان کا ذکر بیچ میں آ جاتا ہے لیکن یہ ایک روایت ملتی ہے۔

بہرحال وہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالکؓ کو وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنا جبکہ وہ پیچھے رہ گئے تھے یعنی تبوک کا واقعہ۔ حضرت کعبؓ نے کہا کہ مَیں رسول اللہ ﷺ سے کسی غزوے میں بھی پیچھے نہیں رہا جو آپؐ نے کیا ہو سوائے غزوۂ تبوک کے۔ ہاں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور آپ ﷺ نے کسی پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا جو اس جنگ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ صرف قریش کے قافلے کو روکنے کے ارادے سے نکلے تھے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے بغیر اس کے کہ جنگ کی ٹھانی ہو ان کو دشمن سے ٹکرا دیا اور مَیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ کی رات میں بھی موجود تھا۔ بدر کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ بدر میں بھی شامل نہیں ہوا تھا لیکن اس میں نہ شامل ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے کوئی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔

بہر حال کہتے ہیں جب **ہم نے عقبہ میں اسلام پر قائم رہنے کا پختہ عہد و پیمان کیا تھا اور مَیں نہیں چاہتا کہ اس رات کے عوض مجھے بدر میں شریک ہونے کا موقع ملتا اگرچہ بدر لوگوں میں اس سے زیادہ مشہور** ہے اور میری یہ حالت تھی کہ میں کبھی بھی اتنا تنومند اور خوش حال نہیں تھا جتنا کہ اس وقت جبکہ میں آپؐ سے اس غزوہ میں پیچھے رہ گیا تھا یعنی تبوک کے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے اونٹ اکٹھے نہیں ہوئے تھے اور اس غزوے کے اثنا میں سواری کے دو اونٹ اکٹھے کر لیے تھے اور رسول اللہ ﷺ جس غزوے کا بھی ارادہ کرتے تھے تو آپؐ اس کو مخفی رکھ کر کسی اَور طرف جانے کا اظہار کرتے تھے۔ عمومی طور پر یہ ہوتا تھا کہ جو جنگی strategy ہے اس کی وجہ سے آنحضرت ﷺ ایک تو مخفی رکھا کرتے تھے دوسرے سفر بھی لمبا کیا کرتے تھے یا راستہ بدلتے تھے۔

بہر حال کہتے ہیں کہ جب وہ غزوہ ہوا تو نبی ﷺ اس غزوے میں سخت گرمی کے وقت نکلے یعنی غزوۂ تبوک میں اور آپؐ کے سامنے دور دراز کا سفر اور غیر آباد بیابان اور جو دشمن تھا بہت بڑی تعداد میں تھا۔ آپؐ نے مسلمانوں کو ان کی حالت کھول کر بیان کر دی تا کہ وہ اپنے حملے کے لیے جو تیاری کرنے کا حق ہے تیاری کریں۔ اس غزوے میں آنحضرت ﷺ نے کوئی چیز مخفی نہیں رکھی بلکہ بتا دیا کہ فلاں جگہ ہم نے جانا ہے اور فلاں دشمن ہے اس لیے تیاری اچھی طرح کر لو۔ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان کو اس طرف کا بھی بتا دیا جس طرف آپؐ جانا چاہتے تھے اور مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بکثرت تھے۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے اَور کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو غیر حاضر رہنا چاہتا ہو مگر وہ خیال کرتا کہ اس کا غیر حاضر رہنا آپؐ سے پوشیدہ رہے گا جب تک کہ اس سے متعلق اللہ کی وحی نازل نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ اس وقت کیا کہ جب پھل پک چکے تھے اور سائے اچھے لگتے تھے یعنی موسم بھی گرم تھا۔

آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی سفر کی تیاری شروع کر دی۔ کہتے ہیں کہ میں صبح کو جاتا تا میں بھی ان کے ساتھ سامان کی تیاری کروں، سفر کی تیاری کروں۔ میں واپس لوٹتا اور کچھ بھی نہ کیا ہوتا۔ ارادے سے تو نکلتا تھا لیکن شام کو واپس آ جاتا اور تیاری نہیں ہوتی تھی۔ میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تیاری کر سکتا ہوں۔ سامان میرے پاس موجود ہے۔ بہر حال کہتے ہیں یہ خیال مجھے لیت و لعل میں رکھتا رہا یہاں تک کہ لوگوں نے تیاری کر لی اور رسول اللہ ﷺ ایک صبح روانہ ہو گئے اور مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ روانہ ہوئے اور میں نے اپنے سفر کی تیاری میں سے کچھ بھی نہ کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپؐ کے جانے کے ایک دن یا دو دن بعد تیاری کر لوں گا اور پھر ان سے جا ملوں گا کیونکہ سفر کی سواری تو میرے پاس موجود تھی اور میں آسانی سے کر سکتا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں ان کے چلے جانے کے بعد دوسری صبح گیا کہ سامان تیار کر لوں مگر پھر واپس آ گیا اور کچھ بھی نہ کیا۔ پھر میں اگلے دن یعنی تیسرے دن گیا اور واپس لوٹ آیا اور کچھ بھی فیصلہ نہ کر سکا اور یہی حال رہا یہاں تک کہ لشکر تیزی سے سفر کرتے ہوئے بہت آگے نکل گیا۔ میں نے بھی ارادہ کر لیا کہ کوچ کروں اور ان کو پا لوں اور کاش کہ میں ایسا کرتا مگر مجھے اس کی طاقت نصیب نہ ہوئی، مَیں کر نہیں سکا۔

رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد جب بھی مَیں ان لوگوں میں نکلتا اور ان میں چکر لگاتا تو مجھے یہ بات غمگین کر دیتی کیونکہ جو پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے اکثر مَیں ایسے ہی شخص کو دیکھتا جنہیں بوجہ نفاق کے حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ کہتے ہیں جب مَیں مدینہ کی گلیوں میں نکلتا تو انہی لوگوں کو دیکھتا جن کے بارے میں عام طور پر یہ تاثر تھا کہ ان میں نفاق پایا جاتا ہے یا کمزوروں میں سے ایسا شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے معذور ٹھہرایا تھا یا معذور تھے یا ایسے لوگ جو بزدل تھے اور جن کے دل میں نفاق تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچنے سے قبل مجھے یاد نہ کیا، میرے بارے میں نہ پوچھا اور آپ ﷺ تبوک میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے جب آپؐ نے پوچھا کہ کعب کہاں ہے؟ بنو سلمہ میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس کو اس کی دو چادروں نے اور اس کی اپنے دائیں بائیں مڑ کر دیکھنے نے روک رکھا تھا یعنی ایک تو شاید پیسہ آ گیا ہے یا کوئی تکبر پیدا ہو گیا ہے اس لیے نہیں آ سکا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے یہ سن کر کہا کیا بُری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ انہوں نے کہا نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! اس کے متعلق ہمیں اچھا ہی تجربہ ہے۔ کعب کے بارے میں اب تک تو ہمارا تجربہ اچھا ہے۔ نہ اس میں کوئی فخر ہے، نہ تکبر ہے، نہ منافقت ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت کعب بن مالکؓ کہتے تھے کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ آپؐ جو اس سفر پہ نکلے تھے واپس آ رہے ہیں تو مجھے فکر ہوئی اور میں جھوٹی باتیں سوچنے لگا کہ کس بات سے کل آپؐ کی ناراضگی سے بچ جاؤں۔ کوئی بہانہ کروں اور اپنے گھر والوں میں سے ہر ایک اہل رائے سے میں نے اس بارے میں مشورہ لیا، لوگوں سے بھی پوچھا کہ کیا بہانہ ہو سکتا ہے۔ **جب یہ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ آن پہنچے تو میرے دل سے سارے جھوٹے خیالات کافور ہو گئے۔ سب بہانے نکل گئے۔ سب جھوٹ نکل گئے** اور میں نے سمجھ لیا کہ میں کبھی بھی آپؐ کے غصے سے ایسی بات سے بچنے والا نہیں جس میں جھوٹ ہو۔ اس لیے میں نے آپؐ سے سچ سچ بیان کرنے کی ٹھان لی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ جب آپ ﷺ کسی سفر سے آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور اس میں دو رکعتیں نفل پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ جاتے۔

جب آپؐ نے یہ کیا تو پیچھے رہ جانے والے لوگ آپؐ کے پاس آ گئے۔ جو نہیں گئے تھے وہ آ گئے اور آپ ﷺ سے عُذر بیان کرنے لگے۔ ہر ایک بہانے کرنے لگ گیا کہ اس کے نہ جانے کی کیا کیا وجہ تھی اور **قسمیں کھانے لگے اور ایسے لوگ اسّی**[80] **سے کچھ اوپر تھے** جو اس قسم کی قسمیں کھا کر، غلط بیانیاں کر کے بہانے کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے عذر بیان کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ان کے ظاہری عذر مان لیے اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا اور ان کا اندرونہ اللہ کے سپرد کیا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بظاہر تم یہ کہتے ہو تو مان لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری بخشش کے سامان کرے۔ باقی یہ معاملہ مَیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

پھر کہتے ہیں کہ مَیں آپ ﷺ کے پاس آیا جب مَیں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپ ﷺ ناراض

شخص کی طرح مسکرائے۔ میری طرف دیکھا مسکرائے لیکن اس طرح دیکھنا تھا جس طرح کہ ناراضگی ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا آگے آؤ۔ میں آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا کہ کس بات نے تمہیں پیچھے رکھا ہے؟ ہمارے ساتھ کیوں نہیں سفر کیا؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! میں ایسا ہوں کہ اگر آپؐ کے سوا دنیا کے لوگوں میں سے کسی اَور کے پاس بیٹھا ہوتا تو مَیں سمجھتا ہوں کہ مَیں ضرور ہی اس کی ناراضگی سے عذر کر کے بچ جاتا کیونکہ مجھے قوت بیان دی گئی ہے۔ مجھے بڑے اچھے بہانے بنانے آتے ہیں میں بچ سکتا تھا مگر اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ اگر مَیں نے آج آپؐ سے کوئی ایسی جھوٹی بات بیان کی جس سے آپؐ مجھ پر راضی ہو گئے تو عنقریب اللہ آپؐ کو مجھ پر ناراض کر دے گا۔ مَیں بیان کر کے ناراضگی سے بچ تو سکتا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو جائے گی اور وہ آپؐ کو بھی پتا لگ جائے گی۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر میں آپؐ سے سچی بات بیان کروں گا جس کی وجہ سے آپؐ مجھ پر ناراض ہوں تو میں اس میں اللہ کے عفو کی امید رکھتا ہوں۔ آپؐ سچی بات سے ناراض ہو جائیں گے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے عفو کا سلوک کرے گا۔

پھر حضرت کعبؓ نے عرض کیا کہ نہیں اللہ کی قسم! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا کہ عذر بیان کروں۔ اللہ کی قسم! کوئی عذر نہیں تھا مَیں کبھی بھی ایسا تنومند اور آسودہ حال نہیں ہوا جتنا کہ اس وقت تھا جب آپؐ سے پیچھے رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: اس نے سچ بیان کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اٹھو یہاں تک کہ اللہ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کرے۔ یہاں میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ میں اٹھ کر چلا گیا اور بنو سلمہ میں سے بعض لوگ بھی اٹھ کر میرے پیچھے ہو لیے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ اللہ کی قسم! ہمیں علم نہیں کہ تم نے اس سے پہلے کوئی قصور کیا ہو اور تم یہ بھی نہ کر سکے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی بہانہ ہی بناتے جبکہ ان کے پیچھے رہنے والوں نے، بہت سارے لوگوں نے جو اَسّی لوگ تھے، آپؐ کے سامنے بہانے بنائے تھے۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا تمہارے لیے استغفار کر دینا ہی تمہارے اس گناہ بخشانے کے لیے کافی تھا۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ لوگ مجھے ملامت ہی کرتے رہے یہاں تک کہ مَیں نے بھی ارادہ کر لیا کہ لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلا دوں۔ دوبارہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں واپس جاؤں اور عرض کروں کہ میں نے جو پہلے بات کی تھی وہ غلط تھی اور کوئی نہ کوئی عذر پیش کر دوں لیکن کہتے ہیں پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا، جو مجھے کہہ رہے تھے کہ تم نے غلط کیا کہ سچی بات بتا دی، واپس جاؤ۔

کہتے ہیں میں نے ان سے، ان لوگوں سے پوچھا جو مجھے بھڑکانے والے تھے یا غلط کام کی طرف ابھارنے والے تھے کہ کیا میرے ساتھ کوئی اَور بھی ہے جس نے آپ ﷺ سے اس قسم کا اقرار کیا ہو جیسی باتیں میں نے کی ہیں، سچ سچ بیان کر دیا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ دو اَور شخص ہیں انہوں نے بھی وہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے اور ان کو بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں دیا گیا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہیں۔

کہنے لگے کہ ایک تو **مُرَارہ بن ربیع عَمرِی** ؓ ہیں اور دوسرے **ہِلَال بن امیہ واقفی** ؓ ہیں۔ **حضرت کعب** ؓ **کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے ایسے دو نیک آدمیوں کا ذکر کیا جو بدر میں شریک ہو چکے تھے۔** ان دونوں میں میرے لیے نمونہ تھا۔ جب لوگوں نے ان دونوں کا مجھ سے ذکر کیا تو مَیں ان کے پاس سے چل پڑا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا۔

جب یہ ذکر ہو گیا کہ ہاں دو شخص اَور ہیں تب مجھے خیال آیا کہ یہ دونوں حقیقی نیک لوگ ہیں، بدر میں بھی شامل ہو چکے ہیں۔ اس لیے میں اب انھی کے ساتھ شامل ہوں گا۔ کوئی غلط بہانہ نہیں کروں گا۔ کہتے ہیں مَیں چلا گیا اور اس دوران میں آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ہم سے بات چیت کرنے سے منع کر دیا یعنی ایک طرح کا مقاطعہ ہو گیا۔ لوگ ان سے کترانے لگے جو ان لوگوں میں سے تھے جو آپؐ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ گویا کہ ہم سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اس بات پہ جب منع کر دیا گیا تو ہمارے سامنے نہیں آتے تھے، ہم سے بچتے تھے جس طرح ہمیں جانتے ہی نہ ہوں یہاں تک کہ یہ زمین بھی مجھے اوپری نظر آنے لگی۔ وہ نہ تھی جس کو میں جانتا تھا۔ مدینے کی گلیاں یہ شہر یہ زمین میرے لیے بالکل اوپری ہو گئی۔ یہ مجھے وہ چیز نہیں لگ رہی تھی جس کو میں پہلے جانتا تھا۔ لگتا تھا میں ایک نئی جگہ پر آ گیا ہوں کیونکہ لوگ میرے سے کترا رہے تھے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ اس حالت پر پچاس راتیں رہے۔ اور جو میرے دوسرے دو ساتھی تھے حضرت ہِلَال بن امیہ ؓ اور مُرارہ بن ربیع انہوں نے شدید شرمندگی محسوس کی اور ان کا تو یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر رونے لگے۔ وہ ہِلَال ؓ وغیرہ تو گھروں سے باہر ہی نہیں نکلے۔ حضرت ہِلَال ؓ تو گھر میں رہے۔

مستقل گھر میں رہتے تھے اور روتے تھے اور حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میں تو ان لوگوں میں زیادہ جوان تھا اور ان لوگوں سے مصیبت کو زیادہ برداشت کرنے والا تھا۔ میں باہر بھی نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ کر روتا نہیں رہا۔ ان کی طرح استغفار نہیں کرتا رہا۔ استغفار کرتا تھا لیکن ساتھ ہی میں باہر بھی نکلتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مسجد بھی آتا تھا۔ بازاروں میں بھی پھرتا تھا مگر مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا تھا اور مَیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی جاتا تھا۔ مسجد میں مجلس لگی ہوتی تھی تو وہاں بھی جاتا تھا۔ آپؐ کو سلام کرتا تھا جبکہ آپؐ نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھے ہوتے اور اپنے دل میں کہتا کہ کیا آپ ﷺ نے مجھے سلام کا جواب دینے میں اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں اور آپؐ کے قریب ہو کر نماز پڑھتا اور نظر چرا کر آپؐ کو دیکھتا اور جب نماز پڑھنے لگتا تو آپؐ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپؐ کی طرف توجہ کرتا تو آپؐ مجھ سے منہ پھیر لیتے۔

جب لوگوں کی یہ درشتی مجھ پر طول پکڑ گئی تو میں چلا اور میں نے حضرت ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار کو پھلانگا۔ یہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے تھے۔ کہتے ہیں میں نے ان کو

السلام علیکم کہا۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہؓ میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں؟ وہ خاموش رہے۔ پھر ان سے پوچھا اور ان کو قسم دی تو وہ پھر خاموش رہے۔ پھر تیسری دفعہ ان سے پوچھا اور انہیں قسم دی مگر انہوں نے پھر کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں کہ محبت رکھتے ہو یا نہیں رکھتے۔ یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں وہاں سے دیوار پھلانگ کر پھر چلا آیا۔

غسان کے بادشاہ کا خط جو تنور میں پھینک دیا

پھر حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ اس اثنا میں کہ مَیں مدینے کے بازار میں چلا جا رہا تھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اہلِ شام کے نِبطیوں میں سے جو مدینہ میں غلہ لے کر بیچنے کے لیے آئے ہوئے تھے ایک نِبطِی کہہ رہا تھا کہ کعب بن مالک کا کون بتائے گا؟ یہ سن کر لوگ اس کو اشارے سے بتانے لگے۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے **غسّان کے بادشاہ کی طرف سے ایک خط مجھے دیا۔** اس میں یہ مضمون تھا کہ اَمَّا بَعۡدُ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہارے ساتھی نے تمہارے ساتھ سختی کا معاملہ کر کے تمہیں الگ تھلگ چھوڑ دیا ہے اور تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے گھر میں پیدا نہیں کیا جہاں ذلّت ہو اور تمہیں ضائع کر دیا جائے۔ تم ہم سے آ کر ملو۔ ہم تمہاری خاطر مدارات کریں گے۔ کہتے ہیں جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ **میں وہ خط لے کر تنور کی طرف گیا اور اس میں اس کو ڈال دیا۔**

جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزریں تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا پیغام لانے والا میرے پاس آ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تم سے فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کیا میں اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا کہ اس سے الگ رہو اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ آپ ﷺ نے میرے دونوں ساتھیوں کو بھی، دوسرے جو دو ساتھی تھے، (حضرت ہِلَال ؓ اور مُرارہ) ان کو بھی ایسا ہی کہلا بھیجا۔ کہتے ہیں میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ اور اس وقت تک انھیں کے پاس رہنا کہ اللہ اس معاملے میں کوئی فیصلہ کرے۔

حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ پھر ہِلَال بن امیہ ؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ جن صحابی کا مَیں یہ ذکر بیان کر رہا ہوں ان کی بیوی آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہؐ! ہِلَال بن امیہ ؓ بہت بوڑھا ہے۔ اس کا کوئی ملازم نہیں ہے۔ اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپؐ ناپسند تو نہیں فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ٹھیک ہے خدمت کرتی رہو۔ کھانا پکانا، گھر کا کام کرنا وہ کرتی رہو لیکن وہ تمہارے قریب نہ آئے۔ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! اس کو تو کسی بات کی تحریک ہی نہیں ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ اس دن سے آج تک رو رہا ہے۔ اس نے کیا کہنا ہے۔ جب سے اس کو سزا ملی ہے، مقاطعہ ہوا ہے، جب سے اس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے وہ تو اس دن سے بیٹھا رو رہا ہے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ میرے بعض رشتے داروں نے مجھ سے کہا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے متعلق ایسی ہی اجازت

لے لو جیسے حضرت ہِلَال بن امیہؓ کی بیوی کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کو مل گئی تو تمہیں بھی مل جائے گی۔

میں نے کہا اللہ کی قسم! میں تو رسول اللہ ﷺ سے کبھی اس بارے میں اجازت نہ لوں اور مجھے کیا معلوم رسول اللہ ﷺ مجھے اس کے بارے میں کیا جواب دیں۔ حضرت ہِلَال ؓ تو بوڑھے آدمی ہیں اَور میں جوان آدمی ہوں۔ اس کے بعد کہتے ہیں مَیں دس راتیں اَور ٹھہرا رہا یہاں تک کہ ہمارے لیے پچاس راتیں اس وقت سے پوری ہوئیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کیا تھا۔

اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو!

جب پچاسویں رات کی صبح کو نماز فجر پڑھ چکا اور میں اس وقت اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر تھا اور اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے یعنی میری جان مجھ پر تنگ ہو چکی تھی اور زمین بھی باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی تھی تو اس اثنا میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو سلع پہاڑ پر، جو مدینہ کے شمالی جانب ایک پہاڑ کا نام ہے، وہاں چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ **اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو! کہتے ہیں میں یہ سن کر سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ مصیبت دور ہو گئی ہے۔** اگر اس نے جو مجھے پکارا ہے، بشارت دی ہے تو یقیناً میری بریت کا کوئی سامان ہو گیا ہے، مصیبت دُور ہو گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ اللہ نے مہربانی کر کے ہماری غلطی کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سن کر لوگ ہمیں خوش خبری دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کی طرف بھی خوش خبری دینے والے گئے یعنی حضرت ہِلَال ؓ اور دوسرے ساتھی کی طرف اور ایک شخص میرے پاس گھوڑا دوڑاتے ہوئے آیا۔

اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑا آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا اور اس کی آواز گھوڑے سے زیادہ جلدی پہنچنے والی تھی۔ جب وہ شخص میرے پاس بشارت دینے آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتارے اور اس کو پہنائے اس لیے کہ اس نے مجھے بشارت دی تھی۔ اور اللہ کی قسم! اس وقت اس کے سوا میرے پاس اور کچھ تھا نہیں۔ جو میرے پاس اس وقت تھا وہ دو کپڑے تھے اور میں نے دو اَور کپڑے عاریتاً لیے۔ کسی سے مانگے پھر اور انہیں پہنا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا اور لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ کی قبولیت کی وجہ سے مجھے مبارک باد دیتے۔ کہتے تھے کہ تمہیں مبارک ہو جو اللہ نے تم پر رحم کر کے توبہ قبول کی ہے۔ حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ آخر مَیں مسجد پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہیں اور آپؐ کے ارد گرد لوگ ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر میرے پاس دوڑے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

مہاجرین میں سے ان کے سوا بخدا کوئی شخص بھی میرے پاس اٹھ کر نہیں آیا اور طلحہؓ کی یہ بات

میں کبھی بھی نہیں بھولوں گا۔ اور حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ جب میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو السلام علیکم کہا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اور آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو نہایت ہی اچھے دن کی، ان دنوں میں سے جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہے جو تم پر گزرے ہیں۔ کہتے تھے کہ میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بشارت آپؐ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب خوش ہوتے تھے تو آپؐ کا چہرہ ایسا روشن ہو جاتا کہ گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس سے آپؐ کی خوشی پہچان لیا کرتے تھے۔

شکرانے میں اپنی ساری جائداد سے دستبردار ہوتا ہوں

کہتے ہیں کہ جب میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! مَیں اس توبہ کے قبول ہونے کے عوض اپنی جائیداد سے دست بردار ہوتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر صدقہ ہو گی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اپنی جائیداد میں سے کچھ اپنے لیے بھی رکھو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے کہا اپنا وہ حصہ رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے۔ **میں نے کہا یا رسولؐ اللہ! اللہ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں ہمیشہ ہی سچ بولا کروں گا جب تک کہ میں زندہ رہوں گا** کیونکہ میں اللہ کی قسم! مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو سچی بات کہنے کی وجہ سے اس خوبی کے ساتھ آزمایا ہو جس خوبی سے میری آزمائش کی ہے۔ اس وقت سے کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اصل واقعہ بیان کیا میں نے آج تک عمداً جھوٹ نہیں بولا اور پھر یہ کہتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ آئندہ بھی جب تک زندہ ہوں مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ وحی نازل کی اور اللہ نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکا جنہوں نے تنگی کے وقت اس کی پیروی کی تھی، بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہو جاتے۔ پھر بھی اس نے ان کی توبہ قبول کی یقیناً وہ ان کے لیے بہت ہی مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

بہر حال کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس کے بعد کہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی، کبھی بھی اس نے کوئی انعام میرے نزدیک اس سے بڑھ کر نہیں کیا کہ مَیں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سچ سچ بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ مَیں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جھوٹ نہیں بولا ورنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں نہایت ہی نفرت آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں جو اس نے کسی کے لیے استعمال کیے ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا جب تم ان کی طرف لوٹو گے وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔ اللہ ان بد عہد لوگوں سے کبھی خوش نہیں ہو گا۔

وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا......... سے مراد

حضرت کعبؓ کہتے تھے کہ ہم تینوں کا فیصلہ ان لوگوں کے فیصلے سے زیادہ مؤخر رکھا گیا جن سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے عذر قبول کیا تھا۔ جب انہوں نے آپؐ کے سامنے قسمیں کھائیں اور آپؐ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہمارے فیصلے کو ملتوی کر دیا یہاں تک کہ اللہ نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا۔ سو وہ یہی بات ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبۃ:118) کہتے ہیں کہ یہ غزوہ سے ہمارا پیچھے رہنا نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ تین جو پیچھے رہ گئے تھے۔ اس سے مراد ہمارا غزوے سے پیچھے رہنا نہیں تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے سے ہمیں ان لوگوں سے پیچھے رکھا گیا تھا۔ اس سے یہ مراد ہے جنہوں نے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس قسمیں کھائی تھیں یعنی ہم ان قسمیں کھانے والوں سے اور جھوٹ بولنے والوں سے علیحدہ تھے۔ یہ اس کا مطلب ہے نہ یہ کہ جنگ سے پیچھے رہ گئے۔ بہر حال کہتے ہیں کہ یہ غزوہ سے ہمارا پیچھے رہنا نہیں تھا بلکہ اللہ کے فیصلے سے ہمیں ان لوگوں سے پیچھے رکھنا مراد ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس قسمیں کھائی تھیں اور آپؐ کے پاس معذرتیں کی تھیں اور آپؐ نے ان کی معذرت قبول کر لی تھی۔ [1159]

وفات

حضرت ہِلَال بن امیہ ؓ امیر معاویہ کے دَورِ حکومت میں فوت ہوئے تھے۔ [1160]

غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک کے بارہ میں ایک اَور مختصر نوٹ بھی ہے وہ بھی پڑھ دیتا ہوں۔ پہلے بتا بھی چکا ہوں ایک دفعہ مزید مختصر دوبارہ بیان کر دیتا ہوں کہ تبوک مدینے سے شام کی اس شاہ راہ پر واقع ہے جو تجارتی قافلوں کی عام گزر گاہ تھی اور یہ وادیٔ القریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر ہے۔ اسے اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ کا شہر بھی کہا گیا ہے جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مَدْيَنَ کے رہنے والے تھے اور آپؑ مَدْيَنَ کے ساتھ اَصْحَابُ الْاَيْكَه کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے۔ [1161] اور مدینے سے اس کا فاصلہ کم و بیش پونے چار سو میل ہے۔ غزوہ تبوک کے اَور نام بھی ہیں اس کو غَزْوَةُ الْعُسْرَةِ یا جَيْشُ الْعُسْرَةِ بھی کہتے ہیں یعنی تنگی والا غزوہ اور تنگی والا لشکر۔ غَزْوَةُ الْفَاضِحَة بھی کہتے ہیں وہ جنگ جو منافقین کو ذلیل ورسوا کرنے والی تھی۔ [1162]

آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلا تبلیغی خط قیصر روما کو لکھا اور اس کو لکھ کر اس وقت بُصریٰ کا جو عیسائی گورنر حارث بن ابو شمر غسانی تھا، کو یہ خط بھجوایا۔ چنانچہ جب اسے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا پیغام پہنچا تو اس نے عداوت کا اظہار کیا اور مدینے پر حملہ کی دھمکی دی جس کی وجہ سے مدینے کے لوگوں کو ایک عرصے تک یہ توقع رہی کہ وہ کسی وقت مدینے پر حملہ کرے گا۔ [1163]

اس جنگ کی تیاری کا سبب یہ امر بنا کہ شام کے نِبطی قبیلہ کے لوگ جو تیل کی تجارت کے لیے مدینہ سفر کرتے تھے ان کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو یہ خبر ملی کہ قیصر روم کا ایک لشکر قیصر کے ساتھ ملک شام میں اکٹھا ہوا ہے اور ایک دوسری روایت کے مطابق عرب کے عیسائیوں نے قیصر کی طرف لکھا کہ یہ شخص جو مدعی نبوت ہے یہ ہلاک ہو گیا ہے (نعوذ باللہ) تو مسلمانوں کو قحط نے آلیا ہے جس کے نتیجے میں ان کے جانور ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس پر قیصر نے ایک عظیم سپہ سالار کی قیادت میں کئی قبائل، کے جنگجوؤں پر مشتمل چالیس ہزار سپاہیوں کا ایک لشکر جرار تیار کیا جو بَلْقَاء (جو ملک شام کا ایک شہر ہے) کے مقام پر جمع ہوا۔

اس خبر میں بہر حال کسی قسم کی صداقت نہیں تھی لیکن یہ خبر جو تھی وہ جنگ کی تیاری کا سبب بن گئی۔ نبی کریم ﷺ کو جب یہ خبر ملی اس وقت لوگوں میں طاقت نہیں تھی تاہم آپ ﷺ نے لوگوں میں کُوچ کا اعلان کروایا اور انہیں اس جگہ کے بارے میں آگاہ کر دیا جس طرف سفر کرنا تھا تا کہ وہ اس کے لیے تیاری کر سکیں۔ یہ شرح علامہ زرقانی میں لکھا ہے۔[1164]

صحابہ کا ایثار اور منافقوں کی سازشیں

صحابہ کا ایثار اور منافقوں کی سازشیں بھی اس میں ظاہر ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس غزوے کے لیے تیاری کا اعلان فرمایا ہی تھا کہ مدینے میں ایک گہما گہمی شروع ہو گئی۔ جو صحابہ وسائل رکھتے تھے وہ اپنی استطاعت کی انتہائی حدوں تک قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ جو مجبور تھے ان کا جوش و جذبہ اس قدر عروج پر تھا کہ سینکڑوں میل کے سفر کے لیے پا پیادہ چلنے پر آمادہ تھے اور تیار تھے۔ اس مہم میں وسائل پیش کرنے کے لیے کوئی گھر کی طرف بھاگ رہا تھا تو کوئی اپنے اثاثے اکٹھے کر رہا تھا اور اپنے آقاؐ کے حضور زیادہ سے زیادہ دینے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ بہر حال کوئی اپنے مکانوں کی تلاشی لے رہا تھا کہ کچھ ملے تو مَیں اس کے ذریعہ سے غزوے میں شامل ہوں اور پیدل چلنے کے لیے بھی لوگ تیار تھے بلکہ بعض لوگوں کے پاس تو جوتیاں نہیں تھیں۔ ایسے لوگ جو تھے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں پیدل چلنے کے لیے جوتیاں ہی مل جائیں تو ہم پیدل چلنے کو بھی تیار ہیں۔ اگر ہمارے ننگے پیر ہیں تو ہمیں بالکل نہیں کہ ہمارے پیر زخمی ہو جائیں گے اور ہم پہنچ نہیں سکیں گے۔ اس وقت وہ حالت تھی کہ ان کو وہ بھی مہیا نہیں ہو سکتی تھیں۔ بہر حال ہر ایک اپنی اپنی جگہ اپنی جان کے نذرانے پیش کرنے کے لیے تیار تھا۔ حضرت عمرؓ کو خیال تھا کہ آپ کے گھر میں کافی مال ہے۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ حضرت ابو بکرؓ سے سبقت لے جانے کا آج موقع ہے تو آپؓ نے اپنا آدھا مال لا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رکھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آدھا مال لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سارا سامان آنحضرت ﷺ کے حضور پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے جب پوچھا کہ اپنے گھر کے لیے کیا چھوڑ کے آئے ہو تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسولؐ چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس وقت حضرت ابو بکرؓ پر رشک کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم! میں حضرت ابو بکرؓ سے کسی شَے میں کبھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔[1165]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے روپیہ کی ضرورت بتلائی تو حضرت ابو بکرؓ گھر کا کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔ آپؐ نے پوچھا ابو بکر! گھر میں کیا چھوڑ آئے تو جواب میں کہا" اللہ اور اس کا رسول" اللہ اور رسول کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نصف لے آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا عمرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ تو جواب دیا کہ نصف۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ اس پر "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر کے فعلوں میں جو فرق ہے وہی ان کے مراتب میں فرق ہے۔"[1166]

حضرت ابو بکرؓ نے غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا جو کل مال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کی مالیت اس موقع پر چار ہزار درہم تھی۔[1167]

حضرت عثمانؓ نے بھی اونٹوں اور گھوڑوں اور نقد کی قربانی پیش کی تھی۔ اس قربانی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ اس عمل کے بعد اب عثمانؓ کے کسی عمل پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے فرمایا آج کے دن کے بعد عثمانؓ جو بھی عمل کرے گا وہ اسے ضرر نہیں پہنچائے گا۔ یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ فرمائی۔[1168]

ایک رات مزدوری کر کے خدا کی راہ میں پیش کرنا

حضرت ابو عَقِیل ؓ ایک صحابی تھے ان کے پاس غزوہ میں دینے کے لیے کچھ نہیں تھا تو انہوں نے یہ ترکیب سوچی کہ ایک جگہ رات کو اجرت پہ کام کر کے، مزدوری پہ کام کر کے کھیت کو پانی لگانے کا معاملہ ایک شخص سے طے کیا اور ساری رات رسی کھینچ کھینچ کر کنویں سے پانی نکالتے رہے اور کھیت کو سیراب کرتے رہے۔ اس کے بدلے میں ان کو دو صاع یعنی تقریباً چار پانچ کلو کھجوریں ملیں۔ انہوں نے آدھی اس میں سے اپنے بیوی بچوں کے لیے دے دیں اور آدھی لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے اس موقع پر اپنا نصف مال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جس کی مالیت چار ہزار چار سو درہم تھی۔ جب حضرت عاصم بن عدیؓ نے سو وسق، (ایک وسق میں ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع اڑھائی کلو کا، کچھ کم اڑھائی سیر کا ہوتا ہے) کھجوریں پیش کیں تو منافقوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ ریاکاری ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی۔ اس بارے

میں یہ بھی بتا دوں کہ تقریباً یہ کھجوریں جو حضرت عاصمؓ نے پیش کیں چودہ ہزار کلو یا چودہ ٹن بنتی ہیں تو اسی پہ منافقوں نے کہا کہ دکھاوا ہے۔ یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں گذشتہ خطبے میں مَیں نے غلطی سے ایک calculation میں چھے سو کلو کھجور کا کہا تھا وہ چھے سو نہیں چھے ہزار کلو تھی۔

بہرحال جب منافقوں نے یہ الزام لگایا کہ یہ ریاکاری ہے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں یہ آیت نازل فرمائی اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُہۡدَہُمۡ فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡہُمۡ ؕ سَخِرَ اللّٰہُ مِنۡہُمۡ ۫ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ (التوبۃ:79) کہ وہ لوگ جو مومنوں میں سے دلی شوق سے نیکی کرنے والوں پر صدقات کے بارے میں تہمت لگاتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جو اپنی محنت کے سوا اپنے پاس کچھ نہیں پاتے۔ پس وہ ان سے تمسخر کرتے ہیں اللہ ان کے تمسخر کا جواب دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب مقدر ہے۔[1169]

یہ ان منافقوں کے لیے یا ان لوگوں کے لیے ہے جو ایسے الزام لگانے والے ہیں۔[1170]

گذشتہ خطبے میں مَیں حضرت ہِلَال بن امیہؓ کا ذکر کر رہا تھا اور اس ذکر میں غزوۂ تبوک کا بھی ذکر آ گیا۔ حضرت ہِلَال ؓ ان تین پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے جو اس غزوے میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوے سے واپسی پر ان لوگوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کچھ سزا دی جس پر یہ تینوں بڑے بے چین تھے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے استغفار اور توبہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان تین صحابہ کی گریہ وزاری جن میں حضرت ہِلَال ؓ بھی شامل تھے اللہ تعالیٰ کے حضور قبول ہوئی اور ان کی معافی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی۔

بہرحال اس بارے میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ صحابہؓ نے اس غزوے کی تیاری کے لیے کس قدر قربانیاں دی تھیں اور یہ بھی ذکر تھا کہ بعض اَور لوگ جن کے دلوں میں نفاق تھا اس میں شامل نہیں ہوئے اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں جھوٹے عذر پیش کیے۔ بعض نے شروع میں جانے سے انکار کیا اور آپؐ نے ایسے منافقوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑا۔ اس تسلسل میں کچھ اَور باتیں ہیں جو مَیں اس وقت پیش کروں گا۔

وہ لوگ جو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ نہ جانے کو ترجیح دے رہے تھے ان میں ایک شخص جدّ بن قیس تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے فرمایا کہ تم رومیوں سے جنگ کے لیے ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟ اس نے یہ بہانہ بنایا کہ وہ عورتوں کی وجہ سے فتنے میں پڑ سکتا ہے اس لیے اسے آزمائش میں نہ ڈالا جائے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے اعراض کیا اور اسے اجازت دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی کہ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ ائۡذَنۡ لِّیۡ وَلَا تَفۡتِنِّیۡ ؕ اَلَا فِی الۡفِتۡنَۃِ سَقَطُوۡا ؕ وَاِنَّ جَہَنَّمَ لَمُحِیۡطَۃٌۢ بِالۡکٰفِرِیۡنَ۔ (التوبۃ:49) اور ان میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے رخصت دے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ خبردار وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو ہر طرف سے گھیر لینے والی ہے۔

منافقین کا گڑھ

مدینے کے ایک یہودی کا نام سُوَیْلَمْ تھا۔ وہ مدینہ کے علاقے جَاسُومْ میں مقیم تھا جس کو بِئرِ جَاسِمْ بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینے میں شام کی سمت اَبُو الْھَیْثَمْ بن تَیِّہَان کا کنواں تھا۔ اس کا پانی بہت عمدہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اس پانی کو پیا اور پسند فرمایا۔ اس یہودی کا گھر منافقوں کا گڑھ تھا۔ نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کہ منافقین وہاں اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ لوگوں کو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جانے سے روک رہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے جا کر ان باتوں کے بارے میں پوچھو جو انہوں نے کہی ہیں۔ اگر وہ ان سے انکار کریں تو انہیں بتا دینا کہ مجھے خبر پہنچی ہے تم نے یہ یہ کہا ہے۔ جب حضرت عمّارؓ وہاں پہنچے اور انہوں نے وہ سب کہا تو وہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر معذرتیں کرنے لگے۔[1171]

ان کی اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ۔ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ (التوبہ:64تا66) کہ منافق ڈرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی سورت نازل نہ کر دی جائے جو ان کو اس سے مطلع کر دے جو ان کے دلوں میں ہے۔ تُو کہہ دے کہ بے شک تمسخر کرتے رہو۔ یہ ڈرنے کا ذکر بھی تمسخرانہ انداز میں کرتے ہیں۔ اللہ تو یقیناً ظاہر کر کے رہے گا جس کا تمہیں خوف ہے اور اگر تُو ان سے پوچھے تو ضرور کہیں گے کہ ہم تو محض گپ شپ میں محو تھے اور کھیلیں کھیل رہے تھے۔ تُو پوچھ کیا اللہ اور اس کے نشانات اور اس کے رسول سے تم استہزا کر رہے تھے؟ کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے کسی ایک گروہ سے درگزر کریں تو کسی دوسرے گروہ کو عذاب بھی دے سکتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ یقیناً مجرم ہیں۔ بہر حال اس وقت یہ حالات تھے۔ کچھ جانے سے پہلے منصوبے بن رہے تھے کہ نہ جایا جائے۔ منافقین ان میں شامل تھے یہودی ان کو ابھار رہے تھے۔ کچھ ویسے بہانے بناتے رہے اور بعد میں واپسی پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بہانے بنائے۔ بہر حال آپؐ نے ان کا معاملہ اللہ پہ چھوڑا۔ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینے کے قریب پہنچے تو آپؐ نے فرمایا مدینے میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ ہر سفر اور ہر وادی میں تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! جبکہ وہ مدینے میں ہیں تو پھر کس طرح ساتھ ہو گئے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہی ہیں مگر انہیں کسی عذر نے یا کسی مرض نے روک لیا تھا۔[1172]

یہ لوگ ایسے تھے جن کا عذر بھی جائز تھا اور ان کا مرض تھا یا کوئی وجہ بن گئی جس کی وجہ سے باوجود خواہش کے وہ نہیں جا سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ساتھ ہی رکھا۔

مدینہ اور انصار سے محبت کا اظہار

تبوک سے واپسی کے سفر میں ایک موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں جلدی جا رہا ہوں۔ پس تم میں سے جو چاہے میرے ساتھ جلدی چلے اور جو چاہے ٹھہر جائے یعنی آرام سے پیچھے آتا رہے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہمیں مدینہ دکھائی دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ طَابَۃ ہے یعنی پاکیزہ اور خوشگوار اور یہ احد ہے یہ ایسا پہاڑ ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ انصار کے گھروں میں بہترین گھر بَنُو نَجَّارْ کا گھر ہے۔ پھر بنو عبد الاشہل کا گھر ہے پھر بنو عبد الحارث بن خَزْرَج کا گھر ہے۔ پھر بنو سَاعِدَہ کا گھر اور آپؐ نے انصار کے سب گھروں کو اچھا قرار دیا۔

حضرت سَعد بن عُبادہؓ ہم سے آملے۔ راوی بیان کر رہے ہیں تو ابو اُسَید نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی ہے اور ہمیں آخر پر رکھا ہے۔ حضرت سعد رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپؐ نے انصار کے گھروں کی فضیلت بیان کی ہے اور ہمیں آخر پر رکھا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے لیے کافی نہیں کہ تم خیر والوں میں سے ہو؟ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔[1173]

جنگ تبوک سے واپسی پر اہل مدینہ کا والہانہ استقبال

واپسی پر آنحضرت ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ کے لوگ کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے مدینے سے باہر ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کے پاس آئے، وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مدینہ کے قریب ایک مقام ہے اور مدینہ سے مکہ جانے والوں کو اس مقام تک آکر الوداع کہا جاتا تھا۔ اس لیے اس کو ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع کہتے تھے۔ مؤرخین، سیرت نگاروں کے نزدیک جب آنحضرت ﷺ نے مکے سے ہجرت کر کے جب آپؐ قبا کی طرف سے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے اس جانب بھی ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع تھی۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق وہاں مدینہ کے بچوں نے آپ کا استقبال کیا اور لڑکیاں یہ گا رہی تھیں کہ:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاع

کہ چودھویں کی رات کا چاند ہم پر ثنیۃ الوداع کی جانب سے طلوع ہوا۔ ہم پر اللہ کا شکر واجب ہو گیا ہے جب تک کہ اللہ کا کوئی نہ کوئی پکارنے والا رہے گا۔

کچھ شارحینِ حدیث جیسے علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری ہیں۔ بخاری کی شرح لکھی ہے۔ ان کا

خیال ہے کہ عین ممکن ہے کہ جن اشعار کا ذکر حضرت عائشہؓ سے بیان کردہ روایت میں ہے، جو میں نے پڑھی ہے۔ ان کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت سے ہو کیونکہ اس وقت ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع مقام پر لوگوں اور بچوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا کیونکہ ملک شام کی جانب سے آنے والوں کا استقبال اسی جگہ سے کیا جاتا تھا۔

جب اہل مدینہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ تبوک سے واپسی کا علم ہوا تو وہ خوشی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے مدینے سے باہر اس مقام پر نکلے جیسا کہ حضرت سَائِبْ بن یَزِید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں بھی دوسرے بچوں کے ساتھ اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے ثَنِیَّۃُ الْوَدَاع گیا تھا جب آپ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ امام بیہقی نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ بچوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اشعار کے ذریعہ استقبال کیا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے مدینہ واپس تشریف لائے تھے۔[1174]

بہر حال مؤرخین اور سیرت نگاروں کی دونوں قسم کی آرا موجود ہیں یعنی بعض کے نزدیک یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت اور بعض کے نزدیک غزوۂ تبوک سے واپسی پر یہ اشعار پڑھے گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب کسی سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں پہنچ کر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ چنانچہ جب آپؐ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی۔[1175]

نماز کے بعد آپؐ لوگوں کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوئے اس کے بعد دو نفل پڑھنے کے بعد وہیں بیٹھ گئے اور اس وقت وہ لوگ بھی آپؐ سے ملنے کے لیے آئے جو عمداً پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ جو بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کے پیچھے رہنے والے تھے وہ آپؐ کے سامنے اپنا کوئی نہ کوئی عذر پیش کرتے۔ ایسے لوگوں کی تعداد جو تھی اسّی کے قریب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے عذروں کی حقیقت جانتے ہوئے بھی یہ جانتے تھے کہ یہ غلط عذر کر رہے ہیں اس کے باوجود ان کے ظاہری بیانات کو قبول فرماتے اور ان سے درگذر فرماتے رہے اور ان کی بیعت بھی لیتے رہے اور ان کے لیے استغفار بھی کرتے رہے۔[1176]

لیکن جیسا کہ پہلے تفصیلی ذکر ہو چکا ہے حضرت ہِلَال بن امیہؓ حضرت مُرارہ بن ربیعؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ نے کوئی جھوٹا عذر نہیں کیا اور اس کی وجہ سے کچھ عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو برداشت کیا۔ بڑے روتے رہے، گڑگڑاتے رہے، اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھکے رہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی توبہ قبول کرنے کا اعلان بھی فرما دیا۔[1177]

312

حضرت واقد بن عبد اللہؓ

حضرت واقدؓ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے کسی مشرک کو کسی جنگ میں قتل کیا ہو

حضرت وَاقِد بن عبد اللہؓ۔ حضرت واقدؓ کے والد کا نام عبد اللہ بن عَبْدِ مَنَاف تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ حضرت واقدؓ خَطَّاب بن نُفَیل کے حلیف تھے۔ اور ایک قول کے مطابق وہ قریش کے قبیلہ بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے۔[1178]

ابتدائی قبول اسلام

حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں جن افراد کے اسلام قبول کرنے کا ذکر تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے ان میں حضرت واقدؓ بھی شامل ہیں۔[1179]

حضرت واقدؓ نے نبی کریم ﷺ کے دارِ ارقم میں تشریف لے جانے سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔[1180]

دار ارقم کا تعارف

دار ارقم کے بارے میں کچھ عرصہ ہوا مَیں بیان کر چکا ہوں کہ یہ کیا تھا۔ مختصر طور پر بیان کر دیتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کو جب یہ خیال پیدا ہوا کہ مکّے میں ایک تبلیغی مرکز قائم کیا جائے جہاں مسلمان جمع ہوں، نماز وغیرہ کے لیے آئیں اور بے روک ٹوک اور اطمینان سے اپنے تربیتی امور کے بارے میں بھی آنحضرت ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ بھی وہاں کی جا سکے تو اس غرض کے لیے ایک مکان کی ضرورت تھی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک نو مسلم ارقم بن ابی ارقمؓ کا مکان پسند فرمایا جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا۔ اس کے بعد مسلمان یہیں جمع ہوتے تھے، یہیں نمازیں پڑھتے تھے اور وہ لوگ جنہیں حق کی تلاش تھی آنحضرت ﷺ کے پاس جب آتے تھے تو آپ ان کو یہیں اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ مکان تاریخ میں خاص شہرت حاصل کر گیا اور دار الاسلام کے نام سے بھی مشہور ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قریباً تین سال تک دارِ ارقم میں کام کیا۔ یعنی بعثت کے چوتھے سال آپ نے اسے اپنا مرکز بنایا اور چھٹے سال کے آخر تک آپ نے اس میں یہ تبلیغی سرگرمیاں اور تربیتی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ دارِ ارقم میں اسلام لانے والوں میں آخری شخص حضرت عمرؓ تھے جن کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ دارِ ارقم سے نکل کر کھلے طور پر تبلیغ کرنے لگ گئے۔[1181]

مکہ سے ہجرت

حضرت عمرؓ نے جب مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو اس وقت حضرت عمرؓ کے خاندان کے دیگر افراد کے علاوہ حضرت واقِد ؓ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ حضرت واقدؓ نے مکّے سے مدینہ ہجرت کے وقت حضرت رِفاعہ بن عبدالمنذِر ؓ کے ہاں قیام کیا پھر آنحضور ﷺ نے حضرت واقدؓ اور حضرت بِشر بن بَرَاء ؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔[1182]

تمام غزوات میں شرکت

حضرت واقدؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے۔[1183]

آنحضرت ﷺ نے جب حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کی قیادت میں ایک سَریہ بھجوایا تو اس میں حضرت واقدؓ بھی شامل تھے۔[1184]

اسلام میں پہلا مشرک جو قتل ہوا

اس سریے میں کفار کے ایک شخص عَمرو بن حَضْرَمِی قتل ہوا اسے حضرت واقدؓ نے قتل کیا تھا۔ اسلام میں یہ پہلا مشرک تھا جو قتل ہوا اور **حضرت واقدؓ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے کسی مشرک کو کسی جنگ میں قتل کیا ہو۔**[1185]

اس سریہ کی تفصیل حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کے ضمن میں مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔[1186]

حضرت واقدؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے آغاز میں وفات پائی۔[1187]

313

حضرت وَدِیْعَہ بن عَمرو ؓ

پھر ایک صحابی حضرت وَدِیْعَہ بن عَمرو ہیں۔ ابن کلبی نے ان کا نام وَدِیْعَہ بن عَمرو بن یَسَار بن عوف بیان کیا ہے۔ اور ابو معشر نے ان کا نام رِفَاعَہ بن عَمرو بن جَرَاد بیان کیا ہے۔ آپ کا تعلق بنو جھینہ سے تھا جو بنو نجار کے حلیف تھے۔ آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ حضرت رَبِیعہ بن عمرو آپ کے بھائی تھے۔[1188]

پھر جن صحابی کا ذکر ہے ان کا نام ہے حضرت رِفَاعَہ بِن عَمرو الْجُھَنِی ؓ۔ ان کا نام وَدِیْعَہ بن عَمرو

بھی بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت رِفَاعَہ ؓ غزوۂ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ آپؓ انصار کے قبیلہ بنو نجار کے حلیف تھے۔[1189]

314

حضرت ورقہ بن ایاسؓ

حضرت وَرَقَہ بن اِیَاس ؓ۔ حضرت وَرَقَہ ؓ کے نام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپؓ کا نام وَرَقَہ کے علاوہ وَدْفَہ اور وَدْقَہ بھی بیان ہوا ہے۔ حضرت وَرَقَہ ؓ کے والد کا نام اِیَاس بن عَمْرو تھا۔ آپؓ انصار کے قبیلے خزرج کی شاخ بَنُو لَوْذَان بن غَنْم سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت وَرَقَہ ؓ کو غزوۂ بدر کے علاوہ غزوۂ احد، غزوۂ خندق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دیگر تمام غزوات میں شرکت کی توفیق ملی۔

آپؓ کی شہادت جنگ یمامہ کے روز حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں 11 ہجری میں ہوئی۔[1190]

315

حضرت وہب بن ابی سرحؓ

حضرت وہب بن ابی سرح۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ آپ اپنے بھائی عمرو کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

ھیثم بن عدی نے ان کا ذکر مہاجرین حبشہ میں کیا ہے لیکن بَلاذُری نے کہا ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ہے۔ صرف بدر میں شریک ہوئے تھے ہجرت حبشہ کا ذکر نہیں ملتا۔[1191]

316

حضرت وھب بن سعد بن ابی سرحؓ

نام و نسب

حضرت وَھْب بن سَعْد بن ابی سَرْح ؓ۔ حضرت وہبؓ کے والد کا نام سعد تھا۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن لؤی سے تھا۔ آپ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ کا نام مہانہ بنت جابر تھا جو اشعری قبیلہ سے تھیں۔[1192]

عبداللہ بن ابی سرح کا ارتداد اور پھر اسلام لانا

حضرت وَھْب ؓ کا بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح وہی کاتب وحی تھا جس نے ارتداد اختیار کر لیا تھا۔

ان کے بھائی کے بارے میں اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ایک کاتب وحی تھا جس کا نام عبداللہ بن ابی سرح تھا اور سیرۃ الحلبیۃ میں لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ بہرحال پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ آپؐ پر جب کوئی وحی نازل ہوتی تو اسے بلوا کر لکھوا دیتے تھے۔ ایک دن آپ سورۃ المومنون کی آیت 14 اور 15 لکھوا رہے تھے۔ جب آپؐ یہاں پہنچے کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ تو یہ جو کاتب وحی تھا اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ سورۃ المومنون کی آیت 15 میں اس کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وحی ہے اس کو لکھ لو۔ اس بدبخت کو یہ خیال نہ آیا کہ پچھلی آیتوں کے نتیجے میں یہ آیت طبعی طور پر آپ ہی بن جاتی ہے۔ اس نے سمجھا کہ جس طرح میرے منہ سے یہ آیت نکلی اور رسول اللہ ﷺ نے اسے وحی قرار دے دیا ہے اسی طرح آپؐ نعوذ باللہ خود سارا قرآن بنا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مرتد ہو گیا اور مکے چلا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر جن لوگوں کو قتل کرنے کا رسول کریم ﷺ نے حکم دیا تھا ان میں ایک عبداللہ بن ابی سرح بھی تھا مگر حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دے دی۔ اور اس پناہ کی تفصیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب عبداللہ بن ابی سرح کو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس ان کی پناہ لینے چلا گیا اور ان سے کہنے لگا کہ اے بھائی اس سے پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ میری گردن ماریں مجھے ان سے امان دلوا دو۔ سیرۃ الحلبیۃ میں لکھا ہے۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ وہ آپؓ کے گھر میں تین چار دن چھپا رہا۔ ایک دن جبکہ رسول کریم ﷺ مکے کے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے تو حضرت عثمانؓ عبداللہ بن ابی سرح کو

بھی آپ کی خدمت میں لے گئے اور اس کی بیعت قبول کرنے کی درخواست کی۔

رسول کریم صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پہلے تو کچھ دیر تامل فرمایا مگر پھر آپؐ نے اس کی بیعت لے لی اور اس طرح دوبارہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔[1193]

اور بھی بہت ساری باتیں تھیں جس کی وجہ سے، فتنہ اور فساد کی وجہ سے اور بھڑکانے کی وجہ سے بھی یہ حکم دیا گیا تھا۔ صرف ایک ہی وجہ نہیں تھی کہ یہ مرتد ہو گیا تھا اس لیے قتل کا حکم دے دیا۔

مکہ سے ہجرت

عاصم بن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت وَهْب ؓ نے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپؓ نے حضرت کلثوم بن ہِدم کے ہاں قیام کیا۔ حضرت رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت وَهْب ؓ اور حضرت سُوَیْد بن عَمرو ؓ کے درمیان عقد مؤاخات قائم فرمایا یعنی یہ دونوں بھائی بنے تھے۔

شہادت

آپ دونوں جنگ مؤتہ کے دن شہید ہوئے۔ حضرت وَهْب ؓ غزوۂ بدر، احد، خندق اور حدیبیہ اور خیبر میں شریک ہوئے اور آپؓ جمادی الاولیٰ 8 ہجری میں جنگ مؤتہ میں شہید ہوئے۔ شہادت کے روز آپؓ کی عمر 40 سال تھی۔[1194]

جنگ مؤتہ کیا تھی یا اس کے اسباب کیا تھے؟ اس کا طبقات الکبریٰ میں کچھ ذکر ہے۔ یہ جنگ جمادی الاولیٰ سنہ 8 ہجری میں ہوئی۔ رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے حضرت حَارِث بن عُمَیر ؓ کو قاصد بنا کر شاہ بُصریٰ کے پاس خط دے کر بھیجا۔ جب وہ موتہ کے مقام پر اترے تو انہیں شُرَحبِیل بن عَمرو غَسَّانِی، (شرحبیل جو تھا وہ سیرۃ الحلبیہ کے مطابق قیصر کے شام پر مقرر کردہ امراء میں سے ایک تھا، اس) نے روکا اور ان کو شہید کر دیا۔ حضرت حارِث بن عمیرؓ کے علاوہ رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا اور کوئی قاصد شہید نہیں کیا گیا۔ جب آنحضرت صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ان سب کے امیر حضرت زَید بن حارِثہ ؓ ہیں اور ایک سفید جھنڈا تیار کر کے حضرت زیدؓ کو دیتے ہوئے یہ نصیحت کی کہ حضرت حارِث بن عمیرؓ جہاں شہید کیے گئے ہیں وہاں پہنچ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو ٹھیک ہے۔ نہیں تو ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور ان سے جنگ کریں۔[1195]

حضرت وَهْب ؓ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔

اس جنگ کی تفصیل مزید بیان کر دیتا ہوں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سریہ مؤتہ کے لیے حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر مقرر فرمایا۔ پھر رسول اللہ صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ امیر ہوں گے اور اگر جعفرؓ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہؓ تمہارے امیر ہوں گے۔ اس لشکر کو جیش امراء بھی کہتے ہیں۔[1196]

اس کی تفصیل میں حضرت مصلح موعودؓ نے اتنا ہی لکھا ہے کہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس وقت وہاں قریب ہی ایک یہودی بھی بیٹھا تھا۔ اس نے جب آنحضرت ﷺ کی بات سنی تو حضرت زیدؓ کے پاس آیا اور آکر کہا کہ اگر محمد ﷺ سچے ہیں تو تم تینوں میں سے کوئی بھی زندہ بچ کے واپس نہیں آئے گا۔ اس پر حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں زندہ بچ کے آؤں یا نہ آؤں لیکن یہ بہر حال سچ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور نبی ہیں۔[1197]

اس جنگ کے حالات کی، شہدا کی آنحضرت ﷺ کو خبر اللہ کی طرف سے ہوئی۔ اس بارے میں ایک روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ زیدؓ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوئے۔ پھر جعفرؓ نے اسے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر عبد اللہ بن رواحہؓ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔

یہ خبر دیتے ہوئے آنحضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پھر جھنڈے کو خالدؓ بن ولید نے بغیر سردار ہونے کے پکڑا اور انہیں فتح حاصل ہوئی۔[1198]

اللہ تعالیٰ ان صحابہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔[1199]

317

حضرت یزید بن ثابتؓ

حضرت یزید بن ثابتؓ ایک بدری صحابی تھے ان کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو مالك بن نجّار سے تھا۔ حضرت یزیدؓ کے والد کا نام ثابت بن ضحّاك اور والدہ کا نام نَوار بنت مالك تھا۔ حضرت یزید حضرت زید بن ثابتؓ کے بڑے بھائی تھے۔[1200]

اور حضرت یزید بن ثابت نے دُبَیَّۃ بنت ثابت سے شادی کی تھی۔[1201]

اور یہ بھی ان کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت یزید بن ثابتؓ غزوہ بدر اور احد دونوں میں شامل ہوئے تھے۔

شہادت

حضرت یزید بن ثابتؓ کی شہادت 12 ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ یمامہ کے روز ہوئی جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق جنگِ یمامہ کے روز انہیں ایک تیر لگا تھا اور واپسی پر راستے میں ان کی وفات ہوئی تھی۔[1202]

ایک جنازے کا احترام

حضرت یزید بن ثابتؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ ظاہر ہوا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے۔ وہ سب کھڑے رہے یہاں تک کہ وہ جنازہ گزر گیا۔[1203]

یہی واقعہ ایک اور روایت میں تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان ہوا ہے۔

حضرت یزید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس صحابہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ ظاہر ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ جلدی سے کھڑے ہوئے اور آپؐ کے صحابہ بھی تیزی سے کھڑے ہو گئے۔ وہ تب تک کھڑے رہے جب تک جنازہ گزر نہ گیا۔

حضرت یزیدؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! مَیں نہیں سمجھتا کہ آپؐ کسی تکلیف یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے کھڑے ہوئے تھے اور میرا خیال ہے کہ وہ کسی یہودی مرد یا عورت کا جنازہ تھا اور ہم نے آپؐ سے آپؐ کے کھڑے ہونے کی وجہ بھی دریافت نہ کی۔[1204]

جب تک مَیں تمہارے درمیان ہوں جو بھی تم میں سے فوت ہو اس کی خبر مجھے ضرور دو

پھر حضرت یزید بن ثابتؓ سے ایک اور روایت ہے کہ وہ لوگ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہ سنن نسائی کی ہے۔ حضرت یزید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ آپ نے ایک نئی قبر دیکھی (یہ ایک اَور واقعہ ہے۔ ایک دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے) کہتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نکلے۔ آپؐ نے ایک نئی قبر دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ **یہ فلاں قبیلے کی لونڈی کی قبر** ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ وہ دوپہر کے وقت فوت ہوئی تھی اور آپؐ اُس وقت قیلولہ فرما رہے تھے۔ ہم نے آپؐ کو اس وجہ سے اٹھانا پسند نہیں کیا کہ آپ آرام کر رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے پیچھے لوگوں کی صف بندی کی اور آپؐ نے اس پر چار تکبیریں کہیں یعنی اس قبر کے اوپر ہی آپؐ نے صفیں بنوا کے جنازہ پڑھا۔ پھر فرمایا کہ جب تک مَیں تمہارے درمیان ہوں جو بھی تم میں سے فوت ہو اس کی خبر مجھے ضرور دو کیونکہ میری دعا اس کے لیے رحمت ہے۔[1205]

اسی طرح یہ روایت مسلم اور سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں اس طرح تفصیلاً بیان ہوا ہے کہ حضرت یزید بن ثابتؓ نے بیان کیا اور وہ زید سے بڑے تھے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ جب آپ جنت البقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپؐ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ فلاں عورت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا تم نے مجھے اس کے متعلق کیوں خبر نہ دی۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ دوپہر کو آرام فرما رہے تھے۔ آپ روزے سے بھی تھے۔ ہم نے پسند نہ کیا کہ آپ کو تکلیف دیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا فعل

نہ کرو جو مَیں نہیں جانتا۔ یعنی مَیں نے تو کبھی نہیں ایسا کہا۔ تم میں سے جو کوئی بھی فوت ہو جب تک مَیں تمہارے درمیان ہوں مجھے اس کے بارے میں ضرور اطلاع کیا کرو کیونکہ اس پر میری دعا اس کے لیے باعثِ رحمت ہے۔ پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف بنائی اور آپؐ نے اس پر چار تکبیریں پڑھیں۔[1206]

مسجد نبوی میں جھاڑو دینے والی ایک سیاہ فام خاتون کی قبر پر تشریف لے جانا

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے ہے کہ ایک سیاہ فام خاتون کے متعلق روایت مروی ہے۔ یہ قبر پہ جنازہ پڑھنے کے بارے میں ہے جس میں یہ بیان ہے کہ وہ مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ خاتون مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ فوت ہو گئی۔ نبی کریم ﷺ نے جب اسے چند روز نہ دیکھا تو آپؐ نے اس خاتون کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا پھر کیا تم نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دینی تھی۔ **اس عورت کی قبر کا پتا بتاؤ۔ چنانچہ آپؐ اس عورت کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کا جنازہ پڑھا۔**[1207]

سنن ابن ماجہ کی شرح اِنْجَازُ الْحَاجَہ کا مصنف لکھتا ہے کہ یہ ایک سیاہ فام خاتون تھی جس کا نام امام بیہقی نے اُمِّ مِحْجَنْ بیان کیا ہے اور ابنِ مَنْدَہ نے اس کا نام خَرْقَاءَ بیان کیا ہے اور صحابیاتؓ میں سے اس کو شمار کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خرقاء اس خاتون کا نام ہو اور اُمِّ مِحْجَنْ اس کی کنیت ہو۔ یعنی دونوں نام صحیح ہیں۔[1208]

318

حضرت یزید بن حارثؓ

نام و نسب

حضرت یَزِیْد بن حارِث ؓ۔ حضرت یَزِیْد بن حارِث ؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو اَحْمَر بن حَارِثَہ سے تھا۔ حضرت یزید کے والد کا نام حَارِث بن قَیس اور والدہ کا نام فُسْحُمْ تھا جو قبیلہ قَیْن بن جَسْر سے تعلق رکھتی تھیں۔ قَیْن یمن میں قُضَاعَہ کا ایک قبیلہ تھا۔ حضرت یزیدؓ اپنی والدہ کی نسبت سے یزید فُسْحُمْ اور یزید بن فُسْحُمْ کے نام سے بھی پکارے جاتے تھے۔[1209]

حضرت یزید بن حارِث ؓ کے ایک بھائی عبد اللہ بن فُسْحُمْ بھی تھے۔ ان کا نام 'ذوالشمالین' بھی تھا۔ حضرت عُمَیر بن عبدِ عمرو 'ذوالشمالین' کے بارے میں ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں

ذوالشمالین اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بائیں ہاتھ سے زیادہ کام کرتے تھے۔

ذو الیدین کے لقب سے بھی یہ مشہور تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دونوں ہاتھوں سے کام لیتے تھے اس لیے انہیں ذوالیدین بھی کہا جاتا تھا۔ ان کا نام عُمَیر بن عَبدِ عمرو خُزَاعِی تھا۔

جب وہ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت یزید بن حارث کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔ عمیر بن عبد عمرو کا یہ ذکر یا ذوالشمالین کا یہ ذکر اس لیے ہوا کہ ان کی مؤاخات یزید بن حارثؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔

حضرت یزید اور حضرت ذوالشمالین دونوں کو غزوۂ بدر میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور دونوں نے ہی اسی جنگ میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ نَوفَل بن مُعَاوِیَہ دِیْلِیؓ نے حضرت یزید کو شہید کیا تھا اور ایک دوسرے قول کے مطابق قاتل کا نام طُعَیمَہ بن عَدِیّ تھا۔[1210]

کھجوریں پھینک کر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے

حضرت یَزِیْد بِن حَارِث ؓ نے جنگِ بدر کے روز اپنے ہاتھ میں کھجوریں پکڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ پھینک کر لڑائی شروع کی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔[1211]

(319)

حضرت یزید بن رُقَیش ؓ

نام و نسب و کنیت

حضرت یزید بن رُقَیش ؓ۔ حضرت یزیدؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے خاندان بنو اسد بن خزیمہ سے تھا اور حضرت یزیدؓ بنو عبد شمس کے حلیف تھے۔[1212]

بعض نے ان کا نام اَرْبَدْ بھی بیان کیا ہے لیکن یہ درست نہیں۔[1213]

حضرت یزیدؓ کے والد کا نام رُقَیش بن رِئَاب تھا اور ان کی کنیت ابو خالد تھی۔

تمام غزوات میں شامل

حضرت یزیدؓ غزوۂ بدر، احد اور خندق سمیت تمام دیگر غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شریک ہوئے۔ حضرت یزیدؓ نے غزوۂ بدر میں طَیء قبیلے کے ایک شخص عَمرو بن سفیان کو قتل کیا تھا۔[1214]

حضرت یزیدؓ کے ایک بھائی کا نام حضرت سعید بن رُقَیش ؓ تھا جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ہمراہ مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی، جن کا شمار اوّلین مہاجرین میں ہوتا ہے۔[1215]

حضرت یزیدؓ کے ایک بھائی کا نام حضرت عبدالرحمٰن بن رُقَیش ؓ تھا جو غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔[1216]

حضرت یزیدؓ کی ایک بہن کا نام حضرت آمنہ بنت رُقَیش ؓ تھا جنہوں نے شروع میں ہی مکّے میں اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینے کی طرف ہجرت کی تھی۔[1217]

شہادت

حضرت یزیدؓ جنگِ یمامہ کے روز 12 ہجری میں شہید ہوئے تھے۔[1218]

جنگ یمامہ

اس جنگ کی کچھ تفصیل اس طرح سے ہے، ایک دفعہ پہلے بھی کچھ میں تھوڑا سا مختصر بیان کر چکا ہوں۔ جنگِ یمامہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں 11 ہجری میں ہوئی تھی۔ بعض مؤرخین کے مطابق 12 ہجری میں ہوئی تھی۔ یہ جنگ مسیلمہ کذّاب کے خلاف یمامہ کے مقام پر لڑی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عکرمہؓ بن ابو جہل کی سر کردگی میں ایک لشکر مسیلمہ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ ان کے پیچھے ان کی مدد کے لیے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہ ؓ کی سر کردگی میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت عکرمہؓ نے حضرت شُرَحْبِیل ؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے لڑائی شروع کر دی تا کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر ہو لیکن مسیلمہ سے انہیں شکست ہوئی۔ اس واقعے کی اطلاع جب حضرت شُرَحْبِیل ؓ کو ملی تو وہ راستے میں رک گئے۔ حضرت عکرمہؓ نے اپنی سرگذشت حضرت ابو بکرؓ کو لکھی تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں لکھا کہ نہ تم مجھے اس حالت میں ملو اور نہ میں تمہیں دیکھوں اور نہ مدینے واپس آؤ جس سے لوگوں میں بزدلی پیدا ہو بلکہ اپنے لشکر کو لے کر اہل عمان اور مَہرہ کے باغیوں کے ساتھ جا کر لڑائی کرو۔ اس کے بعد یمن اور حضر موت میں باغیوں کے ساتھ جا کر لڑو۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت شُرَحْبِیل ؓ کو لکھا کہ تم حضرت خالد بن ولیدؓ کے آنے تک اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کذّاب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور ان کے ساتھ مہاجرین اور انصار کی ایک بڑی جماعت روانہ فرمائی۔ انصار کی جماعت کے سردار حضرت ثابت بن قیسؓ اور مہاجرین کے سردار حضرت ابو حُذَیفہ اور حضرت زید بن خطابؓ تھے۔ حضرت شُرَحْبِیل ؓ نے حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے مسیلمہ کذّاب کے خلاف جنگ شروع کر دی اور پسپا ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کے لیے حضرت سَلِیط ؓ کی قیادت میں مزید کمک روانہ کر دی تا کہ پیچھے سے کوئی ان پر حملہ نہ کر سکے۔ حضرت ابو بکرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں چاہتا کہ میں بدری صحابہ کو استعمال کروں۔ میں انہیں اس حال میں چھوڑنا پسند کرتا ہوں کہ وہ اپنے صالح اعمال کے ساتھ اللہ سے ملاقات کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے اور نیک لوگوں کی

برکت سے اس سے زیادہ افضل طور پر مصائب کو رفع کر دیتا ہے بجائے اس کے کہ ان سے عملی طور پر مدد لی جائے لیکن بہرحال مجبوریوں کی وجہ سے شامل بھی ہوئے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی رائے اس کے برعکس تھی وہ بدری صحابہؓ کو لشکر وغیرہ میں استعمال فرمالیا کرتے تھے۔

بہرحال اس جنگ میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد تیرہ ہزار تھی جبکہ مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مسیلمہ کذّاب کے ساتھ ایک شخص نَهَارُ الرِّجَال بِنْ عُنْفُوَةٌ تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں قرآن کریم اور دین کے مسائل سیکھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اہل یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسیلمہ کذّاب کے دعویٰ نبوت کی تردید کرے۔ وہاں جا کر یہ شخص مرتد ہو گیا اور اس بات کی شہادت دی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جھوٹی گواہی ایک دے دی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسیلمہ کو میرے ساتھ نبوت میں نعوذ باللہ شریک کر دیا گیا ہے۔ بہرحال جب یہ مرتد ہوتے ہیں پہلے بھی اور آج بھی اسی طرح غلط الزام اور جھوٹی باتیں منسوب کرنا ایسے لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ بہرحال مسیلمہ کے قبیلہ بنو حنیفہ پر اس شخص کے ارتداد کا مسیلمہ کے دعویٰ کی نسبت سے کہیں زیادہ برا اثر پڑا کیونکہ یہ تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس کے زیر اثر بھی لوگ تھے۔ جب اس نے یہ باتیں کہیں، مسیلمہ کے دعویٰ نبوت کا تو اتنا اثر نہیں تھا لیکن اس کی باتوں سے لوگوں نے اثر لینا شروع کر دیا۔ اس کی گواہی کو سب نے تسلیم کیا اور نتیجۃً مسیلمہ کی اطاعت کر لی اور اس سے کہا کہ تم نبی ﷺ کو خط لکھو۔ اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں تو ہم پھر اس کے مقابلے میں تمہاری مدد کریں گے۔ ان کی طرف سے یہ بغاوت کا اعلان ہی دراصل جنگ کی اصل وجہ تھی۔

جب مسیلمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت خالدؓ قریب آگئے ہیں، اس جنگ کا جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے، حضرت خالدؓ کو بھیجنے کا، حضرت ابوبکرؓ نے جو بھیجا تھا تو اب آگے یوں ذکر ملتا ہے کہ حضرت خالدؓ کے متعلق جب معلوم ہوا کہ قریب آگئے ہیں تو اس نے عُقْرَبَا مقام پر اپنا پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں اس کی طرف آنے لگے۔ اسی دوران مُجّاعہ بن مُرارہ ایک گروہ کے ساتھ باہر نکلا تو مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مُجّاعہ کو زندہ رکھا۔ یہ جنگ کے لیے نکلے تھے کیونکہ قبیلہ بنو حنیفہ میں اس کی بہت عزت ہوتی تھی۔ ان کے لیڈر کو نہیں مارا، قیدی بنا لیا۔ مسیلمہ کے بیٹے شُرَحْبِیل نے بنو حنیفہ کو انگیخت کرتے ہوئے کہا کہ آج حمیت دکھانے کا دن ہے۔ جب اس کو پکڑا گیا تو مسیلمہ کے بیٹے نے ان کے اس قبیلے کو انگیخت کرائی کہ اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور بغیر نکاح کے ان سے نفع اٹھایا جائے گا لہٰذا آج تم اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لیے پوری جوانمردی دکھاؤ اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرو۔ بہرحال جنگ شروع ہوئی۔

مہاجرین کا جھنڈا حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ کے پاس تھا جبکہ اس سے قبل وہ عبداللہ بن حفصؓ

کے پاس تھا لیکن وہ شہید ہو گئے تھے اور انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تھا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی اور وہ جنگ ایسی تھی کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے ایسی جنگ کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اس جنگ میں مسلمان پسپا ہو گئے اور بنو حنیفہ کے لوگ مُجّاعہ کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھے، جس کو حضرت خالدؓ نے قیدی بنایا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے خیمہ کا قصد کیا، وہاں گئے اس طرف بڑھے۔ اس وقت حضرت خالدؓ کی بیوی خیمے میں تھی۔ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کی بیوی کو قتل کرنا چاہا تو مُجّاعہ نے کہا کہ میں نے اسے پناہ دی ہے، انہیں قتل کرنے سے روک دیا۔ مُجّاعہ نے انہیں مردوں پر حملہ کرنے کا کہا اس پر وہ خیمے کو کاٹ کر چلے گئے۔ جنگ پھر سخت ہو گئی اور قبائل بنو حنیفہ سب مل کر سخت حملہ کرنے لگے۔ اس روز کبھی مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہوتا کبھی کافروں کا۔ **اس جنگ میں حضرت سالمؓ، حضرت ابوحذیفہؓ، حضرت زید بن خطابؓ جیسے معزز صحابہ کرام شہید ہوئے۔**

مسیلمہ کذاب کا قتل

حضرت خالدؓ نے جب مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے ہر قبیلے کو الگ الگ ہونے کا حکم دیا تاکہ مصائب کا اندازہ لگایا جاسکے اور معلوم ہو سکے کہ کہاں سے مسلمانوں پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اسی طرح جنگ میں صفوں کو الگ الگ درست کیا تو مسلمان ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آج کے دن ہم کو فرار کرنے میں شرم محسوس ہو رہی ہے یعنی بڑی قابل شرم بات ہے جو ہمارا حال ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس سے زیادہ کوئی مصیبت کا دن نہ تھا۔ مسیلمہ ابھی تک اپنی جگہ پر قائم تھا اور کفار کی طرف سے جنگ کا مرکز تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ پتا کر لیا یہ ان کو احساس ہو گیا کہ جب تک اسے قتل نہیں کیا جائے گا تب تک جنگ بند نہیں ہو گی۔ اس پر حضرت خالدؓ آگے نکلے اور انہوں نے مبارزت طلب کی اور جنگی شعار کا نعرہ لگایا جو اس وقت یَا مُحَمَّدَاہ تھا۔ جو بھی میدان میں آیا تو وہ قتل ہوا۔ اس پر مسلمان حرکت میں آئے۔ پھر حضرت خالد نے مسیلمہ کو پکارا۔ وہ سامنے نہیں آیا اور بھاگ گیا اور اپنے ساتھیوں سمیت ہی اپنے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گیا اور باغ کا دروازہ بند کر دیا۔ مسلمانوں نے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت براء بن مالکؓ نے کہا کہ **اے مسلمانو! تم مجھے دیوار پر چڑھا کر اندر اتار دو۔ بڑے جرأت مند، بہادر شخص تھے۔** مسلمانوں نے کہا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے مگر حضرت براءؓ نہیں مانے اور اصرار کیا کہ آپ لوگ مجھے کسی طرح اس باغ کے اندر ڈال دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھایا اور وہاں سے وہ دشمنوں میں کُود پڑے اور باغ کے اندر چلے گئے۔ اندر جا کے انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باغ کے اندر داخل ہوئے۔ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ **وحشی نے مسیلمہ کو قتل کیا ہو۔**

یہ شخص وحشی وہی ہے جس نے آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ بہر حال ایک روایت کے مطابق وحشی اور ایک انصاری نے مشترکہ طور پر مسیلمہ کو قتل کیا تھا۔ وحشی نے اپنا بھالا مسیلمہ کی طرف پھینکا اور انصاری نے اپنی تلوار سے اس پر وار کیا۔ دونوں نے ایک ہی وقت میں وار کیا تھا اس لیے بعد میں وحشی کہا کرتے تھے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم میں سے کس کے وار نے اس کا کام

تمام کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے چیخ کر یہ اعلان کیا کہ مسیلمہ کو سیاہ غلام نے قتل کر دیا ہے۔ اس لیے یہ بھی زیادہ امکان ہے کہ وحشی نے قتل کیا۔ حضرت خالدؓ نے مُجّاعہ کے ذریعے مسیلمہ کی لاش کا پتا معلوم کروایا۔

مُجّاعہ نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں آنے والے لوگ جلد باز اور ناتجربہ کار تھے۔ تمام قلعے جو ہیں وہ بڑے تجربہ کار فوجیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف سے میرے سے صلح کر لیں اگر اب جنگ کی تو مسلمانوں کا اَور زیادہ نقصان ہو گا۔ بڑی چال چلی اس نے۔ حضرت خالد نے مُجّاعہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ صرف جانیں معاف کر دی جائیں گی، تمہیں چھوڑ دیا جائے گا، کچھ نہیں کہا جائے گا، قیدی نہیں بنایا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہر شے پر مسلمان قبضہ کر لیں گے۔

مُجّاعہ ہوشیار آدمی تھا اس نے کہا کہ میں قلعے والوں کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مل کر مشورہ کر کے آتا ہوں۔ مسیلمہ تو قتل ہو چکا تھا اس لیے طاقت تو ان کی ٹوٹ چکی تھی لیکن اس کی ہوشیاری پھر ان کافروں کے کام آئی۔ مُجّاعہ قلعے میں آیا تو وہاں سوائے عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کے اور کمزوروں کے اَور کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے یہ چال چلی کہ عورتوں کو زرہیں پہنائیں اور ان سے کہا کہ میری واپسی تک تم قلعے کی فصیل پر جا کر اوپر کھڑی ہو جاؤ اوپر اور جنگ کا شعار جو ہے برابر بلند کرتی رہو۔ حضرت خالدؓ کے پاس آ کر اس نے کہا کہ جس شرط پر میں نے تم سے صلح کی تھی قلعے والے اسے نہیں مانتے، یعنی جانوں کی آزادی اور باقی سب مال مسلمانوں کا۔ اور ان میں سے بعض اپنے انکار کے اظہار کے لیے فصیلوں پر نمودار ہیں اور میں ان کی ذمہ داری نہیں لے سکتا، وہ میرے قابو سے باہر ہیں۔ حضرت خالد نے قلعوں کی طرف دیکھا تو وہاں دیکھا کہ وہ سپاہیوں سے بھرے ہوئے تھے، عورتوں نے وہ لباس پہنے ہوئے تھے اس کی چال کی وجہ سے وہاں کھڑی تھیں۔ اس شدید لڑائی میں خود مسلمانوں کو نقصان پہنچا تھا، لڑائی بہت طویل ہو گئی تھی مسلمان چاہتے تھے کہ فتح حاصل کر کے جلد واپس چلے جائیں چنانچہ حضرت خالد نے مُجّاعہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ تمام سونا چاندی مویشی اور نصف لونڈی و غلام حضرت خالدؓ کے قبضہ میں دے دیے جائیں گے اور ایک قول کے مطابق چوتھائی قیدیوں پر صلح کر لی۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی جانب سے مدینے کے مہاجرین و انصار میں سے تین سو ساٹھ اور مدینے کے علاوہ تین سو مہاجرین شہید ہوئے جبکہ بنو حنیفہ میں سے عَقْرَبا کے میدان میں سات ہزار اور باغ میں سات ہزار اور فرار ہونے والوں کا تعاقب کرتے ہوئے بھی سات ہزار کفار کو قتل کیا گیا۔ جب یہ لشکر مدینہ واپس پہنچا تو **حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہؓ سے فرمایا کہ تُو زید سے قبل کیوں نہ شہید ہوا۔ زیدؓ شہید ہو گیا جبکہ تُو ابھی بھی زندہ ہے، کیوں نہ تم نے مجھ سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔** اس پر حضرت عبد اللہؓ نے عرض کیا کہ حضرت زیدؓ نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی اور اللہ نے انہیں وہ عطا کر دی اور میں نے اس کی کوشش کی کہ میری طرف بھی لائی جائے مگر مجھے وہ حاصل نہ ہو سکی۔ بہر حال **اسی سال جنگ**

یمامہ میں صحابہ کرام کی بکثرت شہادتوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تدوینِ قرآن کا حکم دیا تا کہ کہیں قرآن کریم ضائع نہ ہو جائے۔ اس کو جمع کیا گیا۔ یہ یمامہ کی تفصیل تھی۔[1219]

320

حضرت یزید بن منذرؓ

حضرت یَزِید بن مُنْذِر بن سَرح بن خُنَاس۔ آپ کا تعلق قبیلہ بنو خزرج سے تھا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت یزید بن مُنْذِر اور عَامِر بن رَبِیعہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔

آپ غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔

جب آپ کی وفات ہوئی تو ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھائی مَعْقِل بن مُنْذِر بھی بیعت عقبہ، غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک تھے۔[1220]

حوالہ جات

[1] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 393-394
[2] سیرت ابن ہشام صفحہ 462، المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جلد 3 صفحہ 187
[3] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 394، سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ 324، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 130
[4] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 131 (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 31 اگست 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 414 تا 415)
[5] طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 131 (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 12 جنوری 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 18 تا 19)
[6] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 392
[7] سیرت ابن کثیر صفحہ 750
[8] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 392
[9] حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ 348
[10] الاصابہ جلد 3 صفحہ 284
[11] سنن الکبریٰ للبیہقی جلد 4 صفحہ 84 حدیث 7143
[12] سنن الترمذی حدیث 1047
[13] صحیح مسلم حدیث 2241
[14] المنہاج بشرح صحیح مسلم صفحہ 749 حدیث 967
[15] امتاع الاسماع جلد 6 صفحہ 316
[16] الاصابہ جلد 5 صفحہ 31
[17] الاصابہ جلد 3 صفحہ 285، امتاع الاسماع جلد 6 صفحہ 316 (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11 مئی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 216 تا 217)
[18] الاصابہ جزء 3 صفحہ 284
[19] اسد الغابہ جزء 2 صفحہ 636
[20] طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 36-37
[21] مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 682-683 حدیث نمبر 2357
[22] الاصابہ جزء 5 صفحہ 31
[23] الاصابہ جزء 3 صفحہ 285
[24] امتاع الاسماع جلد 6 صفحہ 316
[25] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 636
[26] مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 505-506 حدیث 16137
[27] خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 3 فروری 2023ء صفحہ 5 تا 11 جلد 30 شمارہ 10
[28] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 33، الاصابہ جلد 3 صفحہ 358-359، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 318
[29] خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 191 تا 192
[30] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 169-170، الاصابہ جلد 4 صفحہ 33-34، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 99
[31] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 41

32 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 170
33 تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 39
34 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 38 تا 40
35 الطبقات الکبری جلد 3 صفحہ 171
36 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 39
37 سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 150
38 الطبقات الکبری جلد 3 صفحہ 171
39 الاصابہ جلد 3 صفحہ 34
40 الطبقات الکبری جلد 3 صفحہ 172
41 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 171-172
42 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 172
43 دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 194-195
44 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 39
45 مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 885
46 الاصابہ جلد 3 صفحہ 35
47 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 268
48 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 41 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 5 جون 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 257 تا 262)
49 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 433، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 46 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 118)
50 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 394 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 118)
51 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 60-61 (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 135)
52 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 74، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 38 (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 41)
53 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430-431، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 79 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 117)
54 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 431، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 79-80 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 117، 118)
55 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 160، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 71
56 ماخوذ از روشن ستارے جلد دوم صفحہ 128
57 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 162، سیرۃ نبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ جلد 2 صفحہ 123، فرہنگ سیرت صفحہ 75
58 الاستیعاب جزء 2 صفحہ 317، الاصابہ جلد 3 صفحہ 430
59 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 40، فرہنگ سیرت صفحہ 279، معجم البلدان جلد 3 صفحہ 173
60 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 161
61 ماخوذ از روشن ستارے جلد 2 صفحہ 129-130
62 تاریخ الصغیر لامام بخاری جلد 1 صفحہ 113

[63] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 161، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 400
[64] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 85، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 162
[65] سیرۃ حلبیہ جلد 3 صفحہ 478، اسد الغابہ جزء3 صفحہ 85
[66] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 167
[67] الاصابہ جزء3 صفحہ 431
[68] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 162-163
[69] سیرۃ حلبیہ جلد 2 صفحہ 324
[70] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 85، سیرۃ حلبیہ جلد 2 صفحہ 321
[71] سیرۃ حلبیہ جلد 2 صفحہ 322
[72] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 163
[73] دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 250
[74] سیرۃ حلبیہ جلد 2 صفحہ 350-351
[75] سیرۃ نبویۃ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 517، فرہنگ سیرت صفحہ 84
[76] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 86
[77] ماخوذ از روشن ستارے جلد 2 صفحہ 145
[78] سنن ترمذی حدیث 3757
[79] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 478
[80] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 86
[81] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 164-165
[82] البدایۃ والنہایۃ جلد 4 جزء7 صفحہ 208
[83] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 167-168
[84] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 88
[85] اسد الغابہ جزء3 صفحہ 88
[86] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 166، فرہنگ سیرت صفحہ 147
[87] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 166
[88] خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 مارچ 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 128 تا 138
[89] صحیح البخاری حدیث 3700
[90] ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 488-489
[91] فتح الباری جلد 7 صفحہ 69 حدیث 3700
[92] اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 107
[93] انوار العلوم جلد 2 صفحہ 318-319
[94] انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 198 تا 201
[95] ماخوذ از آئندہ وہی قومیں عزت پائیں گی جو مالی وجانی...، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 149 تا 151
[96] ماخوذ از خطبات محمود جلد 26 صفحہ 386

97 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 169
98 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 169
99 اسد الغابہ جزء3 صفحہ 87 (خطبہ جمعہ 3 اپریل 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 153 تا 162)
100 اسد الغابہ جلد3 صفحہ 93
101 المستدرک جلد3 صفحہ 266 حدیث 5047
102 الاصابہ جلد3 صفحہ 439، المستدرک جلد4 صفحہ 57 حدیث 6868
103 سیرت ابن ہشام صفحہ 169
104 ماخوذ از سیرت خاتم النبیین 147، 149
105 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 91، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 94، معجم البلدان جلد 1 صفحہ 129 (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 164 تا 166)
106 سیرۃ النّبویّہ لابن ہشام صفحہ 209
107 اُسد الغابہ جلد 1 صفحہ 243-244 و جلد 3 صفحہ 103، الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 273
108 اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 185، صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر......
109 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 103
110 صحیح بخاری جلد 4 حدیث 2339 مترجم اردو صفحہ 334، لغات الحدیث جلد چہارم صفحہ 51 و جلد دوم صفحہ 113
111 خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 391 تا 392
112 الطبقات الکبریٰ جز3 صفحہ 243
113 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 5
114 معجم الکبیر جلد 5 صفحہ 34 حدیث نمبر 5413
115 المستدرک جلد 5 صفحہ 1623 حدیث 4309
116 کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 110-111 بدر القتال
117 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 513-514
118 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 516، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 352
119 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 6، سنن الکبریٰ جلد 2 صفحہ 347 حدیث 3322
120 سیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 234 (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 اگست 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 395 تا 399)
121 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 352
122 ماخوذ از درس القرآن حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 20 فروری 1994ء زیر آیت انما استزلھم الشیطان (خطبہ جمعہ 24 فروری 2023ء روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23 مارچ 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مسیح موعود بعنوان براہین احمدیہ) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 24)
123 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 354-355، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 111
124 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 94
125 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355، الاصابہ جلد 3 صفحہ 463
126 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 354
127 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 355، الاصابہ جلد 3 صفحہ 464

128 سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 183-184، لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 82 اوقیہ جلد 2 صفحہ 648 صاع جلد 4 صفحہ 487 وسق
129 سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 470 تا 472، شرح زرقانی جزء 4 صفحہ 97-98
130 ملفوظات جلد 8 صفحہ 15، 16
131 حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 310 زیر آیت وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا
132 خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 438 تا 442
133 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 112-113 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 117)
134 سیرت ابن ہشام صفحہ 462-463
135 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 208، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 113، الاصابہ جلد 3 صفحہ 466
136 الاصابہ جلد 1 صفحہ 310
137 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 126 (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جون 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 295، 296)
138 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 389
139 سنن الترمذی حدیث 1713
140 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 12 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 575)
141 الاستیعاب جلد 2 صفحہ 788 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 488)
142 سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 333
143 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 118-119
144 شرح زرقانی جلد 6 صفحہ 49
145 حیاۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 523
146 سبل الہدیٰ والرشاد جلد اوّل صفحہ 116
147 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 296
148 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 119 (خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 382 تا 384)
149 اسد الغابہ جزء 3 صفحہ 118، فضائل الصحابۃ جزء 1 صفحہ 279، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جزء 1 صفحہ 370
150 معرفۃ الصحابۃ جزء 1 صفحہ 2004-2005، سیرت خاتم النبیین صفحہ 330
151 ماخوذ از کنز العمال جزء 4 صفحہ 470 حدیث 11399
152 سیر اعلام النبلاء سیرت النبی جزء 2 صفحہ 149
153 مسند احمد بن حنبل جلد 24 صفحہ 443 حدیث 15673
154 ماخوذ از حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جزء 1 صفحہ 179
155 اخبار المدینۃ النبویۃ جلد 1 صفحہ 181
156 اصابہ جلد 3 صفحہ 469، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 91، سیر اعلام النبلاء جلد 2 صفحہ 334
157 تاریخ دمشق الکبیر جزء 27 صفحہ 229
158 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 296
159 مسند احمد بن حنبل جلد 24 صفحہ 445 روایت 15676
160 بخاری حدیث 1104
161 حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد 1 صفحہ 179-180

162 حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء جلد 1 صفحہ 180 (خطبہ جمعہ 24 فروری 2023ء روزنامہ الفضل انٹر نیشنل مؤرخہ 23 مارچ 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مسیح موعود بعنوان براہین احمدیہ) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 24)

163 سیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 468، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 280، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 121 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 370)

164 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 134

165 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 174

166 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 319

167 صحیح البخاری حدیث 3905

168 صحیح البخاری حدیث 3906

169 دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 222 تا 224

170 ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 226-222

171 بخاری بشرح الکرمانی جزء 14 صفحہ 178 حدیث 3384

172 مسند احمد بن حنبل جلد 10 صفحہ 101-102 حدیث 25092 مسند عائشہؓ

173 صحیح البخاری حدیث 4093

174 الاستیعاب جلد 2 صفحہ 796

175 الاستیعاب جلد 1 صفحہ 229-230

176 ماخوذ از سیر روحانی، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 250-251

177 انوار العلوم جلد 18 صفحہ 612-613

178 خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 29 تا 40

179 الطبقاتالکبریٰ جلد 3 صفحہ 375-376 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 562)

180 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 43، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 301 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 485)

181 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336

182 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 466 تا 470

183 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336

184 بخاری حدیث 465 / حدیث 2655، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 149-150

185 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 749-750

186 سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 368-369

187 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 336-337 (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 338 تا 345)

188 کتاب المغازی للواقدی جزء 1 صفحہ 396-397

189 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 229

190 اسد الغابہ جزء 3 صفحہ 148-149، سیر اعلام النبلاء جزء 1 صفحہ 339

191 سبل الھدیٰ والرشاد جزء 5 صفحہ 52

192 السیرۃ النبویۃ لابن ہشام جزء 3-4 صفحہ 174-175

193 بخاری روایت 4194 (خطبہ جمعہ 27 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل 17 تا 23 فروری 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعود) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 14-15)
194 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 403، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 154 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 308)
195 اسد الغابہ جلد نمبر 3 صفحہ 53
196 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 157 و 513 (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 594)
197 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158-159، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 414، سیرت ابن ہشام صفحہ 309، تاج العروس زیر مادہ قفل
198 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 280-281
199 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 55-56، الاستیعاب جلد 2 صفحہ 355، شرح مسند الشافعی جزء 2 صفحہ 165
200 سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 405
201 صحیح البخاری حدیث 18
202 سیرۃ الحلبیہ جزء 2 صفحہ 83
203 بحوالہ سیر الصحابہ جلد 3 حصہ 2 صفحہ 402
204 فتوح البلدان صفحہ 83 تا 85، معجم البلدان جلد 4 صفحہ 169 اللاذقیہ جلد 1 صفحہ 320 انطرطوس
205 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 55
206 الاصابہ جلد 3 صفحہ 507
207 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 55
208 خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 455 تا 460
209 الاصابہ جلد 3 صفحہ 506
210 ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 458 تا 460
211 سیرۃ الحلبیۃ جزء 2 صفحہ 287
212 مسند احمد جلد 7 صفحہ 563 حدیث 23146
213 سنن ابن ماجہ حدیث 2157
214 مسند احمد جلد 5 صفحہ 492
215 صحیح البخاری حدیث 2829
216 مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 564-565 حدیث 23149-23150
217 سنن ابن ماجہ حدیث 18
218 سنن الترمذی حدیث 2155
219 صحیح البخاری حدیث 2788-2789
220 الاستیعاب جلد 4 صفحہ 1931
221 المنہاج بشرح صحیح مسلم حدیث 1912
222 عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 128، ارشاد الساری جلد 5 صفحہ 230
223 صحیح البخاری حدیث 7055-7056
224 صحیح مسلم کتاب حدیث 29

225 خطبہ جمعہ فرمودہ6 ستمبر2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ464 تا474
226 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 407، تاریخ مدینۃ دمشق جلد 2 صفحہ 11 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ625)
227 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 85، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 418 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ487)
228 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 362
229 المستدرک علی الصحیحین جلد3 صفحہ262 حدیث5037
230 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ368
231 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ487
232 صحیح البخاری حدیث نمبر3039
233 انوار العلوم جلد20 صفحہ252-253
234 تفسیر کبیر جلد8 صفحہ626 تا628
235 شرح زرقانی جلد2 صفحہ412
236 تاریخ الخمیس جلد2 صفحہ 191 غزوہ احد
237 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ362-363
238 خطبہ جمعہ فرمودہ28 دسمبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ628 تا635
239 اسد الغابہ جلد3 صفحہ89
240 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ129
241 اسد الغابہ جلد3 صفحہ89
242 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ49
243 سیرت ابن ہشام صفحہ352
244 السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ217
245 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد3 صفحہ300، 301
246 صحیح البخاری مترجم اردو جلد8 صفحہ15
247 ماخوذ از صحیح بخاری مترجم اردو جلد8 صفحہ17
248 اسد الغابہ جلد3 صفحہ90
249 اسد الغابہ جلد3 صفحہ90
250 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ50
251 اسد الغابہ جلد3 صفحہ90
252 الاستیعاب جلد3 صفحہ16
253 ماخوذ از انوار العلوم جلد19 صفحہ56-57 (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ209 تا215)
254 اسد الغابہ جلد3 صفحہ195
255 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ67
256 مسند احمد بن حنبل جلد1 صفحہ 481-482 حدیث1539، السیرۃ النبویۃ لابن کثیر جزء2 صفحہ 365-366

257 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 195
258 حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جلد 1 صفحہ 108
259 خطبہ جمعہ 24 جولائی 2020ء
260 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 330 تا 334
261 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 196
262 حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جلد 1 صفحہ 108
263 حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جلد 4 صفحہ 315-316
264 امتاع الأسماع جلد 6 صفحہ 52 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 3 فروری 2023ء صفحہ 5 تا 11 جلد 30 شمارہ 10)
265 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 196
266 کتاب المغازی للواقدی جلد دوم صفحہ 381 غزوۂ تبوک، وفاء الوفاء جلد 4 صفحہ 67
267 اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 521 (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 594 تا 595)
268 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 218-219
269 الاصابہ جلد 8 صفحہ 366
270 امتاع الاسماع جلد 9 صفحہ 229
271 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 487-488 و 491 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 626 تا 627)
272 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 235
273 الاصابہ جلد 4 صفحہ 73
274 خطبہ جمعہ 5 اکتوبر 2018ء
275 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 235-236، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 34، سنن ابی داؤد حدیث 1091
276 الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 417
277 الاصابہ جلد 4 صفحہ 72 تا 75، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 236، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 401
278 الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 13 و جلد 3 صفحہ 398 تا 400، معجم البلدان جلد 4 صفحہ 187
279 تفسیر صغیر زیر آیت سورۃ مریم:72
280 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 237، تفسیر صغیر صفحہ 390، اسد الغابہ مترجم حصہ 5 صفحہ 247، معجم البلدان جلد 5 صفحہ 37، 153، 154، 179
281 صحیح بخاری حدیث 4262
282 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 34
283 سنن ابی داؤد حدیث 3122
284 خطبہ جمعہ 28 جون 2019ء
285 فریضۂ تبلیغ اور احمدی خواتین، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 405-406
286 صحیح مسلم حدیث 1798
287 سنن الترمذی حدیث 527
288 صحیح مسلم حدیث 1122

[289] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269 تا 270 (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 جنوری 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 42 تا 50)
[290] سیرت ابن ہشام صفحہ 462، اصابہ جلد 4 صفحہ 91-92، اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 121، جلد 3 صفحہ 256، جلد 4 صفحہ 137
[291] الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 389
[292] البدایۃ والنہایۃ جلد 4 جزء 7 صفحہ 212
[293] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 256 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 370 تا 371)
[294] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 160-161 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 485 تا 486)
[295] سیرت ابن ہشام صفحہ 464، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 236، اسد الغابہ جلد 3، صفحہ 269
[296] مجمع الزوائد و منبع الفوائد جلد 6 صفحہ 108 حدیث 10044
[297] معجم البلدان جلد 2 صفحہ 181
[298] سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 310
[299] ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 504-505، لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 149 زیر لفظ روحاء (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 236 تا 239)
[300] الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 216-217، الاصابہ جلد 4 صفحہ 107، اسد الغابہ جزء 2 صفحہ 285 و جلد 3 صفحہ 272، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 84
[301] خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 393 تا 394
[302] سیرت ابن ہشام صفحہ 464، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 284-285، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 347، صحیح البخاری حدیث 3045، معجم البلدان جلد 4 صفحہ 247
[303] الاستیعاب جلد 3 صفحہ 928-929
[304] خطبہ جمعہ 24 اگست 2018 حضرت عاصم بن ثابتؓ کے تذکرہ میں
[305] ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 513 تا 515 (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جون 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 292 تا 295)
[306] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 295
[307] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 124
[308] الاستیعاب جلد 3 صفحہ 71
[309] اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 153
[310] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 146-147
[311] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 269-270
[312] سیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 333
[313] الاستیعاب جلد 3 صفحہ 71
[314] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 329
[315] الطبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 133
[316] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 511
[317] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 128
[318] اسد الغابہ جز 3 صفحہ 296-297
[319] الاصابہ جلد 4 صفحہ 132

320 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ530-531(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ325تا331)
321 طبقات الکبریٰ جز3صفحہ 181
322 سیرۃالحلبیہ جزء3صفحہ 231
323 طبقات الکبریٰ جز3صفحہ 182، فرہنگ سیرت صفحہ 237
324 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 183 (خطبہ جمعہ 27 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل 17 تا23 فروری 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعود) صفحہ 5 تا10 جلد30 شمارہ14-15)
325 سیرت ابن ہشام صفحہ 468، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 408
326 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 408-409
327 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 409، سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 425
328 اسد الغابہ جزء3 صفحہ 298
329 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 529-530
330 الاستیعاب جزء3 صفحہ 72
331 صحیح بخاری حدیث4566
332 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 484 تا487، معجم البلدان جلد3 صفحہ 168
333 خطبہ جمعہ فرمودہ18 اکتوبر 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ 540 تا546
334 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 487
335 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 506
336 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 557، 559 تا 561
337 الطبقات الکبریٰ جزء2 صفحہ 50
338 الاستیعاب جزء3 صفحہ 941
339 خطبہ جمعہ 14 دسمبر 2018ء
340 صحیح بخاری حدیث 2661
341 الاستیعاب جزء3 صفحہ 941
342 صحیح بخاری حدیث 1350
343 بخاری حدیث 3008
344 بخاری حدیث 1366 (خطبہ جمعہ فرمودہ 15 نومبر 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ 590 تا598)
345 السیرۃ النبویۃ لابن ھشام جزء2 صفحہ 410
346 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 292 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ 485)
347 الاستیعاب جلد3 صفحہ 75 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ 488)
348 مسند احمد جلد2 صفحہ 201 حدیث 4400
349 الاستیعاب جلد3 صفحہ 949 (خطبہ جمعہ فرمودہ30 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ 578)
350 سیرۃ ابن ہشام صفحہ 467، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 277، الاصابہ جزء4 صفحہ 172
351 خطبہ جمعہ فرمودہ3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ 230 تا 231

[352] سیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ 474، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 258
[353] خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 331 تا 332
[354] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 366، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 437 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 487)
[355] سیرۃ ابن ہشام صفحہ 475، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 268، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 105، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 370 (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 231)
[356] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 308-309، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 377-378
[357] الاصابہ جلد 4 صفحہ 193
[358] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 377، ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 570 (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ستمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 494 تا 495)
[359] سیرۃ ابن ہشام صفحہ 463، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 201 و 214، اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 399 و جلد 3 صفحہ 391
[360] سیرۃ ابن ہشام صفحہ 241، 267، اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 399
[361] ماخوذ از سیرت حضرت خاتم النبیینؐ صفحہ 146 تا 149
[362] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 214
[363] عیون الاثر جلد 1 صفحہ 232
[364] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 399، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 212، 214 (خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 435 تا 437)
[365] سیرت ابن ہشام صفحہ 471، الاصابہ جزء4 صفحہ 213
[366] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 293 (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 230)
[367] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 317-318 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 484)
[368] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 92
[369] الاستیعاب جلد 2 صفحہ 847
[370] الاصابہ جلد 4 صفحہ 292
[371] الاصابہ جلد 4 صفحہ 290
[372] ماخوذ از روشن ستارے صفحہ 103-104، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 92
[373] خطبہ جمعہ 5 جون 2020ء
[374] صحیح البخاری حدیث 2048-2049
[375] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 93
[376] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 95
[377] صحیح بخاری حدیث 3141، حدیث 3961-3962، فتح الباری شرح صحیح بخاری جزء7 صفحہ 295-296
[378] ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 11 صفحہ 147 تا 149
[379] خطبہ جمعہ 28 ستمبر 2018ء
[380] خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 12 جون 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 279 تا 283
[381] صحیح البخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم حربیا فی دار الحرب حدیث 2301
[382] تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 35

383 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 95
384 اسد الغابہ جزء3 صفحہ 476
385 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 106، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 96، عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 875
386 تاریخ الطبری جزء3 صفحہ 381-382، الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 287 سنۃ 13، فرہنگ سیرت صفحہ 172
387 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 105-106
388 صحیح مسلم حدیث 274، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 95
389 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 107
390 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 110
391 تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 379-380
392 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 96
393 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 97
394 تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 352
395 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 108-109، اسد الغابہ جزء3 صفحہ 479
396 الاستیعاب جزء2 صفحہ 846
397 الاصابہ جزء4 صفحہ 291
398 الاصابہ جزء4 صفحہ 291
399 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 111-112
400 الاستیعاب جزء2 صفحہ 848، 849
401 صحیح بخاری حدیث 5729
402 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 44 تا 46
403 صحیح البخاری حدیث 3700
404 ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 484-485 (خطبہ جمعہ 19 جون 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 284 تا 295)
405 الاصابہ جزء4 صفحہ 293
406 سیرۃ حلبیہ جلد 3 صفحہ 184، لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527
407 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 98، روشن ستارے جلد2 صفحہ 119
408 الاصابہ جزء4 صفحہ 292
409 اسد الغابہ جزء3 صفحہ 478، روشن ستارے جلد2 صفحہ 110-111
410 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 110
411 عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 882
412 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 97، روشن ستارے صفحہ 112
413 اسد الغابہ جزء3 صفحہ 478، روشن ستارے جلد دوم صفحہ 111
414 روشن ستارے جلد2 صفحہ 119
415 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 100-101، روشن ستارے جلد دوم صفحہ 118، فرہنگ سیرت صفحہ 87

416 الاصابہ جزء4 صفحہ 293، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 100
417 روشن ستارے جلد دوم صفحہ 117
418 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 101 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 جون 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 296 تا 299)
419 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 248، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 405-406
420 الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 271-272
421 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 913
422 سنن ابی داؤد حدیث 498، 499
423 جامع الترمذی حدیث 189
424 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 271-272
425 معرفة الصحابة جلد 3 صفحہ 149
426 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 406
427 تفسیر ابن کثیر جلد 2 صفحہ 311 النساء:69
428 صحیح مسلم حدیث 2937
429 تفسیر البحر المحیط جزء3 صفحہ 299 النساء:69
430 شرح زرقانی جزء12 صفحہ 417-418 خاتمة
431 تفسیر البغوی جزء1 صفحہ 450 النساء:69
432 شرح زرقانی علی المواھب اللدنیة جزء9 صفحہ 84-85
433 المستدرک جلد 5 صفحہ 266، حدیث 8187، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 406 (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 178 تا 183)
434 الطبقات الکبریٰ جز3 صفحہ 423
435 صحابہ کرام انسائیکلوپیڈیا صفحہ 486
436 الاصابہ جزء4 صفحہ 162
437 خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت)، تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349
438 الاستیعاب جزء3 صفحہ 84
439 سیرت ابن ہشام جز1 صفحہ 236، اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 6 صفحہ 413
440 صحیح بخاری حدیث نمبر 3890-3891
441 خطبہ جمعہ 15 مارچ 2019ء حضرت سعد بن خیثمہؓ اور خطبہ جمعہ 20 دسمبر 2019ء حضرت سعد بن عبادہؓ کے تذکرہ میں
442 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227 تا 231
443 غزوہ اُحد صفحہ 215
444 الطبقات الکبریٰ جز3 صفحہ 423، الاصابہ جلد 2 صفحہ 287
445 مجمع الزوائد جز6 صفحہ 120
446 ماخوذ از خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 350-351
447 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 344
448 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 424 (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 565 تا 569)

[449] الاستیعاب جز3 صفحہ 954-955
[450] الاستیعاب جزء3 صفحہ 956
[451] صحیح بخاری حدیث 1343
[452] صحیح بخاری حدیث 1344، 4042
[453] سنن ابن ماجہ حدیث 1513
[454] سنن ابو داؤد حدیث 3135
[455] سنن ابو داؤد حدیث نمبر 3137
[456] سنن ترمذی حدیث 1016
[457] سیرت ابن ہشام صفحہ 395-396، السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 337
[458] دلائل النبوہ جزء3 صفحہ 287
[459] السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 338، دلائل النبوۃ جزء3 صفحہ 287-288، صحیح بخاری حدیث 1343
[460] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 3 صفحہ 249
[461] صحیح بخاری حدیث 1343-1344، حدیث 4042
[462] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 3 صفحہ 249
[463] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 501، 502
[464] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 344
[465] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 425
[466] الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 424، کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 267
[467] سنن الترمذی حدیث 3010، دلائل النبوۃ جزء3 صفحہ 298، الاستیعاب جزء3 صفحہ 955، 956
[468] خطابات طاہر (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) تقریر جلسہ سالانہ 1979ء، صفحہ 349، 350
[469] صحیح بخاری حدیث 2127
[470] سنن نسائی حدیث 3666، بخاری کتاب حدیث 5367 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 نومبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 588 تا 593)
[471] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 381، 382
[472] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 112
[473] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 382
[474] سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 124
[475] اصحاب بدر صفحہ 107
[476] صحیح البخاری حدیث 3760
[477] ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428
[478] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 383
[479] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 113
[480] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 113
[481] اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 384

482 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 383
483 صحیح البخاری حدیث 3962
484 صحیح مسلم حدیث 4662
485 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 62
486 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 112-113، سیرت صحابہ رسول اللہ ﷺ صفحہ 275
487 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 384، صحیح البخاری حدیث 5050
488 مسند احمد جلد 1 صفحہ 128 حدیث 175
489 مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 156-157 حدیث 265
490 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385
491 صحیح بخاری حدیث 3762، المستدرک جلد 3 صفحہ 359 حدیث 5387
492 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 114
493 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 386
494 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385
495 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 114
496 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 225
497 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 223
498 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 116-117
499 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385
500 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 117
501 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 386
502 مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 375 حدیث 22455
503 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 385
504 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 386-387
505 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 386
506 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 387
507 ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 230
508 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 119
509 مسند احمد جلد 8 صفحہ 51 حدیث 24716 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ستمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 458 تا 469)
510 جامع الترمذی حدیث 3805
511 ماخوذ از سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 283
512 ماخوذ از سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 284-285
513 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 115
514 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 118
515 الاصابہ جلد 4 صفحہ 201

516 ماخوذ از خطبات محمود جلد22 صفحہ106 تا109
517 ماخوذ از نقوش صحابہ صفحہ 68-69
518 ماخوذ از چار عبد اللہؓ صفحہ34 تا36
519 سیرت صحابہ رسول ﷺ صفحہ 283-284
520 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 117 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب
521 اسد الغابہ جلد3 صفحہ387
522 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ119
523 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ118
524 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ119 ومن حلفاء بنی زھرہ بن کلاب
525 الاصابہ جلد4 صفحہ201 (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ470 تا478)
526 طبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ294، اسد الغابہ جلد3 صفحہ415 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ491)
527 اسد الغابہ جلد3 صفحہ538-539، سیرۃ النبویہ لابن ہشام صفحہ465، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ243 (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ230)
528 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ342-343، اسد الغابہ جلد3 صفحہ153 و521 و529 (خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ177)
529 اسد الغابہ جلد3 صفحہ528-529
530 اسد الغابہ جلد6 صفحہ326-327
531 الطبقات الکبریٰ جلد8 صفحہ257 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ627 تا628)
532 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ448
533 اسد الغابہ جلد2 صفحہ181، امتاع الاسماع جلد1 صفحہ93، کتاب المغازی جلد1 صفحہ39 (خطبہ جمعہ فرمودہ 7 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ590)
534 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ123-124
535 اسد الغابہ جلد5 صفحہ547، الاصابہ جلد4 صفحہ353
536 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ37
537 استیعاب جلد3 صفحہ1214
538 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ38-39
539 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ324
540 سیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ215-216، سیرت ابن ہشام جلد1 صفحہ592، تاریخ الطبری جلد2 صفحہ12
541 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ328-329
542 المستدرک جلد2 صفحہ419 حدیث3456
543 سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی المبارزۃ حدیث2665
544 المستدرک جلد3 صفحہ207-208 حدیث4862، لغات الحدیث صفحہ67
545 المستدرک جلد3 صفحہ208 حدیث4863، اسد الغابہ جلد3 صفحہ547 (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ580 تا583)

546 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415-416
547 سیرت ابن ہشام صفحہ 228-229، ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 267-268
548 صحیح بخاری حدیث 89
549 صحیح بخاری حدیث 89 مترجم اردو جلد 1 صفحہ 165
550 ماخوذ از عمدۃ القاری جلد 20 صفحہ 256 حدیث 5191
551 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415، صحیح بخاری حدیث 667
552 ماخوذ از صحیح بخاری مترجم اردو جلد 2 صفحہ 66
553 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 172 تا 174
554 سیرت ابن ہشام صفحہ 469، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 284، الاصابہ جلد 4 صفحہ 360
555 ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 53 تا 63، خلفائے راشدینؓ صفحہ 126، الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 326 (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 239 تا 241)
556 استیعاب جلد 3 صفحہ 1026، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 430 (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 578)
557 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 558-559، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 72، امتاع الاسماع جزء 6 صفحہ 331
558 اٹلس سیرتِ نبوی صفحہ 196، الاستیعاب جلد 4 صفحہ 1480-1481
559 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 323-324
560 خطبہ جمعہ 30 نومبر 2018ء
561 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 328-329
562 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 73، سیرت ابن ہشام صفحہ 220 (خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 647 تا 651)
563 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 330 تا 334
564 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 559
565 الاستیعاب جلد 2 صفحہ 439 و 612
566 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 72
567 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 559، 560، کتاب جمل من انساب الاشراف جزء 13 صفحہ 298، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 73
568 صحیح مسلم حدیث 2967
569 خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 655 تا 661
570 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 563
571 الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 381
572 المستدرک جلد 5 صفحہ 1615
573 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 270
574 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 5 صفحہ 548 تا 550، ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 672، 681
575 سنن ابوداؤد حدیث 3666
576 حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 78
577 صحیح بخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمّی من اھل بدر، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 563، الاصابہ جزء 4 صفحہ 366، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1030، الطبقات الکبریٰ جلد 4 صفحہ 381

578 الطبقات الکبریٰ جزء4 صفحہ 238، البدایۃ والنہایۃ جلد4 جزء7 صفحہ 138
579 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 563
580 الطبقات الکبریٰ جلد4 صفحہ 381-382
581 الاصابہ جلد4 صفحہ 366(خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 451 تا 455)
582 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 305-306
583 مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 807 مسند عبد اللہ بن عباسؓ حدیث نمبر 2921
584 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 13 صفحہ 204
585 تفسیر کبیر جلد 14 صفحہ 275، 276
586 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 589-590
587 خطبہ جمعہ 01 فروری 2019ء حضرت ابوحذیفہ بن عتبہؓ کے تذکرہ میں
588 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 146-147
589 ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 202 تا 205
590 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 590
591 ماخوذ از فضائل القرآن نمبر 4، انوار العلوم جلد 12 صفحہ 456
592 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302-303
593 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 590
594 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302
595 سنن ابی داؤد حدیث 1369
596 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 418
597 صحیح البخاری حدیث 5073
598 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 124
599 معجم الکبیر جلد 9 صفحہ 38-39 حدیث 8321، فرہنگِ سیرت صفحہ 29
600 صحیح البخاری حدیث 525
601 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 204 تا 215)
602 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591
603 ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 598
604 معجم الکبیر جلد 12 صفحہ 228 حدیث نمبر 13160
605 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 303
606 سنن ابن ماجہ حدیث 1502
607 سنن ابی داؤد حدیث 3206
608 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 462-463
609 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 591
610 صحیح البخاری حدیث 2687
611 مسند احمد جلد 8 صفحہ 872 حدیث نمبر 28006

612 مسند احمد جلد 8 صفحہ 871-872 حدیث 28004
613 خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 216 تا 221
614 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 11، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377
615 کتاب المغازی جلد اوّل صفحہ 40 باب بدر القتال
616 اصابہ جلد 4 صفحہ 391-392 (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 48 تا 49)
617 اصحاب بدر صفحہ 177
618 خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 575
619 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 566)
620 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 45 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 625)
621 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428 و جلد 8 صفحہ 301
622 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 221 تا 225، 227
623 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 428
624 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 52
625 خطبہ جمعہ فرمودہ 11 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 19 تا 23
626 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 300
627 اسد الغابہ جزء 4 صفحہ 54-55، جامع البیان جزء 4 صفحہ 183-184، معجم البلدان جزء 1 صفحہ 180 زیر لفظ اعوص
628 خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 236
629 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 59، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 70
630 سیرت ابن ہشام صفحہ 265-266 باب ما نزل فی المنافقین
631 خطبہ جمعہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 565
632 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 64-65
633 سیرت ابن ہشام صفحہ 435
634 صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ دخول طوائف من المسلمین الجنۃ... حدیث 369
635 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 667 تا 668
636 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 666
637 مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ 429 تا 431 کتاب علامات النبوۃ حدیث 14253
638 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 245 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 247 تا 251)
639 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 64-65
640 حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء جلد 4 صفحہ 315-316
641 سیرۃ الحلبیۃ جز 3 صفحہ 219
642 سیرۃ الحلبیۃ جز 2 صفحہ 311
643 سیر اعلام النبلاء جزء 2 صفحہ 5 تا 7 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 3 فروری 2023ء صفحہ 5 تا 11 جلد 30 شمارہ 10)
644 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 186-187

645 صحیح البخاری کتاب المناقب باب اسلام ابی بکر الصدیقؓ حدیث 3857
646 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 11 صفحہ 260، 261
647 تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 39
648 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 187
649 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188
650 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188
651 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188
652 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188
653 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188
654 استیعاب جلد 4 صفحہ 1589
655 مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 76 حدیث 3832
656 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 188-189
657 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 141
658 ماخوذ از چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 255
659 سوانح عمری حضرت محمد ﷺ بحوالہ چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 258
660 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 189
661 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 189-190
662 المستدرک جلد 3 صفحہ 471 حدیث 5720، مسند احمد جلد 8 صفحہ 591 حدیث 27064
663 صحیح البخاری حدیث 2812
664 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194
665 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 190
666 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 191
667 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 124
668 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 761-762
669 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 126
670 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 192
671 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 192
672 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 125
673 المستدرک جلد 3 صفحہ 477 حدیث 5737
674 سنن ابن ماجہ حدیث 146
675 سنن ابن ماجہ حدیث 148
676 سنن النسائی حدیث 5010
677 صحیح البخاری حدیث 3287
678 حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 528-529

679 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 193
680 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194
681 اسلام میں اختلافات کا آغاز، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 314-315
682 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 126
683 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194، مستدرک جلد 3 صفحہ 480 حدیث 5745
684 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195
685 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195
686 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195
687 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195
688 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 196
689 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 200، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 127
690 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 198، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 127
691 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 198
692 خطبہ جمعہ فرمودہ 22 جون 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 280 تا 292
693 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 199
694 المستدرک جلد 3 صفحہ 474 حدیث 5726
695 فضائل صحابہؓ صفحہ 520
696 سنن ابن ماجہ حدیث 153
697 مسند احمد جلد 6 صفحہ 261 حدیث 18511
698 مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 262 حدیث 18514
699 مسند احمد جلد 6 صفحہ 262 حدیث 18515
700 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 193
701 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194
702 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 194
703 المستدرک جلد 3 صفحہ 481 حدیث 5746
704 المستدرک جلد 3 صفحہ 481-482 حدیث 5748
705 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1138
706 سنن الترمذی حدیث 3799
707 ماخوذ از انوار خلافت، انوار العلوم جلد 3 صفحہ 171-170
708 خطبہ جمعہ فرمودہ 29 جون 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 293 تا 297
709 المستدرک جلد 3 صفحہ 474 حدیث 5726
710 سنن الکبریٰ للبیہقی جلد 8 صفحہ 302 حدیث 16720، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 200
711 ماخوذ از ملائکۃ اللہ، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 552
712 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 493

713 خطبہ جمعہ فرمودہ6جولائی2018ءخطبات مسرور جلد16 صفحہ319 تا320
714 طبقات الکبریٰ جزء3صفحہ187
715 انوار العلوم جلد20صفحہ195
716 طبقات الکبریٰ جزء3صفحہ189
717 طبری جلد نمبر6صفحہ2943مطبوعہ بیروت
718 انوار العلوم جلد4صفحہ280 تا281و283 تا284
719 تاریخ طبری جلد3صفحہ98
720 طبقات الکبریٰ جلد3صفحہ197،198
721 بخاری حدیث338
722 صحیح مسلم حدیث2009
723 ترمذی حدیث29
724 ترمذی حدیث3888 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 3 فروری 2023ء صفحہ 5 تا11 جلد30 شمارہ10)
725 اصحاب بدر صفحہ182
726 سیر الصحابہ جلد3صفحہ455
727 سبل الہدیٰ والرشاد جلد10 صفحہ771
728 سیرت ابن ہشام صفحہ246 باب من اسلم من احبار یہود نفاقا
729 تاریخ الخمیس جلد3صفحہ18 غزوہ تبوک
730 اسد الغابہ جلد4صفحہ129
731 خطبہ جمعہ فرمودہ28 ستمبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ456 تا458
732 اسد الغابہ جلد3صفحہ724-725
733 الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ318 (خطبہ جمعہ فرمودہ23نومبر2018ءخطبات مسرور جلد16 صفحہ575)
734 سیرت ابن ہشام صفحہ469، اسد الغابہ جزء4صفحہ186 (خطبہ جمعہ فرمودہ26جولائی2019ءخطبات مسرور جلد17 صفحہ392)
735 اسد الغابہ جلد3صفحہ700، الاستیعاب جلد3صفحہ253 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر2018ء خطبات مسرور جلد18 صفحہ486 تا487)
736 سیرت ابن ہشام صفحہ463، الاستیعاب جلد3 صفحہ 255، اسد الغابہ جلد4، صفحہ197 (خطبہ جمعہ فرمودہ 3 مئی 2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ 231)
737 الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ295، الاصابہ جلد4صفحہ523
738 اسد الغابہ جلد2صفحہ436
739 اسد الغابہ جلد3 صفحہ723، الاصابہ جلد4صفحہ523 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ488 تا489)
740 الاصابہ جلد4صفحہ553،552، الطبقات الکبریٰ جزء3صفحہ254
741 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 310، جلد 4 صفحہ 269، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 274، عمدۃ القاری جزء15 صفحہ 121، الاصابہ جلد4صفحہ552-553، اسد الغابہ جلد4 صفحہ246، ابن ہشام صفحہ 463

742 صحیح بخاری حدیث 3158، عمدۃ القاری جزء15 صفحہ 121، ابن ہشام صفحہ 463، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 310
743 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 254
744 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 217، الاصابہ جلد 3 صفحہ 46
745 الاصابہ جلد 4 صفحہ 553 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 442 تا 443)
746 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 448، 447 و جلد 4 صفحہ 260، الاصابہ جلد 4 صفحہ 567، الاستیعاب جزء3 صفحہ 279، الطبقات الکبریٰ جزء2 صفحہ 359، الانساب جزء1 صفحہ 284، 283 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 397)
747 سیرت ابن ہشام صفحہ 465
748 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 353
749 سنن الترمذی حدیث 1689
750 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 05 صفحہ 484
751 خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ستمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 495 تا 496
752 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 294، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 79
753 عیون الاثر جلد اوّل صفحہ 232
754 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 353
755 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 79
756 الاصابہ جلد 4 صفحہ 603
757 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 79
758 خطبہ جمعہ فرمودہ 31 اگست 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 408 تا 409
759 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 110-111
760 البدایہ والنھایہ جزء5 صفحہ 252 (خطبہ جمعہ 24 فروری 2023ء روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23 مارچ 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مسیح موعود بعنوان براہین احمدیہ) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 24)
761 سیرت ابن ہشام صفحہ 476
762 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 426
763 اسد الغابہ جزء4 صفحہ 278
764 صحیح مسلم مترجم اردو جلد 10 صفحہ 102 تا 104 حدیث 3506
765 اسد الغابہ جزء4 صفحہ 278
766 طبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 426، سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 222 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 395 تا 396)
767 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 393، الاصابہ جلد 4 صفحہ 598
768 الاصابہ جلد 7 صفحہ 99
769 اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 92 (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 49)
770 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1246 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد صفحہ 376)
771 خطبہ جمعہ 28 ستمبر 2018ء
772 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 370، 373 تا 375، الاصابہ جلد 04 صفحہ 614-615، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 1225-1226، صحیح بخاری حدیث 3141، 3963، 3988، سنن ابی داؤد حدیث 2680

773 خطبہ جمعہ فرمودہ 20 نومبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 604
774 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 349 تا 351، ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 222
775 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 304
776 سیرۃ الحلبیہ جزء 2 صفحہ 353-354، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 349
777 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 304 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 374 تا 376)
778 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 318-319، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 311 (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 114)
779 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 239، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 370-371
780 معجم الکبیر للطبرانی جلد 19 صفحہ 8
781 الاصابہ جلد 2 صفحہ 345
782 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 239، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 372، سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 474
783 تاریخ دمشق جلد 4 صفحہ 148، لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 293
784 سنن الترمذی حدیث 3036
785 مسند احمد جلد 4 صفحہ 42 حدیث 11131
786 مسند احمد جلد 4 صفحہ 165 حدیث 11647، صحیح بخاری حدیث 408-409
787 صحیح بخاری حدیث 935
788 صحیح مسلم حدیث 853
789 سنن ابن ماجہ حدیث 1139
790 مسند احمد جلد 13 صفحہ 117 حدیث 7688
791 مسند احمد جلد 7 صفحہ 847-848 حدیث 24189
792 ماخوذ از خطبات محمود جلد 33 صفحہ 161-162، صحیح بخاری حدیث 935
793 خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 426 تا 435
794 الاصابہ جلد 5 صفحہ 322-323
795 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 306
796 ستر ستارے از طالب الہاشمی صفحہ 66-68
797 الاصابہ جلد 5 صفحہ 322، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 306
798 الاصابہ جلد 5 صفحہ 323
799 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 376
800 خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 478 تا 480
801 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 294
802 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 221-222
803 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 294
804 الاصابہ جلد 5 صفحہ 338 (خطبہ جمعہ فرمودہ 31 اگست 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 409 تا 410)
805 طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 122-123

806 معجم الصحابہ جلد5 صفحہ 66 (خطبہ جمعہ 24 فروری 2023ء روزنامہ الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 23 مارچ 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مسیح موعود بعنوان براہین احمدیہ) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 24)
807 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 392
808 سیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنہ جلد 2 صفحہ 124، سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 23، 25، یوم الفرقان صفحہ 124، امتاع الاسماع جلد 8 صفحہ 341، کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 37-38
809 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 408، تاج العروس 'سوق'
810 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 392 (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 578 تا 580)
811 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 389، اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 406، اصابہ جلد 5 صفحہ 362
812 صحیح بخاری حدیث 3810
813 فتوح البلدان صفحہ 53
814 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 389
815 معجم البلدان جلد 2 صفحہ 162-163 (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 50 تا 51)
816 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 422، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 443 (خطبہ جمعہ فرمودہ 8 مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 122)
817 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 376
818 ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 518 تا 519 (خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 215 تا 216)
819 سیرت ابن ہشام صفحہ 462، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 209
820 سیرت ابن ہشام صفحہ 338
821 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 209
822 الاصابہ جلد 5 صفحہ 533 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 371)
823 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 282
824 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 405-406
825 تاریخ دمشق جلد 12 جزء 24 صفحہ 333
826 صحیح بخاری حدیث 425
827 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 230
828 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 406
829 شرح زرقانی جلد 4 صفحہ 97-98
830 خطبہ جمعہ فرمودہ 11 مئی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 217 تا 220
831 صحیح بخاری حدیث نمبر 425، مطالع الانوار علی صحاح الآثار جلد 3 صفحہ 62
832 طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 414، سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 336
833 اسد الغابہ جزء 7 صفحہ 52-53
834 سیرت ابن ہشام جزء 2 صفحہ 290-291
835 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 69-70
836 کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 280
837 امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 165

838 معجم الکبیر جزء18 صفحہ26روایت نمبر44
839 المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جلد5 صفحہ216
840 طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 415 (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 13 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 3 فروری 2023ء صفحہ 5 تا 11 جلد30 شمارہ10)
841 سیرت ابن ہشام صفحہ326، سبل الہدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ116
842 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ72 (خطبہ جمعہ فرمودہ19 جولائی2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ373)
843 سیرت ابن ہشام صفحہ466، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ367 (خطبہ جمعہ فرمودہ26 جولائی2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ387)
844 اسد الغابہ جلد4 صفحہ255 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ487)
845 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ358، اسد الغابہ جلد4 صفحہ258 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ493)
846 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ247-248
847 سیرت ابن ہشام صفحہ335
848 اسد الغابہ جزء5 صفحہ53، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ241، لغات الحدیث جلد دوم صفحہ149
849 مستدرک جلد5 صفحہ1840، 1841
850 شرح العلامہ الزرقانی جزء2 صفحہ327 (خطبہ جمعہ فرمودہ12 اپریل2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ192 تا194)
851 الاصابہ جلد5 صفحہ573، الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ417، عیون الاثر جلد1 صفحہ232-233
852 اسد الغابہ جلد5 صفحہ59-60، عیون الاثر جلد1 صفحہ301
853 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ417
854 اسد الغابہ جلد7 صفحہ31 (خطبہ جمعہ فرمودہ6 جولائی2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ311 تا312)
855 طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ283، اصابہ جزء5 صفحہ 572-573، امتاع الاسماع جلد10 صفحہ10 (خطبہ جمعہ 27 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل17 تا23 فروری2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعود) صفحہ5 تا10 جلد30 شمارہ14-15)
856 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ388
857 خطبہ جمعہ فرمودہ12 اکتوبر2018ء خطبات مسرور جلد16 صفحہ485
858 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ52، اسد الغابہ جزء5 صفحہ68
859 ماخوذ از صحیح مسلم مترجم اردو جلد9 صفحہ228 تا238 حدیث3358، صحیح البخاری حدیث4194
860 تاریخ الطبری جزء3 صفحہ116، 115، الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ70
861 خطبہ جمعہ فرمودہ12 اپریل2019ء خطبات مسرور جلد17 صفحہ194 تا200
862 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ338، الاصابہ جلد6 صفحہ28، اسد الغابہ جلد5 صفحہ106
863 محمد رسول اللہ والذین معہٗ جلد2 صفحہ 111، 112، روض الانف جلد1 صفحہ280، اسد الغابہ جلد5 صفحہ72، کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ جزء1 صفحہ283-284، الاصابہ جلد6 صفحہ28
864 الاصابہ جلد6 صفحہ28، 29، شرح زرقانی جلد2 صفحہ 511
865 خطبہ جمعہ 20 جولائی2018ء
866 ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ466 تا477 (خطبہ جمعہ فرمودہ7 فروری2020ء خطبات مسرور جلد18 صفحہ67 تا76)

867 ماخوذ از نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 402 تا 408، سیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 310
868 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 317 تا 320، سبل الھدیٰ والرشاد مترجم جلد 4 صفحہ 754، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 132
869 دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 282 تا 284
870 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 721 تا 724
871 الاصابہ جلد 6 صفحہ 28
872 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 319، الاصابہ جلد 6 صفحہ 29
873 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 339
874 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 107، الاستیعاب جلد 3 صفحہ 433 (خطبہ جمعہ فرمودہ 14 فروری 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 77 تا 87)
875 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 53، سیرت ابن ہشام صفحہ 460، الاصابہ جزء 6 صفحہ 49
876 الاستیعاب جزء 4 صفحہ 31-32، اسد الغابہ جزء 5 صفحہ 127
877 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 53 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 392 تا 393)
878 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 129، الاصابہ جلد 6 صفحہ 52، فرہنگ سیرت صفحہ 237
879 صحیح بخاری حدیث 4418، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 129
880 خطبہ جمعہ 6 و 13 دسمبر 2019ء
881 خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 646 تا 647
882 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 35، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 133، سیر الصحابہؓ جلد 2 صفحہ 554
883 سیر الصحابہ جلد 2 حصہ 2 صفحہ 555 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 309 تا 310)
884 طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 35
885 اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 306
886 تہذیب التہذیب جلد 6 صفحہ 642 (خطبہ جمعہ 27 جنوری 2023ء الفضل انٹرنیشنل 17 تا 23 فروری 2023ء (خصوصی اشاعت برائے یوم مصلح موعود) صفحہ 5 تا 10 جلد 30 شمارہ 14-15)
887 الاصابہ جلد 6 صفحہ 74، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 150، استیعاب جلد 4 صفحہ 1472
888 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 37
889 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 39
890 خطبہ جمعہ 30 نومبر 2018ء حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کے تذکرہ میں
891 سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 215-216، سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 592، تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 12
892 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 39، الاصابہ جلد 6 صفحہ 74
893 الاصابہ جلد 6 صفحہ 74
894 ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 181
895 ماخوذ از صحیح البخاری جلد 4 صفحہ 721 تا 731 حدیث 2661 و جلد 8 صفحہ 325 حدیث 4141
896 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 563
897 صحیح البخاری حدیث 3775
898 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 450 تا 452

899 ماخوذ از خطبات محمودؓ جلد 18 صفحہ 279-280
900 سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب حد القاذف حدیث 4474-4475
901 تفسیر القرطبی جزء 15 صفحہ 169
902 خطبہ جمعہ فرمودہ 14 دسمبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 602 تا 613
903 الاستیعاب جلد 3 صفحہ 448، الاصابہ جلد 6 صفحہ 281 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 486)
904 سیرت ابن ہشام صفحہ 460-461، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 89-90، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 154-155، الاصابہ جلد 6 صفحہ 77 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 398)
905 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 369-370 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 486)
906 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 85-86، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 175 و جلد 7 صفحہ 71، سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 270، 275، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 157
907 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 86، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 175
908 سیرت ابن اسحاق صفحہ 230
909 سنن ترمذی حدیث 2476
910 خطبہ جمعہ 13 جولائی 2018ء حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ کے تذکرہ میں
911 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 146-147
912 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 175-176، استیعاب جلد 4 صفحہ 37، سیرت ابن ہشام صفحہ 199
913 الطبقات الکبریٰ جزء 1 صفحہ 171
914 سیرت ابن ہشام صفحہ 199
915 سیر الصحابہ جلد 2 مہاجرین حصہ اوّل صفحہ 272
916 صحیح بخاری حدیث 4941
917 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 129
918 الطبقات الکبریٰ جزء 1 صفحہ 171 و جزء 3 صفحہ 87-88
919 سیرت ابن ہشام صفحہ 200، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 321، 326، 338
920 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 224 تا 227
921 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 227 (خطبہ جمعہ فرمودہ 28 فروری 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 103 تا 110)
922 دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 214 تا 216
923 تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 252، فرہنگ سیرت صفحہ 203
924 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 88
925 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 89
926 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 488
927 سیرت ابن ہشام صفحہ 383
928 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 89
929 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 176
930 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 493

931 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 89-90
932 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 501
933 صحیح بخاری حدیث 1275
934 صحیح بخاری حدیث 1276
935 سنن ترمذی حدیث 3785
936 طبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 87
937 سیرت ابن ہشام صفحہ 396
938 سنن ابن ماجہ حدیث 1590
939 ماخوذ از خطابات طاہر قبل از خلافت صفحہ 363
940 خطبہ جمعہ فرمودہ 6 مارچ 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 115 تا 122
941 سیرت ابن ہشام صفحہ 324
942 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 232-233
943 صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 195، سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 106، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 185، الاصابہ جزء 6 صفحہ 106، الاستیعاب جلد 4 صفحہ 39
944 کنز العمال جلد 4 صفحہ 509 حدیث 11505، الاستیعاب جلد 4 صفحہ 39-40، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 6
945 الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 410 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 386 تا 387)
946 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 187، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 437-438، الاصابہ جلد 6 صفحہ 107-108، سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 497
947 خطبہ جمعہ 8 فروری 2019ء حضرت ثعلبہ بن غنمہؓ کے تذکرہ میں
948 ماخوذ از اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 195
949 ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 95-96
950 الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 265، فرہنگ سیرت صفحہ 109
951 ماخوذ از صحیح بخاری حدیث 4418
952 صحیح مسلم حدیث 2465
953 صحیح بخاری حدیث 3806
954 ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428
955 سنن ابن ماجہ حدیث 154
956 مسند جلد 3 صفحہ 502 حدیث 9421
957 مسند احمد جلد 7 صفحہ 380 حدیث 22470
958 مسند احمد جلد 7 صفحہ 374 حدیث 22450
959 مسند احمد جلد 7 صفحہ 385 حدیث 22481
960 صحیح بخاری حدیث 711
961 صحیح مسلم حدیث 465
962 صحیح البخاری حدیث 705

963 ماخوذاز تفسیر کبیر جلد12 صفحہ 151
964 صحیح مسلم حدیث30
965 سنن ابن ماجہ حدیث 3973
966 الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 265
967 الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 267
968 الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 267
969 الطبقات الکبریٰ جلد2 صفحہ 265
970 اسد الغابہ جلد5 صفحہ 188
971 صحیح بخاری حدیث 128
972 ماخوذاز صحیح البخاری مترجم جلد1 صفحہ 211، 212
973 صحیح مسلم کتاب حدیث 706
974 ابن ہشام صفحہ 821-822
975 شرح الزرقانی علی الموٴطا جزء1 صفحہ 436
976 اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ، صفحہ 431 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اکتوبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 538 تا 550)
977 ماخوذاز سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 502، اسد الغابہ جلد5 صفحہ، الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 441، 440
978 ماخوذاز مسند احمد جلد7 صفحہ 359 حدیث 22402
979 صحیح البخاری حدیث 4347
980 الاستیعاب جلد3 صفحہ 460
981 مسند احمد جلد7 صفحہ 348 حدیث 22363، لغات الحدیث جلد3 صفحہ 142
982 الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ 439
983 ماخوذاز سیر الصحابہ جلد3 صفحہ، الاستیعاب جلد3 صفحہ 1404
984 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 441
985 ماخوذاز الاستیعاب جلد3 صفحہ 461
986 مسند احمد جلد7 صفحہ 347 حدیث 22357
987 مسند احمد جلد7 صفحہ 375 حدیث 22456
988 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 439
989 ماخوذاز سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 502
990 الطبقات الکبریٰ جزء3 صفحہ 438-439
991 مسند احمد جلد7 صفحہ 366
992 کنز العمال جلد15 صفحہ 903 حدیث 43555
993 المستدرک جلد3 صفحہ 252 حدیث 5005
994 ماخوذاز سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 505
995 مجمع الزوائد جلد3 صفحہ 234
996 مسند احمد جلد1 صفحہ 109 حدیث 108، معجم البلدان جلد3 صفحہ 239

997 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 508، فیروز اللغات صفحہ 1332
998 مسند احمد مسند معاذ بن جبل جلد 7 صفحہ 353-354 حدیث 22380
999 حلیۃ الاولیاء جلد اول حصہ اول صفحہ 204 مترجم
1000 ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 510-511
1001 الاستیعاب جلد 3 صفحہ ، معجم البلدان 4 صفحہ 177-178
1002 مسند احمد جلد 7 صفحہ 355 حدیث 22383
1003 مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 361 حدیث 22410
1004 ماخوذ از اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 189
1005 مسند احمد جلد 7 صفحہ 371 حدیث 22439
1006 تاریخ الطبری جزء 4 صفحہ 238
1007 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 190
1008 سیر الصحابہ جلد سوم، حصہ پنجم صفحہ 156 (خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2020ء خطبات مسرور جلد صفحہ 554 تا 565)
1009 مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 371 حدیث 22439
1010 خطبہ جمعہ فرمودہ 30 اکتوبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 587
1011 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 190-191، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 374
1012 خطبہ جمعہ 05 اپریل 2019ء
1013 صحیح بخاری حدیث 3141
1014 صحیح بخاری حدیث 3962
1015 ماخوذ از صحیح البخاری مترجم اردو جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ
1016 عمدۃ القاری جلد 15 صفحہ 100-101
1017 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 362
1018 تفسیر کبیر جلد 9 صفحہ 361
1019 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 192
1020 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 373-374
1021 اسد الغابہ جلد 6 صفحہ 191، الاستیعاب جزء 3 صفحہ 1409-1410
1022 خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اپریل 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 173 تا 178
1023 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 196
1024 اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 147
1025 تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 113، 115، سیرت ابن ہشام صفحہ 486 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 576)
1026 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 426-427، سیرت ابن کثیر صفحہ 197
1027 سیرت ابن ہشام صفحہ 207-208
1028 صحیح البخاری حدیث 3141
1029 صحیح البخاری حدیث 3962

1030 صحیح بخاری جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ اردو ترجمہ
1031 عمدة القاری جلد 17 صفحہ 120
1032 عمدة القاری جلد 17 صفحہ 121-122 حدیث 3962
1033 شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 297-298
1034 الاصابہ جلد 6 صفحہ 114
1035 المستدرک جلد 4 صفحہ 140-141 حدیث 5895-5897
1036 خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 183 تا 187
1037 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 211-212، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 408، 411 (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 48)
1038 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 240
1039 سیرت خاتم النبیینﷺ صفحہ 513-514 (خطبہ جمعہ فرمودہ کیم جون 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 253 تا 254)
1040 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 141 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 488)
1041 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 432 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 488)
1042 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 226، سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 144
1043 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 302
1044 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 307، البدایۃ والنھایۃ جلد 7 صفحہ 139 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 390 تا 391)
1045 سیرت ابن ہشام صفحہ 29
1046 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 244-245
1047 صحیح البخاری حدیث 4021
1048 صحیح بخاری حدیث 6830
1049 ماخوذ از خلافت راشدہ صفحہ 39 تا 42، انوار العلوم جلد 15
1050 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 244-245
1051 الاصابہ جلد 6 صفحہ 151
1052 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 244
1053 خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 443 تا 450
1054 اسد الغابہ جزء 5 صفحہ 231، الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 374
1055 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 374
1056 اسد الغابہ جزء 5 صفحہ 231
1057 المغازی جزء 1 صفحہ 38
1058 خطبہ جمعہ 17 اپریل 2020ء
1059 صحیح بخاری حدیث 3962
1060 ماخوذ از صحیح بخاری حدیث 3141 جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ
1061 ماخوذ از خطبات محمود جلد 1 صفحہ 11

1062 الاستیعاب جزء4 صفحہ 1442 (خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اکتوبر 2020ء خطبات مسرور جلد 18 صفحہ 523 تا 524)
1063 سیرت ابن ہشام صفحہ 470
1064 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 426-427
1065 اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 195-196 (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 619 تا 620)
1066 سنن الترمذی حدیث 2393، سیرت ابن ہشام صفحہ 151
1067 شرح الزرقانی جلد 5 صفحہ 213، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 311، سیرت ابن ہشام صفحہ 151، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 85، الاصابہ جلد 6 صفحہ 160
1068 الطبقات الکبریٰ جزء 8 صفحہ 38
1069 لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648 صاع و جلد 4 صفحہ 487 وسق
1070 الاصابہ جلد 6 صفحہ 207
1071 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 87
1072 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 243
1073 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 242
1074 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 328-329
1075 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 86
1076 صحیح مسلم حدیث 2055
1077 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 86
1078 صحیح بخاری حدیث 3952
1079 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 354-355
1080 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 86، دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 39، سیرت ابن ہشام صفحہ 452
1081 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 353، شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 260، سیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 205
1082 صحیح بخاری باب 12 حدیث 4019
1083 شرح الزرقانی جلد 2 صفحہ 166 تا 169، سیرت ابن ہشام جزء 3 صفحہ 174، 175، الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 63
1084 صحیح مسلم حدیث 2494
1085 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 86
1086 تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 59
1087 الاصابہ جلد 6 صفحہ 207-208
1088 تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 185
1089 الاستیعاب جلد 4 صفحہ 43
1090 سیر الصحابہ جلد 2 صفحہ 286
1091 معجم الکبیر جلد 20 صفحہ 252-253
1092 احکام القرآن جلد 2 صفحہ 444، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 87
1093 ماخوذ از دروس حضرت مصلح موعودؓ غیر مطبوعہ، رجسٹر نمبر 36 صفحہ 1006
1094 الاصابہ جلد 6 صفحہ 161

1095 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 87
1096 سنن ابن ماجہ حدیث 149
1097 سنن الترمذی حدیث 3785
1098 سنن ابن ماجہ حدیث 4128
1099 الاصابہ جلد 6 صفحہ 160
1100 سنن ابن ماجہ کتاب حدیث 2508
1101 مسند احمد جلد 7 صفحہ 890 حدیث نمبر 24311
1102 الاستیعاب جلد 4 صفحہ 44
1103 خطبہ جمعہ فرمودہ 22 نومبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 603 تا 616
1104 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 251
1105 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 416
1106 الاحاد والمثانی جلد 3 صفحہ 403 حدیث 1824
1107 الاکمال فی رفع الارتیاب جلد 7 صفحہ 222 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 306 تا 307)
1108 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258
1109 سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 232
1110 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 517 تا 519
1111 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258، طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 40
1112 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 258، 259
1113 صحیح البخاری حدیث 6191، فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 452
1114 خطبہ جمعہ فرمودہ 25 جنوری 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 45 تا 48
1115 الاصابہ جلد 6 صفحہ 172، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 367 (خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 564)
1116 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 248
1117 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 55
1118 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 248
1119 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 518-519
1120 خطبہ جمعہ فرمودہ 27 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 347 تا 348
1121 طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299-300، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 268، کنز العمال جلد 10 صفحہ 408-409 حدیث 29985
1122 خطبہ جمعہ فرمودہ 23 نومبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 562
1123 اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 230، الاستیعاب جلد 1 صفحہ 267 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 487)
1124 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 346، سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 405
1125 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 299
1126 تاریخ الطبری جلد 4 صفحہ 111، فرہنگ سیرت صفحہ 229 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 373)
1127 سیرت ابن ہشام صفحہ 471، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 293، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 315 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 376)

[1128] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 394، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 316
[1129] سیرت ابن ہشام صفحہ 545
[1130] معجم الاوسط جلد 5 صفحہ 329-330 حدیث 7499
[1131] کتاب المغازی جلد 1 صفحہ 251-252
[1132] ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 20 صفحہ 542-543
[1133] قرونِ اولیٰ کی مسلمان خواتین کا نمونہ۔ انوار العلوم جلد نمبر 25 صفحہ 439-440
[1134] ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 23 صفحہ 46-47
[1135] خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 376 تا 379
[1136] سیرت ابن ہشام صفحہ 466،467، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 318، الاصابہ جلد 5 صفحہ 510 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 373 تا 374)
[1137] صحیح البخاری حدیث 2827، عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 182-183
[1138] معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 317
[1139] خطبہ جمعہ 30 اگست 2019ء حضرت عبادہ بن صامتؓ کے تذکرہ میں
[1140] الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 414، اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 158-159، سیرت ابن ہشام صفحہ 468، عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 182
[1141] اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 322
[1142] معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 317
[1143] صحیح بخاری حدیث 2827، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 223
[1144] مسند احمد بن حنبل جلد 23 صفحہ 78
[1145] معرفۃ الصحابۃ جلد 4 صفحہ 317 (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ستمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 496 تا 498)
[1146] الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 257، الکامل فی التاریخ جلد 3 صفحہ 405
[1147] خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 12 اپریل 2019ء
[1148] سنن ابن ماجہ حدیث 3719، معجم البلدان جلد 2 صفحہ 348، فرہنگ سیرت صفحہ 58
[1149] اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 354
[1150] اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 332، الفکاھۃ والمزاح صفحہ 24-25
[1151] ماخوذ از الفکاھۃ والمزاح صفحہ 27
[1152] خطبہ جمعہ فرمودہ 13 ستمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 477 تا 480
[1153] اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 346-347، الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 415 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 307)
[1154] اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 380-381، معرفۃ الصحابہ جلد 4 صفحہ 383 حدیث 2995
[1155] الطبقات الکبریٰ جلد 8 صفحہ 282و285
[1156] اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 381
[1157] الاصابہ جزء 6 صفحہ 428، اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 381، صحیح البخاری کتاب المغازی باب تسمیۃ من سمی من اھل بدر
[1158] اُسد الغابہ جلد 5 صفحہ 381

1159 صحیح بخاری حدیث 4418، فرہنگ سیرت صفحہ 153
1160 الاصابہ جزء 6 صفحہ 428
1161 معجم البلدان جلد 2 صفحہ 17
1162 شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 66
1163 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 802، ماخوذ از صحیح بخاری حدیث 4913
1164 شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 67-68، لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 174
1165 سنن الترمذی حدیث 3675
1166 ملفوظات جلد اوّل صفحہ 498
1167 شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 69
1168 سنن الترمذی حدیث 3700-3701، شرح علامہ زرقانی جلد 4 صفحہ 68-69
1169 اُسد الغابہ جلد 6 صفحہ 215، لغات الحدیث جلد 2 صفحہ 648 صاع و جلد 4 صفحہ 487 وسق
1170 خطبہ جمعہ فرمودہ 6 دسمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 630 تا 641
1171 سیرت ابن ہشام صفحہ 597، سیرۃ حلبیہ جلد 3 صفحہ 186، طبقات الکبریٰ جلد 1 صفحہ 390، فرہنگ سیرت صفحہ 84
1172 مسند احمد جلد 4 صفحہ 263 حدیث 12032 و جلد 5 صفحہ 132 حدیث 14731
1173 صحیح مسلم حدیث 1392
1174 معجم البلدان جزء 2 صفحہ 100، ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 403-404، ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 267
1175 مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 414 حدیث 15865
1176 ماخوذ از صحیح البخاری حدیث 4418
1177 خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 643 تا 646
1178 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 298، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 403
1179 سیرت ابن ہشام جلد 1 صفحہ 170
1180 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 298
1181 ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 129
1182 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 298
1183 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299
1184 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 403
1185 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 404
1186 خطبہ جمعہ 11 مئی 2018ء
1187 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 299 (خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 371 تا 373)
1188 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 377، الاصابہ جلد 2 صفحہ 392 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 307)
1189 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 287 (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 01 مارچ 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 113)
1190 سیرت ابن ہشام صفحہ 469، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 412-413، الاصابہ جلد 6 صفحہ 471 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 194)
1191 الاصابہ جلد 6 صفحہ 489 (خطبہ جمعہ فرمودہ 12 اکتوبر 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 490)

1192 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217
1193 ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 285، سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 130
1194 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 217
1195 الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 314، سیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 96
1196 صحیح بخاری حدیث 4261، مسند احمد جلد 7 صفحہ 505 حدیث 22918
1197 ماخوذ از انوار العلوم جلد 18 صفحہ 405-406
1198 صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الرجل ینعی الیٰ اھل المیت بنفسہ حدیث 1246
1199 خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اپریل 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 221 تا 223
1200 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 137 و جلد 4 صفحہ 677
1201 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 254
1202 الاستیعاب جلد 4 صفحہ 132، کتاب الثقات جلد 1 صفحہ 468
1203 سنن النسائی حدیث 1920
1204 مصنف لابن ابی شیبۃ مترجم جلد 3 صفحہ 732 حدیث 12030
1205 سنن النسائی حدیث 2022
1206 سنن ابن ماجہ حدیث 1528
1207 صحیح البخاری حدیث 458 و حدیث 460
1208 انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ جلد 4 صفحہ 332 کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر حدیث 1527 (خطبہ جمعہ فرمودہ 29 نومبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 617 تا 619)
1209 سیرت ابن ہشام صفحہ 467، الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 275، الانساب جلد 10 صفحہ 545
1210 الطبقات الکبریٰ جز 3 صفحہ 124 و صفحہ 275، الاصابہ جزء 6 صفحہ 511، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 448-449، سیرت ابن ہشام صفحہ 461، الروض الانف جلد 5 صفحہ 299
1211 الاصابہ جزء 6 صفحہ 511 (خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جولائی 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 394 تا 395)
1212 سیرت ابن ہشام صفحہ 460
1213 اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 452
1214 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 50، سیرت ابن ہشام صفحہ 480
1215 اسد الغابہ جلد 2 صفحہ 475
1216 الطبقات الکبریٰ جزء 4 صفحہ 370
1217 الطبقات الکبریٰ جزء 8 صفحہ 371
1218 الطبقات الکبریٰ جزء 3 صفحہ 50
1219 ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 218 تا 223، ماخوذ از تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 300-310، ماخوذ از تاریخ ابن خلدون جلد 3 حصہ 1 صفحہ 231 (خطبہ جمعہ فرمودہ 20 ستمبر 2019ء خطبات مسرور جلد 17 صفحہ 490 تا 494)
1220 الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 432، اسد الغابہ جلد 5 صفحہ 473 (خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جولائی 2018ء خطبات مسرور جلد 16 صفحہ 307)

انڈیکس

آیات قرآنیہ.......... 3

احادیث نبویہؐ.......... 5

مضامین.......... 7

اسماء.......... 13

مقامات.......... 31

کتابیات.......... 35

ببلیوگرافی.......... 36

آیات

البقرہ

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (110) 150

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (116) 55

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (157)

111، 143، 390، 408، 409

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ (208) 9

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ (218) 106، 115، 245

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (256) 222

آل عمران

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (145) 406

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا (170) 204

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (187) 150

النساء

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ (42) 211

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (70) 193

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (76) 240

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ...(106) 328

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (107) 328

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ (108 تا 111) 328

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ (112، 113) 328

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ (114، 115) 329

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ (116، 117) 329

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ (124) 222

المائدۃ

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (9) 369

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (11) 372

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى (19) 279

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا (52) 86

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ (119) 223

الأنعام

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (53)

473، 482

الانفال

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ (2) 346

التوبہ

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (40) 62

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (40) 472

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ (49) 506

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ (64 تا 66)

507

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (79)

506

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ (84) 162

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا (107) 45

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا (108) 322

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (118)

380، 495، 503

یونس

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ (89) 223

حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (91) 446

یوسف

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (19) 160، 393

ابراہیم

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (37) 223

الحجر
وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (48) 34
النحل
إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (91) 254
ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (111) 9
مریم
وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (72) 124
الانبیاء
اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (2) 52
لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا (103) 125
الحج
هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (20) 231
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ (31) 369
النور
إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْإِفْكِ (12) 160، 391
ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة (23) 384
ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون (23) 384
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ (64) 101
الفرقان
وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا (75) 475
الشعراء
وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ (225) 122
إِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (228) 122
السجدة
تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (17) 419
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ (18) 419
الاحزاب
ادعوھم لآبائھم (6) 462
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا (24) 407
الزمر
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا (54) 222
النجم
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى (9) 204
الرحمٰن
اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (1-3) 208
الممتحنة
لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ (9) 86
المنافقون
لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ (9) 155
نوح
رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا (27) 223
الاعلیٰ
سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى (2) 417، 418
الفجر
وَالْفَجْرِ (2) 418
الشمس
وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا (2) 417، 418
اللیل
وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى (2) 417، 418
الضحیٰ
وَالضُّحٰى (2) 418
الزلزال
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (8-9) 222

احادیث

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَبَّبْتَ...... 66
تَسَحَّرُوْا وَلَوْا بِالْمَاءِ 129
الحُمّٰی حظّ کُلِّ مؤمنٍ من النار 125
زادك اللہ حِرصًا علیٰ طَوَاعِیۃ 121
اللہ اعلیٰ و اجل 100
اللھم اغفر لزیدٍ 126
نعم الرجل عبداللہ 121
صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِیْ سِنِیْنَ 202
خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَۃٍ 207، 415
اَذْھَبِ الباس ربّ الناس 213
لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَیْھِمْ مَلَكٌ کَرِیْمٌ 227
اَلْحِقِیْ بسلفنا الصالح عثمان ابن مظعون 261، 267
اللھم انی اسئلك صحۃ فی ایمان 277، 278
لقد ذھبتم فیھا عریضۃ 278
سبقك بھا عکاشہ 281
یٰنار کونی بردًا و سلمًا علی عمّار 287
صبرًا اٰل یاسر فانّ موعدکم الجنۃ 289
اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ 300
بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْكَ وَاللّٰہُ یَشْفِیْكَ مِنْ کُلِّ دَاءٍ یُؤْذِیْكَ 301
لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ 345
الحرب خدعۃ 366
سمی الحرب خدعۃ 366
ان قتلت واحرقت 369
ان رسول اللہ یشھد انکم الشھداء 407
لا حول ولا قوۃ الا باللہ 416
اللھم اعنی علی ذکرك و شکرك و 416
ما انت بمحدث قوما حدیثا 422
انی بعثت لکم خیر اھلی 430
اللہ الذی لا الہ الا ھو 446
الحمد للہ الذی اعز الاسلام و اھلہ 447
الائمۃ من قریش 456

احادیث بالمعنی

اسلام میں سبقت رکھنے والے چار ہیں، میں عرب میں سبقت رکھنے والا ہوں۔ صہیب روم میں، سلمان اہل فارس میں اور بلال حبش میں سبقت رکھنے والا ہے 8
زمین ٹھیکے پر دینے سے منع فرمانا اور خود کاشت کا فرمانا 38
جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ 56
اے اللہ ہم سے ان (مشرکین) کے شر کو دور کر دے 78
طاعون، پیٹ کی بیماری، ڈوب کر، دب کر اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والے پانچوں شہید ہیں 92
جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ رسول ہیں اس پر آگ حرام کر دی 96
ایک صحابی کا قرآن کے لفظ کو اَور طرح پڑھا تو ان کے بارہ میں یہ کہنا کہ یہ قرآن غلط پڑھتے ہیں 207
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آرہے تھے کہ آنحضور ﷺ کی آواز سنی کہ بیٹھ جاؤ تو وہیں بیٹھ گئے 218
حضرت عِتبان بن مالکؓ کی بینائی چلی گئی تو آنحضور ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت نہیں دی 234
حضرت عمار کو باغی گروہ شہید کرے گا 298، 299
حضرت عمرؓ نے فرمایا اے خباب اس مجلس کا آپ سے زیادہ حقدار کوئی نہیں سوائے عمار کے 299
حضرت عمار بن یاسر نے مختصر نماز پڑھائی اور لوگوں کو تعجب ہوا آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز

سے سر مو فرق نہیں کیا۔ 300
سب سے زیادہ بدبخت قوم ثمود کا وہ آدمی جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی اور دوسرا وہ جو حضرت علی کے سر پہ وار کرے گا 299،300
جنت حضرت علی، حضرت عمار، حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کی مشتاق ہے۔ 301
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتدا کرنا عمار کے طریق کو اپنانا اور ابن مسعود کے بیان کی تصدیق کرنا 301
عمار کو باغی گروہ شہید کرنے گا 302
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کو تیمم کا طریق سکھایا 307
حضرت عمار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو داڑھی میں خلال کرتے ہوئے دیکھا اور پھر وہی طریق اپنایا 307
حضرت عبد اللہ بن سہل کو سانپ نے کاٹا اور آنحضرتؐ کے کہنے پر حضرت عمارہؓ نے دم کیا تو اللہ نے شفا دے دی 308
حضرت قتادہؓ کی آنکھ میں تیر لگا اور ڈیلا باہر آ گیا اور آنحضورؐ نے واپس رکھا اور وہ صحیح جگہ پر قائم ہو گیا اور بینائی بھی لوٹ آئی۔ 325،326
جمعے کے روز ایک گھڑی ایسی بھی ہے جس میں کوئی نماز پڑھ رہا ہوں اور وہ اللہ سے خیر طلب کرے تو اللہ اسے وہ چیز ضرور عطا کرتا ہے 330،331،332،333،334
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ یتیم بچی ہے اس کی شادی اس کی مرضی سے کر دو 335
شاملین بدر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنتی کر کے بتاؤ عرض کیا گیا کہ 313 ہیں آپ خوش ہوئے اور فرمایا کہ طالوت کے ساتھیوں کی تعداد بھی اتنی ہی تھی 339
حضرت مالک بن دخشمؓ کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ وہ منافق ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کرتا ہے 344
تین موقعوں کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی باتوں کی اجازت دینا جو جھوٹ نہ ہوں مگر عام لوگ غلطی سے انہیں جھوٹ سمجھ سکتے ہوں 367

مضامین

اخوت
اخوت و ایثار کا قابل رشک جذبہ 170
اذان
اذان کی ابتدا...... الفاظ خواب میں بتائے گئے 190
ازواج النبی ﷺ
آنحضرتؐ کا ایک ماہ کے لئے ازواج سے الگ ہونا 233
اسلام
اسلام جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا 369
اسلام کی طرف سے سب سے پہلا تیر چلانے والے 383
اصحاب صفّہ 249
اصلاح
ایک صحابیہ کا نیک جذبات کا اظہار اور حضور ﷺ کی اصلاح 269
اطاعت
اطاعت کا اعلیٰ معیار جس کو مد نظر رکھنا چاہئے 94
اطاعت کا ایک خاص نکتہ... ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے 221
صحابی کا بیٹھ جانے کی آواز سن کر وہیں بیٹھ جانا 120
خلافت کی اطاعت کا نتیجہ کہ ساری دنیا پر چھا گئے 221
اعتراض
حرمت والا مہینہ اور جنگ...... اعتراض اور جواب 243
حرمت والے مہینہ میں لڑائی پر آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور اعتراض کا جواب 114
امت
امت میں پیدا ہونے والے فتنے اور اس کا سد باب 265
انفاق فی سبیل اللہ
خدا کی راہ میں سات لاکھ ایک رات میں خرچ کرنا 24
خدا کی راہ میں مالی قربانی اور آپؐ کا ان کو فیاض کا لقب 19
ایم ٹی اے
ایم ٹی اے کی اہمیت و افادیت 302
بچے adopt کرنے والوں کے لئے رہنما اصول 50
بحری جنگ
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں 95
بد ظنی
غلط فہمی کی بناء پر صحابہ پر بد ظنی نہیں کرنی چاہئے 345
برکت
آنحضورؐ کے متبرک پانی کی برکت 423
آنحضرتؐ کی برکت سے کھجوروں میں برکت 205
متبرک پانی اور دعا سے اونٹ تیز رفتار ہو گیا 227
بغاوت
بنو قینقاع کی بغاوت اور جلا وطنی 86
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں برپا ہونے والی شورش 304
بنو نضیر
بنو نضیر کو جلا وطن کرنے کا فیصلہ 372
بھوک
بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا 54،313
بیت المال
بیت المال کے اموال سے تجارت 427
بیعت رضوان 291
بیعت عقبہ اولیٰ 274
بیعت عقبہ ثانیہ 196
بیعت
کیا حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی؟ 28
بئر معونہ 477،66
تجارت
بیت المال کے اموال سے تجارت 427
تعویذ گنڈے
تعویذ گنڈے اور ایک صحابی کا سخت رد عمل 213
توحید
توحید...... ایک بنیادی سبق 487

تیر
تیروں کے زخم اور نماز میں محویت 76
اسلام کی طرف سے سب سے پہلا تیر چلانے والے 383
جلاوطن
بنو قینقاع کی بغاوت اور جلاوطنی 86
بنو نضیر کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ 372
جمعۃ المبارک
جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو دو سنتیں پڑھ لے 490
جمعہ کے دن قبولیت دعا کی ایک گھڑی 330
جنازہ
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو 54
آنحضرتؐ کا حضرت عثمان بن مظعون کی نعش کو بوسہ دینا، زائد تکبیرات اور قبر کے سرہانے پر پتھر رکھنا 267
جنت البقیع 266
جنگ / غزوہ
جنگ بدر...... مبارزت کی تفصیل 231
جنگ بدر میں کتنے گھوڑے 468
جنگ احد 150
جنگ احد کے شہداء کا جنازہ 200
جنگ احد میں جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 406
آنحضرتؐ سے والہانہ محبت اور جنگ احد میں آپؐ کی حفاظت کرنے والے صحابی 2
جنگ احد...... زخموں سمیت کفن 199
جنگ احد...... مسلمانوں پر سختی...... 101
جنگ حمراء الاسد 132
واقعہ رجیع 448،136
واقعہ رجیع اور حضرت عاصمؓ 40
جنگ تبوک اور اس سے پیچھے رہ جانے والے 507،495
جنگ مؤتہ اسباب اور تفصیل 514
جنگ یمامہ 519
جنگ جمل اور بعض وضاحت طلب امور 26
کیا جنگ میں جھوٹ یا دھوکہ دینا جائز ہے؟ 366
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بحری جنگ 95
جہاد بالسیف
آنحضرتؐ پر قتل وغارت کا الزام اور جواب 345
آنحضرتؐ کی جنگوں کا دفاع اور ایک غیر مسلم مصنف 39
جھنڈا / پرچم
جنگ احد میں جھنڈے کی حفاظت کا حق ادا کرنا 406
جھوٹ
کیا جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے 366
اسلام جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا 369
چندہ
خدا کی راہ میں سات لاکھ ایک رات میں خرچ کرنا 24
خدا کی راہ میں مالی قربانی اور آپؐ کا ان کو فیاض کا لقب 19
چوری کا ایک واقعہ...... 326
حدیث
ایک حدیث اور اس کی غلط تشریح 368
حرمت والا مہینہ اور جنگ...... اعتراض اور جواب 243
حرمت والے مہینہ میں لڑائی پر آنحضرتؐ کا ناراض ہونا اور اعتراض کا جواب 114
خط
حاطب بن بلتعہؓ کا خفیہ خط 293
خلافت
حضرت عمرؓ کا خلافت کمیٹی تشکیل دینا 184،26
خلافت عثمان کے انتخاب کی تفصیل 27،185
خلافت راشدہ کی ابتداء اور خلافت ابو بکرؓ...... حضرت عمرؓ کا خطاب 451
انتخاب خلافت عثمان کی تفصیل 27
خلیفہ وقت کی اطاعت...... ایک خواب 215
اطاعت خلافت کا ایک خاص نمونہ یہ وہ روح تھی کہ پھر ساری دنیا پر چھا گئے 221
حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں شورش 304
حضرت عمرؓ کا اس بات کا جواب دینا کہ حضرت ابو بکرؓ کو خلافت یونہی مل گئی 453
حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں جو فساد ہوئے وہ لوگوں کی عدم تربیت اور مرکز میں نہ آنے کی وجہ سے تھے 301

خلافت سے تعلق کی اہمیت وضرورت اوراس کا طریق 302
خواب
خواب میں آکر کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹادو 25
نبی صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا خواب......گائے ذبح ہونا........ 150
ابو عامر منافق کا خواب اور نبی صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تعبیر کہ یہ اس پر الٹ کر پڑے گی اوراس کا انجام ایسا ہوگا 47
حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ایک صحابی کو خواب آنا کہ اٹھو اور اس فتنہ سے نجات کی دعا مانگو 51
ایک صحابی کا خواب کہ آسمان کھولا گیا ہے........ 77
خواب میں اذان کے الفاظ بتایا جانا...... 190
ابن مسعودؓ کی بابت ایک خواب...... 215
حضرت ام علاء کا ایک خواب حضرت عثمان بن مظعون کی بابت 270
صحابہ کے باہمی اختلافات اور ایک خواب 303
دانت
سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد / ناک 147
دار ارقم 510،105
درود
آنحضرتؐ پر سلامتی کی دعا کا اجر 56
دعا
جمعہ کے دن قبولیت دعا کی ایک گھڑی 330
دَم
فرمانا کہ فلاں صحابی کے پاس جاؤ وہ دَم کریں 308
تعویذ گنڈے اور ایک صحابی کا سخت رد عمل 213
دودھ
آنحضور صَلَّىٰ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے حصہ کا دودھ پی جانا اور.... 465،464
دوڑ
دوڑ کا مقابلہ کروانا 357
دھوکہ
کیا جنگ میں جھوٹ یا دھوکہ دینا جائز ہے؟ 366
رحمت وشفقت
رئیس المنافقین سے رحمت للعالمین کا سلوک 160
روشنی
دو صحابہ جن کو رات کے اندھیرے میں معجزانہ روشنی دی گئی 75
زہد وعبادت، عثمان بن مظعون کا 262
سازش
آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی سازش 371،72
سبق
آج کل کے مردوں اور عورتوں کے لئے سبق 111
سفر
سنت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد میں دو رکعت 509
سنت
سنت تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو مسجد میں دو رکعت 509
سنت رسولؐ پر عمل کرنے کا شوق وجذبہ 212
سنت کے مطابق صرف جمعرات کو وعظ 223
سونے کے دانت
سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد / ناک 147
شراب
جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کرنے والے 170
شہید
جو کسی شہید کو چلتا ہوا دیکھنے کی خواہش رکھتا ہو 23
شورش
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں برپا ہونے والی شورش 304
شوریٰ
حضرت عمرؓ کی قائم کردہ شوریٰ کمیٹی 17
صحابی / صحابہ
آنحضرتؐ کا حضرت عمار کی آنکھوں سے آنسو پونچھنا 288
آنحضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو... حضرت عبد اللہ بن رواحہ...شہادت 125
آنحضرتؐ کے دفاع میں ہاتھ شل ہو گیا 20
آنحضرتؐ کا ایک صحابی کو فرمانا کہ قیامت والے دن میں تمہارے بارے میں شہادت دوں گا 410

آنحضرتؐ کا حضرت عثمان بن مظعون کی نعش کو بوسہ دینا، زائد تکبیرات اور قبر کے سرہانے پر پتھر رکھنا 267
آنحضرتؐ کا فرمانا کہ فلاں صحابی کے پاس جاؤ وہ دَم کریں 308
صحابہ کی ابتدائی حالت کسمپرسی کی اور پھر...... 248
صحابہ کے باہم اختلافات اور خلیفۂ وقت کی اصولی رہنمائی 302
صحابی کا بیٹھ جانے کی آواز سن کر وہیں بیٹھ جانا 120
ایک صحابی کی برائی کرنے والے کا عبرتناک انجام 24
ایک صحابی کی چھ خوبیاں 116
تعویذ گنڈے اور ایک صحابی کا سخت رد عمل 213
دو صحابہ جن کو رات کے اندھیرے میں معجزانہ روشنی دی گئی 75
نعمتوں کے زمانہ میں صحابہ اور نبی کریم ﷺ کی یاد میں آنکھیں اشکبار 181
وہ صحابہ جن سے قرآن پڑھنے کی تلقین کی 207
وہ صحابی جن کے پیچھے آنحضرتؐ نے نماز پڑھی 178
غلط فہمی کی بناء پر صحابہ پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے 345

صداقت انبیاء

صداقت انبیاء کی ایک بڑی دلیل 255

طاعون

طاعون عمواس اور حضرت عمرؓ کا فیصلہ 432
طاعون حضرت مسیح موعودؑ کے نشان کی صورت میں 92
طاعون...... تقدیر اور 182

عائلی زندگی

محبت کرنے والے خاوند اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں 111

عزم وہمت

زخموں کے باوجود مہم میں شمولیت 131

علم

قرآن اور دین کا علم سیکھو اور مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو 301
قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانا 91
قرآن پڑھانے والے اساتذہ کی جماعت 415

عورت

عورت کی آزادئ رائے...... رشتہ کی پسند 335
محبت کرنے والے خاوند اور بچوں کی فکر کرنے والی مائیں بنیں 111
میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس مقدس عورت کے دامن کو چھوؤں اور اپنے ہاتھ آنکھوں سے لگاؤں 485
آنحضورؐ سے محبت میں رنگین ایک بہادر عورت 198
مسجد میں جھاڑو دینے والی ایک سیاہ فام خاتون کی قبر پر تشریف لے جانا 517

عیادت

آنحضرتؐ کا عیادت کے لئے تشریف لے جانا 121
آنحضرتؐ کی عیادت اور شہیدوں کی اقسام 91

فتاویٰ

فتاویٰ دینے والے...... افتاء کمیٹی کے ممبر 420

فتنہ

امت میں پیدا ہونے والے فتنے اور اس کا سدباب 265

قبر

خواب میں آکر کہنا کہ میری قبر دوسری جگہ ہٹا دو 25
آنحضرتؐ کا حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے پر پتھر رکھنا 267

جہاد بالسیف

آنحضرتؐ پر قتل وغارت کا الزام اور جواب 345
آنحضرتؐ کی جنگوں کا دفاع اور ایک غیر مسلم مصنف 39

قتل

آنحضرتؐ کو قتل کرنے کی سازش 371،72

قرآن کریم

قرآن اور دین کا علم سیکھو اور مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو 301
قرآن پڑھانے کو ذریعہ آمد بنانا 91
قرآن پڑھانے والے اساتذہ کی جماعت 415
وہ صحابہ جن سے قرآن پڑھنے کی تلقین کی 207

قیدی

بیٹیوں کا واسطہ دینے والے جنگی قیدی کو چھوڑ دینا 39

کعب بن اشرف

کعب بن اشرف کا قتل اور اسباب 70

کفار

کفار کو دوست نہ رکھنے کا اصل مفہوم 86

کلمہ

لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیا تو پھر کسی کا حق نہیں کہ 344

کلمہ پڑھنے والے کا مقام 469

کھجور

آنحضرتؐ کی برکت سے کھجوروں میں برکت 205

لاک ڈاؤن

لاک ڈاؤن 183

محبت رسول

حضرت معاذ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر فرمانا میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں 416

آنحضورؐ سے محبت میں رنگین ایک بہادر عورت 198

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت 109

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہنا خدایا میری آنکھیں لے جا 194

مرکز

قرآن اور دین کا علم سیکھو اور مرکز سے ہمیشہ رابطہ رکھو 301

مسجد

مسجد قباء کی تعمیر 292

منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دینا 309

مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں نمازیوں کے ساتھ ہے 46

مسجد میں جھاڑو دینے والی ایک سیاہ فام خاتون کی قبر پر تشریف لے جانا 517

مسجد ضرار اور اس کو گرایا جانا 44

مسجد ضرار 345

مشرکین

مشرکین کا حرمت والے مہینوں کی بابت اعتراض 106

مطالعہ کتب

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک ہندو کی کتاب خرید کر پڑھنے کی نصیحت 289

مظلوم

مظلوم کی آہ سے بچنے کی نصیحت 426

معجزہ

دو صحابہ جن کو رات کے اندھیرے میں معجزانہ روشنی دی گئی 75

روشنی دینے والی چھڑی 331

لنگڑے صحابی... آنحضورؐ کو اٹھانے کی برکت سے لنگڑاہٹ جاتی رہی 20

متبرک پانی اور دعا سے اونٹ تیز رفتار ہو گیا 227

منافقین

منافقین کا گڑھ 507

منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دینا 309

مہم

مہم پر جانے کی فضیلت...... نماز جمعہ سے بھی زیادہ 127

ناک

سونے کے دانت لگوانے کا ارشاد / ناک 147

نام رکھنا

اہل عرب کا اپنے بچوں کا نام ''محمد'' رکھنا 359

نبی / انبیاء

آنحضرتؐ کی اتباع میں نبوت کا مقام 193

یہود کا ایک نبی کا انتظار لیکن...... یہی آجکل کے مسلمان علماء کا حال 280

نصیحت

دس باتوں کی نصیحت 430

نعمت

نعمتوں کے زمانہ میں صحابہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں آنکھیں اشکبار 181

نماز

سفر میں سفر میں سواری کا جدھر منہ ہو نماز پڑھنا 55

وہ صحابی جن کے پیچھے آنحضرتؐ نے نماز پڑھی 178

تیروں کے زخم اور نماز میں محویت 76

نماز باجماعت

نابینائی کی وجہ سے نماز باجماعت کا اہتمام 234

نماز پڑھنے والوں کے قتل سے منع کیا گیا...... آج کل کے مسلمانوں کے لئے ایک سبق 347

لمبی نماز پڑھانے پر ناراضگی 417

نماز جمعہ

مہم پر جانے کی فضیلت...... نماز جمعہ سے بھی زیادہ 127

نماز سنٹر

گھروں میں نماز سنٹر بنانے کا ارشاد اور اہمیت 234

واقعہ

ایک صحابی کا دلچسپ واقعہ اور...... 491

واقعہ افک

واقعہ افک اور...... 157، 385

واقعہ افک میں شامل ہونے والوں کو سزا 393

وعظ

سنت کے مطابق صرف جمعرات کو وعظ 223

وفات

وفات شدگان کی مجھے خبر دیا کرو 516

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کہنا خدایا میری آنکھیں لے جا 194

آنحضرتؐ کے انتظار میں فوت ہو جانے والے... 52

وقار عمل

اپنے ہاتھ سے کام کرنا، اہمیت 51

ہجرت حبشہ

ہجرت حبشہ 257، 398

ہجرت مدینہ

ہجرت مدینہ اور سراقہ کا تعاقب 59

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضرتؐ کی مدافعانہ کارروائیاں 239

ہجرت مدینہ کی تفصیل 57

ہجرت مدینہ کے وقت سارا مال لے لیا کہ یہ ہمارا ہے 9

ہجرت مدینہ... اہل مدینہ کا والہانہ استقبال 61

یاد

متبرک پانی اور دعا سے اونٹ تیز رفتار ہو گیا 227

یہود

یہود کا ایک نبی کا انتظار لیکن...... یہی آجکل کے مسلمان علماء کا حال 280

یہود کو ان کی شرارتوں کی بناء پر خیبر سے نکال دینا 411

اسماء

ابراہیمؑ 446،223
ابراہیم (ابن رسول اللہ ﷺ) 267،261
ابان بن سعید 489
ابراہیم (بن عبد الرحمٰن بن عوف) 188
ابراہیم بن سعد 170
ابن ابو نجیح 430
ابن ابی قحافہ، ابو بکرؓ کی کنیت 18
ابن ابی وہب 279
ابن ابیرق 326
ابن اثیر، علامہ 441،360،314،238،13
ابن اسحاق ،140،139،134،106،48،46
،256 ،241 ،235 ،231 ،225 ،169 ،166 ،163
،367 ،351 ،349 ،343 ،326 ،324 ،314 ،279
512،491،476،464،459،438،381،368
ابن الیاس 383
ابن ام مکتوم 399
ابن بریدہ 473
ابن تین 439
ابن جریر 107،24
ابن حبان 337
علامہ ابن حجر عسقلانی ،235 ،202 ،172
508،460،445،438،382،359،314
ابن سعد 484،426،368،238،157،122،120
ابن سعید بن عاص 490
ابن شہاب 60
حضرت ابن عباسؓ
346،282،267،201،182،127،44،25،6،4
ابن عبد البر 424،314
ابن عفراء 439
ابن عمارہ 169
ابن عمر 431،292،176،166
ابن عوف 189،188
ابن عیینہ 196،161
ابن قمئہ 406
ابن کلبی 511
ابن مسعودؓ 445،438،422،414،350،301،294
ابن مندہ 517،80
ابن ہشام ،367،314،225،201،163،135،81،1
517،495،489،484،468،444،438،380،368
ابن وضاح 424
علامہ ابن عساکر 315،55
ابو اُسامہ جُشَمی 145
ابو اسحاق 25
ابو اسود 462
ابو اسید 508،479
ابو البختری 320،296
ابو القاسم مغربی 7
ابو الہیثم بن تیہان 507،262،226،22
ابو امامہؓ 276،275،54
ابو ایوب انصاریؓ 405،85،19
ابو براء عامری 478،477
ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری 332
ابو بکر بن محمد 298
حضرت ابو بکر صدیقؓ ،11 ،10 ،8
،134،100،99،68،66تا57،44،42،32،23،22،20تا 16
،186،180،179،170،166،160،151،148،144،135
،255،237،236،235،223،222،217،216،211،206
،382،372،353،344،295،288،286،284،283،277
،420،416،415،408،394،390،389،388،385،384
،458،457،456،455،453،452،451،429،428،421
523،520،519،515،512،510،505،504،492،491
ابو تراب 299

ابو جعفر 184
ابو جہل 36، 76، 119، 171 تا 173، 210، 269، 287، 289، 321، 437 تا 440، 444 تا 447، 459، 460، 463
ابو حاتم 337
ابو حارث 165، 228، 483
ابو حبیبۃ بن ازعر 46
ابو حذیفہ بن عتبہ 70، 139، 257
ابو حذیفہ مخزومی 286
حضرت ابو حذیفہؓ 70، 139، 166، 257، 258، 286، 414، 431، 520، 521
ابو حمراء 459
ابو حمیضہ 447
ابو حنّہ 104
ابو خالد 518
حضرت ابو دجانہؓ 19، 39، 42، 77، 242
حضرت ابو درداءؓ 80، 85، 121، 128، 293
ابو ربیع، عباد بن بشرؓ کی کنیت 69
ابو روم بن عمیر 406، 407
ابو ذرؓ 408، 473
ابو زیدؓ 414
ابو سائب 253، 264، 267، 269، 270، 271
حضرت ابو سعید خدریؓ 77، 154، 251، 290، 314، 324، 326، 330 تا 332، 462
ابو سفیان 11، 78، 94، 99، 100، 106، 108، 113، 147، 148، 230، 271، 383
ابو سلمہ بن عبد الاسد 139، 142، 143، 144، 145، 349، 398
حضرت ابو سلمہؓ بن عبد اللہ اسدی 140، 141، 143، 290
ابو سِنان 117
ابو سہیل 133
ابو شمر بن حجر کندی 462
ابو ضحیٰ 303
حضرت ابو طالب 8، 140، 232، 288
ابو طلحہ 184، 185
ابو عامر راہب 146، 372
ابو عبد الرحمٰن آلسُّلَمی 296
ابو عبد الرحمٰن یزید بن ثعلبہ 276
ابو عبد اللہ 43، 53، 238، 259، 324، 359، 396
ابو عبیدہ بن حارث 139
حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ 42، 100، 182، 183، 228، 235، 315، 416، 431 تا 434، 457
ابو عتبہ 140
ابو عصیمہ 447
حضرت ابو عقیلؓ 505
ابو علی 174
ابو عمار 288
ابو عمر، عاصم بن عدیؓ کی کنیت 43
ابو عمرو 6، 43، 45، 56، 120، 314، 324
ابو عمیر بن انس انصاری 190، 213
ابو عوف 449
ابو عیاش 442
ابو غِادِیہ مُزَنِی 297، 306
ابو غزوان 238
ابو فائد 473
ابو فُکَیہَہؓ 287
ابو قتادہؓ 169، 355، 356، 357، 499، 500
ابو قلابہ 145
ابو کلاب 339
ابو لہب 140
ابو لیلیٰ مازَنیہ 165
ابو مجلز 300
ابو محصن 284
ابو محمد، حضرت طلحہؓ کی کنیت 15، 25، 34
ابو معاویہ 228
ابو معبد 462، 471
ابو معشر 314، 443، 511

ابو ملیح 209
ابو موسیٰ اشعریؓ 4،5،232،426،513
ابو نافع 312
ابو نعیم 116،310،395،412،476
ابو نوفل بن ابی عقرب 300
حضرت ابو ہریرہؓ 92، 121، 250، 251، 301،330،332،333،416،447،490،517
ابو واقد اللیثی 284
ابو وائل 207،218،307
ابو ولید باجی 424
ابو وھب 117
ابو یحیٰ 12،165
ابو یسر مالک بن دخشم 346
ابو یقظان 304،307
ابو احمد بن جحشؓ 349
ابو اسحاق 25،298
ابو الأحوص 225
ابو البختری 296،320،351،352
ابو البدّاح، عاصم بن عدیؓ کا ایک نام 43
ابو العاصؓ 97
اَبُو الهَیْثَم بن تَیِّہان 22،226،262،507
ابو امامہ اسعد بن زرارہ 337،399
ابو اہاب بن عزیز دارمی 36
ابو بشر، عباد بن بشرؓ کی کنیت 69
ابو بکر بن محمد 298،308
ابو بکرہؓ 25
ابو بکیر، عاقلؓ کے والد 49،50
ابو جندل 133
ابو حذیفہ بن عتبہ 141
ابو دجانہؓ 19،40،43،78،81،86
ابو ذر عمار 413
ابو رافع سلام بن ابو حقیق 71،364،365،379،381،382
ابو رافع 377
ابو رواحہ 120
ابو سفیان بن حرب 106،108،147
ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن 35
ابو سیرہ بن ابی رھم 386،480
ابو عدی، طلیب بن عمیرؓ کی کنیت 35
ابو عزّہ عمرو بن عبد اللہ 39
ابو عمرو فاسق 45
ابو عمرو، صفوان بن وھبؓ کی کنیت 6
ابو عمرو، عاصم بن عدیؓ کی کنیت 43
ابو لبابہ بن منذر 43
ابو مرثد غنویؓ 81،382
ابو نائلہؓ 73،362
ابو یسر 356
ابی بن کعب
19،85،106،207،340،414،415،416،420،464
ابی زَغْبَاء 271،272
ابی وجزہ 351
ابیہ 71
اَجْدَع 292
احمد، امام احمد بن حنبلؒ 4
اخرم اسدیؓ 353،355،356،358
ادام بنت قرط 14
ادی بن سعد بن علی 412
اربد 518
ارْدَہ بنت حارث 238
حضرت ارقم بن ابو ارقمؓ 105،139،510
اَرْوٰی بنت عبد المطلب 35
آزد 56
اسامہ بن زیدؓ 4،5،127،149،152،304،387،392
اسحاق بن سعد بن ابی وقاص 109
اسحاق بن عبد اللہ 184
اسعد بن زُرارہؓ 19،276،321،362،399،400
اسلم، عمرؓ کے آزاد کردہ غلام 23

اسماعیلؑ 52، 63
اسماعیل بن عبید انصاری 92
اسماعیل بن عبید اللہ 435، 436
اسماءؓ 14، 58، 352
اسماء بنت القَین 14
اسود بن یغوث 462
اُسَیدؓ بن ظہیر 37
اُسَیدؓ بن حُضَیر 42، 70، 75، 78، 152، 156، 388، 400 تا 402، 416
اسیر بن عروہ 327، 447
اَشْتر 292
اشرف 70، 361
اصبغ بن عمرو کلبی 176
اصحمہ 139، 257
اصرم 488
اکوع 79، 356
اُمّ ابو سلمہ 176
امّ اسحاق بنت طلحہ 20
امّ ایمنؓ 4
ام بکر بنت مِسورؓ 186
ام جمیل بنت قُطبہ 278، 336
ام حارث بنت سبرہ 339، 441
امّ حبیب بنت سعیدؓ 1، 491
حضرت ام حبیبہؓ 105
امّ حرام بنت ملحانؓ 81، 95
ام حمید 189
امّ رومان 58
ام سعد بنت قیس 341
حضرت ام المؤمنین امّ سلمہؓ 2، 75، 77، 110، 138 تا 144، 181، 290، 291، 491
امّ سلیم 95
ام سہل بنت ابی خارجہ 352
ام سہم 359
اُمِّ عَبد بنت عَبدِ وُدّ 249
ام عبد اللہ بنت نمیر 441
امّ عبد اللہؓ 259، 441
اُمِّ عَلاء 262، 269، 270، 271
ام عمارہ 319
اُمِّ عون 164
ام کلثوم بنت عقبہ 367
ام مجن 517
ام مسطح سلمٰی بنت صخر 382، 386
ام مسطح 158
ام یزید بنت قیس 459
امام ابن حجر 172، 445، 460
امام احمد 121
امام بخاری 202، 234، 314، 380، 410، 488
امام راغب 193
امام شعبی 112، 116، 285
امام مالک 424
امامہ بنت مُحرِّث 13
امامہ بنت معاذ 339
امامہ 146، 443
امۃ اللہ 491
اَمّہ بنت عبد اللہ 129
امۃ الرحمٰن صغریٰ بنت عاصم 43
حضرت امیر معاویہ 82، 85، 93، 203، 298، 299، 302، 303، 441، 503
اُمَیمہ بنت النُّعمان 227
اُمیمہ بنت حارث 129
اُمیمہ بنت عبد المطلب 105
امیہ بن خلف 174، 175
امیہ بن ربیعہ بن صخر 341
امیہ بن عامر 494
حضرت انس بن مالکؓ 82، 94، 184، 198، 201، 251، 340، 415، 421، 439، 478، 480، 485، 515

انیس بن ابی مرثد الغنوی 382
انیسہ بنت عدی 351
انیسہ بنت ھدم 494
انیسہ 324
اوس بن صامت 81، 381
اوس بن خَولی انصاریؓ 3، 5، 236
اَوس بن مالک 227
اِیَّاس بن بکیر 50
ایاس بن سلمہ 354
ایاس بن عمرو 311، 512
ایوب بن عبد الرحمٰن 129
حضرت آمنہ بنت رقیشؓ 519
آمنہ بنت عبداللہ بن عمیر بن اہیب 313
بحّاث بن ثعلبہؓ 97، 483
بحری بن عمرو 279
بحزج بن عثمان 46
بدرالدین عینی 314، 445، 446، 488
براء بن عازبؓ 98، 99، 376، 399
حضرت براء بن مالکؓ 77، 521
براء بن معرورؓ 196، 197
برّہ بنت عبد المطلب 138
حضرت بَسْبَسْ بن عَمْرو 271، 272
بسر بن سفیان 76
بُسرہ بنت زید 238
حضرت بشر بن براءؓ 511
بشر، عمرو بن عدی کا ایک نام 13
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے
36، 40، 43، 70، 75، 89، 97، 98، 112، 113، 119، 128، 132، 136، 138، 139، 142، 143، 147، 150، 154، 191، 202، 206، 229، 230، 239، 240، 241، 242، 243، 249، 257، 263، 268، 274، 281، 289، 317 360، 364، 367، 375، 390، 398، 399، 400، 402، 405، 406، 407، 439، 448، 464، 468، 477، 480
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی و مصلح موعودؓ 7، 8، 10، 21، 27، 28، 29، 32، 33، 62، 64، 65، 66، 67، 68، 99، 100، 101، 103، 106، 107، 110، 126، 172، 173، 185، 207، 208، 210، 218، 219، 221، 254، 255، 256، 258، 259، 261، 286، 295، 301، 303، 304، 333، 334، 391، 392، 393، 394، 403، 404، 415، 418، 454، 456، 457، 460، 472، 485، 486، 513، 515
بشیر بن محمد 192
بشیر بن سعد خزرجی 456، 457
حضرت بلالؓ 8، 9، 11، 49، 57، 65، 78، 153، 174، 175، 190، 191، 192، 282، 283، 287، 288، 356، 473، 474، 482
امام بیہقیؒ 18، 310، 509، 517
پرکاش دیوجی 289
حضرت تمیم بن حرامؓ 225
ثابت بن اقرم 46، 284
ثابت بن ضحاک 515
ثابت بن قیس بن شماسؓ 38، 416، 519، 521
ثابت بنت حارثہ 118
ثبیتہ بنت عمرو 443
ثعلبہ بن حاطب انصاری 449
ثعلبہ بن دعد 81، 489
ثعلبہ بن غنمہ 413
ثقف بن عمروؓ 347، 380
حضرت ثوبانؓ 193، 194
ثور بن یزید 421
ثویبہ 138
جابر بن ابی صعصعہ 339
حضرت جابر بن عبداللہؓ
23، 82، 161، 195، 196، 198تا205، 416، 417
جابر بن عبداللہ بن رِئَاب 275، 337
جاریہ بن عامر 46
جبار بن سلمی 66
جبار بن صخرؓ 464

حضرت جبرئیل 116، 188، 301، 323، 352، 479

جبیر بن نفیر 472، 474

جد بن قیس 117، 118، 506

حضرت جعفر بن ابو طالب

124، 125، 126، 163، 166، 408، 514، 515

جمیلہ بنت ابو صعصعہ 81

جمیلہ بنت ابی بن سلول 346

جنادۃ بن ملیحہ 351

جنادہ بن ابو امیہ 85، 95

جیفر 340

حارث بن ابو شمر غسانی 503

حارث بن اوس بن معاذؓ 57

حارث بن خزمہ 326

حارث بن رفاعہ 436، 446، 459

حارث بن سویدؓ 300، 322، 323، 352

حارث بن صمہؓ 11، 39، 42

حارث بن عامر بن نوفل 138، 449

حارث بن عبد 483

حضرت حارث بن عمیرؓ 514

حارث بن قیس 517

حارث بن معمرؓ 450

حارث (عمار بن یاسرؓ کے بھائی) 286

حارثہ، حضرت ضحاکؓ کے والد 13

حارثہ (عبد اللہ بن جبیر کے دادا کا نام) 163

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ 293، 294، 322، 470، 480

حباب بن منذر 152، 456

حباب (بن عبد اللہ بن ابی) 156

حبیبہ بنت قیس 441

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

212، 264، 265، 290، 301، 379، 431

حرام بن ملحان 68، 478، 480، 481

حرب بن امیہ 15، 112

حریث بن زید 189

حِزَام بن وَدیعَہ 262

حسان بن بلال 307

حضرت حسان بن ثابتؓ 330، 391، 394

حضرت حسینؓ 283

حضرت حُصَینؓ 14

حضرت حُصین بن حارثؓ 229، 382

حضرت نصر بن حارثؓ 483

حضرمی 108

حضرت حفصہؓ 233، 334

حکم بن کیسان 116

حمام بن جموح 318

حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ 5، 35، 45،

110، 111، 138، 175، 181، 201، 202، 231،

254، 287، 381، 408، 409، 414، 439، 521

حضرت حمنہ بنت جحشؓ

105، 110، 111، 390، 392، 396، 408، 409

حمنہ بنت سفیان 317

حُمَیمہ (بیٹی حضرت عبد اللہ بن عبد مناف) 164

حناس بنت مالک 396

حنظلہ بن ابی عامرؓ 1

حویّ السکسکی 306

حیی بن اخطب 375

خارجہ بن زید 118، 270، 346، 347

خالد بن ابو مالک جعدی 489

خالد بن اعلم 319

حضرت خالد بن بکیرؓ 50، 136

خالد بن سعیدؓ 236، 426

خالد بن عُمیر عَدَوی 248

حضرت خالد بن ولیدؓ

21، 76، 101، 103، 119، 120، 127، 180، 237،

256، 284، 292، 293، 308، 458، 515، 519 تا 522

خالدہ بنت انس 308

خباب بن ارت 408

خباب بن منذرؓ 42
حضرت خبّابؓ 242، 246
حضرت خُبیب بن عدیؓ 136، 137، 138، 317، 448، 449
خثعم 338
حضرت خدیجہؓ 97، 491
خذام بن خالد 46
خطاب، حضرت عمرؓ کے والد 50
خطاب بن نفیل 510
خلّاد بن رافع 227، 228
خلیدۃ بنت ابوعبیدہ 359
خلیفہ بن خیاط 447
خناس بنت مالک 396
خنساء بنت رئاب 15
خوات بن جبیر 104
خواجہ کمال الدین 28
خولہ بنت منذر 146
خُوَیلد 142، 144
خیثمہ بن ابی سبرہ 301
دبیہ بنت ثابت 515
دخشم بن مرضخہ 345
دعد بنت جحدم 6
ذکوان بن عبد قیس 276
امام رازیؒ 42
راشد بن حبیش 91
راشد بن سعد 432
رافع بن حُرَیملہ 279
حضرت رافع بن خدیجؓ 37، 38، 152، 410
رافع بن سہل 130، 131
رافع بن عجلانؓ 6
رافع بن عدی 410
رافع بن مالک زرقیؓ 437
رافع بن مالک 275، 276، 337، 437
رافع بن مُعلّٰی 6
رافع بن ودیعہ 309
رافع (دادا عبداللہ بن سہل) 130
رُباب بنت عبداللہ 165
رباب بنت قیس 195
ریطہ بنت صخر 382
ربیع بن ایاس 311
ربیع بن عدی 380
رُبَیّع بنت طفیل 162
ربیع بنت معوذؓ 440، 459
رُبَیّع (والدہ حضرت عبداللہ بن عبد مناف) 162
ربیعہ بن عثمان 492
ربیعہ بن عمرو 395، 511
ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ 53
ربعی بن حراش 34
رفاعہ بن زید 327، 329
رفاعہ بن عبدالمنذرؓ 48، 129، 313، 349، 511، 512
حضرت رفاعہ بن عمرو الجہنیؓ 511، 512
رقیش بن رئاب 518
رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ 139، 258
رملہ بنت حارث 441
رواحہ بن ثعلبہ 120
زبیر بن بکار 493
حضرت زبیر بن عوامؓ 17، 18، 20، 22 تا 33، 42، 60، 139، 177، 184، 185، 188، 210، 218، 254، 256، 258، 439، 453، 468، 470، 480
علامہ زرقانی 193، 350، 446
زُغَیبہ بنت اوس 165
امام زہری 135، 253
زیاد بن نعیم 310
زید بن ارقم 155
زید بن اسلم 11
حضرت زید بن ثابتؓ 251، 340، 368، 414، 416، 420

زید بن جاریہ 46

حضرت زید بن حارثہؓ 123،124،126،368،514

حضرت زید بن خطابؓ 451،458،519

حضرت زید بن دثنہ 136،137،448

زید بن صلت 309،310

زید بن عاصم 43

زید بن عمرو 309،312،314

زیاد بن لبیدؓ 426

زید بن مزین 383

زید بن وہب 214

زید (دادا عبد اللہ بن سہل) 130

زینب بنت خزیمہ 117

حضرت زینب بنت جحشؓ 105،116،390،396

زینب بنت سراقہ 165

زینب بنت عمرو 336

زینب بنت مظعونؓ 167

زینب (بہن عبد اللہ بن سراقہ) 129

حضرت زینبؓ 213

حضرت سالم بن عبد اللہؓ 267

حضرت سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہ 166،207،414،415،431،520،521

سائب بن ابو لبابہؓ 349

حضرت سائب بن عثمانؓ 256،262،450

سائب بن مظعونؓ 167،168

حضرت سائب بن یزید 19،509

سخیلہ بنت خزاعی 14،228

سُخَیلہ بنت عنبس 167،553

سراقہ بن مالک بن جشعم 59،63،65

سراقہ بن معتمر 129،313

سُعاد بنت قیس 164

سعد بن مالک 24،177،184،189،248

سعد بن ابراہیم 179

حضرت سعد بن ابی وقاص 22، 23، 24، 25، 26، 27، 28، 32، 42، 109، 112، 113، 116، 185، 230، 239، 243، 245، 251، 263، 301، 315، 316،317،339،343،378،383،397،485

حضرت سعد بن خیثمہ 144،196،210،350،399

سعد بن ربیع 170،347

سعد بن زید 313

حضرت سعد بن عبادہؓ 13، 127، 149، 152، 196،250،279،388،393،414،455،477،508

حضرت سعد بن عثمانؓ 278

حضرت سعد بن معاذؓ 42، 70، 72، 73، 75، 78، 152، 315، 346، 360، 362، 374، 388،392،393،399،400تا402،414،468

سعدہ بنت کلیب 189

سعدیٰ بنت خیثمہ بن حارث 352

سعید بن جبیرؓ 23،123

حضرت سعید بن رقیشؓ 519

حضرت سعید بن زید 16،19،22،23،205،452

سعید بن عاص 490

سعید بن عبد الرحمٰن 307

سعید بن مُسَیَّب 1،24،482

سفیان بن خالد 41،137،448

سکن بن زعوراء 340

سلافہ بنت سعد 41،329،330

سلام بن ابی الحقیق 360،375

حضرت سلمان فارسیؓ 8،11،251،301،408،473

سلمہ بن اسلمؓ 79

سلمہ بن اکوعؓ 79،285،354،355،357،359،470

سلمہ بن خویلد 142

سلمیٰ بن تمام 215

سلمیٰ بن قعید 7

سلمیٰ بنت عامر 324

سلیط بن عمرو 319

حضرت سلیطؓ 519

سلیم بن عمرو 320
حضرت سمرةؓ 287
سمرہ بن جندب 153،152
سمیراء بنت قیس 485،484،13
حضرت سُمیّہؓ 290،289،288،287،286،8
سِنَان بن سُبَیع بن ثَعْلَبَہ 271
سنان بن مالک 7
سہل بن حنیفؓ 54،42،39،19
سہلہ بنت عاصم 170،43
سہل بن عبید اللہ انصاری 168
سہیل بن عمرو 346،343،135،134،133،79
علامہ سُہیلی 360
سودہ بنت سواد 483
سویبط بن حرملہؓ 491،69
سُوَید بن سامت 274
سوید بن عباس 45
حضرت سوید بن عمروؓ 514
سُوَیں 248
سویبط بن سعد 407،406
امام شافعیؒ 202
شائس بن عدی 279
شریح بن عبید 432
شرحبیل (مسیلمہ کا بیٹا) 520
حضرت شُرحبیل بن حسنہؓ 519،235
شرحبیل بن عمرو غسانی 514
امام شعبیؒ 285،116
حضرت شعیبؑ 503
شماس بن عثمانؓ 2،1
شموس بنت ابو عامر 38
شیبہ بن ربیعہ 231،1
شیبہ بنت عاصم 338
صاحب السواک 209
صالح بن ابراہیم 444،437
صالح بن کیسان 353
صالح شقرانؓ 5،4،3
صامت بن قیس 81
صعبہ، طلحہ بن عبید اللہؓ کی والدہ 18،15
صعبہ بنت تیہان 130
صفوان بن امیہ 489،449،138،40
صفوان بن معطل سلمی 386،158
صفوان بن وہب بن ربیعہؓ 6
صفیہ بنت خطاب 334
صفیہؓ بنت ربیعہ بن عبد شمس 1
صہیب بن سنانؓ 7،8،9،10،11،12،286تا288
ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب 493
ضبیعہ بن حصین ثعلبی 379
ضحاک بن حارثہؓ 13
ضحاک بن خلیفہ 22
ضحاک بن عبد عمروؓ 484،13
ضرار بن خطاب 315
ضمرہ بن عمرو جُھنیؓ 13
جُبَیر بن نُفَیر 474،472
طارق بن شہاب 292
طارق بن عبید انصاری 346
طالوت 339
حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ 409،204،198،43
علامہ طبری 226
طیمہ بن عدی 518،350،6
حضرت طفیل بن حارثؓ 480،382،229،14
طفیل بن عبد اللہ بن سخبرہ 56
طفیل بن مالک بن خنساءؓ 14
طفیل بن نعمانؓ 15
حضرت طلحہؓ 34تا16،2
طلحہ بن براء 87
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ
501،470،354،285،184،176،42،34تا15

طلیبؓ 37
طلیب بن عمیرؓ 35،477
طلیحہ بن خویلد 142
ظہیر بن رافعؓ 37،38
عاتکہ بنت ابی وہب 463
عاص بن سعید 318
عاص بن وائل 58
عاص، (عمرو کے والد) 256
عاصم بن ثابتؓ 38،39،40،41،42،136،381،448
عاصم بن سوید 322
عاصم بن عدیؓ 43،44،45،46،347،451،505
عاصم بن عمر بن قتادہ 315،326،358،514
عاصم بن قیسؓ 47
عامرؓ بن بکیر 50
عامر بن امیہؓ 49
عامر بن حدیدہ 336
عامر بن حضرمی 16،482
عامرؓ بن خطاب، عامر بن ربیعہ کا پہلا نام 50
حضرت عامر بن ربیعہؓ
50تا56،313،349،407،408،523
عامر بن سعد 317،343
عامر بن سلمہؓ 56
عامر بن طفیل 66،68،478،481
عامر بن فہیرہؓ 9،56تا60،63تا68
عامر بن مالک 319،352
عامر بن مخلدؓ 69
عامر بن نابی 273
حضرت عامرؓ 287
عائذ بن عمروؓ 11
عائذ بن ماعصؓ 69،442
عائشہ بنت قدامہ 450
حضرت عائشہؓ 2، 25، 26، 28تا32، 49،
56تا58، 65، 74، 75، 78، 126، 147، 157، 159،

160، 186تا188، 193، 198، 216، 263، 267،
293،299،308،384تا394،463،508،509
عباد بن بشر بن قیظی 79
حضرت عباد بن بشرؓ 69،70،74تا79،131،242،360،400
عباد بن حنیف 46
عباد بن قشیر 447
عباد بن قیسؓ 80
حضرت عبّاد 226
حضرت عُبادہ بن جراحؓ 251
عبادہ بن حسحاس 489
عبادہ بن خشخاشؓ 80
حضرت عبادہ بن صامتؓ
81تا85،90تا96،124،276،489
عبادہ بن قیس بن عیشہ، عباد بن قیس کا ایک نام 80
عباسؓ 5،196،197،227
عباس بن عبادہ 197،276
عبداللہ بن زبیر 322
عبداللہ بن سلام 332
عبداللہ بن سلمہ عجلانی 37،242،262،335،450
عبداللہ بن سہل 130
حضرت عبداللہ بن عمرؓ 26، 27، 152، 166،
167،185،304،313،316،332،335،514،522
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ 8، 121، 163، 172، 205تا
225، 288، 294، 298، 301، 303، 408، 412، 415،
438،440،445،446،459،460،463،466
عبداللہ سبا 30،295،304،305
عبدالمطلب 35،275،337
حضرت عبد ربہ بن حق بن اوسؓ 169
عبد عمرو بن مسعود 484
عبدِ عمرو 169،174،518
عبدالملک بن مروان 410
عبدالحمید قادری 267
عبدالدّار، قبیلہ 277

عبدالرحمٰنؓ 3،23
عبدالرحمٰن بن أبزی 297
عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام 29
حضرت عبدالرحمٰن بن رقیشؓ 519
عبدالرحمٰن بن سعید 184
حضرت عبدالرحمٰن بن سلمہؓ 229،382
عبدالرحمٰن بن شقران 4،5
عبدالرحمٰن بن صالح شقران 4،5
عبدالرحمٰن بن عثمان 23
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ 3، 22، 26، 27، 32، 42تا 44، 79، 139، 169تا 189، 258، 407،420،437،439،444،452،462،505
حضرت عبدالرحمٰن بن یزید 212
عبدالرحمٰن فزاری 354
عبدالرحمٰن (ابن عبداللہ بن قیس) 164
حضرت عبداللہ بن عبسؓ 163
عبداللہ اکبر 165
عبداللہ بن ام مکتومؓ 43،75،152،399
عبداللہ بن ابو بکر 58،129
عبداللہ بن ابی بن سلول 146، 147، 148، 149، 150، 151، 153، 154، 155، 8،15، 159،161،198،346،386،387،391،392،404
حضرت عبداللہ بن ابی رافعؓ 266
عبداللہ بن ابی ہُذَیل 291
حضرت عبداللہ بن ارقم مخزومیؓ 228
عبداللہ بن الرَّبیع انصاریؓ 96
عبداللہ بن ثعلبہ البلویؓ 97
حضرت عبداللہ بن جبیرؓ 97،98،101،103،104،119،120
حضرت عبداللہ بن جحشؓ 6، 38، 53، 105تا 117، 242،285،349،406،511
حضرت عبداللہ بن جدعان 7
حضرت عبداللہ بن جدّ 117،118،412
حضرت عبداللہ بن حفصؓ 520
عبداللہ بن حق 169
عبداللہ بن حمیّر 98،118،119
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ 120تا128،149،222،414،514،515
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ 218،322
حضرت عبداللہ بن زیدؓ 189تا194
عبداللہ بن سراقہ 129
عبداللہ بن سعد بن ابی سرح 513
عبداللہ بن سعد 18
حضرت عبداللہ بن طارقؓ 135تا138،449
عبداللہ بن عامرؓ 51،53،54،55
عبداللہ بن عباسؓ 182،290
عبداللہ بن عبد مناف 515
حضرت عبداللہ بن عبد مناف 162،510
عبداللہ بن عبد الاسد 138،139،145
عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول 146تا149،156،157،160،161
عبداللہ بن عُبَیس 163
عبداللہ بن عتیک انصاریؓ 376
حضرت عبداللہ بن عرفطہؓ 163
عبداللہ بن عماد حضرمی 15
حضرت عبداللہ بن عمرؓ 26،27،152،166،167،179، 185،304،313،316،332،335،349،514،522
عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ 349
عبداللہ بن عمرو 419،466
حضرت عبداللہ بن عمروؓ 195تا200،203تا205،414،461
حضرت عبداللہ بن عمیرؓ 163،313
عبداللہ بن عوف 3
عبداللہ بن قسحم 517
حضرت عبداللہ بن قیسؓ 164
حضرت عبداللہ بن قیس بن صخرؓ 164

عبداللہ بن قمئہ 406
حضرت عبداللہ بن کعبؓ 165، 495
عبداللہ بن محمد بن عُمارہ 164، 395
حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ 165، 166
حضرت عبداللہ بن مرداس 223
حضرت عبداللہ بن مظعونؓ 167، 168، 262
حضرت عبداللہ بن نعمان بن بلدمہؓ 169
حضرت عبداللہ بن یاسرؓ 286
عبداللہ (عبدربہ) 169
عبدالوہاب شعرانی 360
عبدہ بن حسحاس، عبادہ بن خشخاش کا ایک نام 80، 351
حضرت عبس بن عامر بن عدیؓ 225
حضرت عبید بن ابوعبید انصاریؓ اَوْسی 225
حضرت عبید بن اوسؓ انصاری 227
حضرت عُبَیْد بن تَیِّہانؓ 226، 395
حضرت عبید بن زیدؓ انصاری 227
عبیداللہ بن ثعلبہ 446
حضرت عبیداللہؓ 105، 212، 226، 441
عبیدہ بن الجراح 14، 100
عبیدہ بن الحارث مطلبی 230، 241، 664
حضرت عبیدہ بن حارثؓ
228تا230، 239تا241، 383، 463، 464
عتبان بن مالکؓ انصاری 83، 232تا234، 343، 344
عتبہ بن ربیعہؓ 1، 115، 116، 231، 232، 235، 237، 244
حضرت عتبہ بن غزوانؓ 113، 229، 230،
238تا243، 245تا248، 383، 463، 464
حضرت عتبہ بن مسعود ھُذَلِیؓ 249، 252، 253
حضرت عتیک بن تیہانؓ 226
عثمان بن حنیف 294
عثمان بن شرید 1
عثمان بن طلحہ بن ابوطلحہ 141
عثمان بن طلحہؓ 396
عثمان بن عبداللہ 129
عثمان بن عبیداللہ 18
حضرت عثمان بن عفانؓ 17، 22تا24، 26تا32، 44، 51، 53،
55، 93، 95، 118، 129، 139، 141، 164، 165، 168، 184،
186، 188، 194، 195، 215، 216، 219تا221، 224، 254،
256، 258، 260، 265، 270، 287، 290، 291، 292، 295،
296، 301، 304تا306، 311، 313، 323، 324، 336، 337،
342، 378، 384، 416، 420، 441، 447، 473، 505، 513
حضرت عثمان بن مظعونؓ 139، 167، 168، 224، 228،
253، 254، 256، 258تا264، 266، 268، 334، 335، 450
حضرت عدی بن ابی الزغباءؓ انصاری 271
عدی (دادا عبداللہ بن جبیر) 163
عذق بن زَید 205
عُرجون 116
عرفجہ بن ہرثمہ 246
عروہ بن زبیر 287، 451
عروہ 127، 135
عزّیٰ 99
حضرت عصمہ بن حصینؓ 272
حضرت عصیمہ انصاریؓ 273
عطاء بن ابی رباح 290
حضرت عطیہ بن نویرہؓ 273
عفراء بنت عبید 436، 459
عفراء 172، 210، 320، 439، 445، 446
عقبہ بن ابی معیط 206
حضرت عقبہ بن عامرؓ 201، 202، 273، 275تا277، 337
حضرت عقبہ بن عثمان بن خلدہؓ 278
حضرت عقبہ بن وھبؓ 279
عقیل بن ابوطالب 227
حضرت عکاشہ بن محصنؓ 116، 280تا286، 350، 359
حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل 76، 103، 119، 120، 173، 226،
229، 230، 237، 239تا241، 383، 438، 440، 463، 464، 519
علامہ ابن اثیر 13، 238، 314، 360، 441
علامہ ابن الجوزی 438

علامہ ابن سعد 426

علامہ ابن عبد البر 314، 424

علامہ بدر الدین عینی 233، 314، 445، 446، 488

علامہ بغویؒ 5، 338

علامہ بلاذریؒ 5

علامہ زرقانی 194

علامہ زہری 135، 253

علامہ واقدی 80، 262، 311، 314، 353، 443، 480

علاء بن حضرمی 15، 135، 246

حضرت علقمہؓ 212، 293

حضرت علیؓ 3، 5، 9، 22، تا 24، 26 تا 34، 39، 42، 62، 152، 185، 188، 189، 226، 231، 265، 283، 287، 293، 294، 296، 298، 299، 303، 307، 320، 373، 374، 376، 384، 387، 392، 397، 405، 420، 439، 441، 468، 470، 473

علی بن امیہ 175

علی بن زید 25

علی بن عبد اللہ 290

عامر بن ربیعہ 408

حضرت عمار بن یاسرؓ 8، 9، 76، 77، 215، 251، 286 تا 292، 299، 301 تا 308، 373، 463، 507

عمارہ بن حزمؓ 308 تا 310، 321، 353

عمارہ بنت خنساء 69

حضرت عمرؓ بن خطاب 4، 5، 10 تا 12، 16، 17، 19، 22 تا 24، 26 تا 28، 42، 44، 48، 53 تا 55، 64، 82، 83، 85، 93، 99، 100، 105، 123، 124، 129، 151، 154 تا 156، 161، 162، 166، 167، 170، 177، 182 تا 184، 186 تا 188، 191، 192، 211، 216، 218، 221 تا 223، 232 تا 234، 246 تا 248، 251، 253، 254، 258، 259، 261، 264، 265، 271، 272، 283، 287، 294، 295، 299، 300، 301، 314، 322، 323، 326، 334، 341، 342، 378، 392، 405، 411، 415، 416، 420، 421، 427 تا 429، 431، 432، 434، 451، 472، 482، 483، 504، 505، 510، 511، 520

عمر بن الحکم 287

عمرو بن رفاعہ 491

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ 176، 251

عمر بن عُمیرہ 185

عمر بن قیس 309

عمرو بن معاذ بن نعمان 315

عمران بن طلحہ 34

عمران بن مناح 382

عمرہ بنت زیاد 488

عمرو بن ابو سلمہ 145

عمرو بن ابی سرح 311

عمرو بن حضرمی 107، 244

عمرو بن امیہ ضمریؓ 66، 481

عمرو بن اوبار 286

عمرو بن ایاس 311

عمرو بن ثعلبہ 312، 462

حضرت عمرو بن جموحؓ 172، 198، 199، 200، 203، 413، 416، 437، 438، 439، 443، 444، 445، 446، 447، 461

عمرو بن حارث 312

عمرو بن حرام 195، 349

عمرو بن حزمؓ 298، 308، 309

عمرو بن حضرمی 16، 106، 107، 114، 115، 244، 511

عمرو بن زہیر، ابو خولی 342

عمرو بن زید، ابو صعصہ 338

عمرو بن سراقہ بن المعتر 313

عمرو بن سراقہ 53، 129

عمرو بن سعدی 374

عمرو بن سفیان 518

عمرو بن سکن 45

عمرو بن سلمہؓ، عامر بن سلمہؓ کا ایک نام 56

عمرو بن سمیط 347

عمرو بن شرحبیل، ابو میسرہ 293، 303

عمرو بن عاص سہمی 340

حضرت عمرو بن عاصؓ 83، 103، 235، 236، 297، تا 299، 302، 305، 340، 471

عمرو بن عبد ودّ 318، 350

عمرو بن عثمان جحشیؓ 353

عمرو بن عدی 13

عمرو بن علقمہ 106
عمرو بن عوف 314،61،44
عمرو بن غالب 308
عمرو بن معاذ 317،315
عمرو بن معبد 316
عَمرو بن میمون 287،224
عمرو بن نجاش 373
عمیر بن ابو وقاص 318،317
حضرت عمیر بن حمامؓ 229
عمیر بن عامر، ابوداؤد 320،319
عمیر بن عبد عمرو خزاعی 518
عمیر بن عوف 314
عمیر بن معبد 316
عُمیر (والد عبداللہ بن جبیر) 163
عمیر بن ہاشم 396
عمیرہ بنت سعد 346
عمیرہ بنت معوذ 459
عُمیرہ (بنت عبداللہ بن قیس) 164
عمیرہ، صہیب بن سنانؓ کا ایک نام 7
عنترہ مولیٰ سلیم 320
عوف بن حارث بن رفاعہ انصاری
337،321،320،276،275
عوف بن صبرۃ سہمی 35
عوف بن عفراء 321،320
عون 280
عویم بن ساعدہؓ 451،352،323،322،321،277
عویمر بن ساعدہ 323،121
عیاض بن زہیر، ابو سعد 324
عیسیٰ بن طلحہؓ 23
عیسیٰ بن عمیلہ 284
حضرت عیسیٰ 453،223،197
عیینہ بن حصن فزاری 470،469،442،285،79
حضرت عیینہ بن غزوانؓ 383،230
غافل، عاقل بن بکیرؓ کا پہلا نام 48
غزوان بن جابر 238
حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ مسیح موعود و مہدی معہود
46، 47، 92، 93، 103، 124، 193، 252، 255، 265، 280،
505،423،385،384،371،369،303،302،290،289
غنم بن عوف 81
فاختہ بنت عامر 133
فاطمہ بنت ابوسفیان 334
فاطمہ بنت بشر 37
حضرت فاطمہ بنت خطاب 205
فاطمہ بنت عمرو 491،200،96
حضرت فاطمہؓ 458،457،334،283،39
فاکہ بن مغیرہ 180
فتح مسیح 369
فرعون 472،447،446
فریعہ بنت مالک بن دخشم 494
فزاری 355
فسحم 517
فضل بن عباسؓ 5،3
فکیہۃ بنت سکن 273
فہیرہ 353
قاسم بن عبدالرحمٰن 253
قتادہ بن نعمان انصاری 331،330،327،326،324
قتیلہ بنت مظعون 450
قثم بن عباسؓ 5،3
قدامہ بن عرفجہؓ 348
حضرت قدامہ بن مظعون 334،168،167
قدامہ بنت عبداللہ بن عمر 313
قرۃ العین بنت عبادہ 81
قُریبہ بنت زید 189
قصویٰ 309
قصی بن کلاب 405
قُطبہ بن عامر 338،276،275،168
قطبہ بن عبد عمروؓ 13
قمیر 358
قیس بن ابوحازم 123،24،20
قیس بن ابی صعصہ 338
قیس بن السکن، ابوزید 340
قیس بن حصن 341

قیس بن زید 323
قیس بن سائب 80
قیس بن محصن 341
قیصر روم 45، 237، 503، 504، 514
کبشہ بن واقد بن عمرو 120
کبشہ بنت رافع 315
کثیر بن مرہ 434
کُرز بن جابر 112
کریمہ 463، 473
کسریٰ 7، 63 تا 65، 176
کعب بن اشرف
70، 72، 73، 360 تا 364، 367، 368، 375، 377
کعب بن عمرو 165
کعب بن عمرو، ابوالیسر 227
ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ 53
حضرت کعبؓ بن مالک 22، 53، 195،
381، 414، 420، 495، 497، 500، 501، 509
حضرت کلثوم بن ہدم
10، 166، 311، 314، 324، 382، 464، 494، 514
لبید بن ربیعہ 258، 260
لبید بن سہل 327، 329
لقیط بن عصر 488
لیلیٰ بنت ابی حثمہ، ام عبداللہ 51، 53
لیلیٰ بنت عتیک 226
مارگولیس 113، 114، 243، 244، 246
مالک بن ابوخولیؓ 342
مالک بن اہیب، ابووقاص 316
مالک بن ثعلبہ 488
مالک بن دخشم 45، 342 تا 347، 494
مالک بن زہیر جشمی 48
مالک بن زُہیرہ 19
مالک بن عمروؓ 347، 380
مالک بن قدامہؓ 348
مالک بن مسعودؓ 348
مالک بن نمیلہؓ 348
مالک، (عمار بن یاسرؓ کے بھائی) 286

حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ 1، 48، 144، 290، 349، 449
مجاشع بن مسعود 247
مجاعہ بن مرارہ 520، 521، 522
مجدی بن عمرو جہنی 272
مجذر بن ذیادؓ
48، 80، 130، 322، 323، 349 تا 352، 488، 489
مجلہ لقمان 276
مجمع بن جاریہ 46
المحبر 287
محجن بن ادرع 249
مخذر بن نضلہؓ 357 تا 363
محرز بن نضلہ 312
محزر بن عامر بن مالکؓ 356
مِحْصَن بن حُرثان 287
محصن بن خالد 345
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
1 تا 12، 14 تا 23، 26، 27، 29، 31 تا 49، 51 تا 53، 55 تا 81، 83 تا
86، 88 تا 90، 92 تا 104، 106 تا 109، 111 تا 130، 132 تا 138،
140، 142، 144 تا 171، 173 تا 175، 177 تا 186، 188 تا 219،
221 تا 236، 239 تا 248، 250 تا 258، 260، 263 تا 328، 351 تا
383، 386 تا 402، 405 تا 409، 411 تا 413، 422، 423، 426 تا
429، 431 تا 435، 441، 443، 445 تا 447، 451، 452، 456، 457،
459، 460، 462، 468، 469، 470 تا 475، 477، 480 تا 483، 487،
489، 491، 492، 501 تا 515، 517، 519 تا 523، 525
محمد (بن عبداللہ بن زید بن ثعلبہ) 191، 194
محمد انصاری 34
محمد بن ابی بکرؓ 298
محمد بن ابی حذیفہ 298
محمد بن احیحہ 364
محمد بن اسامہ 364
محمد بن اسیدی 364
محمد بن براء 364
محمد بن حارث 364
محمد بن حرماز 364
محمد بن حمران 364
محمد بن خزاعی 364

محمد بن خولی	364
محمد بن زید	364
محمد بن سفیان	364
محمد بن سہل بن ابو خیثمہ	425
محمد بن طلحہ	112، 113
محمد بن عاصم	43
محمد بن عبادہ	82
محمد بن عبد الباقی زرقانی	429
محمد بن عدی	364
محمد بن علی بن حنفیہ	304
محمد بن عمارہ	146
محمد بن عمر واقدی، ابو معشر	264، 290، 317
محمد بن عمر	386
محمد بن عمرو	309
محمد بن کعب قرظی	290
محمد بن مسلمہؓ	73، 74، 155، 308، 329، 357، 363، 364، 366، 367، 369، 370، 373، 375تا377، 379، 382، 383، 404
محمد بن واقدی	447
محمد بن یحمدی	364
محمد حسین بٹالوی	257
محمد فقیمی	364
محمود بن مسلمہؓ	362، 363
محیصہ	371، 372
مخرمہ بن عبد العزیٰ	167
مدلاج	384
مدلج بن عمروؓ	352، 384
مرارہ بن ربیعؓ عمری	384، 385، 500، 504، 505، 514
حضرت مُرثد بن ابو مُرثَد	137، 385، 386، 473
مرّہ بن کعب	16
مروان بن حکم	24، 383
مسٹر مارگولیس	114، 115
مسروق	225
مسطح بن اثاثہؓ	231، 232، 387تا389، 391، 394، 396تا399
مسعود بن خالد	399
مسعود بن خراشؓ	18
مسعود بن خلدہؓ	399
حضرت مسعود بن ربیعؓ	228
مسعود بن ربیعہ بن عمروؓ	399
مسعود بن سعدؓ	400
مسعود بن غافل	207، 251
مسلمہ بن سلمہ	363
مِسور بن مخرمہ	186
مسیلمہ کذاب	524تا527
مصعب بن عمیرؓ	71، 141، 183، 260، 280، 364، 400، 401تا405، 407، 409تا414، 478
مطلب بن عبد اللہ بن حنطب	111
مظہّر بن رافع	37، 38، 414، 415، 416
حضرت معاذ بن جبلؓ	86، 118، 209، 212، 216، 217، 282، 416تا420، 422تا427، 429تا439، 441، 448
معاذ بن حارث بن رفاعہؓ	279، 441، 442، 444تا446
معاذ بن رفاعہ	229
معاذ بن عاعصؓ	446، 447
معاذ بن عفراء	174، 442تا445، 449، 450، 455، 465
معاذ بن عمرو بن جموحؓ	174، 420، 442تا444، 447تا451
معاذ بن ماعص	70
معاذ بن نعمان	318
حضرت مُعاذؓ	174، 324، 464، 465
حضرت معاذ بن جبلؓ	502
حضرت معاویہ	25، 44، 83، 86، 94تا96، 301تا308، 384، 476
معبد بن ازعر	319
معبد بن عباد	451
معبد بن عبادہ	452
معبد بن عمارہ	452
معبد بن قیس	166
معتب بن الحمراء	454
حضرت مُعتّب بن عبید	137، 452
معتب بن عوفؓ	454
معتب بن قشیر	46، 454
معدن بنی سلیم	249
حضرت معقل بن منذرؓ	528

معمر بن ابی سرح 314
معمر بن حارثؓ 442، 455
معمر بن حزمؓ 311
معن بن عاصم 43
معن بن عدی انصاریؓ 43، 46، 351، 353، 456، 459، 463
معنق للموت 481
معنق لیموت 481
معوذ بن حارث بن رفاعہؓ 464
معوذ بن عمرو بن جموعؓ 447، 465، 466
حضرت مُعوِّذؓ 174، 324، 441، 443، 449، 464 تا 466
حضرت مغیرہؓ 180، 339
مقاتل بن سلیمان 195
حضرت مقداد بن اسودؓ 8، 27، 80، 122، 187، 232، 240، 241، 243، 291، 359، 388، 467، 469، 471، 473، 477
مقداد بن عمرو 231، 232، 242
مقدار بن الکندیؓ 467، 474
مقدار بن عمرو 467، 469، 473، 481
مقدام بن معدیکربؓ 83
مکرز بن حفص 232، 387
ملحان بن خالد 96
ملیکہ بنت عبداللہ 499
ملیل بن وبرہؓ 481
منذر بن ابی اسید 484
منذر بن عمرو انصاری 483
منذر بن عمرو بن خنیسؓ 481، 482، 484، 486
منذر بن قدامہ 485
منذر بن محمدؓ 485 تا 487
منذر بن قدامہؓ 352
مہاجرین بن امیہ 431
مہانہ بنت جابر 518
موسیٰ بن طلحہؓ 19، 23، 25
موسیٰ بن عقبہ 317، 347، 356، 447، 517
موسیٰ بن یعقوب 476
حضرت موسیٰؑ 123، 199، 225، 282، 363، 378
میسرہ 496
مہیج 487
ناعص 446
نائلہ بنت ابی عاصم 323
نبطی، قبیلہ 505، 509
نبع 330
نجاب بن ثعلبہؓ 488
نجاشی 141، 165، 169، 260
نسیبہ بنت زید 353
نضلۃ بن عبداللہ 357
نعمان بن اَضا 282
نعمان بن زید 328
نعمان بن سنانؓ 489
نعمان بن عبد عمروؓ 13، 489
نعمان بن عصرؓ 488
نعمان بن قوقل 488 تا 490
نعمان بن مالک 488
نعمان بن مالکؓ 80، 351، 488 تا 490
نعیمان بن عمروؓ 496
نفیل بن حرث 46
نفیل بن عبد العُزّیٰ 48
نمر بن قاسط 12
نمیر بن حارث 488
نمیلہ بن عبداللہ 76
نہار الرجال بن عنفوہ 524
نوار بنت عامر 321، 520
حضرت نوحؑ 225
حضرت حکیم مولانا نورالدینؓ (خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) 47، 257، 258، 297
نوف بن ثعلبہ بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان 499
نوفل بن ایاس ھذلی 183
نوفل بن خویلد بن عدویۃ 18
نوفل بن عبداللہ بن مالک 83
نوفل بن عبداللہ بن نضلہؓ 494
نوفل بن معاویہ دیلی 324، 523
حضرت نوفلؓ 227
امام نووی 96
ہارون الرشید 5

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص 310،309
ہاشم بن عتبہ 301
ھبل، بت 101،100
ہبیل بن وبرہ 275
ہذیل 138،137
ہرقل 238،127
ہشام بن عامر 50
ہشام بن عروہ 124
ہلال بن امیہ 509تا494،381
ہند بنت عمرو 466،447
ہند بنت مالک 43،13
ہند بنت ولید 338
ہیثم بن عدی 517
حضرت واقد بن عبد اللہؓ 516،515
وبرہ 275
وحشی بن حرب 527،526،46،15
حضرت ودفہؓ 517
حضرت ودقہؓ 517
حضرت ودیعہ بن عمروؓ 516
حضرت ورقہ بن ایاسؓ 517،315
وضاح بن سلمہ 315
وکیع 125
وِلڈر (Wilder) 40
ولی اللہ شاہ صاحبؓ (زین العابدین)
465،450،443،427،426،236،235،109
ولید بن عبادہ 95،82
ولید بن عتبہ 234،233
ولید بن مغیرہ 262،260،259
ولید، (خالدؓ کے والد) 258
ولیم میور، سر 278
حضرت وہب بن ابی سرحؓ 517
وہب بن ابی سرح 314
وھب بن ربیعہ 6
حضرت وہب بن سعد بن ابی سرحؓ 519،518
وہب بن یہوزا 282
حضرت یاسرؓ 292تا289
یحیٰ بن سہل بن ابوحثمہ 415
یحیٰ بن عابس 301
یزید بن ابوسفیان 238،237
حضرت یزید بن ثابتؓ 521،520
حضرت یزید بن حارثؓ 524تا522
حضرت یزید بن رقیشؓ 523
یزید بن رومان 169،17
یزید بن سفیان 86
یزید بن ضحاک 13
یزید بن عامر 341
حضرت یزید بن منذرؓ 528،53
یسید 85
یعسوب 473
حضرت یعقوبؑ 398،394
حضرت یوسفؑ 398،394
یونس بن بکیر 168

مقامات

ابطح 141
اُبُلَّہ 7، 246، 247
اَبْواء 6، 10
ابی سینیا، ایبے سینیا 257
آثایہ 264
اجنادین 37
احد 1، 2، 98، 110، 116، 119، 133، 134، 152، 153، 180، 181، 199 تا 202
اعوص 176، 278
افریقہ، براعظم 139، 257
اکسوم 139
اَنْطاکِیہ 237
ایتھوپیا/ایبے سینیا 239، 257
ایران 65، 483
باب الحدیقہ 77
بُحران 113
بحرین 15، 135، 251، 440، 441
بحیرہ احمر 16، 139، 257
بدر 109، 118، 123، 127، 134، 150، 228، 232، 272، 317، 467
بریں 227
بُزَاخہ 284
بصرہ 4، 5، 7، 30، 31، 246، 247، 251، 304
بصریٰ 17، 491، 503، 514
بغداد 337، 351
بَقِیْعُ الْخَبْخَبہ 266
بَقِیْعُ الْغَرْقَد 266، 267، 269
بلدۃ انطرطوس 84
بلقاء 125، 235
بقیع 188
بنو امیّہ بن زید 233
بیت المقدس 78، 82، 434
بئر ابی عنبہ 339
بئر جاسم 22، 507
بئر معونہ 13، 66، 69، 116، 243، 246، 341، 394، 442، 447، 478، 479، 480، 484
بِئُسان، ایک کنواں 19
بیوت السقیا 338
پاکستان 44، 46، 106، 344
تبالہ 338
تبوک 182، 425، 426، 432، 497، 503
تبوکیہ 236
تُربان، مدینے سے انیس میل دور ایک وادی 16
تَلِّ عَزَاز 237
تنعیم 141
تہامہ 490
تِیزِین 237
ثنیۃ المرّہ 230، 241، 464
ثَنِیَّۃُ الوَدَاع 285، 470، 508، 509
ثور، پہاڑ 58، 62
جابیہ، دمشق کے مضافات میں ایک بستی 54
جاسوم/بئر جاسم 22، 507
جامع مسجد دہلی 46
جبل السَّراء 25
جبلہ 84
جُحْفَہ 264
جُرف 188، 473
جسر 176
جعرانہ 65
جَلَعْب 278
جنت البقیع 117، 188، 216، 224، 266، 267، 268، 447، 473، 474، 516

جُواثاء 135
جُوْمَہ 237
حبشہ 1، 36، 51، 53، 105، 134، 139، 140، 144، 163، 166 تا 168، 170، 209، 238، 249، 256 تا 259، 304، 311، 312، 324، 335، 397، 398، 404، 408، 449، 463، 512
حجاز 16، 18، 125، 136، 182، 377
حدیبیہ 16، 115، 118
حراء پہاڑ 22
حرم 17، 114، 115
حَرّہ، میدان 60، 61
حسیکہ 339
حضرموت 15، 396، 462، 519
حُماۃ 83
حمراء الاسد 131، 132، 133
حمص 83 تا 85، 236، 237، 471
حمیر 306
حنین 65، 414
حوران شہر 125
حَوْرَاء 16
خانہ کعبہ 72، 179، 222، 257، 258، 305، 361
خَرَّار، حجاز کے قریب ایک وادی 18
خُربٰی 118
خَرِیْبَۃ 247
خیبر 5، 54، 62، 110، 121، 128، 145، 313، 358، 375، 376، 383، 411، 424، 463، 471، 490، 502
دارارقم 8، 35، 48، 50، 51، 57، 105، 167، 170، 206، 228، 286، 395، 396، 399، 450، 510
دارالاسلام 105، 510
دجلہ 7
دریائے فرات 297، 341
دُلوك 237
دمشق 54، 83، 85، 125، 433
دہلی 46
دومۃ الجندل 176
ذوالحلیفہ 75، 264
ذوجدر 373
ذی قرد 79، 356، 359
رابغ وادی 230، 383
رَبَذَہ 247
رجیع 41، 136، 137، 381، 382، 448
رَغْبَان 237
رملہ، فلسطین 82
روحاء 43، 133، 227، 343، 349، 350، 467
روضۃ خاخ 470
روم 7، 8، 37، 45، 95
ریسرچ سیل 103، 370
زرقاء 17
سراۃ، ایک جزیرہ نما پہاڑی سلسلہ 25
سرغ 182، 432
سَرْمِیْن 237
سقیا 338، 339
سکاسک 306
سَلع پہاڑ 285
سلیل 178
سواد 294، 295
سوق النبیؐ 266
سیالہ 312
شام 16، 17، 18، 22، 37، 57، 60، 83، 84، 85، 90، 93، 107، 108، 125، 178، 182، 187، 235، 236، 237، 240، 257، 293، 296، 30،4 315، 324، 326، 327، 411، 420، 424، 432، 433، 434، 435، 436، 470، 491، 503، 504، 507، 509، 514
شعیبہ 140، 167
صحار 340
صِرار 176، 177

صفا 18
صفراء 232،350
صفہ 91،249،250
صِفین 297،298
طائف 65،112تا114،242،243،276،414
ظَہران 136
عالیہ 12،43،143
عدن 396،462
عدوا 139
عراق 25،113،176،236،243،294،483
عرب 8،12،25،40،52،54،56،61،
68،70،73،83،89،114،116،123،139،140تا
142،156،167،189،197،244،246،257،260،
280، 303، 313، 326، 361تا364، 377، 378،
380،403،440،451،456،460،477،504
عسفان، مکہ کے قریب ایک جگہ 41،76،137،448
عُشَیرہ 142
عقبہ 195،196،276،277
عقرباء 520،522
عمان 340،519
عمواس 432،434
عُنَیزہ(نجد) 145
عَوالی 123
غابہ 79،285
غار ثور 57،59،68
غسان 500
غطفان 79،285،357،359
غمر 282
فارس 8،177،246،247
فدک 127،149
فرات 247
فلسطین 82،85،235،251
قادسیہ 483
قارہ 40
قُبا 9،10،43،82،141،144،
266،314،323،349،352،373،494،508
قبرس 82
قطن 142،145
قِنَّسرِین 237
قُوْرُس 237
کوفہ 211،216،217،251،294،301،304،378،483
کوہِ صفا 510
لاذقیہ 83،84
ماب 125
مدائنِ صالح 380
مدائن 251
مدین 503
مدینہ 1، 2، 4، 5، 9تا12، 14، 16، 18، 27، 28،
37،41،43،45،46،48،51،55،57،59تا61،63تا
67،70تا75،79تا82،87،89،90،92،93،97،98،
105تا107، 110، 112تا116، 119، 123، 128تا
133، 137، 139تا145، 147، 156، 166، 168،
170، 174، 176، 177، 183، 185، 187، 189،
194، 198، 199، 207، 209تا211، 215، 216،
220، 228، 229، 233، 235، 237تا240، 242،
244تا246، 251، 262، 264، 266تا268،
274تا277، 279، 282، 285، 290، 292، 294تا
296، 301، 304، 311، 313تا315، 317، 318،
321، 322، 324، 335تا338، 340تا342، 345،
349، 351، 353، 354، 357تا362، 371، 374،
376، 377، 379، 381، 382، 385، 388، 391،
392، 395تا400، 403تا408، 414، 420، 421،
424، 437، 441، 443، 447تا452، 455، 456،
460، 463، 464، 467، 468، 470، 477، 480،
481، 485، 494، 497، 500، 501، 504،
507تا509،511،518،522
مروہ 18

مریسیع 154
مُزَیْنَہ 74
مسجد حرام 78،107،108،115،123
مسجد ضرار 44تا46،345،347
مسجد نبوی 6،61،128،177،190، 191،211،266،291،309،339،417،517
مشارف 125
مصر 83،295،305
مَعَان 17،125
مَقَابِرِ البَقِیْع 267
مقام، جاسوم 22
مکہ 1،6،7،10،11، 17،18،21،29،36،37،40،41،48،51،52،58، 60،62تا66،71،72،75،76،79،97،100،101، 105،106،108،112تا114،132،134تا142، 144، 147، 148، 172، 173، 174، 180، 183، 189، 195، 206، 208، 210، 219، 220، 221، 229، 238، 239، 242، 243، 244، 247، 254، 255، 256، 258، 259، 260، 262، 273تا277، 282، 286، 287، 288، 291تا296، 305، 308، 311، 312، 315، 320، 326، 335، 336، 337، 351، 353، 382، 396، 397، 400، 402تا405، 407، 414، 428، 437، 439، 440، 448تا451، 455، 456، 460، 462، 463، 467، 470، 477، 480،494،508،511،513،514
مِنٰی 195،277،403،404،452
مؤتہ 17،126،514
موصل 7
ناجح، وادی 229،382
نجد 77،145،177،375،376،477،478
نخلہ 53
نعمان، ایک کنواں 19
ہالینڈ 40
ھَجَر 296
وادی القریٰ 380
وادی صفرا 467
وادی نخلہ 106،107،112،113،114،242،243،244
وَدّان 230،383
وَھْشَتَابَاذْاَرْشِیْر 247
یثرب 52،274،275،277،336،337،399،400
یرموک 236،237
الیَسِیْرَۃ 143
یمامہ 403،458،514
یمن 56،209،286، 306، 311، 314، 372، 425، 426، 427، 428، 429،430،431،462،482،517،519
یَنْبُع 142

کتابیات

ابن اسحاق 46، 106، 134، 139، 140، 163، 166، 169، 225، 231، 235، 241، 256، 279، 314، 324، 326، 342، 349، 350، 367، 368، 381، 438، 459، 464، 476، 491، 512

اٹلس سیرت نبوی ﷺ 424

ارشاد الساری 95

الاستیعاب 252، 411، 427

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ 118، 187، 252، 310، 346، 411

الاصابہ فی تمییز الصحابہ 252، 411

انجاز الحاجہ 517

بخاری 26تا28، 59، 62، 66، 79، 80، 82، 92، 95، 108، 135، 148، 161، 170، 172، 174، 185، 200تا202، 205، 233، 234، 252، 263، 286، 314، 331، 333، 343، 365، 376، 380، 385، 388، 390، 391، 407، 410، 411، 415، 417، 418، 421، 435، 437، 438، 444تا446، 451، 460، 477تا479، 481، 488، 495، 508، 517

تاریخ دمشق الکبیر 315

تاریخ طبری 174، 177، 226، 230، 383، 435

تفسیر صغیر 124

تفسیر کبیر 124، 210

چشمہ معرفت 289

دلائل النبوۃ 201

دیباچہ تفسیر القرآن 207

سبل الہدیٰ والرشاد 131، 410

سنن ابن ماجہ 201، 517

سنن ابی داؤد 201، 231، 268، 321، 394، 516

سنن ترمذی 201، 408، 473

سنن نسائی 516

سوانح عمری حضرت محمد ﷺ 289

سیر الصحابہؓ 83، 434

سیرت ابن ہشام 1، 2، 135، 163، 201، 225، 230، 309، 314، 360، 367، 368، 380، 383، 424، 438، 443، 444، 468، 484، 489، 495، 517

سیرت خاتم النبیین ﷺ 43، 86، 97، 112، 119، 138، 139، 143، 147، 154، 191، 196، 202، 229، 239، 241، 242، 289، 317، 321، 336، 360، 369، 377، 390، 398، 399، 402، 405، 406، 407، 464، 467، 468، 477، 480

سیرۃ الحلبیہ 20، 90، 145، 201، 285، 323، 370

شرح الزرقانی علی الموطا 424

شرح بخاری از زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ 421

شرح زرقانی 45، 193، 194، 350، 446، 504

طبقات الکبریٰ 18، 21، 157، 164، 212، 242، 252، 322، 352، 383، 514

عمدۃ القاری 233

فتح الباری شرح صحیح البخاری 28، 172، 445

الفکاہۃ والمزاح 493

کتاب الزہد 121

لغات الحدیث 354

صحیح مسلم 4، 210، 332، 417، 419، 422، 435، 438، 446، 508، 516

مسند احمد بن حنبل 212، 270، 332، 333، 416، 426، 430، 435

معجم الشعراء 122

نور القرآن 369

ینبوع الحیاۃ، تفسیر 193

ببلیو گرافی

1 **اٹلس سیرت نبویؐ** از ڈاکٹر شوقی ابو خلیل ترجمہ حافظ محمد امین مطبوعہ دار السلام الریاض 1424ھ

2 **الاحاد والمثانی** از ابو بکر بن ابی عاصم وھو احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی مطبوعہ دار الرایۃ ریاض 1991ء

3 **احکام القران** از ابی بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان 2003ء

4 **اردو دائرہ معارف اسلامیہ** زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور مطبوعہ عالمین پبلیکیشنز پریس ہجویری پارک لاہور 2002ء

5 **ارشاد الساری شرح بخاری** از ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی، دار الفکر بیروت 2010ء

6 **الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب** از ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، مطبوعہ دار الجیل بیروت 1992ء / دار الکتب العلمیہ بیروت 2002ء / 2010ء

7 **اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ** از عزّ الدین بن الاثیر ابو الحسن علی بن محمد جزری، دار الفکر بیروت، 2003ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2003ء / 2008ء / 2016ء / مترجم اردو شائع کردہ المیزان اردو بازار لاہور

8 **الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ** از شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مطبوعہ دار الفکر بیروت 2001ء / دار الکتب العلمیہ بیروت 1995ء / 2003ء / 2005ء

9 **اصحاب بدر** از قاضی محمد سلیمان منصور پوری مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء

10 **امتاع الاسماع** از تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر بن محمد المقریزی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1996ء / 1999ء

11 **انجاز الحاجۃ شرح سنن ابن ماجۃ** از محمد علی جانباز مطبوعہ دار النور اسلام آباد 2011ء

12 **الانساب** از ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی الطبعۃ الثانیۃ مکتبۃ ابن تیمیۃ 2009ء

13 **انوار العلوم**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ والمصلح الموعودؓ، شائع کردہ اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ، رقیم پریس، اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے

14 **بخاری بشرح الکرمانی (الکواکب الدراری)** مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1981ء

15 **البدایۃ والنہایۃ** از حافظ عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی، مطبوعہ دار ہجر بیروت 1999ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء

16 **تاج العروس من جواہر القاموس** از محب الدین ابی فیض محمد مرتضیٰ حسینی، دار الفکر بیروت 1994ء

17 **تاریخ ابن خلدون (المسمّی کتاب العبر و دیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر)** از عبد الرحمٰن بن محمد ابن خلدون، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء / مترجم اردو دار الاشاعت کراچی 2003ء

18 **تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس** از حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2009ء

19 **تاریخ الطبری (تاریخ الامم والملوک)** از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء / 2012ء / دار الفکر بیروت 2002ء / مترجم اردو از عبد اللہ العمادی، دار الاشاعت کراچی 2003ء

20 **تاریخ دمشق الکبیر** از ابو عبد اللہ علی عاشور الجنوبی (ابن عساکر) مطبوعہ دار الفکر بیروت 1995ء / دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء

21 **تاریخ مدینۃ دمشق** از حافظ ابی القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ بن عبد اللہ الشافعی المعروف بابن عساکر مطبوعہ دار الفکر بیروت 1995ء

22 **تفسیر القرآن العظیم** از عماد الدین ابی الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1998ء
23 **تفسیر البحر المحیط** از محمد بن یوسف (ابو حیان اندلسی) مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2010ء
24 **تفسیر البغوی اردو** (معالم التنزیل) از ابو محمد حسین بن مسعود الفرا بغوی شافعی شائع کردہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان 1436ھ
25 **تفسیر القرطبی (الجامع لاحکام القرآن)** از علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی مطبوعہ دار ابن حزم بیروت 2004ء
26 **تفسیر صغیر**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ و المصلح الموعودؓ، شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ ضلع جھنگ
27 **تفسیر کبیر** از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ و المصلح الموعودؓ، شائع کردہ اسلام انٹر نیشنل پبلیکیشنز لندن 2023ء
28 **جامع البیان** (تفسیر الطبری) مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء
29 **جستجوئے مدینہ** از عبد الحمید قادری مطبوعہ اورینٹل پبلی کیشنز لاہور پاکستان 2007ء
30 **چار عبد اللہؓ** از علامہ مفتی محمد فیاض چشتی شائع کردہ شاکر پبلیکیشنز اردو بازار لاہور 2017ء
31 **حقائق الفرقان**، از حضرت مولوی نور الدین صاحب بھیرویؓ خلیفۃ المسیح الاوّلؓ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ پاکستان
32 **حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء** از حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی، مکتبۃ الایمان المنصورہ 2007ء
33 **خطابات طاہر** (تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت) از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ شائع کردہ طاہر فاؤنڈیشن ربوہ پاکستان
34 **خطبات محمود**، از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ و المصلح الموعودؓ، شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ پاکستان
35 **خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم** از شاہ معین الدین احمد ندوی شائع کردہ مکتبہ رحمانیہ لاہور پاکستان
36 **دلائل النبوۃ** از ابی بکر احمد بن حسین بیہقی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء
37 **روحانی خزائن** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ نظارت اشاعت، مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
38 **الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام** از ابی القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن خثعمی سہیلی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت طبع اوّل / مکتبہ ابن تیمیہ 1990ء
39 **سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد** از محمد بن یوسف صالحی الشامی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1993ء / مطبوعہ دار احیاء التراث القاہرہ 1992ء / 1995ء / زاویہ پبلشرز لاہور 2013ء
40 **ستر ستارے** از طالب الہاشمی شائع کردہ البدر پبلی کیشنز لاہور
41 **سنن ابن ماجہ** از ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
42 **سنن ابو داؤد** از ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
43 **سنن الترمذی الجامع الصحیح** از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان، 2002ء
44 **السنن الکبریٰ** از ابی بکر احمد بن حسین خراسانی بیہقی، مطبوعہ مکتبۃ الرشد ناشرون 2004ء / دار الکتب العلمیہ بیروت 2003ء
45 **سنن النسائی** از ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب ابن علی بن سنان النسائی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 2009ء
46 **سیر اعلام النبلاء** از شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان، 1996ء / الرسالۃ العالمیۃ دمشق 2014ء

47 سیر الصحابہ از معین الدین ندوی، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی 2004ء / اسلامی کتب خانہ / ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور

48 **السیرۃ الحلبیہ (انسان العیون فی سیرۃ الامین والمأمون)** از ابی الفرج نور الدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی الشافعی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء / 2008ء / اردو ترجمہ از محمد اسلم قاسمی، دار الاشاعت کراچی 1999ء

49 **السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ** از محمد بن محمد بن سویلم مطبوعہ دار القلم دمشق

50 **السیرۃ النبویۃ** لابن اسحاق از محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء

51 **السیرۃ النبویۃ لابن کثیر** از ابی الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان 1986ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء

52 **السیرۃ النبویۃ لابن ہشام** از ابی محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء / دار ابن حزم بیروت لبنان 2009ء

53 سیرت **خاتم النبیینؐ** از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے مطبوعہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ اسلام آباد ٹلفورڈ یوکے 1996ء

54 **سیرت صحابہ رسول ﷺ** از حافظ مظفر احمد شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ 2009ء

55 **شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ** از علامہ قسطلانی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء

56 **شرح الزرقانی علی المؤطا امام مالک** از محمد بن عبد الباقی بن یوسف الزرقانی المصری الازہری مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1997ء

57 **شرح مسند الشافعی** از عبد الکریم بن محمد قزوینی مطبوعہ ادارۃ الشؤون الاسلامیہ قطر 2007ء

58 **صحابہ کرام کا انسائیکلوپیڈیا** از ڈاکٹر ذو الفقار کاظم شائع کردہ بیت العلوم پرانی انار کلی لاہور

59 **صحیح البخاری** از ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی، مطبوعہ دار السلام ریاض، 1999ء / مترجم اردو شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ پاکستان

60 **صحیح مسلم** از ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، ناشر دار السلام ریاض، 2000ء / مترجم اردو، شائع کردہ نور فاؤنڈیشن ربوہ پاکستان

61 **الطبقات الکبریٰ** از محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری المعروف بابن سعد مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء / 2012ء / 2017ء / دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء / مترجم اردو از عبد العمادی نفیس اکیڈمی کراچی

62 **عشرۂ مبشرہ** از بشیر ساجد ناشر البدر پبلیکیشنز لاہور پاکستان 2000ء

63 **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری** از بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء / دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان 2003ء

64 **عیون الاثر** فی فنون المغازی والشمائل والسیر از حافظ فتح الدین ابو الفتح محمد بن سید الناس الشافعی مطبوعہ دار القلم بیروت لبنان 1993ء

65 **غزوہ اُحد** از علامہ محمد احمد باشمیل شائع کردہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی 1989ء

66 **فتح الباری شرح صحیح البخاری** از احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مطبوعہ دار الریان للتراث قاہرۃ 1986ء / قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی

67 **فتوح البلدان** از احمد بن یحیٰی بن جابر البلاذری، مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت 1987ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2000ء

68 **فرہنگ سیرت** از سید فضل الرحمٰن ناشر زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء
69 **فضائل صحابہؓ** از ابو عبد اللہ احمد بن حنبل مترجم اردو از نوید احمد بشار مطبوعہ بک کارنر پرنٹرز پبلشرز جہلم پاکستان 2016ء
70 **فیروز اللغات اردو** از مولوی فیروز الدین، نظر ثانی، ادارہ تصنیف و تالیف فیروز سنز مطبوعہ فیروز سنز لاہور پانچویں اشاعت 2012ء
71 **الکامل فی التاریخ** از عزّ الدین ابی الحسن علی بن محمد ابن اثیر جزری مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت 1997ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء / 2006ء
72 **کتاب الثقات** از حافظ ابی حاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 1998ء
73 **کتاب المغازی** از ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء / 2013ء
74 **کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ** از ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1998ء
75 **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال** از علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ 1985ء / دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء
76 **لغات الحدیث** از وحید الزمان مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء / علی آصف پرنٹرز لاہور 2005ء / پیر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
77 **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد** از نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی المصری مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء
78 **محمد رسول اللہ والذین معہ** از عبد الحمید جودۃ السحار مطبوعہ مکتبۃ مصر
79 **المستدرک علی الصحیحین** از ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم نیشاپوری، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء / مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز الریاض 2000ء
80 **مسند (الامام احمد بن حنبل)** از امام احمد بن حنبل، مطبوعہ عالم الکتب 1998ء / دار الحدیث قاہرہ 2012ء
81 **المصنف لابن ابی شیبۃ** از ابی بکر عبد بن محمد بن ابراہیم ابی شیبہ العبسی، الفاروق الحدیثۃ قاہرہ 2008ء / مترجم محمد اویس سرور مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور 2014ء
82 **المعجم الاوسط** از حافظ ابی القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی مطبوعہ دار الفکر عمان اردن، 1999ء
83 **معجم البلدان** از شہاب الدین ابی عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الحموی الرومی البغدادی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء / دار صادر بیروت 1977ء / المکتبۃ العصریۃ بیروت لبنان 2014ء
84 **المعجم الکبیر** از ابی القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی 2002ء
85 **معرفۃ الصحابۃ** از ابی نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن مہران اصبہانی دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء
86 **ملفوظات** از حضرت مرزا غلام احمد قادیانی المسیح الموعودؑ، شائع کردہ اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لندن 2022ء
87 **المنتظم فی تاریخ الملوک والامم** از ابی الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد ابن الجوزی، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء
88 **المنہاج بشرح صحیح مسلم بن حجاج** از محی الدین بن یحیٰ بن شرف النووی، مطبوعہ دار ابن حزم بیروت لبنان 2002ء
89 **نقوش صحابہ** از خالد محمد خالد ترجمہ وتہذیب ارشاد الرحمٰن مطبع عرفان افضل پریس بند روڈ لاہور
90 **وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ** از علامہ نور الدین علی بن احمد السمہودی، مطبوعہ مکتبۃ الحقانیۃ پشاور پاکستان
91 **یوم الفرقان اسرار غزوۃ بدر** از دکتور مصطفیٰ حسن البدوی مطبوعہ دار المنہاج بیروت 2015ء